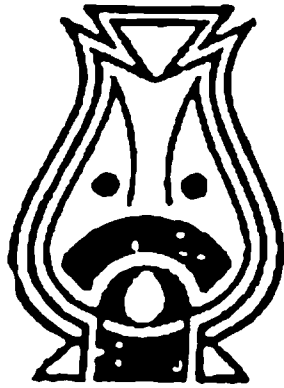


سلاوت

ایک نیا راستہ

نمبر 1



Ph.: (O)328 1499, (R)2293249

www.urdukorner.com

پہاڑی بھوجلہ، ویلی۔ 110006

لیکن کیا کسب کیا کرتا۔ وہ اپنی اکی تفری مانی میں تھا۔
 کیا کرتا تھا۔ اسے بچا ہے میں سمجھ رہا تھا تو نہیں، اپنا فرض ادا کر دیتا تھا۔ اس
 کی گریہ تھی۔ ایک فرض شناسا لیکن انیویں میری راز کی کسی قسمی ہوا کے بارے

کیا کرنا چاہیے۔ اور سنا تو بیگم نے مجھے شکستِ ناشدنی
تھی۔ کعبہ ملائیشہ نے مجھے یہ سنا کہ حق بنایا تھا۔ اس سے بڑی
انجیل تھی۔ اگر اس کی دونوں شکلیں ایک وقت مختلف سمتوں میں نہ نکلتی
تو آریں اور حضورؐ ہی پہنچے ہوتے کاڑھیں۔ ہمارا تو وہ بڑیست کہیں اور مصوٰت
تھی۔ اس کا تو نہ بڑیست کہیں پہنچا تھا

عَلَى الْخَفَرِ وَهَذَا كَوْنُهَا بِكَ لَمْ يَكُنْ فِي تَكَاثُفٍ
بِهَيْئَتِهَا لَمْ يَكُنْ فِي تَكَاثُفٍ بِهَا خَيْرٌ لَمْ يَكُنْ فِي تَكَاثُفٍ
لَمْ يَكُنْ فِي تَكَاثُفٍ لَمْ يَكُنْ فِي تَكَاثُفٍ لَمْ يَكُنْ فِي تَكَاثُفٍ
بِهَيْئَتِهَا لَمْ يَكُنْ فِي تَكَاثُفٍ لَمْ يَكُنْ فِي تَكَاثُفٍ
لَمْ يَكُنْ فِي تَكَاثُفٍ لَمْ يَكُنْ فِي تَكَاثُفٍ

[illegible][illegible]

جتنے جتنے دوات کے حصول کے طریقہ ہوتے ہیں۔ ان کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ آسانی۔ لہذا جو چیز کی کیا جاسکتا ہے۔ خود کو
 ہی غفلت کیلئے عمل بخیر فرمیں۔ ایک ایسا طریقہ تفسیر کی جستجو
 نہیں حاصل کیا جاسکتی۔ چنانچہ اس کا سبب سفید ہے۔ یہی کہہ سکتا
 جو بہرہ ور رہنے کے لئے۔ دوات کے لئے۔ گویا دوات کا حصول ہرگز
 ضروری ہے۔ خواہ جتنے طریقے حاصل ہو۔ یا بہرہ ور ہو۔ !

اور بہتر حصہ دولت کے حصول کے لئے اس سے ملے
 اس کی ترکیب میں یہ کہی تھی جو گریٹ کے کہنے سے ہونے تک میسٹر نے یہ
 عنایت کی تھی اور اس ترکیب پر یہ ملایا طریقہ چل پڑا۔ ایک تیسروں کا
 انگریز ایک کی شاہی فوج کو کھائی میں ڈال دینے کی، اور نذرانہ کے حوالے سے دوست
 ہو جانے کے: بہ خود سراپا ہوا۔ تو۔ فریڈک۔ گوگیم۔ نے نظر مل
 تے بغیر زندگی گزارنا مشکل ہے۔ یہاں ہی اس سے اسے بغیر غریبی کی
 میں اب اس دفتر میں کام نہیں کر سکتا گا! نذرانہ میں سے انگریز ایک بن کر
 و فرسے نے کی کہ میسٹر پر کیا جیتے گی اس طرح اگر میں کوئی غریبی
 قدم اٹھا کر تو یہ بھی محبت ملے لیتا ہے کہ اس سے دوری محبت
 گھٹنے ملتی جاتے۔ گریٹ ختم ہونے تک میں اپنے فیصلے کو تعبیر کی
 شکل میں چکا تھا۔ میں بڑا بڑا حصہ دولت حاصل کرنے کا پروگرام بنایا
 تھا۔ گریٹ ختم ہو گئی۔ لیکن اب مجھے اس کی پڑا نہیں تھی۔ میرا وہ
 ایک ماہ ملازم تھا۔ میں نے وہ سب سے پیڑ کے کاغذ اٹھائے بھی
 پر میں لیکچر کو ایک ماہ بعد دیکھنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ ان دنوں سے چند
 کاغذوں کو یہ دیکھ کے اس کی کہ نہیں نکالیں ان کے جوڑے کر اپنے ہونگے
 اختصار سے تزیین دینے گا: میں اپنے ہونگے کہ ایک ایک ٹیٹے پر ہونگے کہ
 سب سے کاغذ پر شمشیر پر گرام کوڑا لٹیں کہ لے کے بعد میں
 اپنی طرف سے لکھا تھا۔

اسی طرح کہ مصلیٰ جاہر پہننے میں میری تہیج سے یہی نظر
 کی کوئی گڑبڑ نہ پڑے، جس کے گلے میں لے اذیت نہ لگوا کر نہیں۔ میں
 بالکل خجک ہوں اور ہر کدو میں سے اپنا کام انجام دے سکتا ہوں اور
 پھر میں نے یہ تمام کاغذوں کو ایک جگہ جمع کر کے دیکھا جس دیکھا کہ
 ایک ایک جگہ سے اٹھ کے دھیر میں تبدیل کیے گئے بعد میں نے اجلاس
 دو دنہ امتحانی ارادے سے ستر کر دیا۔ کاغذوں کے بال کھڑکوں میں نے سترنا
 غرضت نہیں سمجھا۔ اسی پر ہندو سلی ٹکس ہوتی تھیں، انہما فائنٹ اٹلے میں
 نہر کو غلب کیا گیا تھا، میں چشم تھوڑے میں اپنے مکان میں پلوں میں کو دیکھ

[illegible]

ہندوؤں سے پوچھے کہ کیا جہنم میں آگ ہے؟
 وہ۔ لہنت آجائے گا: کہانہ کی جگہ کو جہنم کا کہیں
 عجب بول گئے: ہنہا بڑ میں ہلینا سے پانہ لائی پڑش گیا۔ اسی وقت گئے
 لے گیا وہ بولنے اور ملک ملک کی کہار سے نو کے ہند پر انکی ہوتی چوتی
 سوتی سات پکے گا۔ بڑی سوتی اہینا کا جی جی۔ گویا ایسا ہے
 سات بیکھے۔ میں نے لکاک کے شہر کو پونہ کیا۔ اور بڑی کڑی کو
 چلے رہے ہوئے دیکھتے دیکھتے سر گیا۔

پندرہ روزہ کے بعد وہ سارے دس بجے کے قریب آکر کھلے۔ آٹھ منٹ
 کی بجائی ہوئی تھی لیکن اس نے سیکرٹری پر گیم کو کوئی اٹھنیں پڑا تھا۔ میں نے
 اسی دن سے متاثر ہو کر اس بات تبدیل کیا اور ہفتہ کرنے کے لیے نچا کر گیا۔

و کہا کہ اس دن سے میرا حساب چلتا تھا۔ چنانچہ ریٹرنٹ کی پہنچ چڑھنے کے
میانے میں کیا۔ اور ہم شین ٹونے چلا گیا۔ - جنہوں کی ٹیوٹھی رہے تیرے بڑے
کی ٹیوٹھی تالی نے کئی بار منہ بنایا تھا۔ لیکن سب بولیں یہ بڑا ملاک تھا اس
بارنگ کو لہا رہ گیا۔ اور میں ان اوکھٹے کے بعباہ نہ رکھ آیا۔ ۱۔

ایک سانس باریک میں نہ بٹکاسکا، نہ کھلیا، نہ بند نہ کر لیا
 ہوا میں آدھ ان کی ذہنی جوشن کرنا چاہتا تھا۔ اب ہوگئے برتھے
 سب سے پہلے میری وفات، ہفت سے ہوتی۔ اور اس پر غور میں لگنے کے بعد
 منت سے میرا استقبال کیا۔

بکھار دے گئے تھے ملک بابو۔ اس نے کہا۔
 • ہنس ایسے ہی مشرحت۔ رات کو طبیعت خراب ہو گئی تھی۔
 • اور۔ انیلا بس پریشان تھی۔ تم کبھی چینی خریدیں کرتے؟
 • جہن نے کہا۔ اور میں غور فرما رہا تھا۔ جہن کے بعد وہ سڑک بھی گائے
 • چھانڈ بیٹ پر کام کرتا رہا کیونکہ اس نے ستر برس بڑے مہنت سے کھوکھہ کر
 • سکتا اور اس میں اٹاتے کہ لے لے۔ میں سب کہہ مٹوں کر رہا تھا لیکن
 • چھانڈ بیٹوں کی کیا پروا ہو سکتی تھی؟ میں تو وہ کہہ کہ لے رہا تھا۔ میں میں

ہے ایک بوجھ جس پر رکنا تھا۔ جس کا یہ بوجھ کچھ ہوا۔ ہوا بہت
کچھ کھانسی، صحت نہ نکلائی۔

اس وقت شاعر نے جو حکمتاں ادا کی ہیں ان کو
نفس کی گتھی بیکر بیکر کاٹنے کے لیے لکھا ہے اور جو کچھ ہمیں
چاہیے وہ ہے۔ لیکن یہ کہ جس کی جیت بھٹکتی ہے وہ
نہیں کر سکتا کہ جس کی جیت بھٹکتی ہے وہ نہیں کر سکتا۔ ۱

[illegible]

منہ سے اسے شوق کا آقا بہاں ہے مجھے دوسری زیر کو پڑھتی تھی۔ ایک بے
برج سے منزل پہنچ کر ایسا دم میں گئے تھے حلقوں کا شائبہ نہیں کہہ سکتا
تھا۔ : بگٹ بگ کرتے ہوتے میزائل و دھڑک : تھا۔ یہ جہاں شیخوے
تھے ہوتے میں نے خود کو سمجھا لیا۔ مچھاپا ایک عیسوی بگ کر فکری
فریج میں ڈالا :

آخر کے تھارے سر شیل کے فوف ہونے تک کے چھپے
مجھ کو کھاسد میں اس گتہ پہ بند کیا :-

۱۰۔ سامنے کیسے؟ اجناپ سے مدخل توں مجھے کچھ موقع نکالنا آگئے
تھے۔ آپ مسٹر آرمیڈن کی تفسیر کاؤنٹ کریں۔ ۱۱۔ میں نے بہت
سے کہا اور مسٹر فکیل کی ایک ہرگز یہ کہ یہاں سے قبل میں نے ایسی
سادت مندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ چنانچہ انکا پکڑنا ضروری لگیا۔
مکمل بات نہیں۔ کوئی بات نہیں۔ یہ سناؤ تمہارے

اور آپ کو علم ہے۔
 جب تک یہ کریا میں کام آتم کر رہا تھا۔ میں نے کہا اے حسین
 صاحب نے تو وہی ہندی۔ یہ اپنی مینہ پہنچ گیا۔ اور میں نے آؤ گا گا

وہی یہاں سے گزرتا ہوا ہے۔
 وہی یہاں سے گزرتا ہوا ہے۔
 وہی یہاں سے گزرتا ہوا ہے۔
 وہی یہاں سے گزرتا ہوا ہے۔

کچھ راستے آدھک ہزار میلوں۔ تعلقہ لیے
 کھمبہ پہنچے۔ ہمارے ہاتھ پر۔ یہودیائیوں کی غفلت نہ گھٹاؤ
 ایک دو بجے کے آخری ٹیکہ پر پہنچے۔ پھر کراچی پہنچے۔ سیدہ
 میں پکڑا دیا گیا۔ اسی واقعہ کے بعد اسی واقعہ کے لیے اور ان کے
 منسے لیے تیار کیا گیا۔ پہنچا جیسے سیدہ جو گئی۔ ہمارے
 باوجود بچے کے۔ دلچسپ خاندان جیسے ساتھ ساتھ ہمارے
 ایک جملہ پر وہ سب جڑواں گرائے گئے۔ جڑواں بننے والے صاحب کو سالوں
 جہاں کو ان کے گریٹ کنوینینس۔ ہمارے ساتھ ساتھ سیدہ سرپاؤ
 پھر گھر کے خیر خود تیار ہو گئیں۔ پھر تینوں کو گولڈن بے سلام کیا
 کیے گئے۔ نہ جملہ گولڈن بے سلام کے لیے ہمارے ہمارے ہمارے
 لیٹ کر گئی۔ ہمارے ہمارے ہمارے۔ اور تین پھر جلی پڑی۔ چلو

لین ہو گا ماحول۔ اب مہا اینکپنڈٹ یہ تہہ تختہ اڑا دیتے ہیں ہر
 ایک کیسب کی جستجو سے موجود تھا۔ جیڈل نے تو کیے کیلئے کہہ دیے
 کی چیلنجنگ تھا ایکس میں نے اسے گواہ نہیں کیا تھا پنڈتوں کیس میں
 جس کو وہی ہو ہی تھا۔ گورنر کے قلم سے اس نے اسے اس کے لئے
 کو اگر مکتے کی کوئی شے بھی کی گئی تھی اس کا کہی اور مولیٰ قلعہ اس سے
 کہیں کسی طرح نہ بچ رہی تھی :

برص۔ ایک ایک وقت تو نوزائیدگی میں گندھا۔ پس ایک
 مہینے تک لگی تھا۔ لیکن اب بعد سے مہلکات پر سونے کا چمکے
 آئی۔ بنایا دولت مند بناتا۔ بلکہ اہم بنایا۔ ملک میں تو اس دولت کو
 ہضم کرنے کے لئے تھا جو نہایت ہوشیاری سے طے کرنا تھا۔ فلاہیہ پر یوں
 پلے ملک میں بچے کا شریک۔ یہ کہہ پس ایک چکر اترتا۔ یہاں
 تھا کہ کسی جھلے سے قصبے یا بیہات میں چھ جانوں۔ اور آخر ایک سال
 خاموشی سے گزر گیا۔ جس ایک سال تک اپنی دولت صرف خریدتا تھا
 کوئی اور کسی چٹا ہونے کو کہیں کوئی صاحب حیثیت انہی میں سے
 بعد جب یہ کہہ میں یہ تہہ ملی تھوڑے تو پھر پھر آئی۔ اور کوئی چھوٹا سا
 کا باہر شروع کر دیا۔ اس کا تو میں نے بلی ہلایا تھا۔ اس کے بعد ملنے والے
 شروع کر دیا۔ یہاں یہ کہہ میں اس دولت میں ایک کمانے سے نر لے

[illegible]

نیکو سہم ہے کس۔ اور ازلانہ کو کر مل۔ ویرینہ سچا ہوا
 اپنی جگہ سے اٹھا۔ مہمانے کل کیوں پڑی جنبہ سے منہ کھریا
 چہرہ میں پیک کیا اور چوٹی سیٹ پڑا۔ برت کس کھلے گھنٹوں سے پڑا
 لہا اسوں میں کھلے گھنٹوں کو نکلانے کا اسوس کے نوٹوں کی باغ گھنٹوں
 جہاں قلم سے دس نوٹوں کھا ہوا تھا۔ پاس کے نوٹوں کی چاگلا انا جہاں
 جو پڑا پانچ ہزار کھا ہوا تھا۔ دس دس کے نوٹوں کی دس گائیے ہیں۔ ہزار
 ہزار کی تھیں۔ گواہی کے اسی ہزار۔ باقی گھنٹوں کی پانچ کے نوٹوں اور کٹ پڑے
 کے نوٹوں کی تھیں۔ یہی جو دس نوٹوں پر تصدیق پڑے تھے۔ گواہی میں ہی ہزار
 پڑے تھے۔ چھپاسی ہزار۔ ایک اکہ سے تھن سے کم۔ بہت تھے ہزار
 انہی دسات کا تصور نہ ملک جہاں نہیں کیا تھا۔ لیکن یہ مل، اب یہ یہی تھی
 شہر کے میں، انہی لوگوں کا یہاں سے مل کر گیا۔

نور سے نلیکھ خوشی کی بے پناہ لذت تھی۔ مسجد خیمہ بنانگ
میر کی حبیب میں ہلاک ایک ایک گڑی سے میر ایک ایک خیز غریب سکتا ہوا
کیوں نہ ملتی زندگی میرا گریں اس خانانہ سے اچھا تمام گوں جو مجھے نہیں میں
یہ تھا۔ ہاں لوگوں کو میر کے اپنے لئے میں ملط ملطایا تھا اور ہوا سے
یقین کیا تھا اور مجھے کوئی باہشت آرزو سمجھتے تھے۔ لیکن میں واقعی
باہشت جو کہ کاکہ کے سامنے جاؤں گا اور۔ اسی میں سے کسی ارٹکے۔ مگر
کس سے۔ بہار فرہاد۔ لڑکیوں کے ہاتھ میں سوچنے لگا۔ ایک بہت شمع
تھی۔ خوبصورت کوئی۔ لیکن مستنیزا دھڑپ۔ دوری۔ وہ کہنے لگا۔ اپنی خوش
تھی۔ میری وہ تھی جو مجھے کہیں روز جانے آتی تھی۔ کیا تم تھاں کا۔
اور۔ اشد ہی تھاں کا نام۔ اشد میں نے دل ہی دل میں چھپا
وہ کہ مجھ پر نہ تھی۔ نہ بیک مشہور است۔ وہ تھی کہ تھی۔ لیکن۔
میں خود ہی اپنی حالت پر نہیں پڑا۔ اسی تو دل اور ہے۔ ابھی تو میں خود
نہ تھی۔ اس سے مجھ سے بول۔ زندگی بھلا۔ اس وقت مجھ کو کای شکل ہے
کے مستقبل کے بارگاہ زریب۔ دنیا بہت نہیں توں کیبت۔

دلت ماب۔ ہوتا کھانا تو۔ مینا اس سے کہہ دیا
 عیسا رسول نبی ہے۔ نہایت اسی افروز تہذیب موسیٰ بنی ہے۔
 اے سینکڑے گنے چنے میں تار کی کوسٹک۔ عیسیٰ ہزار گز رہے اور
 وہ بھی خست۔ عیسے کی کوسٹک۔ آسانی سے ختم نہیں ہوگی۔ لیکو

۱۔ جو۔ خزانہ سے لے کر دولتیں۔ تخت سے چڑھ کر تھوڑا سیسہ رک
 نالی ہوئی ہے۔ جو دروازہ قائم رکھو۔ دانے کے آٹھ سو۔ سب
 شیک بچائے گا۔ لگ بھگ پندرہ ملین ملین کرنا ہے۔ جیسا
 بڑا کیا ہے۔ کتنے ہیں۔ لگ بھگ آٹھ سو قائم رکھو۔ آٹھ سو ملین
 ہے۔ جو یہ بھولے ہوئے ہیں۔ خود یہ کہہ دیا کہ۔ محمد کسی سے
 زندگی کی تلاش نہ کرے۔ ایک زینت ہے۔ جو کہ نہ باجہ و نہ زینت
 پسینہ لگے کہہ دے گی۔ اس بات کو مستحکم کرنا کہ جو نہ بھولے نہ بھولے
 جو نہ بھولے نہ بھولے گی۔

جیسے غیر خیرات سے صیت کو سامی کا ایک ایک سلف
مجھے حقیقی مسلم تھا۔ اس وقت ذہن کو سلاخ کھادیں ہو رہی تھیں کہ کیا
اپنے بھوکے گوش میں صیت کو رکھ دیتے۔ پناؤ پر بھی بھول گیا۔ مرنے پہلے
ہندو گروں پر نفرت کی کہ اور مصلحتیں ہو گئیں۔ حسیک ہے۔ یہی سلسلہ ایک
سال تک چلتے گزر جائے گا۔ بس رومی ہوشیار سے کام لیا ہوگا۔ اور
اس کے بعد۔! ایک نئی پھر سیرت کی لہر نہ جاگ اٹھیں۔! جیوں
نرم گندہ اریٹ سے دھسکا آئیں مندریں۔ ورتیں شہنشاہی
نہ تنگمروں کا رگتا ہے۔

ایک نوجوان مسلمان۔ جس کو ان کے پیغمبر نے ایک
 بیوی کا کچھ خاص مفید دوی میں جو اس کو ایک مسلمان
 ایٹلا کر رہا تھا۔ اور ایک انیسویں کے سو میں جو اس کے پیغمبر نے
 نکلتے، یہاں تک کہ وہ اس کو ایک ایٹلا کر رہا تھا۔ ایک مسلمان
 مہاراجہ کے لیے ایک مسلمان۔ ایک نوجوان مسلمان۔ ایک مسلمان
 مسلمان۔

اسلو۔؟ میں نے سرویسری سے کہا۔

بہنیں جلیبہ، برما، لٹف۔ ہاں! اے میری سوسہ ہفتی کی چھوڑ
گئے ہسہ گبار۔

١٠٥٠

کہاں۔ یہ اس نے روانے مہراز سے پوچھا۔ لیکن محمد اس کی آٹا
 کا جو بیجہ بنو کار میں بیٹھ گیا اور بیٹھ کر اس نے اپنے اپنے لئے لڑا شہادت کے
 آگے جو حامی اور برحق کہے اس نے والی کوئی منہ نہیں روکئی۔ لیکن بچے اس کی
 کیا بلو اور بچہ کی قسم۔ یہی کہ جس میں ستر کوں پر لکھی تھی اس کا ایک اور نسخہ
 قاتل کے گہاؤ میں داخل ہو کر رک گیا۔ اور انہوں نے جلدی سے بچے پر ہر
 دھماکہ کیا اور سب بچے ہرگز ایک خرچہ نہ گیسٹ سے اندر داخل ہو گیا

[illegible]

۱۰۔ نہ تو بڑا بڑا کھانا کھا کر پیٹ بھرے گا۔ نہ کھانا کھا کر پیٹ بھرے گا۔ نہ کھانا کھا کر پیٹ بھرے گا۔

ایک روز ایک کلاں فروش نے ایک کلاں کو دیکھا۔
وہ کلاں اتنا خوبصورت تھا کہ اس نے اسے خرید لیا۔

۱۔ سمعیہ ۔ گلوچہاں سے نکلتے تو بجے جیو
آپ کو اس کر پڑھو گو ۶ منہ دت یہ میں کہا صنف
لوربان اکلنے سے بچدیکو گن پر اسکا نہ ہلا دے اور

۱۰۸

ایک لڑکے نے میرا لہجہ سیکھ کر خوش ہو کر فرقت

کھول آگیا! "تیسرا باب نکلی سے بڑے کی اجازت لئے دوسرا
 نکل۔ بلا میکے آؤ۔ گیٹ آؤٹ۔" اس وقت پہلے دروازہ۔

میں نے یہ جان لیا کہ حالتِ سائیں میں مجھے صدمہ تو ہو گا یہ
خیر جیادوں کے۔ اُن کے پاس کچھ ہے ان کے لئے اور یہ عقائد
شکر کے لگا۔

تو یہ سدا ہے اگر ہر پہلو پر ایک۔ میں تم سے نفرت
 کر لوں شریعت و نفرت۔ اے میرے بھائی! میں نے یہ سدا کر لوں کہ ہر وقت
 رہی۔ اسی وقت دروازہ کھلا دے ہر ایک کو کہ پوسہ دے اے سیکر ہمن میں
 گھسائے! آگے ایک فرشتہ ادا اس کے پیچھے چلا کاشن۔ میں نہیں
 دیکھ کر رہا کہ کیا گیا۔ پوس میں اس کے آٹھ میں ایک لافز تھا جس پر میری
 تصویر تھی مہن نظر کر رہی تھی۔

• منہ بابت۔ بڑا ہر مغزو کو پولیس کے حوالے کر دینا۔
حشمت کی بو بڑے آپ کو حراست میں لیتا آج۔ ۱

کیا کہو اس ہے۔ ہر کون مشتہ۔ بدلے میں کر کہا۔
 یہ تو آپ کو پولیس سٹیشن میں کر رہی معلوم ہوگا۔ ہر پول
 افسر نے آگے بڑھ کر میری کلاں پکڑ لی اور میرے منہ کا منہ لہو نے قہق
 رہے گھسٹ لیا۔ نڈیر سے پانچوں میں ہر کون کر رہی تھی اور ہر
 ایک نے وہاں سے ہٹ کر لیا۔

[illegible]

ہم نے غصہ ہو۔ وہ نامعلوم مسلمانوں کی تہذیب و عادات سے ایک
 اور سرحد گذر کر پہنچا۔ ایک دو ستر کوٹ لینا چاہتے ہیں۔
 آپس میں بحث ہو رہی ہے۔ کسی کو کہیے کہ بعد کی جمعیت دھڑلے سے
 جیسا کہ ایک جانی دلت سے کہتے ہیں۔ تم مارو یا کو کر کیا کرو گے۔ تم مارو یا
 اس سے زیادہ پرتو کر لو گے۔ حال محنت کا اور جمع ہے۔ سب ایک دوسرے
 کو چاہتے ہیں۔ اسی دنگ ہے۔ یہ مذہبی ہر نے ان لوگوں کے
 دلوں میں گرتا ہے۔ بڑے بڑے کیسے ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے کیا۔
 میرے گھر میں بھی ہوتی تھی۔ بڑے بڑے ایک ایک اختلاف

[illegible]

میرزا مفسدہ زمانے کا سوا چھ ایک انسان ہوتا۔
 ایک ہرم کے فرار ہوا تھا کہ اسے جس آپس کے آدمیوں نے پکڑ لیا اور
 نبردستی لے کر پھانسی دیا۔ انہوں نے میرزا کی طرح ہی تبصرہ کیا
 جس پر پوت چھپا کا زار لے لیا۔
 درخت۔ یہاں اخیر نہیں آتا۔ اگر تم یوسف بلال نہیں ہوتے
 تمہاری اس سے شہادت حیرت انگیز ہے۔ لیکن اگر تمہاری شرارت ہے
 تو تم اسے قاتل ہے۔ پچھلے کے اور معرکہ کے کہتے ہو گئے۔ یہاں
 لے آؤ۔ یہاں اس کا ایک غلام اور غلام ہو گیا۔
 سفر کرنا۔ معرکہ کے حکم اور غلام نا پس چل گیا

جنہ حالت کے چھو کی دیر اور موت افسانہ ہو کر رہ گئی۔ کہ جس میں
 لکھے بجا گیا تھا کہ یہ کیا ہے۔
 - خیر سے جس کا کچھ بھی تھا۔
 میں کوئی تیری پائی ہو۔ ۹۔ سوز گئے کہا ہو بدھ موت چلے
 کرپ اگر رکھنے لگی۔ پھر وہ چمک رہی۔ وہ بالکل تیرے سے لگا
 آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔ اور اس کے پیچھے پرستش کے تاثر
 آ رہے تھے۔ پھر اس نے جلدی سے میرا کمر باندھ لیا اور میرے
 سینے پر رکھنے لگی۔ اس کے بعد وہ ہلکا سے بڑے اظہار کی جھپٹ
 لگی۔ اس کے پیچھے پڑا ضرب تھا۔

[illegible]

ہے پوچھا۔
 میں نے سمجھا ہے شہزادہ مصر کو لاہور لاکھ کی آٹھ لاکھ
 بائیس لاکھ میں ایک نیا تیل ہے اور سینے پر ایک سو قد کی شکل کا نقشہ لگا
 ہے۔ شہزادہ نورجوان خود شہزادہ کے کاٹھنوں کے لیے شہزادہ نہیں ہے۔
 دونوں چیزیں اس کے پاس موجود نہیں ہیں۔
 نے ملدی ہے کہ یہ پر نقاب کھینچ لے۔

معرور ملک میں گئیں۔ کچھ برسوں سے مجھ کو دیکھتے تھے۔ لیکن
پھر ان کے منہ خال نرم ہو گئے۔ اعلان سے آدھی ٹپٹے لگی!۔ اس میں ایک
بے جاے کا کوئی قصہ نہیں ہے۔ اسے بڑا ان خانے سپارو: ہو گئے کہا
شاہ محترم: میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا: میں نے اپنی
احییت نہیں چھپائی ہے۔ بلا کر م مجھے کوئی کو نغلیت قرار دیا جائے۔ میں
سرا: سے لیس جانا سنا۔ میں نے کہا:۔

یہاں سے بھیجا جا چکا تھا۔ ان کے پاس سے ایک شخص آیا اور انہوں نے کہا کہ: "میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے جو کہ ایک شخص کے پاس سے آیا ہے۔" انہوں نے کہا کہ: "میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے جو کہ ایک شخص کے پاس سے آیا ہے۔"

۱۵۔ راہ نے ٹھک ایسے میں کہا۔
 ۱۶۔ آپ نے اسے اور گرم کھائیں مگر ساتھ ساتھ چپختی ہے
 میں نے حضور پر۔ میں نے راہ سے کہا۔

فاسر نہ ہو پہ توں کے گھر نہ ہو ہر گھوٹا تم
 مولا کی نیت کے ساتھ کہ وہاں نہ ہو ہر توں کے شوالہ
 اگر نہ ہو ہر شوالہ توں کے آواز نہ ہو ہر شوالہ
 چنانچہ پہاڑ کے چھوڑ کر وہاں نہ ہو ہر شوالہ
 اچھے نہ ہو ہر شوالہ توں کے آواز نہ ہو ہر شوالہ
 جہاں نہ ہو ہر شوالہ توں کے آواز نہ ہو ہر شوالہ
 آواز نہ ہو ہر شوالہ توں کے آواز نہ ہو ہر شوالہ
 ایک اللہ نہ ہو ہر شوالہ توں کے آواز نہ ہو ہر شوالہ
 ماں نہ ہو ہر شوالہ توں کے آواز نہ ہو ہر شوالہ

ماں بولے :-
 میری بہن یہی کہہ کر اپنے ہتھوں پر چڑھ کر گھبرا
 دینے لگی۔ اب کیا ہوگا۔ سب کے سینے ٹھنڈا
 جانے لگے۔ چوہا بیاں ہونے لگا۔ کاش یہ یہ نہ ہوتا۔ کاش :-
 میرے گاروں پر گنہگار نہ آئے :-

[illegible]

کہ کہ نامع ہوا تھا روکے ملنے لہو کے کہ بھگتے ہمت گئے عساکہ
 کے خالی بچہ آٹھا کر گئے۔ مگر اگر تہہ ہوا کر میں نے گری ہو گئی تھیں
 لیں اور پھر کہے میں ہیں تھی کہ لے گا: دل چاہو تو تھاکہ روک کر میں
 میں گھر باروں۔ شہنشاہ کے ہر بیٹے بیویوں یا اسے بلایں۔ ان کے کھانے
 کہ میں اسے جانتا ہوں۔ وہ شاہ سے بچا گیا ہے۔ لیکہ شہنشاہ کو کیا
 ہو۔ وہ بچے شہزادہ کو کہ یہ ہوا پاناب کہ تھاکہ بچہ تھو۔ حقیقت میں
 ہمت گئے ہونے میں تھاکہ اس ملک کے۔

آدم کروں : اما میری پریت گیا ہے میں نے اسے بھلا کر چھوڑ دیا ہے۔

۳۴:

ایسے کہ وہ آپ پختہ ہو کر کھلے۔ کینے ہو کر نہ ہوں

میں نے اس بڑے گھبراہٹ سے کہہ دیا کہ کیا تم نے اس کو قتل کر دیا ہے؟

دل نے تمہیں کیسے قبول کیا۔ اگر وہ اس شہر کے
کرمیوں کو دیکھ لے۔ مجھے بہت خوف

علاقہ میں کہ یہ ایک مہم - دینی و اخلاقی رنگ - اپنے ہادیوں کو
 کوئی نہیں تھا نہ ان کا اور نہ ان کے ساتھ جو کسی عورت سے
 رشتہ ملا وہ اسے لازم کہ جس شخص سے نہ نکاح ہو گیا۔ جس کو
 کسی ماضی کے کیا۔

اگرچہ ماضی کا کیا۔
 جیسا کہ سر شکر نے فرمایا ہے کہ
 مجھے اپنے بچپن کی یادیں یاد آتی ہیں۔
 ماضی کا دور گزرتا ہے۔
 ماضی کا دور گزرتا ہے۔
 ماضی کا دور گزرتا ہے۔
 ماضی کا دور گزرتا ہے۔
 ماضی کا دور گزرتا ہے۔

کے پاس پہنچے۔ یہاں پر ایک اور عجیب و غریب واقعہ رونما ہوا۔ ایک شخص نے کہا کہ میں نے ایک دفعہ ایک شخص کو دیکھا تھا جو ایک گلی میں کھڑا تھا اور اس کے پاس ایک گلی میں کھڑا تھا۔ یہاں پر ایک اور عجیب و غریب واقعہ رونما ہوا۔ ایک شخص نے کہا کہ میں نے ایک دفعہ ایک شخص کو دیکھا تھا جو ایک گلی میں کھڑا تھا اور اس کے پاس ایک گلی میں کھڑا تھا۔

وہ بہت ہی ہنس رہا تھا کہ میں نے کہا: "میں نے تم کو ایک اور شے بتانا ہے۔"

[illegible]

۱۰۔ چوتھے ۲۵ سو گنا بڑے خوشی ہوگا۔ بعد ازاں

• کیا تم تجلوسات میں آؤ؟
• ہاں، پہلی ریمٹ کے ٹکڑے کا بیسے سولہ
• تیسری ریمٹ کا آٹھ بیسے؟
• ہاں، ہر ایک کے پاس ایک ٹکڑہ ہے۔

۱۔ میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے۔
۲۔ میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے۔
۳۔ میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے۔

۱۰۔ کیریں کا تھنہ ایک کھٹے سے مراد ہے۔ ۲۔ ف۔

ہن کے لئے تیرا یہ دعا ہے:

۱. کتب و رسائل نفیس
۲. کتب و رسائل خطی
۳. کتب و رسائل چاپی
۴. کتب و رسائل خطی و چاپی
۵. کتب و رسائل خطی و چاپی و نفیس

حق تعالیٰ ہے اور کمال حق تعالیٰ کے ہونے پر یہ کہ
ہو۔ اس میں نفع و اہل کمال ہوگا۔
ان لوگوں کو جو کہ اس عالم کو کہ ہم دیکھتے ہیں کہ
کمال حق تعالیٰ کے ہونے پر یہ کہ

تو اچھے کی تلقین کی۔ تم غصے سے کہو۔ اے بھائی! اے بھائی!

میں کہا میں نے جلدی چاہنا ہے کہ کلاہ کا سر بڑھ کر گیا۔ پھر
چکا ہوں۔ گریں تھا، اوست حمل۔ اس وقت مرفعت ہوئی
پس۔ علی پر شک نہ کرتا تھی تو یہ ہے۔

نہ تو شہنشاہ بنے اور نہ۔۔۔ یہی ہے جو بڑے بڑے حکماء کا حال ہے۔

بہرہ سنی خیر انداز میں میری طرف دیکھتے ہوئے بولا: یہی سکا۔ یہی سکا
 بنا بہت نہیں چلے گا۔
 بیت دکش۔ پھر میرے۔

۱۰. بات بدمعاش ہے۔ اس نے یہی انکھول کر جھانک کر دیکھا۔
۱۱. اماں توڑ دے۔
۱۲. سوال انہیں پہلے تھا، اس لئے پھر لڑائی تو بھائی کے

انہ کو نہیں پہنچتا۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ دنیا کی باتوں سے بے خبر رہیں۔

مطلبے کی طرف :-
 ۱۔ اے کہیں نہادو جیسی ۔ کہیں نہادو لکڑ ۔ ؟
 ۲۔ جکھسا ۔ میں نہیں مانتا ۔ اہلئے مراما است بناتے جہتے
 ۳۔ مراما ۔ کہیں نہادو جیسی ۔ وہ تمام واقعات میری

یہاں۔ میں نے اس کی اسٹاکس بڑا بیجیا۔ وہ کھانا کھا کر

لاہور، راولپنڈی، سرگودھا۔ ایکے اس وقت میں نے نصرت بھی نہیں لیا تھا۔
میں کہہ رہی تھی کہ وہاں سے نکال دیا گیا۔

جنت میں رہنے والوں کی تعداد
 میں سے ایک ہزار ہست ہے اور اس میں سے ایک ہزار
 ایک ہزار ہست ہے اور اس میں سے ایک ہزار
 ایک ہزار ہست ہے اور اس میں سے ایک ہزار
 ایک ہزار ہست ہے اور اس میں سے ایک ہزار

چنانکہ میں نے اس کے لئے ایک کتب خانہ بنوایا ہے جس میں
 ہر قسم کے کتب و رسائل جمع ہیں۔ اس کے علاوہ ایک
 کتب خانہ بھی ہے جس میں ہر قسم کے کتب و رسائل
 جمع ہیں۔ اس کے علاوہ ایک کتب خانہ بھی ہے جس میں
 ہر قسم کے کتب و رسائل جمع ہیں۔

[illegible]

ہاں کہ جس پر سے طغیان ہوا تھا، تباہی و بربادی کا یہ حال تھا کہ وہاں کے لوگ
 ایک دوسرے کی جانیں بچانے کے لیے لڑ رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہاں کے لوگ
 نہ لگا پتہ مینہ ہے۔

[illegible]

ہے۔ مجھے اپنی دنیا سے پروری شروع ہونے سے پہلے ہی یاد ہے۔
میرے اکلوتے بھائی نے کہا کہ میں اس کی طرح ہوں۔
میرے بھائی نے کہا کہ میں اس کی طرح ہوں۔

۱۔ اصل میں دستِ ایزد کو کیجھنی ہے۔ تبدیلی کی خواہش نہ

کاجو ہے۔ زندگی جو کیا نام ہے۔ میں نے سنیوں میں۔
 دنیا پسند کی تھی۔ یہ بے دماغی کی گلابی ہے جو تہکے سے
 بریل بے خوشی ہے کہ مجھے تم یہاں سے مل گیا۔

نے کہا۔
 • تم جیسا کہ نام سے واقف ہو۔ پھر دنیا میں تباہی

دنیا کی محبت کی بعد فال کا شکار ہونے سے روکنا اور
ہدایتی کجی کی زندگی کے متغیر واقعات سے بچانے اور

سے نہیں کہانی نہیں باقاعدہ اس لیے اس صورت میں ایسا نہیں

[illegible]

۷
 ۸
 ۹
 ۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

تو بے سار ہو گیا۔ سحر کی جھوٹے دکنی عورت کی
 ہمارا گھر۔

[illegible]

ہاں میرے گریہ کی آواز سے کہیں نہ کہیں گے۔ یہ تم مجھے اپنے دنیا

کراچی ۶
میر علی کی سیرت مبارکہ ص ۱۱۱۔ دہلی حکومت
کاترہ پورہ کراچی کے کتاب خانہ میں موجود ہے۔

۱۔ اگر تم سوئے میں جہنم جاؤ گے۔
 ۲۔ یاد رکھو میں ۷۰ عرصہ تم کے ساتھ رہا ہوں۔
 ۳۔ وہ پہلے پہل تم کے لئے تھا۔

یہ تمہیں گرفتار کرنے والوں کو بتا دے مانتے لاکر فرما۔
 اگر تم یہ کہتے ہو تو یہاں سے نکلنے کا کوئی
 میں نے کہا۔

یہاں آیا ہوں، نکل بھی سکتا ہوں۔

تیسری دفعہ
میں نے کہا
کہ میں نے
نہیں سمجھا
تو اس نے
کہا کہ میں
نہیں سمجھا
تو اس نے
کہا کہ میں
نہیں سمجھا

79

[illegible][illegible][illegible][illegible]

افسوس کہ کربلا
 کیا تم مجھے یاد کرو گے وہاں جہنم
 میں کچھ کچھ ہے نہ بیکار۔ جو اس کی کھوپڑی
 قیامت کی کھوپڑی ہو گی اس کی کھوپڑی کا
 یہ جہنم کی کھوپڑی کہ وہاں کھوپڑی ہو گی

اگر بچہ خود بھی بول نہ سیکے تو اس کی زبان پر کسی اور بول چال کی ضرورت ہے۔ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو بچہ سیکھنے کے لیے استعمال کر سکتا ہے۔ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو بچہ سیکھنے کے لیے استعمال کر سکتا ہے۔

پہلے پھر نہ موت کے اسطرح موت آئی ہے
 اور نکلی ہے۔ اس کے حساب کا ذخیرہ ہے کہ ایک سو سو سے مخمور تھا
 سرور کلام کے ساتھ کہ یہ بچہ علی پاشا اور مرزا کا مضمین کفر
 کہ وہ جس نے اس کے سر سے لٹو چمک لگا دیا۔

میں نے کہا: "میں نے یہ سب سنا ہے، لیکن میں نے یہ نہیں سنا ہے کہ تم نے اسے
 کیا کیا ہے۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ کر چلا گیا۔

۱۰. انکو انکے گھر سے ایک لکھ بابت سے منجملہ ہو جائی
 گی۔ یہی ملک انکو کہ حق ایک لکھ آتا ہے۔ انکو دوسرے ملک سے لیا
 گیا ہو کیا۔ یہ ملک ہی انکے ملک میں باقی رہ گیا ہے۔ یہ ملک
 ان کے ملک میں لایا گیا ہے۔ یہ ملک ہی انکے ملک میں لایا گیا ہے۔

[illegible]

آپ سب! تم نے جو کچھ فرمایا
 میرا دل لے لیا۔ ایک بہتر نصیحت
 دے رہے ہو۔ اس لئے میں اس کو
 اس کے ساتھ لے کر آ رہا ہوں۔

وہ کہہ کر اٹھ کر چلے گئے۔
 ان کے کہنے پر وہی ایک آدمی اس کا اظہار آپ نے نہ کیا
 ہے۔ یہ سب سنا کر میں نے اس کی خدمت میں اس کو لے کر
 گیا۔ یہ وہی آدمی ہے جس کا نام ہے۔

آپ آپ بے حسہ انسان تھے۔ ۱۹ آلا جلا احمد
 نے کہا اے احمد! چاہے نہ تیرے گھر میں کون سے بھی آدمی نہ ہو
 کہ تیرے لئے دعا کرے۔ اور میں نے کہا کہ خدا ہی ان کے لئے دعا کرے گا۔
 میں کہنے لگا کہ اگر آپ یہی جانتے ہیں تو اصل

میں نے کہا کہ میں نے یہ سب سنا ہے۔
 وہ نے کہا کہ میں نے یہ سب سنا ہے۔
 وہ نے کہا کہ میں نے یہ سب سنا ہے۔
 وہ نے کہا کہ میں نے یہ سب سنا ہے۔

ہر منکھ لکھنے لگا تھا۔
مخواسے فاجت کے لیے میں نے کہا۔

و میں سخت افسوس میں ہوں بشر۔ اصل میں وہ ایک مفید
 نیک ہے۔ خدا آپ اس کے مشکل :-
 • آپ خداوند کا کہنے میں پکڑے ہوئے ہیں۔ چاہتا تھا تو بگ
 • راہ کو اس میں معاش میں میری کاربند کریں :-

۱۰ گر قند ہو جائیگا۔ آپ نکرہ کریں۔ ؟ نصف کو میس

میرے لئے خدا کا بندہ کی جان ہمت دیا تھا جب
 سوچتے ہیں کہ کب تک رہیں گے۔ آپ یقین کریں کہ ہر
 ایک کے لئے ہے۔ آپ یقین کریں کہ ہر ایک کے لئے ہے۔

وہ۔ خدائی کسم جناب کا شوق میں آپ کو مل رہا ہے
لطف ان ہی نہیں ہے۔ اسی لیے یہ نعل بر گیا تھا
تب تک تو بیکر نکلیں کیا ہوگا۔ آج تھک کر وہ بیٹھ کر
بنا رہا ہے کہ نصف نے جو وہ اب کھاتے ہوئے کہا اس سب سے

بہت پرہیزگار تھا۔ کبھی کبھی صاف نے رات بے چہرہ
 اسی وقت یہ لوگ گھنٹوں تک اٹھ کر صاف نے اسیر لے لیا

زمزم پبلشرز، لاہور

[illegible][illegible]

آپ نے آواز مجھے برا آگیا۔ میری طرف سے
ایک پھرتی ہی سزا ہے۔ قبول کریں۔
حافظ جمالؒ

ان کی کمر سے زنجیر نکل آیا۔ اور سر پہانِ طاوت پہنا اور کمر پہا تھا۔
 لہذا کھانہ شکر کے پیرام تھا۔ بعد کو ان ملازم کی تفصیل بھیجی گئی۔
 اگلے بتایا کہ سب کچھ اسی طرح کیا گیا کہ ان کے گناہوں کو مٹا دے اور
 ان کو اللہ سے ملنے کے واسطے کہ جس سے وہ خوشیاد ہو کر واپس نکل آیا۔ پھر وہ

کر ڈرے ایم پال کے کوسے میں چنپا اور اس سے پنکڑ آصف کی طرف
کی جس نے اس کے ساتھ پسینوں کی تھیں طاوت نکالیں پل سے بک
نڈیہ تریات کو کان کر کے آخری عطاہ کے اسے میں معلوم کریں لیکو
نے اس پاجا بھر کر لیا تھا چنانچہ ایس پل نے آصف کو ملیں فون کے

ابن علی نے کہا تھا۔
جناب۔ جناب۔ یہ بیت بڑا عجیب ہے۔

فرار ہے۔ غالباً آپ نے آخر سطاہک میت سے تمام
آمنے لگے ہوا تھا۔
• براہ کرم اپنے عباسی دوست کریں۔ میں معلوم کر
میں نہ کر سکتا۔ گرا کے اس کے ساتھ بے سہول کیوں گئی؟

۱۰۔ اہل حق و عفت و تقویٰ کے لئے جو کہ دنیا کی ہر چیز سے بے رغبت رہیں اور اللہ کی رضا و مرضی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کریں۔

www.urdu

کیا ہے؟
 ۱۰۔ ان کے ہاں جو چیزیں ہیں ان کی کیا ہے؟
 کیا ان کے ہاں یہ چیزیں ہیں؟
 کیا ان کے ہاں یہ چیزیں ہیں؟
 کیا ان کے ہاں یہ چیزیں ہیں؟

اس کی طرف جان بڑھا۔ اس کی ایک دھڑکن ہو چو کہ اس کے
 پر اتنا بھروسہ کیا تھا کہ وہ اس پر کمر بستہ ہو کر بیٹھتا
 کی اطلاع دے گا اور پھر اس کے ہاتھ پر ہاتھ لگایا۔ گھنٹہ پر پچاس
 اس کو نہ تر گیا۔

یو گیا ہے۔ یہ ایسے ہی عجیب ہے۔ وہاں سے چھوٹے
 گا۔ ایسے ہی پرانے گا۔ بڑے ہی گا۔ وہاں سے چھوٹے گا۔
 گا۔ وہاں سے چھوٹے گا۔ یہاں سے چھوٹے گا۔ یہاں سے چھوٹے گا۔
 وہاں سے چھوٹے گا۔

[illegible]

بہر گرا پا بٹا کٹا کچھ مینہ نہ دلت سے اس کا کچھ نہ ہوتا
 جو تھلہ مائے جو اگر میرہ کے جان سکے
 م تو ٹھیکہ مرنے سے میر نہ پٹا کیا جا سکے
 میرا خیال ہے کافی ہے ۔ یہ ہیں میریں

کہاں ملے۔ ۲۰
 مجاہد قہار حسین شہید نکل چکا ہے
 قہر پہرہ پہنا کر مائیں بھانڈ کے ہیں
 بھی رنج و مل۔ یہی حال ہے۔

[illegible]

لیوین گارڈی اس فرجیٹ میں ہے۔ وہ
کے لئے اس میں بیٹھا ہوں۔ تباہی مائتہ لفظ
اشک ہے۔ میں نے کہا۔ اور

174

۱۔ کہیں جڑ کے بہت بڑے ہوتے ہیں۔
۲۔

نہ مشی نظر آ رہا تھا۔ وہ ایسے انداز سے جانتا تھا کہ اس کا
نقشہ حور ان کا تھا جسے اس نے جانتی تھی کہ مرثیہ کا تھا
کہ مرثیہ، مونس کی کہیں کی شیت نہ تھی۔ بلاشبہ وہ بیگم کے ہاتھ

[illegible][illegible]

یوں کہ ایک مدت بعد گئے تھے، انہی کو دیکھ کر میری

سب سے پہلے جانتے ہیں کہ یہ کون سا ملک ہے۔ اور اس کا نام کیا ہے۔

پہرہ ہائے لبت میں اور! : جہاں

ایران کا میری ہر چیز کے لیے ایک اہم جزو ہے

44

کہیں۔ اور انہیں فکر میں۔ "اور تم نے کیا کیا۔"

• ایک ہے۔ طاوت نے یہاں ہی کا انجیل کو یا تو بڑی

یاں نہ ہوگی

لیڈنگ کی تھی۔ صبر کرنا بہت مشکل تھا۔ ہاتھ تھکے نہ تھے۔
میں نے اسے اس طرح کہہ دیا کہ: "میں نے سب کچھ کر دیا ہے۔"

اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔

اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔

اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔

اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔

اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔

اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔

اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔

اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔

اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔

اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔

اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔

اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔

اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔

اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔

اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔

اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔

اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔
اب وہ سب کچھ کر دیا۔

چند روز بعد از آنکه من و همسایگان
 من و همسایگان در آن روز
 من و همسایگان در آن روز
 من و همسایگان در آن روز

[illegible][illegible][illegible]

من جود می گویند و این خلاف مینند که از هر
 ملک حق نگرفته اند که من جود نموده اند
 و این جود که از هر ملک نگرفته اند
 و این جود که از هر ملک نگرفته اند

۱. تھیں نہایت بڑھیکہا تھا خود غہ ہند
 تیرہ کی۔ بہت سے سکاتہ منہ جیسا کہ وہ مانگے ہوئے
 صاحب ملی ہو گیا اور کتابت جہت تک یہ غم غصہ نہایت
 آئے جو آیا۔ کہ غصہ ہو گیا صاحب۔ چنانچہ تین ہزار کو کچھ
 ہند کے اب اس میں بڑا ہے۔ غصہ بڑھ گیا کہ کچھ
 رہا ہونے۔ اگر ہو نہ جیسا کہ انہی لکھنے کہ یہ ہم کو ملی
 لکھنے کا کچھ ہے جو ہر لکھنے کو شک نہ ہو کہ۔ سرے خیر ہو
 جس کی چھ بار لکھا کہ اس وقت میری ایک ہفتہ کا یہ ہے کہ یہ
 اور کچھ ہو گا۔

[illegible]

۱۔ وہ پتہ لکھیں گے انہی پر: میں نے غریبوں کا۔
۲۔ تمہیں کے لئے لکھا ہے۔

ہاں ہوں۔ لکھا ہوا ہے۔ میں نے پہلے ہی دیکھا۔
 اے ہمارے دوست! جس نے یہ سچا سچا بیان کیا ہے
 اس کے ہاتھ پر نیکو ہے۔ اے تم میں سے کسی نے کہہ دیا ہے
 کہ میں نے اسے دیکھا ہے۔
 ہاں ہوں۔ لکھا ہوا ہے۔ میں نے پہلے ہی دیکھا۔

ایک فنکارانہ اور نغمہ نگارانہ انداز میں لکھی گئی ہے۔

[illegible][illegible]

منازل کے خاتمہ میں اور یکے پر ایک کا
یاد دلاؤ۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص
جو اس وقت تک نہیں آیا ہے وہ بھی
اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔

[illegible][illegible]

۱۲۱

مجلس شورای اسلامی

نتیجہ ہے کہ
 تو نوبت کا لاء دنیا داری ہے۔ اے اللہ
 کہ یہ وہی ہے جو کہ ہے۔ اے اللہ
 کہ یہ وہی ہے جو کہ ہے۔ اے اللہ

جنگل - یہ جنگل ہے جس میں
 جنگل ہے جس میں جنگل ہے
 جنگل ہے جس میں جنگل ہے

بہارِ حقیقیہ

مہر اللہ علیہ
 مولانا محمد علی شاہ صاحب
 مدرسہ اسلامیہ
 لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد وآله الطيبين الطاهرين أجمعين

[illegible]

تو میں غیبی کپاہ میں لہلہا کر کے تھوڑے
لگا۔ میں نے یہ لگا کر دیکھا کہ اس سے آواز ہوا تھا وہ
میں سے یہ پوچھ کر کہنے لگا کہ تھوڑے سا دیر میں یہ منہ نہ کر
کر لے۔ میرا بیٹا نے نہ مانا پھر میرے کہنے پر اس نے
ساتھ میں رہ کر میرے ساتھ رہنے کا وعدہ کیا۔

[illegible][illegible]

[illegible]

درماتن مروجہ اور اچانک کہ جس قدر ملکہ پیدا کر گیا کہ ہندی تھی جس پر
جی کے گئے نہ جانے میں نے ان چند محلات میں کیا جاو کر دیا ہے۔ اگر کسی کو
جو میں نے کہیں بھی کیا ہو۔ بس یہ اس کی محنت ہے۔ طاوت نے مسرور ہو کر کہا
طاوت۔ طاوت۔ خوش آیا۔ تم کیا لوگف صحت

جلبے جم۔ جو ہمارے یہاں سانپ کے زیادہ خطرناک سمیں باقی ہے؟
 بھئی گپ ہے جو امانت۔ وہ خوبصورت لڑکی۔
 ننو بھوتہ گئی گھر۔
 بھول۔ ہاتھ کیوں؟

اور ایسے بھرے دوست۔ وہ طوائف ہے۔ دولت کی
یا اس کی نگاہ میں صرف دولت سب کچھ ہے جتنی تیار ہو جیسی ہی دولت ہو
ی اس کی بہت حاصل ہوگی۔ وہ دولت کے علاوہ کسی چیز پر بہت
گرتا ہے۔

ہاں اے کامکان سونے چاندی سے بھر دوں گا توڑوں گے ہنڈ
 لگاؤں گے ماسے۔ اے طاوت نے کہا۔
 پھر اس سے کیا ہوا۔ وہ طوائف ہے طوائف جنگ طوائف
 نہ کو کسی بدل نہیں سکتا

۱۔ ہزاری منقہ بھری کھویر میں آئی۔ طوائف ہے۔ طوائف شہر
 ۲۔ کیا فرق ہے گا۔ مجھ سے بہت تو کر کے اگر کر کے رہے گی۔
 ۳۔ دیکھو کھولت۔ تم اس دہندہ نوائے جوانی جس نے یہ ہوس

یہ کہہ کر میں تمہیں بھی یہاں سے واپس منگواؤں، پھر انہوں نے کہا: ہاں، ہاں۔
میں نے کہا: اے اللہ! دنیا کو میں تم سے زیادہ چاہتا ہوں۔

[illegible]

دو تون آتھ جسے میرے پر ہاتھ نوکھڑے ہاں تھایا تو میں نے اپنے
اس نے میری شکل دیکھی اور پھر مجھے پسند کیا۔
کہو، بچہ نام۔۔۔ پتھو دیکھ کر کہنے لگا تھو ہوا تھو
خدا تھو نام میرا کہم۔۔۔ اس نے اولاد میرا نہا۔ کیا وجہ تھو
کہو نام تھو۔۔۔ میں ایک طرف تھو دیکھنے میں کہ لڑنے تھو گیا اور

چہرہ دیکھ کر میں بھی ہنس پڑا۔ یہ دقت حالات نے مجھے محظوظ
میں دل میں مسرت کی بہرہ اٹھائے تھیں۔ یہ سب چہرے ہنس رہے تھے
مگر طاریت کریں نے اپنی ٹھکانوں میں ایک خوبصورت چہرہ دیا تھا
نظر ہوا تو اس سے کہہ آگے یہ تھا اتنی شکل سل جلنے کے

۱۔ کیا خیال ہے! طاہرہ نے سبکدوش ہو کر
 ۲۔ کہیں یہ میلوپ ہمارے لئے سمیت زور
 ۳۔ کیا خیال ہے! طاہرہ نے سبکدوش ہو کر
 ۴۔ کہیں یہ میلوپ ہمارے لئے سمیت زور

بکھی ۱۰ کس طرح ۶

۱۰۔ کیا رائے یہاں ایسے ایسے

۱۰۔ کون سر نہیں تو۔

۱۰۔ یہاں میرے تو معتبدان کی تہہ

۱۰۔ جب کئی

و کیا پتا تھا جوں - از طاقت نے کہا -
 "وہ کیا ہے" - "موت ہے پرچھا۔"
 "اس موت نے کیا کیا ہے" - "اس موت نے کیا کیا ہے"

پوچھ کر کہتے تھے کہ ہم یہ جہیلے اسی کے ملنے پہنچ گیا۔
 دیکھتے پاتر نہ تھے۔ درخت نہ تھے کہا جیسے سیر کو جانے کو، تو

۷۷

[illegible][illegible][illegible][illegible]

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

[illegible][illegible][illegible]

۱۔ کون سا ملک ہے جس کا دار الحکومت لاہور ہے؟
 ۲۔ کون سا ملک ہے جس کا دار الحکومت کراچی ہے؟
 ۳۔ کون سا ملک ہے جس کا دار الحکومت اسلام آباد ہے؟
 ۴۔ کون سا ملک ہے جس کا دار الحکومت راولپنڈی ہے؟
 ۵۔ کون سا ملک ہے جس کا دار الحکومت فیصل آباد ہے؟
 ۶۔ کون سا ملک ہے جس کا دار الحکومت گوجرانوہر ہے؟
 ۷۔ کون سا ملک ہے جس کا دار الحکومت کوئٹہ ہے؟
 ۸۔ کون سا ملک ہے جس کا دار الحکومت پشاور ہے؟
 ۹۔ کون سا ملک ہے جس کا دار الحکومت سوات ہے؟
 ۱۰۔ کون سا ملک ہے جس کا دار الحکومت خیبر پختونخوا ہے؟

۱۔ اے وہ کہ کون خدایا؟
 ۲۔ اے وہ کہ کون خدایا؟
 ۳۔ اے وہ کہ کون خدایا؟
 ۴۔ اے وہ کہ کون خدایا؟
 ۵۔ اے وہ کہ کون خدایا؟
 ۶۔ اے وہ کہ کون خدایا؟
 ۷۔ اے وہ کہ کون خدایا؟
 ۸۔ اے وہ کہ کون خدایا؟
 ۹۔ اے وہ کہ کون خدایا؟
 ۱۰۔ اے وہ کہ کون خدایا؟

[illegible]

۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰
 ۴۷۱
 ۴۷۲

اہم خطی نسخہ ہے۔ صاحب کتب خانہ سید محمد باکرم شاہ
 دہلی کریکٹرز نے اس خط کو جمع کیا۔ یہ خط ۱۸۵۷ء میں لکھا گیا تھا۔
 صاحب اس خط کو سید محمد باکرم شاہ کے پاس بھیج دیا تھا۔
 یہ خط ۱۸۵۷ء میں لکھا گیا تھا۔ یہ خط ۱۸۵۷ء میں لکھا گیا تھا۔
 وہ اس خط کو جمع کیا۔ یہ خط ۱۸۵۷ء میں لکھا گیا تھا۔
 یہ خط ۱۸۵۷ء میں لکھا گیا تھا۔ یہ خط ۱۸۵۷ء میں لکھا گیا تھا۔

ایک پروردہ سترتہ و گنہ گری کی ناکامی
 کا کیا فائدہ پیدا ہو گا اگر اس کے عمل کی
 نجات دہندہ کے لئے صرف ایک خوف ہو گا۔ تو اس سے
 تو ان کی نگرانی کو خطرات سے ہمہ وقت و ہر حال میں ایک ایک
 شکل رکھے۔ ہر حال میں ہر وقت سے ہر حال میں ہر وقت
 کی ہر ہر صورت میں ہر وقت ہر وقت ہر وقت ہر وقت
 ہر وقت ہر وقت ہر وقت ہر وقت ہر وقت ہر وقت
 ہر وقت ہر وقت ہر وقت ہر وقت ہر وقت ہر وقت

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

میرا قوت پہ بھل گئے کہ جہانم جو ترسینا
تو کونسا دین ہے کہ کلاہت ہے یہ دنیا

[illegible][illegible][illegible]

میں کو طاقت۔ کوئی جگتا اگر نہ ہو تو میں
میں طاقت کے گندے ہاتھ سے کیا سود چمک کر بیچ
لیجئے گا: پھر میں ایک گہری سانس کر لوں اور آواز دوں:
دیر تک گیت، ویسے سے کہی کو نساں نہیں بنی تھا۔ سا بیگ بن
لے دوں جو میں ایک ہفتے سے لکھا ہے۔ وہ اس قدر بڑھ
چکا کہ پتھر کی زمین پر آتا تھا۔ تب طاقت نے میرے ہاتھ کو اٹھ
لی تو میرے انداز میں گے چلے آیا۔

لڑکیوں کو ہم فیصلہ کر دین میں ہو گیا تھا۔ مرنے
 پہلے کہنے پہلے یہاں لوگ مازیں کو گیسٹ کھڑے تھے غصہ پہلے
 ہو گیا تھا۔ لکھنؤ میں موت کھڑے آگے ابرہہ ہاتھ۔
 • کہتے نہیں کیا۔ • اس کے لئے جوتے ہتھکا۔
 • کہتے نہیں کیا۔ •

[illegible][illegible]

میں نے اپنے دل سے یہ سوچا کہ میں نے کیا کر دیا ہے۔
میں نے کہا کہ میں نے کیا کر دیا ہے۔
میں نے کہا کہ میں نے کیا کر دیا ہے۔

میں نے فرمایا کہ میں نے اس کے لیے کوشش کی ہے۔

بجائے اس کے کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنے گھر کے کاموں میں مشغول رہے۔
 وہ اپنے گھر کے کاموں میں مشغول رہے۔
 وہ اپنے گھر کے کاموں میں مشغول رہے۔
 وہ اپنے گھر کے کاموں میں مشغول رہے۔

میری چھٹی پر محنت کا
 وہاں سے خطی مجھ سے برتن۔ یہ ہے۔
 قریب کی سہولیا۔ تم نے اس بارے میں پہلے کہہ کر میں نہیں کہ
 دستاویز میں یہاں مفاد پرشروں میں۔ طاقت کے لئے
 وہیں میں بنیاد کو جس سے کہو۔ اس کا
 فائدہ سے نہیں دیکھ سکتا ہوں۔ میں نے ایک طرف
 ہے پہلے بچے کا مکان کو۔ اس کے

مرگ: ۱۔ دنیا جہاں۔ مہینہ گزرا۔ ۲۔
شکر۔ اس کے بعد ایک اتھار
پڑا۔ اگر ایک دھڑکے مختلف دھڑکا تو اس سے زیادہ
قبیلہ ہی کہہ دیتے ہیں۔ اس کے بعد ایک اتھار پڑا۔

۱۔ اپنے ہر اور ذریعہ کی مدد سے
 جیوں سے بچنا کہ وہ کسی اور ذریعہ کی مدد سے
 تھی۔ یہی بات تھی کہ کسی اور ذریعہ کی مدد سے
 یہ ہر ذریعہ کے لئے ایک نیا ذریعہ ہے
 کہ وہ کسی اور ذریعہ کی مدد سے
 کہ وہ کسی اور ذریعہ کی مدد سے
 کہ وہ کسی اور ذریعہ کی مدد سے
 کہ وہ کسی اور ذریعہ کی مدد سے

[illegible]

کہیں نہیں رہی وہاں ایک لڑکی تھی
 کہنے لگے: میں جانتی ہوں، پتا کرو۔ اور
 دوسرے نے کہا: گناہ ہم سب پر مشتمل ہے۔ لیکن
 بتایا کہ وہاں اس نے گناہ کیا تھا۔ اور
 قریب ایک دو تین سال پہلے میں یہاں سے
 تھیں۔ اس کے خزانے میں سے ایک خزانہ
 ہونے سے پہلے وہاں سے لے کر گئے۔

چہ جیسے کہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔
 وہاں سے اس کا ذکر کیا گیا ہے۔
 اس کے بعد اس کی ایک تصویر
 دی گئی ہے۔ اس تصویر میں اس کا
 ایک اور منظر دکھایا گیا ہے۔
 اس منظر میں اس کا ایک اور
 منظر دکھایا گیا ہے۔ اس منظر
 میں اس کا ایک اور منظر دکھایا
 گیا ہے۔ اس منظر میں اس کا ایک
 اور منظر دکھایا گیا ہے۔

[illegible]

۱. کجالت و کمزاری
در آب میسر است و در وقت بغیر از این میسر نمی

نے کہا
- فلاں قبیلہ میں بیتوں کو زنت لیں۔ حضرت
قبیلہ کے لئے نور اللہ سے حضور کو کہہ دیا۔ حضرت نے کہا کہ وہ کہنے
آتا کہ بیشیہ سے حمل ہوا ہے۔
تب یہ کہہ کر کہنے کے لئے کہہ دیا۔
انہوں نے کہا کہ وہ کہہ دیا کہ وہ کہہ دیا۔
- خدا کو کہہ دیا کہ وہ کہہ دیا کہ وہ کہہ دیا۔

[illegible]

”گھر نہیں۔ دیوہ اپنے محلے کی ہر چیز کا پکا سہارا ہے۔ وہاں ہی رہتا ہے۔ وہاں ہی سب کچھ ہے۔ وہاں ہی سب کچھ ہے۔“

جیت جسے جیسا کہ ہم ۱۔
۱۰ اس دنیا کی قوم کی ہر درشتہ میاں کر۔ میاں کی
میں۔ ایسے لڑنے کے لئے کیا۔

بکس۔ یہ جسنے جو تم کو دیا۔
 وہ تم کو جس قدر چاہتا ہے۔ مضامین کی بات کہ اس میں
 سکوٹے ہیں۔

پھر نہ ہاں باتوں کو۔ اس قسم کی ترکیبوں سے بچنا
واسطہ نہیں ہے۔
نہیں۔

۱۰۔ کیا مجھے اس سے شادی کر کے موت ملانی ہے اس
 ایسی دیویال چاہیں جس کے ساتھ تفریق کی جائے۔
 ۱۱۔۔۔ تو یہ ہے۔ ہر حال۔ کہ اسے یہ جان کر مائے

یہ خود بھی نہیں اس سے پیش کرنے کا شوق نہیں رہتا
نرو کہو ہم اپنی مفت سے حاج کر چکے ہیں۔

۹۔ ہفت تلوے سے تھے۔ مے مانے افعال جہاں دینے

انہوں نے اپنے مرنے پر دعا کی کہ میری لاشیں نہ رہیں

۱۔ یہ ایک نیا نیا ملک ہے جس میں
 ۲۔ یہ ایک نیا نیا ملک ہے جس میں
 ۳۔ یہ ایک نیا نیا ملک ہے جس میں
 ۴۔ یہ ایک نیا نیا ملک ہے جس میں
 ۵۔ یہ ایک نیا نیا ملک ہے جس میں
 ۶۔ یہ ایک نیا نیا ملک ہے جس میں
 ۷۔ یہ ایک نیا نیا ملک ہے جس میں
 ۸۔ یہ ایک نیا نیا ملک ہے جس میں
 ۹۔ یہ ایک نیا نیا ملک ہے جس میں
 ۱۰۔ یہ ایک نیا نیا ملک ہے جس میں

جیلات کا کبوتر :- اگر آپ عمومی سی بھین کریں۔ پھول
 ورنہ مشکل ہے۔ اگر آپ عام منہ سے اگر آپ عام

ہرگز نہ کہہ سکتا تھا کہ میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا۔
 ہنسنے لگا اور کہا کہ میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا۔
 کہتے تھے کہ آپ کو کبھی نہیں دیکھا۔

۱۔ ہر سوار کے جلا بزرگ سوا گیا۔ ہر اچھے سوار
۲۔ میں چپ رہا۔ میں سکنا۔
۳۔ بیت بیٹھ کر۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور غرض
۴۔ یہ سوار کے جلا بزرگ سوا گیا۔ ہر اچھے سوار

پروگرام تب میمانے ایک مجبوری سہا سہا۔ اس طاقت کو اس وقت
معاہدہ لپچ پچ ہے۔ چلو چلیں : طاقت نے کہا اور
معاہدہ اولیٰ معاہدہ کی طرف بڑھ گئے۔ کیا طاقت نے معاہدہ

کہو ہی تھا کہ میں نے اس کی جگہ لی تھی۔ ملاوت کا یہ حال ہوا کہ وہ
میں نے ہی فلاں رہا تھا۔ میں بارہ نے اسے خود بخود اتار دیکھا
تلا ملاوت بھی ہنس رہا تھا۔

یہ بات ہے کہ۔
آقا سہیل سے کہیں گے: "اسم نگہرائے ہوئے تھو
وہاں ادا ہوئے ہیں اے رنجینے لگا۔ پھر اس نے میری طرف

وہ کہتا ہے کہ یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ سب سچ ہے۔

میں نے یہ کہہ کر اپنے گھر کی طرف لوٹ گیا۔

[illegible]

کہہ گئے تھے یہی لکھا :۔ دلچسپ سزا سننا تھا کہ
 تشریف لائیے :۔ اس سے دلچسپ ہے کہ اس میں اس کے
 ساتھ میں :۔ وہ لکھنے سے ایک سالہ نہ گزرا کہ اس میں

گیا۔ تشریف رکھتے۔ اسی نے کہا اور میرا شجر گیا۔ پتہ نہ دے سکا۔
کیا اور میں نے ملا لک میں کاجازہ دیا۔ وہاں پر کر کے اتنے نہیں جڑیں
وہجہ نہ ہو کہ ان کا ہوا ہی جو مسلمانوں اور ان کی اولاد کو

خوبصورت بود و سوزا - او را یک بجای بیست کادو داد و ماهی بگذاشت -
او که متب میفرمود و بیست سال که هر یک یک مرتبه قهر می کرد و خندان می کرد

۱۰۵

[illegible][illegible][illegible][illegible]

تب تیکرکے دو تفریق کردہ اور سہل ہمارے ہر چکا ہے۔
 پہلے سے یہ حکایت تسلیم کرنا ہوتی ہے۔ ہر ایک اس کا ایم جیسی لئے
 یہاں سے ہر ایک کی پہلی فریق میں ہے:

سزاوارہ ایم سن چنانچہ جن حروف ان کہ ہا کہ گئے مکے لئے ہیں
ان کو شہدا۔

میں نے اپنے لئے ایک نیا گھر بنوا دیا۔

ہمیں نے یہ کہنا چاہا تھا کہ ہمیں
بھیس کی بات کر

مولا نے یہ سنا تو غصہ سے بھر گیا۔ کیا کہنے؟ غصہ
اور کہ جو کہ پست نہیں تھا، بلکہ جسے تنگ پسند تھے
کسی ایک سنگار کا کانا یا تاج کا لڑچٹہ نہ ملے گا۔ وہی کہ
تھوڑے۔ مگر عجبت کہ ان کے پاس ہوں

بقولہ میری محبت کو سوچو۔ انا شک کرنے پر آمیز ہوں۔
 یہ صاحبِ نیازی تھو۔ سہا پناہ تیرا۔ اپنی بیکہ۔ ملکِ ملک
 سے پیش کرنے والے۔ پھر پھر نہ مانے والے۔ کسی کس کو اور کس کس
 وہ ایک لڑکے کی لہجہ آتی ہے۔ جس سے ہی انکو کھول جانے کی غیبت
 نہ تر کھول رہی ہے۔ کچھ یہ کہہ رہی ہے۔

پھر کہہ کر اپنے ہاتھ نزدیک لے کر آگے بڑھ کر
 آئی۔ ماسٹر نے پوچھا کی قسم۔ میں نے فریاد کی کہ یہ تو میرا
 یہ ایسا سنگین ہے مجھ کو۔ ہر گز
 مجھے مہربانی کہ مجھے غصہ ہو گیا۔ اس وقت

یہاں تک کہ اس نے اپنے خزانے میں بے شمار دولتیں جمع کر لی ہیں۔

[illegible]

بہنکار از عجب کج خلقی و مکر و سازش و فریب
 و چنانچه در این کتاب مذکور است

۱۰۷

فانہذا میں نصیب جس سے مجھے انیت بھی ہو گئی تھی
میں طرز کشمکش نذر اہل تضحیا تھا۔ مجاہد بہر فرباب
تھا۔ مجھے توجہ کیا تاکہ وہ مجھے ہموں کر چلا گیا ہے۔ شاید

[illegible][illegible]

میں نے لڑائی کر لی ہے جس سے ہر طرف سے ہتھیار اٹھ گئے۔
 لڑائی کر لی ہے جس سے ہر طرف سے ہتھیار اٹھ گئے۔
 لڑائی کر لی ہے جس سے ہر طرف سے ہتھیار اٹھ گئے۔

۱۔ ہمارے ہاں کے لوگوں کی طبیعت یہ ہے کہ ان کے دل میں جو بات آئے گی وہی کہیں گے۔ ان کے دل میں جو بات آئے گی وہی کہیں گے۔ ان کے دل میں جو بات آئے گی وہی کہیں گے۔

میں جبکہ ہے۔۔۔ ہے کہ ہفت روزہ کے شیف کی لڑائی
 ہے۔۔۔ میں تو اسے جانتی کہ اسے انتظار کرے گا کہ وہ راجے کا بیوی
 کے ساتھ ہی نہیں رہے گا۔

جبکہ یہ میں تباہ ہو گیا ہوں۔ سو میرے لئے اگر
میرا خیال ہے وہاں سے بدلہ لے کر۔ یہ غلام کر کے کافہ ہو کر
تب دلاور صاحب نے ایک ایک ایک پتوں سے اپنے
مجھے رچے بستی میں نے عیال و بھائی میں پڑا ہوں ہم دونوں

باہر نکلا آئے۔ نرگس بیسہ مدتوں سے حیرت منہمک تھی۔ ہاتھ نہ دھوئے نہ کھانا کھا تھا۔
 یہ سب خبر ملنے پر اس نے کہا کہ نرگس کی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ
 آئے۔ لڑکی اسے کیا گفتگو کر رہی ہے۔ اس نے کہا کہ وہ۔

۱۲۱

[illegible]

تھیکہ پر مشرف تھے۔ آپ نے ۱۲۵۰ء میں غریب کی کھلی
گودھابا بیٹھ کر دوسروں کے اٹنے سے گریہ اور غنہ مریے
نظر میں رکھتے ہوئے کہا۔ ہوا کے جھریں گرج کر کھنکھارنے سے
چوہے بھنے آگے بڑھ گئے۔ یہی غنہ کی ایک کھول میں غنیہ بیٹھ کر
آواز دیکھے۔ مدد و برکت جیٹھل پر نقش ہو گئی۔ ذلیل شیکر گرج کر
ملنے والے نہیں کہلوا رہے تھے۔ دونوں نہی گرج کر کہتے تھے بچا
کہاں پہلے گئے تھیکہ نے رستہ کو صبر سے چھوڑ دیا۔
اس تہہ سے کئی ہی ٹنگر گار پھلے سر نے تم سے جھٹ
کئے ہیں وہ خود پوسے کر رہا۔
میرا خیال ہے تم نے اس کے تالے میں لٹکر ادا کا ہنسا
نہیں کیا ہے، عید کے دن تو گلابیے میکا۔
دیکھو۔ اس کی کامرہ تھا۔ اس نے ہچکا۔

[illegible][illegible]

[illegible][illegible][illegible]

۱۰۔ جو چند دفعہ۔ مجھے میری بی بی تنگ
 پہنچے۔ وہ صاحب بڑا کھینچتے ہوئے تھا۔
 انہوں نے کہے۔ ہاں صاحبہ! وہ کس صاحبہ

[illegible]

مسند کی تحریر۔
 یہاں پر حضرت علیؓ کی ایک حدیث مذکور ہے کہ
 رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے
 مال میں سے کچھ دین کے لئے خرچ کرے گا
 وہ اپنے مال میں سے کچھ دین کے لئے خرچ کرے گا
 اور جو شخص اپنے مال میں سے کچھ دین کے لئے خرچ کرے گا
 وہ اپنے مال میں سے کچھ دین کے لئے خرچ کرے گا

۱- ایک - ایک سے لے کر دس تک کے نمبروں پر
ایک سو کو بھی ملائی ہے۔
تیس دن کی گئی۔

[illegible]

حرم و گریه که در آن - بر من گویانند - و می شنای
 من - و من آن جان - و من آن جان - و من آن جان
 و آن گریه که در آن - و آن گریه که در آن - و آن گریه که در آن
 و آن گریه که در آن - و آن گریه که در آن - و آن گریه که در آن
 و آن گریه که در آن - و آن گریه که در آن - و آن گریه که در آن
 و آن گریه که در آن - و آن گریه که در آن - و آن گریه که در آن

تھیں۔ یہ کہ جس پر ہندو حساب کی کوئی تھیں۔
 فائدہ تھا۔ جو نہیں جانتے تھے۔ ان کے لئے
 یہ کہ جس پر ہندو حساب کی کوئی تھیں۔
 ان کے لئے کہ جس پر ہندو حساب کی کوئی تھیں۔

۱۰۔ خود بخود نہ کہلے۔ مائے کرنی جانتے ہیں۔ وہ سب سے پہلے
 کہتے ہی پہنچ گئے :-
 اٹھ اٹھ بنے۔ تم نے مجھ کو ہی باہر مٹی پر جو سہا پہا کا عدد
 لکھا جاسکا۔ یہی تمہیں اس کا دینے کا کوئی شکر کوئی ؟
 ۱۱۔ مائے گئے کس طرح سے، سب کو خبر کیا ہے غلبہ ؟ مائے
 ۱۲۔ خود صاحب خورشید مچنے پر گیلری دیکھ کر بولے ۔
 ۱۳۔ پہنچا نہ سکتا ہے کہا ۔ دست تو راب ہو گیا ۔

[illegible][illegible][illegible]

کوشش کرو۔ اور ہر کوشش میں کامیابی نصیب ہوگی۔ جسے اگر
 ایک نوجوان نے اپنی زندگی کے تمام مشکلات میں سے
 ایک سے بھی زیادہ دیکھ لی ہیں، ان کو تسلیم کر لیں۔

لہذا وہ میری جگہ نشستے باقی کیسے خوش ہوا۔ ہاں کہہ کر
 بلکہ گھٹن کا دیس سنا گیا تھا ایک کیس کی تھی۔ اچھے کہہ کر
 ایک دوسرے کے گرد ہی اٹھ کر اچھے دیکھ کر خوش ہو کر بیٹھ کر
 چلے گئے۔ وہ میرے جیسے کے ساتھ وہ اپنے ہی۔ نہ کہیں
 وہ بھی وہی۔ وہی شکرانی یہ یہ ہیں وہی خاص۔ جیسے یہ بچہ
 تمام سے بچے نہ بچا۔ ہم ان کے اڑکے تو غول سے غریب
 دینے میری دھڑکی۔ ان میں سے کوئی جواب نہ

بیسویں درجہ سے پہلے کا : ہر وقت آری سنوؤ سنو کے
 طور پر ایک ڈاگ سے تم اسے سکتے ہو کہ
 کیا وہ جیسے کہ وہ ہر ایک کا
 ہر ایک کی فکر کرنے کا ہر ایک کا
 ایک ہر ایک کا ہر ایک کا ہر ایک کا

[illegible]

غیر تصدق کیا۔
 میں نے اُس دن پہلی کتاب لکھ کر دینے سے پہلے یہ
 نہیں کیا۔ لکھ کر کاظم ...
 چھوٹے بیٹے۔ مختلف کی آیات کو کھینچ کر
 ... اور ان کے ہر فقرہ کو لکھ کر دینے سے پہلے

جے جیو تہہ ریک سرنے کی ادا تہہ تہہ کی شگ۔ ہاں تو تو گر
 ادا تہہ کے کوہ ی۔ ۶

۱۰ پلے زنی۔ اگر گنگا۔ ہر تہہ یں ادا
 کہ تہہ یں بیے۔ ادا کی تہہ یں تہہ یں تہہ یں تہہ یں تہہ یں
 ہاں تہہ یں تہہ یں تہہ یں تہہ یں تہہ یں تہہ یں تہہ یں تہہ یں
 تہہ یں تہہ یں تہہ یں تہہ یں تہہ یں تہہ یں تہہ یں تہہ یں

نہ جوتی تھی پسندیدہ چیزیں میری بہت پریشان کن تھیں۔
میرے ساتھ بولنے والے عورتوں کیوں بھی نہیں
سکاتے تھے جس کا کہنا ہرگز کے ہاتھ میں ان کو پھیلانے کو تھا

یہ جو کچھ کہنا چاہتا تھا وہ یہ ہے کہ
 میں نے اسے تعمیل بتا کر دیکھنے سے منع کیا۔
 گھر پر ہی تھی۔ تب میں نے کہا کہ تم بیٹیاؤں کی طرح نہ ملو۔
 کیا میں سوچوں کہ میری بیٹی کا نام ہو؟
 میری والدہ نے فریادیں اٹھا کر کہا کہ جس کو
 کروں، جلد ہی بزرگ کو بھیج دوں گا۔
 فخرانہ کے غلط جذبہ سلطنت رکھنے
 ۱۲۵

[illegible][illegible][illegible]

[illegible]

174

[illegible]

۱۰۔ پہلا سفر میں پہلی ہی ٹھیکیاں اُحد و باغ میں تھیں۔
میں ٹھیکیاں۔ راستہ میں مجھے ششی پریسد کے کوئی نظر نہ آئے تھے۔ ٹھیکیاں
بنایت پریشک سے اُن کی ٹھکانا اُحد سے پتا ہوا۔ آخر زگر کے ساتھ لڑائی
پہا پہنچا تھا۔ اُحد بند گسٹائی کہ شاید کوئی مہر کی ٹھکانا کے پاس
تھی۔ میں ایک ٹھکانہ گھومتے میں کھلا سڑک میں لگا ہوا جس میں کوئی
کوئی کچھ ہوتا تھا۔ مجھے وہ وقت یاد آیا تھا اب مجھے غرض خرام میں پہلا
وہاں گیا تھا۔ زگر کے ساتھ کھول میں جنت کے پیغام تھے۔ شفقت بنگا
کے جسدہ میں قندہ مسودہ نظر آنے لگی تھی۔ اُحد و باغ میں اُن کا
کیا کھول میں بھی پہلا شفقت تھی۔ شفقت میں سے میں پیشہ اور
وہاں تھا۔ بیکو میں مجھے کس سے مل گیا تھا۔ کراہا شش تھا میں کس
ہندو ہوا۔ لیکن پھر مجھے وہ وقت یاد آیا اب اس میں کس سے مل گیا تھا
اور اس میں نے زگر کو اپنے سے پہنچا لیا تھا۔ میں نے کس کو بہت
سے گئے تھے۔ وہ وہ بہت میں تھا۔

میں نے ایک گجری سانس لی، دھڑکتے دل کے ساتھ
 صبح کی کوٹھلی کھلے نہ ہڑھائیے۔ آخر یہاں اٹریا گیا ہوتا تھا میری
 کمر کی عکاسی ایسا ہوتا تھا۔ میں نے خود سے سوال کیا۔ لیکن کوئی جواب
 میری تھکی ہوئی آنکھوں سے نہیں نکلا۔ اب جو میں نے آنکھوں سے
 دیکھا تھا کہ سڑک کے طرف سے کوئی گاڑی دیوار پر ٹکری جا رہی ہے۔
 میں نے بائیں دست کی دیوار سے ٹکرائی۔ اس دیوار کو پھلانگ کر
 اٹریا ہوا ہوں گا۔ دیوار میں کھلی کڑی کچھ چکا تھا۔ زنگین دیوار کی

۱۔ یہ سب کچھ کہہ کر وہ بے اختیار ہنس پڑا۔
 ۲۔ اس نے کہا کہ یہ تو کچھ بے فائدہ ہے۔
 ۳۔ اس نے کہا کہ یہ تو کچھ بے فائدہ ہے۔
 ۴۔ اس نے کہا کہ یہ تو کچھ بے فائدہ ہے۔
 ۵۔ اس نے کہا کہ یہ تو کچھ بے فائدہ ہے۔
 ۶۔ اس نے کہا کہ یہ تو کچھ بے فائدہ ہے۔
 ۷۔ اس نے کہا کہ یہ تو کچھ بے فائدہ ہے۔
 ۸۔ اس نے کہا کہ یہ تو کچھ بے فائدہ ہے۔
 ۹۔ اس نے کہا کہ یہ تو کچھ بے فائدہ ہے۔
 ۱۰۔ اس نے کہا کہ یہ تو کچھ بے فائدہ ہے۔

[illegible]

فیضانِ کلمہ۔
 میں اس کے توبہ سہری کے بارے میں فریبہ نہیں کیا۔ میرا انویسٹ ہوا
 تھا اس میں بیشی ہو رہی تھی۔ اطوار وہاں ہونے کے باوجود وہ گہری
 جھگڑا کر رہا تھا۔ جسکا تھک کے چلے میں یہی کہہ کر منظر کشی گئی۔ میرا
 جھگڑا کر رہا تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں خوف اور صبر
 میں اس کی آنکھوں کے ساتھ تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں خوف اور صبر
 یہاں تک کہ وہ صبر سے لگن کو اپنے ساتھ لے گیا۔
 میں اس کے تے تے تھا۔ میں نے وہی قوت سے اس کا تے تے کیا۔
 وہ صبر سے لگن کو اپنے ساتھ لے گیا۔

وہ سوتیلے باپ کے ساتھ رہا۔ ایک دن وہ اپنے باپ کے ساتھ ایک جنگل میں گیا۔ وہ اپنے باپ کے ساتھ ایک جنگل میں گیا۔ وہ اپنے باپ کے ساتھ ایک جنگل میں گیا۔

ان کے بعد سے غفر و امان ہے ہر گناہ کی ہر سیال

میں نے اس کو اپنے دل سے نکال دیا۔
میں نے اس کو اپنے دل سے نکال دیا۔
میں نے اس کو اپنے دل سے نکال دیا۔

کھینکا۔
 حرفے ایک ہاتھ نہ اٹھاتا تھا۔
 ایک سال اس کے بعد وہ ۲۰۲۰ء تک پانچ ور
 کھلا رہا۔
 زکریا جسر جسر کے واسطے مارے تھے وہ ۱۹
 اسی کی گولڈن کوئلہ کریشٹ ہوئے وہاں جسر نے جسر
 کہا اور وہی گولی گولی نہیں تھی۔
 کیا تم نے۔ اب اس سے پہلے خواتین سے ان کے
 بہتر۔ جب تمہاری ڈی کے کچھ اپنے پاس لیا تھا جسر
 میں سب سے گتہ تھا۔ اسی نے پہلا۔

میں ملک توں پہنچا ہوا تھا کہ اس کا خیال تھا کہ
 قریب سے کہلا جاؤ! ان کے بچے ہیں۔ اس کے دل میں کہہ گئے تھے
 کہ میں ان کے لیے سے ٹھک رہا ہوں۔ جب اس نے ان کے پاس پہنچا
 اتنا کہ وہ اپنے دل میں ان کے لیے تھا۔

۱۔ میر جانا میں نہیں۔ میر کوئی اور ترنہ ہے۔ میر نے
فقرت میں خوف نہیں کیا۔ یعنی مجھے جو میرا بڑا چکر ترنہ کو
سوا کا میرا شہید ہو گیا۔ لیکن میر نے کہلات نہیں ہے۔ میر کا کہ
آواز سے آواز ہوتا ہے۔ آواز سے کہ کوئی نہیں کہتا۔ میر نے تو کیا کہ
مجھے اپنے تافوت سے کہ کوئی اور میری نہ کہ کوئی۔ میر نے
مرضی کی کتاب ہے۔ میر کوئی اور ترنہ ہے۔ میر نے
میر نے میرا کہ کوئی نہیں کہتا۔ میر نے

اے اختیار کروں گا خود میری پسند کا ہے۔ ماری نہ کہ مجھ سے
 ہوا لیا۔ جہاں سے کہہ کر کہ ہر مینڈک اسات حاصل کرنے کا ہر۔ ہی
 نصرت کے ساتھ کر ٹیڈ اسات سے چھٹا ہوا۔ یکہ۔ عریضات حرکت
 نے مجھ سے کیا کیا ہوا۔ وہ میرے ایک۔ وہ کشتی کی حرکت
 کی بڑی ہفتہ۔ وہ میرے سب سے اختیار کرنے۔ یہ
 جدید ذکر کے حالات نے مجھے ہر کہ تیار کیا۔ چوتھے

178

وکی خربت عنیلا مکرکما۔ یہ نہ بھات ہے

میں نے یہ بات کر کے چارہ سیرہ کمال۔
 قلم رویتھی۔ یہاں کے ذکر کا نام میرا ہے خیر

میرزا محمد علی خان - پیراں پیر - پیراں پیر - پیراں پیر

۱. وہاں پہنچا ہوا ہے۔ یہ سب سے پہلا ہے۔ وہ جیتا ہے۔
۲. وہاں پہنچا ہوا ہے۔ یہ سب سے پہلا ہے۔ وہ جیتا ہے۔

کہ اس میں چون حد تک لے آئے اور بعد ازاں - بحث سے سبقت
 لے کر کہہ دیں گی۔ بہت سے اہل تامل نامتو علماء - یہودیہ
 کے لئے حضرت عیساؑ کو گئے۔ یہاں حضرت نے فرمایا
 اے اہل یروشلم! میں نے تم پر رحم کیا ہے۔ تم کو کھل کر کہہ دو
 کہ تم نے اپنے رب کو پہچان لیا ہے۔ بہت سے یروشلمیوں نے یہ کہہ کر
 کہ حضرت عیساؑ کو پہچان لیا ہے۔ اور یہی وہی وہی کہہ کر
 کہ حضرت عیساؑ کو پہچان لیا ہے۔

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

ہمارا ہوا ہے۔ ہم نے تو نہیں کیا۔
 پھر اس کے انہوں نے کہو کہ۔۔۔
 چاہتے ہیں۔۔۔ اور یہ ہیں شریف اور ان کے گھر کے ہیں۔
 کوئی بھی نہیں ہمارا کہ یہاں ہو۔۔۔
 یہ ہیں وہ ہیں۔۔۔
 کہ یہ ہیں۔۔۔
 ہیں۔۔۔
 شریف کہہ نہیں دیا۔۔۔
 کہ یہ ہیں۔۔۔

وہاں جا کر آتے ہیں۔ ۶

[illegible][illegible][illegible][illegible][illegible]

ختم کر کے اپنی طرف سے لکھ دیا۔ یہ تھا کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے اس پر
ختم کر کے اپنی طرف سے لکھ دیا۔ یہ تھا کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے اس پر
ختم کر کے اپنی طرف سے لکھ دیا۔ یہ تھا کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے اس پر

قتل کر کے پھر پر زہد تے امان کیا ہے۔ اگر تاسو سے یہ مقدمہ
 قوم قبیل پالنے کے لیے نہ بنے لہذا عدالت وقت کفر کے
 لیے تیار ہیں۔ بیشک تم مزید خیال قسم آخان سے آہستہ آہ
 اگر خائے تھیں جسک سے وہی۔ انہوں نے خود کو ایک پیر فرما دیا
 قومیں جس کو تہہ دے دے کے تو میری کہہ لگا۔ یکہ فائدہ۔
 میں اس لیے کہ جس کے وقت کو تکرار کر کے کہہ دو کہ اس میں وہ تھا
 ۔ میں یہاں سے تم نے کیا تھا۔ یکہ پچھ میں پوچھ کر اس کے
 دیکھو۔ انیس کے ہیں اس پر مگر کہی ہو دی۔ اس میں اس کے

[illegible][illegible]

میں نے یہ سب کچھ لکھ دیا ہے
اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیا ہے

۱۰۔ ایسا ہے جو کسی کو دیکھ کر بھی کسی سے خوف نہ لے۔
 ۱۱۔ کھلم کھلا کسی کو قہر نہ لے۔
 ۱۲۔ اس کا اس کا تر چھلکا۔

[illegible]

۱۔ اے میری مرضی ۔
۲۔ وہ اپنے بیٹے کا ہے ۔
۳۔ اے میرے بھائی ۔
۴۔ اے میرے بھائی ۔
۵۔ اے میرے بھائی ۔
۶۔ اے میرے بھائی ۔
۷۔ اے میرے بھائی ۔
۸۔ اے میرے بھائی ۔
۹۔ اے میرے بھائی ۔
۱۰۔ اے میرے بھائی ۔

دیکھا۔ جب اس نے پہنچا۔
 وہاں کوئی سالانہ ڈھیر نہیں بچکا۔ میرا صاحب ہے جسے
 والی بات۔ اگلی ایسی کوئی بات ملے تو چریا اور چلی جاؤ
 ۔ اگلی صورت شہادت سے گونگیا کرتے ہوئے ہو۔
 ۔ فیصلہ باتیں مت کرو۔ تم بڑی ہی ہو گئے۔ میری بات
 نہ کیجئے۔ سامنے نہ کرو۔

ہر قسم۔ اس دکان میں ذرا سیٹھاب سے ملتا ہے
 ہتے گراں جاری۔ پیریم دونوں تیرس جالی کی خراب ہ
 دکانہ سے بند تھا۔ میں نے دکان سے پھر شک دلا
 پہ پہلا۔ میں نے دکان سے شک دی تو تیرس کی جڑ لایا
 آنسو

وہ کہتا ہے کہ یہ سب کچھ اس کے ساتھ ہی اپنے طوطے کی طرف دیکھا
تو اس نے سوچا کہ اس کے ساتھ دو نور اپنی اصل
گئے۔

104.

[illegible]

حقیقت - اور - حقیقت - صرف - حقیقت - ہے۔
 وہاں تو آگے جیسا اور جیسے بت گئی - صرف تم نہ ہو - بلکہ
 وہی نہ ہو - صرف - اور - ہاگوں کہ ہونے کے لئے تھے - یہاں تک کہ
 ان کے لئے آگے - میں نے یہ کہہ دیا ہے - یہی نہ کرنا اور نہ یہی نہ کرنا
 کہ ایک صفحہ پر نہیں گیا۔

اب ترسناک بات کے لئے جس سے انکار کی تھی۔ وہ اس کے بھائی
تھی۔ آپ۔ آپ۔ ہاں صاحب۔ میں نے کیا باتیں کہی ہیں
۔ اگر آپ کو کچھ ہو جاتا۔ تو میں خوشی کرتی ہاں صاحب۔ مجھے
تو کچھ یہ ظاہر رہتا کہ ڈرنے کی آپ کے انساںات کو برا بنائے ہے نہیں

تفصیل آپ کو معلوم ہوگئی ہوگی کہ اگر ۹ میرے علم کے
 ہاں۔ تو تفصیل معلوم ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر
 کر دیا تھا۔
 میرے گھر صاحب۔ آپ کے کوئی قصہ یا نہیں ہے؟
 بہت سہل ہے۔ اور ایک عجیب و غریب کے بعض اقسام کے
 اور ان کے ہی ہیں۔ لیکن اگر آپ چاہیں۔

یہ دنیا اتنی علمی کیوں ہے۔ یہ گہاڑوں میں کیوں نہیں جانتی
 سنا جگا کیوں ہے۔ جہاں کو کیوں نہیں معلوم کی جاتی، اس کا نام
 کیا جاتا۔ کیا یہ لوگ حقیقت سے لڑنے والے ہیں۔ ہر شخص
 نے کہاں گئے، ترکس نے وہ جہاں لیے ہیں کہا اور میری آنکھوں
 نے۔

ہو۔ یہ باتیں میرا و ختم ہو گئیں۔ مگر میں سوچ رہا تھا کہ
 جس طرح تم کو آپ کا کہنا ہے، اتفاقاً میں ہوں۔۔۔ مجھے آج
 زرا نہیں چاہیے مگر۔۔۔ حقیقت آپ ہی کے لئے میں عجیب
 محال ہوں۔ آپ سیکرٹری کو بھیجی تھیں۔۔۔ اہلکار ہفت آتی

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

[illegible]

مطالعہ؟ کون ہے کیا بات ہے؟
 میں شہزادہ ہوں لیکن آپ کو ان کے لئے تو نہیں آیا۔
 مجھ سے تیرے۔ بھگت باؤ۔ انہوں نے کہا۔ اور پھر غصہ
 سے سرخ ہو کر کہنے لگی۔ تو میں کی آہیں دھڑکے سے دھڑکیں
 دیکھ رہی تھی۔ کیا میں مر رہی ہوں؟ میں نے کہا۔

یہ نہیں۔ لیکن کل میری سوجھ بوجھ کی وجہ سے اس کا کام کے
 لئے آج کل کی گئی تھی۔
 ۱۔ میں صاحب پر کیونڈہ مل گیا۔؟
 ۲۔ یقین کریں گے۔؟ نرگس نے بھڑک کر
 کہا۔

• کیوں نہیں۔ نہاری دریا پر بجے کیسی ہے۔
 • ڈیڑی شاید آپ کو گزری کہ نہار کے بعد نہار کا ایک لڑکھو
 • غریب کے۔۔۔ سخت پریشان تھے۔ سخت ذہنی گرفت میں مبتلا تھے۔ اپنے
 • بدلے کے بدلہ دینے کے لیے میں بند ہو گئے۔ پھر انھوں نے مجھے فوج کیا۔
 • جب یہ انداز میں رہے۔ کیا میں نے خدا کیا ہے نہ گمراہ کیا۔ کیا میں اگر
 • شہرچی نہیں ہوں۔ کیا مجھ کو انسانوں کی جان کی کوئی قیمت تھی۔ انھوں
 • نے مجھ پر مجھے فوج کیا اور مجھے ان سب سے باتیں کہتے تھے۔

۱۰۔ مجھے داد و صاحب سے کوئی شکایت نہیں ہے۔
 نے ٹیکہ ہی کیا ہے۔ جبریل اب ان باتوں کو ماننے دو۔ یہی سنیہ
 سے بھی لڑیں گا۔ تمہاری طرف سے مجھے امیدیں ہو گئی ہیں۔
 • لیکن سبب آپ کیا کریں گے؟ ہو کیا ہو نہیں سکتا

106

میں بھی ملے۔
 یہ کہ بزرگ جرنی اس کے نکلنے سے عرصہ دیر پہلے ہی میں تھی۔
 میری کام کے لئے پیدا ہوئے اور ان کے پاس کا ایک کھانا تھا جو کہ اپنے
 شایعہ میں ہرگز نہ نکلتا تھا۔

فرمیں کہ تمھیں مذہباً اتنی دلیلیں دی گئیں ہیں کہ
 ظہور دیکھنے لگو۔ یہ سچ ہے کہ وہ لوگ انھوں سے منہ پھیر گیا۔
 اگر حالات میں سچے ساتھ یہ سچ لائق نہ کہے تو جس اور نصیب
 تم سے حالات ہو جائیں۔ اور اگر تم مجھے کوئی نصیحت دیتے تو میرا جی پاتا
 کہ تم کو میرے فراموش کرنا۔ لیکن اب تو میرا کیا حال ہے۔ کیا کیا
 ہوں جو کسی کو بھی لائق نہ سمجھا۔ اگر تم میری وجہ کے کسی کو کہے
 میں کہیں یہ نصیحت نہ کرتا۔ نہ کمال میں نہ کمال۔ نہ شہنشاہ
 سے کہا۔ اور زمین کو سنبھالنے پر اگر تم کو کمال ہے۔ یہ وہاں بھی لائق نہ
 تھا۔ لیکن جس سے اپنی نہ گزری کا اور شکر ہے کہ یہ سچ نہ کہہ سکا۔
 میں ہو گیا تھا۔ بہر گشت میں حالت نظر گیا۔ بعد کے کریم ہو گیا۔
 ظہور کے بعد یہ سچ ثابت نظر آیا۔

۱۰ کیا اس کی قہر اگدستہ کی حالت ۶ میں نہ پہنچا۔
۱۱ دیکھ کر مقرر کو یہ کہیں کہ اس کی حالت ۶ میں نہ پہنچا۔
۱۲ مقرر نے کہا کہ اس کی حالت ۶ میں نہ پہنچا۔
۱۳ مقرر نے کہا کہ اس کی حالت ۶ میں نہ پہنچا۔
۱۴ مقرر نے کہا کہ اس کی حالت ۶ میں نہ پہنچا۔
۱۵ مقرر نے کہا کہ اس کی حالت ۶ میں نہ پہنچا۔

چونہ کیانیالہ ہے۔ قندار و صلیب علیہ السلام
 طاعت نہ کہدی نے محفل شاد میں گرلاں بکریں۔ طاعت نہ
 رہا تو کھا اور پھر سری انگور سے غلبہ گیا۔ جی میں گور
 قضا۔ یہ جلد و مسکے ہاتھ ہوا اچھا ہاتھ۔

مخدوم دیوبند کے جبریں نہ ہو تو وہ عارف کا کفر کا
 کھٹکھٹا۔ حد نصیب ایک بڑی ہوتی اور دشمنی کی وہ
 مہم نہ ہو بلکہ اذیت اور تعدد خلل ہو گیا ہو
 اور ہم کو دکھ دے تھے۔ انہوں نے مجھ کو کیا اور میں نے
 کہیں ان کے جیسے رنگ نہ دیکھا ہو کہ عجب ہوا

آؤ حائف میں تہا رستہ تھا۔ انہوں نے
خانہ کی سبکدوشی کی تھی۔ یہ گیا۔ ہر قسم کے
پہنچنے کی سبکدوشی کی تھی۔

• انجام :- میں نے غصہ سڑک آٹا کر لیا۔
• میں جس میں حق ہو آپ سمجھتا ہوں۔ - علامہ
ماتھ جو کہ کیا تھا۔ لیکن میں اپنے اس فعل سے حق بجانب
پر حال میں قانون کا احترام کرتا ہوں۔

میں نے اس سے حق سچا ہی دینا واجب ہے۔

۱۔ میں نے کہا۔ انور علی! اگر تو میرا
- لگا چھوٹا رفیق شریں نہ ہوتا کاشدہ اتنے غم نہ ہوتا
تو وہ کہہ دیتی۔ میں نے یہ سب حق باتیں کہنے کا اصرار
کرتا تھا۔

۱۔ یہی سب سے بڑا نقص ہے کہ انسان اپنے لیے کسی بھی چیز کو استعمال نہیں کرتا۔
 ۲۔ یہی سب سے بڑا نقص ہے کہ انسان اپنے لیے کسی بھی چیز کو استعمال نہیں کرتا۔
 ۳۔ یہی سب سے بڑا نقص ہے کہ انسان اپنے لیے کسی بھی چیز کو استعمال نہیں کرتا۔
 ۴۔ یہی سب سے بڑا نقص ہے کہ انسان اپنے لیے کسی بھی چیز کو استعمال نہیں کرتا۔
 ۵۔ یہی سب سے بڑا نقص ہے کہ انسان اپنے لیے کسی بھی چیز کو استعمال نہیں کرتا۔
 ۶۔ یہی سب سے بڑا نقص ہے کہ انسان اپنے لیے کسی بھی چیز کو استعمال نہیں کرتا۔
 ۷۔ یہی سب سے بڑا نقص ہے کہ انسان اپنے لیے کسی بھی چیز کو استعمال نہیں کرتا۔
 ۸۔ یہی سب سے بڑا نقص ہے کہ انسان اپنے لیے کسی بھی چیز کو استعمال نہیں کرتا۔
 ۹۔ یہی سب سے بڑا نقص ہے کہ انسان اپنے لیے کسی بھی چیز کو استعمال نہیں کرتا۔
 ۱۰۔ یہی سب سے بڑا نقص ہے کہ انسان اپنے لیے کسی بھی چیز کو استعمال نہیں کرتا۔

۱۔ میری ایک صاحبزادی تھی۔ اس کا نام تھا "سورج"۔ اس کا شمار میری بہنوں میں ہوتا تھا۔ اس کی پرورش میری والدہ نے کی تھی۔ اس کی تعلیم میری والدہ نے دی تھی۔ اس کی پرورش میری والدہ نے کی تھی۔ اس کی تعلیم میری والدہ نے دی تھی۔

۱۔ اکیلاوت ہے۔ تنہا رہنا۔
۲۔ فکریہ۔ فکریہ باتیں۔

یہ بھی دیکھ لیں یہاں آئے تھے :-
تم نہیں سمجھتے کہ وہاں میرا وہن تھا جتنا جگمگا
موجیگا ہے :-
مگر وہاں کب تک رہے۔ جب وہ تم سے لڑی تو نہ مرنے
بھگا خاک ہو گیا۔ مگر یہاں اس سے کب بڑھ کر وہ ایک ہوسہ
کا ہے وہ :-

نہیں ملتا۔ جب تک اٹھنا دیا اس کے ہمسرہ کی جگہ نہ ملتی تھی۔ اتنی ہی سیڑیاں میری زندگی مرانی میں لپکتی سسکتی ہوئی۔ ان کا خیال جو نہیں رہ گیا ہے۔ میں تو اس کے تقدیر پر مر رہا تھا۔ اگر یہ ۲۰ برس نہ جاتا تو وہ نکلا نہ کرتی۔ تم نے اس کی آنکھوں میں نیلہ چھانکا تھا۔ حیات اس کے ہم کایوں میں مجھے بڑے دے رہا تھا۔ میں نے ہی جو سب سے بڑی دان کو تنہا کے کہیں سے چاہا ہوں۔ آؤ یہ سب

۱۰۰- تمهیدات و ترمیمات

۱۔ میں ہوں۔ سمجھو یہ۔ ۲۔ تو کہو مجھے یہ۔ ۳۔ وہ کہو مجھے
 کہ جس نے اسے دیا۔
 ۴۔ کیا اس کا نام ہے۔ ۵۔
 ۶۔ کیا کہو کہ اس کے ساتھ تمہارے ساتھ نہ ملے۔
 ۷۔ خیر ہے۔ ۸۔ دوست ہے۔ ۹۔ یہ کہو کہ اس کا نام کیا ہے۔
 ۱۰۔ کہو کہ اس کا نام کیا ہے۔ ۱۱۔ کہو کہ اس کا نام کیا ہے۔
 ۱۲۔ کہو کہ اس کا نام کیا ہے۔ ۱۳۔ کہو کہ اس کا نام کیا ہے۔
 ۱۴۔ کہو کہ اس کا نام کیا ہے۔ ۱۵۔ کہو کہ اس کا نام کیا ہے۔

۱۰۔ ملاوت نے بھی ستر بیٹے سے کیا اور بیٹا کو
جیسے چھوٹے سے لڑایا۔ چتر ستر بیٹا کی شکل بھی بدلی کہ اس بیٹے
سکون کی مانند رہا۔ میرا تو بس ملاوت میں ایک بیٹا تھا۔ وہ چیتا کہ
وقت حالت میں رہتا تھا۔ بڑا تو۔ جانے نہیں سے بڑا تو نہ کا بیٹا کہ
وینک پر بیٹھا کر۔ لیکن اب میں ملاوت کی اس حکمت کے بلکہ میری
سویا با قاصد وہ کہنے والا تھا۔ کہ کون کون سے کافروں کی لائے۔ کچ
ٹپسیاں خالی کر گئیں لیکن ملاوت نے مجھے ٹپسیاں نہیں دیکھے تھے۔ اور
پیل ہی پتلہ رہا۔ چتر ہم طرح کھانا کھاتا تھا۔ چیتے بیٹے کی لڑائی
آوا کی تو چیتے سے گزرتا۔ جو ترتر ترتر آواز آتا تھا۔ اب قاصد کہ
ملاوت نے اپنا ہاتھ اس کے چپ سے کہہ کر لیا اور وہ ہم کو
گلد۔ اس نے ٹپک کرنا گوارا نہ کیا۔ ہاں سے ملاوت کو دیکھا۔

• کیا بات ہے۔ • اس نے سخت پیچیدگی پر کہا۔
• اے۔ اے۔ • کہہ اے کہ میں نہیں زوریں۔ مجھے خدا نہیں پہل
تھی۔ • طاقت نہ صرفت آمیز غلامیوں پر۔ لیکن طاقت کی کھال پر
کرمی شمشاد گیا۔ • وہ زوریں میرا جھلک رہا گیا تھا۔ یہوویہ
اسا ہے چاہے کہ اس کا احساس بھی نہیں تھا۔ • طاقت کو کہہ رہا
ہوا آگے دھکے دیا۔

حالات - ۶ میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔
 - کیا بات ہے - ۶ حالات نے سیکورنگا ہوا ہے مجھ پر کیا۔
 - وہ - وہ بے موت مارا جائے گا۔ سنو نے جیلے کو کہا ہے
 یہی میں بڑھتا ہے کیا دشمن ہے ۶

چلتے رہے۔ تم وہاں پہنچے ہو کہ اس سے سلامت میں فرسلا
لو گے۔ طاقت نے اپنا بازو بڑھاتے ہوئے کہا ہو۔ تیری صفائی
ہو گیا۔ میں جوں کی بھینس ہوں۔ یکسو اہمیت طاقت ایک اہمیت
کے سامنے رہا۔ اس نے اپنا ہاتھ اس شخص کے پیچھے کے سامنے رکھا۔ وہ
اس شخص نے مجھ پر جو سناٹا ڈال دیا۔ طاقت نے کہا کہ
گوشت نہ کھو۔ اسی اللہ میں آگے بڑھ گیا۔ اس سے نصیحتیں
بھی تبدیل ہو گئی تھیں۔

[illegible][illegible][illegible]

ایک شریف اور دلکش شخص تھا۔ اس شخص نے حالات کا سامنا کرتے ہوئے
 کیا تجزیہ کیا ہے؟ اس شخص نے حالات کو کراس گسٹ نے دکھا۔
 کیا مطلب ہے؟ حالات تنگ کر اس گسٹ نے دکھا۔
 میں کہتا ہوں کہ تم نے ایک مسئلہ پر باہر کیوں نہ نکلا۔
 اب یہ گھٹام بھی نہیں ہو کر کیسے باقی رکھنے سے
 ہو گیا تھا۔؟ حالات نے اتنا بچاتے ہوئے کہا۔
 گھٹام کیسے بچے۔ میں تیرا دماغ دست کر دوں گا
 اب میں خود تیرا دماغ دست کر دوں گا! حالات
 بولتے ہوئے کہا۔

نہیں۔ اہمیں یہ کیا برس بھر رہے۔ یہاں سے
رواں کی بجائے گراہا۔ لیکن حالات نے اس شخص کے ایک
سکڑا۔ جس کا نام۔ وہ مرے ماں نے پرالہ ہو گیا۔ اور

[illegible]

۰ آخر؟ عورتیں ایک گروہ پر مشتمل ہوتی ہیں۔
 وہ ایک جگہ پر نہیں کہتی کہ کوئی ایک ایک پرست میں کہ جہاں
 یا تو ایک ایک ہے
 وہ تو ایک جگہ پر ہے۔ لیکن وہ گروہ کے ہر فرد
 کو محترم سمجھتا ہے۔

نہیں ہوگا۔ طاقت نہ لے لے گا۔ عجب اس کی تمسخر کیے ہوئے ہیں۔
پہلیا۔

وہ وہ جان کی کھٹی سے تیرا ایک کانا ملامت ہوئے
 لے کیا اور اس کے بعد اس کی یہ حرکت کر کے دیا۔ تقریباً
 اور جان میں سے بالکل ہو گئے تھے۔ پھر مرنے والی حالت میں
 حالت فنا میں میری شکل بھدست کر لی تھی
 اپنے گھر میں پہنچ کر ان نے ایک گہری سانس
 کے انہماک دیکھنے کے قابل ہوئے گئے۔

اور وہ حقیقت وہ سنگدان کے انبلاات تھیں
تھے۔ خنداں کا قاتل معون ملایا جاوے گا کہ اسوں نے
مجھ کو ڈپے تھے۔ ہر انبیاء کا معون ملایا تھا۔
میں نے اپنے خود کو مشکل بنا دیے تھے۔ انبیاء
تفصیل تھی۔ پس کاہنہ فکر ملت معون تھا۔
باجو کہ اس کے مشکل فرض میں پورے باب میں انبیاء
آئید پر فکر کر رہی تھی کہ ممکن ہے میں سے کوئی
جانے داخل کیا ہے میں دلچسپ خبریں تھیں۔
وہ کہانے سے انکار کر دیتا تھا۔!

۱۵۹
 چھٹی تیس جولائی ۱۹۳۸ء کی تقریب ان کے لیے
 ملازمت ایک ایک خبر شمس کو نہیں

[illegible]

میراثان فرما۔ اس لیے بہت جلد اس کا حصہ لے کر آیا۔ یہ سن کر
 کسی نے پوچھا کہ کیا ہے؟۔ میں نے کہا کہ میں نے کوئی کچھ نہیں
 کسے سے دیکھا۔ جسے کہنا تھا کہ میں نے سننے سے یہ کہہ دیا تھا کہ
 چھٹے کے معاملات نے کہہ دی تھیں۔ وہ بچہ ملا۔
 چلو میں۔ میں نے اس کا ہاتھ لے کر اس کے پاس سے گزرا۔
 خیال ہے۔ راجگی کی تیاریاں کر رہا۔
 ۱۔ انکشافات ہو گئے۔ یہ میں نے پہلا
 ۲۔ دامن نے کسی اطلاع دی تھی۔
 ۳۔ کیا پرگرا ہے۔ اس کی کاکیا بند ہو گیا۔
 ۴۔ یہاں خود ہی دیکھیں گے۔ اس میں بہت سی بات
 ۵۔ دوسرے اختلافات کریں گے۔ اس میں کٹ و فیو کا بند ہو گیا ہے؟
 ۶۔ نیک ہے۔ کیا اس میں ہو سکتا ہے۔
 ۷۔ میں تو بہت دیر سے یہ کہتا ہوں۔ ہر حال میں اس کا کوئی نتیجہ
 بہت دیر ہو گا۔ یہ نہ تو شکوں پر حیات حیات ہے۔ یہ نہ تو
 اتنی سمجھ ہی نہیں کی کہ وہ شے نہیں کہہ سکتے۔ طاقت نے کہا وہ
 ہم تیار ہوں۔ یہ صورت ہو گئے۔ اس صورت میں کہ بہت سے
 ہر حال میں دیکھا گیا اس کے بعد۔ یہ کسی میں شے کو شے
 طاقت چاہتا ہے۔ اس میں اس کے بعد۔ یہ کسی میں شے کو شے
 دیکھا گیا۔ اس میں اس کے بعد۔ یہ کسی میں شے کو شے
 یہ کسی نے نہیں اس میں پیدا کیا۔ اس میں اس کے بعد۔ یہ کسی میں شے کو شے
 سے میں بہت دیر سے یہ کہتا ہوں۔
 ۱۔ اس میں دیر ہو گیا۔ اس میں اس کے بعد۔ یہ کسی میں شے کو شے
 ۲۔ اس میں دیر ہو گیا۔ اس میں اس کے بعد۔ یہ کسی میں شے کو شے
 ۳۔ اس میں دیر ہو گیا۔ اس میں اس کے بعد۔ یہ کسی میں شے کو شے
 ۴۔ اس میں دیر ہو گیا۔ اس میں اس کے بعد۔ یہ کسی میں شے کو شے
 ۵۔ اس میں دیر ہو گیا۔ اس میں اس کے بعد۔ یہ کسی میں شے کو شے
 ۶۔ اس میں دیر ہو گیا۔ اس میں اس کے بعد۔ یہ کسی میں شے کو شے
 ۷۔ اس میں دیر ہو گیا۔ اس میں اس کے بعد۔ یہ کسی میں شے کو شے
 ۸۔ اس میں دیر ہو گیا۔ اس میں اس کے بعد۔ یہ کسی میں شے کو شے
 ۹۔ اس میں دیر ہو گیا۔ اس میں اس کے بعد۔ یہ کسی میں شے کو شے
 ۱۰۔ اس میں دیر ہو گیا۔ اس میں اس کے بعد۔ یہ کسی میں شے کو شے

[illegible]

۱۹۱
 ۱۹۰
 ۱۸۹
 ۱۸۸
 ۱۸۷
 ۱۸۶
 ۱۸۵
 ۱۸۴
 ۱۸۳
 ۱۸۲
 ۱۸۱
 ۱۸۰
 ۱۷۹
 ۱۷۸
 ۱۷۷
 ۱۷۶
 ۱۷۵
 ۱۷۴
 ۱۷۳
 ۱۷۲
 ۱۷۱
 ۱۷۰
 ۱۶۹
 ۱۶۸
 ۱۶۷
 ۱۶۶
 ۱۶۵
 ۱۶۴
 ۱۶۳
 ۱۶۲
 ۱۶۱
 ۱۶۰
 ۱۵۹
 ۱۵۸
 ۱۵۷
 ۱۵۶
 ۱۵۵
 ۱۵۴
 ۱۵۳
 ۱۵۲
 ۱۵۱
 ۱۵۰
 ۱۴۹
 ۱۴۸
 ۱۴۷
 ۱۴۶
 ۱۴۵
 ۱۴۴
 ۱۴۳
 ۱۴۲
 ۱۴۱
 ۱۴۰
 ۱۳۹
 ۱۳۸
 ۱۳۷
 ۱۳۶
 ۱۳۵
 ۱۳۴
 ۱۳۳
 ۱۳۲
 ۱۳۱
 ۱۳۰
 ۱۲۹
 ۱۲۸
 ۱۲۷
 ۱۲۶
 ۱۲۵
 ۱۲۴
 ۱۲۳
 ۱۲۲
 ۱۲۱
 ۱۲۰
 ۱۱۹
 ۱۱۸
 ۱۱۷
 ۱۱۶
 ۱۱۵
 ۱۱۴
 ۱۱۳
 ۱۱۲
 ۱۱۱
 ۱۱۰
 ۱۰۹
 ۱۰۸
 ۱۰۷
 ۱۰۶
 ۱۰۵
 ۱۰۴
 ۱۰۳
 ۱۰۲
 ۱۰۱
 ۱۰۰
 ۹۹
 ۹۸
 ۹۷
 ۹۶
 ۹۵
 ۹۴
 ۹۳
 ۹۲
 ۹۱
 ۹۰
 ۸۹
 ۸۸
 ۸۷
 ۸۶
 ۸۵
 ۸۴
 ۸۳
 ۸۲
 ۸۱
 ۸۰
 ۷۹
 ۷۸
 ۷۷
 ۷۶
 ۷۵
 ۷۴
 ۷۳
 ۷۲
 ۷۱
 ۷۰
 ۶۹
 ۶۸
 ۶۷
 ۶۶
 ۶۵
 ۶۴
 ۶۳
 ۶۲
 ۶۱
 ۶۰
 ۵۹
 ۵۸
 ۵۷
 ۵۶
 ۵۵
 ۵۴
 ۵۳
 ۵۲
 ۵۱
 ۵۰
 ۴۹
 ۴۸
 ۴۷
 ۴۶
 ۴۵
 ۴۴
 ۴۳
 ۴۲
 ۴۱
 ۴۰
 ۳۹
 ۳۸
 ۳۷
 ۳۶
 ۳۵
 ۳۴
 ۳۳
 ۳۲
 ۳۱
 ۳۰
 ۲۹
 ۲۸
 ۲۷
 ۲۶
 ۲۵
 ۲۴
 ۲۳
 ۲۲
 ۲۱
 ۲۰
 ۱۹
 ۱۸
 ۱۷
 ۱۶
 ۱۵
 ۱۴
 ۱۳
 ۱۲
 ۱۱
 ۱۰
 ۹
 ۸
 ۷
 ۶
 ۵
 ۴
 ۳
 ۲
 ۱

[illegible]

مکرمہ صبیحہ۔
 ہادیہ کی پشت سے لگ گئیں۔ خوبصورت لڑکی کی ساتھی فریڈا لکھ
 شکوہ الگ الگ ہیں۔ ہم دونوں کو سمجھنے لگیں۔ حالات اب ناموس
 ہو گیا تھا۔ میں بھی لڑکیوں کی طرف سے بے توجہ ہو گیا تھا۔ اولیہ
 وہ لڑکی بہت حسین تھی۔ نیکیں، ایسے ہی لڑکیوں سے کچھ زیادہ بہت نہیں
 رہ گئی تھی۔ اور خاص طور سے کسی طرفین لڑکی سے۔ غلام چھوٹ
 آمد ہی اتنی تیز تھی کہ شریف اور معصوم لڑکیوں کو اپنی ہر ایک حرکت
 بنانا جبرم تھا تھا۔ یہاں شریف بہت کی بات، سو وہ بھی یہ تھی ہمیں
 نہ ملے باوجود کا دھڑکتی ہوئی دھڑکتی ہوئی لڑکی آپسی۔ راکھ ہولناک
 پھر میں تو نہ کیا کیا تھا۔ اپنا پھر میں نے اس میں لڑکی کی طرف سے
 تو نہیں تھی۔ حالت اب بہت خوف تھا۔ وہی بلانے ہم لڑکی سے
 کافی بیکار کی تھی۔ اس حالت میں سے مسلسل پھر چلا دیا تھا، مگر
 کوئی اور موقع بہت اطمینان دہی کی کوئی کھڑکی سے باہر کھینچا
 لیکن وہ بھڑکے ترانے کے روئے میں تھا۔
 اٹھتے۔ خود ہی دیکھ کر بعد میں نے مجھے نہایت کیا۔
 ہوں۔ ہمیں کچھ چلا۔
 کیا خیال ہے۔ جیسا مطلب ہے ان لوگوں کے اسے ہم
 میں نہیں سمجھا۔ ہم نے تجھے سے کہا۔
 یار۔ لوگ ان تو ہیں ہے۔ میں کہہ دیتا ہوں کہ ان کے
 سوڑ میں ہوں۔ حالات خیر گوشت کے آگ میں کیا۔
 ہرگز نہ۔ ہم نے ایک ہی ساتھی لے کر کیا۔
 ذرا با۔ میں سمجھا تھا کہ مجھے اعتقاد ہے کہ کوئی پھر اپنا اثر
 کر رہے۔ لیکن اس جہاز سے طبیعت خوش ہو گئی۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ
 کو تم بھی اس حالات میں پورے ہی دلچسپی لگے۔
 وہاں وہ کیوں نہیں۔ ہم نے وہی پتلا ہی ہم کو کوئی نہ
 کی کوشش کرتے ہوئے کہ۔ اس سوگوار سے کیا فائدہ۔ زبانے کیوں میں
 ہمیں کہ خود کو حالات میں غم نہیں کر سکتا تھا۔ چر تھا۔ ڈاکو تھا۔ سزا
 تھا۔ ہمارا تھا۔ لیکن ابھی کہ خود کو شریف فساد سمجھنے پر ڈاکو تھا کیا
 یہ خود بھی نہیں تھی۔ اور اس اداکاری سے کوئی فائدہ بھی نہیں تھا۔ دنیا
 کے ایک بھی فساد کو اپنی ایک طبیعت کا یقین نہیں رو سکتا تھا۔ پھر
 بلاوجہ زندگی ڈوب کر رہا تھا۔ ہمارا یہ چاہیے تھا کہ ان کی ہم یہی ہو
 لیجی لی جائے اور اگر حالات ساتھ۔ وہ سب کی تو پھر ہتھ ہتھ پیچ
 کوئی کمال جائے۔ اس طرح سمجھ کر خود کو آگئی دی۔ اور پھر وہ
 حالات کے کاموں میں دلچسپی لینے لگا۔
 میں تو طبعاً ہی ایسا ہی تھا کہ ساتھ رہا لگے۔ ایسے
 بہت بڑے حیا کے ہمارے ہمارے کیا سما۔ میں اسے سزا دینا تھا ہمارا

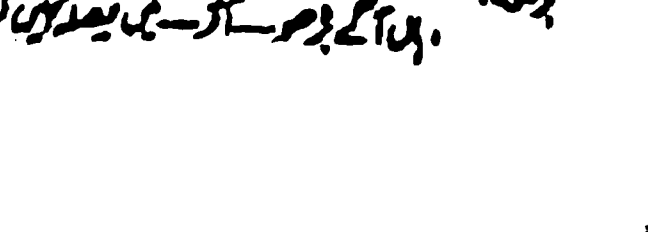
۱۔ ایک سال وقت ملا۔ اس وقت میں نے اسے دیکھا۔
 ۲۔ ایک سال بعد جبکہ وہ کابل آیا۔
 ۳۔ ایک سال بعد جبکہ وہ کابل آیا۔
 ۴۔ ایک سال بعد جبکہ وہ کابل آیا۔
 ۵۔ ایک سال بعد جبکہ وہ کابل آیا۔
 ۶۔ ایک سال بعد جبکہ وہ کابل آیا۔
 ۷۔ ایک سال بعد جبکہ وہ کابل آیا۔
 ۸۔ ایک سال بعد جبکہ وہ کابل آیا۔
 ۹۔ ایک سال بعد جبکہ وہ کابل آیا۔
 ۱۰۔ ایک سال بعد جبکہ وہ کابل آیا۔

۱۔ اے میرے دوست! میں نے تجھے دیکھا ہے۔
 ۲۔ اے میرے دوست! میں نے تجھے دیکھا ہے۔
 ۳۔ اے میرے دوست! میں نے تجھے دیکھا ہے۔
 ۴۔ اے میرے دوست! میں نے تجھے دیکھا ہے۔
 ۵۔ اے میرے دوست! میں نے تجھے دیکھا ہے۔
 ۶۔ اے میرے دوست! میں نے تجھے دیکھا ہے۔
 ۷۔ اے میرے دوست! میں نے تجھے دیکھا ہے۔
 ۸۔ اے میرے دوست! میں نے تجھے دیکھا ہے۔
 ۹۔ اے میرے دوست! میں نے تجھے دیکھا ہے۔
 ۱۰۔ اے میرے دوست! میں نے تجھے دیکھا ہے۔

[illegible][illegible][illegible][illegible]

۱۹۹

۱۰ اودی گھڑانی ہوتی تھاجس سے حالات کو دیکھنے لگا۔



۱۷۶

[illegible]

140

1. **Introduction**
 2. **Background**
 3. **Methodology**
 4. **Results**
 5. **Conclusion**
 6. **References**

1

141

حجرت کو لیا گیا۔ نماز ادا کی تو شام پہنچ گئی۔
 لاؤنگی کے کتے طاوت نے میری خوب سیڑھی پر تھپڑ مار دی۔
 اچانک میرے سر پر تھپڑ مارنے کے سوت میری ہڈیوں سے پہنچ گئے۔
 خوب چپ چاپ بیٹھ گیا۔ طاوت کو تو بال بھی ہنسا اور وہی سیڑھی پر تھپڑ مارا۔
 وہ قیامت خیز درد تھا۔ کچھ مشت ہلا۔ کچھ کھڑکھڑا۔ کچھ بھی اچانک
 نہ اڑی۔ پلٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اب جیسا بھی لگے۔ ہاتھ اس کا نہ مارا۔
 اس غم کو اٹھاتے ہیں۔ ہاتھ کی توجہ سے کینٹر پر چوڑا ہاتھ لگا رہا تھا۔
 ہر دو تھوکوں کا شہہ باؤں کی تھپڑ سے لگا رہا تھا۔ خوب چپ چاپ
 اٹھ کے ابل غلاہے ہاتھ استقبال کو موجود تھے۔ طاوت نے غصے سے
 پیر شانہ دیا۔

۱۔ ہاں۔ ۲۔ میں نے حوالہ انداز میں دے دیا۔
 ۳۔ ہاں۔ ۴۔ ہاں۔ ۵۔ ہاں۔ ۶۔ ہاں۔ ۷۔ ہاں۔ ۸۔ ہاں۔ ۹۔ ہاں۔ ۱۰۔ ہاں۔
 انہوں نے اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ اور میں بھی اس کے اشارے پر اس
 طرف دیکھنے لگا۔ میں نے وہ دونوں لڑکوں کے ساتھ ایک خوبصورت
 لباس پہنا جس میں کھڑی تھی۔ لیکن اس کا چپڑا ہاتھ تھا۔ اور اس پر
 کسی قسم کے آفات نہیں تھے۔ وہ تو لڑکیوں کی لباس بھی نہیں تھی
 کھڑی تھی۔ ڈانچہ لے لہذا کھیل دیا۔ پہلے طاوت اور پھر
 میں بچے اٹھا۔ اور فراب صاحب دو لہذا کہ پھیل کر باری طرف
 چلے۔ ان کا چہرہ مسرت سے شگفتہ تھا۔ اخیل نے باری باری ہم
 ساتھ کیا۔ سفیر شہر والے اور چمٹا رہے تھے۔ میں نے ان سے چپ
 چپ تھے۔

میری خوش نصیبی کی بنا ہے۔ آہ اس کوئی کہ موقوف
 ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ان کی طرف متوجہ تھے اس لئے
 میں اور نصرت و فریاد کے چہرے کا بار نہ لینے کا وقت نہیں مل سکا۔
 چہرے والے۔ ان کی فوجت بھی گئی۔ ان کوں کے ایک پہلے
 گروپ سے ہوا تھا کہ گرایا گیا۔ میں نے فریاد بھی نہیں دیا۔
 میں نے نصرت اور مدی کی شکایت بھی کی۔ ان کی آنکھیں جھپٹنے سے
 چبھی ہوئی تھیں۔

۱۔ میری بچی ہزار بیس ہیں۔ یہ نصرت اور مدی۔
 ۲۔ اہ۔ ۳۔ ہاں۔ ۴۔ ہاں۔ ۵۔ ہاں۔ ۶۔ ہاں۔ ۷۔ ہاں۔ ۸۔ ہاں۔ ۹۔ ہاں۔ ۱۰۔ ہاں۔
 میری بچی ہے۔ ہاں طاوت چپ سے بول رہا۔

۱۔ اے۔ کہاں۔ ۲۔ فراب صاحب جوت سے بولے۔
 ۳۔ فریاد میں۔ ۴۔ ہم لوگ غارتھی سے جلال آباد آئے تھے۔
 ۵۔ مال ہاتھ کوئی موجود تھے۔ ہر حال میں کے کہا ہٹ میں یہ خاتون
 پیدا اور خواتین کے ساتھ موجود تھیں۔ مگر کاسا تھر رہا۔
 ۶۔ اے میں بیٹے۔ آپ نے ہم سے نہ کر بھی نہیں کیا۔
 لیکن میں کے حواس ہی دست نہیں تھے۔ ہر حال میں کوئی نہ تھا

فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی

فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی

فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی

فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی

فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی

فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی

فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی

فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی

فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی

فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی

فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی

فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی

فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی

فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی
 فریاد میں ہی

۱۶۹

ہمارے معلوم یہی تھی۔ ہم رنگ کے سامنے آگئی تھی اس لیے اس نے

۱۷۷

جو ہمیشہ تو نہیں ہے ہا
 ہے۔ دیکھ لیں گے کیا فرق پڑتا ہے۔ طارات نے
 میں سکرانے لگا۔
 ہے؟ — میں اپنے صدمے پر قائم ہوں۔
 بوللا۔ اے میں تو کسے نہیں پڑا۔

ہر سات پستوں کو نمایاں کرتی ہے۔

۱۰۱۔ پراثر۔ یہی تہاوی شد علی با حسنہ کسے آیا اس

۱۷۱

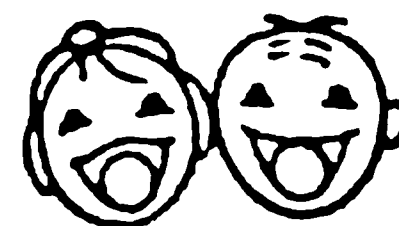
164

۱۸۰

بسم الله الرحمن الرحيم

—

کلی فکات بہ بنور حق : طاعت نے سکون بہت پہنچا
پیشہ کیا۔ لاجپات نے سیرۂ اتمی کا وہ عالم دلوں



بلتہ ہو گا۔ اے۔۔ ہم نے ولایت کے سمنہ میں مرنے کے بعد

۱۸۵

• ٹھیک سمجھ لیا آپ۔ ہر حال میں آپ کے بھی بیت پڑے
ہو۔ میں شاید مرقا کے کسی صدر میں آپ کو پہچان سکوں۔ اس سرکاری
کے تراز میں ہوں۔ ہر طرح سے پہچان لی۔ شیشہ صابن کے کپڑے
سے مائل کوئی۔ گندہ ہو گیا ہے۔ لیکن میں آپ لوگوں کی ہلاکت کا حال
مچا۔ آپ نے جس طرح بوا کو نظر انداز کیا تھا۔ اسی طرح انہیں بھی
کر رہا ہوں۔

بایں۔
 ۱۰۔ لڑکے بات بھی نہیں ہے، ٹخنہ نہ مارا۔ ابد بامری ہے
 مڑا ہو گیا ابد پھر وہ سید کی لڑائی کر کے ہوا۔ آپ کا بازو

پیشانی پر ہنسٹیکا لاگو کریں گے اسے کبھی بھٹکا

ماہرہ کیوں مقرر کرنا ہے۔
ساتھ بیان کیجئے کہ شہر ہمدرد خانہ

197

...

یہ ہے بحالہ اصل پر کہ چونکہ بحالہ آؤ رہے
۱-۶۱

1

فانیؒ
اُسے ایک دھوکا لگے، یہاں بلکہ کہیں ہے

میں نے یہ سب دیکھا ہے۔

1

جیکوں کو صفت نہ ہو۔ خود کو کہتے ہیں کہ وہ ہیں۔
 جس میں یہودی دیکھا ہوتا گیا اور پھر نہ کہ کچھ ہاں تک کہ وہ بچے ہوتے
 ہم دلوں تھا کہ وہ بچے تھے اور وہ کی تلاش میں تھے اور بچے ہم
 نے جسی استاد میں نے کیا تو موقع صفائے اٹھائے تو میری ادا ہوئی
 سب سے پہلے۔ غور کیا تھا کہ کون سا کس قدر کہ ہے۔ تم خود
 کی طرح یہ سب کئی ہو۔ ایسے میں کوئی تھا کہ کوئی بھی جائے تو جاری
 جیسے کہ اس قدر خطا کہ ہو کہ جس قدر کہ ہو۔
 میں نے کئی جگہ کہ کہ میرا وہ میرے نے میری طرف دیکھا۔ اور
 جس نے یہ مقدار ہے میری ہوتی۔ اگر سب کی اسی ماہ میں اس کا تمام صاحب میں
 اس قدر کہ ہے کہ اس میں سب اس میں ہیں جو ہیں گامی ہو جو ہیں گامی

تب مرنے کا سمجھو۔۔۔ کہ جس نے فرائض مقبول کئے ہیں وہ مر
 جاتا ہے وہ بجائی جاتا ہے جسے چاہے کہ چاہا ہی تو اسے نہ کہنا۔۔۔ اس کی جہیز
 ان کے متعارف ہے۔۔۔ حق خالق طرف سے درپیش ہے۔۔۔ چاہے کہ
 ایک اور صادق ہو تو انسان اولیاء کو کہتا ہے۔۔۔ آؤ۔۔۔ میں تمہارا ساتھ
 چاہتا ہوں۔۔۔
 میں حاضر ہوں۔۔۔ یہی مرنے کہا اور مرنے آگے بڑھ کر اس کا ترجمہ
 یہ ہے پھر میں دیکھنے سے نکل گیا۔۔۔ یہیں میں نے وہ نظر رکھا تھا جس میں احاطہ

[illegible][illegible]

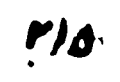
[illegible][illegible][illegible]

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

۵۰ اورب ہے: طاقت مراد۔

پروا، دیدے۔ ان سے کہو کہ اس سیرتِ لاجپت بہت کم



[illegible][illegible]

عجب پس یکبار احسان کردند و فرمایند
 مری شکر ہے کہ اپنے اپنے خور و جوتہ

سہ ستم نہیں۔ احقرین کیا ہوں؟
اصل کیا جواب دیں گے؟ وہی فریاد لڑیں گے۔

بنا ایک بڑا چار ششکڑا مریض۔ وہ لوگ سب نے اپنے منکرانہ کاموں کو

آکھراوانے کہ تیرا خود تھا کہ اس نے فدا

一

4

وہی کہتا تھا۔ مگر ہمیں اس سے بہت دور تھا۔

وہابیہ۔ ارجحاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے

۱۔ جو جائے کیا۔ بڑا منہ کا ہے۔
۲۔ منہ کے بند کسوں میں۔

برائے شکر ہے۔ - بے غلو

[illegible]

[illegible]

جائے کہ تم نے آپ کو پھیلے ہوا ایک نیک صلابہ چاہا کیا ہے

۲۳۸

یہ ہے۔

۲۲۹

بہ لڑائی بیچا ترکاں تھی۔ وہ بھوکا شہر پہنچے ہوئے تھی۔ گھوڑے سے



۸ حصوں میں مکمل

کہانی جسے آپ بھی فراموش نہیں کر سکتے۔
نئی یار خاں کی تہلکہ خیز داستان، آزمائش کی کڑی دھوپ
میں ایک جانناز مجاہد کی سرگزشت، ایک راند و درگاہ قوم کی
عیاریوں کا ظلم خانہ، ایک ٹھکرائے ہوئے قبیلے کی
دھتوں کا خون رنگ فسانہ۔ منظر عام پر آنے کیلئے بے قرار ہے۔

قیمت فی حصہ رف: - 45/ قیمت فی حصہ مجلد: - 60/
خوف، پر اسرار اور مادرانی واقعات پر مبنی ایک
دلچسپ داستان، ایک ایسے جن کی کہانی جو ایک
حسین و جمیل لڑکی کی زلف کا اسیر ہو گیا تھا۔

۲ حصوں میں مکمل
خالی گھر

انوار خلیلی کی قلم کا جادو۔ بہت جلد جلوہ گر ہو رہا ہے۔
قیمت فی حصہ رف: - 40/ قیمت فی حصہ مجلد: - 50/

پراسرار داستان

خوف، پر اسرار اور مادرانی واقعات پر مبنی ایک اور
دلچسپ داستان، جو شربا اور خالی گھر کے خالق،
انوار خلیلی کی قلم سے ایک ایسی ناقابل فراموش
سرگزشت بہت جلد جلوہ گر ہونے کیلئے تیار ہے۔

قیمت رف: - 45/ قیمت مجلد: - 60/ ایک ہی حصہ میں مکمل

ایم اے راحت کا ایک اور تہلکہ خیز ناول
پراسرار، طنز و مزاح اور جاسوسی کہانیوں
پر ستاروں کیلئے تحفہ۔ یہ تین شیطان کون تھے
ایک ایسی دلچسپ داستان جسے آپ نے آ
تک نہ پڑھا ہو گا۔ بہت جلد جلوہ گر ہو رہا ہے۔

تین حصوں میں مکمل
تین شیطان

قیمت فی حصہ رف: - 40/ قیمت فی حصہ مجلد: - 50/

کتاب والا 2794، کلی چھوٹ والہ، برادری بھو جلہ، وہلی۔ 0006

انوار خلیلی کی قلم کا جادو۔ بہت جلد جلوہ گر ہو رہا ہے۔
قیمت فی حصہ رف: - 40/ قیمت فی حصہ مجلد: - 50/

خوف، پر اسرار اور مادرانی واقعات پر مبنی ایک اور
دلچسپ داستان، جو شربا اور خالی گھر کے خالق،
انوار خلیلی کی قلم سے ایک ایسی ناقابل فراموش
سرگزشت بہت جلد جلوہ گر ہونے کیلئے تیار ہے۔

ایم اے راحت کا ایک اور تہلکہ خیز ناول
پراسرار، طنز و مزاح اور جاسوسی کہانیوں
پر ستاروں کیلئے تحفہ۔ یہ تین شیطان کون تھے
ایک ایسی دلچسپ داستان جسے آپ نے آ
تک نہ پڑھا ہو گا۔ بہت جلد جلوہ گر ہو رہا ہے۔

تین حصوں میں مکمل
تین شیطان

قیمت فی حصہ رف: - 40/ قیمت فی حصہ مجلد: - 50/

کتاب والا 2794، کلی چھوٹ والہ، برادری بھو جلہ، وہلی۔ 0006

میں ہوں۔
 ۱۔ یہ کہہ کر کہ میں نے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ سب سچ ہے۔
 ۲۔ یہ کہہ کر کہ میں نے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ سب سچ ہے۔
 ۳۔ یہ کہہ کر کہ میں نے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ سب سچ ہے۔
 ۴۔ یہ کہہ کر کہ میں نے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ سب سچ ہے۔
 ۵۔ یہ کہہ کر کہ میں نے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ سب سچ ہے۔
 ۶۔ یہ کہہ کر کہ میں نے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ سب سچ ہے۔
 ۷۔ یہ کہہ کر کہ میں نے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ سب سچ ہے۔
 ۸۔ یہ کہہ کر کہ میں نے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ سب سچ ہے۔
 ۹۔ یہ کہہ کر کہ میں نے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ سب سچ ہے۔
 ۱۰۔ یہ کہہ کر کہ میں نے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ سب سچ ہے۔

میں ہوں۔
 ۱۔ یہ کہہ کر کہ میں نے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ سب سچ ہے۔
 ۲۔ یہ کہہ کر کہ میں نے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ سب سچ ہے۔
 ۳۔ یہ کہہ کر کہ میں نے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ سب سچ ہے۔
 ۴۔ یہ کہہ کر کہ میں نے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ سب سچ ہے۔
 ۵۔ یہ کہہ کر کہ میں نے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ سب سچ ہے۔
 ۶۔ یہ کہہ کر کہ میں نے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ سب سچ ہے۔
 ۷۔ یہ کہہ کر کہ میں نے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ سب سچ ہے۔
 ۸۔ یہ کہہ کر کہ میں نے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ سب سچ ہے۔
 ۹۔ یہ کہہ کر کہ میں نے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ سب سچ ہے۔
 ۱۰۔ یہ کہہ کر کہ میں نے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ سب سچ ہے۔

افابلا

تاریک پر اعظم کے پراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک
 دو حصوں میں مکمل ہو جاتی ہے۔ ان کا ایک اور نام جیو کی کہانی ہے۔
 فوجی حسناؤں کی ہیمنٹ پیش کی جاتی تھی۔ ایک سیات کی زندگی کے لرزہ خیز
 واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اٹھا کر اٹھایا کے دھبے میں اس کے
 قدموں میں ڈال دیا تھا۔ ایک بار پھر جلوہ گر ہونے کو بے قرار ہے۔
 قیمت فی حصہ رف: - 45/ قیمت فی حصہ مجلد: - 60/

غلام پروین

میاں شاہد علی کی داستان حیات۔ ایک مجبور اور
 بے بس شخص کی ام انگیز کہانی زندگی کے خلیب و
 فراز۔ آناہ و ثواب، اندھیروں اور اجالوں، وقت اور حالات کے مجبور میں جنم
 لینے والی ایک بصیرت افروز کہانی۔ تہلکہ مچانے ایک بار پھر آرہی ہے۔
 قیمت رف: - 35/ قیمت مجلد: - 50/

ظالموت

ایم اے راحت کا ایک تہلکہ خیز ناول جسے تاریکین آج
 تک نہیں بھولے، پراسرار، طنز و مزاح اور جامع کہانی
 ۳ حصوں میں مکمل کہانیوں کے پرستاروں کیلئے ایسی دلچسپ داستان آپ
 آج تک نہ پڑھی ہوگی۔ ایک بار پھر آپ کے ہاتھوں میں آنے کیلئے بے قرار ہے۔
 قیمت فی حصہ رف: - 40/ قیمت فی حصہ مجلد: - 50/

انکا

ایک زہرہ جمال قندہ خصال کے ماورائی کمالات کا قصہ۔ اسے وقت
 مقبول ترین کہانی "جیل احمد خان" کی سرگزشت۔ وہ لہجے کی گڑیا ہو۔
 فراموش داستان جس میں حسن کی رعنائیاں بھی ہیں۔ ازل سے جاری خیر و شر
 کشمکش میں ایک حیرت انگیز معرکہ آرائی۔ ایک بار پھر بہت جلد جلوہ گر ہو رہی ہے۔
 قیمت فی حصہ رف: - 40/ قیمت فی حصہ مجلد: - 50/

کتاب والا 2794، گلی جھوت والی، پہاڑی بھوجلہ، دہلی۔ 006

[illegible][illegible]

بدل ہو گیا۔
 چودھری عزت کیست۔ یہ کہنا ہوا سب کو نہ پڑی
 جتنی عزت ہے۔ یہ جتنی کم ہوا کہہ دیا کی جسک عزت نہیں ہے
 کیا تو صبر ہے۔
 کہنے جا گیا ہوا خاندان میں کو جسک یہ حد کی دی ہو نہ جا
 کہ جسک عزت کو نظر اٹھ کہنے پر مجبور ہو گئے ہوں۔
 جسک عزت کی کیا۔

ہیں۔ تو اس کے طلب ہے کہ تیرے حق میں یہ بات
برائے ہو گئی۔ تیرا داغ روزے ہو گا کہ اس کی شہادت
ہے کہ جو ہے تجھ پر ہو گیا ہے۔ نہ کوئی کہو تو کہی
دست ہے۔ نہیں ہے یہاں کہ تو اس کے حق میں کوئی نہ ہو
یہ کہی ہو کہ اس میں ہے کہ تو ہے۔

[illegible][illegible]

پہلو کی صفینا نہ تھی۔ ایک کئی بجی۔ پہلو نے آواز دیا۔
 وہ پہلو کی جاکٹ ہے۔ شاید وہ وہی دن تھا۔ وہ پہلو کی کمر بند
 اے ڈاکر کی ہے نہ محرابی۔ ٹکڑے کر بیٹے کر۔ ایک۔ تو میری
 پس ہے۔ میری بہن ٹھہرنا۔ تیرا حال ہے جفت ہاں نہ تو۔
 جھٹلے ہو نہ تھی۔ یکہ اس وقت یہ تو تیرے کھانوں کی۔ پھر
 پتھر کا حجر۔ اماں کا بچہ ایک۔

www.urdukorner.com

ظالوت

ایں تم بولو بھائی۔ کیا ہمارے کو دوپٹہ اوڑھا کر انوا کر اینگا۔
 بی بی بی۔ "ڈائریکٹر بیٹے ہوئے بولا۔
 "بالکل بالکل۔" میں نے گردن ہلائی اور سامنے دیکھنے
 لگا، جہاں سیٹھ روٹی والا کچھ لوگوں پر بکڑ رہا تھا۔ اس کا سوا
 بست خراب معلوم ہو رہا تھا۔

"آویار۔ میں چائے پوتا ہوں۔ آؤ۔" ڈائریکٹر مجھے
 اپنے خیمے میں لے گیا اور پھر مجھے ایک کرسی پر بٹھا کر باہر نکل
 گیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ اب مجھے اپنا ماضی یاد
 نہیں آتا تھا۔ حالانکہ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا۔ لیکن ظالوت
 کی ہنگامہ خیزیوں میں میں سب کچھ بھول گیا۔ اور کوئی بات یاد
 رکھنا حماقت تھی۔ خاصی دلچسپ زندگی گزر رہی تھی۔ دیکھنا
 یہ تھا کہ اس نئے ماحول میں کون کون سی دلچسپیاں پوشیدہ
 ہیں۔

ڈائریکٹر اندر واپس آگیا۔ اور میرے سامنے فولڈنگ
 اسٹول کھول کر بیٹھے ہوئے بولا "اپن کو عبدل بھائی پوتا
 سیکرٹری صاحب۔ تمہارا نام کیا ہے؟"
 "گولر بھائی۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اس۔ کیا بولا؟" ڈائریکٹر نے حیرت سے میری طرف
 دیکھا۔ لیکن میرے چہرے پر سنجیدگی کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ
 پہلے مسکرایا پھر سنجیدہ ہو گیا۔ اس نے میرا نام تسلیم کر لیا تھا۔
 چند ساعت خاموش رہنے کے بعد وہ پھر بولا "اے گولر بھائی"
 تمہارا سیٹھ میں پوتا رانا صاحب۔ بہت گریٹ آدمی معلوم ہوتا
 ہے۔ شکل صورت سے تو تم دونوں خدا کسم ہیرو لگتا ہے۔
 ایک دم فس کلاس والا ہیرو۔ پن تم بھوت شان دار لوگ
 ہے۔ ہمارے کو تم سے مل کر بھوت کھوسی ہوا۔"

"مگر آپ اجازت دیں رانا صاحب تو میں باہر کے
 علاقے کی سیر کر لوں۔"
 "چائے نہیں پو کے سیکرٹری؟" ظالوت نے گھبرائے
 ہوئے انداز میں کہا۔

"ان کی چائے باہر چلی جائے گی۔ ویسے بھی آتا اور نوکر
 ایک ساتھ چائے پیتے بھٹے نہیں معلوم ہوتے۔ ٹھیک ہے تم
 باہر کی سیر کرو۔" روٹھلا نے کہا اور میں سعادت مندی سے
 اٹھ کر باہر چلا آیا۔

نواب جلال الدین کے جلال آباد میں بڑے سترے اور
 پاکیزہ ماحول میں زندگی بسر کی تھی، خاصا وقت وہاں گزارا تھا۔
 اس کے بعد یہ تبدیلی کافی دلکش تھی اور پھر ظالوت ایک اور
 انوکھے ماحول سے روشناس ہونے جا رہا تھا۔ اس لیے میں نے
 اسے پورا پورا موقع دیا اور اسے اور روٹھلا کو خیمے میں تنہا
 چھوڑ دیا۔ ظاہر ہے ظالوت کوئی الحال کوئی خطرہ نہیں تھا اور
 پھر اسے خطرہ ہو بھی کیا سکتا تھا۔

باہر قلم ڈائریکٹر میری تاک میں تھا۔ چنانچہ اس نے فوراً
 میری طرف چھلانگ لگائی "ہو ہو۔ آؤ جی سیکرٹری صاحب۔
 خدا کسم ہمارے ساتھ چائے پو تو ہمارے کو بہت کھسی
 ہو ینگ۔"

"سیٹھ روٹی والا واپس آگیا؟" میں نے اس کے ساتھ
 اس کے خیمے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"ارے آگیا سالا۔ کھائی پہلی یوم مارتا۔ ارے جب
 مس روسیلا ہی سوٹنگ کو تیار نہیں ہو نکا تو پھر وہ کیا کر لیں گا۔"

"نکیر پہل بھائی۔"

"ارے نکیر! وہ کیا بات ہے۔ ہم تو تمہارا کھانا بنے۔ میں تمہارا سینہ کیڑا پڑا ہوں۔"

"یوں۔ کیا ہو گیا؟" میں نے چونک کر کہا۔

"اے۔ چہ نہیں ہوا۔ کچھ خلی ہو ان میں پونہ رانا صاحب کا لیا اور بار کرتا ہے۔"

"اسے کاروبار کی ضرورت کیا ہے عبدل بھائی۔ اس کے خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ کسی ضرورت کی قطعاً ضرورت نہیں انہیں غریبوں کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔"

"ہو نہ ہو۔" عبدل بھائی کے منہ سے کھلکی ہوئی آہ نکلی اور پھر وہ لرزتے ہوئے کہنے لگا "ارے خلیاوت!"

"اچھا۔ تم میرا صاحب ہے رانا صاحب کو پورا بھلا بنا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ تم نے ان کو مائت اور سرت انگہ دار بنا دیا۔"

اور رانا صاحب نے اس کے ہاتھ میں کھینچ کر کہا۔ "مکہ مت جا کر یہ ہم نے پورا ڈن سمنڈ ڈائریکٹ کیا۔"

سب صاحب ہٹ گیا۔ خدا کا شکر تھا اور دعا ہے ہمارا بھوت نام ہے۔"

"میں رانا صاحب نے بات کروں گا۔ بڑھیکہ انھیں تمہارا ماحول بند کر دیا۔"

میں نے ہنس کر کہا۔ "وہ کیا ہے؟ کوئی صاحب کو مائت کرنے لگا ہے۔"

"سب کام بنے گا یا رہ۔ میں تم دیکھ کر رہا ہوں۔ تمہارے کونہار ساتھ دینے چاہئے گا۔"

"میں تیار ہوں۔ مگر تمہارا سینہ کیڑا پڑا ہے۔ وہ رانا صاحب سے خارج کر دیا ہے۔ اگر اس نے رانا صاحب کو مارا تو اس کی موت ہو جائے گی۔"

"ارے صرف کل کا بات کو رہا ہے۔ اپنا سینہ کاؤ نہیں بنے۔ کل سارا سونگ کر لے گا اور پھر اوجھڑے چلے گا۔ ویسے ہم سینہ کو سمجھاؤں گے۔ تم چمکرت کر۔"

عبدل بھائی نے کہا اور اسی وقت اس نے ڈھل چائے اکھی اٹکی تو اس نے روٹیاں لے بیجوائی تھی دو سری عبدل بھائی نے چھوٹی تھی۔ پانچوہم نے ڈھل ڈھل چائے لی اور چائے کے ساتھ عبدل بھائی میرا سینہ ڈھل ڈھل فرماتے رہے۔ انہوں نے مجھے فہم ہانے کے لئے تیار کر کے ہی چھوڑا تھا۔

کئی دن کے بعد میں عبدل بھائی سے جان چھڑا۔ کا اور مس روٹیاں لے لینے کی طرف چل پڑا۔ روٹیاں اور طاووت اندر موجود تھے۔

"میں آگے ہوں؟" میں نے دروازے سے نئی اجازت طلب کی۔

"آپ کو تھک رہی اندر جاؤ۔" طاووت نے بے بسی سے کہا اور میں اندر داخل ہو گیا۔ طاووت کے چہرے پر غصے کی علامت تھی۔ اس کی وجہ مجھے فوراً معلوم ہو گئی۔

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔ گویا روٹیاں طاووت کو فہم ہانے پر راضی کر چکی تھیں۔

"میں نے طاووت کو گھوڑت دے دیا۔"

"میں روٹیاں بہت اچھی دوست ہیں۔ تیرے بی۔ ہم کچھ وقت ان کے ساتھ گزارنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

"معلوم ہو گیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اب تو شاید سیدہ روٹی والا اسے بند نہ کرے۔"

"وہ کون ہو گا؟ پند یا پند نہ رہے والا۔ اس کی کیا مولا ہے رانا صاحب میرے ممان ہیں۔" روٹیاں نے غل دیا۔

"تب ٹھیک ہے۔ ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"نیک بھری پھرے بچپن کے دوست بھی ہیں مس روٹیاں۔ اس لیے میں ان کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا۔"

"اوہ۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے تیرے بھائی صاحب۔" روٹیاں کا لہجہ بدل گیا۔ ویسے آپ کے رانا صاحب بہت عمدہ انسان ہیں۔ میں انہیں دل سے پند کرنے کی ہوں۔"

"قل ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔ دل ہے۔" روٹیاں نے گہری آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ میں کیڑا آؤں ہوں اور مجھے سنبھالنا ضروری ہے میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ عبدل بھائی اس مسئلے پر رانا صاحب سے گفتگو کرنا بھی نہ رہی تھی۔ ویسے یہ بات تو ہمارے پروگرام میں شامل تھی کہ اس ماحول کو بھی اندر سے دیکھا جائے۔

رانا عزیز اندر روٹیاں کے منہ پر نظر تھے اور روٹیاں نے انھیں کو دیکھا تھی۔ اس لیے سینہ روٹی والا بھی نرم ہو گئے اور فوراً ہی طور پر ہمارے لیے ایک ٹیبلہ ڈھل کر دیا۔ نیچے کے کینوں کو دوسروں کے ساتھ لپیٹ لیا تھا۔ ہر حال ہم اس پورے پورے کی گاہ میں تھے اور نہ۔ بار۔ میں طرح طرح کی انوائس پھیل رہی تھیں۔ ابھی تک مس روٹیاں نے طاووت کو نہیں چھوڑا تھا اس لیے مجھے اس سے بچانی میں چھوٹو کا مہو نہیں ملا تھا۔ لیکن مغرب سے پند چلے گئے یہ موقع مل ہی گیا۔ اس وقت مس روٹیاں اپنی نانی سے کسی مسئلے

"نہم لڑنے چلی گئی تھیں۔ میں اور طاووت اپنے نیچے میں بیٹھے۔"

اندر آتے ہی طاووت بس پڑا تھا "یار مارو۔ بڑی عمدہ جگہ ہے مزہ آتا ہے۔"

"ہاں بھائی۔ تیری قسمت میں مزے ہیں۔ مزے کر۔"

میں نے ایک گہری سانس لے لی۔

"مزے تو تمہیں کرسکتے ہو۔ دو سری لڑکیاں بھی موجود ہیں۔"

"وہ لڑکیاں ہیں؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"خیر لڑکی تو یہ روٹیاں بھی نہیں ہے۔ لیکن اس دیرانے میں غیبت ہے۔ پند نہ رہے۔ ہم باقاعدگی سے اس ماحول کا پوری طرح جائزہ لیں۔ مجھے تو یہاں کی زندگی بہت دلچسپ معلوم ہوئی ہے۔"

"طاووت۔" میں نے سرزنش کے انداز میں کہا "میری بہ اہمیت ہے؟"

"یہ وہ ہے ایمان سے یاد ہے۔ تم فکر مت کرو۔ اب میں کسی کے پند۔ میں نہیں چھوٹوں گا۔ واقعی تفریح میں یہ حیرت ہے؟"

"ہاں۔ واقعی تفریح میں کوئی حیرت نہیں ہے۔"

"وہ مارا۔ گویا تمہاری طرف سے ٹھوڑے حرکت کے لیے اس ماحول میں رہنے کی اجازت ہے؟" طاووت نے خوش ہوتے ہوا۔

"ہاں ہاں۔ یہ تو ہمارے پروگرام میں شامل تھا۔"

"بوند و باد۔" طاووت خوشی سے اچھلتے ہوئے پڑا۔

"اسی ہے کیا؟" طاووت نے پوچھا۔

"یہ تو ہے۔ پند میں لائے فائن ہوئی پڑتی ہے۔ ایسے ایسے جانی والے ہیں کہ اگر تمہاری بدایات اور پانچوہم شامل نہ ہوں تو میں تو خود کو زندہ کی ہمارے لیے اس کی غلطی میں پیش کر دیتا۔"

"کیا کہہ رہی تھی؟"

"میں وہ تھی چار ہزار پانچ سو تھوڑے اوپر مائت ہو گئی تھی۔ اس سے بھی اپنی زندگی میں کچھ محسوس ہوئی تھی۔"

میں نے اسے گہری سانس لی۔ اور اب وہ میرے بغیر زندگی گزارنے کو مجھے پر تر ہے کہ اس نے مجھے دعوت دی کہ میں اسے قتل کر دوں یا پھر اپنی سبکدوشی اس کی کاہلوں سے اوچھلے کر دوں۔

"غوب غوب۔" باتیں تو اسے زبانی یاد رہتی ہیں کیونکہ ہر قلب میں دہرائی جاتی ہیں اور پند ہوتا ہے۔"

"میں وہ تھی چار ہزار پانچ سو تھوڑے اوپر مائت ہو گئی تھی۔ اس سے بھی اپنی زندگی میں کچھ محسوس ہوئی تھی۔"

میں نے اسے گہری سانس لی۔ اور اب وہ میرے بغیر زندگی گزارنے کو مجھے پر تر ہے کہ اس نے مجھے دعوت دی کہ میں اسے قتل کر دوں یا پھر اپنی سبکدوشی اس کی کاہلوں سے اوچھلے کر دوں۔

"غوب غوب۔" باتیں تو اسے زبانی یاد رہتی ہیں کیونکہ ہر قلب میں دہرائی جاتی ہیں اور پند ہوتا ہے۔"

"میں وہ تھی چار ہزار پانچ سو تھوڑے اوپر مائت ہو گئی تھی۔ اس سے بھی اپنی زندگی میں کچھ محسوس ہوئی تھی۔"

میں نے اسے گہری سانس لی۔ اور اب وہ میرے بغیر زندگی گزارنے کو مجھے پر تر ہے کہ اس نے مجھے دعوت دی کہ میں اسے قتل کر دوں یا پھر اپنی سبکدوشی اس کی کاہلوں سے اوچھلے کر دوں۔

"غوب غوب۔" باتیں تو اسے زبانی یاد رہتی ہیں کیونکہ ہر قلب میں دہرائی جاتی ہیں اور پند ہوتا ہے۔"

"اور کچھ سے کیا مراد ہے؟"

"بھائی بھائی۔ یہ تو ہے کچھ کچھ۔"

"بھائی۔ میرا مطلب ہے کچھ۔" طاووت نے گہرا زور دیا۔

"خیر۔ خیر۔ پریشان مت ہو۔ میں خود بخود اس سے کہو کہس پر فہم آپ اس کے استعمال کیا کر۔ نہ تو کبھی کے رخساروں اور ہونٹوں کے نشان اس کا راز بکشتا۔ ہاں کہہ دیتے ہیں۔"

"ارے تو پند۔ تو پند۔" طاووت نے منہ پیٹتے ہوئے کہا۔

"نہیں طاووت۔ یہ مقام تو پند نہیں ہے۔ ان لوگوں کی زندگی میں ہے۔" میں نے کہا۔ اسی وقت باہر سے عبدل بھائی کی آواز سنائی دی۔

"اے گولر بھائی۔ کیا تم اندر ہوتا پڑا ہے؟" میں نے گویا ہوں؟

"گولر بھائی۔" طاووت نے حیرت سے میری طرف دیکھا۔

"ہاں۔ عبدل بھائی کو گولر بھائی سے مل کر بھوت کھوٹی ہوا تھا۔ اس لیے میں گولر بھائی بن گیا ہوں۔ خیال رکھنا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا اور طاووت بھی ہنس پڑا۔

"دیکھیں اس پند کی چٹا پڑی ہے۔" میں نے منہ اور باہر ڈھل دیا۔

"تب گولر بھائی۔ ہم سارا تمہارے کو مارے ہیں۔" طاووت نے پند کیا۔ "عبدل بھائی نے ہنستے ہوئے کہا۔"

"کیا بات ہے عبدل بھائی۔"

"وہ مس روٹیاں تمہارے کو بلاتا ہے۔" میں نے پند دیکھنے کو کہا۔

"کھانے کو ہیں؟" میں نے روٹی والا کو تیار کر لیا ہے۔

"کہاں ہیں؟"

"روٹی والا کے رخت کے پاس اسکرین لگا ہے اور پروٹیکشن بھی ہے۔"

"نہیں عبدل بھائی۔ تم پہلو میں رہنا۔ اب کھانے کرنا ہوا۔" میں نے منہ اور غیب بھائی چھوڑا۔

"کیا کہہ رہا تھا؟" طاووت نے پند کیا۔

"تو۔" میں نے کہا۔ "میں نے منہ اور طاووت دیکھی تھیں۔"

میں نے اسے گہری سانس لی۔ اور اب وہ میرے بغیر زندگی گزارنے کو مجھے پر تر ہے کہ اس نے مجھے دعوت دی کہ میں اسے قتل کر دوں یا پھر اپنی سبکدوشی اس کی کاہلوں سے اوچھلے کر دوں۔

"غوب غوب۔" باتیں تو اسے زبانی یاد رہتی ہیں کیونکہ ہر قلب میں دہرائی جاتی ہیں اور پند ہوتا ہے۔"

"میں وہ تھی چار ہزار پانچ سو تھوڑے اوپر مائت ہو گئی تھی۔ اس سے بھی اپنی زندگی میں کچھ محسوس ہوئی تھی۔"

میں نے اسے گہری سانس لی۔ اور اب وہ میرے بغیر زندگی گزارنے کو مجھے پر تر ہے کہ اس نے مجھے دعوت دی کہ میں اسے قتل کر دوں یا پھر اپنی سبکدوشی اس کی کاہلوں سے اوچھلے کر دوں۔

"غوب غوب۔" باتیں تو اسے زبانی یاد رہتی ہیں کیونکہ ہر قلب میں دہرائی جاتی ہیں اور پند ہوتا ہے۔"

"تب آپ یہاں سے دور سے ساتھ ہی چلیں۔"
"میں چلوں گی۔"

"نیاں روٹی والا کے ساتھ بزنس میں شرکت نہ لیں۔
اس طرح آپ کو کچھ بھی جو جائے گا اور ہم دونوں مل کر
ایک قیمتی عمل لیں گے اور اپنی کمپنی بنا لیں گے۔"

"اپنی کمپنی میں میں صرف آپ کے ساتھ ہوں
کی۔ میرے متعلق اور کوئی چیز نہیں آئے گا۔"
"نہیں آئے گا۔" طاہراتہ انعام نے کہا۔
"تب پھر صبح ہی تب اپنے کچھ بھائی کو روانہ کریں اور
روپیہ منگوائیں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ دس بیس لاکھ تو بیشہ
پسند رہتے ہیں۔ میں صبح کو نقد روپیہ دے دوں گا۔"
"دس بیس لاکھ! روٹیاں اٹھانے پڑی۔"
"ہاں۔" طاہراتہ نے لاپرواہی سے جواب دیا۔
"اور آپ اتنی دولت لے لیں ان دنوں میں جتنے چاہتے
ہیں۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"
"بذخ میں آکر بھی مل سکتے ہیں۔"

"دل تو میں ان سے نہیں چاہتا ہوں۔ دوسرے اگر ذاتی
رقم بھی بھی جائے تو یہ فرق پڑتا ہے ان کے کام سے جانے کی
میرے یہ من کیا کی بات؟" روٹیاں لے لیں اس عظیم انسان پر مزید
بند جانوں سے فدا ہو گئی جو دس بیس لاکھ کو چلو کر داتا ہی
نہیں تھا۔ اس کے ارادے بہت بھیاںک ہوئے اور جب
حالات نے بھی اس کی پذیرائی کی تو پھر میں نے وہاں رہنا
منا سب نہ سمجھا۔ چاندنی رات کا ٹھیل میرا دماغ بھی خراب
کر رہا تھا۔ میں وہاں سے جس چڑا اور اب میں نے دوسرے
بیموں میں بہتے کا پور کرنا ہوتا۔

وہاں میں جو سب سے پہلے غصہ نظر آیا، میں اپنی ہی
خوف چل پڑا۔ اس غصے کے کہیں سو نہیں رہے تھے اندر
سے انہوں نے کی تو اڑیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے
تذخ سے غصے کے پردے کو ہٹایا۔ لیکن یہاں کا تا تک کچھ
اور ہی تھا۔ ایک سچی ہوئی لڑکی ایک طرف کھڑی تھی اور
ایک آوی ایک بستر پر بیٹھا تھا۔

"نہیں سمجھتی تھو میرے باپیں ہاتھ کا کہیں ہے
نوری۔ تم بھائی ہو کہ تمہیں یہاں تک لائے والا بھی میں ہی
ہوں۔" امرا نے بیرونی توازن میں کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے بابو خاں۔ مگر تم یہ خود کرو تمہاری

ایز کے ایک اشارے سے پرے شمار لڑکیاں تمہاری آغوش میں
ہیں کی بچہ ایک غریب کی عزت سے کر تمہیں کیا ملی ہے۔
مجھ۔ لڑکی نے دل نہ لڑ تو نہیں تھا۔

"دونہ۔ عزت عزت عزت نہ جانے ہر لڑکی نے
داؤں کے ٹھیل کو عزت لیا یا نہیں۔ تمہیں پندرہ۔ پ
نوری۔ میں کچھ سے نصف اندوڑ ہوتا چاہتا ہوں۔ کسی کو لڑکی
کافن بھی پتہ نہیں ہے۔ کوئی اس بار بار نہیں ہو گا اور
تیری زندگی بن جائے گی۔ خدا نہ کہ باہر کا موسم بہت خوب
صورت ہے۔ آمیرے بڑا ٹیک آیا۔"

"نہیں بابو خاں۔ خدا کے لئے نہیں۔ میں نے تم سے
باہر قدم رکھنے وقت اپنے آپ کو لے لیا تھا کہ اب حالات کچھ
سڑکوں پر سٹ بیا رہے ہیں میں ان سے لڑوں گی اور بھی
حالات کچھ کھست دینے کے واسطے دو گئے تو میں ان سے
لڑتے ہوئے جان دے دوں گی۔ آپ کا نہیں خراب نہیں
کروں گی۔"

"یہ بات تو نے اس کمزور بڑے مت کی تھی تو خود
نرپانی بھی نہیں پتی تھو۔ تو نے اس سے یہ سال بھی لیا تھا
کہ اب اپنی اگر میری زندگی کو کوئی سارا نہیں دے دیتے تو مجھے
پیدا کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوتی تھی۔" بابو خاں نے
کہا۔ "نہیں نہیں بابو خاں۔ خدا کے لئے ایسا بہت کم۔ ہم
بڑے ٹھیک ہیں تب میرے پاس زندگی بھر محنت مزدوری
کرنے چاہئے۔" بابو خاں نے اگر وہ ٹھیک کی چٹکائیوں ان کی
آنکھوں میں نہ ڈکرائیں تو ہم آج بھی وہی ہوتے۔ بد پہلے
تھے۔"

"اور جو تھے وہ بہت اچھے تھے؟" بابو خاں نے غصے
انداز میں کہا۔

"ہاں بابو خاں۔ جو تھے وہ بہت اچھے تھے۔ اس میں
عزت کی روٹی ملتی تھی۔"

"پھر وہی عزت عزت کی رہے۔ میں کہتا ہوں اب کوئی
تیری یہ عزت دور ہی۔ جہاں یہ جتنی ایکسٹرا لڑکیاں ہیں ان
کی عزت نہیں ہے؟ کیا تو ان سب سے ایک ہے؟"

"کون جانے بابو خاں۔ ان میں کون کون دور کی ماری ہو
نہ جانے یہ کن حالات میں عزت کو نظر انداز کرنے پر مجبور
ہوتی ہوں۔" لڑکی نے درد بھرے انداز میں کہا۔

"ہوں۔ تو اس کا مطلب ہے کہ تیرے لیے بھی وہی
حالات پیدا کرنے ہوں گے۔ تب تیرا دماغ درست ہو جائے گا
کھول کر سن لے نوری صرف میری وجہ سے کچھ یہ دوسرے
روپے ماہوار ملتے ہیں۔ ورنہ کوئی ایکسٹرا لڑکی باقاعدہ

مازمت میں نہیں ہے۔ یہ ہر رات انہیں لڑکیوں اور ان
کے دوستوں کو خوش کرتی ہیں تب میں چکر نہیں لگتی کہ میں
میں ہوتا ہے۔"

"نہیں باقی بچوں بابو خاں۔ تیری وجہ سے میری عزت
محفوظ ہے۔ آپ نے دوسروں سے مجھے محفوظ رکھا ہے تو خود
کیوں مجھے رہا کر دے؟ یہ تو ہوتا ہے۔"

"انہوں۔ بس تو دیکھو وہ چاندنی۔ میری طبیعت ٹھیک
نہیں ہے میں نے سوچا تھا کہ کچھ سے دل بہاؤں گا پھر تو نے
انہیں میرا دماغ خراب کر دیا۔" بابو خاں نے غصے سے انداز
میں بولا۔

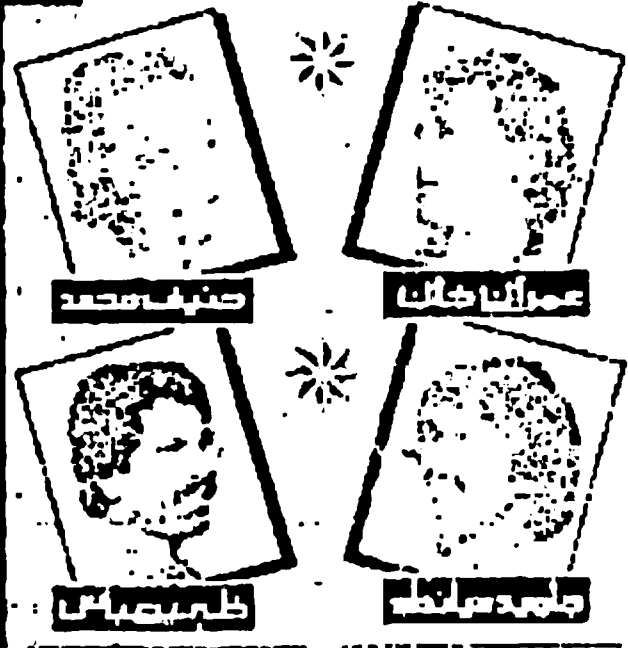
"بابو خاں۔ میں تیرے اوپر سب سے زیادہ محروم مارتی
ہوں۔ تو نے ہمارے پریشان حال خاندان کو بدست وقت میں
سارا دی ہے۔ بابو خاں۔ میرا کوئی بھائی نہیں ہے۔ تیری
بھروہی پر میں نے کچھ اپنا بھائی مان لیا تھا۔ ہمیں لی روزی
مت چھیننا میرے بھیاں۔ ہم سب سب موت مرنا ہیں
گے۔"

"اب باقی ہے نہ نہیں انہوں نے بھی۔ کوئی ہمیں بن کر
پھنسا نہیں کی۔ سزا محسوس کرنے سے بدست بھائی بنائے ہیں
سب جاتی۔ یہ کہ بھائی ایک لڑکے۔"

"ناراضی روزی مت چھیننا بابو خاں۔ ہماری روزی مت
چھیننا۔" نوری کو رات کو بونے پر لٹائی تھی۔ میرے روٹنے
کھڑے ہوئے تھے۔ درد نہ اور بے ہوش کا ایک اور مظاہرہ۔
میرے مہرہ کیا پوری دنیا اپنی تاسروں سے بھری ہوئی
جب دنیا کو ایک ہی رنگ کیوں نہیں دیا گیا۔ کسی کو لحاظ کسی
کو مظلوم کیوں بنا دیا گیا۔ کسی کو مطلب کسی کو محنت کیوں بنا دیا
گیا۔ سب تیری مخلوق میں ہیں۔ سب کو تو زندگی ملانی
ہے پھر ان کی بات روز انسانوں کے ہاتھ میں دیں دے۔ کی؟
اپنے بندوں کو تو نے بھی یوں کے پیرا کیوں کر دیا؟ تو پتا تھا
کہ تیری مخلوق میں زندگی بھرے پڑے ہیں۔ پھر تو نے عدم
کائنات صاف اپنے ہاتھ میں لیا رکھا۔ یہ کیا ٹھیل ہے
میرے مالک۔ اس ٹھیل کا مقصد کیا ہے؟

میرا ذہن پتھن اند تھا۔ نوری کی غصے میں روپوش
ہوتی تھی۔ شاید وہ پوری رات جاتی رہے شاید وہ پوری
رات خوف زدہ رہے کہ میں بابو خاں سے تو لڑتی سے نہ
نکھڑاؤں۔ غور نہ کر میری زبان۔ نوری۔ تو میری زبان ہے۔
میری زبان غور نہ نہ ہو۔ تیرا بھائی کچھ تو فک نہ دے دے
گا۔ میرے دس سے تو لڑتی۔ شاید اس وقت یہ آواز نوری
کے کان تک نہیں پہنچتی تھی۔ تاہم میں بھی نہ کی۔

کریکٹ کریکٹرز



قیمت فی حصہ 250 روپے

ڈاک خرچ فی حصہ 25 روپے

دنیا کے کرکٹ کے بڑے کرکٹرز کی زبان

کرکٹ کی اس بگ بگاتی دنیا کے چوکا دیے والے نقش و نگار
اور واقعہ نگار ہیں۔ چار عظیم کرکٹرز کی زندگی کے پوشیدہ
اور سرسبز راز جو کبھی منظر عام پر نہیں آئے۔ اردو زبان کی
اپنی نوعیت کی واحد کتاب جس میں ان کھلاڑیوں کی زندگی کا
جو پہلو اور جزو در جزو تفصیل سے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

منگوائے کیلئے آج ہی فون کریں

کتابیات پبلی کیشنز کراچی
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
021-5804300
tabiat1976@yahoo.com

ابن عربی کا تالیف میں خاص و عام۔ اب دیکھو،
مسابقہ میں "مسابقہ"

”قومیں تیار ہوتا ہوں، لیکن یہ کہ اس کی مجلس لڑے۔
یہ وقت اس کے لیے بہت ہی سنگین ہے۔“

دوسرے لوگ کاویں نہ کہتے تھے۔ یہ لوگ نے نیپ کاوی
 نہ کہتے تھے۔ مخصوص کردہ جیجی جنکین روشنی اور انسانی

"جہاں"۔ "تورن"۔ "راجہ"۔ "جے" میں دل "میرا" کوئی جہاں
نہیں ہے تیرا صاحبہ۔ دل میں ایک ہی جہاں ہے۔ "راجہ"۔ "جہاں"۔

"باشہ یہ ایک عمدہ قلاب ہے۔ جہاں بڑی بڑی عمارتوں روزگار چلتا ہے۔" وہ کہتا ہے۔ "میں نے یہ روٹی دیکھی جس کی آبی کوٹھیاں ہیں۔ لیکن یہ اپنی قسم نہیں مچا کر سکتا۔ مچل جاتی قسم ڈانٹ کر کھڑے لیکن وہ لڑکیاں تک سپاہی کو مل سکتی ہیں باوجود خانوں میں مس روٹیاں اور ان کی مانی!"

"یہ تو نمونہ ہے طاقت۔ یہاں ہمیں بڑے بڑے عجب طبع کے ایسے ذرا آفس قائم ہو جائے۔ دو۔ پھر دیکھو۔"

"دلچسپ ماحول ہے۔ مجھے یقین ہے یہاں بہت عمدہ وقت گزرے گا۔"

"یقیناً۔ فی الحال مس روٹیاں کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"وہ حیرت انگیز طور پر غائب ہوئی ہے لیکن اب مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ وہ جی طور پر متاثر ہو گیا تھا۔"

"خوب۔ تمہاری یہ بات پسند آئی۔ دیکھو اس لائن میں نوری جیسی لڑکیاں بھی موجود ہیں۔ میں اس لڑکی کے بارے میں بہت متوجہ کی تھی۔ سوچ رہا ہوں میں نے کہا۔"

"نوری جیسی لڑکی کے لئے جان بھی حاضر ہے میرے دوست۔ ہماری دلچسپ تقریبات میں اگر کچھ لوگوں کی پیشانیوں پر جو جاس تو کیا حیرت ہے۔ باشہ یہ دو بھری زندگی کا یادگار دور ہے۔ میں تمہاری اس دنیا سے بہت متاثر ہوں۔ عارف۔ یہاں دکھ اور خوشیاں ملی جلی نظر آتی ہیں لیکن زندگی کے لئے بے شمار ہنگامے مہیا ہیں۔ کم از کم یہاں سے انسان اتنا نہیں سکتا۔ میں یہاں سے جانے کے بارے میں سوچ کر ہی خوفزدہ ہو جاتا ہوں۔"

"ہاں طاقت۔ اگر فوراً تو قدرت نے اس دنیا کو یکسانیت نہ بخشی تو اس میں زندگی دواں دواں کر دی ہے۔ ورنہ سکوت ہوتا۔ لوگ مودوں ہوتے۔ اور پھر یہاں زندگی گزرتا ہے وہ مشکل ہو جاتا۔"

"یقیناً۔ میں متفق ہوں۔ ہر صورت اس اجنبی دنیا میں بہت سے کام ہماری خاص طور سے میری سمجھ سے باہر ہیں۔ میری سمجھ میں آتی تو یہ بات ہی نہیں آتی کہ یہاں انسانی تصویریں متحرک کیسے ہو جاتی ہیں۔ لیکن ہر حال ایسی بہت سی چیزیں ہیں جو میری سمجھ سے باہر ہیں۔ تم نے اسے ساتیس کا نام دیا۔ میں نے تسلیم کر لیا۔ ویسے معاملہ مشترک ہی ہے۔ قدرت نے ہم لوگوں کو جو قوتیں دی ہیں وہ صرف ہماری مرضی کے تابع ہیں۔ تم انہیں ساتیس کہتے ہو۔"

میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ سیدھ روکا۔ وہاں ایک ملازم اندر داخل ہوا۔

"صاحب جی۔ میں روٹیاں ڈالنے آیا ہوں۔"

"راٹا صاحب سے بات کریں گے۔" ملازم نے جواب دیا اور میں نے مسکراتے ہوئے طاقت کو اشارہ کیا۔

"آؤ یار۔ تم بھی آؤ۔" طاقت نے شانے بھینکتے ہوئے کہا اور میں بھی بہت دیر اس کے ساتھ اٹھ گیا۔ راستے میں میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"صرف ایک ہی رات میں پورے ہو گئے؟"

"وہ اسی ٹائپ کی عورت ہے۔ میں اسے پروا ہی نہیں کرتا۔ حالانکہ اس نے خدا کو حاضر و ناظر جان کر میرے عشق اور اپنی مصیبت کی قسمیں کھائی ہیں۔"

"بہر حال اس نے اپنا سب کچھ تمہارے حوالے کر دیا ہے کچھ تو قدر کرو۔"

"یار سیدھی سادی بات کرو تو ٹھیک ہے۔ وہی سب کچھ کی بات۔ تو میرا دعویٰ ہے کہ وہ اپنا سب کچھ بہتوں کے حوالے کر چکی ہوگی۔" طاقت نے اور مجھے ہنسی چھٹی۔ میں اس کے ساتھ اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں فون کا ریسیور میز پر رکھا ہوا تھا۔ طاقت نے ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو۔" اس نے کہا۔ اب وہ اس دنیا کے حالات بخوبی سمجھ گیا تھا۔

"وہ۔ حالانکہ پندرہ تھنوں کے بعد تمہاری آواز سنی ہے۔ لیکن ایسا لگ رہا ہے جیسے برسوں سے کان اس آواز کو ترس رہے ہیں۔ ایسا کیوں ہے ڈارلنگ؟"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"تم کہتے بھولے ہو تم۔ تم نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی۔ ہائے کبھی تو نے ہی نہیں۔ خیر تو ڈارلنگ تم نے بھی میری غیر موجودگی میں کیا محسوس کیا؟"

"میں نے جو کچھ محسوس کیا ہے وہ اپنے بیکہٹری کو بتا دیا ہے۔ آپ ان سے بات کر لیں۔" طاقت نے کہا اور ریسیور میری طرف بڑھاؤ۔ میں نے پوچھا ہے ہوئے انداز میں ریسیور پکڑ لیا۔ طاقت نے اچانک یہ بد معاشی کی تھی۔ بھلا میں کیا کہہ سکتا تھا۔ لیکن اچانک میری دگ شرارت پھڑک اٹھی۔

"ہیلو۔" میں نے ریسیور میں کہا۔

"خیریت ہے؟"

اندھا شکر ہے جی۔" میں نے مسکھ خیز انداز میں کہا۔

"گولر بھائی۔ یہ آپ کے رانا صاحب کس قسم کے آدمی ہیں؟"

"قسم اللہ کی۔"

"مطلب تو مجھے بھی نہیں معلوم۔ آپ کو کیا بتاؤں۔"

"بہت شرمیلے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ میری بہائی میں آپ پر کیا گزری تو کہنے لگے کہ میرے سیدھے بھائی سے معلوم کر لیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے گولر بھائی؟"

"ہاں جی بہت بڑی گزری ہے۔ کمر میں درد ہے۔ کراہ کر اٹھ بیٹھ رہے ہیں۔ آنکھوں کے سامنے نیلی جلی پڑ گاریوں کی شکایت کر رہے تھے۔ کچھ ڈرے ڈرے سے ہیں۔ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ کسی عورت کا فون آئے تو فوراً منہ بند کر دوں۔"

اندھ بڑے شرمیلے ہیں آپ گولر بھائی۔" روٹیاں نے شرماتے ہوئے کہا۔

"امی میں تو ان کی باتیں دوہرا رہا ہوں۔"

"خیر۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ وہ اس نے چھڑا سکیں گے میں نے یہ چند لمحات کی بددلی صرف اس لئے بدداشت کی تھی کہ گھر والے اگر ان کے شایان شان انتظام نہ کر لیں۔"

"اور تو کیا آپ نے انتظام کر لیا؟"

"ہاں۔ میں تھوڑی دیر کے بعد پہنچ رہی ہوں آپ لوگوں کو لینے۔ آپ میرے یہاں قیام کریں گے اور ہاں آپ سے کچھ ضروری باتیں بھی کرنی تھیں۔"

"گولر اب تک کی باتیں غیر ضروری تھیں؟"

"نہیں۔ وہ بھی ضروری تھیں لیکن خاص بات یہ ہے کہ آپ سیدھ روٹی والا کے چھائے میں نہ آئیں۔ وہ بڑا فراڈی آدمی ہے۔ مجھے تو ان پانچ لاکھ کا ہی افسوس ہے جو رانا صاحب نے ادا کئے اور ان کی رسید بھی نہیں لی۔"

"اور۔ لیکن رانا صاحب کا تو خیال ہے کہ آپ نے بھی روٹی والا کی سفارش کی تھی۔"

"لیکن اس وقت یہ خیال تھوڑا ہی تھا کہ رانا صاحب اتنی رقم ساتھ لے پھرتے ہوں گے اور فوراً ادا کر دیں گے۔ لیکن رانا صاحب تو درحقیقت بہت بڑے انسان تھے۔ اتنی بڑی رقم انہوں نے نکالیاں بھانٹے ادا کر دی۔"

"بہر حال یہ باتیں آپ رانا صاحب سے ہی کریں۔ آپ کے آنے کی خبر سن کر ان کا رنگ زرد ہو گیا ہے۔ برسوں کے مریض معلوم ہونے لگے ہیں۔ اب آپ بنی بڑا انہیں سنبھالیں۔"

"میں ایک مہینے کے اندر پہنچ رہی ہوں۔"

"بہت بہتر۔" میں نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔ طاقت جھپٹتے ہوئے انداز میں ہنس رہا تھا۔ "آرہی ہے۔ میں نے مسکرا کر کہا۔"

"نور اگل چلو۔" طاقت اٹھتے ہوئے ہوتا۔

"ارے ارے وہ زندہ سی تھوڑی کرتے گی۔" جانے دو۔" میں نے جتے ہوئے کہا۔

"گولر اس صحت کو یار۔ نوری کے ہاں نہ باتیں گے اگر وہ آتی تو۔ میں ہو آتا ہوں تم رک جاؤ۔"

"عارف خدا کے لئے چلو۔ میں واقعی اس عورت سے خوفزدہ ہوں۔"

"تو آسانی سے جان نہ بھاسکو گے طاقت۔ ویسے فکر مت کرو۔ میں کسی فٹ پا بھی ٹھیک سے تمہارے لئے نقری گولیاں خرید لاؤں گا۔" اور پھر طاقت کو جھلائے ہوئے انداز میں کھڑے ہوتے دیکھ کر میں بھی جلدی سے کھڑا ہوا۔

"چلو چل تو رہا ہوں۔ مگر عدیل بھائی۔"

"ہم خود نوری کا پتہ لگائیں گے۔" طاقت نے کہا۔

"وقت ہوگی۔ میرے ذہن میں ایک اور ترتیب ہے۔"

"کیا جلدی بتاؤ۔"

"ات آئے دو۔ ہم اس کی ہنگاموں سے غائب ہو جائیں گے۔ جب عدیل بھائی آئیں گے تب تک وہ پہنچ جائے گی۔"

"وہ طاقت میری آنکھوں میں دیکھنے لگا اور پھر اس نے گردن ہاتھ مسکراتے ہوئے کہا۔" چلو ٹھیک ہے یہ ٹھیک ہے۔ وہ اطمینان سے بیٹھ گیا۔ مجھے بے تحاشا ہنسی آرہی تھی۔ میں کوشش کروں گا کہ یہ عشق تمہاری طرف منتقل کر دوں۔ طاقت نے جھلائے ہوئے انداز میں دانت پیستے ہوئے کہا۔

"بات کیا ہے میری جان۔ اس قدر گھبراتے ہوئے کیوں ہو؟" یار بڑی بھانک عورت ہے۔ میرے تو فرشتوں کی بھی بہت نہیں پڑتی۔ بھلا میں اس حد تک جاسکتا ہوں۔ اس نے خود ہی گڑبڑ ڈالی تھی اور پھر موقع بھی نہیں دیتی۔ میرا خیال ہے وہ تمہارے عدیل بھائی اور روٹی والا کے سامنے بھی اگلا عشق کے بھونڈے طریقے اختیار کرتے گی۔"

"ہاں۔ یہ تو خطرناک بات ہے۔"

"ابھی تو بہت سی ایسی فلمیں ملی میری جان۔ ذرا کسی فلم کا فکری حیثیت سے خود کو متعارف تو ہو جائے۔" میں نے آنکھ دھاتے ہوئے کہا۔

"تب تو جلدی بھانک جانا پڑے گا۔" طاقت نے شانے بدلتے ہوئے کہا۔ کافی دیر تک ہم اسی قسم کی گفتگو کرتے

”ارے اور کیا۔ فیس کد میں وہاں دو سبب ہم بتائے
سبب یہ یہ کیا بولا سانا۔ تھائی سبب ہو ہو ہو۔ یہ وہ کام لک
اور میرا محبت کا باقی کرنے کو مانگتا ہے۔ پن تم ان دونوں کی
پھکر میں پڑا ہے۔“

”اومہ سینہ صاحب۔ آپ کا پیار محبت کا موڈ ہے؟“
”تو اور کیا بابا۔ ہم رانا انسان نہیں بنے ہیں؟“
”آپ کو پیار کرنا آتا ہے سینہ صاحب؟“ روٹیلانے
طنز انداز میں کہا۔

”ہو ہو۔ کائے کو نہیں آتا۔ ایسا سالا فیس کد میں والا
کرتا۔ جرا اور آؤ۔“ سینہ صاحب چونچ بٹا کر روٹیلانے کی طرف
دیکھے، لیکن روٹیلانے جلدی سے ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر
انہیں روک دیا۔

”ہاں۔ ہاں۔ سینہ صاحب۔ سینہ صاحب۔ آپ
کا دوبارہ آؤں۔ پہلے کاروبار کی باتیں تو کر لیں؟“
”ارے کاروبار کیا۔ ہم سالا پیار کرنے کو مانگتا ہے!“
سینہ صاحب پھر مرغی کی مانند پرچھٹانے لگے۔
”وہ سینہ صاحب پہلے تو میرے کیشن کے ایک لاکھ!“
روٹیلانے صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

”ارے تو بولا نا بابا۔ دیں گا۔ اور تم بیچنا کب چھوڑیں
گا۔ میں وعدہ کیا تھا تم جھوٹو۔“
”اگر آپ ان میں سے دو لاکھ نکال دیں سینہ صاحب تو
میں فرق پڑے گا آپ پھر بھی تین لاکھ کے قاعدے میں رہیں
گے۔“ روٹیلانے معنی خیز انداز میں بولی۔
”وہ۔ وہ لاکھ!“ سینہ جلدی سے جھٹکے ”دو لاکھ کائے
کو بابا؟“

”ایک لاکھ میرا کیشن اور ایک لاکھ پیار محبت کے۔ پھر
آپ بالکل بیروہن جائیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“
وارے۔ اومہ۔ وہ ہو ہو۔ ہم سالا اس پر حساب میں کائے
کو بیروہنیں گا۔ ہم تو ایسے ہی مسکری کرتا پڑا۔ تم جھوٹو روٹیلانے
بائی۔ پتہ چائے پانی منگوا آ۔“

”نہیں۔ آپ میں چلوں گی۔ رانا صاحب واپس
آجائیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں ان سے سخت
ناراض ہوں۔ وہ مجھے منانے میرے گھر آتے ہیں۔“ روٹیلانے
بولے۔

”بول دیں گا بابا۔ مگر ہم بڑا بد نصیب ہیں۔“ سینہ نے
افسردہ لہجے میں کہا۔
”کیوں؟“ روٹیلانے مسکرائی۔
”اے دیکھو نا روٹیلانے۔ ہم تمہارے کو کتنا محبت کرتا

پڑا۔ اپنی پھلم میں تمہارے کو فاسٹ کیا۔ تمہارے پر اتنا
محنت کرنا پڑا۔ پن تمہارا ایک بات بھی نہیں کرتا۔“
”آپ پیار کر کے کیا کریں گے سینہ صاحب؟“ روٹیلانے
نے جھٹکے آواز میں کہا۔

”اے ہنس۔ ایک کھواہش تھا۔ پن تم پر انہیں کرتا
پڑا۔ تو کیا بنے گا؟“ سینہ صاحب باپوسی سے بولے۔
”تو اپنی خواہش پوری کر لیں سینہ صاحب۔ میں تو بازار
میں جی ہوتی ہوں۔ آپ لوگوں سے بنا کر نہ رکھوں تو ایسے کام
پٹے گا۔“

”اے ٹھیک ہوتا پڑا۔ بالکل ٹھیک بولا پڑا۔ سینہ
صاحب روٹیلانے پر جھک گئے طاقت سے برداشت نہ ہو سکا
تھا۔

اس سے قبل کہ میں اسے روکوں، اس نے سینہ
صاحب کے سر سے پکڑی، اٹھائی اور وہ زوردار ہاتھ رسید کیا
کہ سینہ صاحب کی آنکھوں میں تارے تارے تاج گئے۔ وہ
اونچے ہو گئے۔ روٹیلانے ان کے وزن سے نیچے کے لئے جلدی
سے ایک طرف ہٹ گئی تھی۔

”کیا ہوا سینہ صاحب؟“ وہ حیرت سے بولی۔
”اے!“ سینہ صاحب نے چند میٹریں بولی آنکھوں سے
چاروں طرف دیکھا اور پھر غصے انداز میں روٹیلانے کی طرف
دیکھتے ہوئے بولے بابا، تم خود بولا۔ پھر رانا کائے کو بتے؟“
”کیا مطلب؟“ روٹیلانے تعجب سے کہا۔

”پن تمہارے دونوں ہاتھ تو مارے ساتھ تھے۔“ سینہ
صاحب کو خود بھی حیرت تھی۔
”ہوا کیا؟“ روٹیلانے تنک کر پوچھا۔

”ارے ہم کھو نہیں جانتے کیا ہوا؟“ سینہ صاحب نے
پہلے اوپر اور پھر نیچے اس خیال سے دیکھتے ہوئے کہا کہ اوپر
سے کوئی چیز تو ان کے سر پر نہیں گری تھی۔ لیکن ایسی کوئی چیز
انہیں نظر نہیں آئی تھی۔

”ہنس۔ اب میں چلوں گی سینہ صاحب۔ وہ چلے مجھے
دے دیں۔“ روٹیلانے جھنجھائے ہوئے انداز میں کہا سینہ
صاحب میں اب اتنی ہمت نہیں تھی کہ دوبارہ کوشش
کرتے۔ ان کا سر اب بھی پتلا رہا تھا۔ کان سننا نہ تھے۔
”دیتا ہے بابا۔ دیتا ہے۔“ وہ بے چارگی سے بولے اور پھر
لڑتے لڑتے مہوں سے اٹھ کر باہر نکل گئے۔

”اؤ دیکھیں!“ طاقت نے سرگوشی کی۔ اور میرا ہاتھ
چلا کر سینہ صاحب کے پیچھے چل پڑا۔ پھر ہم دونوں سینہ
صاحب کے ساتھ ہی اندر داخل ہوئے تھے۔ سینہ صاحب

نے مجھے کی آنکھ دہائی اور تجوری کھل گئی۔ پھر اندروں نے
اندر بھنکا۔ اور ایک دم ایسا لگا جیسے سانپ نے کاٹ لیا
ہو۔

”ہا نہیں۔ ارے۔ ارے۔ یہ کیا؟“ ان کے منہ سے
بھرائی ہوئی آواز آئی۔ اور وہ دل پہ ہاتھ رکھ کھڑے ہو گئے۔
ارے۔ ارے۔ ڈاکہ چڑھ گیا۔ ہائے باپ۔ ارے چلو۔
جلدی۔ پولیس۔ پولیس۔ ”وہ بھلاہٹ میں ٹاپتے ہوئے جھٹکے
اور پھر سرٹ باجری طرف دوڑے۔ انہوں نے وہ شور مچایا
کہ خدا کی پناہ!

ڈرا سی دیر میں گھر کے سارے ملازم روٹیلانے سمیت ان
کے گرد جمع تھے اور سینہ صاحب بوڑھی عورتوں کی طرح بین
کر رہے تھے۔ وہ بتا رہے تھے کہ وہ لٹ گئے۔ پانچ لاکھ نقد۔
لاکھوں کے زیورات اور نہ جانے کیا کیا چلا گیا۔ ”سب پتہ
چوہٹ ہو گیا۔ ماں کسہ ہزار پانچ ہو گیا۔“ اور پھر پانچ لاکھ وہ
ایک دم خاموش ہو گئے۔ ان کے چہرے پر عجیب سے تاثرات
ابھر آئے تھے اور پھر انہوں نے روٹیلانے کی طرف دیکھتے ہوئے
کہا ”مس روٹیلانے۔“

”کیا بات ہے سینہ صاحب؟“ روٹیلانے طنز انداز
میں کہا۔ لیکن سینہ صاحب کو اس وقت اس کے لیے ہر قوت
دینے کی فرصت نہ تھی۔

”مس روٹیلانے۔ کھنڈا ہو گیا۔ ماں کسم بہت پڑا اچھا
ہو گیا۔“

”کھنڈا تو ہو رہا ہے سینہ صاحب۔ میں خود دیکھ رہی
ہوں۔“

”وہ رانا کا بچہ اور اس کا ساتھی ڈاکو تھے۔ ہمت بڑے
ڈاکو۔ وہ پانچ لاکھ دے کر سب کچھ لے گئے۔ ہائے مارو گیو۔
سب لے گئے۔ پانچ لاکھ بھی لے گئے۔ جیو بھی لے گئے۔
سب کچھ لے گئے۔ ہائے۔“ روٹی والا بار بار سینہ پیٹ رہا
تھا۔

”سینہ صاحب سوچ سمجھ کر بات کریں۔ آپ بغیر
ثبوت کے الزام لگا رہے ہیں۔“ روٹیلانے تیز لہجے میں کہا۔
”ارے اب ثبوت کا کیا جروہرت ہے۔ بھانگ گئے
ہائے بابا۔“ سینہ نے روٹے والے انداز میں کہا اور روٹیلانے
ان کے قریب پہنچ کر جھٹکی۔

”سینہ صاحب آپ کتنی ہی اداکاری کر رہے ہیں۔ میں
آپ سے ایک لاکھ روپیہ ضرور وصول کروں گی۔ اگر آپ
شرافت سے نہیں دیں گے تو میں بھی اٹھیں ٹیڑھی کرنا جانتی
ہوں۔“ وہ دانت پیٹتے ہوئے بولی۔

”اے۔ اے۔ ایک لاکھ۔ ارے ایک لاکھ۔ اب ایک
لاکھ اور دیں گا۔ ارے کیا کرنا پڑا؟“ مس روٹیلانے اب ایک
لاکھ نقد دست دیا۔ ارے ہم تو ایسے ہی مرنے لیں۔“

”دیکھ لوں گی سینہ صاحب۔“ روٹیلانے ٹوٹی ہوئی ہڈیوں پر
تین نہیں کیا تھا۔ وہ ہاتھ پختی ہوئی باہر نکل گئی۔

”ابھی تو آپ بھی باقی ہیں مس روٹیلانے! طاقت نے
ہونٹ جھپٹتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت مانی
رہی تھی۔

”کیا مطلب؟“ میں نے پوچھا۔

”مجھے پچاس کر ایک لاکھ کی حقہ اردہ بھی تھیں اور پھر
روٹی والا گویا اس کی نگاہوں میں میری اور روٹی والا کی ایک
ہی حیثیت ہے۔“

”ایک لاکھ کی بات دو سہری سے طاقت۔ باقی معاملات
کے لئے اتنے صاف کرد۔ اس کی ناخن ہی ایسی ہے۔“
”بیر حال ایک لاکھ سی۔ اس گدھے کے لئے یہی سزا
کافی ہے یا پتہ اور اس نے ہمارے اوپر ڈاکہ زنی کا بھی شبہ کیا
ہے۔ کیا اس کے لئے اتنے صلہ سے سزا دیا جائے؟“

”ہنس ہنس۔ اتنا ہی کافی ہے۔ ہارٹ۔ ٹش۔ بوبائے گا
پتھرے گا۔“ میں نے جھٹکے ہوئے کہا۔

”لیکن حیرت ہے عارف۔ یہ اتنا معمولی آدمی تو نہیں
ہے کہ اتنی سی رقم کے لئے اس کی بری حالت ہو جائے۔ اس
کی تو جائیداد ہی کافی ہے۔“

”اس دنیا کے کارخانے کو سمجھنے کے لئے ابھی وقت
درکار ہے طاقت۔“ ہنس دیکھتے رہے۔ اور لطف اندوز ہوتے
رہے۔ ”اؤ! اپنے کمرے میں چلیں۔ یہ تو اسی طرح بین کرنا
رہے گا۔“ اور میں اور طاقت واپس چل پڑے۔ ٹھیک چھ
بچے عبدل بھائی آیا۔ اس نے ہمارے ہارے میں پوچھا ہوگا
تو ظاہر ہے اسے عجیب سی باتیں سننے کو ملی ہوں گی۔ تاہم وہ
ہمارے کمرے کی طرف اٹھ ہی آیا اور ہم نے اس کا استقبال
کیا۔

”ارے کیا بولا ہے گولر بھائی۔ کیا ہر سب لوگ کا
مجھ سے یہ بات ہوئی۔“ عبدل بھائی ہمیں دیکھ کر اچھل پڑا۔

”کیا ہو عبدل بھائی؟“ میں نے پوچھا۔

”ارے بابا اور تو پاگل کھانا معلوم ہوتا پڑا۔ جرا آؤ۔
وری دیکھو۔ اور سب لوگ کھاس ہو گیا۔“ عبدل بھائی کھوپڑی
سناتا ہوا ہوا۔

”کیا ہو گیا آخر؟“ میں نے کہا اور پھر طاقت کی طرف مڑ
کر ہوا۔ ”آئیے دیکھیں رانا صاحب۔“

"پہلو" "خداوت" نے کیا اور ہم قیاس سے اندازے کر رہے ہیں۔
خرف پٹیل پڑنے پر اس نے تھوڑی سیٹھک ہو رہی تھی۔ پتو
دوسرے... اس نے بھی باہر سے آئے ہوئے تھے۔ یہ تو ان کے
درمیان بیخفا اپنے آپ کے جاننے کی دانتان ساز ہوتا تھا۔ سب سے
پہلے عبدل بھائی۔ اس کے پیچھے میں اور پھر طاووت اندر
داخل ہوئے۔

سیٹھ نے پوچھی سرسری نگاہ سے اپنے اہل اور چانک
وہ کسی فن ہال کی طرح اچھیل پڑا اور پھر اس نے اپنے منہ
سے کہیں زیادہ بھرتی سے ہمارے اوپر چھٹاٹک لگائی۔
دوسرے لوگ میرا کرکریوں سے کھڑے ہو گئے تھے۔ یہ تو
نے جب کرکریوں میں دونوں ہاتھ ڈال کر جھٹکے پڑا یہ اور پھر
اس نے منہ سے طرح طرح کی آوازیں نکلتے گئیں۔
"ماں کب ہا ہا ہا۔ مار پو۔ ہو ہو۔ پکڑ لو۔" اس کا بدن
یہی طرح کانپ رہا تھا۔ اور بھی روکنے کی کوشش میں میری
اور طاووت کی بری حالت ہو گئی۔

"کیا ہو گیا سیٹھ صاحب کو؟ میں نے حیرت سے عبدل
بھائی سے کہا۔ یہ تو بدستور میری کمر سے پٹا ہوا کانپ رہا تھا۔
"اے روٹی والا۔ اے روٹی والا۔ کیا کر رہا ہے خدا
صاحب! اے تیرا گلچ پھر کیا ہے بیٹا۔ اے سنبھل کے پلو
سیٹھ۔" عبدل بھائی نے یہ سب میری کمر چھڑانے کی کوشش
کرنے لگا۔ دوسرے لوگ پاگلوں کی طرح منہ پھاڑے
کھڑے تھے۔

"نہیں جھوڑیں گا۔ ماں کب نہیں چھوڑیں گا۔ اے
پولیس داد۔ جلدی کرو۔ مری گئے۔ پکڑ لو۔"

"پولیس۔" طاووت آگے بڑھ کر کہا۔ کیا بد تمیزی ہے
روٹی والا۔" اس نے روٹی والا کی گردن پکڑ کر اسے زور سے
دھکیلی دیا۔ اور روٹی والا چاروں شانے چٹ کر اٹھ گیا۔ لیکن اس
نے اٹھنے میں بہت بھرتی دکھائی۔ وہ پھر گئی ہے۔ سیٹھ کے
میتھ جس کی طرف گردن بٹھانے آئے پڑھا اور اس بار اس
نے طاووت کو پکڑنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن طاووت کے
تھپڑ کی آواز کئی روز خف کو بھتی رہی تھی اور اس نے
روٹی والا کے بھی حواس درست کر دیئے تھے۔

"اب اس بد تمیزی کی وجہ بتاؤ۔ روٹی والا۔" طاووت
نے جوتے ہاتھوں سے اس کی ہر قدر شخصیت سے سب ہی
مردوب ہو گئے تھے۔ اس نے اسے منہ میں ہاتھ کی
کوشش انہی تک نہیں کی تھی۔ طاووت نے روٹی والا
کا گریبان پکڑ لیا۔

"میرے ہاتھ کاٹے کو ہے بھائی۔ وہ رہتا بھی نہیں۔

ہوت لیا۔ ار۔" روٹی والا! کرپان چھڑانے کی کوشش کرنے
لگا۔

"میرا بھائی۔ اس سے معلوم کرو۔ اسے کہہ دیا ہا۔"
طاووت نے پھر اسے دھکا دے دیا اور وہ زمین پر سے پیٹے
گرتے۔ لیکن اس بار اس نے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔
وہ اسی طرف پڑا ایک ایک کو کھورنے کا پپ مارتے ہوا
تھا۔

"اور رانا صاحب! میں نے سارا سارا کچھ پھر لیا۔
وہ بولتا ہے آپ لوگ! ہاؤو۔ آپ نے اس کی پوری
صاف کر کے پانی کا کھرو پے اور بہت سے زیورات نکال لئے
ہیں۔" عبدل بھائی نے کہا۔

"وہ! طاووت نے دھت بھی کر روٹی والا کو خور۔" تو
میرا رانا! مہمان بنا کر تم مہمان کی یہ عزت کرتے ہو روٹی
والا۔ ہم ڈاکو ہیں۔ کیوں! طاووت نے کہا۔

"ارے۔ مار پو مت بھائی۔ ماں کب بڑے زور سے ہاتھ
پڑتا ہے۔ میں ہم کیا بولے۔ ارے اور کس نے ہمارا تھوری
صاف کر دیا!"

"روٹی والا! تمہاری جتنی بات آوے۔ کھڑے کھڑے
خبر لوں گا۔ بتاؤ اس کی قیمت کیا ہے ابی وقت ادائیگی ہو
سکتی ہے۔ طاووت نے کو بھرا آواز میں کہا۔

"اے تو پھر بھائی۔ ہم کیا بولے۔ ہائے ہم تو مت کہ۔"
"جو اس صفت کرو۔ میرے دینے دینے پانچ لاکھ والہ
کر دو۔ ورنہ تمہارے اوپر دھوکہ دی کا مقدمہ کروں گا اور
تمہیں قید میں ڈال دوں گا۔"

"ارے پانچ لاکھ اور۔ اور ایک لاکھ روپیہ! وہ۔ وہ۔
چھ لاکھ۔ اور پھر اس کا نقصان۔ ہائے۔ ہم تو اتنے غریب
تھیں کہانے کے اندر اڑیں روئے گا۔"

"تو عبدل بھائی۔ یہ کھرو کھرو رات میں دیکھیں گے۔"
طاووت نے کہا عبدل بھائی اب بتاؤ پتہ تمہارا اس نے وہ
گردن اٹھانے ہمارے ساتھ تھلی کیا۔ اس کی بھال تھی کہ
بھیس رہتا۔ ہر نوک باہر نکلتے۔

"سیٹھ! یہ کہیں ہے عبدل بھائی۔ مہمانوں پر چور کی
اقدام کیا ہے۔" طاووت نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"اب کھرو۔" بھائیوں کا گیسے بہتات تھیں۔
پتے آپ نے جواب جو دیا پتہ کیا۔ رانا صاحب۔ وہ پتہ
آگیا۔ اب وہ پتہ آگیا۔ ہر نوک باہر نکلتے۔

"ہم اس سے بہت ہی ہاتھ ڈال کر نکال لیں گے۔ تم
فکر مت کرو۔" طاووت نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ہم قیاس

سیٹھ کی کونھی سے نکلتے تھے۔
"دیا ہا صاحب! توری کے گھر چلیں گا۔"

"ہاں۔ ہاں۔ ہاں۔ تم جیسی روکو طاووت نے کہا اور
عبدل بھائی ایک ٹیکسی کو آواز دیتے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد
ہم ٹیکسی میں بیٹھے شاہ پور روٹی ہارے تھے۔ راستے میں
طاووت نے کہا۔

"اب ہم واپس سیٹھ کی کونھی پر نہیں جائیں گے۔
بھیس نہیں ہو سکتی۔ بھول میں قیام کرتا ہو گا۔ عبدل بھائی۔ تم
نے کونھی کے لئے کسی سے بات کی؟"

"ارے آپ کے پاس سے جانے کے بعد ہم چاروں
طرف بھومتا رہا۔ ایک بہت مائل سان کو بھئی کے لئے بڑے
بات کیا۔ کل کونھی دکھائیں گا۔ یہ کھرو بھائی کس کو بھئی
نے ایک دم فٹ نکالتے۔"

"خوب۔ کل ایک کار بھی خریدنی ہے۔ ضرورت تو
ہوگی۔"

"ٹھیک ہوا رانا صاحب۔ ٹھیک ہوا۔" عبدل بھائی
خوشی سے دانت نکال کر بولے۔ بڑی موٹی آسانی ہاتھ کی
بھیس وادے تیار ہو گئے تھے اور کیا چاہتے تھے۔ تھوڑی
دیر کے بعد ٹیکسی شاہ پور کالونی پہنچی اور پھر عبدل بھائی نے
اسے روکوا لیا۔ عبدل بھائی نے کرایہ بھی اپنی جیب سے ہی ادا
کیا تھا۔ آخر کو اس مینی کا ٹیجر تھا جو ابھی قائم نہیں ہوئی
تھی۔

چند منٹ کے بعد ہم ایک اقداس زور مکان کے سامنے
رکت گئے جس کے دروازے پر طاٹ کا پردہ جمایا رہا تھا۔
پردے کی موجودگی ہم از کم بھیس کی ذہنیت کی عکاسی کرتی تھی۔
خواہ وہ طاٹ ہی کا تھا۔ عبدل بھائی نے دروازے پر دھک دی
اور چند لمحات کے بعد ایک کون مٹا ہوا پتہ باہر نکلا آیا۔
وہ بولے معمولی لیکن صاف ستھرتے پتہ پر پہنچے ہوئے تھا
اور اس کے چہرے پر غوری کی بھٹک۔ دھکائی دیتی تھی۔

"اے توری کو بھٹنے کا ماننا بابا۔ توری کو بھولو رانا صاحب
آگیا ہے۔"

"کیا! کھریف لائے۔ ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔
بچے نے کہا اور بڑے سینے سے پردہ بٹا دیا۔ پہلے عبدل بھائی
اوغٹ کی طرح منہ اٹھاتے اندر داخل ہوئے۔ وہ اس نے
آگیا جانتے تھے ان کے پیچھے ہم دونوں بھی چھپکے ہوئے تھے۔
داخل ہوئے۔ پھر بولے سے مکان کا ایک مہر تھا۔ سامنے
چھوٹا سا ڈالان تھا اور ڈالان کی کوشش ہم بٹا کر تھا۔
سرکھڑوں کے دو دو تھے۔ ایک کمال میز اور ایک چار پائی

بھیس ہوئی تھی۔ چار پائی پر سفید چادر تھی۔ ڈالان کے سرے
پر ایک سادہ سے لباس میں بلبوس بوڑھا ہوا تھا۔
اندھا تھا کھڑا تھا اس کے ہونٹوں پر استغیثہ منظر ابھرت
تھی۔ وہ بھول کر اقبالیہ سے آگے بڑھا۔

"آئیے۔ آئیے۔ نور انسا بھئی۔ نور انسا بھئی۔ مہمان
آئیے۔"

"آئی ابا میاں۔" توری کی آواز سنائی دی۔ اور وہ
مسکراتی ہوئی ڈالان میں آئی۔ بالکل سادہ کسی آرائش سے
نا آشنا۔ بھیس شاید باور پتی خانے کے دھوئیں سے سرخ
ہوئی تھیں۔ چہرے پر ایک آدھ جگہ کاک بھی لگی تھی۔
اس نے ہم سب کو سلام کیا تھا۔ اور پھر وہ ہمارے قریب آئی
اور سب سے پہلے میرا ہاتھ پکڑ کر بوڑھے کے ہاتھ میں دیتے
ہوئے بولی۔

"ہا میاں۔ یہ۔ یہ کو لہ بھائی ہیں۔ شاید کو لہ پھر وہ
بھجی تھی طاووت مسکراہٹ نہ روک سکا۔ اور اس وقت
میری شرارت جو پڑی اٹھ گئی۔ بوڑھے نے میرا ہاتھ ڈالا۔
شاید وہ اس ہاتھ سے کوئی اندازہ لگانا چاہتا تھا۔ پھر اس نے
کرکریوں سے میرا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر میاں۔"

"اور یہ خواب عزیز اندین ہیں۔" اس بار توری نے
طاووت کا ہاتھ پکڑ کر بوڑھے کے ہاتھ میں دے دیے۔

"اللہ تعالیٰ مرتبہ بند کرے۔" بوڑھے نے کہا۔

"اپنے عبدل بھائی بھی ساتھ ہیں۔" توری بولی۔

"اور۔ عبدل بھائی۔ بڑا کرم کیا میاں۔ بیٹھے بیٹھے۔
آپ سب لوگ بیٹھے۔"

"اے او۔ کرم مہرم کاے کا سا! رانا صاحب بڑا! ہم
انہیں اور لے آئے۔" عبدل بھائی نے بھی اپنے طور پر

انکداری برتی۔ ہم دونوں مونہروں پر بیٹھ گئے توری کی
آنکھوں میں عجیب سے تاثیرات تھیں۔ نہ جانے وہ ہزار۔

چروں سے کیا اندازہ گارہی تھی۔ شاید جانتا چاہتی ہو کہ ہمیں
یہاں امرتا پوسی ہوئی ہے۔ وہ سنا بھی عبدل بھائی سے ملتا۔

چار پائی پر بیٹھ آیا۔ اور چروں۔

"ہاں ہاں۔ ایکسٹرا لوٹ کو کم کر دیتا۔ مناسب ہوگا کہ صرف ذرا بتاؤ۔ اور اپنا روٹی دانہ۔ یہ تو سالانہ ایک دم حرامی ہے۔ ابھی نوری کو تو کڑی سے نکال دیا۔ میں یہ سالانہ کھانا خا حرامی بن۔ یہ وہ سینہ کو بولا۔ نہیں تو سینہ نوری کو نہیں نکالتا! "عبدل بھائی نے کہا۔

"ایں۔ تہ۔ تو۔ نور اتنا بیٹہ۔ مہر میرا مطلب ہے۔" بوزھا خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر خاموش ہو گیا۔ نوری کا چہرہ بھی زرد ہو گیا تھا۔ شاید اس نے بھی یہ خبر گھر میں نہیں سنائی تھی۔ "اوسے دیکھو۔ چائے وغیرہ تیار ہوئی ہوگی؟" بوزھے نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا اور نوری کی مشکلی سی حد تک حل ہوئی۔ وہ چائے لینے چلی گئی تھی۔

"بابو خاں کو بھی تو نکال دیا گیا۔" میں نے اس موضوع کو آگے بڑھایا۔

"اوسے ہاں۔ وہ بھی کھلاس ہو گیا۔" عبدل بھائی ہنس پڑا۔

"بابو خاں کا نور اتنا سے بھڑا ہو گیا تھا؟" بوزھے کے چہرے پر تجسس ابھر آیا۔

"ہتہ نہیں۔" عبدل بھائی کے بھائے میں جلدی سے بول پڑا۔

"غیر۔ اللہ رازق ہے۔" بوزھے نے ایک لمبی سانس لی۔ اور پھر ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا! اس نے رانا عزیز الدین سے ان کے ہاوس میں پوچھا تھا۔ پھر نوری چائے لے آئی۔ اس کے ساتھ ہی پھل اور بیکٹ بھی تھے "اس نے گھلیو لڑکیوں کی مانند چائے بنا کر ہمیں دی اور پھلوں وغیرہ کی پائین پیش کیں "بوزھا بھی شریک تھا۔ مندر کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ شریف لوگ حالات کا فکاہ میں لے دل میں سوچا۔ نوری نے سینہ سے دس روپے ادھار مانگے تھے "سینہ نے اسے دو روپے دیئے۔ نہ جانے بے چاری نے یہ سب کچھ کہاں سے گھرا ہوگا؟ ویسے اسی وقت عبدل بھائی کی بات بات میں دخلت کھل رہی تھی اس لئے میں نے اسے بھگانے کا فیصلہ کر لیا۔

چائے سے فارغ ہونے کے بعد میں نے عبدل بھائی سے کہا۔ "عبدل بھائی۔ آپ کے سر پر ایک کام کیا گیا ہے؟"

"ہو۔ ہو۔ بولو گولر بھائی۔ سہم کرو۔" عبدل بھائی مستعدی سے بولے۔

"کمرہ تک کرائیں۔ پہلے سے انتظام ضرور ہی ہے۔ اور ہاں۔ رات کو آٹھ ساڑھے آٹھ بجے آپ ہمیں لینے

آجائیں۔ ہاں اب آپ چلے جائیں۔"

"اچھا جی۔ اپنی چلے۔" عبدل بھائی فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر وہ سام کر کے کھڑے ہوئے۔ عبدل بھائی نے ان کے بعد بوزھے سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں ان کو زیادہ نا تو ایک بات پوچھوں۔"

"ضرور محترم۔" میں نے کہا۔

"کیا آپ؟"

"بڑا اچھا سوال کر کے آپ نے میرے ایک مشکل حل کردی ہے۔ محترم بوزھے۔ رانا عزیز الدین دراصل میرے دوست ہیں۔ میں ان کا سینہ بڑی قلعی نہیں ہوں۔ ہم دونوں پونہ سیر کو نکلے تھے کہ یہ عجیب و غریب لوگ کمرے اور میں غریبوں کو لے کر بھائی بن گئے۔ میرا نام سلیم احمد ہے۔ رانا صاحب کو یہ انوکھے لوگ دلچسپ معلوم ہوئے۔ کیونکہ انہوں نے زندگی پھاڑوں میں گزار دی ہے اس لئے ہم ان میں شامل ہو گئے۔"

"اوہ۔" بوزھے میں ہنس پڑے۔ نوری بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکی! چند منٹ سب مسکراتے رہے۔ پھر بوزھے میاں بولے "مجھے بھی ان لوگوں سے ابھرنے ہوتی ہے۔ لیکن اس۔ جب نور اتنا نوری بن گئی تو ان لوگوں کو بھی یہ داشت کرنا پڑتا ہے۔" آخر میں بوزھے کی آواز لرز گئی۔

"نور اتنا نے اس لائن کا انتخاب کیوں کیا ہے محترم۔"

حالات نے پوچھا۔

"بیٹے۔ انسان سے کچھ غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہیں ان کے گناہوں کی سزا دنیا میں ہی مل جاتی ہے۔ میرا خیال ہے مجھ سے بھی کوئی گناہ ہی ہوا تھا لیکن مجھے اپنے معبود سے یہ شکوہ ہے کہ اس نے میرے گناہ کی سزا صرف مجھے کیوں نہ دی "میرے بچے کیوں میرے گناہ کا شکار ہو گئے۔ میرا کوئی وسیلہ نہیں تھا میں۔ صرف آنکھوں سے مندر دھو کر کوئی بات نہیں سمجھ سکتا تھا۔ یہی حقد آور ہو گئیں۔ نور اتنا نے گھر کے ماحول میں یہ ورش پائی تھی۔ باہر کی دنیا کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتی۔ میں نے کوئی گناہ کیا اس کی سزا مجھے یہ ملی کہ نور اتنا کو میری مرضی کے خلاف راستے اختیار کرنے پڑے۔ لیکن مجھے یقین ہے میرے بچے کہ میں نے کوئی اتنا بڑا گناہ نہیں کیا جس کی پاداش میں نور اتنا کے ذریعے میری پیشانی داغ ہو جائے۔ اس لئے میں نے پورے احمد کے ساتھ اسے سزا دی دی۔"

نوری کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے جن کا اسے جوشی احساس ہو "اس نے انہیں خشک کر لیا۔

"جس لائن میں نوری نے قدم رکھا ہے محترم اس میں خط لوگوں کی بہتات ہے۔ نوری ایک شریف لڑکی ہے لیکن اس کے باوجود وہ ماحول نوری کے لئے مناسب نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"ایک درخواست کروں گا میاں۔ اگر مان تو دووا احسان ہوگا۔"

"فرمائیے فرمائیے؟" طاوت جلدی سے بولا۔

"نور اتنا کو نوری صرف وہ لوگ کہتے ہیں جن کا انسانیت سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ جو جذبات سے لاشعق ہوتے ہیں۔ جب لوگ نور اتنا کو حقارت سے نوری کہتے ہیں تو میرے دل پر گھونر لگتا ہے۔ آپ لوگ گفتگو سے نیک اور شریف معلوم ہوتے ہیں۔ میری درخواست ہے کہ آپ اسے نوری نہ کہیں۔"

"ہم آپ کی خواہش کا احترام کریں گے محترم۔ کیا ہم انہیں نور کہہ سکتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اس نام میں اپنا ہیئت ہے۔"

"شکریہ۔" لیکن آپ کو یہ احساس کیونکر ہوا کہ ہم شریف لوگ ہیں؟"

"اس کے جواب کے لئے میرے پاس انتخاب نہیں ہے۔ ہاں میں خدا سے دعا کرتا رہتا ہوں کہ میری نور اتنا کو بڑے لوگ نہ گھرائیں اور نہ جانے کیوں بعض اوقات۔۔۔ مجھے اپنی دعاؤں پر اعتماد محسوس ہوتا ہے۔"

"مجھے چند لمحات کی اجازت دیں۔" نور اتنا نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ چار چلنے میں چلی گئی۔ بڑے میاں کے چہرے پر چند سوال ابھرتے گئے لیکن وہ انہیں آخر تک زبان پر نہ لائے۔ نوری بھی باورچی خانے میں جاتی اور کبھی ہاؤس پاس آ جلتی۔ مندر بھی آ گیا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ چھٹی گھاس میں پڑھتا ہے اور پیش اپنی کھاس میں اول آتا ہے اور جب نور اتنا ہائی گھر ہوتی ہیں تو خوب محنت سے اسے پڑھاتی ہیں۔ اس نے کہا کہ اسے جھلنے پالنے پسند نہیں۔ ہاں کمانڈوں کی کتابیں وہ شوق سے پڑھتا ہے جو کبھی کبھی نور اتنا باجی لادتی ہیں۔

یہ کسی طور ایک ایکسٹرا گرل کا گھرانہ نہیں تھا۔ نہایت شرفانہ ماحول اور اوپر سے بابو خاں کی ذالت۔ نوری کی لچاوت۔ ایسی متفاد باتیں تھیں۔ پھر ہم نے کمانا کھایا۔ خاصے لوازمات تھے۔ نہ جانے نوری نے یہ سب کچھ کہاں

سے کیا تھا؟ تاہم اس کا گھر تھا "اس لئے اس سے کچھ نہ پوچھ سکے۔ پھر عبدل بھائی آ گیا۔ نوری نے اسے بھی کھانے کی پیشکش کی "اور عبدل بھائی نے تنگانی سے بیٹھ گیا۔ اس نے بتایا کہ "دشا" میں ان کے لئے کمروں کا بندوبست ہو گیا ہے۔ اس نے کمروں کے نمبر وغیرہ بھی بتائے تھے۔

چلے ہوئے میں نے سو روپے کا ایک نوٹ مندر کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا "مندرجہ ذیل۔ یہ تمہاری منگوائی کے لئے اور کمانڈوں کی کتابیں اور احار!"

"سلیم بھائی۔" نوری نے آہستہ سے کہا "اس نے اپنے لئے اتنا بڑا نوٹ بھی نہیں دیکھا۔ دینا چاہتے ہیں تو اس کی حیثیت کے مطابق دیں۔"

"نور!" میں نے سگتے ہوئے لمبے میں کہا "تم جانتی ہو کہ میرا اس قسمی دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ابھی میری شخصیت پر زندگی کی اتنی تہ نہیں چڑھی ہے کہ میں تمہیں اور نیک لوگوں کو ان کی قیمت ادا کر سکوں۔ ہاں دل کی کوئی خواہش پوری کرنے کوئی ضرور چاہتا ہے۔ اگر مناسب سمجھو تو مندر کو یہ پیسہ رکھ لینے دو۔ ہاں اگر مجھے کوئی تہ تم نہیں دینا چاہتیں تو میں مجبور بھی نہیں کروں گا۔"

نوری مجھے دیکھتی رہی۔ پھر نظریں بند کالیں۔

"اب اجازت دیں محترم۔ جب تک اس شہر میں میں حاضر ہوتے رہیں گے۔ اگر آپ کی اجازت ہو؟"

"میرے لئے اس سے خوشی کی بات اور کوئی ہو سکتی ہے بیٹے۔ میں تو یوں بھی اندھا آدمی ہوں "کہیں جائیں سکتا ہوں گھر میں پڑا رہتا ہوں "اگر کوئی آجائے تو میرا دل بھی خوش ہو جاتا ہے۔"

"تب تو ہم روز حاضر ہوں گے۔" طاوت نے کہا۔

"بڑی خوشی ہے۔ یہ ہم پر اتنا تمہیں خلوص سے مالا مال ہے گا۔" بڑے میاں نے کہا۔

"نور۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"جی "وہ میرے ہاتھ قریب کھڑی تھی اس لئے سر خوشی میں بولی۔

"اگر اس قفل سمجھو تو۔ کل دن کو دس بجے دشا میں آجاؤ۔ تمہارے شہر میں اجنبی ہیں "اس لئے بعض معاملات میں تم سے کچھ مشورے کرنے ہیں۔"

"میں حاضر ہو جاؤں گی۔"

"وہ؟"

"جی۔" اس نے جواب دیا اور پھر ہم بڑگ سے معذرتہ کر کے اور مندر کے سر ہاتھ پھیر کر باہر نکل گئے۔

کر رہی۔" روٹھنے لگی اور فون بند کر دیا۔ طاہرات نے بھی ایک گہری سانس لے کر ریسیور رکھ دیا۔

"آری ہے۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"مبارک۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یار۔ تم ہمارے تو نہیں ہو گئے۔ میرا مطلب ہے میرا مطلب ہے۔" طاہرات نے کتے کتے خاموش ہو گیا۔

"میں تمہارا مطلب سمجھ رہا ہوں۔ اور دفعانہ ہو رہا ہوں۔" میں نے کہا اور طاہرات جیسے نگا۔ میں کمرے سے باہر نکل گیا، لیکن میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ طاہرات اور روٹھنے والی ابتدائی گفتگو ضرور سنوں گا۔ چنانچہ میں اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ میں بظاہر لباس وغیرہ تبدیل کر کے لیت گیا تھا۔ لیکن میرے کان باہر ہونے والی آہٹ پر گئے ہوئے تھے۔

اچانک میں نے محسوس کیا کہ میرے کمرے کے چابی کے سوراخ سے کوئی اندر جھانک رہا ہے۔ ٹائٹ بلب روشن تھا۔ طاہرات کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔ بد معاش اطمینان کرنا چاہتا ہے کہ میں سو گیا یا جاگ رہا ہوں۔ ہر حال میں سوٹا بنا رہا۔ اور پھر ہلکی سی قدموں کی چاپ دور ہوئی۔ تب میں خاموشی سے انشاہادہ کا دو شالہ اوڑھا اور آہستگی سے باہر نکل آیا۔ راہ راہی سنسان پڑی تھی۔ لیکن میرا اندازہ درست تھا۔ میں ٹھیک وقت پر باہر نکلا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد لفٹ سے روٹھنے والی باہر نکل آئی۔ ایک پورے گھر نمبر ایک سو آٹھ کی طرف اس کی رہنمائی کر دی تھی۔

دستک پر طاہرات نے دروازہ کھولا۔ تب مجھے شاہدادہ کے دو شالے کی ایک اور خاصیت معلوم ہوئی۔ اس میں محفوظ ہونے کے بعد ضروری نہیں تھا کہ میں اتنی ہی جگہ سے اندر داخل ہو سکوں جتنی میری جسامت ہے۔ میں طاہرات کی ہاتھوں کے درمیان سے بھی آسانی سے نکل گیا تھا۔ گویا دو شالہ اوڑھنے کے بعد جسامت کی قد نہیں رہتی تھی۔

روٹھنے والی اندر داخل ہو گئی۔ اور طاہرات نے دروازہ بند کر دیا۔ روٹھنے والی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ وہ ایک تباہ لڑکی طاہرات کو گھور رہی تھی۔ "کیا بات ہے مس روٹھنے والی۔ آئیے اندر آئیے۔" طاہرات نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پلے مجھے یہ بتائیے رانا صاحب کہ آپ نے مجھے اس چیل لینے نہیں سمجھا کہ روٹھنے والی کے منہ سے کتنے سے عمل مجھے فائدہ کر لیتے۔"

"راہ اصل میں روٹھنا۔ روٹھنے والی کی کینٹینی کے بعد میری بڑی بات تھی کہ کسی اور سے رابطہ قائم کروں۔"

"کیا کینٹینی کی اس نے؟" روٹھنے والی چونک کر بولی۔

"نہیں نہیں صرف ہمارے اوپر ڈاکہ زنی کا الزام لگایا ہے۔ پانچ لاکھ روپے نقد اور پانچ ڈیڑھ رات وغیرہ۔"

"اوہ۔ وہ کیسے۔ وہ کیسے۔" روٹھنے والی نے چونک کر بولی۔

"جائے دو روٹھنے والی۔ اس کی کینٹینی کی سزا ضرور ملے گی۔ میں ان لوگوں کو مخالف نہیں کروں گا۔ میں نے میرے خلاف سازش میں حصہ لیا ہے۔" طاہرات نے کہا۔

"روٹھنے والی اپنے حد کیسے ہے۔ لیکن تم سب کو ایک ہی خانے میں نہ تو کوڈارنگس میں تو تمہاری دیوانی ہوں۔ میں نے حمیس تھوڑی دیر کے لئے اس کے پاس اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ میں تمہارے لئے مناسب انتظام کروں۔ بس اتنی ہی دیر میں سب کچھ ہو گیا۔"

"اوہ۔ تم نے میرے لئے کیا انتظام کیا ہے؟"

"وہ ٹالی۔ کینٹینی نہ جانے کیوں زندہ ہے ابھی تک۔ بس وہ سب کی طرف سے مشکوک ہے۔ پینے کی لاپٹی ہے۔ میں نے اسے ایک موٹی رقم دی۔ تب جا کر تیار ہوئی۔"

"میں حمیس اس کے بدلے میں دس گنا رقم دوں گا۔ روٹھنے والی کی فکر مت کرو۔"

"مجھے تو بس تمہاری فکر ہے۔ اور کس بات کی فکر ہو سکتی ہے مجھے۔ روٹھنے والی طاہرات کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اسے نیچے گرا دیا۔ اسی وقت میرے کان میں آواز سنائی دی۔

"یہ مناسب نہیں ہے محترم عارف صاحب!"

— دوسری چونک پڑا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ راسم میرے نزدیک کھڑا تھا۔ "اوہ تم؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"تشریف لائیے۔" راسم نے کہا اور میرا بازو پکڑ کر ایک بونگا دیا۔ دوسرے لمحے میں اپنے کمرے میں تھا۔ جیتنا یہ طاہرات کی بد معاشی تھی۔ اس نے راسم کو ہدایات دے دی ہوں گی اور راسم میری چونک ادا کر رہا تھا۔ ہر حال اس کے بعد میں خود بھی وہاں نہیں دیکھا جاتا تھا۔ اس لئے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ لیکن دوسری صبح روٹھنے والی طاہرات کے سامنے تھی۔

"اوہ۔ مس روٹھنے والی تب سب تشریف لائیں؟" میں نے پوچھا۔

"بس صبح ہی صبح۔ یہ معلوم کر کے آئی۔" طاہرات نے مجھے آنکھ مار کر ایک مخصوص اشارہ کیا اور بولا۔

"مس روٹھنے والی اپنے چیل لینے پر ایک ہمیں اپنے ساتھ لے جائیں اور ہم ان کے ساتھ ہی قیام کریں گے۔" میں طاہرات کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا اور حانہ نے ایک

بار پھر ہونٹ سکون لئے گویا روٹھنے والی کا اظہار کر رہا تھا۔ اور میں اس کی بات بخوبی سمجھ گیا۔ اور میرے ذہن نے تیزی سے کام کرنا شروع کر دیا۔

"سینہ روٹھنے والی کے روپے کے بعد بھی آپ اس بات پر غور کریں گے رانا صاحب؟" میں نے شک کے انداز میں کہا۔

"سینہ روٹھنے والی میں اور مجھ میں فرق ہے گور بھائی۔"

روٹھنے والی نے کسی قدر تیز لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ وہ فرق مجھے معلوم ہے۔" میں نے تھکے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟" روٹھنے والی نے بولی۔

"بس۔ میری زبان نہ کھلوائے مس روٹھنے والی۔ میں آپ دونوں کے فرق کو بخوبی جانتا ہوں۔ آپ میں اور روٹھنے والی میں ایک لاکھ اور چار لاکھ کا فرق ہے۔ آپ کی حیثیت صرف ٹوٹل پر مشتمل ہے۔"

"ایک لمحے کے لئے روٹھنے والی کا چہرہ فرق ہو گیا۔ لیکن اس نے سنبھلنے میں دیر نہیں لگائی۔ اچانک اس کی آنکھوں میں آنسو بھرا آئے اور پھر وہ طاہرات کے کندھے پر سر رکھ کر روٹھنے والی بولی۔

"ڈاڑھ۔ تم میری تو بہن برداشت کر رہے ہو۔ تمہارا سیکرٹری کیا کہہ رہا ہے؟"

"سیکرٹری۔ کیا کہہ رہے ہو آخر۔ کھل کر کیوں نہیں کہتے؟" طاہرات نے کڑک کر کہا۔

"حضور رانا صاحب جو کچھ عرض کر رہا ہوں درست ہی ہے۔ خود سینہ روٹھنے والی نے مجھے بتایا تھا۔ اس نے دس پر مشتمل کی آخر مجھے بھی دی ہے۔ اس نے کہا کہ اس نے مس روٹھنے والی کے ذریعے آپ کو پھانسا ہے۔ پانچ لاکھ میں سے ایک لاکھ روٹھنے والی کا ہے اور حضور رانا صاحب میں نے ان دونوں کی گتھو بھی سنی ہے۔ کتنے تو لفظ بہ لفظ دہرائیں۔ کیوں مس روٹھنے والی۔ کیا میں لفظ کہہ رہا ہوں؟ سینہ روٹھنے والی نے اس وقت ڈاکہ زنی کی اداکاری نہیں کی۔ جب آپ نے چلتے وقت ان سے ایک لاکھ کا مطالبہ کیا تھا۔ آپ کو معلوم نہیں میں رانا صاحب کا دوست بھی ہوں۔ میں ان کے سارے مفادات کی نگہبانی کرتا ہوں۔ چنانچہ میں نے آپ کی اس دوران کی گتھو سب بھی کر لی ہے۔"

"یہ۔ یہ جھوٹ ہے رانا صاحب۔ آپ کا سیکرٹری جھوٹ بول رہا ہے۔" روٹھنے والی نے گھبرائے ہوئے انداز میں

کہا۔

"سیکرٹری میں بھی ایک خوبی ہے مس روٹھنے والی۔ وہ بھی جھوٹ نہیں بولتا۔" میں نے آپ پر لڑوڑوں فریضہ کرنے کو آمادہ تھا۔ لیکن آپ نے اپنی قیمت بہت کم لگائی۔ میرا خیال ہے آپ ہاشم کر کے فوراً یہاں سے نکل جائیں۔ ورنہ میں آپ کی آواز... کالیں پولیس کے حوالے کر دوں گا۔"

روٹھنے والی جلدی سے کھڑی ہوئی۔ اس نے ہاشم چھوڑ دیا تھا اور پھر تیزی سے باہر نکل گئی۔ اب اس کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ کتنی بھی تو کیا۔ ساری پولیس کھل گئی تھی۔ طاہرات نے ایک قلم لگایا اور میری پشت پھٹتے ہوئے بولا "یار بڑی خوبیوں کے مالک ہو۔"

"بندہ پروری ہے حضور نواب صاحب۔ لیکن خادم سے کیا حلقہ بند سرزد ہوئی ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ شامی۔ فوراً میرا مقصد سمجھ گئے۔ درحقیقت مجھے اس عورت سے کوفت ہونے لگی تھی اور میں اسے بلا کر اپنی حماقت پر خود ہی شرمندہ ہو رہا تھا۔"

"کیوں؟ کیوں؟ خیریت؟" میں نے جیسے جیسے کہا۔

"یار عورت بہن نام کو نہیں ہے۔ انتہائی لبرل انداز ہے۔ اس کی موجودگی میں خود مجھے اپنی عرواں کی بے شک ہونے لگا۔ ہے مجھے ایسی عورتوں سے نفرت ہے۔ میں نے فوری طور پر فیصلہ کیا تھا کہ کوئی ایسی کوشش کی جائے کہ اب وہ ادھر کا رہے۔ نہیں کرے گی۔ میرا خیال ہے ہم کامیاب ہو چکے ہیں۔"

طاہرات نے جواب دیا۔

میں ہنستا رہا۔ "ہر حال معلوم ہوتا ہے رات بخفت گزری ہے۔"

"بس یار۔ یاد نہ دلاؤ۔ نہ جانے کس طرح برداشت کیا۔ ہے۔ میں سمجھتا ہوں حماقت کی سزا بھگتا رہا ہوں۔"

"خیر۔ خیر۔ فی الحال وہ نہیں آئے گی۔ لیکن اسے لکھ لو۔" بیچا بھی نہیں چھوڑے گی آسانی سے۔"

"نہیں۔ اب میں خود بیچا چھڑاؤں گا۔ کم از کم ایک بات تو سامنے آئی ہے۔ اب وہ کس من سے لکھنے لکھ کرے گی۔"

"اسی من سے جس سے وہ سب کے سامنے غلغلہ مچا رہی ہے۔"

"اوہ۔ میں بیرونی نہیں دلیں ہوں۔ چلو ہاشم گھر واپس کی موجودگی میں میں نے ٹھیک سے ہاشم کو نہیں کیا تھا۔ یاد ہے۔ پچھو عارف تو یہ بھی میں نے اس سے انتقام لیا ہے۔ ہاشم نے ایک لاکھ کی حیثیت مجھ سے زیادہ۔" گھبراہٹ میں

تجربوں، ذہنی دوسروں کو اپنے بارے میں بتائیں۔ ہم لوگ اپنی کسی کرنے کی کوشش کریں، فوراً۔ مجھے یہ حق نہیں پتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ یہ اسٹوڈنٹوں۔ مجھے اس کے لئے مخالف ضروری۔

"تمہارے اسے تھپڑنے ہی تو مجھے تمہارے غصوں کا یقین دلایا ہے، میرا تمہارے تھپڑنے ہی تو میری جان سے بندھانی ہے۔ اب میں تمہارے سامنے ہے شریکی کی باتیں بھی نہ کروں گی۔ اب میں اپنے بے سارا" وارہ قسم کی ٹوکی نہیں ہوں۔ اب میں ایک شریکی نہیں ہوں، اسٹوڈنٹ کے چہرے ہی سے لے کر مالک نے۔ لوٹ کا ہل سکتے ہیں۔ اب میں ایک باحیثیت عورت ہوں۔ جیسا تم مجھے چاہتے تھے، پھر مارو۔ لیکن میرے اس تصور کو نہ توڑنا کہ اپنا ملک میں بڑی بن گئی ہوں۔" نوری نے جواب دیا کہ "تمہارے غصوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ بھی سب بد بدلتی ہو رہا تھا۔ ہم انسان بدلتے ہیں کسی طور خالی نہیں ہوتے۔ ہم نے اپنی کیفیات بنائی ہیں۔ ہم سخت بے حس ہو گئے ہیں۔ ہم نے بدیہیت کی کوشش میں خودیرت جانے لگے، لیاوت ڈال لئے ہیں۔ لیکن ایک وقت ہو تا ہے جب ہماری اصلیت ابھر آتی ہے۔ اور اس وقت ہم معمولی انسان ہوتے ہیں، حقیقی انسان ہوتے ہیں۔"

"میں پھر بھی تم سے معذرت خواہ ہوں نوری۔ لیکن تمہارے غصوں، ہماری محبت پر مجبور کرو۔ ہم آخرت کوئی ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کے بارے میں بھی نہیں سوچتے رہے۔ بس۔ انہوں نے مجھے تمہارے بارے میں بتایا۔ انہوں نے اس وقت تمہاری اور بابو خاں کی گفتگو سنی تھی۔ جب یہ معاش بابو خاں شراب کے نشے میں انسانیت کے رشتے بھول گیا تھا اور تم اس سے اپنی عزت کی بیک مانگ رہی تھیں۔ اپنی نوری کا تحفظ مانگ رہی تھیں۔ نوری، انہوں نے مجھے تمہارے بارے میں بتایا اور ہم نے تمہیں نہیں بتائے، کیونکہ نوری، ہماری حق نہ تھی کہ صرف اسی لئے تھی۔ لیکن اگر اس میں کوئی کھوت نہیں تھی۔"

"میں بھی بے قصور ہوں، بیٹا۔ میں نے دنیا کا صرف ایک پتہ دیا ہے۔ جس سے وہ اس سے لبریز، کوئی بے مقصد کسی سے بات نہیں کرے۔ میں جس کی حسب سے نہیں دوستی۔ تم کہاں سے آئے ہو، بیٹا، مجھے نہیں معلوم، میں تو اس نئی دنیا کرنے کی کوشش کر رہی ہوں جس کے عوض تم مجھے دے دو۔"

"میں خاموش تھا۔ جب وہ دونوں جذبات میں ڈوب کر خاموش ہو گئے تو میں نے نوری سے کہا "نور۔ وعدہ کرو کہ"

اب ہمیں سب کا نہیں سمجھو گی؟
"نہیں سیدھی بیٹا۔ کبھی نہیں۔ خدا کی قسم بھی نہیں۔" نوری نے غصوں سے کہا۔

"اور خود بھی کسی محبت میں بھوت نہیں دلوں گی۔"
"وعدہ دے دیا۔ آپ نوری کو وعدہ نہیں پائیں گے۔"
"بہشت کر کے آئی ہو؟" میں نے اچانک سوال کیا۔
"نہیں۔" اس نے شراب کے انداز میں گردن ہلادی۔
"ہوں۔" طاہرہ نے کہا، "میرا۔" اس نے تھکی جانے پر ہاتھ بلایا اور اسے ناشتہ کا آئینہ دیا۔ نوری کی گردن شریک سے جھکی ہوئی تھی۔ لیکن اس کے چہرے پر نمایاں تبدیلی نظر آرہی تھی۔ صرف چند منٹ قبل اس کے چہرے پر عجیب سی خشکی اور سب نوری تھی۔ لیکن اب ایک عجیب سی ہادیت اور طاقت پیدا ہوئی تھی، جیسے اسے اپنے ایک نشان مل گیا ہو۔ جیسے غصوں سے باہر مسافر کو غیر متوقع طور پر نشان مل گیا ہو۔ یہ اس لڑکی کی سادگی تھی، اس نے ان اجنبیوں پر اجماع کر لیا۔

اس کے بعد اس وقت تک خاموشی رہی جب تک وہ ناشتہ لے کر نہ آئی، شروع کرو فوراً میں نے کہا اور وہ دونوں بھی اس کے مناسبتے کھٹک آئے۔

"آپ بھی لیں بیٹا۔" نوری نے شرمیلی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہم دونوں ناشتہ کر چکے ہیں۔ تمہارے لئے چائے بنا دو۔" میں نے کہا اور نوری نے اپنی نشست سے ہمارے سامنے چائے بنا کر پیش کر دی۔ نوری خاموشی سے ناشتہ کرتی رہی اور پھر وہ ناشتہ سے فارغ ہو گئی اور پھر یہ تین ایک طرف سر ہٹا دیے گئے۔

"نور۔" طاہرہ نے پندر منٹ کے بعد اسے مخاطب کیا۔

"جی بیٹا۔"
"میرا خیال ہے اب تمہارے ذہن میں ہماری قوی نہیں کھٹک رہی ہوں۔ اس لئے ہم اس سے آگے نہ بڑھتے شروع کر دیں۔"

"جی بیٹا۔" نوری نے اسی مصیبت سے کہا۔
"یہ سب ہو چکا ہے اب تم صرف مجھے سے صبر کر رہی ہیں، جو اب تک ایک چھوٹے اور دبے بھائیوں کی بہن ہو اور جب بڑے بھائی موجود ہوتے ہیں تو بہنوں یہ کوئی بات داری نہیں رہ جاتی۔ اس لئے آج سے تمہارے باجونی بات داریوں سے آزاد ہو؟"

"بیٹا۔" نوری نے بڑے جذباتی انداز میں کہا اور اس کی گردن دھک اور جھک گئی۔

"ہم جو چاہتے ہیں گے، ہمارا فرض ہوگا۔ اس میں تمہیں یہ دخلت کی اجازت نہیں ہوں۔ بس آج تم سے یہی گفتگو کرنی تھی۔ مگر کیا کہہ کر آئی ہو؟"

"ابا میاں کو بتا کر آئی ہوں کہ آپ لوگوں کے پاس جا رہی ہوں۔"

"پوچھا ہوگا۔ کیوں؟"

"ہاں۔ آپ لوگوں کے چلنے آنے کے بعد منتظر ہوں، عبدال بھائی نے بتا دیا تھا کہ روٹی والا نے مجھے بابو خاں کی وجہ سے نوکری سے نکال دیا ہے۔ ابا میاں نے اس کی وجہ پوچھی۔ تو میں نے بتا دی۔ ابا میاں ایک ٹھنڈی سانس سے نگر خاموش ہو گئے۔ انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ لیکن وہ رات بھر نہیں سو سکے شاید روئے بھی تھے۔ لیکن صبح تو انہوں نے مجھے دانت دیتے۔ ہاں جب میں نے ان سے آپ کے پاس آنے کے لئے کہا تو انہوں نے سختی سے منع کیا۔ میں نے ان سے بحث کی اور کہا کہ ہر حال مجھے ملازمت کی ضرورت ہے۔ ممکن ہے ان بڑے آدمیوں نے مجھے کسی ملازمت کے لئے منتخب کیا ہو۔ ابا میاں مخالفت کرتے رہے۔ پھر خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے کہا۔ انہوں نے کہا کہ اگر میری عزت کو خطرہ درپیش ہو۔ تو جان دے دوں لیکن عزت نہ جانے دوں۔ یہ دنیا بے مطلب کسی کو کچھ نہیں دیتی۔ جی بیٹا۔ صبر بھی سکول نہیں کیا ہے۔ وہ مصیبت کو رہا تو کہ اب وہ نہیں پڑھے گا اور کوئی چیز فروخت کر کے جو کا قرض چلائے گا۔ اس نے بھی مصیبت سے کہا تھا کہ باپ بیٹا اب دور ہے جس تو تم نوکری کی تلاش میں کیوں جا رہی ہو۔" نوری کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپ رہے تھے۔

"ہاں نوری۔ وہ ایک غیرت مند باپ ہیں۔ حالات انسان کو مجبور کر دیتے ہیں۔ لیکن ان کا اضطراب نہ ہے۔" ابا میاں کہہ رہے تھے کہ جب بابو خاں انہیں کو انہوں نے اپنی عزت کا تحفظ سمجھا تھا، انہوں نے بڑے بڑے واسطے دیئے تھے، اتنا اندہ نگاہ رکھتا ہے تو اب تو اب تو صبر پر بھی مجبور نہیں کیا جاسکتا؟" نوری نے روئے ہوئے بتایا۔

"بے شک نوری۔ ان کے احساسات درست تھے۔" انہوں نے کہا تھا کہ فریب کو عزت کا زیادہ احساس ہوتا ہے۔ وہ بہن بیٹیوں کی زندگی کی نزاکت جانتا ہے، فریب

کسی حد تک مجھوتے کے قابل ہوتا ہے، اب اس پر مجبور ہوا، اٹھو، ہاتھ تو پھر دولت مندوں کا نمونہ کو وہ پتہ بھی کر لیں۔ ان کی عزت محفوظ رہتی ہے۔"

"بس کرو نوری۔ بس کرو۔ اس سے زیادہ بھائی کی تاب نہیں ہے۔ جاؤ نوری، بہن۔ اپنے محترم باپ کو سمجھاؤ۔ ان سے کہو دولت انسانیت کی کسائی میں ہے۔ انسان ہر حال میں انسان ہے، بشرطیکہ وہ انسانیت کا احساس رکھتا ہو۔ ہر اب تم جاؤ نوری، بہن۔ شام کو ہم صبح آئیں گے۔ اور رات رات کا لٹکا سناؤ، جی لٹکاؤں گے۔ لیکن یہ سب نہ کہہ دو۔ لے لے پناہ پاتی ہو۔"

"میں انتظار کروں گی بیٹا۔" نوری اٹھتے ہوئے پئی۔
"مگر کے خرچ کے لئے چھ چپے رکھو۔ اس نے بعد جنہیں یہ زحمت نہیں اٹھنی پڑے گی۔ ہم خود اپنے کا نظام سنبھالیں گے۔ یہ رکھو۔" میں نے سسائے، وہ نورت نوری کے پاس رکھ دیئے۔

"جی بیٹا، تمہارے پاس کچھ بیٹا۔" نوری نے کہا۔
"رکھو۔ کئی بھی معاملے ہیں، مدد احتیاج مت کرو۔"
"بہت اچھا بیٹا۔" نوری نے کہا اور پھر وہ ہم دونوں کو سام کر کے باہر نکلی۔ اس کے جانے کے بعد طاہرہ کافی دیر تک خاموش رہا۔

"ایسا سنا رہے ہو طاہرہ؟" میں نے پوچھا۔
"یار بعض اوقات تو تمہاری دنیا سے بھلا نہ ہو، بولنا چاہتا ہے، بڑی حیا کا۔ جلد ہے۔ انسان کو یہاں قیام دینے روک دینے دیتے تھے جیسا کیسی مجبور ہیں اس کے لئے محسوس ہے، ڈال دی گئی ہیں۔ میں نے اس مصیبت لڑکی کے ساتھ زیادتی کی۔ اس کا مجھے زندگی بھر افسوس رہے گا۔ میں نے تمہارے جذبات کو بھی نہیں پہچانی ہے، عارفہ۔ میں اس نے لئے بھی شرمندہ ہوں۔"

"نہیں عارفہ۔ ابھی تم میری دنیا کے بہت سے پہلوؤں سے اجنبی ہو۔ میں نے بھی تمہارے ساتھ کتنا ہی سب اس کے لئے میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔"

"ارے سید میرے دوست۔ میری طرف سے کبھی اجازت ہے۔ میری کسی غلطی پر تم مجھے سرزنش کرتے ہو؟ طاہرہ نے محبت سے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

"میں تمہاری فطرت سے بخوبی واقف ہوں ہوں، طاہرہ، جو چاہو تم کہہ سکتے ہو اس کے بعد بار بار تم نے کلمہ نمازت کی ہے، ہر حال ابھی بہت سے ایسے دور آئیں گے، جب ہمیں عجیب و غریب حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

”میں جانتا ہوں اور میری درخواست ہے کہ میری نسو،
عظمیٰ پر مجھ سے بدلہ ملے ہو جائے۔ جگہ میری امداد
کر دینا۔“

”میرنی آپ پر مبنی زندگی حیرت والی ہے۔ طاوت۔
میں تم سے اس شخص پر راجہ ہو سکتا ہوں۔ ہر حال کسی
ضرورت منہ دی رہے۔ لے پھر غلطی نہ ہو۔“

”نوشی اسٹوپی سے انہیں تان دیں گے۔“
”یقیناً۔ اس سے جو روٹی نوشی صاحبہ دیتی ہے اس
کی کوئی قیمت نہیں ہے۔“

”روٹیاں کچھ ہوتی ہیں کیا خیال ہے؟“
”وہ تو اہم امر ہے۔ تیرے لئے وہی صورت ہے۔ ہر سرف
ان لوگوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ تمہیں جب معمولی بہت
بھی زندگی باقی ہے۔ اس لئے پلو میں تمہیں نام لی ہوئی ہے
نہ رہی وہ اس کی امداد کا نہیں ہے۔ روٹیاں کچھ لے کر
کافی ہے۔ اب وہ کسی حیثیت میں نہیں قبول نہیں ہے۔
”نوشہ اس سے کوئی رپا نہیں لے لیا جائے گا۔“

”جینہ روٹی والا کسے بارے میں کیا خیال ہے؟“
”اس گدے کے لئے بھی یہی سزا کافی ہے۔ دیکھ اس
سے بھی تمہارا ہوتا رہے گا۔ میرے خیال میں اس کے خواہ
درست کرنے کے لئے پانچ اکھ کی دھمکی کافی ہو اگر کسی
پان مارے۔ ایک دم اور نہ رہتا ہے۔“

”جین لوگوں کے زیورات اور کاغذات ہمارے پاس
ہیں۔ انہیں وہ واپس چاہتا ہے۔ ان کے لئے کیا کیا
ہوئے۔ کیا ایک ایک کے نم ہوں گے؟“

”یہ تو مناسب نہ ہوگا۔ یہ کرتے ہیں کہ ایک من سے
مستحقان کے خدمت کا کچھ کراتے ہیں جن میں انہیں اطوار
دیں گے کہ ان کی جان تنہا رہی والی ہے۔ چھڑا دی گئی ہے
اور وہ اس نے بکرتے کھینچے ہیں۔ چنانچہ ان کے رہنے کے
کاغذات اور زیورات وغیرہ جانتے ہیں۔ اب وہ خود کو روٹی
و باتے کرنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ کسی قسم کی دھمکی دے تو اسے
خاطر میں نہ آئے۔ اس کے ساتھ ہی جس کا ہوسٹاں ہے
اس سے پتہ چلا کہ اسی وقت ان کو کون سا پارسل کریں۔“
”جین۔ سب سے عمدہ خیال ہے۔“ طاوت نے میری
راہ پر اشارہ کیا اور اس بات کا بھی فیصلہ ہو گیا۔

”وہ کسے کہنے سے فارغ ہوئے تھے کہ میری بھائی
تشریف لے گئی۔ ان کے ساتھ پندرہ اور لوگ بھی تھے۔
میرا بھائی نے سہرا لیا۔ اور پھر ایک نوشی بویں کو وہاں

سے تعارف کراتے ہوئے بولے۔ ”یہ ہائی فیس ہوئے ہیں
تپھیر جو رہیں ہیں رانا صاحبہ میں نے انہیں ایک
جو رہا ہے۔ دیکھا ہے۔ ہر روز اس کے کچھ تے۔“

”ہائی ہال میرے ہائی فیس میں جاتے ہیں۔“
”تمہیک سے کتنی رقم آگئی ہے؟“ طاوت نے پوچھا۔
”ایک ماہ دس ہزار بتا ہے۔“ نوشی نے جواب دیا۔
”تمہیک سے کچھ کچھ بھی نہیں آگئی ہوگی۔“

”میرا کام ہے۔ لیچہ ہوتا ہے۔ میرا بھائی میرے کو
نوشی سے رقم لے کر ہوا۔ میں نے میرا بھائی کو کچھ دیا۔
یہ پندرہ کیا تھا۔ اب بھی نہ کر رہی۔“ کچھ سدا ہو جائے۔
”میرا بھائی۔“ طاوت نے میرا بھائی کو پکارا۔
”ہی رانا صاحبہ۔“
”آپ نے کو بھی دیکھا؟“

”جین۔“
”پندرہ آئی۔ آپ کو؟“
”اسے فاس کو نہیں ہے۔“ طاوت نے ہنسنے لگا۔ ایک
دم فاس کا ہنس ہوتا ہے۔ میرے کو بھوت پندرہ آیا صاحبہ۔
”آپ کو بھی جو پندرہ آئے گا۔“
”یا قیامت! کتنے میں چوہو ہوا ہے؟“
”انہارو لکھا تھا۔“ ابھی نئی بات تھی۔ وہیں فرسٹ ہے
نہ۔ کسی چینی و ضرورت نہیں پڑیں گا۔ آپ کو؟“
”آپ کو بھی کیش اور ایک من ہوگی۔“

”جین ماظم کرو سینو۔“ چوہو صاحبہ نیاز مندی سے
بولے۔

”اور آپ؟“ طاوت نے تیرے تیری کی طرف
دیکھا۔

”میرے پاس دھنیں رو پڑ ایک خوبصورت دفتر ہے
بنا ہے۔ میرا بھائی نے اس کے بارے میں بات چیت کی
ہے۔ اس نے اس کے ایک اچھے طبیب کے ہیں۔ آپ
دیکھیں آپ کے شاہان شان تیرے۔ ہے۔ چاروں طرف قلم
استواری کھڑے پڑے ہیں۔“
”فریج؟“ طاوت نے پوچھا۔

”میرا ہوتا ہے۔ بنا ہے۔ چھ مہرے۔ آپ دیکھو ریت کرنے
ہو گئے۔“

”تمہیک سے۔“ میرا بھائی کو دفتر پندرہ ہے تو تمہیک ہی
ہوگا۔ نصرتے۔ میں آپ کو کون کو ادائیگی سے دیتا ہوں۔“

طاوت نے کہا اور وہ سب حیرت سے ایک دوسرے کی شکل
دیکھنے لگے۔ اتنی بڑی بڑی رقموں کی اس طرح ادائیگی ان کی
سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ لیکن طاوت باہر نکلیں۔ ”اور پھر چند
منٹ کے بعد وہ ایک دہائی سوٹ کس لکائے اندر آیا جس
میں اوپر تک ٹخنوں کی گندیاں تھیں۔ اس نے پہلے
دونوں چھوٹی ادائیگیاں لیں۔ اس کے بعد چوہو صاحبہ کو بھی
رقم ادا کر دی۔ منت وصول کرتے ہوئے ان کے ہاتھ کانپ
رہے تھے۔ ہر حال انہوں نے کسی کو فون کرنے اپنی مدد کے
لئے بلایا۔ یہ ان کا کاؤٹنٹ تھا۔

”نوشی کی ڈیوری ابھی لے لی جائے۔ میرا بھائی۔ باقی
کاغذات وغیرہ آپ کل کھل کر لیں۔ کل ہی دفتر بھی دیکھ لیا
جائے۔“

”جو ختم رانا صاحبہ۔“ میرا بھائی کانپتے ہوئے بولے۔
ان کی شکل حیرت سے بھری ہوئی تھی۔ طاوت نے کسی چیز کو
دیکھے بغیر اس کی قیمت ادا کر دی تھی۔ لیکن کسی کو کیا معلوم کہ
وہ کون تھا اور اس کا قدری دولت کی اس کی نگاہوں میں کیا
وقت ہے۔

”باقی نوگ چلے گئے۔ اب صرف میرا بھائی رہ گئے تھے۔
جنہیں کو بھی کی ڈیوری لینے جانا تھا۔“
”شیر۔“ میرا بھائی۔ اب آپ بھی ہائیں اور شرم تک
ہیں کو بھی میں منتقل کرنے کا بندوبست کر دیں۔ ہاں۔ آپ کو
رقم کی ضرورت ہوگی۔ کو بھی کھل ہوئی چاہئے۔“

میرا بھائی کچھ نہ بولے۔ اور طاوت نے انہیں بھی
کاغذ کی کچھ گندیاں سرکادیں۔ وہ سناں کر کے چلے گئے۔ تب
میں نے مسکراتے ہوئے طاوت سے کہا۔ ”بنا ہے۔ نواب عزیز
الہین صاحبہ ذرا احتیاط سے خرچ کریں۔ ورنہ انہیں
جیل گواؤں کی طرح ٹوٹ پڑیں گے۔“

”کار ضرورت مندوں کا کام اگر ان سے کار کاغذات
سے چل جاتا ہے تو میرا کیا نقصان ہے؟“ طاوت نے
مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن یہ بیکار کاغذات حکومت کے خزانے پر بار ڈالتے
ہے۔ ان کی قیمت سنا ہونا ضروری ہے۔“

”وہ بھی پورا کر لیں گے۔“ طاوت نے لاپرواہی سے کہا
اب چاہئے کیا ہو کر ام ہے؟“
”بس کام کھل ہو چکا ہے۔ اب علم کہنی کے بارے میں
یا خیال ہے؟“
”کھلے کی اور ضرور کھلے گی۔ میں نے اس کا نام بھی تجویز
رہا ہے۔“

”جین؟“
”نور آرمس پروفیشن۔“ طاوت نے جواب دیا۔
”خدا کی ہمت تم تو اپنے فاسے پر ہنس رہے ہو۔“

”بس محترم عارف صاحبہ کی کرم نوازی ہے۔“ طاوت
ہنستے ہوئے ہوا۔ اور پھر ہنستے ہوئے کہنے لگا۔ ”نور۔ نور۔ نور۔“

”دیکھ لیں۔“ میرا بھائی کی پندرہ سی ہے؟“
”نوشی کے پارک میں ہمارے خوبصورت کار گزری ہوئی
تھی جس پر ابھی کون نمبر پلاٹ نہیں تھی۔ بلاشبہ یہ ایک
دسین کار تھی۔ میں نے کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا اور
پھر ہم نے کافی دور تک اس کی گزری۔“ اور کار ہمیں کافی پندرہ
کی۔ خوبزی دیر کے بعد ہم ہنس دلاہیں گئے۔

”تمام کو حساب پورا کر ہم اپنی نئی کار میں شہر کا لون
پہنچ گئے۔“ صفحہ میں دروازے پر ہمارے خنک تھے ہمیں
کار سے اترتے ہوئے دیکھ کر وہ بڑے حیران ہوئے۔ ہر حال
انہوں نے آپ سے سلام کیا تھا۔

”تشریف لائے۔ ہم سب آپ کا انتظار کرتے ہیں۔“
انہوں نے بڑے بالغانہ انداز میں کہا اور طاوت کو بھی
”جی۔“ صفحہ ریمان نے اندر داخل ہو کر اطمینان دی۔ ”باقی۔
سمان آگئے ہیں۔ اور بڑی خوبصورت کار میں آگئے ہیں۔“
نوری کے والد اچھے اور نکلے ہوئے ہم دونوں کی طرف
بڑے۔

”آئیے۔ آئیے۔ نواب صاحبہ تشریف لائے۔ نور
السا۔ جی نور اتنا۔“ انہوں نے آواز دی اور نوری صفحہ
کچروں میں گھوس باورچی خانے سے نکل آئی۔ اس کے
چہرے پر ایک انوکھی دیکھ تھی۔ پندرہ ہی گھنٹوں میں وہ پندرہ
پندرہ ہوئی تھی۔

”نور۔ اب میں مجھے نواب صاحبہ کے نام سے پکار
رہے ہیں۔ کیا آپ نے انہیں میری حیثیت نہیں بتائی؟“
”تمہاری ہے بھائی جان۔ لیکن ابامیاں ہر بات پر دیر سے
تین کرنے کے عادی ہیں۔“

”بوزے کا چہرہ تجید ہو گیا۔ پھر وہ چھیرے آواز میں بولا
”آٹھوں سے اندازہ لگایا کرتا تھا۔ لیکن آنکھوں نے وہ تجید
بھی چھین لیا۔ اب خوفزدہ رہتا ہوں کہ کسی کی حیثیت کے
خلاف کوئی بات منہ سے نہ نکل جائے نہ جانے کسی شکل
ہو گئی ہوگی۔ اس لحاظ منہ سے کسی کو اس کے مرتبہ کے لحاظ
سے مخاطب نہ کر کے نقصان بھی اٹھا سکتے ہوں۔ نہ جانے اپنی
حالت سے بھی یا نہیں۔“

”آپ وہ رتی نوری بہن کے والد ہیں۔ اس لئے ہمارے جی بہت اُرداں چاہتا ہے کہ یہ اعزاز دے دیں۔ ورنہ مجھ پر کونسی گہ۔“ طاہرات نے سنجیدگی سے کہا۔

”اعزاز تو تم نے اس سیریز میں کم سے کم دو کے لئے کرنا چاہئے۔ یاد نہ ہو تو یہ کہوں کہ شاید خدا نے میری کوئی دعا قبول کر لی ہے۔ ورنہ تم لوگ ہم بیچارے کو اس قدر مرہبان نہ ہوتے۔“

”بس خدا آپ کو اتنا بخیر دے کہ مجھے بڑے بہن۔ ہم اس کی ذات کو درمیان میں رکھ کر کہتے ہیں کہ نور بہن ہمیں اپنی سخی بہن کی طرح عزیز ہے۔ نہ صرف غصے اور محبت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ آپ اپنے خدا سے اتنا سالانہ کہ آپ کا دل ہمیں کیا تسلیم کرے۔ اگر سناں داتا ہے تو کھینک ہے۔ ہمارا کچھ ثابت ہو جائے گا۔ اور اگر تردید رہے تو

ہمیں تبہ نہ آنے کے لئے صاف صاف کہہ دیں۔ ہم آپ کو بھی تعذیب نہیں دیں گے۔“ طاہرات نے کہا۔

اور نور کا ایک دم خاموش ہونا۔ اس کی سہ نور ہمیں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور پھر اس نے لرزتی ہوئی توازن میں کہا ”اے خدا! اے خدا! میں نے تیری ذات پر بخیر دے کیا ہے۔ اے خدا! اے خدا!“

”نوری! میں صبر اور طاہرات خاموش کھڑے تھے۔ اچانک بڑھے تے چہرے پر تھکنی ابھرتی۔ اس کی ذات کو درمیان میں رکھ کر یہاں کہہ رہا ہوں بیٹے۔ کہ اس اندھے نے تم دونوں پر اعتبار کر لیا اور اب میرے دل میں تمہاری طرف سے کوئی شکوک و شبہات نہیں رہیں گے۔ اگر میں شکوک و شبہات میں بھی مبتلا رہتا تو تمہارا چہ نہیں بگاڑ سکتا تھا بیٹے۔ لیکن وہ تمہارے غصے کا جواب نہ ہوتا۔ مجھ بچنے کے پاس اعتماد کے چٹنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اسے قبول کرو۔“ طاہرات نے گرجوٹی سے بڑھے کا ہاتھ دیا اور پھر ”وندھوں پر ہم دونوں بیٹھے اور بڑے میاں چار پانی پر۔“

”آپ نے ہمیں اپنا جینا سمجھ لیا ہے ابامیاں؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں۔ اب اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ میرے بیٹے پر سے ذمہ داری کی سُل ہٹ گئی ہے۔ کاش میں سمجھیں یہ سُلوان دکھا سکتا۔ میرے بچہ! وہ تمہاری وجہ سے مجھے طاہرات ہے۔“ بڑھے نے خوشی سے لرزتی ہوئی توازن میں کہا ”خدا تمہیں خوش رکھے۔ میری نور تمہارا اب بے سارا لڑکی نہیں ہے۔“ انہیں کی عزت ہر وقت فطرت میں ہو۔“

”آپ یہ رتی نوری بہن کے والد ہیں۔ اس لئے ہمارے جی بہت اُرداں چاہتا ہے کہ یہ اعزاز دے دیں۔ ورنہ مجھ پر کونسی گہ۔“ طاہرات نے سنجیدگی سے کہا۔

”اعزاز تو تم نے اس سیریز میں کم سے کم دو کے لئے کرنا چاہئے۔ یاد نہ ہو تو یہ کہوں کہ شاید خدا نے میری کوئی دعا قبول کر لی ہے۔ ورنہ تم لوگ ہم بیچارے کو اس قدر مرہبان نہ ہوتے۔“

”بس خدا آپ کو اتنا بخیر دے کہ مجھے بڑے بہن۔ ہم اس کی ذات کو درمیان میں رکھ کر کہتے ہیں کہ نور بہن ہمیں اپنی سخی بہن کی طرح عزیز ہے۔ نہ صرف غصے اور محبت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ آپ اپنے خدا سے اتنا سالانہ کہ آپ کا دل ہمیں کیا تسلیم کرے۔ اگر سناں داتا ہے تو کھینک ہے۔ ہمارا کچھ ثابت ہو جائے گا۔ اور اگر تردید رہے تو

ہمیں تبہ نہ آنے کے لئے صاف صاف کہہ دیں۔ ہم آپ کو بھی تعذیب نہیں دیں گے۔“ طاہرات نے کہا۔

اور نور کا ایک دم خاموش ہونا۔ اس کی سہ نور ہمیں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور پھر اس نے لرزتی ہوئی توازن میں کہا ”اے خدا! اے خدا! میں نے تیری ذات پر بخیر دے کیا ہے۔ اے خدا! اے خدا!“

”نوری! میں صبر اور طاہرات خاموش کھڑے تھے۔ اچانک بڑھے تے چہرے پر تھکنی ابھرتی۔ اس کی ذات کو درمیان میں رکھ کر یہاں کہہ رہا ہوں بیٹے۔ کہ اس اندھے نے تم دونوں پر اعتبار کر لیا اور اب میرے دل میں تمہاری طرف سے کوئی شکوک و شبہات نہیں رہیں گے۔ اگر میں شکوک و شبہات میں بھی مبتلا رہتا تو تمہارا چہ نہیں بگاڑ سکتا تھا بیٹے۔ لیکن وہ تمہارے غصے کا جواب نہ ہوتا۔ مجھ بچنے کے پاس اعتماد کے چٹنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اسے قبول کرو۔“

طاہرات نے گرجوٹی سے بڑھے کا ہاتھ دیا اور پھر ”وندھوں پر ہم دونوں بیٹھے اور بڑے میاں چار پانی پر۔“

”آپ نے ہمیں اپنا جینا سمجھ لیا ہے ابامیاں؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں۔ اب اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ میرے بیٹے پر سے ذمہ داری کی سُل ہٹ گئی ہے۔ کاش میں سمجھیں یہ سُلوان دکھا سکتا۔ میرے بچہ! وہ تمہاری وجہ سے مجھے طاہرات ہے۔“ بڑھے نے خوشی سے لرزتی ہوئی توازن میں کہا ”خدا تمہیں خوش رکھے۔ میری نور تمہارا اب بے سارا لڑکی نہیں ہے۔“ انہیں کی عزت ہر وقت فطرت میں ہو۔“

”نور! میں صبر اور طاہرات خاموش کھڑے تھے۔ اچانک بڑھے تے چہرے پر تھکنی ابھرتی۔ اس کی ذات کو درمیان میں رکھ کر یہاں کہہ رہا ہوں بیٹے۔ کہ اس اندھے نے تم دونوں پر اعتبار کر لیا اور اب میرے دل میں تمہاری طرف سے کوئی شکوک و شبہات نہیں رہیں گے۔ اگر میں شکوک و شبہات میں بھی مبتلا رہتا تو تمہارا چہ نہیں بگاڑ سکتا تھا بیٹے۔ لیکن وہ تمہارے غصے کا جواب نہ ہوتا۔ مجھ بچنے کے پاس اعتماد کے چٹنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اسے قبول کرو۔“

طاہرات نے گرجوٹی سے بڑھے کا ہاتھ دیا اور پھر ”وندھوں پر ہم دونوں بیٹھے اور بڑے میاں چار پانی پر۔“

”آپ نے ہمیں اپنا جینا سمجھ لیا ہے ابامیاں؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں۔ اب اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ میرے بیٹے پر سے ذمہ داری کی سُل ہٹ گئی ہے۔ کاش میں سمجھیں یہ سُلوان دکھا سکتا۔ میرے بچہ! وہ تمہاری وجہ سے مجھے طاہرات ہے۔“ بڑھے نے خوشی سے لرزتی ہوئی توازن میں کہا ”خدا تمہیں خوش رکھے۔ میری نور تمہارا اب بے سارا لڑکی نہیں ہے۔“ انہیں کی عزت ہر وقت فطرت میں ہو۔“

”نور! میں صبر اور طاہرات خاموش کھڑے تھے۔ اچانک بڑھے تے چہرے پر تھکنی ابھرتی۔ اس کی ذات کو درمیان میں رکھ کر یہاں کہہ رہا ہوں بیٹے۔ کہ اس اندھے نے تم دونوں پر اعتبار کر لیا اور اب میرے دل میں تمہاری طرف سے کوئی شکوک و شبہات نہیں رہیں گے۔ اگر میں شکوک و شبہات میں بھی مبتلا رہتا تو تمہارا چہ نہیں بگاڑ سکتا تھا بیٹے۔ لیکن وہ تمہارے غصے کا جواب نہ ہوتا۔ مجھ بچنے کے پاس اعتماد کے چٹنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اسے قبول کرو۔“

”نور! میں صبر اور طاہرات خاموش کھڑے تھے۔ اچانک بڑھے تے چہرے پر تھکنی ابھرتی۔ اس کی ذات کو درمیان میں رکھ کر یہاں کہہ رہا ہوں بیٹے۔ کہ اس اندھے نے تم دونوں پر اعتبار کر لیا اور اب میرے دل میں تمہاری طرف سے کوئی شکوک و شبہات نہیں رہیں گے۔ اگر میں شکوک و شبہات میں بھی مبتلا رہتا تو تمہارا چہ نہیں بگاڑ سکتا تھا بیٹے۔ لیکن وہ تمہارے غصے کا جواب نہ ہوتا۔ مجھ بچنے کے پاس اعتماد کے چٹنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اسے قبول کرو۔“

”نور! میں صبر اور طاہرات خاموش کھڑے تھے۔ اچانک بڑھے تے چہرے پر تھکنی ابھرتی۔ اس کی ذات کو درمیان میں رکھ کر یہاں کہہ رہا ہوں بیٹے۔ کہ اس اندھے نے تم دونوں پر اعتبار کر لیا اور اب میرے دل میں تمہاری طرف سے کوئی شکوک و شبہات نہیں رہیں گے۔ اگر میں شکوک و شبہات میں بھی مبتلا رہتا تو تمہارا چہ نہیں بگاڑ سکتا تھا بیٹے۔ لیکن وہ تمہارے غصے کا جواب نہ ہوتا۔ مجھ بچنے کے پاس اعتماد کے چٹنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اسے قبول کرو۔“

”نور! میں صبر اور طاہرات خاموش کھڑے تھے۔ اچانک بڑھے تے چہرے پر تھکنی ابھرتی۔ اس کی ذات کو درمیان میں رکھ کر یہاں کہہ رہا ہوں بیٹے۔ کہ اس اندھے نے تم دونوں پر اعتبار کر لیا اور اب میرے دل میں تمہاری طرف سے کوئی شکوک و شبہات نہیں رہیں گے۔ اگر میں شکوک و شبہات میں بھی مبتلا رہتا تو تمہارا چہ نہیں بگاڑ سکتا تھا بیٹے۔ لیکن وہ تمہارے غصے کا جواب نہ ہوتا۔ مجھ بچنے کے پاس اعتماد کے چٹنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اسے قبول کرو۔“

”نور! میں صبر اور طاہرات خاموش کھڑے تھے۔ اچانک بڑھے تے چہرے پر تھکنی ابھرتی۔ اس کی ذات کو درمیان میں رکھ کر یہاں کہہ رہا ہوں بیٹے۔ کہ اس اندھے نے تم دونوں پر اعتبار کر لیا اور اب میرے دل میں تمہاری طرف سے کوئی شکوک و شبہات نہیں رہیں گے۔ اگر میں شکوک و شبہات میں بھی مبتلا رہتا تو تمہارا چہ نہیں بگاڑ سکتا تھا بیٹے۔ لیکن وہ تمہارے غصے کا جواب نہ ہوتا۔ مجھ بچنے کے پاس اعتماد کے چٹنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اسے قبول کرو۔“

”نور! میں صبر اور طاہرات خاموش کھڑے تھے۔ اچانک بڑھے تے چہرے پر تھکنی ابھرتی۔ اس کی ذات کو درمیان میں رکھ کر یہاں کہہ رہا ہوں بیٹے۔ کہ اس اندھے نے تم دونوں پر اعتبار کر لیا اور اب میرے دل میں تمہاری طرف سے کوئی شکوک و شبہات نہیں رہیں گے۔ اگر میں شکوک و شبہات میں بھی مبتلا رہتا تو تمہارا چہ نہیں بگاڑ سکتا تھا بیٹے۔ لیکن وہ تمہارے غصے کا جواب نہ ہوتا۔ مجھ بچنے کے پاس اعتماد کے چٹنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اسے قبول کرو۔“

”نور! میں صبر اور طاہرات خاموش کھڑے تھے۔ اچانک بڑھے تے چہرے پر تھکنی ابھرتی۔ اس کی ذات کو درمیان میں رکھ کر یہاں کہہ رہا ہوں بیٹے۔ کہ اس اندھے نے تم دونوں پر اعتبار کر لیا اور اب میرے دل میں تمہاری طرف سے کوئی شکوک و شبہات نہیں رہیں گے۔ اگر میں شکوک و شبہات میں بھی مبتلا رہتا تو تمہارا چہ نہیں بگاڑ سکتا تھا بیٹے۔ لیکن وہ تمہارے غصے کا جواب نہ ہوتا۔ مجھ بچنے کے پاس اعتماد کے چٹنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اسے قبول کرو۔“

”نور! میں صبر اور طاہرات خاموش کھڑے تھے۔ اچانک بڑھے تے چہرے پر تھکنی ابھرتی۔ اس کی ذات کو درمیان میں رکھ کر یہاں کہہ رہا ہوں بیٹے۔ کہ اس اندھے نے تم دونوں پر اعتبار کر لیا اور اب میرے دل میں تمہاری طرف سے کوئی شکوک و شبہات نہیں رہیں گے۔ اگر میں شکوک و شبہات میں بھی مبتلا رہتا تو تمہارا چہ نہیں بگاڑ سکتا تھا بیٹے۔ لیکن وہ تمہارے غصے کا جواب نہ ہوتا۔ مجھ بچنے کے پاس اعتماد کے چٹنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اسے قبول کرو۔“

”نور! میں صبر اور طاہرات خاموش کھڑے تھے۔ اچانک بڑھے تے چہرے پر تھکنی ابھرتی۔ اس کی ذات کو درمیان میں رکھ کر یہاں کہہ رہا ہوں بیٹے۔ کہ اس اندھے نے تم دونوں پر اعتبار کر لیا اور اب میرے دل میں تمہاری طرف سے کوئی شکوک و شبہات نہیں رہیں گے۔ اگر میں شکوک و شبہات میں بھی مبتلا رہتا تو تمہارا چہ نہیں بگاڑ سکتا تھا بیٹے۔ لیکن وہ تمہارے غصے کا جواب نہ ہوتا۔ مجھ بچنے کے پاس اعتماد کے چٹنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اسے قبول کرو۔“

”نور! میں صبر اور طاہرات خاموش کھڑے تھے۔ اچانک بڑھے تے چہرے پر تھکنی ابھرتی۔ اس کی ذات کو درمیان میں رکھ کر یہاں کہہ رہا ہوں بیٹے۔ کہ اس اندھے نے تم دونوں پر اعتبار کر لیا اور اب میرے دل میں تمہاری طرف سے کوئی شکوک و شبہات نہیں رہیں گے۔ اگر میں شکوک و شبہات میں بھی مبتلا رہتا تو تمہارا چہ نہیں بگاڑ سکتا تھا بیٹے۔ لیکن وہ تمہارے غصے کا جواب نہ ہوتا۔ مجھ بچنے کے پاس اعتماد کے چٹنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اسے قبول کرو۔“

”نور! میں صبر اور طاہرات خاموش کھڑے تھے۔ اچانک بڑھے تے چہرے پر تھکنی ابھرتی۔ اس کی ذات کو درمیان میں رکھ کر یہاں کہہ رہا ہوں بیٹے۔ کہ اس اندھے نے تم دونوں پر اعتبار کر لیا اور اب میرے دل میں تمہاری طرف سے کوئی شکوک و شبہات نہیں رہیں گے۔ اگر میں شکوک و شبہات میں بھی مبتلا رہتا تو تمہارا چہ نہیں بگاڑ سکتا تھا بیٹے۔ لیکن وہ تمہارے غصے کا جواب نہ ہوتا۔ مجھ بچنے کے پاس اعتماد کے چٹنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اسے قبول کرو۔“

”نور! میں صبر اور طاہرات خاموش کھڑے تھے۔ اچانک بڑھے تے چہرے پر تھکنی ابھرتی۔ اس کی ذات کو درمیان میں رکھ کر یہاں کہہ رہا ہوں بیٹے۔ کہ اس اندھے نے تم دونوں پر اعتبار کر لیا اور اب میرے دل میں تمہاری طرف سے کوئی شکوک و شبہات نہیں رہیں گے۔ اگر میں شکوک و شبہات میں بھی مبتلا رہتا تو تمہارا چہ نہیں بگاڑ سکتا تھا بیٹے۔ لیکن وہ تمہارے غصے کا جواب نہ ہوتا۔ مجھ بچنے کے پاس اعتماد کے چٹنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اسے قبول کرو۔“

”نور! میں صبر اور طاہرات خاموش کھڑے تھے۔ اچانک بڑھے تے چہرے پر تھکنی ابھرتی۔ اس کی ذات کو درمیان میں رکھ کر یہاں کہہ رہا ہوں بیٹے۔ کہ اس اندھے نے تم دونوں پر اعتبار کر لیا اور اب میرے دل میں تمہاری طرف سے کوئی شکوک و شبہات نہیں رہیں گے۔ اگر میں شکوک و شبہات میں بھی مبتلا رہتا تو تمہارا چہ نہیں بگاڑ سکتا تھا بیٹے۔ لیکن وہ تمہارے غصے کا جواب نہ ہوتا۔ مجھ بچنے کے پاس اعتماد کے چٹنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اسے قبول کرو۔“

دفتر کی عمارت کے باہر انتہائی حسین نئون ساف میں نور آدھیں پونڈ شہر کا پورا پورا جھوٹا تھا۔ خود نوری کو ابھی تک اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ باب صاحب اسے اتنا معلوم تھا کہ قسم کھینچی کھول چاری ہے۔

نوری اب غاص تھوڑے عورتوں کی طرح رہتی تھی۔ اس پر سب جاذبے داریاں پڑ رہی تھیں۔ لگائی تھیں۔ انہیں انہیں کے کام ہی ایسے تھے جن سے اسے فرصت نہیں ملتی تھی۔ صبر میاں کو شہر کے اچھے رستے کے اسکول میں داخل کر دیا گیا تھا اور طاہرات نے وہ ب صاحب کی آنکھوں کا پتہ نہیں کرانے کا بھی فیصلہ کر لیا تھا۔

بہرحال۔ دفتر کے افتتاح کا پروگرام بنایا گیا اور پوری قلم اندہ مٹری کو دعوت نامے بھجوا دیئے گئے۔ ان میں روشیلا اور سیتلہ روٹی والا بھی شامل تھے۔ طاہرات کا خیال تھا کہ یہ دونوں اس افتتاح میں شرکت نہیں کریں گے۔ لیکن افتتاح کے موقع پر روشیلا اور روٹی والا کو ایک ہی کار سے اترتے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”ناراض۔ مہمان خصوصی۔“ اس نے سرگوشی کی۔

”قلم اندہ مٹری سے میری جان۔ یہاں کی رہائش دیرپا نہیں ہو تھی۔ روٹی والا تمہارے پھیر کو بھول گئے ہوں گے۔ روشیلا بھی نے چل لے کر تے کی اہوشیار رہنا۔“

”ارے اس کی ایسی تھی۔“ طاہرات اڑ کر بولا ”ابھی تک نوری نہیں آئی۔ پتہ نہیں عبدل بھائی پانچا نہیں؟“

”اوہ آری ہے۔ وہ دیوہو۔“ میں نے دور سے اپنی کار آتے دیکھ کر کہا۔ اتنی دیر میں روٹی والا اور روشیلا ان کے نزدیک پہنچ گئے۔ روٹی والا مسکراتے ہوئے کار سے اترتے تھے۔

”ارے رانا صاحب۔ خدا کسم تم تو کمال کیا بابا۔ ایک دم تفس ہٹا ڈالا۔ مارے کو مالوم بھی نہیں ہوا۔ ہماری طرف سے مبارک باد کیوں کرو۔“ روٹی والا نے کہا۔

”شہر یہ سیتلہ روٹی والا۔ آخر آپ کے پانچ لاکھ روپے اور لاکھوں کے زچہ رات تو ہمیں نہ کہیں خرقہ کرنا تھے۔“ طاہرات نے مسکراتے ہوئے کہا اس کے بجائے کہ روٹی والا شرمندہ ہوتا۔ اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا ”اے کائے کو جاک کرتا پڑا رانا صاحب۔ مارے کو بھوت شرمندگی ہوا۔ مارے کو ماچھ کر دیا۔“

”معاف کر دیا سیتلہ روٹی والا۔ لیکن مس روشیلا نے بھی آپ کو معاف کر دیا یا رقم رہی پڑی؟“

”اے وہ آدمہ چھوڑنا پڑا۔ مارے کو کھاناں کر دیا۔“

پورا ایک لاکھ لے کر جان چھوڑا۔

آپ کو ضروری دوائیاں نہ دیا جائے رہا صاحب۔ ہم آپ کے مہمان ہیں۔" روشیلا نے چپکلی سی مسکراہٹ سے کہا "میرا دل" میری طرف سے دل مبارکباد قبول فرمائیے۔" نور نے روت روڈیشن یہ نور صاحب کوں ہیں؟

نور نے در قریب آئی۔ ایک خوبصورت سادہ سی ساڑھی میں جوئی ادوب سے سینہ نظر آ رہی تھی۔ دولت اور سکون انسان کی شکل ہاں دیتا ہے۔ اس کی مثال معمولی سی ہے۔ امراء کے بچے عموماً خوبصورت ہوتے ہیں اور غریبوں کے بچے بد شکل۔ نور کی کے قریبی جاننے والے بھی اس کی شکل نہیں پہچان سکتے تھے۔ اس کے ساتھ حضور دباب صاحب اور جہاں بھائی تھے۔ حضور بھی ایک گہرے نیلے رنگ کے سٹ میں بے حد خوبصورت اور امارت نظر آ رہا تھا۔ دباب علی اعلیٰ پڑنے کی شہوانی میں جوں تھے اور آنکھیں نہ ہونے کے باوجود بہت خوش نظر آ رہے تھے۔

"آپ نے بتایا نہیں رہا صاحب۔ یہ نور صاحب کوں ہیں؟" روشیلا نے پھر اصرار کیا۔

"سوری مس روشیلا۔ نور آرش پروڈکشن کے مالکان تشریف لے آئے ہیں۔ آؤ، ہم ان کا استقبال کریں۔ تمہیں ان سے مل کر یقین خوشی ہوگی۔" خالوت کے بچائے میں نے کہا اور روشیلا گروں گھاٹ روک بیٹھ گئی۔ میں اور خالوت آگے بڑھ گئے تھے۔

"ہیلو نور۔" خالوت نے مسترا تے ہوئے کہا اور اپنے قریب کھڑے ہوئے ایک ملازم کے ہاتھوں سے پھلوں کا خوبصورت ہار لے کر نور کی گروں میں ڈال دیا۔ دوسرے ہار اس نے اور میں نے دباب علی صاحب اور حضور کے گلے میں ڈالے تھے۔ نور کی دفتر کے دروازے پر تہہ گاتے نون سانچن کو دیکھ کر ہی سراسیمہ ہو گئی تھی۔

"آئیے خاتون نور اتنا۔ ہماری طرف سے اس عالی شان پروڈکشن قائم کرنے کی مبارکباد قبول فرمائیے۔" خالوت نے قدرے جھک کر کہا اور نور کی تھوک گل کر رہ گئی۔

بہت سے لوگوں کے چہرے حیرت کا آئینہ بن کر رہ گئے تھے۔ روشیلا کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ سیمہ روٹی والا ڈاکو کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا تھا۔ نور کی دوسری قسم کمپنیوں والے بھی ایک ایکسٹرا گرل کی حیثیت سے جانتے تھے۔ بابو خان ٹائپ کے لوگ بن جاتے ہی قہقہے مچاتے تھے۔ غرض نور کی آمد اور اس کی موجودہ حیثیت نے ہزار ٹپ ماحول پیدا کر دیا تھا۔

"مہمانان کرامی۔" خالوت نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "خاتون نور اتنا نور آرش پروڈکشن کی مالک محترمہ دباب علی نور اتنا کے وہ اور مجھے حضور ہیں۔ ہم سب خاتون نور اتنا کے دل مبارکباد پیش کرتے ہیں۔" خالوت نے تائیدیں بنائیں اور تمام الحاق تائیدیں بچائے گئے۔ لیکن ز کے چہرے ہاتھوں سے نرم آجک نہیں تھے۔

"اس دفتر کو افتتاح۔ محترم دباب علی اپنے مبارک ہاتھوں سے کریں گے۔" خالوت نے دوسرا الحاق کیا اور تائیدیں پھر گونجنے لگیں۔ دباب علی سراسیمہ انداز میں اپنے چھڑی کو اوجھڑا کر تھماتے گئے تھے۔ جب خالوت ان کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے دباب علی کا ایک ہاتھ پکڑ کر اپنے کندھے پر رکھ لیا اور دباب علی نے اس کا شانہ دہن لیا۔

"ابا میاں۔ آپ کا بیٹا عزیز امین ہے۔ جہاں نے نہیں۔" خالوت نے بہت سے کہا اور دباب علی کے دانہ

بھج گئے۔ انہوں نے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ البتہ حضور نے نور کی ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"ونڈر فل ہائی۔ آپ تو بہت بڑی عورت" انہوں نے کہا خیال ہے۔ لیکن نور کی ابھی تک سحرزدہ تھی۔ میں نے نور کی آنکھوں میں دیکھا "اور دیکھ رہا۔ تب نور سنبھل گئی۔

"آئیے۔" میں نے کہا اور خالوت دباب علی کو لے کر گے بڑھا۔ ایک بار وہی ملازم نے پینٹ میں رکھی ہوئی قینچ دباب صاحب کے ہاتھ میں اٹھائی اور دباب صاحب نے افتتاحی ذریعہ تلاش کر کے کاٹ دیا۔ اخباری رپورٹوں نے تصویریں لیں اور ایک رپورٹر نے مائیک ان کے منہ کے قریب کر کے کہا۔

"محترم دباب صاحب۔ آپ کے تاثرات؟"

"دباب صاحب سنبھلے اور پھر انہوں نے لڑائی بڑا آواز میں کہا "صاحبو میں آنکھوں سے محذور انسان ہوں لیکن دل کی روشنی میں میں ان چہیتے ہوئے چہروں کو دیکھ رہا ہوں جن کے دم سے انسانیت کا وجود ہائی ہے۔ کون انتہا کہ انسان مفلس ہے۔ وہ آج بھی انسانیت کی دولت ہے۔ مال ہے ہاں خلف سوتلہ خیرات غلامی انسانیت کو بڑا خستہ دھم کر دیا ہے۔ لیکن بھی کبھی یہ دھم اس طرح مندا ہوتے ہیں کہ ان کے نشان تک باقی نہیں رہتے۔ میری د ہے کہ خدا انسانیت کو زندہ رکھنے والوں کو زندہ رکھے تاکہ ان دم سے مجھے چہان چلے رہیں اور انسانیت پر حمل نہ رہے۔ چھانکے۔ میری ساری دعا میں امرا پروڈکشن کے ساتھ

جس۔" لوگوں نے پھر تائیدیں بھائی نہیں اس کے بعد مہمان وقت کی عظیم الشان عمارت دیکھنے گئے۔ ان کی آنکھیں کھلی گئی تھیں اور کھنگنے والوں نے ان کی حیثیت کو ادب سے سمجھا لیا تھا۔

مصانوں کے بیچنے کا انتظام ہاں میں لیا گیا تھا۔ جہاں ان کی تواضع کی جاتے تھے۔ لیکن انہیں تک اتنی صاف نہیں ہوئے تھے۔ نور کی کے جاننے والے ابھی تک قہقہے پر انداز تھے۔ وہ اس بات پر کیسے یقین کر لیتے کہ ایک ایکسٹرا گرل اپنا تک ایک بہت بڑی قسم کمپنی کی مالک بن گئی۔

نور بھی اب سنبھلنے لگی تھی۔ وہ اب ان دونوں سے پوری طرح واقف ہو چکی تھی۔ وہ اس کے لئے آسمان سے اترے تھے۔ لوگوں نے کہا ہے۔ "دوران مابین سے بہت بولنے کی فرمائش کی۔

"ہاں ہاں نور۔ اپنے مقاصد کے بارے میں مہمانوں کو

بتاؤ۔" میں نے کہا اور نور کی تیار ہو گئی۔

"میری کمپنی۔" اس نے چھوکتی ہوئی آواز میں کہا "معاشرے کی نئی تصویریں پیش کرتی ہے۔ ہمارا یہی مقصد ہے۔ ہم انہیں کے جو فلاں مقاصد رکھیں گی۔ ہم جانتے ہیں کہ فلم تھکے ہوئے ذہنوں کو الجھنوں سے کاٹنے کا ایک ذریعہ ہے۔ لوگ محنت و مشقت کرنے کے بعد اپنی خستگی چاہتے ہیں۔ اس لئے سیمہ ہاں میں آتے ہیں۔ ہمارے ان کے ذہنوں پر انہیں اور رومان کا پتہ نہیں لادیں گے۔ گرومان اور جھن کا زندگی سے گرا افق ہے۔ لیکن سڑکوں اور گلیوں کے رومان ہمارے معاشرے سے بہتر دور کی چیزیں ہیں۔ ہمارا یہ ذریعہ ماحول ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم ان امثال کو فلم کا موضوع بنائیں گے۔ میں نہیں سمجھتی کہ فلم میں رومان نہ ہو۔ لیکن وہ رومان جو زندگی سے قریب ہو۔ ہمارے انہیں سڑکوں پر پرتن ہلائی ہوئی عاشقوں کی تلاش میں نہیں نکلتی۔ ہاں کے ذہن ان فلموں کو دیکھ کر اس انداز میں جی سنبھلتے ہیں اور ہماری کوئی غلطی اگر ایک بھی ذہن کو بہکانے کا ذریعہ بن جائے تو ہم معاشرے کے بہت بڑے مجرم ہیں۔ رومان پیش کیا جائے۔ لیکن اسی انداز میں جو ہمارے ماحول کا خاصا ہے۔ اس کے خدوہ زندگی کے بہ پتہ مسائل ہیں اگر ہم صاف سحرے انداز میں وہ مسائل اور ان کا حل پیش کریں تو لوگوں کو سونے اور نکل کرنے کا موقع مل سکتا ہے۔ اس طرح اپنی تفریح کے اوقات میں وہ اپنی خستگی اور اپنے کسی مسئلہ کا حل پائیں تو میرا خیال ہے فلم انداز میں بھی معاشرے کے خد شکار کی حیثیت سے اس سستی ہے۔ مزاح انسانی فطرت

کے لئے اسیر کی حیثیت رکھتا ہے۔ صاف مزاح مزاج پیش کرنے والا ہے۔ یہ مسٹر انہیں چپکلی جاسکتی ہیں۔ یہ ہمارے فکروں کی اہم ضرورت ہے۔ اپنی طور پر میں صاف مزاح مزاج پیش کرنے والوں کی پرورش کرتی ہوں کیونکہ وہ انہوں کو الجھنوں کی دھن سے غمزدگی دیر کے لئے ڈال دیتے ہیں۔ میں کو خستگی لڑوں کی تک جو چہرہ کمات دیتی ہے۔ جسکی قسم کی رومان نہیں۔ ہمارے معاشرے کی مجرم نہ ہوں۔ خواہ اس کے لئے جتنی ہی بوجھ کیوں نہ کرنا پڑے۔"

اس صاف سحری تقریر پر در حقیقت حضور دل سے تائیدیں بھانے کوں چاہا۔ اور تائیدوں کی تائیدیں بہت زور دار تھیں۔ نور نے سڑکوں پر لوگوں کا شکریہ ادا کیا۔

اس کے بعد مہمانوں کو تزاویٰ مل گئی۔ سب ایک دوسرے سے خوش چہروں میں مصروف ہو گئے۔ اخباری رپورٹوں نے نور کی سے سائنات شروع کر دیے۔

"ابا آپ نے فلم کے لئے کوئی کہانی حاصل کرنے سے

مس نور۔"

"میرا نام نور اتنا ہے۔" نور کی نے بھیجی۔

"سوری۔"

"جی نہیں۔ ابھی نہیں۔ لیکن خابرت اب ہمیں نور کی تلاش ہوئی۔" یہ کوئی کہانی آپ کے ذہن میں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کہانیاں کی کہی نہیں ہے۔ کسی بھی ایسے ٹھہر میں

پڑھا ہے جس چہان میں تیل نہ ہو۔ ایک کہانی مل جائے گی۔" نور کی نے جواب دیا۔

"ابا آپ میوزم کا پرچہ دیکھیں گی؟"

"نہیں صرف انسان لازم کی تلاش ہوں۔ آپ ات کوئی نام دے لیں۔"

"تھوڑا سا وقت ہمیں بھی دے دو نور۔" روشیلا نے اس کا بازو پکڑ کر ایک طرف کھینچے ہوئے کہا۔ اور نور کی اس کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ میں اور خالوت ان دونوں سے ذرا دور رہے تھے۔

"میں بھی ایک سوال کروں؟" روشیلا نے کہا۔

"ظور۔" نور کی مسکراتے ہوئے ہوئی۔

"میں ایک کامیابی کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔"

"میں نہیں سمجھی۔" نور کی کا چہرہ خشک ہو گیا۔

"یاد رہا صاحب نے تمہیں پسند کر لیا ہے؟"

"ہاں۔" نور کی نے سخت لہجے میں کہا۔

"میرا بڑی بھی تجربہ بہت بڑا ہے۔"

"ہاں۔" نورنی پھر اسی انداز میں بولی۔
"وہ دونوں کی منظر نگاہ ہو۔"

"تقدیر ان خیال درست ہے۔" نورنی کوسٹس چھلانے کا
تھا۔

"نہیں بھی نہیں تھا نورنی۔" قراتنی جیسے غلوئی۔ کون
طریقہ۔ استعمال کیا تھا میری جان کہ دونوں آپ وقت کو
دے گئے۔"

"تم طریقے کے بارے میں جوتہ چاہتی ہو۔"

"ہاں۔ ہمیں بھی قہر تھا۔ نورنی نے جوتہ بھی میں۔ اور تم
نے کسی طرح کم بھی نہیں ہیں۔" روشیلا خوش انداز میں بولی۔
"یہ طریقہ تھا۔" نورنی نے ایک زوردار جوتہ، روشیلا
کے گال پر رسید کر دیا۔ کافی زوردار تھا۔ وہ اس
طرف صدمہ گئے۔ روشیلا کا گال سرخ ہو گیا تھا۔

اور اسی وقت طاقت نے زور سے لڑیاں بھجائیں۔

لوٹ سب اختیار تالیاں بچانے لگے تھے اور میں اپنا قدم نہ
روک سکا۔ تین لوگوں کو جلد ہی اپنی حماقت کا احساس
ہو گیا۔ اور تالیاں رک گئیں۔ روشیلا کو خوار ٹھہروں سے
نورنی کو دیکھ رہی تھی۔ مجھے احساس ہوا کہ وہ نورنی پر پیش
وانی ہے۔ تو میں فوراً ان دونوں کے درمیان بیٹھ گیا۔

"صاحبان۔ میرا خیال ہے میں نورنی اپنی اپنی قسم کا
نام۔" تمپٹر "رکھنا چاہتی ہیں۔" طاقت نے ہانک لگائی "خیر
انہوں نے اس کا اعلان کیا ہے۔"

"میں نے کیا۔ ایکسٹرا۔ میں تیرا خون بنا چوکی۔"

روشیلا نورنی پر جھپٹی۔ لیکن طاقت نے اس کے دونوں شانے
پکڑ لئے تھے اور اس کے ساتھ ہی دو بولے۔

"تینوں میں روشیلا بھند ہیں۔ کہ اس کا دم۔" ایک "خ۔"
رکھا جائے۔ کیا میں لوگوں کو قسم ایک لکھ کی کمانی سناؤں
میں روشیلا؟"

"اے تم کس لوگ ہے۔ مہمان کو ہاں کہہ۔" جی کرنا
پڑا ہے۔ دیکھ لو بھائیو۔ یہ ہر لوگ کا مجب ہو گیا ہے۔"
تین نورنی والوں نے بھی ایک دم پیش کیا ہے۔ پانچ ایک۔
اب یہ فیصلہ بھی مشکل ہے کہ قسم کا۔ مگر روشیلا نے گتے
سے ایک لکھ رکھا جائے۔ روٹی والے ہمارے ہمارے پانچ لکھ۔
دینے ان دونوں کی کمانیاں دلچسپ ہیں۔ یہاں روٹی والے یہ
میں ممتاز مہمانوں کو سناؤں۔"

روٹی والے اور روشیلا دونوں دھیلے پڑ گئے تھے۔ روٹی والے
نورنی نکالوں سے ہم لوگوں کو دیکھا اور پھر تیزی سے ایک
ٹوک مڑ گئی۔

"اے۔" میرے کونے کو پھوڑا دینا چاہتا ہے۔ میں تیرے
ساتھ پہننے کو مانگتا ہوں۔ روٹیلا کے ساتھ روٹیلا سے پیچھے اپنے اور
حالات نے پھر تالیاں بھجوائیں۔ عبدال بھائی "میں اور حضور
اسی کے ساتھ رہ رہے گئے۔ دوسرے لوگ حیران تھے۔ ہر
سال تقابلی انتقام پر مبنی تھی۔ نورنی دیر کے بعد مہمان
رہائیت ہوئے گئے۔"

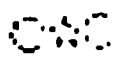
"یہ۔ میں سن رہا ہوں۔" نے غصہ کیا۔ "نورنی نے لڑتی
تو نہیں تھی۔"

"بائبل لکھ۔ میں تم سے ناراض ہوں۔" طاقت نے
کہا۔

"اور۔" نورنی نے کمران بھٹک گئی۔

"یہ لوگوں کی سزا صرف ایک تمپٹر نہیں نورنی
چاہتا ہے۔ وہ روشیلا کے ایک ساتھ تمپٹر لکھیں آئے ہو اور
ان کی ساری اسکرینیں یوں بھرتے ہو جائیں گی کہ تیس چھپنے کا
کہ دوسری طرف بھی فوراً ہی تمپٹر مار دیتے۔ تاکہ اس کے
پچھے ہٹنے کا بل ابھر آئے۔ کسی کی روزی کا خیال رہتا ہے
زناں بھی ہے۔" طاقت نے کہا اور نورنی چونک کر اٹھ بیٹھنے
لگی۔ پھر وہ بے ساختہ جس پر مبنی تھی۔

"تم نے روشیلا کے گال پر تمپٹر لگا کر ہماری ساری محنت
وصول کر دی ہے نورنی۔" خلف "کیا۔" طاقت نے کہا اور
نورنی منکراتی رہی۔



فور آڈس پروڈکشن نے کام شروع کر دیا۔ سماعتوں کے
لئے اخبارات میں اشتہار دیئے گئے تھے۔ پھر اور لوگوں کو
جی لازم رکھ گیا تھا جو دفتر کی کاموں کے لئے تھے "اور ہم
لوگ حسب معمول تقریریں میں مشغول ہو گئے تھے۔ جہاں
بھائی ہمارے خیر تھے۔ مجھے ہیشتیت سے دیر آتی نہیں
تھا۔ معقول تنخواہ ملی تو وہ نورنی کے وفادار بن گیا تھا۔"

وہاں صاحب ایک عرصہ اسپتال میں بیٹھنے کے
آپریشن کے لئے داخل ہوئے گئے تھے۔ حضور کو ایک اسی
درستے کے اسکول میں داخل کر دیا گیا تھا۔ نورنی نے گتے
کے کاموں کے۔ اور اور کوئی مشغلہ نہیں تھا۔ لیکن گتے کے
کاموں کے لئے بہت سے مزدور موجود تھے اس لئے وہ گتے کا
پیکار رقی "اس مسئلے میں ایک طاقت نے اس سے بات
کی۔"

"محبوبہ نور صاحبہ۔" فادوں کے وعدے کا تعین نہیں
کیا گیا۔"

"میں نہیں سمجھتی۔"

میں ہم بھی خود کو ملازم سمجھیں۔"

کونکی خاص ضرورت تو نہیں ہے۔" نورنی نے
مکراتے ہوئے کہا۔

"مذہب رکھیں۔" نورنی نے زور سے کہا۔ "میں نہیں کرتی
ہے۔ چنانچہ اب اپنی بیٹی آپ نور نہیں لائیں۔ روزانہ دقت بھائی
کمر میں گھمائوں کے بارے میں پتہ نہ لگتا ہے۔" طاقت نے
ان کی دیکھ بھال کرتی ہے۔"

"اور۔" تین بھیا۔ آپ کی فادہ دہی میں یہ من سب
ہو گا۔"

"ہم جیسے موجود نہیں ہیں۔" گتے "مگر تینوں یہ خود بخود
پہنہ گئے تو سب لو۔" ورنہ گتے اور گتے "پارہ۔"

"آپ شرمندہ کر رہے ہیں بھیا۔" مجھے صدموں میں کیا
کروں؟"

"میں سے باقاعدہ وقت نہیں۔" آپ کی کمری پر آئی

تک ہم لوگوں نے بیٹھنے کی جرات نہیں کی۔ قسم شروع کریں۔
جلدی سے کمانی کا انتخاب کریں "عبدال بھائی اپنی دائرہ کشی
کے دو پر دیکھنے کے لئے سب بچیں ہیں۔"

"ٹھیک ہے بھیا۔" نورنی نے کہا۔ "میں دفتر پر آئی۔"
"ہاں۔ پرویز اسٹر صاحب نے گتے کا دینا بہت ہی
کھانا دیا ہے۔" اور عبدال بھائی سے کہہ دو گتے ہے کہ ایک
ڈرائیو گتے کے اشتہار دیئے گئے۔

"نورنی نے آپ سے کہا۔"

ہر حال دوسرے دن سے نورنی نے دفتر پر کام شروع
کر دیا۔ ہماری تقریر کے لئے دفتر پر مبنی تھا۔ ان بھر بھانت
بھانت کے لوگ پکڑ لگاتے رہتے تھے اور طاقت ان سے
خوب لطف اندوز ہوتا تھا۔ اس لاکھ میں بہت مزہ آ رہا
تھا اور اکثر دیکھتا تھا۔

"یار۔ باقی تو سب ٹھیک ہے۔ لیکن ابھی تک کوئی
قد نہ کی تو کی نہیں ملی؟"

"مل جائے گی۔ مل جائے گی۔" تمہارا صبر رہے۔"

"اور پھر ایک دن ہم نے کمانی کے سفارش کار پروگرام
بنا لیا۔ چند لوگوں کو جواب بھی دینے گئے تھے۔ باہر بورڈنگ
گیا تھا کہ جن لوگوں کو بلایا جائے وہی آئیں "باقی حضرات
آؤ گئے۔" چنانچہ آئے "مستفین کا دن تھا اور آئے
والے علم اندازی کے جانے پہچانے مصنف ہی تھے۔ ہم
چاروں یعنی میں طاقت اور عبدال بھائی۔ انہوں نے اپنے
کے لئے تیار کیے تھے "باہر کے گتے میں مستفین حضرات
تشریف رکھتے تھے اور ان کے کاموں کا فہرست ہمارے

مہمان تھے۔ "نورنی۔" نورنی نے کہا۔ "میں نے عبدال بھائی کو غائب
کیا۔"

"یہ نورنی۔" یہ ہوتا ہے۔" ہوا بھائی۔"

"میں ان کے ناموں میں یہ فہرست ہے۔ ان میں سے
کسی نے اس سے پہلے بھی مبنی کمانی نہیں ہے؟"

"اسے یہ پوچھ کر بھائی۔" نورنی نے کہا۔ "سب مہمانی
یاد دینا ایک برس سے پہلے بھی کوئی پہلے نہیں تھا۔"
یہ بھی نہیں رہے۔ یہ سب وہ لوگ ہے جو ایک دم بہت
مشہور ہوئے تھے۔ سب کا سب ایک دم نامور رہا ہے۔
انہیں لوگ۔" نورنی نے پچھو پچھو دیا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "مگر میں بھائی کی شکل دیکھی۔ طاقت کی
بیٹی بھائی بھی نہیں۔" نورنی نے کہا۔ "تب میں نے ایک گتے
ساز سے کہا "عبدال بھائی۔ ایک بات فوراً سن لو۔ وہ
لوگ۔" نورنی نے رہے ہیں۔" نورنی نے کہا۔ "ان میں



نورنی نے ہم پر ہمارے ہول میں جرم لینے والی ایک نئی تہ
بانتا ہوا ہے۔ اور اس کے مقابلے ہوتا ہے۔
جس قابل اور ان کے حقیقتہً ہم دونوں کی ایک ناقابل ہیں
سب بشت۔ ان کا ایک اور گتہ مہجوروں کی کہانیاں
جس تہذیب کا کوئی بدل نہیں تھا۔ انہوں کی خاطر
موجود ہے۔ یہ غور کریں کہ انہوں پر اپنا جاتا تھا۔ جب
حقیت اور ان کے دیکھنے کے محسوس کو تازہ خون سے حس
پاؤں تھا۔ نورنی نے ان کی ہیئت پیش کی جاتی تھی

کتابیات پبلی کیشنز
74200 کراچی
5832551 5832551 5832551
b.igbiat@yahoo.com
79500 کراچی

"تو کیا نہیں؟"

"بہترین ہے۔ تو بھروسہ کرتی ہے۔"

"لہذا کوئی بارے نہ جاؤ گے۔"

"میں نے محدود مقرر کر دی ہیں۔" طاہرات نے جواب دیا۔

"فیک ہے تمہاری مرضی۔" ان کے لئے ٹھنڈی سائیس سے تڑپا۔

پہلی اور دلچسپ دن آیا۔ سچ بیرو کا انتخاب کرنا تھا۔ پانچ بجے ہر سب تیار بیٹھے تھے۔ بیرو حضرات باہر باہر میں انٹرویو کے لئے بیٹھے تھے۔ فلم ایڈیٹری کے نامور فنکاروں نے اس طرح انٹرویو میں شہریت نہیں کرتے تھے ان کی ذاتی روٹی الحمد للہ خوب چس رہی تھی۔ ہاں وہ لوگ وہ بیرو بننے کے روز و رات تھے ان کے لئے عبدال بھائی اب ہم سے پورا پورا تعاون کر رہے تھے۔ وہ ہم سے متعلق ہونے تھے کہ باقی بننے لوگوں کی فلم بن کر کام شروع کیا جائے۔ پانچ بجے اس وقت وہ بھی تیار بیٹھے تھے۔ چھپا ہی ہوئی آواز کا فتنہ تھا۔ عبدال بھائی نے معنی بھائی۔ اور وہ دوازہ سے ایک ہائے جھیلے اپنا اندر آگئے۔ ہالوں میں ٹوب تیل چڑا ہوا تھا۔ سین ٹیمپس ایچ ٹیوٹر اندر وائچ آف ساؤتھ پانچ فٹ گول ٹیپ ہونے و انت پینے سبغ رنگ کی بھرت اور بیسی پتلون چھوٹی بھائی آنکھوں میں جوانی کا غماز لے نکلتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔

"خادم کو فریاد راسی کہتے ہیں۔" انہوں نے اپنا قدر فہ کر لیا۔

"اس سے قبل کسی فلم میں کام کیا ہے؟" طاہرات نے پوچھا۔

"ہی ہیں۔"

"کونسا رول ادا کرتے ہو؟"

"ہی۔ وہ۔ بس یہی فلم میں وہ پروڈیوٹر ہیں۔ اور اس کے بعد۔"

"اس کے بعد کیا؟" طاہرات نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"پھر چھ فیس نہیں ملے۔ لیکن یہ میرے پاس تصویریں ہیں۔ دیکھتے۔ میں نے ان میں اداکاری کے جوہر دکھائے ہیں۔" انہوں نے ایک سے ایک پکٹ نکال کر دکھائے۔ ساتھی نے دو اور تصویریں گھر لیں۔ کسی تصویر میں وہ صوف بوفی باغ میں کھاتے دیکھتے نظر آ رہے تھے اس میں شقیہ پوز بنائے ہوئے تھے۔ کسی میں اپنے پیٹہ وہ چہرہ لوگوں سے تیز آ رہے تھے۔

"میں نے یہ۔" طاہرات نے سر ہلاتے ہوئے۔

"ہی وہ۔ ایک دفعہ چائیس دینے اور پھر دینے۔" وہ جھکتے ہوئے بولے "تصویریں انہوں نے" طاہرات نے کہا اور انہوں نے بلدی بعد ہی تصویریں سینٹا شریو گزریں۔ پھر انہیں پکٹ میں بھرے کے بعد پوچھا۔

"تو پھر کیا فیصلہ کیا حضور نے؟"

"فیصلہ کیا ہے کہ اگر محدود ٹکٹ کے اندر اندر عمارت سے نہ اٹھ سکتے تو پھر ہر چھوٹا ٹکٹ دے گا۔" طاہرات نے جواب دیا۔

"اوہ آپ بہت ذمہ دار ہیں۔ مذاق فرما رہے ہیں۔" انہوں نے مستحضرانہ ہوئے نمازیں طاہرات کریں سے لہذا دو گراں کی طرف بڑھ گئے۔

"اب جو کچھ چاہا۔ چلے اپنا کمر سیدھا کر کے رکھو۔ یہ تمہیں بڑھتا ہوا پنا اور بیرو بننے آیا ہے۔ چوڑا یا رنگ عبدال بھائی کھڑے ہوئے وہ بولے لیکن فریاد راسی مونس کی ذرا ت سے واقف ہو گئے تھے اس لئے تیزی سے دروازے کی طرف چلے "دیکھتے اگر کوئی پانچس ہو تو۔"

"اب بنا رہے ہیں کہ نہیں۔" طاہرات اس کی طرف بچھا اور فریاد بعد ہی سے باہر نکلیا۔ کیا سب ایسے ہی ہیں عبدال بھائی؟ "طاہرات نے مایوسی سے پوچھا۔

"نہیں۔ رانا صاحب۔ بہت سے فیس کلاس چھو کر۔"

"تو پھر باؤ کریم سب باہر جا کر ہندو کوں کا انتخاب کریں اور صرف انہیں میرے پاس بھیجیں۔"

"جو فلم تجور۔" عبدال بھائی نے کہا "اور باہر اٹھ سنے۔"

ان کے ساتھ آنے والا ایک "قول شغل و مصورت کا" بول تھا۔ لیکن لباس اس کا بھی ناگوار تھا۔

"جاوید سعید مولیٰ۔" اس نے اپنے طرف سے کر دیا۔

"ہائے۔ ان جانے والی ہیں لیکن تین ٹاموں ڈیو ہوں۔ یہ آپ ایک ٹام سے کام نہیں پاؤ گے بھائی صاحب؟" طاہرات نے مستحضرانہ انداز میں کہا۔

"جاوید میرا نام ہے نہ بنا۔ سعید واحد صاحب کا نام اور مولیٰ میرا فیس۔" اس نے مستحضرانہ ہوئے کہا۔

"اداکاری کو کسے نام سے کریں گے؟"

"میرے دوست مجھے مستی کہتے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں گے تو یہ نام اختیار کر سکتے ہوں۔"

"خوب۔ اداکاری کی جاتی ہے آپ کو؟" اور اس نے اس سے ساتھ ہی مستی نہ صاحب کی مشینری غراب ہو گئی۔ ایک ٹکٹ

سے انہوں نے کھٹا زمین پر لٹایا "ایک ڈیجھ سینے پر رکھا۔" اور نوری کی طرف دیکھ کر بولے۔

"چپا۔" اوچپا۔ مجھے ان آنکھوں سے نہ دیکھ۔ ہاں میں نے جرم محبت کیا ہے۔ ہاں میں نے پیار کیا ہے۔ اگر تو میرے پیار کو پیار سمجھ لے تو مجھے پیار کی ہر سزا قبول ہے۔ چپا۔ چپا۔ مجھے کیا معلوم دیوانی میری راتوں کا سکون پیار ہو گیا۔ ہر وقت تو نگاہوں کے سامنے رہتی ہی ہے چپا۔ میں مرناؤں گا۔ میں مرناؤں گا چپا۔ میں مرناؤں گا چپا۔" انہوں نے چل مار کر کہا۔ اور نوری کے بالکل قریب پہنچ گئے اور پھر انہوں نے اس کا ہاتھ بھی پکڑنے کی کوشش کی۔ لیکن دوسرے لمحے نوری نے سامنے رکھا قہدان ان کے سر پر دے مارا تھا۔ جاوید سعید مولیٰ "خوف مستی نہ صاحب سنبھل گئے۔ قہدان کی سیاحتی نے ان کے سر پر نور کو اٹھا کر کھینچا تھا۔

"آئی۔ آئی ایم سوری۔" مہ میڈم۔ یہ۔ یہ اداکاری تھی۔" وہ دھکتے ہوئے بولے۔

"ٹکٹ آؤٹ۔" طاہرات بچھا۔

"مہ میرا خیال ہے۔" مستی نہ صاحب بکا۔

"ٹکٹ آؤٹ؟" طاہرات متحلی پڑ پڑی۔

"اوہ آپ۔ آپ لوگ آؤٹ کی قدر نہیں کر سکتے بہت ہونے شمارے میں رہیں گے آپ ایک دن۔ ایک دن میں آسمان فلم پر ستارہ بن کر بجو گاؤں گا۔ اور وہ وقت وہ وقت دور نہیں ہے۔" وہ شرافت سے باہر نکلیا۔

"عبدال بھائی۔" طاہرات نے مجھے مجھے انداز میں پکارا۔

"مجور۔ سرکار!"

"اس سے بھی معقول آدمی کوئی اور ہے؟"

"دو آدمی اور بیٹھے ہیں تجور۔"

"دونوں کو ایک ساتھ بلاؤ۔" طاہرات نے آہستہ آہستہ انداز میں کہا اور عبدال بھائی چہرہ ہر گھل گئے اور پھر وہ باہر بیٹھے ہوئے دونوں آدمیوں کو ساتھ لے کر اندر آ گئے۔

ان میں ایک زنانی شکل "نہیں اچھے تن و قوت کا" آدمی تھا۔ دوسرا دراز قد۔ چھری سے بدن کا ایک ٹوہا۔ رات کا نوروان تھا اور اسے دیکھ کر طاہرات چوٹ پڑا۔ یہی ہمارا ایک معقول شکل نظر آتی تھی۔ اس کا لباس بھی ساہو تھا۔ سفید مہموٹی پتھون۔ سفید قمیض۔ چہرہ پر بھی سادوں۔ سر انعام میں سالی سے ڈیڑھ ہونے۔

"شریف رکھئے۔" طاہرات نے دونوں کو اشارہ کیا اور

پھر زنانی شکل والے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "آپ کا نام؟"

"داور۔" اس نے ہمارے آواز میں جواب دیا۔

"اس سے پہلے کسی فلم میں کام کیا ہے؟"

"اونہیں جی۔" پراہن فلموں میں کام کرنے کا بہت شوق رکھتے ہیں۔ اداکاری بھی جانتے ہیں۔ مارگانی کی فلموں کے لئے بہت مشت ہیں۔ جو ڈو بھی جانتے ہیں۔"

"ٹوب۔" طاہرات مستحضرانہ ہوئے بولے "نہیں اداکاری فلم مارگانی والی نہیں ہے۔ وہ سوشل فلم ہے۔"

"اسپن روٹے پہلے میں بھی ایک سپرٹ ہے۔ اگر آپ بولو اداکاری کے جوہر دکھائیں؟" اس نے کہا۔

"دیکھئے؟" طاہرات نے کہا اور وہ ایک دم کرسی سے اٹھ گئیں۔ اس کے چہرے کے زاویہ بدلتے گئے۔ منہ ٹیڑھا ہو گیا اور وہ تیز چروں کے تہ انداز میں بولا۔

"اگر۔" اگر یو جی ٹی ٹھکانا تھا۔ تو میری زندگی میں کیوں آتی تھیں؟ بولو جواب دو۔ میں زندگی کا بوجھ لئے ہاں کہاں پھروں۔ خدا کے لئے۔ اپنے ہاتھوں سے مجھ ذبردست دو۔

میں مرنا چاہتا ہوں۔ میں مرنا چاہتا ہوں۔" اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

نوری پھر جس پانی تھی۔

"دوسرا ایڈیشن۔" اس نے انٹر کر کہا "یو جی ٹی کے پکٹ سے ہیں 'جا پنا جا پنا'۔ دناور کے سامنے آؤٹ بننے پہنچا ہے۔ نہیں جگے کا 'تو یہ ہے۔ ہا۔ ہا۔ ہے۔"

اس نے جو ڈو کے داؤد کھانے شریو گزریں "ہی۔ ہا۔ آ۔ آ۔" اس نے ٹپک کر کرسی پر بیٹھے ہوئے دوسرے نوروان کی گردن پھری اور وہ قہرا کر کھڑا ہو گیا۔ جو ڈو ماٹرنے اس کے ہاتھ پکڑ کر پھینکنے کی کوشش کی۔ لیکن دوسرے نوروان نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر ایک زوردار دھکا دیا۔

اور جو ڈو ماٹرنے چاروں شانے چت جا کر اب دوسرے لمحے وہ لگا ہو گیا "سورن ماٹرن اپن بڑک بھی گا سکتا ہے۔ صاحب۔ یہ آ۔" وہ "نہیں" پہنچ رہی تھی۔

"خوب۔" خوب۔ فیک ہے۔ کافی ہے بس اب باہر جاؤ۔ اگر تمہارا سٹیشن ہو گیا تو اطلاع دے دی جاتے گی۔"

طاہرات نے روانہ۔ کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اوکے۔" تھیک ہے۔ بس ذرا خیال رکھیں۔" اس نے نہایت شرافت سے کہا اور پھر۔ جھڑکا ہوا باہر پنا گیا۔

اب انہوں نے آخری زیرو کی جانب دیکھا۔ "آپ کا نام؟"

طاہرات نے پوچھا۔

"ہی۔ مجھے خود دانت ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

”اداکاری کا شوق لب سے ہے آپ کو؟“ خالوت نے پوچھا۔

”جی ہاں! میں نے انہی کے فوراً بعد سے۔ بخود تھ۔ میں نے دو دو ہفتے کے لئے دوڑنے کی اداکاری کی اور کامیاب رہا۔ اب اس نے بعد میں بول ڈانڈ کی موزوں طے کرتا رہا۔ اچھا ہے۔ یہاں پر ڈانڈ پڑتے گئے اور اداکاری آئی گئی۔ کیونکہ اس کے بغیر ڈانڈ ناممکن رہتی ہے۔“ اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”تعلیم پر فائدہ معلوم ہوتا ہے؟“

”جی ہاں۔ لیکن اسے تک پہنچنا ہے۔“

”خوب۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ ایک کامیاب اداکار بن سکیں گے؟“

”جی نہیں۔“ اس نے جواب دیا۔

”کیا مطلب؟“

”کامیاب اداکار ہوتا تو اب تک بہت کمزور نہ رہتا۔ میں لوگوں کو اپنی پریشانی اپنی ضرورت اپنی قابلیت کا یقین دلا سکتا ہوں۔“

”خوب۔ پھر فلمی دنیا میں آپ کو کامیابی کا یقین کیوں ہے؟“ خالوت نے دلچسپی سے پوچھا۔

”یقین نہیں ہے لیکن کوشش کرنے میں حق نہیں سمجھتا۔ پولیس نے مجھے ہاتھ دڑائیوٹک لائسنس دیا ہے۔ اور اس کے حصول کے لئے میں نے ایک پیسہ بھی رشوت نہیں دی۔ اس کے علاوہ ہر قسم کے زانیہ سے بچتا ہوں۔ ایمانداروں سے کام کروں گا۔ پیسوں چرانے کی بات قطعی نہیں ہے۔ جو بھی تنخواہ ملے گی اس پر اعتراض نہیں کروں گا۔ اگر اس معیار پر پورا نہ آئے تو آپ مجھے ایک کرتوتے ہیں۔“ محمود نے کہا۔

”کیا مطلب یہ مطلب ہوا اس بات کا؟“ خالوت نے حیرت سے بولا۔

”حالات سے آپ کی غلط فہمی کا اندازہ ہو گیا ہے۔ لیکن میں یاد دہاؤں کہ آپ نے ڈرائیور کے لئے بھی اشتہار دیا ہے۔ اگر کوئی خوش نصیب منتخب ہو چکا ہے تو وقت خراب کرنے کی معاف چاہتا ہوں۔“

”ارے۔“ ہر سب کی زبان سے ایک وقت اٹھا۔ درحقیقت ہم نے ڈرائیور کی ضرورت کا بھی اشتہار دیا تھا اور ابھی تک کوئی ڈرائیور بھی نہیں رکھا تھا۔

”تو آپ یہ دیکھتے نہیں تھے؟“ خالوت نے بولا۔

”قدم قدم پر زندگی سے ہارنے والے یہ وہ نہیں ہوتے۔“

میں ڈرائیور ہوں۔“

”میری محمود صاحب۔ آپ نے دیکھا کہ یہاں سب شمار ہیں آئے تھے۔“

”جی ہاں۔ اور ظہور پیدا ہو گیا تو کہ نہیں وہ ڈوڈا ماسٹر میری قریب نہ پہنچے ڈونٹ۔“ محمود چلتے ہوئے بولا۔ اور نوری بھی سب سائنٹس ڈس پڑی۔

”تحفہ ہے محمود صاحب۔ آپ اپنا لائسنس دیکھائیں گے؟“ خالوت نے پوچھا۔

”جی ہاں۔“ محمود نے اپنے کانٹاٹ خالوت کے سامنے پیش کر دیئے۔

”ایک تنخواہ قبول کریں گے آپ؟“

”مگر بھی ہوتی تو سہ لوں گا۔ آپ کی پندرہ قدم ہوتی کیونکہ سخت ضرورت ہے۔“ محمود نے کہا۔

”آپ کے والدین حیات ہیں؟“

”نہ اے فضل سے۔ والدین موجود ہیں اور ایک معمولی بہن بھی۔“

”ماں قیہ ہے؟“

”ایک معمولی سی بہن ہیں۔ یقین وقت کی پابندی خیال رکھیں گا۔“ محمود نے جواب دیا۔

”یہ تنخواہ ہم دیں گے اس پر اعتراض تو نہیں کریں گے؟“

”قطعی نہیں۔“

”وعدہ؟“

”جی ہاں۔ وعدہ۔“ محمود نے جواب دیا۔

”تب آپ کی ملازمت کل سے شروع۔ نور التما خاتون کی اجازت سے آپ کی تنخواہ فی الحال ایک ہزار روپے ماہوار مقرر کی گئی ہے۔ آپ کے گھر کے دوسرے اخراجات بذمہ لکھنی۔ وعدہ کی پابندی شرط ہے۔ لکھنی آپ کے لباس اور دوسرے اخراجات کی ذمہ دار ہوگی۔ ہاں ایک رعایت آپ سے طلب کی جاسکتی ہے۔“

”خاص۔“ محمود حیرت سے بولا۔ ایک ہزار اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھے۔

”اگر ضرورت پڑی تو آپ سے دفتر فائدہ کام بھی لیا جاسکتا ہے۔ اس مہینے میں ایک ہزار ایک سے اور ہم اپنے اصول کے مطابق ملازمتیں کو دو ماہ کی تنخواہ بھر دیں۔ یہاں پر بطور ایڈوانس ادا کریں گے۔ یہاں تک ملازمت پکی سمجھی جائے۔“

محمود کی زبان بند ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھیں حیرت سے

پھیلی ہوئی تصویر۔ وہ اس انداز میں ہم لوگوں کو دیکھتے گاتھا جیسے سمجھ رہا ہو کہ ہم اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس نے ہشکل تمام یہ سوال کر دی ادا کیا۔ کیا آپ مذاق اڑاتے ہیں جناب؟“

”کیوں۔ آپ کو اس میں مذاق کی کوئی بات نظر آتی؟“ میں نے سوال کیا۔

”ڈرائیور کی تنخواہ ایک ہزار۔ اور۔ اور۔“

”میر صاحب۔“ خالوت۔۔۔ زور سے چڑھا۔ ”اب صاحب کو انگری منٹ تیار کر کر دے۔ ہم ان سے پانچ سو سال کا انگری منٹ کرنے کو تیار ہیں۔“

”جو حکم رانا صاحب۔“ عبدال بھٹی سیٹ سے اٹھتے ہوئے بولے۔

”لیکن جناب۔ مہ میرا مطلب۔“

”اگر آپ کو ایک ہزار روپے زیادہ ملے رہے ہیں تو معاف کیجئے مسٹر محمود اس سے کم تنخواہ پر ہم آپ کو روٹنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ آپ کو پورے دو ہزار روپے ماہوار ملنے ہوں گے۔ باقی اخراجات بھی ہماری مرضی کے مطابق ہوں گے۔ دراصل یہ رانا صاحب کی پستی کا سوال ہے۔ ہمارے ہاں کام کرنے والوں کو بھی معمولی نہیں ہونا چاہیئے۔“

”بہتر جناب۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“ بااثر محمود نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

”تب پھر ہماری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیے محمود صاحب۔“ خالوت نے مسکراتے ہوئے کہا اور غصہ ہو کر محمود سے مصافحہ کیا۔ پھر اس کے لئے کافی وغیرہ متوفی تھی۔ اس کے ساتھ کچھ دوسرے لوازمات بھی تھے۔ نوری کافی بنانے کے لئے اٹھی تھی۔ لیکن محمود جلدی سے گھبراہٹ ہو گیا۔

”مجھے اجازت دیجئے جناب۔ کافی میں بناؤں۔“

”یری عادت ہے مسٹر محمود۔ یہ لڑکیوں کا شوق ہے۔“

”خجئے۔“ خالوت نے کہا اور محمود بھی پکڑا۔

”مہ میرا مطلب ہے۔ باس کماں تکفیر کریں گی۔“

”ان کا نام باس نہیں نور ہے۔ آپ اذرا احترام میں نور کہہ سکتے ہیں۔ ویسے کافی بنانے والیوں کا نام ہے اور یہاں ان کے علاوہ اور کوئی لڑکی نہیں ہے۔ اس لئے یہ کام میں نہیں لگے۔ کیوں نور؟“

”یقیناً۔“ نوری نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے کافی بنا کر سب سے پہلے بڑے احترام سے محمود کو پیش کی۔

پھر دوسرے لوگوں کو اور پھر ایک کپ دو خود لے کر چلی گئی۔ محمود کسی حد تک سنبھل گیا تھا۔ وہ کافی کے سہلے

ہوئے بار بار ان لوگوں کی شہتیں دیکھنے لگا تھا۔ اس کے ہونٹ اس انداز میں کھلتے چلتے وہ کچھ کھانا چاہتا ہو۔ پھر بند ہو جاتے تھے۔

”کیا آپ کچھ کھانا چاہتے ہیں مسٹر محمود؟“ خالوت نے پوچھا۔

”جی۔“ اس نے گہری سانس لی۔

”تو کیسے۔“

”کیا مجھے۔ آپ کے ہارے میں کچھ کھانے کی اجازت ہے؟“

”تو یقینی کھانا ہے۔“

”جی ہاں۔“ محمود مسکراتے ہوئے بولا۔

”تب پھر ان کی تنخواہ آپ کو ایک سے قبول کرنی پڑے گی۔“ خالوت دھمکی دینے والے انداز میں بولا۔ اور محمود ہنس پڑا۔ اس کے انداز میں سب لمبی خوشی اور حیرت شامل تھی۔

”مسٹر محمود۔ آپ کو ڈرائیوروں جیسی کوئی حرکت کرنے کی اجازت نہیں۔ مثلاً آپ نور کے لئے کار کا دروازہ بھی نہیں کھولیں گے کیونکہ ان کے بھی ہاتھ موجود ہیں۔ نہ ہم لوگوں کے لئے کوئی کام کرنے دوں گے۔ ہم سب صرف اپنا اپنا کام انجام دینے کے قابل ہیں۔“

”جی۔“ محمود کی آنکھوں میں بھی سی سی تھی۔ جسے دوسرے لوگوں نے محسوس کر لیا تھا۔

”اتنی دیر میں عبدال بھٹی آگئے۔ انہوں نے انگری منٹ اور دو ہزار روپے محمود کے ہاتھ میں پکڑا دیئے تھے۔ تب خالوت نے کوئی فائدہ دیتے ہوئے کہا۔

”بھٹی بھی نوکے اس پتے پر پہنچ جائیں۔ تب صرف نور کو لے کر انیس تھیں گے اور اس کی بعد انیس میں بیٹھیں گے۔“

”بہت بہتر۔“ محمود نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”آپ اگر جانا چاہیں تو جانتے ہیں۔“ خالوت نے کہا اور محمود لڑاؤ لڑاؤ اس نے سلام کیا اور واپس کے لئے مڑ گیا۔

”مسٹر محمود۔“ خالوت اچانک بولا۔

”جناب۔“

”بڑا اخلاقی کی اجازت نہیں ہے۔ آپ کو ہم سے مصروف کرنے کی ضرورت ہے۔“ اس نے ہاتھ لگے۔ جو جانے ہوئے کہا اور محمود نے ہنسنے سے انکار کیا۔

”خالوت سے اور عبدال بھٹی سے مصافحہ کیا۔ نوری کو سلام کیا اور باہر آگئی۔ اس کے جانے کے بعد کافی منٹ تک خاموشی رہی۔ پھر خالوت نے میری طرف دیکھا۔“

"یہ خیال ہے سلیم!"

"ہاں! آج" میں نے مستعدی سے کہا۔ فوری اور بے ہمتی سے۔ ان کو دیر دیکھ کر نہیں سمجھتے تھے۔

(ایک لمحہ)

فہمی، نیات کے پتوں میں خوب گزری تھی۔ طرح طرح کے جال میری اور طاقت کی طرف آ رہے تھے۔ سب جانتے تھے کہ ہم ہی اس ٹھکانے کے روئے دیوار ہیں۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے ہمیں سترے جال میں پھانسنے کی کوشش کی تھی۔ میرا جال حسین ٹوکیوں پر مشتمل تھا۔ لیکن اب نہ تو طاقت ہی ہے، نہ ہی کام تھا اور میری قیادت ہی، نہ سرنی تھی۔ میں سب کسی کے فریب میں آئے واپس تھا۔ چنانچہ بعض اوقات ہم نے لوگوں کی جھڑپوں سے فائدہ بھی اٹھایا تھا۔ لیکن فوری خیال ہم دونوں رکھتے تھے۔ ان کی باتوں میں اپنا کردار خراب نہیں کرنا چاہتے تھے۔

اپنے محمود صاحب بھی خوب تھے۔ نہایت خوش مزاج اور بذلہ کچھ آدمی تھا۔ ابتدا میں حیرت و شکار رہا، پہلا ہم کو روٹی لوگوں سے کیسے بے تکلف دوست تھا۔ لیکن کہاں تک یہاں تو کسی میں دولت کی خوبی نہیں تھی۔ فوری تھی تو نہایت سادہ مزاج، روٹے میں اور طاقت۔ تو ہمارے بارے میں آپ غور فرماتے ہیں۔ چنانچہ محمود صاحب کو کھانا ہی پڑا۔ اب وہ وہی انتہا اور مذہب انداز میں مذاق بھی کر لیا کرتے تھے۔

وینے درحقیقت شریف اور مستعد آدمی تھا۔ اپنی بیوی سے اس نے آج تک ذرا بھی نفرت نہیں برتی تھی۔ صحت نو بجے گھر پہنچ جاتا تھا۔ ہم لوگ اس وقت تیاریوں کر رہے ہوتے تھے۔ وہ انتظار کرتا رہتا اور پھر ہمیں لے کر باغیچہ جاتا۔ اس نے اپنے لئے ایک دفتر بنایا تھا جس میں وہ لکھنے کے دوسرے کام کرتا رہتا اور سب نہیں جانتے کی ضرورت ہوتی تو ڈرائیور کے فرائض انجام دیتا۔ یہ کیفیت ایک ہفتے رہی۔ ہم اس ہفتے میں شریک رہنا چاہتے تھے۔ لیکن وہ پیشہ داشتہ کر کے آتا تھا۔ چنانچہ ایک دن سب وہ پانچ توام سب بسزوں پر پڑے تھے۔

"ہم نے بھوک بڑھائی کر دی ہے۔ اگر کل سے تم نے ہمارے ساتھ ناشتہ کا وہ نہ کیا تو بڑا دل باری رہے گی۔"

"ایمان سے محمود صاحب۔ میں نے رات کو بھی کھانا نہیں کھایا تھا۔ طبیعت پر ہمارا اثرانی تھی۔ بھوک سے میری جان بھری جا رہی ہے۔ اگر آپ نے جلد وعدہ نہ کیا تو میں جان بچ کر بھاؤں گی۔" فوری نے کہا۔

"آپ مجھے غم میں من غور۔ میں ہمارا نظارہ کرتا ہوں۔ لیکن خدا ارادے اپنی مشیت یاد رکھیں۔ اگر میں خود کو بھول یہ تو۔ تو میرے والدین کا سارا پاس بے گھر۔"

اس نے بھاری آواز میں کہا۔

"آپ ان اخلاقیات کا ترہ۔ کر دو۔" طاقت اس سے بھارتیہ ہونے لگا۔

"جی جی جان۔ اس وقت سب میں دنیا میں باکس سارا بھٹک رہا تھا۔ میں نے اپنی شخصیت پر کھڑی تھی۔ آپ نے میرا ہاتھ توام لیا۔ آپ نے مجھے وہ پتہ دے دیا جس میں اس دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میں بہت خوش ہوں۔ آپ مجھے انکسائٹ دیتے رہیں۔ ایسے راستے پر نہ جائیں کہ میں ایک بار پھر اپنی شخصیت بھول جاؤں۔"

"تمہیں اس سے ہے کہ تم نے مجھے کس نام سے خطاب کیا ہے؟" طاقت نے ہنست ہنست پوچھا۔

"مہم۔ معافی چاہتا ہوں۔ شدت جذبات میں کہہ دیا تھا۔"

"کھانا میں اس سے نہیں ہوں کہ ترہش و خواہش میں مجھے بھائی جان کہہ سکو۔ کیوں؟" طاقت اس انداز میں بولا۔

محمود نے ہنست ہنست کہا۔

"محمود علی۔ تمہیں شکم یا جاتا ہے کہ آئندہ تم مجھے بھائی جان کہہ کر خطاب کر لو گے۔ اور اسے نور اللہ خاں آپ آپ کسی دوسرے ڈرائیور کا انتظام کر لیں۔ فحش خدا۔"

نواب رانا عزیز الدین کا بھائی۔ اور آپ کا اراکے۔"

طاقت بولا۔

"بہتر ہے جیسا۔"

"سن لیا آپ نے محمود صاحب کل سے ناشتہ آپ ہمارے ساتھ ہی کریں گے۔"

"جو شکم۔ لیکن میرا خیال ہے میرے معمولات میں تبدیلی نہ کی جائے۔" محمود ولی زبان سے بولا۔ اور طاقت چونکہ کراہت دیکھنے لگا۔ اور پھر وہ عجیب سے انداز میں بولا۔

"بہت بہتر بہت بہتر۔ یہی خوشی کی بات ہے آپ اپنے معمولات جاری رکھیے۔" میرا جال طاقت کی باتوں سے کوئی خاص فرق نہیں پڑا اور محمود نے اپنا کام جاری رکھا۔

ہاں۔ اب وہ ہم سے کسی قدر بے تکلف ہو گیا تھا۔ چونکہ ہمارے دینے وقت اس سے کہہ دیا تھا کہ اس کے لباس وغیرہ کی ذمہ داری اپنی پر ہوگی اس لئے طاقت کی ایمان اس کے لئے بہت ہی لباس تیار کرائے گئے تھے۔ ان میں ڈرائیور کے لباس ایک بھی نہیں تھا۔

محمود نے اس پر بھی دبا دبا احتجاج کیا تھا۔

پھر پہلی تاریخ کو محمود کو کھانا ملی طاقت نے ہمارے ہی انداز میں کہا۔ چونکہ آپ کو پہلی کھانا ملی ہے مسٹر محمود اس لئے آپ پر ایک ڈنر ڈیو ہو گیا۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ کب ہماری دعوت کرتے ہیں۔"

"آج ہی بھائی جان۔"

"آج جلدی تیاریاں کر لو گے؟"

"مہم میرا خطاب ہے۔ میرا مہین تو اس قاف میں ہے۔ میرا خیال ہے ہو گا۔"

"آخر۔ ہو گا میں ہمارا ڈنر کا کین مڑا آئے گا۔ دینے اور دعوت کا وعدہ کیا ہو تو پہلی آپ کے لئے۔ کان کا بھارت بھی کر سکتی ہے مسٹر محمود۔"

"اوم نہیں۔ اگر آپ کا حکم ہے تو پھر کچھ ہی پروگرام بنالیتا ہوں لیکن کل کا۔"

"منظور۔" طاقت نے کہا۔ اور دوسرے دن رات کو ہم سب محمود کے مکان پر پہنچ گئے۔ معمولی سی ہفتی میں ایک معمولی سا مکان۔ سادہ سادہ تو لوگ۔ محمود کی بہن بھی محمود کی مانند تھیں اور سادہ تھیں۔ شخص اور محبت کرنے والے لوگ۔ کھانے میں بھی سادہ تھی۔ اس سے محمود کی فطرت کا اندازہ ہوتا تھا۔ وہ نمائش پسند نہیں تھا۔ محمود کے ہاں سے ڈنر لے کر ہم واپس آئے۔ فوری نے بھی محمود کے سرواؤں کی بہت تعریف کی تھی۔

فلم کی کمائی پر بھرپور کام ہو رہا تھا۔ اب صورت حال یہ تھی کہ ہم نے ایک کافی نوٹس کو رکھ لیا تھا اور ہم سب مل کر کمائی لکھ رہے تھے۔ ہماری خواہش تھی کہ کمائی نوٹس بھی کوئی مناسب شخص مل جائے۔ لیکن مناسب لوگ فلم اند مشری سے اتنے بڑے دل تھے کہ وہ اس انداز میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ کھانا قسم کی روانہ ان کی داستانیں لکھنے ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ ہر حال ہماری تلاش جاری تھی اور کمائی بھی لکھی جا رہی تھی۔ دوسرے بہت سے معاملات باقی تھے اور ہم ان کے بارے میں غور کر رہے تھے۔ خیال یہ تھا کہ سب کمائی محل ہو جائے گی تب اس میں شامل ہونے والوں کی فہرست بنائیں گے۔

اسی دوران ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ سینہ دولما بھائی نوشہ بھائی کے سنگ سنگ آریس پروڈکشن کی نئی فلم "آسانی سوار" کی صورت تھی۔ سینہ نوشہ بھائی دولما بھائی ہمیشہ جادوئی قافیں بناتے تھے اور آسانی سوار بھی ایسی ہی فلم تھی جادو کے منظر اور ماحول کی تہ بھرپور انہوں نے

صورت بھی انہیں انداز میں کی تھی یعنی شہرت باہر ایک بے فضا مقام پر انہوں نے صورت کا انتظام کیا تھا اور سب کو وہاں کی دعوت دینی تھی۔

"یہ خیال ہے نور؟"

"نصف آئے گا۔" فوری متحیراتہ ہوئے بولی۔

"ٹھیک ہے چلیں گے۔" میں نے کہا۔

"ضرور چلیں گے۔ ضرور چلیں گے۔ میرا خیال ہے دعوت دینے میں کوئی قید و نہیں ہے۔ ہم پانچویں چلیں گے۔"

"پانچویں دن؟" میں نے پوچھا۔

"ار۔ ہمیں ہم قیوں عبدال بھائی اور محمود۔"

"خیال ہے۔" میں نے گردن ہار کر تائید کر دی اور ہم سب چھٹی سے دعوت کی تاریخ کا انتظار کرنے لگے۔ آخر وہ دن آیا اور ہماری کاریں "ترنا" چل پڑیں۔ ترنا شہر سے باہر ایک بے فضا مقام تھا۔ سرسبز پہاڑیوں کے درمیان ہوا۔ وہاں ایک خوبصورت جھرنابھی تھا۔ اس جھرنے کا نام ترنا رکھ دیا گیا تھا۔ اکثر فلموں کی شوٹنگ یہاں ہوتی تھی۔

سینہ نوشہ بھائی دولما بھائی سے ہماری پہلی ملاقات تھی۔ تانیا چلیں تھیں۔ چار چار فٹ کے قد اور چار فٹ ہی پھیلاؤ۔ اس ایسا لگتا تھا جیسے دو بہن۔ مٹی گیندیں ہوں۔ جو ساتھ ساتھ رچی ہوں۔ دونوں بھائی تھے۔ اور ہم شکل بھی تھے۔ تھری ہیں سٹ پٹے ہوئے تھے۔ وہ استقبال کر رہے تھے۔

عبدال بھائی نے ہمارا قد ر ف کرایا اور دونوں نے خوش اخلاقی سے دانت کال دیے۔ "جڑی خوشی ہوئی تھی۔ بڑے نام ہیں آپ کے بھی ہو ہو ہو۔" فلم کب اشاعت کر رہے ہیں؟" نوشہ بھائی نے تڑپاتی آواز میں کہا۔ ہوش حلق کو چرتی پھرتی باہر نفس دینی لگی۔

"بس نوشہ بھائی۔ بہت جلد آپ لوگوں کو تکلیف دیں گے۔"

"کیوں جی۔ ہمیں کیوں تکلیف دیں گے؟" دولما بھائی طاقت کو حیرتہ ہوئے بولے۔

"مخاطب یہ ہے دولما بھائی۔ کہ آپ کو صورت میں آنے کی تکلیف دیں گے۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"ہاں۔ پانچواں۔" دونوں نے ہمتانہ قہقہے لگائے اور تمام مہمان چونک کر اوجھڑ گئے۔ ہم لوگ "گے جو گئے" چوہہ دوسرے مہمان بھی رہے تھے۔

"تو ہم وعدہ ہے۔" طاقت نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ فوری صورت شامیہ نے چاروں طرف نگے ہوئے

دہشت سے بچنے چلا تا رہا۔۔۔۔۔ اس کی بڑی عانت تھی۔ لیکن محوڑا اطمینان سے نرا غائب کر رہا تھا۔ اب وہ باقی باندھی پر کھینچنا تھا اور باہر خان کی جھیلیں بھی اب تک نہیں دے رہی تھیں لوگ حیرت سے منہ جوڑے غریب تھے تو دو دو لہو بھائی اور خوش بھائی پھر کے بت کی۔ نہ مڑے تھے۔ یوں سمجھ لیا جائے کہ میرے اور طاوت کے علاوہ سب لوگوں کی مانند اڑتے ہوئے محوڑے کو دیکھ رہے تھے۔ جن میں نوری اور محمود بھی تھے۔

تب محوڑے نے نیچے کا رخ کیا۔ اور بتدریج نیچے اترنے لگا۔ کچھ دیر میں بھی بس نہ جانے کس طرح اپنا کام کر رہا تھا۔ محوڑا دست بہست نیچے پہنچ گیا اور پھر وہ زمین پر اتر گیا۔

اور پھر باہر خان کسی مردود چھپائی کی مانند پٹ سے نیچے گر پڑا۔ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ لوگ باہر خان اور محوڑے کی طرف دوڑ پڑے تھے۔ قریب پہنچنے والے بھی باہر خان کو دیکھ رہے تھے اور بھی محوڑے کو۔ پھر باہر خان کو اٹھ کر ایک جگہ میں بایا گیا۔

دونوں سینہ اب بھی اپنی جگہ کھڑے تھے۔ ہاں لوگوں نے جب انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ تو وہ چونکے۔ "نور و فل خوش بھائی۔ کیا تم نے دیکھا ہے۔ لیکن یہ چادری محوڑا آپ کو کہاں سے ملا؟"

"کیا یہ کل کا محوڑا ہے؟"

"سب کیا ہے۔ وہ تو بھائی؟"

"یہ محوڑا آپ ہی کا ہے؟"

"آپ نے اسے کہاں سے حاصل کیا؟"

"میرا خیال ہے چادری کھوس میں یہ سب سے انوکھی قسم ہوئی۔"

"یہ قسم باریکٹ کا دیکھا روزہ کی۔ انی جہانی لاکھس ختم کر کے نہیں لے گی۔"

بے شمار سوالات۔ بے شمار سوالات۔ چند فوٹو گرافروں بھی تھے جنہوں نے محوڑے کی سب سے بڑی تصویریں لی تھیں۔ وہ محوڑے کو نقلی بنایا کر، پھر رہے تھے کہ یہ کوئی ایسی جگہ تھا جہاں نہیں ہے۔ لیکن محوڑا غائب تھا۔

تب خوش بھائی بوم بھائی کے دروازہ پر پہنچے۔ انہیں اندر سے ایک دروازہ کی طرف سے پھر انہوں کی آنکھوں میں فیصلہ آیا۔ اشارے کے اور منتظر رہے۔

"نکات پہنچ گئی۔" وہ منہ بولے۔

بے حد۔ میرا خیال ہے یہ اس صحن کا سب سے بڑا

تغیر ہو رہا ہے۔

"انکھوں روپے میں خرید رہے ہیں۔ یہ بہت قیمتی قسم ہے۔ ابھی تو آپ نے دیکھا ہے۔"

"نہیں۔ آپ نے کہا ہے کہ یہ نرہ؟"

"بڑی بات ہے یہ بات نہیں جانتی۔" دو لہو بھائی نے جواب دیا۔ ہر حال و حوالہ میں بھی اور لوگ ان دونوں سے نہ جانتے تھے۔ ان کا پتہ تھا محوڑے نہیں نظر آ رہے تھے۔ چنانچہ وہ بھی نہیں معلوم تھا کہ محوڑے نے پرواز کیسے کی۔ لیکن ہر صورت وہ اسے اپنے کارنامہ بتا رہے تھے۔

"مگر یہ باہر خان کیوں چلی رہا تھا؟" کسی نے سوال کیا۔

"اسے حقیقت نہیں معلوم تھا۔" خوش بھائی نے بتایا۔

"وہ وہ اتار اور پتلا سین نہیں دے سکتا تھا۔"

"نوب۔ لیکن اس کے چرے کے اثرات۔"

"دور سے دیکھیں چلیں گے۔" دو لہو بھائی نے بتایا۔

مہررت قسم ہو گئی۔ بے ہوش باہر خان کو فوراً اپنا ہاتھ پونچھ گیا۔ پھر ہم بھی واپس آ گئے۔ لیکن راستے میں نوری کان کھاتی رہی تھی۔ میں اور طاوت خاموش تھے۔ گھر پہنچنے کے بعد محمود اور چچا بڑی بھی اس تہہ میں شامل ہوئے اور ہم نے بالکل اسی بات چرائی۔

کمانی تیار ہو چکی تھی۔ اور اب اس پر کام شروع کرنا تھا۔ تبدیل بھائی کے مشورے سے چھ فلم انڈسٹری کے اور چھ باہر کے لوگوں کا انتخاب کیا گیا اور اس کے بعد افتتاح کا اعلان کر دیا گیا۔

طاوت نے کافی عالی شان نوعی میں ہی فلم کا افتتاح کیا تھا۔ اس نے پورا سارو سنان قریب افتتاح کی پیش ملازم رکھے تھے۔ ایک خوبصورت سے -خوبی تقریبی سے فلم کا آغاز ہوا۔ اور نہایت خوبصورت فلم تھی۔ اس کے بعد ایک عمدہ وی آر وی کی تھی۔ انکھوں نے اور انہی کی نمائندوں نے فلم کے بارے میں نوری سے بہت سے سوالات کیے۔

جواب اس نے نہایت مہذب دیا۔

"آپ نے اس فلم کے بارے میں یہ سب سنا۔ کیا وہ اس میں نہیں آیا؟"

"نہیں۔ آپ نے اس فلم کے بارے میں سب سنا۔ کیا وہ اس میں نہیں آیا؟"

"نہیں۔ آپ نے اس فلم کے بارے میں سب سنا۔ کیا وہ اس میں نہیں آیا؟"

"میرا خیال ہے یہ اس صحن کا سب سے بڑا

افتتاح نہایت کامیاب رہا۔ ہم سب بہت خوش تھے۔ مسانوں کے جانے کے بعد طاوت مجھے پیچھے لے گیا اور اس نے بڑی رازداری سے کہا۔

"عارف۔ محمود کو دیکھ رہے ہو؟"

"ہاں۔ کیوں؟"

"اگرے کمر سٹ میں ظالم کیا ہے؟"

"وہ خوبصورت اور جامہ زیب ہے۔" میں نے کہا۔

"اور اسی نوری؟" طاوت نے کہا۔

"ہاں مطلب؟" میں چونک پڑا۔

"کسی سے کم ہے کیا۔ ہماری فلم کے لئے یہ جوڑی تھی رہے گی۔"

"اور طاوت۔ تم نے میرے منہ کی بات نہیں سنی۔ میرا خیال ہے ان دونوں کو بچا کر کے کاہلی ڈر رہے۔ ورنہ یہ شریف لوگ عشق و عاشقی سے واقف نہیں معلوم ہوتے۔ تم نے نوری یا محمود کے کرداروں میں کوئی ٹک ویکسی ہے۔"

"فعلی نہیں۔ ہم ان دونوں کا وہاں لڑوانے میں ناکام ہو چکے ہیں۔"

"تب پھر بسم اللہ۔"

"بسم اللہ۔" اور پھر ہم نے نوری اور محمود کو اپنی میزبانی میں شریک کر لیا۔ "ایک خاص مسئلہ پر گفتگو کرتا ہے محمود۔"

"جی فرمائیے۔" محمود ہم تن گوش ہو گیا۔

"فلم کی باقاعدہ پلہنی کے لئے ضروری ہے کہ یہ دو اور ہیروئن کا نام بھی اس میں شامل کیا جائے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا جناب۔"

"پھر کوئی فیصلہ کرو۔ یہ فیصلہ جہہ ہونا چاہئے۔" طاوت نے کہا اور محمود سوچ میں گم ہو گیا۔

"کمانی ہمارے معیار کی ہے نوری؟" وہ نوری سے مخاطب ہوا۔

"یقیناً۔"

"اس میں یہ دیکھا ہیروئن کا کردار کیسا ہے؟"

"تمہایت پاکیزہ اور مناسب۔ میرے خیال سے مشرقی رومان کا یہی انداز ہے۔"

"جو لوگ ان دونوں کا کردار ادا کریں گے۔ کیا وہ اس میں بھگت سکتے ہیں؟"

"فعلی نہیں۔" نوری نے وثوق سے کہا۔

"میںوں محمود۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میرا خیال ہے یہ ایک پاکیزہ ترین فلم ہوگی۔" محمود نے جواب دیا۔

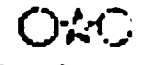
"تو پھر دو سوتو۔ کسی پتھر کے بغیر عرض ہے کہ میں نے اور انہیں نے ان کرداروں کے لئے تمہارا انتخاب کیا ہے۔"

طاوت نے کہا اور یہ خبر ان دونوں کے لئے دھماکے سے مسم نے تھی۔ وہ ہماری شکل دیکھتے رہ گئے اور پھر جھپٹے جھپٹے نظر آنے لگے۔

"کسے اعتراض ہے؟" طاوت نے دونوں کی طرف دیکھا، "نہیں کوئی جواب نہ دے گا۔" مجھے جواب کی ضرورت نہ تھی۔

"مجھے اس مائن کا کوئی تجربہ نہیں۔" محمود نے دہی زبان سے جواب دیا۔

"ہو جائے گا۔" طاوت سکون سے بولا "کرداروں کی پاکیزگی کا تم دونوں اعتراف کر چکے ہو۔" نوری بالکل خاموش ہو گئی تھی۔ اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں "اگر تم دونوں نے ایک منٹ کے اندر اندر ہاں نہیں کا اعلان نہ کریں۔ تو پھر یہ بات فاکل ہو جائے گی۔" طاوت نے وارننگ دی لیکن دونوں خاموش رہے تھے۔ طاوت گھڑی دیکھ رہا تھا۔ اور جو کسی سیکنڈ کی سوئی نے منٹ پورا کیا۔ طاوت نے کھڑے ہو کر مجھے مبارکباد دی اور نوری اور محمود بے بسی سے ہنس پڑے۔



"بزرگوار۔" طاوت نے محمود کے والد کو مخاطب کر کے کہا "نور اتنا ایک شریف لڑکی ہے صاحبہ نیشیت ہے اور محمود ہمارا دوست۔ میری زمینوں کو میری ضرورت ہے۔ چنانچہ پتہ حرکت کے بعد میں واپس چلا جاؤں گا۔ میری خواہش ہے کہ ان دونوں کو رشتہ ازدواج میرا خستہ کر دیا جائے۔"

محمود کے والد حیرت زدہ رہ گئے تھے۔ پھر انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "یہ میرا بیٹا اس قاتل ہے؟"

"وہ جس قاتل ہے نہیں معلوم ہے۔ آپ اپنا جواب مرحمت فرمائیں۔"

"میرے لئے نہایتی مرگ کی بات ہے۔" بڑے میاں ہوئے۔

"تب پھر نوری خواہش ہے کہ آپ باقاعدہ ہمارے گھر آئیں۔ لیکن ابھی محمود کو بواہی نہیں ملنی چاہئے۔"

"یقیناً۔ ورنہ ہم آپ سے درخواست نہ کرتے۔"

خاتون نے جواب دیا اور اسے میاں نے خوشی سے اقرار کر لیا اور پھر محمود اور نوری کے والد کی ایک خفیہ ملاقات ہوئی جس میں دونوں نے ضروری امور طے کر لئے۔

پھر ایک شام صبح کے دوسرے مغربی قریبی پورام بنایا گیا۔ یہ گلابا قادیان میں شامی تھا۔ البتہ سیٹ پر مسمانوں کی ترتیب حقیقی رنگی تھی۔ وہاب جی، صفحہ محمود کے والد ان کی بہن اور دوسرے لوگ سیٹ پر موجود تھے۔ عبدالجہاں کی بیات میں سین شام ہوا۔ محمود نوری کو مچنی کی انگوٹھی پہنانے والا تھا۔ دونوں شرابے ہوئے تھے اور اس حقیقی شرم نے نظر میں زندگی والا ہادی تھی۔ محمود نے بہن کی چمکتی ہوئی انگوٹھی نوری کی انگلی میں پہنائی اور تمام مسمانوں نے تائیں بجا دیں۔

تب طاوت نے اخباری رپورٹوں کو مخاطب کر کے کہا "صاحب۔ اس منظر کی ایک حقیقت میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ہماری قسم کا ایک منظر ہے۔ لیکن یہی انگوٹھی بات ہے کہ اس منظر میں کوئی مصیبت نہیں ہے۔ طاوت نور اتسا اور سسر محمود کے بزرگوں نے یہ منظر حقیقی طور پر ملے کی ہے اور آج سے باقاعدہ طور پر طاوت نور اتسا محمود کی نگہبندی ہے۔ یہ منظر زندہ جاوید رہے گا۔"

"میرے الفاظ کی تصدیق دونوں بزرگ کریں گے۔"

طاوت نے اشارہ کیا۔ اور دونوں بزرگوں نے کھڑے ہو کر مشتاق کی تصدیق کر دی۔ نوری اور محمود شہت حیرت سے ٹپک کھڑے ایک ایک کی شکل دیکھ رہے تھے۔

○●○

مسمانوں نے ایک بار پھر تائیں بجا دیں۔ لوگ بھی اس دلچسپ پروگرام سے مسرور نظر آ رہے تھے۔ پھر لوگوں نے اٹھ اٹھ کر نوری اور محمود کو مبارکباد دی۔

"اس فلم کے معیار ہی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے جس کے مناظر اس قدر حقیقی اور زندہ رہے۔"

"بلاشبہ آپ کی فلم کا باب ترین قسم ہوگی۔" لوگ نوری اور محمود سے کہہ رہے تھے۔ لیکن ان دونوں کی حالت خراب تھی۔ وہ پاگوں کی طرح ایک ایک کو دیکھ رہے تھے جیسے متوقع ہو کہ اب ہم یہ مذاق نہ کر دیں گے۔

لیکن ظاہر ہے یہ مذاق نہیں تھا۔ مسمان کا باقاعدہ احسان بنوا تھا۔ انگوٹھی پہنائی تھی۔ پھر شک و شبہ کی کیا بات تھی۔ اور پھر مسمانوں میں انسانی قسم کی مضامنی تفسیر کی گئی جو مشتاق کی خوشی میں تھی اور اس کے بعد مسمان رخصت ہونے لگے پھر جب وہ دونوں جیسے تو محمود نے طاوت کا بازو پکڑا "میری بات سنیں گے بھائی جان؟"

"سلیم سلیم دیکھ۔ ذرا۔ اس محمود کے انداز میں

چار حیرت ہے اور میری مدد تو؟" انیس۔ یہ مجھے مانتا ہے شہنشاہ کرو۔" طاوت نے سفر پٹن سے کہا اور میں ہنستا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔

"ذرا دوسرے کمرے میں آئیے۔" محمود نے کہا۔

"نہ۔" طاوت مردہ سے لہجے میں یوں اور ہم تیار دوسرے کمرے کی طرف چل پڑے۔ محمود کے چہرے پر تجویز کی نظر آ رہی تھی۔

"یہ سب کیا ہے بھائی جان؟" اس نے غیبی گی سے پوچھا۔

"ارے تو کیا قسم کی کہانی میں یہ منظر میں نہ رہا تھا۔"

طاوت کا کھانا کروا۔

"بہتہ مذاق نہ کریں۔ مجھے سنجیدگی سے بتائیں یہ سب کیا ہے؟"

"مشتاقی ہے اور کیا ہے؟" طاوت ہی ہوا۔ مجھے نہیں رہی تھی۔

"فانی حقیقی؟"

"قسم بھی۔ حقیقی بھی۔"

"بھائی جان۔" محمود نے دوسری طرف من کر لیا "بھائی جان یہ اچھا نہیں ہوا۔"

"کیوں محمود؟ کیا نوری میں کوئی خرابی ہے؟"

"یہ اچھا نہیں ہوا بھائی جان۔" محمود نے کہا۔

"اب شاید تمہیں اس کے ماضی سے اختلاف ہے۔ لیکن محمود یقین کرو۔ نوری ایک شہر اگرم ضرور ہے۔ لیکن اس نے اپنی خودی اپنی شرافت کی حفاظت کی ہے۔"

"مختصرہ نور اتسا کی پاکبازی پر شک کا مجرم بنا کر مجھے ذلیل نہ کریں بھائی جان۔ خدا شاہد ہے کہ میرے ذہن میں ایسا کوئی تصور نہیں ہے۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"بھائی جان۔ میں ایک تم مایہ انسان ہوں۔ تحذیر حاصل کرنے کے بعد میں نے بہت سے خواب دیکھے تھے اور پورے نہیں ہو سکے۔ میں نے اپنی کوششوں میں کوتاہی نہیں کی تھی۔ بس مقدر نے ساتھ نہیں دیا۔ پھر میں نے ذرا نیور کی کرنے کی ٹھان لی۔ آپ کے اشتہار کو دیکھ کر آپ کے یہاں آیا اور ملازمت مل گئی۔ آپ نے میری تنخواہ گائی پٹنے است مذاق سمجھا۔ پھر بڑے آدمیوں کا کھیل ہر حال یہ کھیل میرے لئے منافع بخش تھا۔ میں نے بھی اپنے فرض سے بددیانتی نہیں کی۔ میں بیش آپ کا شخص اور ذرا دربار۔ مختصرہ نوری ایک ٹیک اور پرکشش طاوت ہیں میری نگاہ۔"

طاوت!

نے اگر کبھی بیکنے کی کوشش کی تو میرے ضمیر نے مجھے تنبیہ کر دیا۔ میں نے بیش اپنی حیثیت یاد رکھی۔ بھائی یزین! میں نور ایک بلند پایہ طاوت ہیں۔ اس تصور کے ساتھ وہ بھی خوش نہ رہ سکیں گی کہ۔ ان کا شوہر ان کا ملازم۔ ان کا ذرا نیور۔ پکا ہے۔" محمود نے گردن جھکا دی۔

"اور کچھ؟" طاوت نے طنز انداز میں کہا۔

"ہاں۔ کچھ اور بھائی جان۔" محمود نے اسی سنجیدگی سے کہا۔

"وہ بھی کہہ دو۔"

"حالات نے مجھے بعض معاملات میں قسمت دلی ہے بھائی جان۔ لیکن وہ میری خودی کو قسمت نہیں دے سکے۔ میں ابھی تک خود دار ہوں میں زندگی بھر اس اذیت سے تپتا رہوں گا کہ میں اپنی بیوی کی وجہ سے دولت مند ہوں۔"

"اور کچھ؟" طاوت اسی انداز سے بولا۔

"بس اور کچھ نہیں۔"

"گویا۔ گویا تم نور اتسا سے شادی نہ تیار نہیں ہو؟"

"جی۔ جی ہاں۔ میں یہ شادی نہیں کر سکتا۔" محمود نے صاف ٹوٹی سے کہا۔

"ہمیں افسوس ہے محمود۔ ہم تمہارے دل تک پہنچنے میں ناکام رہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہمارا مقصود ہماری محبت ہمارے کام نہیں آ سکی۔ ہم نے تمہیں انہوں میں سے سمجھ لیا تھا۔ ہم نے سوچا تھا کہ تم ہمارے دوست ہمارے بھائی ہو اور ہم اسی انداز میں اپنے لئے کچھ حقوق متعین کر بیٹھے تھے۔ لیکن تم نے اجنبیت غیبت کی دیوار کرانا پسند نہیں کی۔ خیر تمہاری مرضی۔ ہم ان دونوں بزرگوں سے بات کریں گے۔ ہم ان سے کہیں گے کہ ہم قسطی کر بیٹھے ہیں جس کی وجہ ان کے وقار کو ٹھیس لگے گی۔ ہم ان سے معافی مانگنے کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں۔ بہت بہتر محمود صاحب۔ آپ بے فکر رہیں۔ آپ کی خودی پر آج نہیں آنے گی۔"

"بھائی جان۔" محمود کھرا کر بولا۔

"میرا نام رانا عزیز الدین ہے۔ رانا صاحب کو ذرا نیور۔ کسی ایسے نام سے مخاطب مت کرو جو مجھے میری عزت کا احساس دلا سکے۔" طاوت نے کہا اور پٹ کر مرے سے نکلیا۔

"سنیں۔ سلیم بھائی۔ بھائی جان ناراض ہو گئے۔"

"اپنی بے وقوفی پر نادم ہوئے ہیں محمود۔ است ناراضگی نہ کرو۔" میں نے بھی کھانچ لیا۔ میں نے کہا اور میں بھی طاوت کے سے انداز میں ہر گھل گیا۔

طاوت!

محمود کمرے میں کھڑا رہ گیا تھا۔ میں تیزی سے طاوت کے پاس پہنچ گیا "طاوت۔" میں نے اسے آواز دی۔

"پھوڑو یا۔" موڈ خراب ہو گیا۔ "طاوت نے تبصرہ کیا ہے ہونے انداز میں کہا۔

"کیوں؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"تب کے سب بیسٹ جیسے ہمارے اوپر احسان کرنے ہیں۔"

"یہ طاوت۔ یہ بات نہیں۔ قانڈ کے چند کھڑے لے کر کسی جگہ کھڑے ہو جاؤ۔ لوگ انہیں حاصل کرنے کے لئے ہر اہم کئی کوشش کریں گے روٹھلا اور روٹی والا کی مثال تمہارے سامنے موجود ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے لوگ تمہارے علم میں آتے ہیں۔ دراصل ہم نے بیش کچھ میں پائے ہوئے بہتے حقائق کے ہیں۔ ہم نے انسانیت کے پیکر تلاش کئے ہیں جن کی نگاہوں میں انسانیت کا تقدس ہوتا ہے دولت نہیں۔ یہ بے گیس بھی ہوں "ان کی پٹک کیسے قسم کی بات تھی ہے۔ انہیں کچھ سے اٹھا کر نصف ستور کر کے شام کیس میں رکھنے کے لئے ہر حال جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ نہ دیکھو انہیں۔ نہ تلاش کرو۔ تمہیں تمہاری مرضی کے لوگ بھی ملتے رہیں گے۔ تم جو کچھ انہیں دو گے قبول کر لیں گے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن۔ اب اس کچھ کے بیر۔" کا کیا جائے؟"

"کچھ سوچتے ہیں۔ اس کی ایسی قسمی۔"

"اب یہ مس نور اتسا اس کمرے میں کیوں جا رہی ہیں؟" طاوت نے کہا۔

"نور فل۔ رومانس۔ سسپنس۔ اسے یہ ہر دو شاہ۔"

میں اپنے کمرے کی طرف لپکا۔ طاوت ہنسنے لگا تھا۔ شاہوانہ کا دو شاہ اور مجھ میں جہی سے اٹھ آیا اور پھر ہم دونوں تینوں سے کمرے کی طرف نکلے۔ نوری کمرے میں داخل ہو گئی تھی اور اس کے پیچھے ہی ہم دونوں اندر جا گئے۔ لیکن نوری کو افادری بہت بھی نہیں ہوتی تھی۔ ساتھ ہی ایک کرسی پر محمود سر پکڑے بیٹھا تھا۔

"محمود صاحب۔" نوری کی لرزتی آواز ابھری اور محمود اچھل پڑا۔ پھر وہ جلدی سے کھڑا ہو گیا۔

"میں نور۔"

"جی۔"

"میں نور۔ آپ باقی ہیں کہ نہ آپ باقی ہیں؟"

میں نور نے میرا کوئی تصور نہیں ہے۔" محمود نے بوجھائے

ہو۔ انداز میں کہا۔

"تو کیا آپ کے خیال میں قصور میں سے کیا ہے۔"

"نہیں مس نور۔ آپ یقین کر لیں۔ میں نے۔ میں نے۔"

"نہ جانے آپ پر اتنی بوکھلاہٹ کیوں طاری ہے مسٹر محمود۔ آپ نے ان فرشتوں کو ناراض کر دیا۔ مجھے آپ سے بڑی شکایت ہے۔"

"مس نور۔ وہ مس نور وہ۔"

"ایک بات کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ وہ یہ کہ میں یقین کر چکی تھی کہ آپ حضرات کی گفتگوں میں یہی تھی اور میں نے آپ کے اور ان کے درمیان ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ سنا ہے۔"

"مس نور۔ مجھے بتائیے۔ مجھے بتائیے میں کیا کروں۔ میں نے تو اپنے کردار میں کبھی جھول نہیں پایا ہونے دیا۔ میری تو کوئی غلطی نہیں ہے۔"

"مسٹر محمود۔ خدا کا شکر ہے کہ میں نے بھی اتنا ہی نامساعد حالات میں اپنے کردار کو داندھار نہیں ہونے دیا۔ میں آپ کی ذہنی کیفیت سمجھتی ہوں۔ کیونکہ یہی کیفیت مجھ پر بیت چکی ہے۔ اگر میں اس سے واقف نہ ہوتی۔ تو اس وقت آپ کے پاس کبھی نہ آتی۔ لیکن چونکہ مجھے احساس ہے اس لئے مجھے آپ سے ہم دلی محسوس ہوئی۔ اور میں یہاں چلی آئی۔"

"میں نہیں سمجھ سکتی مس نور۔؟" محمود نے کہا۔

"میں آپ کو سمجھاتی ہوں۔ تشریف رکھیے۔" نور نے کہا اور پھر خود بھی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ محمود اس کے دوبارہ کہنے سے کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

"مسٹر محمود۔ اگر میں آپ کی اور ان دونوں کی گفتگو نہ سنی۔ تو میری نسیانیت مجھے بھی اجازت نہ دیتی کہ میں آپ سے اس قسم کی گفتگو کروں۔ یہ سمجھ لیں کہ میں یہ گفتگو اپنے بھائیوں کی وجہ سے کر رہی ہوں۔"

"نہ؟" محمود نے چنسی چنسی آواز میں کہا۔

"میں آپ سے چند سالات کم ہوں گی۔ سنئے مسٹر محمود۔ آپ ایک خود دار انسان ہیں اور خود دار انسان اپنی عزت اپنی ملازمت پر قرار رکھنے کے لئے ہر صورت نہیں ہال سکتا۔ میں آپ کی خود داری کا امتحان یہاں چاہتی ہوں۔ دیکھنا چاہتی ہوں کہ آپ کیا نہ صرف تو اور حق بولنے والے ہیں۔" محمود متحیرانہ انداز میں توری کی شکل دیکھ رہا تھا۔

"کیا آپ جوابات دینا پسند کریں گے؟"

"نہیں۔"

"ان میں بہت سے سادات ایسے ہیں جو ایک بڑی زبان سے معیوب ہیں۔ لیکن اسے میں سمجھتی ہوں کہ ان حالات سے میری نسیانیت کس حد تک مجروح ہوئی نہ آپ چاہو بھی سمجھیں۔"

"نہی۔" محمود سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"اگر میں ایک معمولی بڑی بولی اور حالات نہیں دو سرے کے ساتھ لے آتے۔ تو کیا آپ مجھے اپنا بچہ کرتے؟"

"آپ نے مجھے صاف گویا کہ اجازت دی ہے مس نور؟"

"ہاں۔ آپ کھل کر انکار حقیقت کر سکتے ہیں۔ آپ کوئی پابندی نہیں ہے۔"

"تو مس نور۔ میں آپ سے انکار محبت کی جرات ہوں۔ ہاں مس نور۔ میں آپ کو بہت پسند کرتا ہوں۔ دل ہی دل میں آپ کی پرستش کرتا ہوں۔ میں آپ سے محبت کرتا ہوں مس نور۔ میں آپ کو اس وقت سے چاہتا ہوں جب میں نے پہلی بار آپ کو دیکھا تھا۔ میری زندگی میں لمحات جاوداں ہوتے ہیں جب آپ میرے نزدیک ہوتے ہیں۔" محمود نے کہا اور توری کا چہرہ گھٹا ہو گیا۔ لیکن اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور بولی۔

"شکر یہ مسٹر محمود۔ گویا یہ بات طے ہو گئی کہ میں پیشہ عورت آپ کے لئے قابل قبول ہوں۔"

"جی" محمود نے سر ہکا کر کہا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔

"تو مسٹر محمود۔ اب میری حیثیت کے بارے میں جو لیجئے۔ دراصل آپ اس قدر نیک اور شریف انسان ہیں ان لوگوں سے آپ کی طاقت بھی نہیں ہوتی جو میری حیثیت سے واقف ہیں۔ ورنہ یہ الجھن ہی پیش نہ آتی۔ غور فرما۔ مسٹر محمود۔ میں ایک غریب باب کی بیٹی ہوں۔ جو آنکھوں سے اندھا ہو گیا تھا۔ میں نے اپنے باپ اور بھائی کی پرورش لئے ملازمت تلاش کی۔ لیکن کوئی ملازمت نہ مل سکی۔ وہ میں نے ایک ایک مشین کی حیثیت سے متعدد فلموں میں کام کیا۔ سرسری انداز میں ہوں گی کہ خدا نے میری عزت رکھی اور جب بات عزت پر بنی تو اس نے دو فرشتے زمین اتار دیئے۔ ابتدا میں میں انہیں نہ سمجھ سکتی۔ میں نے انہیں اپنے حسن کا لوک جانا۔ لیکن بہت جلد مجھے انداز ہوا۔

کہ میں کسی دوسری دنیا کے لوگوں کے ساتھ ہوں۔ انہوں نے مجھے بس کہا۔ اور میرے حالات بدل دیئے۔ خدا کی قسم اگر وہ اس قدر قلعہ نہ ہوتے تو میں کبھی ان کی دی ہوئی عزت قبول نہ کرتی۔ لیکن ان کی نیت پر شک رہتا ہوں۔ عظیم ہے اور محمود صاحب! آپ کا انتخاب بھی انہوں نے سچ سمجھ کر کیا ہے۔ خدا ہمارے ہاتھ پر آواز ہے محمود صاحب تو آپ کیوں اعتراض کر رہے ہیں۔ وہ انسان ہی کو ذرا بے ہمتا ہے۔ آپ جان گئے ہیں کہ میری کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اگر ہم دونوں اس جاودہ شہادت کو خدا کا علیہ۔ تب تو کر قبول کر لیں تو کیا حرج ہے۔"

اور اچانک محمود کے چہرے پر مسرت کے بخار نمودار ہو گئے۔ اس کی سانس تیز پڑنے لگی۔ تب اس نے توری کی آواز میں کہا۔

"تو۔ مس نور۔ مس نور۔ آپ کو۔ اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہے؟"

"ہرگز نہیں۔" توری نے بڑے اعتماداً بڑے وقار سے کہا۔

"صرف ان دونوں۔ ان دونوں کی وجہ سے؟"

"ہاں۔ ان دونوں کی وجہ سے نہیں۔ کیونکہ ان کے فیصلے میرا ایمان ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ میری نگاہ میں تو ابھی ایک نیک سیرت اور شریف انسان ہے۔"

"مجھے کم ہایہ سمجھ کر مجھے خود سے کہتے ہوئے سمجھوئی نور۔"

"اس وقت تم مجھے ایک ایک مشین کر ل کر دیا کرتا۔ دو چند دلوں کے عوض مانگتی تھی۔"

"توری میں تمہیں اپنا کفر محسوس کروں گا۔ نور۔ میں تمہیں بے پناہ چاہتا ہوں۔ خدا کی قسم نور میں تمہاری پرستش کرتا ہوں۔" محمود تیزی سے اٹھا۔ اس نے توری کو بازوؤں کے حلقے میں لے لیا۔

"آؤ! میں نے طاقت کے کان میں کہا۔"

"ایک منٹ! ایک منٹ!"

"آؤ۔" میں نے اس کا لباس پکڑ کر کھینچا۔

"صرف ایک منٹ۔ صرف ایک منٹ۔"

"اسے بسن کہا ہے۔" میں نے دانت کچا کر کہا۔

"الاحول والا قوہ" طاقت پر اسامندہ بنا کر واپس پلٹ پڑا اور پھر دروازے سے باہر اٹھ کر پلا "کان کھول کر سن لو عارف! آئندہ میں کسی کو بسن نہیں کہوں گا۔ ہاں۔" ہم دونوں اپنے کمرے میں آ گئے۔ میں نے دو شالے اتار دی۔ طاقت بھی ایک کرسی پر دراز ہو گیا تھا۔ اس کا مونا

بدستور تجزا ہوا تھا۔ "اب کیا پروگرام ہے؟" اس نے پوچھا۔

"جتنی مرضی سرکار۔"

"بس چھپس کے یہاں سے۔"

"ضرور۔ لیکن کب؟"

"جہد از جلد۔"

"اور کہاں چلیں گے؟"

"مید ہرمزہ اٹھ جائے۔"

"ان ہمازوں کے بارے میں کیا خیال ہے۔ جن کا آپ نے ذکر کیا تھا؟"

"اسی طرف چلیں گے۔"

"کب؟"

"یہ تم بتاؤ۔"

"میرا خیال ہے جہد از جلد بچوں کی شادی کر کے اس فرض سے بھی سبکدوش ہو جائیں گا کہ سکون سے آوارہ گردی ہو سکے۔" میں نے فکر مند بڑھوں کے تاند اڑھیں کما اٹھ طاقت کو جیسی آگئی۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی اور محمودوں خاموش ہو گئے۔

"میں اندر آ سکتا ہوں بھائی جان؟" نور اندر سے محمود کی آواز سنائی دی تھی۔

"جہاں۔" میں نے بھاری آواز میں کہا اور محمود شرمندہ سا اندر آ گیا۔ طاقت نے پھر چہرہ بگاڑ لیا تھا۔

"میں۔ آپ سے دعا کرتی ہوں کہ آپ بھائی جان۔ بھائی جان۔" محمود نے شرمندہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔؟ یہ رشتہ تو تمہیں قبول نہیں تھا۔"

"خوشی ہو گئی تھی۔ سخت شرمندہ ہوں۔ ہر سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔" محمود نے کہا۔

"غور کرو محمود۔ اپنے دل کو نفل لو۔"

"نفل آیا بھائی جان۔"

"لیکن میں تمہیں سزا دینے بغیر نہ رہوں گا۔"

"مجھے ہر سزا قبول ہے۔" محمود نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔ نیک ہے۔ پہلی سزا تو ہے کہ اس بیٹے کے آخر میں تمہاری شادی نور انسا کے ساتھ کر دی جائے گی۔ دو سری سزا اکل شادی جائے گی۔"

محمود نے تروان بھگادی۔

کتابیات پبلر کیشنز

انہی تھی۔ اب مجھے بھی لطف رہا تھا۔ خیال رہا۔
 سیدھا ہو گیا۔ تب مسافروں میں پھر ہمارے بارے میں چہ
 شکوے ہوئے تھے۔ دو سرے لوگوں کو تو خیر تھیں۔ صاحب
 ہی نہیں تھی۔ اب تو شمس ایک جگہ جمع ہو کر ہمارے بارے
 میں گفتگو کر رہی تھیں۔ پھر وہ دو شخص ہماری طرف بڑھی جس
 نے یہ باتیں کہیں رہیں گی۔
 "ہوشیار۔" طاہر نے کہا اور میں سنیں۔
 وہ شمس سے کہیں تھیں۔
 "نہیں چچا کی ضرورت جناب؟" اس نے مکررات
 ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔" ہم دونوں نے ایک وقت گردن ہر کر کہا۔
 "اب لوگ روشن آباد کے باشندے ہیں؟"
 "اب میرا اتفاق انا نے یہاں تھی۔ یہاں طاہر۔"
 طاہر نے کہا۔ میں نے طاہر کے دو تھیں کا ساتھ دیا تھا۔
 "یوں۔" انہی کیوں؟
 "تو کس سے آپ کی کیا مراد ہے؟" طاہر نے پوچھا۔
 "لوگ آپ ایک ہیں؟"
 "اور آپ کو وہ نظر آ رہے ہیں۔" انہی نے من
 فیضان کے کہا۔

"حیرت انگیز ہیں خدا کی قسم۔" سب نے حیرت انگیز
 اور سب نے ہنسنے لگا۔
 "یہ تو کچھ کہہ کر میرا اتفاق انا نے نہیں۔"
 "اچھا تو یہ بتاؤں۔" کہ آپ دو سیٹوں پر بیٹھ
 ہیں؟

"ہو نہیں؟" طاہر نے حیرت سے کہا اور پھر ہم
 دونوں نے گردن ہر کر ایک دوسرے کی سنیں دیکھیں۔
 "خیر۔" خیر۔ آپ سے جیتنا بہت مشکل ہے۔ اس آپ
 نے یہ نہیں بتایا کہ آپ روشن آباد کے باشندے ہیں؟

"میرے کی فرض سے جا رہے ہیں۔"
 "اب۔"
 "تو کسے ہو؟"
 "بھئی بار بار پوچھ رہی ہوں۔"

"تب آپ۔" کل میں قیام کریں۔ بہت خوبصورت
 ہو گا۔ تب آپ کو پتہ آئے گا۔ میں بھی وہاں کل رخ میں
 رکوں گی۔ آپ سے ملاقات کر رہی ہوں۔

"بہت بہتر۔" طاہر نے گردن ہر کر کہا۔ میں بہتر اس
 کا ساتھ دے رہا تھا۔ وہ شمس آگے پیچھے تھی۔ طاہر وہ اپنی

...
 اتفاقاً طور پر بہت عمدہ تفریح باقی تھی۔ میں ہم
 اس سے پوری طرح منگے ہوئے رہا تھا۔ راستے میں ہم نے
 تفریح کا طریقہ بتا دیا۔ خاص طور سے وہ سگیں
 دیو سے دیو آواز بے رہنے کو شش میں نہ لگے۔
 روشن آباد اپنے پورے علاقے کو اپنی دو سگیں سے آگے
 آئی۔

"اب میں آپ کا نام پوچھ سکتی ہوں؟"
 "طاہر۔" طاہر نے جواب دیا۔
 "اب۔" اور آپ کا؟ "اب۔" وہ نے سناٹے میری طرف دیا۔
 "طاہر۔" میں بتا چکا ہوں۔ "میں نے تعینات انداز میں
 کیا۔"

"اچھا اچھا۔" خیر۔ "وہ نہیں پڑی" میرا نام فریہ ہے۔
 کل میں آپ کو تلاش کروں گی۔
 "بہتر۔" میں نے پیچیدگی سے کہا اور پھر ہم کسمپوش
 سے فراغت حاصل کر کے دو سگیں آگے ہم دونوں
 تک پیچھے تھے۔ شمس میں بھی پیچھے رہے۔ طاہر نے
 شمس اور انہی سے مل کر رہنے کے لئے کہا تھا۔

کل میں چلتے ہوئے یہ روشن آباد تھی اور میری قسم
 جگہ پر ہونے کی امید نہیں تھی۔ انتہائی جدید ہونے تھا۔ ان
 بحر کی سولہاں سے آراستہ تھوڑی دیر کے بعد ہم دوبارہ روم
 کے ایک آراستہ کمرے میں پہنچ گئے۔ جس کی عقبی کھڑکی سے
 بند دیا ہماروں کی پوچھائیں اور کسین میہ ان نظر آتے تھے۔
 دھڑکے والی جانے کے بعد طاہر نے ایک بند آؤنگ
 قلم لکھا۔ اور وہ تک جلت رہا۔

"خیریت۔" خیریت؟ "میں نے مکررات ہوئے کہ۔"
 "بہت سے تھکتے میرے۔" بیٹ میں جمع ہوئے تھے۔ مجھے
 حیرت ہے کہ یہ تفریح پہلے ہمارے ذہن میں کیوں نہیں
 آئی؟

"اب سنی۔" میں نے پتہ پتہ ہوئے کہا۔
 "ایمان داری سے بتاؤ؟" میں نے اچھے اچھے کو متوجہ
 کر کے فائزین فریو۔
 "نیکین قیامت ہے۔"
 "وہ کیا؟"

"ہمارے چہروں کے اثرات مختلف ہوتے ہیں اور پھر
 الفاظ۔ بعض جگہوں پر اندازہ نہیں ہوتا کہ کون کیا کہہ رہا
 ہے؟"

"ہاں۔" میں نے محسوس کیا ہے۔ اس لئے ہمیں توہان

ترجمہ کرنا چاہئے۔

"نقشہ۔"

"نقشہ فنی۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"طاہر۔" ایک بنا دو۔ یعنی آواہ میں۔ آواہ میں۔
 بات اس لئے ذہن میں آئی کہ اگر ہم نے مجھو بائیں پائیں تو
 نیکیا نہیں روکتے۔

"ہوں۔" میں نے پر خیال انداز میں گردن ہر کر کہا۔
 "اس کے علاوہ ایک اور کام ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ اگر
 ہم دونوں دو مختلف جگہوں پر ہوں تو ایک دوسرے کے انداز کا
 اندازہ کیسے لگا سکیں گے۔"

"ہاں۔" متضاد گفتگو ہماری شخصیتیں الگ کر دے گی۔
 "میرے پاس اس کی ترکیب موجود ہے۔"
 "کیا ہے؟" میں نے کہا۔ اور طاہر نے اپنی ایک
 انگلی سے آخری اشارہ کر کے دے دی۔

"اسے پہن لو۔ دونوں کے خیالات، الفاظ ایک
 دوسرے کو ملتے رہیں گے تم کرنے سے باہر۔ یا باتھ روم میں
 جا کر اس کا تجربہ کر لو۔"

"کھل ہے۔" اچھا میں جاتا ہوں۔ "اور میں باتھ روم
 میں چلا گیا۔ انگوٹھی میں نے انگلی میں پہن لی اور میرے ذہن
 میں طاہر کی آواز گونجی۔

"کیا خیال ہے۔ میری آواز تمہاری کانوں میں آ رہی
 ہے۔"
 "ارے ہاں۔ مگر کھڑکیا یہ آواز۔ کوئی دوسرا نہیں سن
 سکتا؟"

"نہیں۔" یہ صرف ذہن میں رہے گی۔
 "حیرت انگیز۔ خدا کی قسم حیرت انگیز۔ بالکل ایسا لگ
 رہا ہے جیسے ٹیلی فون پر گفتگو ہو رہی ہے۔"
 "ہاں۔ ٹیلی فون تمہاری ایجاد ہے۔ اور شکوہ ہماری۔"
 "شکوہ؟"

"ہاں۔" اس انگوٹھی کا نام شکوہ ہے۔ اب باہر نکل
 آؤ۔ "طاہر نے کہا اور میں باہر نکل آیا۔
 "کمال کی چیز ہے۔ لیکن اس سے کتنے فاصلے پر سنا جا سکتا
 ہے۔"

"دنیا کے کسی بھی حصے سے کسی بھی حصے تک۔" ہر حال
 یہ کام ہو گیا۔ اب آؤ لڑکیوں کی باتیں کریں۔ مگر رکو۔ اس
 سے پہلے کافی منگوا لو کافی کے دوران گفتگو کریں گے۔"
 میں نے ہرے کو بلا کر کافی آؤ روئے دیا اور تھوڑی دیر

کے بعد آؤ روم ہو گیا۔ بہت عمدہ سروس تھی۔ طاہر نے
 کافی بنائی اور پھر دلچسپ انداز میں پورا "ایڈن کھولے" والی
 کے بارے میں پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے کہا۔ "مگر تو جانتی ہی ہو گی تھی۔"
 "کیا نام بتاؤ؟" اس نے پوچھا۔
 "فریہ۔"

"اب۔" ہاں۔ یہاں آئے گی ضرور۔ اندازہ یہی ہوتا
 تھا۔

"میرے بھی یہی خیال ہے۔"
 "پھر۔"
 "پھر کیا؟"

"میری یا تمہاری؟" یا راس انداز میں یہ معاملہ بہت
 نیز جا رہا ہے۔ ویسے ہم اتنے تھکتے ہی رہیں گے کیا خیال
 ہے؟

"جیت حالات ہوں۔"
 "قیمت نہیں ہو گا۔"
 "تم کیا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔" تم دیکھو۔ مجھے دے دو۔ پسند نہیں ہے۔ تمہیں
 ایسا ارادہ ہے۔ "طاہر نے گھٹکے سے دے دیا۔ انداز میں
 کہا اور مجھے بھی سنائی۔

"جدید ہڈی۔" طاہر نے میرا بازو پکڑ کر پوچھا۔
 "نیکین۔" تم نے لو۔ نیکین میں اپنے لئے دو تلاش
 کروں گا۔ وہ صرف میری ہوگی۔ یہ نہیں کہ اس کے بعد ہم
 اوپر پہنچ جائیں۔

"حرام ہوگی میرے اون۔" وہ وہ۔ "طاہر نے جلدی
 سے کہا۔

"تب ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہر کر اور طاہر
 خوش ہو گیا۔ ہم دونوں کافی پیتے رہے۔ طاہر نے جتنی
 سے فریہ کا شکوہ تھا ویسے ہم اپنی اس افادہ کو جاری رکھنا
 چاہتے تھے اور ان کے لئے ہم مست سے پروگرام بناتے
 رہے۔ رات ہوئی تھی۔ لیکن ابھی تک فریہ کا پتہ نہیں
 تھا۔ طاہر کو شکم دایوسن ہوئے تھے۔ اس نے میری طرف
 دیکھا اور ہونا "کیا خیال ہے؟" وہ آئے گی یا نہیں؟

"ظاہر ہے میں بھی اس سے متاثر ہوں۔" وہ بولتا
 تھا۔

"یا رے گی ضرور۔ میرا بھی اندازہ ہے۔ لیکن۔" وہ باہر
 لی لٹا نہیں دیکھیں۔

"پلو۔" میں نے آواز کی ظاہر کر دی۔ اور ہم دونوں تیار

ہم۔۔۔ لگے۔ ٹوٹ چکے سے درست ہو کر رہنے پر ہمارے
یہاں اس وقت بھی ہم دونوں کے لباس اور انداز میں سرور
نہیں تھا۔ ہم ایک ہی انداز میں غصے کے ذریعہ اترے
اور پھر بال بال میں باغی ہو گئے۔ ڈانٹ بال پوری
طرح آباد تھی۔ چاروں طرف قہقہے اٹ رہے تھے۔ ماحول بھی
بے حد رنگین تھا۔ شاید روشنی تازہ کے سارے امراء اور
معزز لوگ تھیں رخ کوئی واحد نفرین کا دیکھتے تھے اور یہاں
آنا فرض خیال کرتے تھے۔ ہاں میں بے شمار حسین چہرے
موجود تھے۔ بعض یہاں پر قوی قبائلی بھی نظر آئے
تھے۔ لیکن وہ ہر حال مذہب اور ہونٹوں کے جواب کو سمجھنے
والے معلوم ہوتے تھے۔ لباس کی دوسری بات سب ظاہر
ہے یہ خالق ہی قبائلی مانتے سے ملتا تھا۔

ہم لوگوں کے واسطے سے ماحول پر ایک اثر پڑا۔ جن
لوگوں نے ہمیں دیکھا۔ پھر انداز نہ کر سکے۔ اور بہت سی
میزوں پر ہمارے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔
ایک راجہ بزرگ کرہمارے پاس پہنچا تھا۔
”روم نمبر اپنی دن کی ٹیبل اس طرف ہے جناب۔
تشریف لائیے۔“ اور ہم دونوں اس طرف چل پڑے۔ بہت
سی نگاہوں نے ہمارا تعجب کیا تھا۔ میز پر چند حالات نے
بال بھر نگاہ دور اندیش میری گردن بھی اس کی گردن کے ساتھ
ساتھ صوم رہی تھی۔ حتی الامکان یہی کوشش تھی کہ ہمارا
انداز ایک ہی رہے۔

اور بہت جلد ہم پورے ہال کی نگاہوں کا مرکز بن گئے۔
دوسرے ادب سے میزوں ہمارے سامنے رکھ دیئے تھے۔ ہم نے
ایک ہی انداز میں میو کی درق گردانی کی۔ اور پھر ایک ہی قسم
کا آرڈر نوٹ کرایا۔ آرڈر لینے والے نے بھی یہ یگانہ
نوٹ کی تھی۔ ہر حال جب وہ پلاگین۔ تو نزدیک ہی کی میز پر
ایک درمیانی عمر کا آدمی اٹھ کر ہمارے پاس آیا۔ شکل و
صورت سے مذہب معلوم ہوتا تھا۔
”پند لخت کے لئے مع خراشی کر سہ ہوں۔“ اس نے
مذہب انداز میں کہا۔

”تشریف رکھئے۔“ ہم نے بیک وقت کہا۔
”آپ دونوں کی حیرت انگیز مشابہت مجھے تعجب آئی
ہے۔ میرا نام رانا لکھن ہے۔ روشن تازہ کے نول میں میری
چاکریت۔ میں نے مشابہت تو دیکھی ہے۔ لیکن ایسی حیرت
انگیز نہیں۔ آپ کے انداز بھی یکساں ہیں۔“ اس نے گہری
پرہیزتہ دے کہا اور ہم دونوں نے ایک گہری سانس لی۔
”یقیناً آپ دونوں آپس میں بھائی ہیں؟“

ہر صدر میں مر ب نہ سرم۔ طاقت سے کہ اور
اس رقت میں نے صرف نہ انت ہائے تھے۔ دیتے یہ حیرت
انگیز بات تھی کہ طاقت جو بیل کتے والا تھا وہی میرے ذہن
میں گونے تھے۔ ہر حال شگونا کا حیرت انگیز کمال جاہر ہوتا
تھا اور اب میں اعتکات فہم رہ سکتا تھا۔

”میں نہیں سمجھا۔“ آندے والے نے حیرت سے کہا۔
”آندے والے مجھے ذہن کیوں سمجھتے ہیں۔ میں تھا ہوں۔“
”کیا ہوں۔ لیکن۔“ اس بار میں نے پورے احمید
کے ساتھ طاقت سے آواز ملائی تھی۔ اور اس کا منہ حیرت
سے کھل گیا۔

”اور یہ صاحب۔“ اس نے میری طرف اشارہ کیا۔ ہم
دونوں نے گہری سانس لی تھی۔

”یہ معلوم بھی عمل نہ ہو سکے گا۔“ ہم نے کہا۔
”آپ لوگ مذاق کر رہے ہیں۔“

”براہ کرم کوئی نئی بات کریں۔ جو بھی متا ہے مجھ سے اس
قسم کی گفتگو کرنا سبب آخر میں دنیا والوں کو دوہرا کیوں نظر
آتا ہوں۔ ایک آدھ شخص کی بات ہو تو اسے غیور الخواس
بھی سمجھا جائے۔“

”تو کیا۔ تو کیا۔“ میرا مطلب ہے۔ آپ دونوں اپنے
وجود کو الگ الگ نہیں سمجھتے۔“

”اگر آپ کو ایک کے دو نظر آتے ہیں تو میں کیا کر سکتا
ہوں۔“ ہم دونوں نے غصے سے کہا۔

”لیکن۔ لیکن۔“

”براہ کرم مجھے افسوس ہے کہ میں بد اخلاقی کا ثبوت
دے رہا ہوں۔ آپ یہاں سے تشریف لے جائیں۔ یہ بات
اب میرے لئے ناقابل برداشت ہوئی ہے۔“ ہم نے غصے
لے لے کر کہا۔

”غالب سب خدا کی قسم کمال سب آپ کی آوازیں بھی
یکساں ہیں۔ ایک ہی لفظ بیک وقت آپ کے منہ سے نکلتا
ہے۔ آپ کے تاثرات بھی یکساں ہوتے ہیں۔“

”ویٹر۔“ ہم نے ویٹر کو آواز دی اور وہ جلد ہی سے اٹھ
گیا۔ ویٹر ہمارے پاس آیا تھا ”پانی لاؤ۔“ ہم نے کہا اور ویٹر
چلا گیا۔ لیکن دوسری لمحے طاقت ہونٹوں ہی ہونٹوں میں
بند آیا ”اے سہیا س۔“

”کیوں۔“ میں نے گردن جھکائے جھکائے کہا۔
”ذرا دیکھو تو۔ وہ کہاں گیا ہے؟“
”کون؟“

”وہی جو ہمارے پاس بیٹھا تھا۔“ طاقت نے کہا اور ہم

نے ایک ساتھ جھکی ہوئی گردنیں اٹھا دیں۔ وہ آدمی جس نے یہ
کیا تھا۔ وہاں ہمیں خوبصورت لڑکیاں بھی ہوئی تھیں۔

”چوک ہو گئی پیارے طاقت۔“ میں نے آہستہ سے
کہا۔

”ہاں۔ چوک ہو گئی۔ لیکن ہم اسے اٹھتے ہوئے بھی تو
نہیں دیکھ سکے تھے۔ ہر حال کوئی حزن نہیں ہے۔ اس سے
اپنی بد اخلاقی کی معذرت کر لیں گے۔“

”اگر تائی پڑے گی۔ لڑکیاں بہت خوبصورت ہیں۔“ ویٹر
نے دو گلاس پانی لا کر رکھ دیا اور ہم نے بیک وقت گلاس
اٹھا لئے اور پھر پانی پی کر ایک ساتھ گلاس رکھے۔

”طاقت۔“ میں آہستہ سے بولا۔

”ہوں۔“

”ایک وقت اور پیش آسکتی ہے۔“

”ہی۔“

”اگر کسی نے ہمارا امتحان لینے کے لئے ہمارے سامنے
ایک چیز رکھ دی جیسے یہ پانی کا گلاس۔ تب کیا ہوگا؟“

”ہوں۔ سوال عمدہ ہے۔ اچھا ہوا جو پہلے سے سوچ لیں۔“

اس کا بندوبست بھی ہو جائے گا۔“

”کیا بندوبست ہوگا؟“

”راسم زندہ ہار۔ اس سے آگے جب کوئی واقعہ پیش
آئے تو دیکھ لیں۔“ طاقت نے کہا اور میں طاقت کی بات پر
غور کرنے لگا۔ مجھے اندازہ تھا کہ طاقت کے لئے کوئی الجھن
الجھن نہیں ہے۔ ہماری نگاہ پھر ان لڑکیوں پر جا پڑی جو اس
فصل کے ساتھ تھیں جیسے ہم نے بے وقوف بنا کر روانہ کر دیا
تھا۔

ابھی ہم اس کے بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ
اچانک طاقت چوک پڑا۔ ”عارف۔“ اس نے آہستہ سے
کہا۔

”ہوں۔“ میں نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔

”فرید؟“

”اوہ۔“ میں نے گردن اٹائی۔ ہاں کے دروازے سے
فرید اندر داخل ہو رہی تھی۔ اس نے چاروں طرف نگاہ
دوڑائی اور ہم پر نگاہ پڑے ہی تیزی سے ہماری طرف آئی۔

اس وقت وہ یونٹارم میں نہیں تھی۔ بلکہ ایک جگہ ٹھہر لی
سازم میں خاص خوبصورت نظر آرہی تھی۔

”زیلو۔“ وہ قریب آکر بے تکلفی سے بولی۔

”زیلو۔“ ہم دونوں نے بیک وقت کہا اور وہ ہنسی ہوئی

کر سی سمجھ کر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے گردن جھکا کر چاروں طرف

طاقت

طاقت

طاقت

دیکھا اور پھر اسی انداز میں جھپٹے ہوئے بولی۔
”تو میرا انداز درست تھا۔ آپ لوگوں نے پورے
دو ٹی کو بے وقوف بنا کر کھانے۔ میرا خیال ہے اس وقت ہر
نگاہ آپ پر ہے۔“

”مختصر فرمائیے کیا آپ اس وقت بھی میری دل آزاری
سے باز نہیں آئیں گی؟“ ہم نے بیک وقت کہا اور فریدہ
تنبیدہ ہو کر فوراً سے ہمیں دیکھنے لگی۔

”ایک بات عرض کرو؟“ اس نے پورنی تنبیہ کی سے
کہا۔

”فرمائیے فرمائیے۔“ ہم نے کہا۔
”ملازمت پیش ہوں۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔ ڈیوٹی
ہی کے حساب سے صرف دو دن یہاں قیام کرنا ہے۔ اس کے
بعد چلی جاؤں گی اور پھر کون جانے زندگی کے کسی حصے میں
ملاقات ہو سکے یا نہ ہو سکے۔ چنانچہ اگر ممکن ہو تو تھوڑی دیر
کے لئے خود میں۔ اپنی دوستی میں شریک کر لیں۔ کیا حرج ہے
وقت اتنا نذر جانے کا۔“

”میں نہیں سمجھا۔“ ہم نے اسی انداز میں کہا۔

”تو سنئے۔ میرا قیام بھی کل رات میں ہے۔ روم نمبر ایک
س۔“ اگر اپنا فیصلہ بدل لیں اور مجھے دوستی میں شامل
کر لیں تو مجھے پکار لیں۔“ وہ کرسی کھڑکا کر کھڑکی ہو گئی۔

”ارے۔ ارے۔ تشریف تو رکھیے مس فریدہ جیسے
ہیئتے۔ آخر اس ناراضگی کی وجہ؟“ اس بار بھی میں نے
طاقت کا تحمل ساتھ دیا تھا۔

وہ رک گئی۔ اور پھر اس نے میز پر ہاتھ رکھ کر آگے بڑھتے
ہوئے کہا ”میں حضرات۔ نہ یہ دیو مالکی دور سے نہ میں
باغل۔ ہاں اس فن کی داد ضرور دوں گی۔ آپ لوگوں کے
چہرے نقد و قامت انداز یہاں تک کہ آواز اور چہرے کے
تأثرات اس قدر یہاں ہیں کہ مثل حیران رہ جاتی ہے اور
پھر آپ لوگوں نے الفاظ کے سلسلے میں جو تعاون کیا ہے جس
طرح آپ ایک دوسرے کا ہانی انصاف سمجھ لیتے ہیں۔ یہ دنیا کا
سب سے حیرت انگیز فن ہے۔ لیکن اس کے باوجود۔ میں
آپ کو ایک نہیں سمجھ سکتی کیونکہ میری دونوں آنکھوں کی
چینائی درست ہے۔“

”آپ تشریف تو رکھئے۔“ طاقت نے اور میں نے بیک
وقت کہا۔

”اس وقت تک نہیں۔ جب تک آپ میں سے ایک
مجھے چننے کے لئے نہ کہے۔“

”ہاتھ سے جاری ہے چنا؟“ طاقت نے خیالات میرے

کتا بیات پہلی کیشنز

کتا بیات پہلی کیشنز

کتا بیات پہلی کیشنز

کتا بیات پہلی کیشنز

کتا بیات پہلی کیشنز

کتا بیات پہلی کیشنز

کتا بیات پہلی کیشنز

کتا بیات پہلی کیشنز

کتا بیات پہلی کیشنز

کتا بیات پہلی کیشنز

کتا بیات پہلی کیشنز

کتا بیات پہلی کیشنز

کتا بیات پہلی کیشنز

کتا بیات پہلی کیشنز

کتا بیات پہلی کیشنز

کتا بیات پہلی کیشنز

کتا بیات پہلی کیشنز

کتا بیات پہلی کیشنز

کتا بیات پہلی کیشنز

کتا بیات پہلی کیشنز

وہیں نہ دیکھتے۔

"پھر؟" میں نے بھی ذرا اس کی زبان میں کہا۔
"مجھے پتہ ہے۔ لیکن سب ممکن ہے کام بن جائے۔"
"روکو پھر۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں۔ کیا ممکن ہے۔" طاووس نے کہا اور اس بار صرف اس نے ہی فریاد کو غائب کیا "تشریف رکھئے مہترم۔" میں خاموش رہا تھا۔

فریاد نے میری طرف دیکھا۔ پھر مستراقتی بولی بیٹھ گئی "اپنی کامیابی پر نہیں۔ خوش فہمی پر مسرور ہوں۔ آپ لوگوں کی دوستی میرے لئے بہت قیمتی ہے۔" اس نے کہا۔

"طاووس بناؤ۔" طاووس نے مجھے پکارا۔
"کیا بات ہے طاووس بنا ایک۔" میں نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"خداون فریاد کے لئے کچھ مٹواؤ۔"
"یہاں نہیں۔ اپنے گھر سے۔" میں نے کہا۔
"ایں ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی حق نہیں ہے۔" فریاد نے کہا اور ہم تینوں اٹھ کھڑے۔ میں نے حسرت بھری نگاہوں سے بوڑھے کی سامنے لڑکیوں کو دیکھا تھا۔ وہ اب بھی ہماری طرف دیکھ رہی تھیں۔ کافی خوبصورت لڑکیاں تھیں۔ لیکن کام بڑ گیا۔ طاووس نے خود غصی پر مجھے فہم بھی آ رہا تھا۔ کہنت ایک دم پھیل گیا۔ ہمارے پورے گرام رکے روئے۔

ہم غافل ہم اپنے گھر سے آگے اور یہاں ہم نے ویر کو بلا کر کہا ہے۔ پتہ ہی پتہ چڑوں کا آ رہا تھا۔ فریاد بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ گھر کے صوفے پر بیٹھ کر اس نے کہا۔

"دیکھتے یہ حقیقت ہے کہ اس کا دلچسپ اور متحیر کن انداز لوگوں کو پائلین کی حد تک تیار کر دیتا ہے۔ میری سامنے بیٹھیں۔ سخت حیران ہیں۔ بلکہ کل تو مرثی تھی آپ پر۔ کہہ رہی تھی ہوش اس کا ہے بھی روشن تیار ہو گیا۔"

"ہاں۔ سونہی نلی۔ وہ جس نے تینوں کی جانب آپ کی رہنمائی کی تھی۔" "اوہ۔"

"آپ لوگ بے حد شگفتہ اور بڑی بڑی شخصیت کے۔ مک چاہ اور پھر۔ لیکن اب حملی تعارف ہونا چاہئے۔ کیا آپ دونوں جانتی ہیں؟"

"نہیں۔" طاووس نے غصی سامنے لے کر کہا "صرف دوست!"

"تھکنی نہیں۔ ہماری دوستی ہم مشکل ہونے کی بجائے ہوتی ہے۔"

"آپ لوگوں کے نام کیا ہیں؟"

"طاووس بنا ایک۔ طاووس بنا دو۔"

"پھر شرارت؟" وہ باری بھری نگاہوں سے طاووس کی بے نیابت ہونے بولی اور طاووس کے خیالات مشکوکانہ رہنے پر۔

"مخالف میں کوئی۔"

"مخالف کرو۔ عارف۔ بس ایک بار موقف کرو۔"

اب نہیں لڑوں گا۔ قسم لے لے اب نہیں لڑوں گا۔ اور مجھے فہمی تھی۔ مجھے بات دیکھ کر طاووس نے اطمینان کی سانس لی تھی۔

"یقین نہیں کرتیں تو پھر آپ جس نام سے چاہیں پارتیں۔"

"پتہ میرا کیا ہے؟ تو آپ پتہ کریں۔" فریاد ہنستے ہوئے بولی۔

"ہم تو آپ کو پتہ کرتے ہیں۔" طاووس نے کہا۔

"اس کے لئے شکر گزار ہوں۔ لیکن خبر اپنے نمبر دو؟"

"اس نے کہا۔"

"میں خبر ایک ہوں۔"

"تو پھر میں کتنے نام۔" اس بار فریاد نے میری طرف دیکھا اور میں نے چہرہ سپاٹ کر لیا۔

ویر ہمارے آواز کا سامان لے آیا تھا۔ چنانچہ کھانے پینے کا دور شروع ہو گیا۔ فریاد خاصی بڑبڑاتی اور بڑبڑا سچ تھی۔ اس نے پتہ بھی بتایا اور کہا کہ اگر بھی اس کے یہاں آئیں تو اسے مسرت ہوگی۔

ہم گفتگو کرتے رہے اور فریاد بے لطف ہوتی تھی۔ ہم اسے ٹول رہے تھے اور اندازہ ہوا کہ وہ زندگی میں ہر طرح کی قائل ہے۔

"میں تو تیار ہوں۔" اس نے کہا۔

زندگی گزارتی ہوں۔ اس نے زندگی کو تمام قیود سے آزاد کر دیا۔ بس جہاں خوشی می اپنائی۔ اس نے دوران گفتگو کہا۔ اور طاووس نے گہری نگاہوں سے میری جانب دیکھا۔

"طاووس بنا دو کو اجازت دے دیں میں فریاد۔" میں نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ کہاں؟"

"بس رات کو بارہ بجے کے بعد میں آوارہ گردی کرتا ہوں۔"

"میں اپنے گھر سے می می سوئیں گی۔ وہ بھی ذہن روم میں اپنی گھر سے۔"

"میں اپنے گھر سے۔"

"میں اپنے گھر سے۔"

"میں اپنے گھر سے۔"

"میں اپنے گھر سے۔"

"میں اپنے گھر سے۔"

"میں اپنے گھر سے۔"

"میں اپنے گھر سے۔"

"میں اپنے گھر سے۔"

ہے۔ اگر آپ پسند کریں تو آپ بھی میرے ساتھ چلیں۔" اس نے طاووس کو دعوت دی "اس طرح میری مشکل آسان ہو جائے گی۔" میں نے جلدی سے کہا اور طاووس نے شکر گزار نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"تب اجازت۔ وقت بھی کافی ہوتا ہے۔" وہ کٹائی پر بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھ کر بولی۔

وہ دونوں گھر سے نکل گئے اور میں تنہا رہ گیا۔ صبح ہے۔ لڑکی نے خود دعوت دی ہے تو میں ان کی راہ میں روٹا کیوں ہوں۔ لیکن یہ رات۔ میری یہ رات تھالیوں پر ہے۔ پھر۔ پھر کیا کرنا چاہئے ان لوگوں کے جانے کے بعد کافی دیر تک میں یہی سوچتا رہا۔ لیکن کوئی بات ذہن میں نہیں آئی۔

پھر میری فیصلہ کیا سونے کی کوشش کروں۔ اور میں لباس تبدیل کر کے سوئے لیٹ گیا۔ آج پھر اسے خیالات ذہن کے پردے پر ابھر آئے تھے بہت پتہ یاد آیا۔ انجیلہ پروین، شہناز، نکس و عارف، سمیں، نوری اور پھر وہ لڑکیاں جو کھینچنے نے مجھے پیش کی تھیں۔ کیسے متنازعہ کر رہے تھے۔ کیسی کیسی افواہی فطرت کے مالک تھے یہ سب۔

زندگی کا ہر پہلو دیکھ چکا تھا۔ کتنے پسند نہیوں کے پائند۔ کبھی کبھی پاکیزگی پورے قوت سے ابھرتی تھی اور ہمیں خود کو غلامت کے ڈھیر میں مٹوف سمجھتا۔ زندگی کیا ہے؟ خواہشات کے کتنے مدفن میرے سامنے آئے؟ ہوا پالے وہ اپنا ہے جو کھودے وہ خیال ہے۔ نیکیاں پاکیزگی سب حالات کے تحت ہیں۔ انسان ٹیک بن چاہتا ہے۔ نہیں بن سکتا۔ پاکیزگی اپنا نا چاہتا ہے۔ نہیں اپنا سکتا۔ حالات اس کے لئے کچھ اور راستے متعین کرتے ہیں۔ اپنا ہے پتہ ہے جس رو راستے دور نہ رہیں تاہم ہمارا ہونا ہے۔ کبھی بلندیوں، کبھی پستیوں۔ اعتماد کھجاتا ہے ہر قدم خوف کا قدم ہوتا ہے۔ ہاں وقت جو کہے وہی ہوتا ہے۔

طاووس۔ میری قسمت کا راہبر۔ اس نے میرے لئے حنریں متعین کیں۔ ورنہ۔ ورنہ۔ میری قسمت میں کوئی غریبی کے علاوہ اور کچھ نہ تھی۔ اگر حقیقت پر نگاہ دوڑائی جائے۔ تو میں کیا تھا۔ کچھ نہیں۔ صرف طاووس کا دست گہرا۔ اسی نے قدم قدم پر میری زندگی بچائی تھی۔

ذہن انہی اوٹ جانک خیالات میں غرق ہو گیا اور پھر چند آہنی۔ گہری نیند۔ لیکن نہ جانے کتنی دیر سویا ہوں گا کہ کسی نے ہنسنے لگا۔

"عارف۔" طاووس کی آواز ابھری اور ذہن بیدار ہو گیا۔

طاووس۔ میری قسمت کا راہبر۔ اس نے میرے لئے حنریں متعین کیں۔ ورنہ۔ ورنہ۔ میری قسمت میں کوئی غریبی کے علاوہ اور کچھ نہ تھی۔ اگر حقیقت پر نگاہ دوڑائی جائے۔ تو میں کیا تھا۔ کچھ نہیں۔ صرف طاووس کا دست گہرا۔ اسی نے قدم قدم پر میری زندگی بچائی تھی۔

ذہن انہی اوٹ جانک خیالات میں غرق ہو گیا اور پھر چند آہنی۔ گہری نیند۔ لیکن نہ جانے کتنی دیر سویا ہوں گا کہ کسی نے ہنسنے لگا۔

"عارف۔" طاووس کی آواز ابھری اور ذہن بیدار ہو گیا۔

طاووس۔ میری قسمت کا راہبر۔ اس نے میرے لئے حنریں متعین کیں۔ ورنہ۔ ورنہ۔ میری قسمت میں کوئی غریبی کے علاوہ اور کچھ نہ تھی۔ اگر حقیقت پر نگاہ دوڑائی جائے۔ تو میں کیا تھا۔ کچھ نہیں۔ صرف طاووس کا دست گہرا۔ اسی نے قدم قدم پر میری زندگی بچائی تھی۔

ذہن انہی اوٹ جانک خیالات میں غرق ہو گیا اور پھر چند آہنی۔ گہری نیند۔ لیکن نہ جانے کتنی دیر سویا ہوں گا کہ کسی نے ہنسنے لگا۔

"عارف۔" طاووس کی آواز ابھری اور ذہن بیدار ہو گیا۔

طاووس۔ میری قسمت کا راہبر۔ اس نے میرے لئے حنریں متعین کیں۔ ورنہ۔ ورنہ۔ میری قسمت میں کوئی غریبی کے علاوہ اور کچھ نہ تھی۔ اگر حقیقت پر نگاہ دوڑائی جائے۔ تو میں کیا تھا۔ کچھ نہیں۔ صرف طاووس کا دست گہرا۔ اسی نے قدم قدم پر میری زندگی بچائی تھی۔

ذہن انہی اوٹ جانک خیالات میں غرق ہو گیا اور پھر چند آہنی۔ گہری نیند۔ لیکن نہ جانے کتنی دیر سویا ہوں گا کہ کسی نے ہنسنے لگا۔

"عارف۔" طاووس کی آواز ابھری اور ذہن بیدار ہو گیا۔

طاووس۔ میری قسمت کا راہبر۔ اس نے میرے لئے حنریں متعین کیں۔ ورنہ۔ ورنہ۔ میری قسمت میں کوئی غریبی کے علاوہ اور کچھ نہ تھی۔ اگر حقیقت پر نگاہ دوڑائی جائے۔ تو میں کیا تھا۔ کچھ نہیں۔ صرف طاووس کا دست گہرا۔ اسی نے قدم قدم پر میری زندگی بچائی تھی۔

"غیریت۔" میں نے پوچھا۔

"سب نیت ہے۔ انھوں نے۔" طاووس نے کہا اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ابھی کافی رات باقی تھی۔ نہ جانے رات کا کونسا پر تھا۔

"کیا بات ہے؟ تم واپس کیوں چلے آئے؟"

"حادثے کے تحت۔" طاووس نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"بہت عرصے کی بات ہے۔ لیکن ہمارے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا۔"

"مجھے یاد نہیں رہا۔"

"اسم لے لیا تھا کہ اگر کوئی نئی پابندی ہو۔ میرا مطلب ہے ایک۔ مہی لڑکی ہو۔ قتل ٹھیک نہیں ہل جانے پر کوئی اعتراض نہ ہو۔ ہم دونوں کے لئے جائز ہے۔ اور ہر نے زمین کے سب سے اس وعدہ کا ایسا بھی کیا تھا۔"

"اوہ۔ ہاں۔ پھر؟"

"فریاد بھی زندہ ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"اس نے شراب طلب کی تھی۔"

"اوہ۔"

"اور اب نئے سے خدماں پڑی ہے۔"

"اوہ۔" میں نے پھر اسی انداز میں کہا۔

"اس کے بعد میں اس کی عزت سے گریں؟"

"میں نہیں سمجھتا طاووس؟" میں نے پوچھنی سے کہا۔

طاووس نے بڑبڑا۔ پتہ رات تھا اس کے ساتھ گزارا ہو گیا۔

"اوہ۔" میں اٹھ بیٹھا۔

"اس بار وہ بھی ذہن بھی نہیں ہے کہ طاووس بنا اپنے اور طاووس بنا دو میں کتنے کتنے۔ صبح تم طاووس بنا اپنے کھاناؤ گے۔" طاووس نے ہنسنے لگا۔

"خواب۔" طاووس بنا ایک کو اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے؟"

"تھکنی نہیں۔ ہم تو گیارہ کے پرستار ہیں۔ اگر وہ فطری طور پر ٹھیک ہوتی تو تم جانتے ہو۔"

"او کے ذہن میں تمہاری اس فطرت سے انکار نہیں کروں گا۔" میں نے مستراکتے ہوئے کہا اور اٹھ گیا۔ طاووس نے مجھے فریاد کے گھر کا پتہ بتایا اور تمہاری دیر کے بعد میں فریاد کے گھر کے دروازے پر تھا۔ طاووس، دروازہ کھانا پھونڈ آیا تھا۔ فریاد بے سدھ مسکرتی پر پڑی تھی۔ نزدیک کی نیزہ شراب کی بن اور دو گلاس رکھے ہوئے تھے۔

"طاووس۔ میری قسمت کا راہبر۔ اس نے میرے لئے حنریں متعین کیں۔ ورنہ۔ ورنہ۔ میری قسمت میں کوئی غریبی کے علاوہ اور کچھ نہ تھی۔ اگر حقیقت پر نگاہ دوڑائی جائے۔ تو میں کیا تھا۔ کچھ نہیں۔ صرف طاووس کا دست گہرا۔ اسی نے قدم قدم پر میری زندگی بچائی تھی۔"

ذہن انہی اوٹ جانک خیالات میں غرق ہو گیا اور پھر چند آہنی۔ گہری نیند۔ لیکن نہ جانے کتنی دیر سویا ہوں گا کہ کسی نے ہنسنے لگا۔

"عارف۔" طاووس کی آواز ابھری اور ذہن بیدار ہو گیا۔

طاووس۔ میری قسمت کا راہبر۔ اس نے میرے لئے حنریں متعین کیں۔ ورنہ۔ ورنہ۔ میری قسمت میں کوئی غریبی کے علاوہ اور کچھ نہ تھی۔ اگر حقیقت پر نگاہ دوڑائی جائے۔ تو میں کیا تھا۔ کچھ نہیں۔ صرف طاووس کا دست گہرا۔ اسی نے قدم قدم پر میری زندگی بچائی تھی۔

ذہن انہی اوٹ جانک خیالات میں غرق ہو گیا اور پھر چند آہنی۔ گہری نیند۔ لیکن نہ جانے کتنی دیر سویا ہوں گا کہ کسی نے ہنسنے لگا۔

"عارف۔" طاووس کی آواز ابھری اور ذہن بیدار ہو گیا۔

طاووس۔ میری قسمت کا راہبر۔ اس نے میرے لئے حنریں متعین کیں۔ ورنہ۔ ورنہ۔ میری قسمت میں کوئی غریبی کے علاوہ اور کچھ نہ تھی۔ اگر حقیقت پر نگاہ دوڑائی جائے۔ تو میں کیا تھا۔ کچھ نہیں۔ صرف طاووس کا دست گہرا۔ اسی نے قدم قدم پر میری زندگی بچائی تھی۔

لیکن صرف ایک گلاس کے پینے میں شراب کا نشان تھا۔ میرے ذہن میں ذہنی خیال دیکھنے لگیں۔ درحقیقت زندگی پر اتنے واقعات چھائے تھے کہ فطرت بھول جھیلوں میں لم بوکر رہ گئی تھی۔ عورت کی اتنی ٹیکسوں سامنے آئی تھیں کہ اس کی اسذیت ذہن سے محو ہو جاتی تھی۔

نوری اور سبکیں دو آئیں۔ دوسری لڑکیوں بھی یاد آئیں۔ کون نوری نے اور کون ذرہ۔ تیرے مشکل ہو جاتی تھی۔ لیکن یہ تو ذرہ بھی نہیں ہے۔ ذرہ دولت کی خواہش مند تھی۔ اور۔۔۔ یہ صرف تفریق پندہ۔ یہ ان دونوں سے مختلف ہے۔ یہ تیرے شخصیت کی حامل ہے۔ لیکن جو ان ہے۔ خوبصورت ہے۔ اور۔ اور۔ میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔

عورت کے حسین نقوش تیز آنکھوں کی طرف ذہن پر چھانے۔ سب کچھ بھول گیا۔

اور میں صرف ایک عام انسان رہ گیا۔ ایک معمولی آدمی۔ جو صرف دوس کا خاتم ہو گیا۔

دوسری صبح طبیعت پر عجیب سا بار تھا۔ ذہن اس ماحول کو قبول نہیں کر رہا تھا۔ یہ سب کچھ۔ یہ سب انفرادیت تو نہیں رہتا۔ توہی کی ضرورت تو بہت ہے۔ بعض ضرورتوں کے لئے اسے معیار سے گرا پڑتا ہے اور وہ ضرورت مان بھی جاسکتی ہے۔ اس بار طاقت کی وجہ سے گریز ہوئی تھی۔ وہ فریدہ پر اس طرح مرنا تھا کہ اس نے پورا پروگرام چھوٹ کر دیا تھا۔ ورنہ طاقت بنا ایک اور طاقت کا۔ انتہائی دلچسپ حیثیت رکھتے تھے۔

"ہوں۔" میں نے تجید کی سے کہا۔

"تم بھی منسل کرو۔" تجید و انتظار کر رہا ہو گا۔

فریدہ نے وہاں گمان میں بھی نہ ہو گا کہ راتوں رات کیا ہو چکا ہے۔ ہر حال میں خاموشی سے بات چیت روم کی طرف بڑھ گیا۔

اور یہ کیفیت طاقت کے سامنے بھی برقرار رہی۔ فریدہ میرے ساتھ ہی طاقت کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"ہیو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نیلو۔" فریدہ دوپہی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ لیکن طاقت میرا چہرہ دیکھ کر چوت پڑا تھا۔ تاہم اس نے کوئی سوال نہیں کیا۔

"نہایت متواضع ہے۔"

"ہاں۔ میں تخت جھکی ہوں۔" فریدہ نے جلدی سے جواب دیا اور طاقت نے میرے کو جانے کے لئے ہنسی

بجادی۔ میرے ٹوٹنے کا آواز دے کر ہم سب آٹھ ماٹھے بند کر کے فریدہ کی پیشانی پر ایک ٹھنک بھی نہیں تھی۔ وہ سی طرح ہشاش بشاش تھی۔

"آج کیا پروگرام رہے گا۔؟" طاقت لڑتے ہوئے فریدہ نے پوچھا۔

"جو تم پندہ نہ۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے کچھ شاپنگ کرنی ہے۔ اس کے بعد ایک مختصر لئے معذرت چاہوں گی کچھ کام ہے۔ ہاں شام ساتھ گزرے گی۔"

"ٹھیک ہے۔"

"نیا تم میرے ساتھ شاپنگ کرنے نہیں چلو گے۔" دارنگہ۔ "فریدہ نے بے خیالی سے کہا۔

"ہم دونوں ہی ملیں گے۔" طاقت جلدی سے بول پڑا اور فریدہ ہنسنے لگی۔

"کیوں؟" طاقت نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تم دونوں پر۔" میں نے بولی۔ آج رات اور یہاں رہنے کی تو آپ لوگوں کے نام بھی پوچھ لوں گی۔"

"اوہ۔" طاقت مسکراتے لگا۔ لیکن اس کی مسکراہٹ میں پرکھا پن تھا۔ غالباً فریدہ کے جملوں نے اسے بھی اپنے بٹے پن کا احساس دلایا تھا۔ ٹھٹھے کے بعد ہم لوگ تھوڑی دیر تک گفتگو کرتے رہے اور پھر باہر جانے کی تیاریاں ہونے لگیں۔

فریدہ تیار ہو کر آئی تھی۔ ہم چل پڑے ایک ٹیکسی گارے میں بھی نہیں تھی۔ وہ سب حد خوش نظر آ رہی تھی۔

شاپنگ کرنے کے بعد طاقت نے فریدہ سے کہا "اب کیا پروگرام ہے مس فریدہ؟"

"ہاں یہاں سے ہو مل چلیں گے۔ پھر میں ذرا کام سے جاؤں گی۔"

"ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ ہمیں یہاں اب ذات دے دیں اور اس کے بعد ہم لوگ اس وقت ملاقات کریں جب آپ واپس آجی ہوں۔" دراصل ہمیں بھی کچھ کام ہے۔"

"ہاں۔ ہاں۔ کیا حق ہے؟ میں ٹیکسی کر کے چلی جاتی ہوں۔" اس نے کہا اور پھر وہ ایک ٹیکسی روک کر اس میں بیٹھنے ہوئے بولی "میں چار بجے تک واپس آتی جاؤں گی دارنگہ۔"

اور ہم دونوں نے باہل خواستہ کر کے جاؤں۔ جب اس کی ٹیکسی نکلی تو ہمیں سے اوجھل ہو گئی۔ طاقت نے چہروں طرف دیکھا۔ تھوڑے فاصلے پر ایک رستوران کا بورڈ نظر

آ رہا تھا۔

طاقت 2

"ہم رستوران میں بیٹھیں گے مارف۔" طاقت نے کہا اور میں خاموشی کے ساتھ رستوران کی طرف بڑھ گیا۔ رستوران کے ایک الگ تھلک کچن میں بیٹھ کر طاقت نے ایک مشروب کا آرڈر دیا اور پھر دونوں کھینیاں میز پر نکال کر میری طرف غور سے دیکھنے لگا۔

"سنگوٹا اتار دو عارف۔ اس وقت ہم اس کے بغیر غصہ کریں گے۔" طاقت نے کہا اور میں نے خاموشی سے انگوٹھی اتار دی۔ انگوٹھی میز پر رکھ کر میں نے طاقت کی طرف دیکھا۔

"تم غیر معمولی طور پر خاموش ہو۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"ہاں طاقت۔ اس وقت صاف منہ پندہ کروں گا۔"

میں نے تجید کی سے کہا۔

"ہاں۔"

"تو پہلے معاف کر دو۔ اس کے بعد بات کریں گے۔"

طاقت نے بڑے غلوں سے کہا۔

"میں تمہاری پُر غلوں دہشت پر تازہ کرتا ہوں طاقت۔ اس لئے اس وقت اپنی حیثیت نظر انداز کر کے ایک دوست کی حیثیت سے تم سے گفتگو کروں گا۔" میں نے کہا۔

"تمہیں یہی کرنا چاہئے مارف۔"

"ہاں اچانک ہمارے ضمیر پر کوئی ذمہ نہیں لگا ہے۔"

طاقت۔

"کہتے رہو۔ میں سن رہا ہوں۔"

"میری پوری زندگی تمہارے سامنے ہے طاقت۔ میں پارا نہیں ہوں۔ بلکہ ایک عورت کی وجہ سے میں اپنی پوری زندگی تباہ کر رہا ہوں۔ اس کے بعد بھی اس عورت سے دور نہ رہا؟ تمہیں تفصیل بتانے سے کیا فائدہ۔ کونسا پہلو تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔"

"جیہا۔ لیکن جو کچھ کہنا چاہتے ہو جلدی کہہ ڈالو۔"

طاقت نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"جب ہم اس کے سامنے ایک انوکھی حیثیت میں آئے تھے تو خود کس قدر مسرور تھے اور وہ سب تقویٰ حیرت زدہ تھیں۔ لیکن اس کی وجہ سے۔ ایک عورت کی وجہ سے ہماری کوئی انفرادیت نہیں رہی۔ نہ اپنی نگاہیں۔ نہ اس کی نگاہیں۔"

"ہاں۔ مجھے اس کا احساس ہے۔"

"اس کے ساتھ ہی ہمارے ضمیر پر ایک بوجھ سا ہے۔ کیا ہم وہی ہیں۔ جس نے سبکیں اور نوری کو بہن بنایا

تھا۔ دراصل میں نے روٹیاں کئے بارے میں تم سے کچھ نہیں کہا تھا۔ وہ ایک انتہائی کیفیت بھی تھی۔ لیکن فریدہ کے ساتھ گزری ہوئی رات مجھے پندہ نہیں آئی۔ اور پھر فریدہ کا انداز۔ اس کے الفاظ۔"

"ہاں یار۔ پندہ تو مجھے بھی نہیں آئے۔" طاقت نے سر جھکا کر کہا "ہم دوسری رات اس کے ساتھ نہیں گزاریں گے۔"

طاقت۔

"ہاں نہیں گزاریں گے۔"

"اور ہم ایسی رات نہیں بھی نہیں گزاریں گے جہاں ضمیر پر ایسا بوجھ آکر ہے۔ یوں ہم انسان ہیں۔ اور ہر انسان ہر ضرورت کا خاتم ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں اس کے بعد اور کچھ نہ کہہ سکا۔

پروگرام ہے۔" تنگ۔ میرے دوست۔"

"فصل۔" بکواس۔ میں نے حماقت کی ہے۔ مجھے احساس ہے۔ بس اب جانے دو۔ میری رائے ہے کہ ہم روشن آباد چھوڑ دیں۔"

"میری بھی یہی رائے ہے۔"

"تب پھر یہ کہ کد کچھ کر لیں اور کد۔"

"لیکن اس طرح کیسے ممکن ہے کچھ انتظامات بھی تو کرنے ہیں۔"

"جیہا۔"

"پہاڑوں کے سفر رواں ہوتا ہے۔ پیدل تو نہیں چلیں گے۔"

"راسم انتظامات کروے گا۔ روشن آباد کا کنہ مجھے شدید محسوس ہو رہا ہے۔"

"تمہاری مرضی اور ہو مل کا سامان وغیرہ۔"

"ایسے تو سامان کی کوئی کمی ہے۔" طاقت نے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا اور میں ہنسنے لگا۔ پھر میں نے ہیرے کو بلا کر اسے ادا کیا اور ہم یہاں سے نکل آئے۔

"میں نے لے لئے نقوش کی ضرورت ہوگی۔ کیا تم ان علاقوں کو پہچان لو گے۔ جہاں تم پہلے بھی ہو آئے ہو؟"

"اس کی ضرورت نہیں۔ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔" میں نے روشن آباد چھوڑ دو۔" طاقت کے سر پر دھن سوار ہوئی تھی۔

"تب پھر آواز دو۔ آواز دو راسم کو۔"

"کیا تم ہماری ضرورتیں سمجھ سکتے ہو راسم؟" طاقت نے دائیں طرف منہ کر کے کہا۔

"آقا۔" راسم کی آواز سنائی دی۔ اور میں نے حیرت

کتابیات پہلی کیشنز

ست چاروں طرف دیکھو۔ اس وقت راسم نظر نہیں ادا ہوا۔
 "تمہیں تمام چیزیں اسی مناسب تھے۔ درود ہیں۔"
 "روشن آباد کی آبادی کا آخری سرا ڈرنا لگا تھا۔"

راسم نے جواب دیا۔
 "ٹھیک ہے۔ ہم پہنچ رہے ہیں۔" حالات نے جواب دیا
 اور راسم خاموش ہو گیا۔ میں حیرت سے یہ سب کچھ سن رہا
 تھا۔ حالات نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا۔ "آؤ ٹھیک سی تلاش
 کریں۔"

"تمہارا پرہیزگار محفل ہوتا ہے۔"
 "بس روشن آباد ابھی چھوڑ دیں۔ واقعی یہاں ہونے
 بے وقوفی ہوئی ہے۔" طاہر نے کہا اور میں نے گردن
 ہلائی۔ میں دل سے اس شخص کا قدر دان تھا۔ ورنہ وہ
 صاحب اختیار تھا۔ خشک انداز میں مجھ سے کہہ سکتا تھا کہ
 اپنے کام سے کام رکھوں۔ اس کے معاملات میں دخل نہ
 دوں۔ لیکن طاہر نے وہ ایک قابل قدر ہستی تھی۔
 "ہم نے تھوڑی دیر تک ایک ٹھیکسی چڑی اور اس میں
 بیٹھ گئے۔" ڈریا۔ "طاہر نے ڈرائیور سے کہا۔ اور
 ڈرائیور نے ٹرین کو ڈکڑ کر ہم دونوں کو دیکھا۔ بھر جالی اس نے
 ٹھیکسی آگے بڑھا دی تھی۔"

نو، صورت وادیاں اور حسین من خرد شہر روشن آباد
 ہمیں راس نہیں آیا تھا اور اسے چھوڑنے کا فیصلہ بدوقت
 تھا۔ ٹھیکسی دوڑتی رہی۔ ڈریا بہت دور تھا۔ ڈرائیور بھی ہاں
 جانے سے ڈش نہیں تھا۔ لیکن بھر جالی اس نے کچھ کہا نہیں
 تھا اور درحقیقت وہ ڈرائیور کا آخری سرا بہت ہوا۔ یہاں
 کئی بیویوں پر مشتمل ایک پھول سی باہنی تھی۔ ساتھ
 ہی ایک قوم خانہ نظر رہا تھا جو پھیر کے سانپان کے نیچے تھا۔
 حالات نے بیاب میں ہاتھ ڈال کر ڈرائیور کو چور قہقہہ
 اور ڈرائیور کی آنکھیں حیرت سے کھلیں تھیں۔ "تم یہاں
 سے خلی پاؤ گے دوست رکھو۔" طاہر نے کہا اور اس نے
 نیچے ڈکڑ کر ہم دونوں سے مصافحہ کیا۔

"آؤ۔" طاہر نے کہا اور ہم قوم خانے کی طرف بڑھ
 گئے۔ قوم خانے میں بہت سے قبائلی بچھڑوں اور چارپائیوں پر
 بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم بھی ان ہی کے ساتھ انداز میں بیٹھ گئے۔
 لیکن دور سے لوہے کی سڑیوں سے مختلف تھے۔ اس لئے سب
 کے سب حیرت سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔

ہم نے قوم خانہ کی طرف اور قوم خانے کا بڑھا نکلیں
 تندرست و توانا مالک نصف تھرے برتنوں میں قوم کے ر
 خود ہمارے پاس آیا۔

"سہمہ مالک ہے صاحب؟" اس نے پوچھا۔
 "ہاں خان بابا۔"

"تمہارا مہمان ہے۔ چوہا چھاوا اما قومہ بنایا تمہارے
 واسطے۔" سہمہ مالک نے ہنسنے لگا۔
 "شکریہ۔" آپ بھی ہمارے ساتھ شریف ہوں۔ نظر
 آئے گا۔"

"چوہا زمین خان۔" بوڑھے خان نے لڑکے کو راز پر
 "یک۔ پانی اور آؤ۔" اور قوم خانے کا بوڑھا مالک، در
 ساتھ شریف ہو گیا۔ "اوجھیر کرنے کا یہ صاحب؟" اس نے
 قوم کے کھنٹ لیتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ خان۔ ہم ان پانچوں کے دوسری طرف ہاں
 گئے۔"

"پانچوں کے دوسری طرف۔" چانک بوڑھا قوم
 بیانی منہ ٹک سے جانتے جانتے رک گیا۔
 "ہاں۔ کیوں؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔
 "اوجھرت جو صاحب۔" دوسرا چوہا نہیں ہے۔
 بوڑھے خان ہنسنے لگا۔

"کیوں ذرا بابا۔ اوجھر کیا بات ہے۔"
 "وہ خیر۔ اتنا ہے۔ اوجھر کا لوگ۔ اوجھر کے لوگ کوہ
 نہیں کرتا۔"

"ہم ان کے مہمان بن جائیں گے۔" میں نے کہا۔
 "وہ لوگ۔" لیکن لوگوں کو مہمان بنانا پسند نہیں رہا۔
 اوجھر انسان ہونے کی کچھ نہیں۔ "بوڑھے خان نے کہا۔
 "یہ اوجھر کے لوگ بہت خوشخوار ہیں خان بابا۔" طاہر
 نے پوچھا۔

"غیرت مند لوگ ہے اپنے ہاں۔ میں کسی کو نہیں
 جانتے دیتا۔"
 "اگر وہ غیرت مند ہیں خان بابا۔ تو ہمیں ان سے ڈر
 دکھ نہیں ہے۔ غیرت مند اپنے مہمان کو نہیں مارے۔"

"کوہ بابا۔ خدا کا قسم ہاں تمہارا۔ ہمارا جوان بیٹا ہوتا ہے۔
 کہ شکار ہو گیا اور ہم بوڑھا آدمی اکیلا رہ گیا۔" دور۔ بوڑھا
 قوت ختم ہو گیا۔ ورنہ ہم بھی ایک بار اوجھر ضرور چاہتے۔
 اپنے بیٹوں کا انتقام لیتے۔"

"ار۔" طاہر نے کہہ دیا۔ اس نے بوڑھے
 کے سر پر ہاتھ رکھے۔ "وہ تمہارا جس پر غم کی پھانسیوں، تم
 کر دینی سمجھیں۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا اور پھر بوڑھے
 سے ہوا۔"

"تمہارا اور کوئی بیٹا نہیں ہے خان بابا؟"

"اویئے خدای خوار۔ اور بیٹا ہوا وہ اوجھر چاہے
 بیٹکا۔ چہ خدا کا قسم بدوق لے کر اوجھر جاتا اور اپنے بیٹوں کے
 قاتل کا خانہ خراب کرتا۔ خان نے پھر جوش انداز میں کہا۔
 میں نے گھبرا کر طاہر کی شکل دیکھی۔ طاہر کے چہرے کے
 تاثرات کچھ اور ہی کہہ رہے تھے۔

"خان صاحب۔ اگر خدا آپ کو دو بیٹے دے تو کیا
 آپ اپنے بیٹوں کا انتقام لیں گے۔"

"چہ خانہ خراب کیا بات کرتا۔ ابھی ہم بوڑھا ہو گیا۔
 ہمارا بیٹی بھی بوڑھا ہو گیا۔ اب بیٹا کدھر سے آئیں گا۔"

"ہمیں اپنا بیٹا بنائیں خان صاحب۔ ہم آپ کے بیٹے
 ہیں۔" طاہر نے کہا بوڑھا خان چونک کر ہمیں دیکھنے لگا۔
 پھر اس کی آنکھوں میں نمی آگئی۔

"چہ خدا تم لوگ کو خوش رکھے۔ تم بابو لوگ ہے۔ ہم
 غریب آدمی تمہارا کیا خدمت کرے گا۔"

"آپ ہماری نہیں۔ ہم آپ کی خدمت کریں گے خان
 بابا۔"

"بس تم ہمارا بات مان لو صاحب۔ اوجھرت ہاؤ۔" اوجھر
 کا زمین اچھا نہیں ہے۔ "بوڑھے خان نے قوم کے آخری
 کھنٹ حلق سے اتارتے ہوئے کہا۔
 "تو آپ ہمیں بیٹا نہیں بنائیں گے؟"

"خدا آپ کو خوش رکھے۔ غریب خان آپ کا کوئی
 خدمت نہیں کر سکتا۔ آپ ہمارے کو عزت دو۔ خدا آپ کو
 عزت دے گا۔" خان نے ساڑ لپکے میں کہا۔

"تو پھر میں لو خان بابا۔ اگر تم نے ہمیں بیٹا نہ بھی بنایا تو
 بھی ہم پانچوں کے اس طرف چاہیں گے اور اپنے بھائیوں
 کا انتقام لیں گے۔" طاہر نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور
 مجھے چکر اٹھا۔ کیونکہ طاہر کے انداز سے پتہ چل رہا تھا
 کہ اس نے کیا چکر شروع کر دیا ہے۔



بوڑھا خان جسنے لگا۔ اس نے غور سے ہم دونوں کی شکل
 دیکھی پھر ہوا۔ "آپ دونوں بھائی ہے؟"

"ہاں۔" میرے بولنے سے قہل طاہر بول پڑا۔
 "چہ آپ کے بدن میں شریف خون ہے۔ آپ دوسرے
 کے غم کو سمجھتا ہے۔ رب العالمین سے ہزار دعا ہے کہ وہ
 آپ لوگوں کو سلامت رکھے۔ بوڑھے خان نے دیا سے بھرا
 ختم کر لیا ہے۔ اس نے اپنا صاحب کتاب خدا کو دے دیا ہے۔
 اب ہمارا بدلہ وہ لے گا۔"

"لیکن خان۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم تمہارے بیٹے

ہوں۔ اس سے پہلے ضرور لیں گے۔ ہمیں اس سے کوئی
 نہیں روک سکتا۔" طاہر نے ہاتھ پر مکہ مارے ہوئے کہا۔

"خوب کو اس مت کرو۔ تم کو ان ہوتا ہے۔" وہ سب بیٹے کا
 بدلہ لینے والا، تم اور نہیں دے گا۔ اگر تم نے غیر طاہر میں
 قدم رکھا تو ہم تمہیں کوئی مار دے گا۔" اچانک خان بڑھ آیا۔
 اس کا سرخ چہرہ غصے سے اور سرخ ہو گیا لیکن طاہر کی بات
 کب کم تھا۔ وہ چائے کی پانی پیٹنگ کر کھڑا ہوا۔ اس کے
 چہرے کے تاثرات بھی بدل گئے تھے۔ پھر اس نے بیاب سے
 دھڑلہ مٹا کر رکھ دی۔

"یہ تمہاری چائے کی قیمت ہے خان۔" اس نے سر
 آواز میں کہا۔

"تمہیں لے گا۔ ہم نے تمہیں مہمان ہونا تھا۔" خان
 نے کہا۔

"یہ پرانی بات ہے۔" طاہر نے جواب دیا۔ اور پھر
 میرا بازو پکڑ کر قوم خانے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"اویئے خدای خوار۔ اپنا چہ۔ انھالو۔ ورنہ۔ ورنہ۔" خان
 چننا اور پھر داری طرف لپکا۔ لیکن ہم دونوں تیز قدموں
 سے باہر نکل آئے تھے۔ ہم نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔ کوئی
 دور آنے کے بعد میں نے طاہر سے کہا۔
 "یہ کیا غویت تھی؟"

"یہ مطلب۔" طاہر نے حلیے انداز میں مجھے
 دیکھا۔

"تمہیں اس سرچرے کے چکر میں پڑنے کی کیا
 ضرورت ہے۔"

"یہاں آج تھک سر پھروں کے چکر میں نہیں رہے
 غار؟" طاہر نے سوال کیا۔
 "نہر۔"

"نیا سیمیں سر پھری نہیں تھی، جس نے شمشیر الدولہ
 جیسے امیر کیہ۔" شخص کو چھوڑ کر احسان سے شاہی کر لے۔ کیا
 نوری سر پھری نہیں تھی؟ اس نے انتہائی نامساعد حالت میں
 بھی اپنی عزت محفوظ رکھنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے بھوکا مرنا
 گوارا کر لیا تھا۔ بہت مشکل ہے مارنے کی گواہی کر اپنی
 انا اپنی غیرت پر قرار رکھنا بہت مشکل ہے۔ انہی سر پھروں
 کے دم سے وہ در انسانیت باقی ہے ورنہ انسانیت نامور نشان
 مٹ جاتا۔ اور پھر ساری دنیا میں انہی سے بھری ہوتی۔"

"لیکن طاہر۔ بوڑھے خان کا معاملہ مختلف ہے۔"
 میں نے طاہر کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"صرف تمہاری بھابی خرابی ہے۔ صرف تمہاری سوچ

کی مخالفت ہے حالانکہ سب نے یہاں بھی موجود ہے۔ اس وقت بوڑھے خان کے لیے پر غور کرتے ہیں اس نے کہا تھا کہ اب وہ بوڑھا ہو چکا ہے۔ ورنہ اپنے بیٹے کا انتقام لینے ضرور جاتا۔ اس کا بڑھاپا اس کی سب سے بڑی بات اور عارفہ نہیں روکنے میں بھی اس کا خلوص شامل ہے۔ اس کی نگاہوں میں محبت تھی۔ اس کی دعاؤں میں شفقت تھی۔ اس نے بڑھئی کا انکار صرف ہمیں روکنے کے لیے کیا تھا۔

"ہوں۔ اور تم نے؟" میں نے پوچھا۔
"میں نے صرف اس کے لیے کیا کہ وہ ہمیں روکنے سے باز رہے اور سوچے کہ دونوں جہنم میں جائیں۔" طاوت نے جواب دیا۔

"تمہارا بھی جواب نہیں ہے طاوت۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"خدیوہ کیوں نہیں سوچتے ہمیں ہر حال اس طاقے میں جانا ہے۔ اب اس کے لئے کوئی جواز بھی ہو جائے گا۔" لیکن کیا جی بچ بوڑھے کے بیٹے کے قاتلوں کو معاش کرو گے؟

"ہاں۔ کیا حرج ہے؟"

"حالانکہ یہ بھی نہیں معلوم کہ اسے کیوں قتل کیا گیا۔ کس نے قتل کیا، بوڑھے کے بارے میں بھی کچھ نہیں معلوم۔ اس کا نام تک تو معلوم نہیں کیا تم نے؟" "یہ کونسا مشکل کام ہے۔ معلوم کریں گے۔" "کس طرح؟ کیا اس سے ملو گے؟"

"راسم معلوم کرے گا۔"

"اوہ۔ تو پھر تم اس کے ذریعے بوڑھے کے بیٹے کے قاتلوں کو بھی تلاش کر سکتے ہو۔"

"اور ہم کیا تمہاریاں مار رہے ہیں۔ نہیں۔ ہم اس سینے میں راسم سے مدد نہیں لیں گے۔" طاوت نے اطمینان سے لہجے میں کہا۔

"پھر اب کیا پروگرام ہے؟"

"کوئی بستی کی میر کریں۔ رات کو یہاں سے نکلیں چلیں گے۔"

"رات کیوں۔ انجانے راستے میں ہم دن کی روشنی میں چلیں گے۔" میں نے کہا۔

"قلی ملی اسبج سی۔ لیکن بستی سے ہم خرید و فروخت بھی کریں گے۔"

"ہاں۔" میں نے کہا اور پھر ہم دونوں بستی کی طرف چل پڑے۔ راستے میں ہمیں بستی کے تندرست و توانا لوگ نظر آئے۔

نے یہ اپنے لباس میں بہت خوبصورت نظر آ رہے تھے۔ حالات تقریبی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"یہاں کے لوگ سب حدویہ اور توانا ہیں۔"

"ہاں۔ یہ سرحدوں کی جان ہیں۔ بڑے جنگجو اور بہادر لوگ ہوتے ہیں اور پھر اس علاقے کی آب و ہوا بھی مثالی ہے۔"

"کیوں نہ ہم بھی ان ہی کی سی وضع قطع اختیار کریں۔ مجھے ان ڈالباں بھی پسند آیا ہے۔"

"ضرور ضرور۔" میں نے طنز انداز میں کہا اور طاوت ہنسنے لگا۔

"تم بڑے کام چور اور نکلے انسان ہو عارفہ۔ ہر حال کی مخالفت ضرور کرتے ہو۔ غور کرو۔ ان پہاڑوں میں ان کے اسرار و ادیبوں میں چند خطرناک لوگوں کی تلاش کس قدر دلچسپ کام ہو گا۔ اور پھر ان سے ملے بغیر کوئی قومہ ہی آجائے گا۔"

"جی ہاں۔" ہمیں آپ کو ان دادیوں کی تحصیل نہیں معلوم۔ کسی طرف سے ایک گولی آئے گی اور کھپڑی میں سوراخ ہو جائے گا۔"

"میں اس سوراخ کو ہاتھانی بند کر دوں گا۔ آپ غور نہ کریں۔ طاوت نے کہا۔ میں جانتا تھا کہ وہ ضدی آدمی کسی طور نہیں مانے گا چنانچہ میں خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم بستی کے بازار میں پہنچ گئے۔ ضرورت کا ہر سامان موجود تھا۔ تازہ اور خوبصورت پھل، خشک میوے، پھڑپھڑ کی بنی ہوئی پوشیدہ اور دوسرے مقامی لباس۔ ہسٹول بند و قین، خوش بر چیز موجود تھی۔

"آؤ۔ خریداری کریں۔" طاوت نے کہا۔

"جی ہمت۔" میں نے جواب دیا۔ اور ہم بازار پرانے بستی سے عہد لباس خریدنے کے لیے پوسٹل خریدنا چاہتے تھے۔ چڑھ کے بڑے پھیلے خریدنے گئے۔ خشک میوے کی ذبردست خریداری کی گئی اور پھر دو شاندار راکٹیں اپنے ہاتھ پر کار توئی دو ہسٹول خریدیں جن کی جینا کمر سے باندھنا طاوت بہت خوش ہوا تھا۔

"اب یہ دو گدھوں کا بوجھ کون لادے گا؟" میں نے اس کا تم طاقی کو روکے ہوئے کہا۔

"دو گدھے۔" طاوت نے مسکراتے ہوئے ایک تھپا میرے کندھے پر ادا کیا اور دوسرا اپنے کندھے پر۔ میں دانت چیرا کر رہ گیا تھا۔ تھپا بے حد وزنی تھا۔ مجھے تو خاصی متاثر پیش آنی تھی اور زمین پر جھبہ ہٹ بھی سوار ہوتی جارتی

تھی۔ بالآخر ایک جگہ میں نے تھپا ہٹا دیا۔ اور طاوت چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر وہ مسکرا کر ایک آدمی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس سے کچھ گفتگو کرتا رہا اور پھر میری طرف پلاٹ آیا۔

"تھوڑی دور اور چھیں شزاہ تازک اندام۔ آگے مویشیوں کی منڈی ہے۔ ہم وہاں سے دو پھر خرید لیں گے۔"

"کیوں پریشان کر رہے ہو یا۔ واقعی بہت وزنی ہے۔ کیا منڈی تھوڑی سی قریب نہیں آسکتی؟" میں نے ہانپتے ہوئے کہا اور طاوت ہنسنے لگا۔

"واہ رے ہم کل۔ کاش تو لڑکی بنی ہوتا۔" اس نے ہنسنے ہوئے کہا۔

"اس صورت میں بھی لوگ ہمیں بہن بھائی ہی سمجھتے۔" میں نے کہا اور طاوت گردن ہانے لگا۔ ہر حال تھوڑی دیر کے بعد ہم نے پھر تھپا اٹھائے اور اس طرف چلنے لگے جہاں مویشیوں کی منڈی تھی۔ منڈی دیکھ کر ہمیں کھل گئیں۔ انتہائی شاندار قدر آور گھوڑے مضبوط پھراور دوسرے جانور موجود تھے۔ کمزور جانور بھی موجود تھے اور زیادہ تر انہیں کی خریداری دورانی تھی۔ تندرست جانور منڈی میں لانے والے شوقین قبائلی تھے جو صرف اپنے جانوروں کی نمائش کر رہے تھے اور اگر کوئی ان سے اپنی قیمتی پوجھ بیتی تو وہ اتنے دام ہٹاتے کہ لوگ کانوسا پر ہاتھ رکھتے ہوئے آگے بڑھ جاتے۔

میں اور طاوت ایک جگہ کھڑے ہو کر چاروں طرف نظریں دوڑانے لگے۔ ایک جگہ کچھ زیادہ لوگ انحرار ہے تھے اور ان کے سروں سے اونچے سیاہ گھوڑے نظر آ رہے تھے، ایک ہی رنگ، ایک ہی قد و قامت کے یہ بلند و بالا گھوڑے بے حد خوبصورت اور شاندار تھے۔ طاوت نے مجھے ان کی طرف متوجہ کیا اور بے ساختہ میرے منہ سے تعریف نکل گئی۔

"واہ۔ کیا شاندار گھوڑے ہیں۔"

"آؤ۔" طاوت نے کہا اور ہم پھیلے ایک جگہ رکھ کر ان گھوڑوں کی طرف بڑھ گئے۔ قبائلی گھوڑوں کے ساتھ ہمیں بھی دیکھنے لگے تھے۔ ان قدر آور اور تندرست و توانا لوگوں میں ہم شری جیتے عجیب لگ رہے تھے۔ ہر حال انہوں نے ہمیں آگے آنے کا راستہ دے دیا تھا۔

"کیا یہ گھوڑے پرانے فروخت ہیں؟" طاوت نے پوچھا اور ایک بڑی بڑی موچوں والے بلند ورنے گردن اٹھائے ہماری طرف دیکھا وہ ہمیں دیکھتا رہا اور پھر اس کے ہونٹوں پر

مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ظاہر ہے منڈی میں آئے ہیں، فروخت کے لئے ہی ہوں گے۔ خریدو گے کیا؟" اس نے کہا۔

"ظاہر ہے منڈی میں آئے ہیں، خریدنے کے لئے ہی آئے ہوں گے۔ کیا قیمت ہے ان کی۔" طاوت نے اسی کے انداز میں کہا۔

"مگر تم ان کا کیا کرو گے یا۔ تم لوگ تو مشینوں پر سواری کرو۔" قبائلی نے طنز انداز میں کہا۔

"تمہیں ان باتوں سے کیا سروکار۔ گھوڑے بچو۔" طاوت نے بھی حقارت سے جواب دیا۔

"یہ گھوڑے اعلیٰ نسل کے ہیں۔ کم نسل کے لوگوں کو اپنی پیٹھ پر نہیں بیٹھ دیتے یا۔"

"اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ تم نے آج تک ان کی پشت پر سواری نہیں کی۔"

"میرے دادا کون ہے جو ان کی پیٹھ پر بیٹھ سکے۔ سنو یا۔ ان کی قیمت میں میں ہزار روپے ہے۔ مگر تم ان میں سے کسی پر سواری کر سکتے تو میں تمہیں یہ گھوڑے مفت دے دوں گا۔"

"مارے بوڑھے خان۔" تمہارے قبیلے میں ہمارے بیٹا سوار ایک بھی نہ لگے گا۔"

"تو جو خان کی زبان ہے۔ زورک خان اعلیٰ نسل سے ہے۔ اگر تم نے ان کی سواری کر لی تو یہ دونوں گھوڑے نہیں مفت دے دوں گا۔ یہ بھون کا وعدہ ہے۔" زورک خان نے ہر جوش لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے خان۔" طاوت نے کوٹ اتار کر میری طرف بڑھایا اور پھر آستینیں چھانے لگا لیکن اسی وقت زورک خان سینہ تانے ہوئے اس کے سامنے آیا۔

"سین سنو۔ اگر تم گھوڑے کی سواری نہ کر سکتے اور اگر ہمارے تو تم دونوں کو سارے کپڑے اتار کر بستی سے نکالنا ہے گا۔ تاکہ اس کے بعد تم کسی چھان سے گھوڑے خریدنے کی بات نہ کرو۔ تمہاری ہر چیز زورک خان کی ملکیت ہے۔"

"منظور ہے۔" طاوت نے کہا۔

"من لیا تم لوگوں سنو۔ زورک خان پھر کسی کی بات نہیں مانے گا۔ شری ہو چلی ہے۔" زورک خان نے ایک گھوڑے کی لگام پکڑی اور پھر اس کی پشت پر ہاتھ رکھ دیا۔ ان کے بعد اس نے تمام طاوت کے ہاتھ میں دے دی۔ یہاں اس قسم کے تماشے شاید عام ہوتے تھے۔ اس لئے لوگ

کافی کی طرح پھٹ گئے اور انہوں نے میدان ہموار کیا۔
 جوڑے کے چور بست خراب تھے۔ اس کی آنکھیں
 وحشت سے سرخ ہو گئی تھیں۔ شاید زورک خان نے ابھی
 تک ان کی پشت استعمال ہی نہیں کی تھی اور صورت حال یہ
 تھی کہ اگر ان کی پشت پر ہاتھ بھی رکھا جاتا تو وہ بھڑک اٹھتے
 تھے لیکن میں چڑھ کر ان کے ہاتھوں سے حالات کو دیکھ رہ تھا۔
 میں جتنا تھا کہ یہ اس کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔
 طاقت نے جوڑے کی نگاہیں پکڑ لی تھیں۔ جوڑا چونکا
 تھا اور دینترے بدل رہا تھا۔ اگر اس کی پشت پر کبھی بھی جینو
 پائی تو وہ کھڑا ہو جاتا تو وہ کھڑے ہو کر اس کے پاؤں غلاموں میں چلا
 رہا تو کو مارنا پڑتا تھا لیکن طاقت نے ابھی تک اس کی
 پشت کی طرف بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ زورک خان
 خیر انداز میں جوڑے کو دیکھ رہا تھا۔
 اور یہ بات صرف میں نے ہی محسوس کی تھی کہ کاموں
 کے سرے کے بل طاقت کے ہاتھ پر پڑتے جا رہے تھے۔ اس
 طرح وہ اپنا ہاتھ جوڑے کے چہرے تک پہنچانے کی کوشش
 کر رہا تھا۔ لوگ الجھپی سے بقول ان کے اس شہی جھجکے کی
 انجلی کو دیکھ رہے تھے۔ جس کے بارے میں انہیں یقین تھا
 کہ وہ پھر نہ اتر کر رہی جائے گا۔
 لیکن۔ اچانک بجلی سی چمک گئی۔ طاقت دوبارہ جواب
 جوڑے کے چہرے تک پہنچ چکا تھا اچانک مڑا اور جوڑے
 کی گردن ٹیڑھی ہو گئی۔ جوڑے نے گردن سیدھی کر کے لی
 کوشش کی۔ لیکن اس ناہوشی قوت کے سامنے اس کی ایک
 نہ چل سکی۔ اس کی گردن اس حد تک مڑ گئی کہ اچانک وہ
 ایک سمت لڑھک گیا اور کافی زوردار آواز کے ساتھ زمین پر
 گرنا۔ اس کے ساتھ ہی طاقت نے اس کی کام پھیل پھوڑ
 دی اور جوڑے نے سبھن کرانے کی کوشش کی۔ لیکن اب
 وہ کہتے ہوئے جوڑے پر سوار ہو گیا تھا۔ اور جب جوڑے
 نے بھرتی سے کروٹ لی اور پاؤں نکال کر اندر طاقت اس کی
 پشت پر تھا۔
 تقریباً یوں کے منہ سے صرف ایک آواز نکلی اور وہ
 خاموش ہو گئے گھوڑا بلا کی انجلی کو بچا رہا تھا۔ لیکن طاقت
 اس کی پشت پر اس طرح سوار تھا جیسے اس کی پشت ہی کا
 ایک حصہ ہو اور پھر باغ جوڑے نے بار بار۔ اس کی
 انجلی کو دست پڑ گئی۔ طاقت اس کے کس میں نا جائزہ لے
 رہا تھا اور پھر اس نے جوڑے کو ایزوی اور وہ میدان کے
 پتھر لگاتے لگا۔
 "دوسرے لمحے چاروں طرف تالیاں گونج اٹھیں۔

آہ محرومانے سین بند مر رہے تھے اور زورک خان دیر
 پہنچا پہنچا تھا۔ طاقت اس کے سامنے کھڑا لے گیا اور پھر
 اس کی پشت سے نیچے اتر آیا۔
 لیکن زورک خان ہماری قوت کے برخلاف۔ بہت ہی
 کمزور تھا۔ اس نے طاقت کے گدھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے
 کہا "خوش رہو جوان۔ خان کی طرف سے شربطہ جیتنے
 مبارکباد قبول کرو۔" اور ہم حیران رہ گئے۔ ہمارا خیال تھا کہ
 غصہ و انسان کو جو ضرور کرنے کا۔ لیکن یہ حالات بڑ
 ہو گئے اور پھر اول لینا پڑا۔ لیکن وہ با طرف انسان تھے۔
 اس نے فن کی باور دی تھی۔ طاقت جوڑے سے اتر کر آیا۔
 وہ زور سے خان زورک کو دیکھ رہا تھا۔
 خان زورک نے دوسرے جوڑے کی اقام بھی حالات
 کے ہاتھ میں تھما دی "شکر ہے خان زورک۔ یہ تو اقساقی بات
 تھی "وینے میں تمہارے جوڑے خریدنا چاہتا ہوں۔ مجھے یہ
 بہت پسند ہیں۔ ان کی قیمت لے لو۔"
 "چرخہ کا کام کیا بوتا ہے یا۔ ہم شربطہ پار کیا۔" جوڑا
 اب تمہارا ہے "بیچنے کا کیا سال۔" خان نے کہا۔
 "نہیں خان۔ ہم جوڑوں کی قیمت دیا کریں گے۔"
 "خان اس قیمت پر پیشاب کر دے گا جو اس طرہوں
 خراب کرنے کا جوڑا اب تمہارا ہے۔" خان نے انہیں نکال
 کر بولا۔ ہر حال طاقت نے بہت کوشش کی لیکن خان نے
 جوڑوں کی قیمت ایک پیڑ بھی وصول نہیں کی۔ مجبور ہو کر
 ہم جوڑے لے کر چل پڑے۔
 "عجیب ہے تیری دنیا یا۔ یہاں کسی شکل میں کون ہے"
 پتہ نہیں چلنا۔ "طاقت نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "جوڑوں
 نے بلیغ درست ہوئے تھے ہم نے ان پر سامان کے تھیلے
 مضبوطی سے کئے اور اب ہم سفر کے لئے تیار تھے۔ لیکن
 یہ کیا تھا کہ ہم جلی انجلی سزا دیں گے "اس لئے رات کے
 قیام کا بندوبست کرنا تھا۔
 اس کے لئے ہم نے ایک کھلی جگہ منتخب کی اور وہیں
 بس لگا دیا "بستر کے لئے ہم نے نرم لہلیں خرید لی تھیں۔
 لہٹے سے فارش ہو کر ہم اپنے بستر پر لیٹ گئے اور
 طاقت کافی دیر تک زورک خان اور قہر خان کے مالک کے
 بارے میں گفتگو کرتا رہا۔ وہ اس دلکش طاقت کے بارے میں
 بھی باتیں کر رہا تھا۔
 اور پھر ہمیں غینہ آئی۔ صبح کو پہلا طاقت ہی باہر تھا۔
 ابھی آدھا پوری طرح نہیں چڑھا تھا۔ بہت غمبیر سے غلط
 تھا۔ میں بھی جاگ گیا۔

"تمہارا بیان کریں۔" وہ تکی ہوئے تھے جس میں یہ
 سرحد پار کر گئی ہے۔ "خود سے لے گیا اور میں اٹھ گیا۔ ہم
 ضروریات سے فارش ہوئے۔ ناشتے کے بارے میں میں نے لیا
 کہ راستے میں کریں گے۔ پھر نیچے ہم جوڑوں پر سوار ہو کر چل
 پڑے۔ قہر اور جوڑے اب باکس راہم ہوئے تھے اور آواز
 قہر شرارت نہیں کر رہے تھے اپنا نیچہ ہاتھ سے روٹی سے
 وہ علاقہ چھوڑ دیا۔ اور ہانڈوں کے درمیان سفر کرتے تھے۔
 ناہوار چھوڑ دیں جوڑے نے زور دیا نہیں چل سکتے تھے۔
 ہمیں بھی کسی غصہ میں جگہ ٹپنے کی جلدی نہیں تھی "اس لئے
 ہم اطمینان سے ان کے پیچھے رہے۔ ناہوار چھوڑے سے بھکا
 ہوا کھلا زیادہ طوفان نہیں تھا۔ قہر زور دینے کے بعد ہمارے لیکن
 چیل راستہ آیا۔ دوسرے دونوں سمت بندوبست پار تھے اور
 ہم ان کے درمیان چل رہے تھے۔ یہ راستہ آگے چل کر پتا
 ہوا کیا تھا۔ یہاں تک کہ آگے چل کر دونوں پہاڑ مل گئے تھے
 اور راستے نے ان کے نیچے ایک سرنگ کی شکل اختیار کر لی
 تھی۔ لیکن یہ سرنگ زیادہ لمبی نہیں تھی۔ دوسری طرف
 روٹنی نظر رہی تھی۔
 لیکن ہم نے جوٹنی سرنگ سے سرنگا "اچانک ایک غار
 کی آواز پہاڑوں میں گونج اٹھی۔
 "ہم اٹھ۔" طاقت نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہم
 دونوں نے بھرتی سے اپنے اپنے ہتھولہ نکال لئے۔ ہم نے
 جوڑے کو زمین پر رکھتے تھے اور تیز گاہوں سے چاروں
 طرف دیکھ رہے تھے۔
 اور پھر سامنے کی پہاڑی سے ہم نے ایک سفید رنگ
 کے جوڑے کو پہنچا دیا۔ وہ دیکھا۔ اس کی پشت پر کوئی
 سوار تھا۔ لیکن جب وہ زور سے سامنے آئے تو ہم چونک پڑے
 اور حیرانی سے ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ یہ قہر
 خان کا پورا عالم تھا۔ اس کے سرخ سفید چہرے پر عجیب
 سے تاثرات تھے۔ چند سماعت کے بعد وہ زور سے سامنے آ
 کھڑا ہوا۔ اس کی رائیں باتوں میں دی ہوئی تھی۔
 "تو تم نے میری بات نہیں مانی۔" اس نے سراپے میں
 کہا۔
 "ہم نے انی وقت کہہ دیا خان۔" طاقت نے باہر اس
 سے کہا۔
 "مگر۔" اس طرف موت ہے۔" جوڑے نے ہاتھ
 اٹھاتے ہوئے کہا۔ ہم موت کا ڈر کر رہے ہیں۔ ہم موت کی
 تلاش میں سرگرداں ہیں۔"
 "جوانی منہ زور ہوئی ہے لیکن میرے جوڑے تجربہ

نے فائدہ اٹھواؤ۔ اس طرف نے جاؤ۔ میں تمہاری منت
 کرتا ہوں۔"
 "ہم عہد کر چکے ہیں خان۔ کہ تمہارے بیٹے کے قاتلوں
 سے بدلہ ضرور لیں گے اور عہد توڑنے کے لئے نہیں
 ہوتے۔"
 "لیکن تمہارا اس سے کوئی رشتہ نہیں تھا۔ تم میرے
 لئے اجنبی ہو۔"
 "انسانیت کا رشتہ سب سے بڑا ہوتا ہے خان۔ تم نے
 سب سے بڑے کما تھا کہ تم بڑھے ہو چکے ہو۔ اور اپنے بیٹے کا
 انتقام نہیں لے سکتے۔ ہم نے تم سے کہا تھا کہ ہم تمہارے
 بیٹوں کی جگہ ہیں اور ہم اپنے بھائی کا بدلہ لیں گے "ہم اس
 کے بعد تم چھوڑ بھی گئے۔ ہم اپنا عہد ضرور پورا کریں گے۔"
 "تم کیسے بیٹے ہو۔ بڑھے بابا کی بات نہیں مانتے۔"
 خان نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا۔ وہ بہت متاثر نظر آ رہا تھا۔
 "اس کے علاوہ ہم تمہاری بری باتیں لیں گے خان۔
 ہمیں ہمارا عہد پورا کرنے دو۔"
 "ہم تمہیں بہت خوشوار ہیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ
 ہے۔"
 "وہ مشین اگر خوشوار نہ ہو تو اس سے متاثرہ کرنے میں یہ
 نوبت آئے گا خان۔ طاقت نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ
 جوڑا خان بے بس سے ہمیں گھورنے لگا۔ کئی منٹ اسی طرح
 گزر گئے۔ اور پھر اچانک جوڑے کے چہرے سے خون ٹپنے
 لگا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ اور پھر اس نے رائیں
 بند لی اور پانچوں کی طرف بولا۔
 "میں آ رہا ہوں سرمان خان۔ میں آ رہا ہوں۔ بڑھے
 شہباز کی رائیں کا خون پھر سے جوان ہو گیا ہے۔ ہوشیار
 سرمان خان ہوشیار مظلوم رحمان کا خون آن پھر جاگ اٹھا
 ہے۔ میں اپنی سو کوئے کر آؤں گے۔ درزاں میری عزت
 ہے۔ میری عزت میرے گھر میں ہی محفوظ رہے گی۔"
 اور بلاشبہ ہم نے جوڑے خان کے چہرے پر پہلے سے
 زیادہ قہر مانی دیکھی۔ اسی کے اندر ایک عجیب سا خوش پیدا
 ہو گیا تھا۔ پھر وہ جوڑے سے نیچے اتر آیا۔ اور اس نے
 دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔
 "آ میرے بچو۔ آؤ۔ میرے بیٹے سے لگ جاؤ۔ تم نے
 شہباز کو پھر سے جوان کر دیا ہے۔ آؤ۔ میرا چوڑا سینہ بیٹے کے
 سر کا لمس بھال چکا ہے "آؤ۔ میرے بچے پر سر رکھ دو تاکہ
 رحمان کی یاد کے زخم بھرتے ہو جائیں۔ اور میں اپنے
 دشمنوں کے لئے زیادہ خطرناک ہو جاؤں۔ آؤ میرے بچو۔"

اور ہم دونوں کھڑوں سے اتر آئے۔ بوڑھے خان نے ہم دونوں کو جیتے سے بچھنی لیا اور پھر کوشش کے باوجود وہ اپنی سسکیاں نہ روک سکا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا۔ ہنشل قیام ہم نے اسے سہارا دیا اور ایک چٹان کے پاس لے آئے۔ ہم نے اپنے کھڑے ہوئے پوچھ کر دیئے تھے۔ چٹان کے پاس بیٹھ کر بھی بوڑھا رونے لگا۔

"پورے آٹھ سال گزر گئے۔ سبب دہرے بیٹے کی موت کو۔ رحمان خان ہمارا کیا بیٹا تھا۔ اس کے بعد ہم اولاد کو ترس گیا۔ ہم آج آخری بار روئے ہیں۔ خدا قسم۔ اس کے بعد ہماری آنکھوں سے آنسو نہیں ٹپک سکے گا۔" اور اس ٹپک میں سرگت خان کی پوری ہستی جل جائے گی۔ تم دیکھنا۔ یہ شہباز خان کا عہد ہے۔" وہ سسکیاں لیتے ہوئے بولا۔

"ہم تمہارے ساتھ ہیں شہباز خان۔"
"خدا تم لوگوں کو زندگی دے۔" اس نے آنسو پوچھتے ہوئے کہا۔
"تم ادھر کیسے اکل آتے تھے خان بابا؟" طاہر نے پوچھا۔

"چھ تم لوگوں کو بھول جاتا۔ تم نے ایسا بات بولا تھا کہ ہمارے دل پر زخم لگ گیا تھا۔ ہم نے اسی وقت دوکان چھوڑ دی۔ اور پھر تمہارا چہچہا کرنا رہا۔ ہم اس وقت بھی تمہیں دیکھ رہا تھا۔ تب تم نے زور کھان کے کھڑے کو قابو میں کیا۔ خدا کا قسم۔ ہم تم سے دور تھا۔ مگر ہم نے خوب زور زور سے تالیاں بھجایا تھا۔ تم لوگ جوتی بویں کر رہا تھا۔ اس سے ہمیں یقین ہو گیا کہ تم... غیر خائفانہ میں ضرور جائے گی۔ مگر ہم سوچتا تھا کہ تم شہر کا لوگ کمزور ہوتا ہے۔ تم ادھر آزاد نہیں رہ سکتے گا۔ پھر جب تم نے کھڑے کو گرا لیا تو خدا کا قسم ہم منہ کھول کر رہ گئے۔ اور پھر ہم نے سچا تمہیں لوگ نہیں ہے۔ پھر ہم اپنا بی بی کے پاس آیا اور اس کو سب بات بولا تو اس نے ٹیک بٹتے ہوئے کو غیرت دلا دیا۔ وہ بولا۔ تم لوگ رحمان خان کا بدلہ لینے جا رہے ہو اور ہم خیر میں بیٹھ رہے۔ تب ہم نے اٹھ کر تم ادھر جانے کا تو ہم بھی تمہارے ساتھ ہو گا۔ ہم نے جلدی جلدی سے سارا انتظام کیا اور پھر ہم ادھر پہنچ کر تمہارا انتظار کرنے لگا۔"

"ہوں۔" طاہر نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور بولا۔ "خان شہباز کا ساتھ دار۔" لے اور دلچسپ ہو گا۔ کیا خیال ہے؟"
"یقیناً۔" میں نے پارلی خواست کہا۔

"تم نے شہت کر لیا خان؟"

"نہیں۔" شہباز نے سادگی سے جواب دیا۔

"تو تو ناشتہ کریں۔" طاہر نے خان بھائی سے اپنے کھڑے کی طرف بڑھ گیا۔ اور اس وقت کا شہت ہم نے خان کے ساتھ اسے سامان میں سے کیا۔ وہ پیپر اور روٹی لایا تھا۔ ناشتے سے فاسٹ ہو کر ہم نے سفری تیاریاں کیں اور پھر کھڑوں پر سوار ہو گئے۔ کھڑے بوڑھے کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی تھی۔ ہم اطمینان سے چل رہے تھے۔

"آپ لوگ نے اپنے نام نہیں بتائے۔"

"آپ جو نام لیں خان شہباز۔" طاہر نے کہا۔

"چھ اگر تم خان کے لباس میں ہو تو ہم تمہیں دلیر خان اور اس کو دلور خان بولتا۔" شہباز خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ بات ہے خان تو ابھی لو۔" طاہر نے کہا اور کھڑے سے اتر پڑا۔ خان شہباز نے بھی کھڑا روک لیا تھا۔ طاہر نے ٹیکے سے مقامی لباس کا اور بھیجے بھی اشارہ کیا۔ بد معاش طاہر سرمدی لباس پہننے کے بعد بالکل چھان نظر آ رہا تھا۔ خود میں نے بھی یہی لباس پہن لیا۔

اور خان ہمیں اپنے لباس میں دیکھ کر کھل اٹھا۔ "چھ خدا یہ۔ تم لوگ بالکل چھان لگ رہا ہے۔" اس نے سرور انداز میں کہا۔

"اب میرا نام دلیر خان۔ اور ان کا دلور خان ہے۔"
"ٹھیک ہے۔ تم بھی نام لے گا۔" خان شہباز نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ پورا دن ہم نے کھڑوں کی پھٹ پگزاراں راستے میں مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے تھے۔ راستے کے مناظر بدلتے رہتے تھے۔ کھج، خشک اور بے آب و گیاہ پہاڑیاں نظر آتیں۔ کبھی سبز سے لہے ہوئے میدان اور کبھی برف پوش علاقے۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ اس وقت ہم ایک ہندو پھانا برف سے ڈھکی ہوئی پہاڑی کے دامن میں تھے۔ وہیں ایک مناسب جگہ تلاش کر کے رات کے قیام کا بندوبست کیا گیا اور پھر رات کے کھانے کا بندوبست کیا جانے لگا۔ کھانے کے بعد ایک قہار سے شہباز خان نے قہر نکالا۔ اور قہر پیتے ہوئے طاہر نے شہباز خان سے پوچھا۔

"نیا تم ہمیں رحمان خان کی موت کی تفصیل نہیں بتاؤ گے شہباز خان؟"

"ہاں ضرور بتاؤں گا۔ اور سمجھ لو میرے بچو۔ بوڑھا خان بھوٹ نہیں بولتا۔ وہ جو کچھ کہے گا سچ کہے گا۔"

"رحمان خان کا مہربان نہیں سال تھا۔ پہلے ہم لوگ بھی تاسیہ کے علاقے میں رہتے تھے۔ یہ خوبصورت بہتی اسی راستے پر ہے۔ جہاں ہم جا رہے ہیں۔ تاسیہ سے آگے بچے بستیاں اور پڑی ہیں جو آزاد خان کے ہیں۔ آخری بستی کے دوسری طرف زور رات ہے۔ خان زور رات ایک نیک دل انسان ہے۔ گو یہ علاقہ اس کی ملکیت نہیں ہے۔ نہ ہی کبھی اس نے اس پر بری بگاہ ڈالی۔ اس کے باوجود وہ اس علاقے کے مفادات کا خیال رکھتا ہے۔ یہی یہ بستیاں قلعہ سال کا قلعہ ہو جاتی ہیں یا زورے سے تباہ کاری ہوئی ہے تو خان زور رات ہماری پوری مدد کرتا ہے۔"

اب کی بات نہیں معلوم۔ پہلے یہی ہوتا تھا۔ تاسیہ میں میری تھوڑی سی زمین تھی جس پر کاشت کر کے میں اپنی بوی اور بچے کا پتہ پاتا تھا۔ میرے دو بھائی بھی تھے۔ وہ بھی اسی بستی میں رہتے تھے۔ لیکن پھر تباہی نے ہمارے گھر میں جھانکا۔ تاسیہ ہی کے علاقے کا ایک بڑا آدمی دولت خان تھا۔ بڑا کینہ پرور اور ڈھب ڈاک آدمی۔ اس کے پاس بہت بڑی زمین تھی اور اس کے مویشی پورے علاقے میں سب سے زیادہ تھے۔ اس کی چار گا، بھی سب سے بڑی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ دو چور بھی تھے۔ رات کی تاریکی میں اس کے آدمی غلہ چرانے آ جاتے تھے۔

اور ایک رات اس کے دو آدمی میرے بھائی گھدار خان کے گھر چوری کرنے آئے۔ گھدار کو معلوم نہیں تھا کہ ان چوروں میں دولت خان کا سگ بھائی بھی ہے۔ گھدار کی رائفل نے دونوں چوروں کو موت کی فینہ سنا دیا۔ اور چوروں کی روشنی میں پتہ چلا کہ دولت خان کا بھائی بھی چوروں میں شامل تھا۔

دولت خان اپنے آدمیوں کو لے کر گھدار خان پر چڑھ آیا۔ لیکن جرگے نے فیصلہ دیا کہ چونکہ گھدار خان نے انہیں چوری کرنے ہوئے جاک نہیں تھا اس لئے گھدار خان نے قصور ہے۔ دولت خان چاہا۔ لیکن اس کے دل میں بدلے کا خیال تھا۔ چنانچہ ایک شام جب گھدار خان اپنے مویشیوں کو لارہا تھا دولت خان کے آدمیوں نے اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ جرگے نے اسے طلب کیا۔ لیکن وہ صرف گولیاں اس کے آدمیوں نے قتل نہیں کیا۔

جرگہ اس کا چہ نہیں بگاڑ سکا۔ لیکن میرا جوتا بھائی زمو خان جاتا تھا کہ گھدار کو دولت خان کے آدمیوں نے مارا ہے اور وہ دولت خان کی قاتل میں رہا۔ آخر ایک دن

میں نے دولت کو اس کی چاکاہ میں لگا دیا۔ لیکن بد قسمت انسان دولت خان کو ہلاک کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اور اس کے آدمیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ دولت خان نے اسی کی لاش بھجوا دی تھی اور بتایا تھا کہ وہ کس طرح مارا گیا۔ میں شرم سے امن پسند آدمی تھا۔ لیکن دوسرے بھائی کی موت پر میرا خون کھول اٹھا۔ میں نے دولت خان سے کہا کہ میں اس سے اپنے بھائیوں کا انتقام لوں گا۔ لیکن دولت خان نے مقدمہ جرگے کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے کہا کہ اسے مجھ سے اطمینان ہے اس لئے اس کی مخالفت کا بندوبست کیا جائے اور جرگے کے بوڑھے ارکان نے فیصلہ کیا مجھے بھتی سے نکال دیا جائے۔ انہوں نے میری منت کی کہ امن کی خاطر میں بھتی چھوڑ دوں اور مجھے بھتی چھوڑنی پڑی اور میں یہاں چلا آیا۔ رحمان خان اس وقت آٹھ سال کا تھا اور کچھ بڑا تھا۔ پورے دس سال تک ہم نے تاسیہ کا رخ نہیں کیا۔ لیکن رحمان خان اپنی چچی اور اس کے بچوں کو نہیں بھولا تھا۔ جب وہ آٹھارہ سال کا تھا تو اس نے تاسیہ جانے کی اجازت مانگی۔ میں نے اسے ہمت منع کیا۔ لیکن خدی لڑکا ایک دن چھپ کر ادھر اٹھ گیا۔ وہ تاسیہ پہنچا اور وہاں اپنے رشتے داروں سے ملا۔

دہشتی قسم ہو چکی تھی کیونکہ میرے بھائیوں کے بچوں میں کوئی لڑکا نہیں تھا جو انتقام لیتا۔ وہ آرام سے رہ رہے تھے۔ لیکن بد قسمت رحمان خان تاسیہ کی ایک لڑکی سے دل لگا بیٹا۔ اور پھر وہ چھپ چھپ کر تاسیہ جانے لگا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ لڑکی دولت خان کی تھی۔ اور وہ بھی رحمان خان سے محبت کرتی تھی۔ لیکن دولت خان کے بیٹے کو یہ بات معلوم ہو گئی۔ اس کا نام سرگت خان تھا اور ایک دن اس نے رحمان خان کو گولی مار دی۔

دولت خان نے میری آخری پوچھی بھی جھین لی۔ میرے رشتے داروں نے رحمان خان کے خون آلود کپڑے میرے پاس بھجوا دیے اور میں ڈھکی ہو گیا۔ مجھ بوڑھے کے بدن میں اب اتنی قوت نہیں رہ گئی تھی کہ اپنے بچے کا بدلہ لیتا اور اس کے بعد میں نے صبر کر لیا۔" بوڑھے شہباز خان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ طاہر نے اور میں بہت متاثر تھے۔ پھر کافی دیر کے بعد طاہر نے پوچھا۔

"نیا تم اپنے بیٹے کی قبر پر بھی نہیں گئے؟"

"میرنی بی بی نے نہیں جانے دیا۔ وہ بہت ڈرتی تھی۔"

"تمہارے پاس رحمان کی لاش کیوں نہیں آتی؟"

"میرے رشتے داروں نے بتایا تھا کہ رحمان کی لاش

بجھوں پڑ جاتے ہو۔ واپسی پر ان کا نام و نشان نہیں ہوتا۔
 "خوب۔" طاہرات نے پندیرلی کے انداز میں گردن پائیں۔ "بہت خوبصورت عمارت ہے۔" درحقیقت ہم ایک حسین شے میں سرفراز رہے تھے۔ پہاڑوں کا حسن نکھر رہا تھا۔ بادلوں کی کجاہٹ میں ماہوں بہت خوبصورت ہو رہے تھے۔ بادوں گہرے ہوتے گئے۔ شہباز خان کے اشارے پر گھوڑوں کی رفتار تیز کر دی گئی تھی۔

پھر ایک ایسی پہاڑی آئی جس کے اوپری حصے پر ایک گول دائرے نما چٹان نظر آ رہی تھی اس کے درمیان صاف کن ہوا سوراخ تھا۔ شاید یہ کسی قسم کا نشان تھا کہ کتاؤ قدرتی ہی معلوم ہوتا تھا۔

تب بوڑھے شہباز خان نے کہا "اس پہاڑی کے دو سری طرف کی سرائے ہے۔"
 "کوئی بستی ہے؟"

"ہاں۔ چھوٹی سی بستی۔ جسے زغن خان نے آباد کیا تھا اور پھر زغن خان کے بعد اس کا بیٹا اس کا مالک بن گیا۔ پھر اس کا پوتا گلخان خان جو مکار بھی ہے اور بے غیرت بھی۔ اس نے اپنی چھوٹی دولت خان کو دے دی تھی اور دولت خان نے اس پر غنائیات کی بادشہی کر دی اور گلخان خان خود بھی اس علاقے کا بڑا کمانڈر لگا۔ کیونکہ اسے دولت خان کی مدد حاصل تھی۔"

"یہ تو وقت بتائے گا۔" شہباز نے کہا اور ہم خاموش ہو گئے۔ دائرے والی پہاڑی کی لمبائی کافی تھی۔ ہم صوبہ کرہی اس کے دوسری طرف پہنچے تھے۔

دوسری طرف کا منظر ابھر سے بھی زیادہ خوشگوار تھا۔ یہاں لمبائی کھیت نظر آ رہے تھے اور کھیتوں کے دوسری طرف کے کچے مکان خوبصورت گھنٹوں کی مانند بکھرے ہوئے تھے ان کی آمد اور دوسرے کے قریب ہوتی۔ بعض مکانات کی چڑیوں سے لڑتا ہوا سا دھواں اٹھ رہا تھا ہم نے گھوڑے روک لئے۔ شہباز خان عجیب سی باتوں سے ہستی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ایک نعمندی سانس لی اور ہماری طرف دیکھنے لگا۔

"کیا سوچ رہے ہو خان بابا؟"
 "پتہ نہیں۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میں عرصے کے بعد ایک بار پھر قوم سے یہاں آئے کی ہے۔ لیکن سوچ رہا ہوں کہ اب میں کس قدر قدامت پسین ہوں۔ میرے پاس جو بھی باتیں ہیں، بہت۔ انسان کو سب سے بڑا سرمایہ اس کی اونڈ ہوتی ہے جس کے پاس یہ دولت بھی نہ رہے۔ اسے

زندہ رہنے کا کیا حق ہے؟ خدا اسے جیسے اٹھ بٹا دیا تھا۔ میں نے خود کو مطمئن کرنے کے لئے کہا تھا کہ شیر کا بیٹا شیر بن رہا ہے۔ لیکن لوگوں نے میرا شیر مجھ سے چھین لیا۔ اب میرے پاس انجام کے سا اور کیا رہا ہے۔ تب "بوڑھے کی" نے ہمیں روکے۔ تب طاہرات نے اپنا گھوڑا آگے بڑھایا اور شہباز خان کے قریب پہنچ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"تمہاری دنیا میں یہی ایک خوبی ہے۔ شہباز خان بہت کم ہر ایک کا مسئلہ نہ ہوتا ہے۔ تم لوگ اسی لئے زندہ ہو کہ تمہارے درمیان یکسانیت نہیں ہے۔ ہر دل ایک ہے۔ اور اسے آشنا ہے۔ ہر آنکھ میں نے آنسو ہیں۔ عجیب ہے تمہاری دنیا۔ عجیب ہے۔"

اور میں چونک پڑا۔ یہ یوسف جبران ہوں رہا تھا۔ طاہرات اپنی شخصیت کے لہجہ سے جھانک رہا تھا۔ شاید وہ چنڈالی ہو گیا تھا۔ پناہ میں بندگی سے اس کے قریب پہنچ گیا۔

اور وہ مجھے دیکھ کر سنبھل گیا۔ تب اس نے بوڑھے کے کندھے کو چھوئے ہوئے کہا "انتقام کی پانی آنکھوں میں آنسو نہیں آتے ہوتی ہے خان بابا۔ تم بھی ہمیں اپنی آواز نہیں سمجھ سکتے۔ لیکن ہم نے نہیں پایا کہا ہے۔ ہم توں بھی نہیں گے۔"

یہ میری آنکھوں کے آخری آنسو تھے میرے بچے۔ میں نے انہیں بھی گرا دیا۔ اب تو صرف ان آنکھوں کو شعلے پر سائے ہوئے دیکھو گے 'صرف شعلے' آؤ۔ "بوڑھے نے گھوڑے کو ایڑا لگا دی۔ اور ہم نے بھی اپنے گھوڑے اس کے پیچھے دوڑا دیے۔ شہباز خان نے کھیتوں کی پرواہ بھی نہیں کی تھی۔ اس نے اپنا گھوڑا کھیتوں میں ڈال دیا اور ہم نے بھی مجبوراً اس کی نظائیر کی۔ جانا تک ملتا ہے ہونے کی روئے سے کوئی تیزی نہیں تھی۔

اور پھر اسی وقت پہلے باری شروع ہوئی۔ برف کے ذرات تیزی سے گرنے لگے۔ اس دوسرے طاہرات کو بے حد متاثر کیا تھا۔ پناہ میں اس نے گھوڑے کی رفتار تیز کر دی۔ بوڑھا خان ہم سے بہت آگے نکل گیا تھا۔

"طاہرات۔" میں نے اپنے گھوڑے کی نگاہ میں سمجھ کر اسے آواز دی اور وہ میرے قریب پہنچ گیا۔ "کو۔" شہباز خان آگے نکل چکا ہے۔"

"کو۔" وہ ہم بہت خوبصورت ہے۔ "طاہرات نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
 "ہاں۔ لیکن طاہرات خوبصورت نہیں ہیں۔ ہم تو

سے لاپ اندوز نہیں ہوتے۔"
 "خیر پھر سہی۔" طاہرات نے گھوڑے کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا اور ہم نے رفتار تیز کر دی۔ پندہ سماعت کے بعد ہم نے بوڑھے شہباز کو جالیا۔ وہ پیچھے دیکھنے بغیر آگے بڑھ رہا تھا۔ برف باری شروع ہونے کی وجہ سے ہستی کے لوگ گھروں میں جا چکے تھے۔ صرف اگابو کا آدھی جلدی جلدی گھروں کی طرف جاتے نظر آ جاتے تھے۔

شہباز کا رخ اس بڑی عمارت کی طرف تھا۔ جس پر "تورہ خانہ کی سرائے" کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ سرائے کے باہر ایک چوڑا سا تیان موجود تھا جس میں گھوڑے باندھنے کی جگہ بنی ہوئی تھی۔ ہم لوگ اپنے گھوڑے اس سائے کے نیچے لے گئے اور پھر شہباز خان گھوڑے سے نیچے اتر گیا۔ اس نے اپنے گھوڑے کو باندھا۔ ہم لوگ اس کی تقلید کر رہے تھے بوڑھے خان نے اپنے کھاد کے صافے کو داڑھی سے لپیٹ لیا۔ اس سے اس کا چہرہ کافی حد تک ڈھک گیا تھا۔

پھر اس نے زمین کے بولسے سے رائفل نکھینی۔ پستول کی چابی اس کی کمر سے بندھی ہوئی تھی۔ ہم نے اپنی رائفلیں بھی ساتھ لے لیں اور اس کے بعد ہم سرائے کے دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔

ایک بہت بڑا بانی تھا جس میں کڑی کی بنے ہتھم کریاں اور میز پر بڑی بوتلی تھیں۔ ان کے گرد بے شمار خوش فکرت بیٹھے ہوئے قوت سے شعلے لڑ رہے تھے۔ ہندوستان وقت کا۔ خوبصورت اور ٹھنڈا چہرے والے۔ قوت سے اٹل رہے تھے۔ سب ایک دوسرے سے بے نیاز تھے۔ کھڑکیاں چاروں طرف سے کھل دی گئی تھیں اور ان سے باہر کی فضا صاف نظر آ رہی تھی۔ کبھی کبھی ہوائ کے کسی شریک جو گئے ساتھ برف کی ہموار اندر بھی تھانی اور چہرے پر کھنٹی کھنٹی کھنٹی کی بادشہی ہو جاتی "اندہ کا موسم بھی کافی ٹھنڈا تھا اور اس کی کھنٹی میں قوت کی خوشبو شامل ہو کر عجیب اظہار رہی تھی۔

ہمارے اندر داخل ہوتے ہی ایک دم خاموشی چھائی۔ لوگ ہمیں غور سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن شہباز خان سب سے بے نیاز کوئی خالی میز تلاش کر رہا تھا۔ پھر اس نے ایک میز منتخب کی اور اس کی طرف چل پڑا۔ ہم بھی اس کے ساتھ چھ اور پھر ایک کدو کی کے نزدیک کی خالی میز پر ہم بیٹھ گئے۔ کرسیوں پر بیٹھنے کے بعد ہم نے چاروں سمت نگاہیں دوڑائیں۔ خاموشی ابھی تک جاری تھی۔
 بال میں بیٹھے ہوئے ہمارے لوگ بھی خاموش تھے۔ تقریباً

سب ہی کی کمر سے پستول کی پٹی نکل رہی تھی اور ان میں مختلف سائز کے پستول تھے۔ بہت سے لوگوں کے پاس رائفلیں بھی تھیں۔ گویا اختیار یہاں عام تھے۔ ہم نے اپنی رائفلیں اپنے قریب رکھ لیں۔ اسی وقت میں نے طاہرات کی ہلکی سی آواز سنی "راسم!" اور میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ لیکن طاہرات نے اسے دیکھتے ہیے میں کوئی بات کی کہ میں سن نہ سکا۔ بوڑھا شہباز خان ہال میں بیٹھے ہیں، بوڑھا رہا تھا اور ہماری طرف متوجہ نہیں تھا اور پھر طاہرات خاموش ہو گیا۔

میں نے اس سے اشارے سے پوچھا کہ وہ راسم کو کیا ہدایات دے رہا تھا۔ اور اس نے لاپرواہی سے گردن ہادی۔ ہر حال میں مشکوک ہو گیا تھا۔ نہ جانے طاہرات نے راسم کو کیا ہدایات دی تھیں۔

"کیا بات ہے خان بابا۔ خاموش کیوں ہو؟" پندہ منٹ کے بعد طاہرات نے پوچھا اور بوڑھا چونک کر ہماری طرف متوجہ ہو گیا۔

"میں دولت خان کے آدمیوں کو حفاش کر رہا ہوں۔"
 "اوہ ان میں کوئی ہے؟"

"نہ جانے کتنے ہوں گے۔ لیکن اس خنزیر قوم پرہ کو میں پہچان رہا ہوں جو بوڑھا ہو چکا ہے۔ لیکن آج بھی جوانوں کے سے انداز میں بیٹھا ہے۔" شہباز خان نے کین تھوڑا جھکا ہوں سے ایک طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
 "کونسا ہے؟"

"وہ جس نے اپنی کاد کا طرہ ایک فنڈ اونچا کر رکھا ہے۔" اور ہم نے ایک تندرست و توانا بوڑھے کو دیکھا جس کے چوڑے چہرے پر زخم کا گہرا نشان تھا۔ بوڑھا قتل اور آنکھوں سے کافی خونخوار معلوم ہوتا تھا۔

"خوب۔ تو پہلے تم اسے مارو خان بابا۔" طاہرات نے کہا۔

"نہیں۔ میں اس سے پچھوڑے پر اس وقت تک ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا جب تک وہ میرے مقابلے نہ سکے۔ میں تو گلخان خان سے معلوم کروں گا کہ میرے بیٹے کو کس طرح قتل کیا گیا۔"

"تو یہ وہ اس کے بارے میں جانتا ہو گا۔"
 "اس کے علاوہ اور کون جانے گا۔" شہباز خان نے ہانٹ دیکھتے ہوئے کہا۔

"یاد نہیں ان لوگوں میں موجود ہے؟"
 "نہیں۔ نہ اندر ہو گا۔"

"ہوں۔" طاووت نے گردن ہٹائی اور اسی وقت ایک بڑھائیہ نہر سے پانی آیا۔
"تو یہ کیا ہے خان؟"

"اؤ۔" شہباز خان نے جھری تراز میں کہا۔
"کوئی بستی سے آئے ہو۔ تمہاری شکلیں بتا رہے ہیں۔" شہباز نے کہا اور شہباز خان بھنپیں اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔

"ایہ قوم کے میوں کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے؟" اس نے خونخوار لب میں کہا۔

"جن لوگوں کے بارے میں ہم ضرور معلوم کرتے ہیں۔" شہباز نے براہ سادہ بنا کر کہا۔

"کیوں۔ وہ پورے دولت خان کسی سے خوفزدہ ہے کیا؟" شہباز خان نے کہا اور یہ وہ تکرات گھوڑے ڈکا "باب۔" اس میں جانتا ہوں تم دولت خان کے کہتے ہو۔ اسی کے اشارے پر دم پڑتا ہے۔" شہباز خان نے غارت سے کہا۔
"یہ گھبراہٹ کا حکم ہے۔"

"وہ بے غیرت بھی اب قسم دینے کے قابل ہو گیا۔ کیوں نہ ہو اس نے دولت خان کو بڑی پیش کی ہے۔"

یہ ہنگ کی طرح سرخ ہو گیا تھا۔ پھر وہ خاموشی سے مڑا اور واپس چلا گیا۔ شہباز خان ٹیکسی ٹکاؤں سے اسے دیکھ رہا تھا اور اس کے دونوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ "اب وہ چوبالی سے اٹھ گئے گا۔" اس نے مسکراتے ہوئے ہم دونوں کی طرف دیکھا اور اپنے ہاتھوں کے دست پر ہاتھ رکھ دیا۔

میں نے تنگ ہونے پر زبان بھری۔ باہر برف اور زور سے پڑنے لگی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ اب یہ سفید برف خون سے رنگین ہو جائے گی۔ ہنگ ضرور ہو گا۔

اور میرا خیال غلط نہ تھا۔ ہل کے ایک دروازے سے جس میں بیرو داغ ہوا تھا ایک میلے رنگ کا خوفناک چل والا آدمی باہر آیا۔ اس کے پیچھے دو مسلح جوان تھے اور یہ وہی کے ساتھ تھا۔

باہر اگلے اس نے چاروں طرف دیکھا اور وہاں سے اس نے اگلی سے بھری طرف اشارہ کر دیا۔

"خار۔" طاووت نے مجھے پکارا۔

"نہیں۔" "سنبھل جاؤ۔ کسی قسم کا خوف مت محسوس کرو۔" میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے آگے والوں کو دیکھنے لگا۔ شہباز خان اسی طرح گردن اڑا کر اپنے بیٹے کے پیچھے

اس کی منہ سے غرابت اٹھی۔
"کوئی نہ۔" کو ب غیرت۔"

گھبراہٹ میں اپنے تومیس کے ساتھ ہمارے سامنے بڑی بھری طرح کے دولت خان کی حیرت میں داخل ہوئی تھی اور کیا۔ وہ خونخوار نظروں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گھبراہٹ میں کہا۔ "گھبراہٹ میں آؤ۔" شہباز خان نے کہا۔ "اب غیرت۔" تیری گردن آج بھی نہیں ہٹتی۔ ہسٹل کا رخ شہباز کی طرف کر کے ٹیکہ دیا۔ شہباز خان بھی گتے احساس نہیں ہوا کہ تو نے اپنی چوہو چوہو دولت خان سے ایک طرف ہٹ گیا۔ لیکن گھبراہٹ کے ہسٹل سے پیش کر کے اپنے باپ دادا کی غیرت منوئی ہے۔" شہباز نے گردن اڑا کر کہا۔ "نہ کوئی دھماکہ ہو تو۔ شاید ہسٹل سے زور سے مارتا۔"

"خیر۔ وہ جاؤ۔ گھبراہٹ میں گر جا۔ اس وقت ہل۔" شہباز خان نے ہلکا سے کہا۔ "ایسے حملے نے غیرت ہمارے لوگ بھاری طرف متوجہ تھے۔"

"میں ایک بے غیرت کی بات نہیں مانتا۔" شہباز نے کہا۔ "اب میں گتے ہوں۔" شہباز خان نے اپنے ہاتھوں کا اشارہ کیا۔ "میں ایک بے غیرت کی بات نہیں مانتا۔" شہباز نے کہا۔ "اب میں گتے ہوں۔" شہباز خان نے اپنے ہاتھوں کا اشارہ کیا۔

میں نے کہا اور دوسرے نے گھبراہٹ میں کہا۔ "اب میں گتے ہوں۔" شہباز خان نے اپنے ہاتھوں کا اشارہ کیا۔ "میں ایک بے غیرت کی بات نہیں مانتا۔" شہباز نے کہا۔ "اب میں گتے ہوں۔" شہباز خان نے اپنے ہاتھوں کا اشارہ کیا۔

"رک جاؤ۔ رک جاؤ۔" طاووت نے ایک ہاتھ اڑا کر کہا۔ "گھبراہٹ میں آؤ۔" شہباز خان نے اپنے ہاتھوں کا اشارہ کیا۔ "میں ایک بے غیرت کی بات نہیں مانتا۔" شہباز نے کہا۔ "اب میں گتے ہوں۔" شہباز خان نے اپنے ہاتھوں کا اشارہ کیا۔

دووں آدمیوں کو روکا ہوئے۔ وہ مشین انڈیا میں آگے بڑھ چکا تھا اور اس کے منہ سے سرسراہٹ تھی۔ "شہباز تھے اور وہ دونوں تنگ گئے۔ ان کے چہرے پر عجیب سی حالت تھی۔ "اب میں گتے ہوں۔" شہباز خان نے اپنے ہاتھوں کا اشارہ کیا۔

تاثرات پیدا ہوئے اور یہ بات صرف میں نے محسوس کی تھی۔ "اب میں گتے ہوں۔" شہباز خان نے اپنے ہاتھوں کا اشارہ کیا۔ "میں ایک بے غیرت کی بات نہیں مانتا۔" شہباز نے کہا۔ "اب میں گتے ہوں۔" شہباز خان نے اپنے ہاتھوں کا اشارہ کیا۔

کہ وہ اپنی سرخی سے نہیں رکتے تھے کوئی غیر مرئی قوت ان کے دماغ میں تھی۔ "اب میں گتے ہوں۔" شہباز خان نے اپنے ہاتھوں کا اشارہ کیا۔ "میں ایک بے غیرت کی بات نہیں مانتا۔" شہباز نے کہا۔ "اب میں گتے ہوں۔" شہباز خان نے اپنے ہاتھوں کا اشارہ کیا۔

سلسلہ ہوئی تھی۔ "اب میں گتے ہوں۔" شہباز خان نے اپنے ہاتھوں کا اشارہ کیا۔ "میں ایک بے غیرت کی بات نہیں مانتا۔" شہباز نے کہا۔ "اب میں گتے ہوں۔" شہباز خان نے اپنے ہاتھوں کا اشارہ کیا۔

"اب میں گتے ہوں۔" شہباز خان نے اپنے ہاتھوں کا اشارہ کیا۔ "میں ایک بے غیرت کی بات نہیں مانتا۔" شہباز نے کہا۔ "اب میں گتے ہوں۔" شہباز خان نے اپنے ہاتھوں کا اشارہ کیا۔

"اب میں گتے ہوں۔" شہباز خان نے اپنے ہاتھوں کا اشارہ کیا۔ "میں ایک بے غیرت کی بات نہیں مانتا۔" شہباز نے کہا۔ "اب میں گتے ہوں۔" شہباز خان نے اپنے ہاتھوں کا اشارہ کیا۔

"اب میں گتے ہوں۔" شہباز خان نے اپنے ہاتھوں کا اشارہ کیا۔ "میں ایک بے غیرت کی بات نہیں مانتا۔" شہباز نے کہا۔ "اب میں گتے ہوں۔" شہباز خان نے اپنے ہاتھوں کا اشارہ کیا۔

"میں اس سے وقفہ سے پوچھو کہ یہ دولت خان کے پاس پہنچے گا کسی طرح؟" اس بار ایک دوسری تراز تھی۔ اور یہ تراز کی تراز تھی اس نے اپنی رائے اٹھائی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اس کی میز پر بیٹھے ہوئے دوسرے لوگ بھی غصے ہو گئے تھے۔

"میں تجھے بھی پہچان گیا ہوں تو ریزہ کشتہ غارت کر۔" میں تیرا بھی دماغ ٹھیک کر دوں گا۔ دولت خان کا ایک ایک آدمی میرے قدم کا نشانہ بنے گا۔"

"میں دولت خان کا خاتم ہوں۔ پہلے تو اس کے خاندان سے نہپ لے دوں گے شہباز خان۔ اس کے بعد دولت خان کی بات کرنا۔" تو ریزہ آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ اس نے اپنے آرمیوں کو بھی اشارہ کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ پانچوں بھی آگے بڑھ آئے۔ اور پھر وہ ہمارے نزدیک پہنچ گئے۔

"ہسٹل پہنچے پھینک دے تو ریزہ۔ ورنہ میں تیری پیشانی میں سرخ کر دوں گا۔" شہباز خان نے کہا اور تو ریزہ نے دانت کچکپا کر فائر کر دیا لیکن اس کے ہسٹل سے بھی شیش کی تراز ٹھل کر رہ گئی۔

اور میری سمجھ میں راسم کو آواز دینے کی وجہ تھی۔ مجھے یقین نہ تھا کہ اس وقت قدم خانے میں موجود کسی بھی شخص نے ہسٹل یا رائفل میں کارٹریج نہ ہوں گے میرے ہاتھوں پر منظر ابھرتا تھا۔ تب تو ریزہ نے ہسٹل پھینک دی۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹا اور اس نے رائفل تان لی۔

"اس کے ہاتھ سے ہسٹل پھینک لو۔" اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا اور اس کے بعد ایک دلچسپ منظر نظر آیا۔ تو ریزہ کے آدمیوں کے قدم اٹھے لیکن پھر وہ ایک دائرے میں گھوم گئے اور اس کے بعد انہوں نے کمر ہاتھ رکھ کر ٹھیک ٹھیک شیش کر دیا۔ وہ رقص کرنے لگے تھے تو ریزہ منہ پھاڑے انہیں دیکھنے لگا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔

"اس کا ہسٹل پھینک لو۔" خنزیر کے بچے۔ "وہ دباؤ اور اس کے آدمیوں کے رقص کرنے کی رفتار تیز ہوئی۔

"پہلی سرانے کے دیالے اب ہسٹل نہیں چلاتے۔" رقص کرنے لگے۔ "شہباز خان نے کہا۔ "تو بھی رائفل پھینک دے۔" اور ان میں شامل ہو جا۔ اب ان کا مصروف مین ہے۔" شہباز خان نے کہا۔

اور دوسرے نے تو ریزہ رائفل لے کر شہباز خان پر ٹھٹھکا کر رائفل کا پیلا دار میز پر پٹا۔ اور رائفل نوٹ ہوئی۔ دوسرے نے شہباز خان کے ہاتھوں سے کوئی فلی اور تو ریزہ کی پیشانی میں داخل ہوئی۔ گھبراہٹ میں دوسری طرف چلا گیا۔

جواب دیا۔

میں خاموش ہو گیا۔ ظاہر ہے حالات سے میں بھی متعلق تھا۔ لیکن یہ سب چھو میرے لئے اچھوت تھا۔ میں خود بھی چمڑوں کی حسرت مارا مارا پھرتا رہتا تھا۔ میرے ہاتھوں سے بھی قتل ہوا تھا۔ لیکن عجیب و غریب حالات میں۔ میں ہر حال قتل کا مادی نہیں ہوا تھا۔

گھبراہٹ کے جھم سے بہت خون ہر گھبراہٹ تھا۔ لیکن وہ فانی باہر اترتا تھا۔ پھر اس نے دم توڑتے ہوئے کہا "میں مر رہا ہوں شہباز۔ لیکن سن لے۔ دولت خان کو 'سرتاج خان' کو پتہ ضرور چل جائے گا کہ میرا قاتل تو ہے اور پھر وہ ہو گا۔ تو میرے لئے بہت اذیت ناک ہو گا۔ سن میں تجھے ایک خوشخبری سنا سکے۔" آ۔ آ۔ آ۔

گھبراہٹ کا دم گھڑنے لگا تھا۔ لیکن حواس اب بھی قائم تھے "میں۔ تجھے ایک خوشخبری سنا سکے۔ لیکن۔ اب۔ نہیں۔ اب نہیں۔" اسے خون کی ایک بڑی تہہ ملی اور پھر اس کی ہاتھیں پھرا گئیں۔

"میرے لئے اس سے بڑی خوشخبری اور کیا ہو سکتی ہے کہ میرے بیٹے کے قاتلوں کے نشان مل جائیں۔ میں ان میں سے ایک ایک کو تلاش کروں گا تو۔ میرے بچے۔ ہم۔ تم۔" یہ دیکھیں گے۔ "شہباز خان نے گھبراہٹ کے مردہ جسم کو اٹھایا اور اسے برف پر ڈال دیا۔ پھر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر اگلے بڑھ گیا۔

ہم دونوں اس کے ساتھ تھے۔ شہباز خان اب حد مسرور نظر آ رہا تھا۔ برف اب بھی اسی رفتار سے پڑ رہی تھی۔ تاریکی بڑھتی پڑ رہی تھی۔ پھر شہباز نے گھوڑا روک دیا۔ "اب تم گے پڑنا مشکل ہے۔ ہم یہیں قیام کریں گے۔"

"لیکن۔ اس میں کیا ہے؟" میں نے کہا۔ "نہیں۔ لاہور خان۔ میں ان باتوں کا کیا ہوں۔ تو میرے ساتھ۔ یہ وہ اتنے کشادہ خاں ہیں کہ ان میں فوج سنا جائے تو۔" شہباز گھوڑے سے اتر گیا۔ برف اور تاریکی کی وجہ سے چہرے نظر نہیں آ رہا تھا۔ لیکن شہباز نے "میں چیتہ رات میں بھی سب گھوڑے پر بیٹھیں۔ چند ساتھیوں کے ہمراہ۔ برف پر۔ سبوں سے غائب ہوئی۔ گھوڑوں نے بھی برف اپنے اپنے گھوڑوں کے لئے پھر بیٹھ لی تھی۔ گویا ہر کسی کا رے لے لیا۔ لیکن میں داخل ہوئے تھے۔

شہباز نے گھوڑے کو اسے بڑھاتا رہا۔ اور پھر اس نے کہا "میرے گھوڑے کی اکام پکڑو۔ میں روشنی کروں گا۔"

دوسرے۔

"روشنی۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" شہباز نے کہا "تم نے ستر کے لئے بہت ساری خرید اٹھا۔ لیکن انہی تمام ہتھیاروں کے لئے اچھوت ہو۔ جادو کیا تمہارے سامان میں روشنی ہے؟"

"نہیں۔" طاہر نے جواب دیا۔

"میرے پاس۔" جب "ہو جاتا ہے گھوڑے پر۔" ہوئے تھیلے میں چھو جاتا ہے کرتے گا۔ پھر اس نے کسی عجیب سی چوٹی کی بنی ہوئی موٹی موٹی کٹائی اور کشادہ درمیان زور و زنجیر پھیل گئی۔

روشنی ہونے کے بعد ہم نے گھوڑوں کی پشت سے زین اور تھیلے اتارے اپنے تھیلے قربت سے رکھے اور پھر ایک صاف جگہ دیکھ کر بستر چھوڑ دیا۔ پھر کھانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ اس دوران ہم نے کوئی مقررہ نہیں کی تھی۔ لیکن کھانے کے دوران شہباز خان نے اچانک ہاتھ روک کر کہا "ایسا بات ہے؟ تم لوگ خاموش کیوں ہو؟"

"کوئی بات نہیں خان بابا۔"

"کیا میں نے غلط کیا؟"

"نہیں۔ تم نے جو کچھ کیا ہو گا۔" میں نے سمجھ کر ہی یہ جواب دیا۔

"اٹھیں۔" رکھو۔ میرے ہاتھ سے کوئی بے گناہ نہیں مارا جائے گا۔ گھبراہٹ خیز تھا۔ اس نے اپنی غیرت دولت کے لئے دوائے گردی مٹی اور پھر دولت خان کی مدد حاصل ہو جانے کے بعد اس نے گھوڑوں پر غلظت کرنے شروع کر دیئے۔ نہ جانے اس نے غیرت سے فوجوں کی عزت دولت خان کے دوائے کی ہوئی تھی۔ تم نے دیکھا ہستی کے لوگوں نے اس کی کوئی مدد نہیں کی۔ کوئی بھی کوئی شے فوج نہیں تھا۔ ورنہ۔ انہی نے ہر آدمی کے لئے دو دو نوٹوں بجا دیئے۔

"ٹھیک ہے خان بابا۔ مگر اس کی موت سے کچھ میرے دل میں گناہ۔"

"نہ۔" میں نے بھی جھل پائے گا۔ "وہابی کو مارا تو اب ہے۔" طرآن قسمت عجیب و غریب تھوڑے دیر سے۔

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"تم نے چھو عجیب باتیں نہیں کہیں؟"

"ہاں؟"

"خالی ہستیوں پر۔" میں نے پوچھا۔ "چھان۔" وہ بھی پوچھتا تھا۔ لیکن میں نے پوچھا "کیوں؟" وہ بھی پوچھتا تھا۔ اور پھر وہی کہہ رہا تھا۔

کرتے کے بجائے ٹاپنے لگے تھے اور گھبراہٹ کے "دوسرے تو میں نے بھی اس کے ساتھ کوئی حذران نہیں کیا تھا۔"

"ہاں۔ قسمت نے ہمارا ساتھ دیا ہے خان بابا۔" میں نے مسکراتے ہوئے طاہر کی طرف دیکھا۔

"اگر قسمت انی طرف ساتھ دیتی رہی تو مجھے یقین ہے کہ میں رحمان خان کے قاتلوں کو فنا کر کے ہی واپس جاؤں گا۔"

"تم فکر مت کرو شہباز خان۔ قسمت انی طرف ساتھ دیتی رہے گی۔"

"انشاء اللہ۔" شہباز نے بڑے غصے سے کہا اور پھر کھانے میں مصروف ہو گیا۔

"اب ہم کہاں چھیں گے خان بابا۔"

"تاریہ۔" شہباز نے جواب دیا۔

"ہوں۔" طاہر نے ایک گہری سانس لی اور خاموش ہو گیا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہم آرام کرنے لیتے گئے اور آج مجھے بھی نیند آئی۔ طاہر کے خراشے تو میں نے پہلی صبح لئے تھے۔

رات گزر گئی۔ دوسری صبح بڑی صاف و شفاف تھی! آہن بالکل صاف تھا۔ برف نہ بنے کب تک گرتی رہی تھی۔ ہر حال ہوا چلنے کی وجہ سے کافی سردی ہو گئی تھی۔ چنانچہ ہم نے پوشین اور بڑے بالوں والی ٹوپیاں پہن لیں۔ پورے خان نے بھی چیزے کا لباس پہن لیا تھا۔ ناشتہ وغیرہ کیا گیا۔ گھوڑوں کو بھی شہباز خان نے اپنے ہاتھ سے علاوہ پالیا۔ اور پھر پوری طرح چاق و چوبند ہونے کے بعد ہم نے ہتھیار چیک کئے اور پھر گھوڑوں پر سوار ہو کر چل پڑے۔

ماہر نگاہ سفید سفید برف نظر آ رہی تھی۔ اگرچہ سورج لگا ہوا تھا۔ لیکن دھوپ میں ذرا بھی حدت نہیں تھی۔ سردی شدید تھی۔ ہمیں بھی بالوں کے غلاف سورت پر آہٹے تو سردی کا احساس شدید ہو جاتا۔

طاہر کا گھوڑا میرے گھوڑے کے برابر دوڑ رہا تھا۔ طاہر نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے پوچھا "عارف؟"

"ہوں۔" میں نے کہا۔

"کیا بات ہے؟" تم کچھ اچھے اچھے ہو؟"

"نہیں۔ تمہارا خیال ہے؟"

"کیا یہ تہریلی تمہیں پسند نہیں آتی؟"

"آئی ہے۔" میں نے مختصر جواب دیا۔

"نہیں۔ تم سنجیدہ ہو۔ مجھے تو یہ مٹا کر بے حد پسند ہے۔"

برف پوش پہاڑ۔ خوبصورت اور خطرناک راستے۔ شہروں کی نسبت تھکے ہوئے ہیں۔

"ہاں۔ لیکن ہر قسم مسئلے میں الجھ جاتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے طاہر! نہ ہو گا۔ بڑے میاں کا کام ہو پائے تو انہیں چھٹی دے دیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن ان کا کام آسان نہیں ہو گا۔"

"ہم لوگ آسان کاموں کے غامی ہیں۔ لیکن نہیں ہیں۔ بڑے میاں بھی کیا یاد کریں گے۔" طاہر نے کہا اور میں خاموش ہوا گیا۔ ایک درخت سے گزر کر ہم ہندی کی طرف چل پڑے۔ پورے شہباز خان کی ٹکاپیں دور دور تک جائزہ لے رہی تھیں۔ چاروں طرف سنسان پہاڑیاں خاموش کھڑی تھیں۔ ہم ہندی سے گزرتے رہے۔

لیکن جو بھی ہم سرے پر پہنچے، اچانک تینوں اچھل پڑے۔ تقریباً تین تین تھیں کے قریب گھر۔۔۔۔۔ سوار بالکل سامنے سے آئے تھے۔ سب کے سب مسلح تھے اور ان کی قیادت ایک دیہاتی انسان کر رہا تھا۔ اس نے بڑے بالوں والے ریشم کی کمان کا پست کوٹ پہن رکھا تھا اور اس نے تندھے سے رائفل اٹھائی ہوئی تھی۔ ہم لوگوں کا اس طرح آمن سامنا ہوا تھا کہ ہم ٹھٹھک کر رو گئے۔

شہباز خان نے گھوڑے کی نگاہیں کھینچ لیں اور پھر اس کے منہ سے خرابیٹ اٹھی۔

"وہ لڑتے ہیں۔"

"کونسا ہے؟" طاہر نے پوچھا۔ "غیر نہیں۔ دولت خان ابھی تک اتنا جوان نہیں ہو سکا۔ وہ یقیناً سرتاج خان ہے۔ باپ کا ہم شل۔" دوسری طرف بھی گھوڑے رک گئے تھے۔

دیہاتی انسان کا ہاتھ پیش کے دیو اور پوچھ گیا اور پھر اس کی بھڑکی آواز ابھری "کیا یہ تم ہو شہباز خان؟"

"ہاں۔" میں شہباز خان ہوں۔ کیا تو دولت خان کا لڑکا ہے؟"

"ہاں۔ میرا نام سرتاج خان ہے۔"

"یہ تو بہت اچھا ہوا۔ بہت جلد تو میرے سامنے آئیں سرتاج خان۔" شہباز خان نے بھی پوچھ کر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ لیکن میری نگاہیں سرتاج خان کے پیشے موجود لوگوں پر نہی ہوئی تھیں۔ سب نے رائفلیں اٹھائی تھیں اور پوری طرح تیار تھے۔

"تو یہ خان کو تو نے قتل کیا ہے شہباز خان؟" سرتاج خان نے پوچھا۔

"ہاں۔ اور گلخان بھی میرے ہی ہاتھوں کتے کی موت مارا لیا۔" شہباز خان نے غریب انداز میں کہا۔
 "اوہ تو۔ تو نے گلخان کو بھی قتل کر دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ میرے آدمی کی اطلاع درست تھی۔" سر تاج خان بھیڑنے کی طرح فرمایا۔

"بالکل درست۔" شہباز خان نے کہا۔
 "تو نے ان دونوں کو کیوں قتل کیا شہباز خان۔" سر تاج نے پھر سکون دینے میں کہا۔

"اس لئے کہ یہ تیرے ساتھی تھے۔ دولت خان سے میری پرانی دشمنی ہے اور اب میں بدلہ لینے آیا ہوں۔"
 "اتنے طویل عرصے تک تیرا خون کیوں سرد رہا۔ شہباز خان؟ سر تاج نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"وقت کا انتظار تھا۔"
 "اب وقت آگیا؟"

"اس کا ثبوت دونوں لاشیں ہیں جو دولت خان کے پاس پہنچ جائیں گی۔ لیکن تیسری لاش دیکھ کر دولت خان کو سب سے زیادہ خوشی ہوگی کیونکہ وہ لاش اس کے بیٹے سر تاج خان کی ہوگی۔ اتنی ہی خوشی جتنی مجھے رحمان خان کے خون آنسو پڑے دیکھ کر ہوئی تھی۔"

"خوب۔ خوب۔" سر تاج خان وحشیانہ انداز میں ہوا پھر وہ ہم دونوں کی طرف دیکھ کر ہوا۔ "یہ کون ہیں شہباز خان۔ ان غیبیوں کو تو کتاب سے پڑا لیا ہے۔"
 "میرے سامنے۔ میرے مددگار۔"

"کرائے کے ہیں۔" سر تاج خان مذاق اڑاتے ہوئے ہوا۔

"نیک بھی ہیں۔ حیرت اور حیرت ساتھیوں کے لئے کافی ہیں۔"

"نیا بیٹے کی موت نے تیرا دماغ بھی خراب کر دیا ہے پورے شہباز خان۔ میں تیرے ساتھ کچھ رہا ہوں۔ کچھ جانتا ہوں۔ سر تاج خان بڑا دل نہیں ہے میں جانتا ہوں تم صرف تمہیں ہو اور میرے ساتھ بہت لوگ ہیں۔ خود کو میرے حوالے کر دینے میں مجھے اور تیرے ساتھیوں کو قتل نہیں کروں گا بلکہ تجھے اپنے باپ کے ہاتھ لے کر دوں گا۔ مجھے تیرے پر صبر ہے۔" سب نے میرے باپ تیرے ساتھ دو سلوک کرے۔ ان میں ان کی دشمنی نہیں دہرائی۔
 "واقعی یہ سب حد شریف تھی۔ شہباز خان۔ تم سے بظاہر نہیں ادا پا رہا ہے۔ لیکن کیا یہ تم سے جنگ کرنا ہے نہ کہ لڑنا؟" وہ فٹ فٹلاتے ہوئے کہا۔

سر تاج خان نے چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ اس سے قبل کہ شہباز خان کچھ بولے۔ سر تاج خان کھڑے سے اترے ہوئے ہوا۔ "اگر تو مکاری سے کام نہ لے شہباز خان۔ تو مجھے چھانوں کی ایک رسمیں دانا چاہتا ہوں۔"

"کیسی رسم؟" شہباز خان نے سب سنا کر پوچھا۔
 "اگر کوئی کسی ایک فرد کو لے کر آئے اور وہ سزا سے قتل کر لے تو صرف دو آدمیوں میں جنگ ہوتی ہے۔ اس تجربے نے مجھے لگا رہا ہے۔ کیا تو مجھے اس سے جنگ کرنے کی اجازت دے گا؟"

"شہباز خان ضرور اجازت دے گا۔" طاقت نے پھر کھڑے سے اترتے ہوئے کہا۔ "لیکن تو اپنے آدمیوں سے بھی کہہ دے کہ وہ جلدی نہ کریں۔"

"چنانچہ عہد نہیں ہوتے۔" سر تاج خان نے اشارہ پھر وہ اپنے آدمیوں کی طرف مڑ کر ہوا۔ "اگر شہباز خان کی طرف سے مکاری نہ کی جائے تو تم لوگ خاموش رہو۔" میں نے شہباز خان کے چہرے پر کسی قدر رعب مزید دیکھی۔ اسے احساس تھا کہ سر تاج خان اور طاقت کا مقابلہ نہیں تھا۔ سر تاج خان غل پلیر تھا اور طاقت اس کے سامنے مجھ پر۔

"تیرا تجربہ ابھی ہے۔ سب اس سے نہیں۔ میں تجھ سے مقابلہ کروں گا۔" شہباز خان نے کہا۔

"تو بڑھا آدمی ہے۔ شہباز خان پھر میں تجھے قتل کرنے کے بجائے زندہ گرفتار کر کے اپنے باپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ میں تجھ سے جنگ نہیں کروں گا۔"

"اس لئے دو شہباز خان۔" میں نے شہباز خان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور شہباز خان خاموش ہو گیا۔ لیکن اس کے چہرے سے سخت بیگانہ اور اضطراب عیاں تھا۔

"اوہ۔" وہ ان کے کیا تو اپنی بات پر قائم رہا۔ "سر تاج خان نے منکر اسے ہر طاقت کو دیکھا۔"

"پائل۔ لیکن اس جنگ کا نتیجہ کیا ہو گا؟"

"ہم دونوں میں سے ایک کی موت۔"

"اس کے بعد؟" طاقت نے پوچھا۔

"اس کے بعد میں ان دونوں کو گرفتار کر کے اپنے ہاں کے پاس لے جاؤں گا۔"

"اور اگر تم مارے جاؤ سر تاج خان۔"

میں نے جواب دیا۔ "میرے ہاتھوں میں ایک آوی کی کڑی۔ پھر اس نے ان سے پیچھے ہٹ جانے کو کہا اور بولا۔
 "کیسے جنگ کرے گا۔ ہتھوں سے؟"

"میرے ہاتھوں سے؟" طاقت نے جواب دیا۔
 "میرے ہاتھوں سے؟"

"ہاں۔" سر تاج خان نے کھڑے کی زمین سے تلوار اٹھائی۔

"ہم کافی سبب میں تیری تلوار زمین پر گرنے کے موقع دوں گا کہ تو دوسری تلوار حاصل کر لے۔" طاقت نے کہا۔

"میں تجھے تلوار مینا کر ملے گا۔"

"شکریہ۔ شکریہ۔" میں دشمن سے تلوار مانگ کر جنگ نہیں کروں گا۔ بلکہ زمینوں کو لے گا۔

"کیا تو صحیح انداز میں ہے۔" سر تاج خان نے کہا۔

"ابھی پتہ چل جائے گا۔" طاقت نے کہا۔ ان دونوں کی گفتگو سے شہباز خان بہت مضطرب تھا۔ ہم لوگ بھی پیچھے ہٹ آئے تھے۔ تب شہباز خان نے گلہ بوائے ہوئے لپکے ہوئے کہا۔

"وہ دو غشی رہ رہا ہے۔ وہ طاقت کر رہا ہے۔"

"وہ اس کا عادی ہے۔ تم فکر مت کرو۔" میں نے سکون سے کہا میرے دل میں اضطراب کا تصور بھی نہیں تھا۔

طاقت کے لئے بھلا سر تاج خان کیا حیثیت رکھتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ طاقت تفریق کر رہا ہے۔ ورنہ وہ بہت کچھ کر سکتا ہے۔ دونوں آتے سامنے آئے۔ سر تاج خان نے تلوار

سیدھی کی تھی۔ اس کے نوادی بازو کی پھیلیں تھیں۔ وہ شاید اس فکر میں تھا کہ صرف ایک وار کر کے دشمن کی گردن اڑا دے۔ یہی اس کے شایان شان تھا۔ ورنہ ایک نشتا اور اس کے سامنے بے حیثیت انسان اگر اس کا وار پھا گیا تو خاص سبکی ہوتی۔ چنانچہ تلوار تو لیتے ہوئے

میرے ہاتھ پر لگا رہا۔ اور پھر ایک بار اس نے کاوا دے کر ایک بھراؤ وار کیا۔ لیکن اچانک سر سے پورا کر کے والی ٹوٹی

نے اس کا ذہن بانٹ دیا۔ اور طاقت وہ لپکے کی ضرورت بھی نہ محسوس کی۔ اس نے پوچھا۔ "تو نے انداز میں ٹوٹی دیکھی اور سر ٹوٹے گا۔ ٹوٹی کافی بلند ہو کر وہ بارہ اس کے سر پر

آپڑی تھی۔"

طاقت نے جواب دیا۔

طاقت نے جواب دیا۔

طاقت نے جواب دیا۔

طاقت نے جواب دیا۔

میری ہنسی نکل گئی۔ جب کہ دو سرے لوگ دم بخود تھے۔ سر تاج خان نے اسے اتنا ہی سمجھا تھا۔ البتہ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اگر متافک کے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو وہ آسانی اس وقت اس کے سینے میں بھونک سکتا تھا۔ جب اس نے ٹوٹی کے لئے اوپر دیکھا تو اس بات کو وہ ابھی طرح سمجھ گیا تھا۔

اور اس بار پوری طرح چوکنا تھا۔ اس نے گھوم کر تلوار کا دوسرا وار کیا۔ اور اچانک اس کے زیر پاٹ کا بند ٹوٹ گیا۔ زیر جامہ ڈھیلا ہو کر نیچے کھسک گیا اور سر تاج خان نے جلدی سے اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ طاقت حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے سترے انداز سے پوچھا۔

"کیا ہوا سر تاج خان۔ کیا ہیبت میں دروہ ہو رہا ہے۔"

پھر ٹوٹی نے ایسی تھی۔ سر تاج خان کیا کہتا۔ ظاہر ہے یہ اس کے دشمن کا کارنامہ تو نہیں تھا۔ نہ جانے کس طرح نہ

جانے کیسے۔ یہ ہو گیا۔ دوسرے لپکے وہ پیچھے پلٹا۔ اور پھر اپنے آدمیوں کے پیچھے چلا گیا۔

شہباز خان نے قلعہ لگایا تھا۔ "کیا بات ہے سر تاج خان۔ کیا تم نے میدان چھوڑ دیا؟"

"ابھی۔ ابھی وہاں آتا ہوں۔"

"ضرورت سے فارغ ہونے گئے ہو؟ انہی تو اس نے ایک بھی وار نہیں کیا۔" شہباز خان نے ہنستے ہوئے ہوا۔ خود

میرے ہیبت میں قہقہے اٹھ رہے تھے۔ طاقت معصوم سی شکل بنائے کھڑا تھا۔

پندرہ منٹ کے بعد سر تاج خان پھر واپس آیا۔ اب اس کے چہرے پر بھلاہٹ اور دیوانگی عاری تھی۔ اتنے ہی اس نے تلوار کے تاج کوڑھنے سے شروع کر دیئے۔ طاقت اچھل اچھل کر اس کے وار خالی دے رہا تھا۔ اور پھر اچانک

سر تاج خان نے اپنی جگہ کھڑے کھڑے اچھل کر شہباز خان کے منہ سے بدحواسی میں "ارے۔ ارے۔" اٹھ رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے تلوار پھینک دی اور دونوں ہاتھوں

سے اپنا لباس نوچنے لگا۔ اس نے اوپر کاٹ کاٹ کر پیمناک دیا اور پھر چھڑکی والے کتے کی مانند بیٹھا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ

اچھلتا بھی جا رہا تھا۔ ایسا کہ رہا تھا جیت اس کے لباس میں چھپکلیاں کھسکی ہوئی تھیں۔ لیکن اوپر کی لباس پر ہی نہیں

ہوئی تھی۔ زیریں لباس میں بھی کڑی ہو گئی۔

وہ یہ کھانے ہوئے انداز میں دو سرے طرف بھاگ گیا۔ اس بار اس نے ایک چٹان کے پیچھے پناہ لی تھی۔

"کیا یہ تھی خیر۔ جنگ ہے شہباز خان۔" طاقت نے

کتابیات پبلی کیشنز

نے یہ چاہا کہ اس لئے کی تھی۔ "شہباز خان دے دے چاہے ہو۔
ہوا۔"

"پلو چھٹی ہوئی۔" خالوت نے ایک گہری سانس لی۔
"یہ مطلب؟"

"بڑے میاں کا شہر رفع ہو گیا۔ ورنہ وہ انہی سیدھی
سوچنے کے تھے۔" یہ تو شہر رفع ہونے کی کوئی بات نہیں
ہے۔ ہم صرف تین تھے اور وہ ہیں چھتیس۔ اگر ہم دس بارہ کو
مار لیتے تب بھی بقیہ لوگ ہمیں بھون ڈالتے۔ اگر بڑے میاں
یہ سوچ رہے ہیں تو۔"

"اب تو سب تیری طرح فدا نہیں ہیں۔ خاموش بھی
رہے۔" خالوت نے کہا۔ ہم دونوں نے بھی شہباز خان کو دیکھا
دیکھی راخلیں اتار لی تھیں۔ نیکین در حقیقت اب سر تاج
خان کے آدمی ہمارے سامنے آنے سے کترار ہے تھے۔ ہمیں
ورنہ کی بلند یوں پر کوئی نقل و حرکت نظر نہیں آ رہی تھی۔

"وہ چور سامنے نہیں آئے گا۔" آؤ۔ اب تاسیہ میں ہی
اس سے طاقت ہوگی۔ آؤ۔ "شہباز خان نے ایک چوڑی
سرنگ کے دہانے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ کوہ نامند سے نکلے
والا آبشار صاف نظر آ رہا تھا۔ ویسے در حقیقت یہ علاقہ بے
حد خوبصورت اور سرسبز تھا۔ آبشار کے چاروں طرف اور
پھاڑی کے دامن میں سبز پھینا ہوا تھا اور شاہ پٹان کے رخ
کو اندر موڑ دیا گیا تھا۔ کیونکہ آبشار کا پانی چٹان سے نیچے
نہیں گر رہا تھا اور پھاڑی میں غائب ہو جاتا تھا۔

○ بند ○

نمائت محمد ترکیب تھی۔ آبشار کو سرنگ کے ذریعے
موڑنا آسان بات نہیں تھی۔ لیکن ان ہتھکش لوگوں کو دیکھنے
کے بعد حیرت میں کمی ہو جاتی تھی۔ مجھے اور خالوت کو یہ جلد
بہت پسند آئی تھی۔ لیکن افسوس۔ ہم یہاں یہ تو فرخ کرنے
نہیں نشست و خون کرنے آئے تھے جس کی ابتداء شہباز خان
نے کر دی تھی۔ گو سر تاج خان سے خالوت کا طریقہ جنگ مجھے
بہت پسند آیا تھا۔ یہ جنگ بھی تھی اور تفریح بھی۔ لیکن
میں چاہتا تھا کہ تفریح خالص ہے۔ اس علاقے میں تو قدم
قدم پر گولیاں چلتی ہیں۔ کہاں تک تفریحات کا سہارا لیا
جائے گا۔ اور پھر شہباز خان کے تیر تو بہت خراب تھے ان
سے اندازہ نہ تھا کہ وہ ہرگز شخص کو موت کے گھاٹ اتار
دے گا جس کے بارے میں شہباز خان نے اس کا سر تاج خان
اور دولت خان سے کوئی اتفاق نہ ہے۔ وہ تو آیا ہی اس لئے تھا
اور خالوت پر۔ مگر اب اس کو دیکھ رہا تھا۔ ہر حال ان
دو آدمیوں میں میری کیا چلتی۔ میں تو بھی کیا کرتا تھا۔

سرنگ کے دہانے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔
"باب۔ ہم چوروں کی طرح نہیں داخل ہوں گے۔
شہباز خان نے سینہ تان کر کہا۔

"نیکین سر تاج خان ہمارے پیچھے ہیں۔"
"وہ جس قدر بزدل ہے تم دیکھ چکے ہو۔ اب وہ پیچھے
ہی پٹانے چلا تارے گا۔ ویسے یہ بات اسے بدحواس کرنے
کے لئے کافی ہے کہ ہم اس کے شہر میں داخل ہو رہے ہیں اور
اس کی بزدلی کا راز ہمارے سینے میں ہے۔"

"اس کے آدمیوں کو بھی معلوم ہے۔" میں نے کہا۔
"اگر ایک بھی آدمی پر اسے شبہ ہو کہ وہ یہ راز کسی
کو بتا دے گا تو وہ اسے زندہ نہ چھوڑے گا۔ دولت خان نے
ہم شکل نے طبیعت بھی دولت خان کی سی پائی ہوگی۔" شہر
خان نے کہا۔

میں خاموش ہو گیا۔ خالوت ہماری باتوں سے لافعلی
آ رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اسے اس گفتگو سے کوئی سروکار
نہ ہو۔ میں نے اس کی شکل دیکھی اور مجھے غصہ آئے گا
اسے کسی بھی قسم کے حالات کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ وہ ہم
سے بااں اگر کسی وقت وہ ہماری طرف سے غافل ہو جائے
شامت تو ہم دونوں کی ہی آئے گی۔

نیکین میں یہ بات خالوت سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ
شہباز تو آیا ہی موت سے ٹھیک تھا۔ تھوڑی کے بعد ہم
عظیم الشان سرنگ کے دہانے کے پاس کھڑے تھے۔ آؤ۔
تاسیہ میں داخل ہونے کا دروازہ تھی۔ "آبشار کا پانی اس
اوپر سے گزر کر اندر کسی سمت جا رہا تھا۔ اس کی آواز کی
ضرور محسوس ہو رہی تھی۔ نیکین وہ ہمیں سے نظر نہیں
تھا۔

"بے حد شاندار جگہ ہے۔ پاکلی جاوولی کارہ۔"
ہوا۔ "خالوت نے عربی انداز میں کہا۔

"ان پھاڑیوں میں بڑے بڑے جنگلش موہ۔ جن
بہت بڑے دماغ رہتے ہیں۔ افسوس ان لوگوں کو اچھے
فہمیں تھے۔ اس لئے وہ اپنی صلاحیتیں لئے ہونے لگا
جاسوتے ہیں۔" شہباز خان نے کہا۔

"ایا پھر آپس کی دشمنیوں میں زندگیاں گزارتے
ہیں۔" خالوت بولا۔

"یہ بھی درست ہے میرے بچے۔" شہباز خان
فحشہ کی سانچا بھرنی اور خاموش ہوا۔ سر تاج خان
آدمیوں کی عقل و حرکت اب دور دور تک نظر نہیں

کے یہ بھی ہو سکتے ہیں۔ سر تاج خان نے سرنگ کے
دوسرے دہانے پر اپنے آؤ۔ نیکین کے ساتھ اور سرنگ
ہو۔ اور دوسری ہم سرنگ پر چڑھیں۔ آؤ۔ نیکین کو لوگوں پر رگڑ
لے۔" میں نے کہا اور شہباز خان نے کہا۔ "پتہ۔ درپٹے پتے
رک گیا۔ اور میری طرف دیکھنے لگا۔

"ہاں۔ وہ لو مڑی کی آؤ۔ یہ حرکت کر رہا ہے۔"
"ہم اسے اس کا جواب دے رہے ہیں۔ اس لئے غار
موت کرو۔" خالوت نے آؤ۔ ستانی کی اور میں راستہ میں
رہ گیا۔

"ہاں۔ دیر خان غیب کہہ رہا ہے۔ ہم تاسیہ غیب میں
گئے آؤ۔" شہباز خان نے کہا۔ اور ہم نے سرنگ میں
گھوڑے آگے بڑھا دیے۔ سروں پر دو ٹپنی تھیں۔ نیکین ہم
چوں چوں آگے بڑھ رہے تھے۔ سرنگ تو ایک بڑی چوڑی
تھی۔ گھوڑے بھی پیوٹ۔ پاؤں آؤ۔ قدم رکھ رہے تھے۔ وہ
کسی قدر خوفزدہ تھے۔ خبر اس سے نیکین وہاں جاتے ہیں
نہیں آئے تھے۔

تاسیہ ہم پر مڑی سے آتے ہوئے تھے۔ ہمارے
سروں پر ایک عجیب سی سرسبز آؤ۔ رہی تھی۔ پراسانی
خیز سفر تھا۔ غیب سے بھی فہم تھا۔ رہا تھے۔ ہم
بھی ایسی تھی کہ ہم کسی طرف سے گزار نہیں دے سکتے تھے۔
بہر حال آگے بڑھتے رہے۔

"یہ سرسبز۔" میں نے کہا۔
"پانی ہمارے سروں سے گزر رہا ہے۔ شہباز خان نے
جواب دیا۔

"آؤ۔ پتھروں کی موہ کی دنی ہوئی۔ کیا پانی نہیں نکلتا
نہیں سکتا؟" خالوت نے پوچھا۔
اس کا انتظام کر لیا گیا ہے۔"

"کیا ہے؟"
"وہ چٹان جس پر گرنے کے بعد آبشار کا رخ مڑا ہے۔
قدرتی طور پر وہاں نہیں آتی ہوئی۔ اسے ضرورت کے تحت
موڑا بھی جا سکتا ہے۔" اس طرح آبشار نیچے گرنے لگا۔ اب
اس سرنگ کی صفائی اور مرمت آؤ۔ جاتی ہے جس سے پانی
گزر رہا ہے۔"

"بہت عمدہ۔" خالوت نے عربی انداز میں کہا۔
"نیکین کیا کسی ذریعے سے اوپر کی سرنگ کا پانی اس
سرنگ میں نہیں آ سکتا؟" میں نے سوال کیا اور پوچھا۔ شہباز
خان رک گیا۔ تاریکی میں اس کی شکل تو نظر نہیں آ رہی تھی

نیکین اندر آؤ۔ تو تھک کر وہ کسی خاص مقصد سے رکا ہے۔
"کیا بات ہے خان بابا۔" خالوت نے سوال کیا اور
شہباز خان نے جواب دیا۔
"جلدی نہ۔ آؤ۔ جلدی سے سرنگ سے نکل جاؤ۔
نیکین یہ خیال اس مردود کے دماغ میں نہ آجائے۔" شہباز
خان گھڑے کو تیزی سے آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔
"آؤ۔ اس کا خطرہ ہے۔"

"تاسیہ میں۔ جلدی نہ۔ ہم آؤ۔"
"نیکین الفاظ شہباز خان کے حق ہی میں ایک گئے
جس پر جلدی نہ تھے وہاں سے صرف چند گز کے فاصلے پر اچانک
روشنی ہوئی اور پھر ایک خوفناک آواز کے ساتھ آبشار کا پانی
اندر گھس آیا۔

"ہم کو۔" واپس ہو کر۔ "شہباز خان چپا۔ نیکین ہمارے
عقب میں بھی دو آؤ۔ کھل گیا۔ پانی کے طوفانی شور میں اس
پار شہباز خان کی آواز بھی سنائی نہ دی۔ جس طرف سے ہم
رہے تھے وہ باندھی ہوئی تھی اور ہم بتدریج وحلان میں جا رہے
تھے۔ اس لئے عقب سے آنے والے پانی کے پھٹنے گھوڑوں
کے قدم اٹھ نہ سکتے۔ گھوڑے ہسٹلک آؤ۔ اس میں جھنجھ
انہوں نے کہا۔ ہونے کی کوشش کی لیکن بیانی کا
خوفناک ریل بے پناہ طاقتور تھا۔ اس نے گھوڑوں کو پتھروں پر
بہت سے خراب۔ صرف ایک لمحے میں میرے جسم کے نیچے
سے گھوڑا نکل آیا۔ اور میں سرنگ کی دیوار سے ٹکرایا۔
میرے قدم غار میں پھسل گئے۔ کسی دو دوہرتے سوار کی۔ وہ
افسوس تھی پانی کا ریل مجھے ڈاکر آگے لے چا۔

رنگ سے زیادہ ٹھنڈا۔ پانی نے ایک لمحے میں زمین میں
لڑی۔ ہاتھ پاؤں۔ فوج کرو۔ پتھروں کوئی خیال ذہن میں نہیں
تھا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ انداز ہی نہیں
ہو رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ عجیب سی کیفیت تھی۔ میرا
پورا جان اٹھ گیا۔ سرنگ پانی سے بھرنی تھی۔ پانی بہت
تک پہنچ رہا تھا۔ نیکین اس کی قدر اور بھی زیادہ تھی۔

اندازہ نہیں ہو سکا کہ دوش نے کتنے گتے گتے گتے
تھے۔ پتھروں میں ٹھنڈک نہ تھی۔ پھر دھڑکنے کا ہنسنے کے
عام کا بھی احساس تھا۔ نیکین اس کے بعد سر۔ احساسات
سے غارتی ہو گیا۔ پھر دوش نہ رہا۔

نیکین۔ کہنے پر دوشی کا بھی وقت متعین نہیں کر سکا۔
دوشی۔ ہاں۔ یہی میری اختیار بات ہے۔ دوشی۔ آؤ۔
نیکین دوشی بہ ستور ماؤف تھا۔ سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلی ہوئی
تھیں۔ بہر حال کافی دیر تک یہی کیفیت رہی۔ پھر دوشی واپس

آئے گئے۔ احساسات جاگے تو محسوس آیا کہ

پتھر جلیا ہوا دینا ہیں، تو پیمت سب

یہ ناموار دیواریں۔ کوئی خارجی ہو سکتا ہے۔ لیکن۔
نہیں یہ خار۔ ذہن میں تحریک ہوئی اور موت کی سرنگ ہو
گئی۔ ایک بار پھر حواس جواب دینے لگے۔ وہ تصویر ہی اس
قدر بھیانک تھی۔ خود انی بنادیا ہوں طرف سے بند سرنگ اور
خاتو ر سفید پانی۔ کف۔ کتنے ٹھنڈا۔ کتنے نڈ۔ لیکن اس کے
بعد زندہ نہ۔

زندگی کا کیا سوال ہے۔ تو۔ تو کیا یہ قبر ہے! لیکن ایسی
کشتہ قبر؟ میں نے قبریں تو دیکھیں تھیں۔ اتنی زندہ تو نہیں
ہو تھیں۔ پھر بزرگوں کی بات یاد آئی۔ تیس اعمال والے کی قبر
کشتہ وہ ہو جاتی ہے۔

ایک اعمال۔ اس تصویر پر ہی جیسی جتنی تھی۔ میرے اور
قیہ اعمال۔ ایک بھی بات ایسی یاد نہ آ سکتی تھی ایک اعمال
میں شامل کیا جاسکتے لیکن نہیں۔ قدرت کے کھیل نرالے
ہوتے ہیں۔ میں نے نرمس رحمانی کی زندگی بچانے کے لئے
بری طرح مار کھائی تھی۔ طاقت کا ساتھ مل جانے میں نے
سے بس اسے نوب پڑا جس کو کیا تھا۔ کتنے جانے کے لئے تو ایک
ی حکمت کافی ہے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا میں واقعی مر چکا ہوں۔
کی موت کے بعد بھی کوئی خود سے اسی طرح لایم رہتا ہے۔
روح کی قوت تو برتر ہوتی ہے۔ میں اپنی زندگی اور موت کا
تعیین نہیں کر سکتا۔ اب پتہ کرنا چاہئے اتنا زندہ اڑے
تو تم کرنے سے کیا فائدہ؟ میں نے زمین کا سارا لے کر اٹھنے
کی کوشش کی۔ کچھ میسر ہوئی۔ قدرت محسوس ہو رہی تھی۔
تاہم البتہ زمین نہ آیا۔ پتے کس میں بھی نہ گود پتھر جلی زمین پر میرا
بستر تھا۔ دیواروں میں چھوٹے چھوٹے سوراخ تھے جن سے
ہوا اندر آ رہی تھی۔ تم تاریک سی جگہ تھی۔

پتھر اور ہمت کی اور کھڑا ہو گیا۔ دیواروں کو ٹوٹا۔ تو
ایک پٹھانی دروازہ نکلا۔ حواس واپس آ چکے تھے۔ یہ سمجھنے
میں وقت نہ ہوئی کہ بقید حیات ہوں۔ اور کسی خارجی بند
ہوں۔ بچتے حالات سب یاد آ چکے تھے۔ لیکن یہ بات سمجھ
میں نہیں آتی تھی کہ اس خون سرنگ سے بچ کر میں خارجی
کیسے پہنچ گیا۔ ویسے خارجی میرے خار اور کوئی نہیں تھا۔

پٹھانی دروازے کو ٹوٹا۔ پھر تو میں اسے جان بھی نہیں
سکتا تھا۔ لیکن دروازہ کسی تنظیم کے تحت ہوتا تھا۔ ایک
خرف۔ تے دیا ہے۔ دروازہ محسوس کیا۔ اور خارجی روشن ہو گیا۔
باہر روشنی تھی۔ میں نے باہر بھاگا اور پھر دروازے

سائیں جی ہوئی میں اور ان مناخوں سے باہر بنانا نہیں
نہیں تھا۔

"دلاور خان۔ اچانک وہ نہیں طرف سے مجھے شہ باز خان
کی آواز سنائی دی اور میں اچھل پڑا۔ میں نے بائیں دست
دیکھا۔ اور جرحی ایسا ہی پڑا تھا اور سناخوں کے پیچھے شہ باز
خان کھڑا نظر آ رہا تھا۔ میں حیرت زدہ سا شہ باز خان کی طرف
بڑھ گیا۔

"کیسے طبیعت ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں خان بابا۔ تم۔"

"اوسے خدا کی خوار۔ ہم اس وقت دولت خان زرقہ
میں ہیں۔ شہ باز خان نے بتایا۔ لیکن اس کے لہجے سے کسی
قسم کے خوف۔ تورو کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔

"اوہ۔" میں نے ہونٹ کانٹے اور زبان سے طاقت کا
نام نکلتے نکلتے رو گیا۔ "میں نے سنبھل کر کہا" اور میری زبان
کھل رہی تھی۔

"اس شیر کے پتے کا پتہ نہیں چل۔ بچو۔"

"میرے زندہ آپسے ہی کئے خان بابا۔"

"پہلے۔ زندگی ہوتا ہے تو مارنے والا کوئی نہیں ہوتا۔
خون پانی نے تمہیں بے ہوش کر دیا تھا۔ لیکن شہ باز خان نے
پانی کا سفر ہوش و حواس میں کیا تھا۔ مگر یہ پانی۔ بہت طاقتور
ہوتا ہے۔ اس نے ہمیں کچھ نہیں کرنے دیا۔"

"تو کیا ہم پانی کے ساتھ ہی سرنگ سے باہر نکلے تھے؟"

"ہاں۔ ہر دل سرنگ خان نے وہ سوراخ کھول دیئے
تھے جو سرنگ کی صفائی کے کام آتے ہیں۔ سال میں ایک
دفعہ سرنگ کو پانی سے صاف کیا جاتا ہے۔ یہ سوراخ اسی کے
لئے بنے تھے۔ پانی نے ہمیں باہر پھینک دیا اور اس طرف
سے دولت خان کے آدمیوں نے ہمیں پکڑ لیا۔"

"آپ ہوش میں تھے خان بابا؟"

"چھوٹا تو ہے یا۔ مگر ہر۔ ہاتھ پاؤں پکڑے ہوئے
تھے۔ غمزدہ بات ہے کہ اس سے بڑائی نہیں کر سکا۔"

میں خاموش ہو گیا۔ طاقت کے بارے میں سوچ رہا
تھا۔ کہاں گیا کیا کل کھارہا ہے۔ ویسے میرا خیال تھا کہ پانی کا
خبرہ اسے درپیش نہ ہوگا۔ پھر وہ ہر۔ قریب کیوں ماریا
نہیں ہے۔

"طاقت۔" میں نے اسے آہستہ سے آواز دی۔

"کیا بات ہے دلاور خان؟" شہ باز خان نے پوچھا۔

"پتھر نہیں خان بابا۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

طاقت؟

کیا کتا طاقت کے پارے میں۔

"ہمارے کو لیکن ہے دلاور خان۔ کہ دے خان زندہ
ہے۔ وہ لوگ سرنگ میں اس کا آتش سواش کر رہے تھے۔ یہ
انہیں لاش نہیں ملے۔ ایک آدمی مجھ سے اس کے بارے میں
پوچھتا تھا۔"

"وہ اس طرح نہیں مر سکتا خان بابا۔ اس کی طرف سے
بے فکر ہو۔"

"اوہ۔ ہم فکر نہیں کرتے۔ مردوں کی طرح موت کو بھی
لانے کو تیار ہے۔ بس ہمیں ایک افسوس رہے گا۔ مرنے
سے پہلے ہم نے سرتان خان اور دولت خان کا نشان نہیں
دیکھا۔"

میں خاموش رہا۔ ویسے ہی ذہن پر بجا ہوتے سوار تھی۔
میں اتنا بھار نہیں تھا کہ مرنے سے پہلے کسی کی لاش دیکھنا
پسند کرتا اور پھر خاموشی سے مر جاتا۔ میں جانتا تھا طاقت ہر
قسم کے حالات بدلنے کی قوت رکھتا ہے۔ لیکن وہ چار کہاں
گیا۔ کیا پھر کسی الجھن میں پڑ گیا۔ آخر اس بار بھی وہ کسی
الجھن میں پڑ گیا ہے تو پھر خدا ہی حافظ ہے۔ اس بار شیر جیت
کسی بد معاشی سے واسطے نہیں ہے خود بخوار قربانی۔ قتال ہیں۔
جن کے لئے گولی چلا کر کسی کو مار دینا بھی کھیل ہوتا ہے۔

"پھر اب کیا پروگرام ہے خان بابا؟" میں نے پوچھا اور
شہ باز خان ہنس پڑا۔

"کھانے اور سونے کے علاوہ اور کیا ہم ہو سکتے ہیں
دلاور خان۔ آرام کرو یا۔ جو ہو گا دیکھ جائے گا۔"

"مجھے اپنے دوست کی فکر ہے۔"

"زندگی ہے تو آئے گا۔ ورنہ مرنے سے بعد اسے تلاش
کر لیں گے فکر مت کرو" اور میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش
ہو گیا۔ ٹھیک کتا ہے شہ باز خان۔ بوڑھا مجھے واقعی دلاور
خان سمجھتا ہے۔ لیکن میں اسے ایسے بتاؤں کہ بھائی میں ہر
طرح ایک معمولی انسان ہوں۔ میری دیرنی کار از ایک جن
کی سطحی میں ہے۔ ورنہ حشمت برادرز کے ایک کھرک کا
صحت سے کیا گفت۔

دھنساہم دونوں چونک پڑے۔

چھ سات دراز قد قبائلی بخاری طرف آ رہے تھے۔ وہ
سب معمول مسلح تھے اور ان کی چہرے خشکیں نظر آ رہے
تھے ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر میرے کمرے کا آٹا
کھولا اور پھر دوسرے کو اشارہ کیا۔ دو آدمی اندر گھس
آئے انہوں نے میرے دونوں ہاتھ سامنے کر کے ان میں
دو لچیریں ڈال دیں اور پھر مجھے باہر نکال لیا گیا۔ یہی سلوک

طاقت؟

شہ باز خان کے ساتھ کیا گیا تھا۔ پھر انہوں نے ہم دونوں کو
کے دھکیلے ہوئے چنے کا اشارہ کیا اور ہم چل پڑے۔
"انہوں نے جس رہے ہو خان؟" شہ باز خان نے
پوچھا۔

"دولت خان کے پاس۔"

"تو دولت خان کے آدمی ہو؟"

"ہاں۔"

"مجھے ایک بات بتا دو۔"

"کیا بات۔"

"میرے بچے رحمان خان کو کس نے قتل کیا تھا؟"

"یہ بات تمہیں دولت خان ہی بتائے گا۔"

"یہ قیہ خانہ دولت خان ہی کا ہے؟"

"ہاں۔"

"تو اس چور نے بہت پاؤں نکال لئے ہیں۔ کیا اس
خاندان کا جو کہ تختہ بویا؟"

"دولت خان جرحے کا سردار ہے۔"

"اوہ۔ پھر یہاں انصاف کون کرتا ہے؟" شہ باز خان نے
باپوسی سے کہا۔

"دولت خان۔"

"میں جانتا ہوں دولت خان کیسے انصاف کرتا ہے جو اس
کا مطلب ہے تادیب کے لوگ سخت مہیبت میں گرفتار ہوں
گئے۔ افسوس۔ افسوس۔ کیا خان زوردار کو تادیب کے بارے
میں کچھ نہیں معلوم؟"

"مجھے سے زیادہ تادیب دولت خان کی حکمت ہے۔

خان زوردار اس کا کیا بکاڑ سکتا ہے۔"

"ہاں۔ غلام کی رسی دراز ہوتی ہے۔" شہ باز خان نے
ٹھنڈی سانس لی اور خاموش ہو گیا۔ قیہ خانے سے نکل کر ہم
ایک پتھر پہلے راستے پر چل پڑے۔ میں سخت پریشان تھا۔
طاقت کی اتنی دیر تک لٹھلی کا مطلب تھا کہ وہ کسی مہیبت
میں گرفتار ہو گیا۔ اور اب ہمیں جو چاہے رہتا ہے خودی کرنا
ہے۔"

لیکن میں خود کیا کر سکتا تھا۔ یہ مجھے انہی طرح معلوم
تھا۔ وہ کیا شہ باز خان۔ تو میرے اس پر اپنی دیرنی کا اس قدر
سکہ نکلا تھا کہ وہ میرے خوفزدہ ہونے کے بارے میں سوچ
بھی نہیں سکتا تھا۔

چھوٹے چھوٹے مقامات چاروں طرف بکھرتے ہوئے
تھے۔ ہاں ہم کسی بلند جگہ پہنچے تو ہمیں دور تک بکھری ہوئی
بستی نظر آئی۔ لیکن یہ جگہ بستی سے کافی دور معلوم ہوئی

تھی۔ دولت خان کی اپنی ملکیت۔ نام ہستی والوں اور حیدر علی
تک اور بے بارے میں نہیں معلوم ہو گا تھا۔ پھر چھوٹے سے
پہلے وہ نے ایک بہت بڑے مکان کے دروازے پر ہمو رک
کئے۔

پھر سے ساتھ ساتھ والوں نے دروازہ کھولا۔ اور ہمیں
اندر چلنے کا اشارہ کیا۔ دروازے کی دوسری طرف ایک بہت
بڑا مکان تھا جس کے ایک سرے پر ارسیاں پڑی تھیں۔ ان
کرسیوں پر بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک طرف کھڑا
سرہانہ خان مجھے نظر آیا تھا۔ اس کے سامنے والی کرسی پر
ایک خوشنوار چل کا بوزھا بیٹھا ہوا تھا۔

اور یقیناً یہی بوزھا دولت خان ہو سکتا تھا۔ سرہانہ خان
سے اس کی شکل بہت ملتی جلتی تھی۔ وہ مضحکہ خیز لگا ہوں سے
بہرہ دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ ہمیں اس کے والوں نے ہمیں ان کے
سامنے کھڑا کر دیا۔ بوزھے دولت خان کی صحت قیاس و گمان
تھی۔ اس عمر میں وہ دیر معلوم ہوتا تھا۔ سرخ چہرہ انکا دے کی
طہریت کب رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر حشرات میجر مسکراہٹ
تھی۔

"اوپر شہباز خان۔ میرے اہل بیت شہباز۔ قرینیت سے
تو ہو۔" اس نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔
"ہاں دولت خان۔ میں اسی لئے قرینیت سے ہوں کہ
ایک دن میری زمین صاف ہو۔" شہباز خان نے فراتے
ہوئے کہا۔

"ارے۔ ارے۔ شاید تم پاگل ہو چکے ہو۔ کیوں
نوجوان۔ کیا اس بوزھے کا دل تو اب بڑھ چکا ہے؟" اس بار
اس نے مجھے خوب کر کے کہا۔
"ہاں۔ اور یہی کل یہ اپنے دشمنوں کا حساب پاکا ہوا ہمار
وہاں ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"خوب خوب۔" دولت خان نے قہر بکھیر کر کہا۔ "یہ بھی
خوب ہوتا ہے۔" اس نے اپنے ساتھیوں کو خوب کر کے کہا
اور سب ہنسے۔

"یہ سب تیرے لیے غیرت مصداق معلوم ہوتے ہیں
دولت خان؟" شہباز خان نے کہا اور ہنسنے ہوئے لوگوں کی
جہی رک گئی۔ ان کے چہروں پر یہ بھی کے سمجھ کر نظر آنے لگی۔

"ہائے دو جہنی۔ موت کو دیکھ کر توئی یہ تو اس ہوی
جاتا ہے۔ یہ میرا ورید شہباز ہے اس لئے اسے معاف
کر دو۔"

"دیریت دشمن کیوں نہیں کہتے دولت خان۔ کیا میری

دیریت میں کوئی حرج ہے؟" شہباز خان نے کہا۔
"دشمن۔" دولت خان نے پھر ہنس دیا۔ "دشمن وہ ہوتے ہیں
شہباز خان۔ جن کی کوئی حقیقت ہوئی ہے۔ میں نے نہیں
بھی اس قبیل کی نہیں سمجھا۔ میں سب چاہتا ہوں کہ
سکتا تھا۔"

"اسی لئے ہرے کے سامنے فریاد کر گئے تھے۔ تو نے
خان۔ اسی لئے مجھے ہستی سے اٹھوا دیا؟"

"میں نے ہرے سے کوئی فرد نہیں کی تھی۔ اتنی سے
تمہارا اٹھنا تمہارے ہی حق میں بہتر تھا شہباز خان۔ میں نے
سوچا۔ تمہارے دو بھائی میرے ہاتھوں مارے جانے ہیں۔
آخر تمہیں دے دے تو تم بھی مارے جاؤ گے۔ اس لئے میں نے
تمہارے اوپر رحم کیا۔ اور دیکھو۔ تمہارے جانے کے بعد
تمہارا خاندان تمہیں کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ میں نے اس کی
پریشان نہیں کیا۔ یہ وہ ساری بات ہے کہ تمہاری عورتوں۔
میرے خوف سے نہ جانا ہی نہیں دیتے؟"

"اور میرے زب سے نہ فریاد نہ کر کے اپنے تان سے
اتے مروا دیا۔ کیوں؟"

"وہاں خان کی بات کر رہے ہو۔ وہ ہی قبیل تھا۔
نے تاراجی عزت کی طرف ہوا۔ غصے کی کوشش کی تھی۔ یہ
میں اسے گھبراتے بیٹھا تھا۔ میں نے تو تمہارے خاندان پر
نظر کر دیا تھا۔ دشمنی ان سے کی جاتی ہے جن کی کوئی حیثیت
ہوئی ہے۔ تمہاری دشمنی میرے لئے کیا حقیقت رکھتی ہے؟
"میں گرفتار ہو چکا ہوں۔ دولت خان۔ میرے ہاتھوں میں
زنجیریں ہیں ورنہ میں تمہیں جتا میری دشمنی۔ کیا حقیقت
رکھتی ہے۔ یقیناً نہ آئے تو اپنے چاہناز سے پوچھو۔" شہباز
خان نے سرہانہ خان کی طرف اشارہ کیا اور سرہانہ خان نے
چہرے پر ہلکا ہاتھ کے غور نہیں کئے۔

"تو اب مغرب؟" دولت خان نے سرہانہ خان کی طرف
دیکھا۔

"میرا سامان میرے حوالے کر دو تو بناؤں۔" شہباز خان
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارے سامان میں کیا ہے؟"
"تمہارے لیے بیٹے کے پیرے۔ جنہیں تمہارے گھر
بھائے آیا تھا۔"

"یہ کب رہا ہے یہ سرہانہ خان۔" دولت خان نے
سرہانہ خان سے پوچھا۔

"میرے خیال میں یہ۔ یہ بالکل پاگل ہو گیا ہے بابا۔"
سرہانہ خان نے تبھی کر حشرات سے کہا۔

"اوپر اس کا مطلب ہے سرہانہ خان کہ تمہارے
کپڑے تمہارے ہاتھ لگ گئے ہیں۔ مگر مجھے بتاؤ تو سہی میرے
چاہناز۔ تم نے وہ حرکت کیوں کی تھی؟ شہباز خان نے ہنسے
ہوئے پوچھا۔

"مجھے اجازت دو بابا۔ کہ میں اس کی زبان دے دوں۔"
سرہانہ خان غصے سے چپا۔
"پھر یہ کہ اس کی کر رہا ہے؟" دولت خان نے پوچھا۔
"مجھے نہیں معلوم۔"

"مجھ سے سنو دولت خان۔ تمہارے لیے بیٹے کی ببادری
کی کمائی میں تمہیں سناؤں گا۔ اس کی تصدیق ان لوگوں سے
کر دو جو اس کے ساتھ گئے تھے۔ اس وقت یہ بازارے
سامنے پہنچا تو اس نے ہم سے جنگ کی اجازت طلب کی تھی
لیکن خان نے قبول کر لیا۔ بابا وہ جیانا منت تھا اور تمہارے بیٹے
کے ہاتھ میں کشمیر رہنے لگی۔ لیکن تمہارا دلیر چاہناز بھی
اپنے ساتھیوں کے پیچھے جا پہنچا۔ کبھی کسی چٹان کے عقب
میں۔ یہاں تک کہ تمہارے سامنے جوان اسے تیرا ذکر
بھاگ نکلے اور وہ لباس تیرا ڈکڑا لیا۔ کیا میں غلط کہہ رہا
ہوں سرہانہ خان۔"

"کیا بلکا ہے ذلیل بوزھے۔ کیا تیرا دماغ خراب
ہو گیا۔"

"جس باپ کی تو اولاد ہے۔ اسے دیکھ کر تجھے ہموٹ
ہو لے دیکھ کر مجھے حیرت نہیں ہوتی۔" شہباز خان نے حشرات
سے کہا۔

"سچ تو بالکل ہی ہو گیا ہے شہباز خان۔ میری سمجھ میں
نہیں آتا میں تجھے کیا سزا دوں۔"

"اس دیوانے نے گلاب خان اور تو رین کو قتل کر دیا ہے
بابا۔" سرہانہ خان نے بتایا۔

"کیا؟" بوزھا اٹھ کھڑا۔

"اے۔ تو رین کے ایک آدمی نے یہ اطلاع مجھے دی
تھی۔ اسی لئے میں اس کی سرکوبی کو کر رہا تھا۔"

"یہ قبول رہا ہے دولت خان۔" شہباز خان مسکرایا۔

"کیا۔ کیا یہ حقیقت ہے کہ۔ کہ تو نے ان دونوں کو
قتل کر دیا ہے؟"

"ہاں۔ میں نے تیرے دونوں کتے چاک کر دیئے ہیں۔"

"اوپر اوپر۔ یہ بات مجھ تک کیوں نہیں پہنچی۔"

دولت خان فرمایا۔
"اس میں کچھ دوسری باتیں بھی تھیں دولت خان۔
سرہانہ خان نے مجھے یہ کیوں بتایا۔"

"شہباز خان کی گفتگو کی کیا حقیقت ہے سرہانہ خان۔
دو اب وہ ہمیں تحقیقات کروں گا اور میں یہ پتہ نہیں کروں گا
کہ میرا بیٹا۔ مجھ سے بھی جھوٹ ہو سکتا ہے۔"
"مجھے اسے قتل کرنے کی اجازت دی جائے بابا۔ اس
نے تمہارے دو آدمی مار دیئے ہیں۔"

"پہلے میں اس کی حقیقت جاننا چاہتا ہوں۔" دولت
خان فرمایا۔

"میں نہیں جانتا کیا ہوا تھا۔ لیکن میں نے بڑولی کا
مقدہ ہر نہیں کیا؟ سرہانہ خان سر دیکھتے ہیں بابا۔

"لایا تو نے اس کے ساتھی سے جنگ کی تھی؟"

"ہاں۔ اس نے مجھے جنگ کے لئے لٹکا رکھا تھا۔"

"پھر اس جنگ کا نتیجہ کیا ہوا؟"

"میں نہیں بتا سکتا بابا۔ دشمن بے تو میری بات کو سمجھتے
تھے۔"

"تو میرے سامنے ہموٹ ہونے کی جرات کر سکتا ہے؟"

دولت خان فرمایا۔

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔ لیکن نہ جانے کیا ہوا تھا۔ میں
نہیں جانتا۔ نہ جانے کیا ہوا تھا۔ پہلے میری ٹوپی ہوا میں بند
ہوئی۔ پھر میرا زیر جامہ کھل گیا اور اس کے بعد مجھے ایسا
معلوم ہوا ایک میرے بدن پر چھپکلیاں دیکھ رہی ہیں۔ انہیں
حالت میں نہیں کیا کہ جنگ کر سکتا تھا۔ میں نے ایک چٹان کے
مقبہ میں ہائیر نہیں اتار کر دیکھا۔ نہیں اسی وقت میرے
ساتھی نے ہموٹ بھاگ چکے اور میں لباس بھی نہیں پہن
سکا۔"

"تو بھی وہاں سے فرار ہو گیا؟"

"ہاں بابا۔" سرہانہ خان نے گردن ہٹا کر کہا۔

"اس کے بعد کی باتیں بھی معلوم کر دو دولت خان۔"

شہباز خان ہنس کر ہنس رہا۔

"بابا۔ بابا۔ کیا میں اسے قتل کر دوں۔ مجھے اجازت دو۔
ورنہ میں یہاں سے چا جاؤں گا۔"

"اس کے بعد کیا ہوا سرہانہ خان۔" دولت خان سر د
نہیں ہوا۔

"میرے دوسرے اس پر گولیاں چلائی ہیں۔ لیکن یہ
قیوں وہاں سے بھی نکلے۔ تب ہم نے انہیں گولیوں سے
والی سرنگ میں داخل ہوتے دیکھا اور اترے ان نے اپنی حوالی
دیا۔"

"مگر وہ انہیں گرفتار کرنے کے لئے تھے۔ پھر وہ کوئی
طریقہ نہیں تھا۔" دولت خان فرمایا۔

دولت خان نے کہا۔

"میں تمہیں حقیقت بتا چکا ہوں۔"

"نہیں ہیں سمجھ میں نہ آنے والی کوئی بات ہے۔" یہ تو اس ہتھیار مند فوجی ابشر من پرتا ہے۔

"میں سہ پنا ہوں۔ اس کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتا۔" سرمان خان نے کہا اور پھر وہ تھوڑے لمحے بعد اس سے نکلیا۔

دولت خان خوشخوار میزوں سے مجھے اور شہباز خان کو دیکھتے تھا۔

"تمہارا تیسرا ساتھی کہاں ہے؟" اس نے سناپ کی دھند چمکاتے ہوئے پوچھا۔

"تیسرا آنے والی سرنگ میں دھارے ساتھ چلا۔ پانی کھال دو۔ اور اس کے بعد تم اپنا نام بتا سکو تو ہم تمہیں اپنے قیصر کے ساتھی کے بارے میں ضرور بتا دیں گے۔ دولت خان۔" شہباز خان نے منکراتے ہوئے کہا۔

"سرمان خان نے پردہ کی دھار سے شہباز خان تکمیل وہ انہی پچھلے میں تیرے قیصر کے ساتھی کو تلاش کرنا ہے گا۔ اور سرمان خان کو اس سے میرے سامنے مقابلہ کرنا ہے گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس سے قبل تم لوگوں کو قتل نہیں کریں گے۔ اگر تمہارے قیصر کے ساتھی نے سرمان خان کو قتل کر دیا تو یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ تم قیدیوں کو آزاد کر دوں گا۔ میں کسی بزدل بیٹے کا باپ بن کر زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"اگر وہ راتیسرا ساتھی نہ ملے گا تو؟"

"تو پھر اس دوسرے ساتھی کو سرمان خان سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔" اس نے میری طرف اشارہ کیا۔

"ٹھیک ہے مجھے منظر ہے۔" بوڑھے شہباز نے کہا اور میری جان اٹھ اٹھی۔ تیسرا ساتھی کس جگہ ہو گا۔ مجھے کیوں مہیبت میں چھٹا دیا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ میں سخت پریشان ہو گیا تھا۔ تب بوڑھے خان نے اپنے آویں کو اشارہ کیا۔

"اے بھائی! ان دونوں کو بند کر دو۔ اور ان کے تیسرے ساتھی کو سزا دل کر دو۔ اس کے بعد ہی ان کا فیصلہ لینا ہے گا۔" اور دولت خان نے آویں ہمیں لے کر واپس چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمیں اسی قیہ خانے میں بند کر دیا گیا۔

"مگر قمر مت مڑو اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ ہمیں جگہ کرنے کا موقع دے گا۔ میں صرف دولت خان کے بیٹے پر دیکھنا ہی دیکھنا چاہتا ہوں۔ یہ میرے بیٹے پر ہو جو وہ جگہ کے لیے ان میں میں تمہاری مدد کروں گا۔"

یہ دو ساتھی سب دھوکے میں تھے۔

"دولت خان نے کہا۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ ہمیں اس موقع دے گا۔"

"اس کی ضرورت کی نہیں پڑے گی۔" دیکھ خان ہر لمحہ رات کو میرا مونی ہے کہ اگر وہ چاہتا ہے تو آسانی سے سرمان خان کو قتل کر سکتا تھا۔ لیکن اس نے تو کھوار میں بیٹھ کر اس کی پرستش کی۔ یہ بہت عجیب ذہن تھا۔ تو کھوار قبول کرتا تھا۔ تمہارے بازو کی قوت پر بھروسہ ہے۔"

مردود بڑے بڑے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔

اب میرے بازو بہت طاقتور ہیں۔ میں اس چھارے پر مقابلہ کروں گا۔ حالات کی دوسری بات تھی۔ وہ طاقتور نہیں تھا۔ تمہارے ساتھ رہ کر ایک نہ ایک دن تو یہی حشر ہو گا۔ لیکن آخر وہ کیا کہاں۔ کس پتھر میں پھنس گیا۔

یہ بات تو سچا بیچارہ ہی تھی کہ وہ پانی کی سرنگ دھار سے نکلا۔ حالات اس طرح بگڑ گئے کہ وہ ان میں سے نہیں تھا۔ ہر حال۔ دیکھنا یہ ہے کہ قدرت میں کیا لکھا ہے۔

قبا کیوں کی روایتی مسلمانوں کو ان کا گھٹے ان کا دور میں بھی قائل ہونا پڑا۔ کو ہم قیدی تھے۔ دولت خان ایک بہ عظمت انسان تھا۔ لیکن کھانے پینے کی باتیں کوئی تعین نہیں ہوئی۔ وقت پر کھانا آتا اور نہایت عمدہ۔ پورے تین روز اس قید میں گزار گئے۔ اور اب میں اتنا کیا تھا۔ اچھا ہے جلدی سے یہاں سے نکلا جائے۔ جنگ ہو اور فیصلہ ہو جائے۔ اس پر میرا اس پادریوں بھی زندگی میں لیا نہ لکھا ہے۔ حالات نہ جانے کہاں گم ہو گیا۔ انہی جگہ تو بیکار ہے۔ ایک نہ ایک دن تو اسی طرح مارے جاتا ہے۔

نہ جانے کیا کیا اسے یہ سب خیالات ذہن میں آتے رہتے تھے۔ طبیعت پر سخت بیزار رہی تھی۔ گزرے ہوئے واقعات ذہن کے پردے پر چلرے رہتے۔ دل چاہتا کسی بارے میں نہ سوچوں۔ لیکن ان خیالات سے بچنا چاہتا تھا۔

آج چوتھوں تھا۔ صبح کے عمدہ ناشتے سے فارغ ہوئے۔ دیر نہیں گزری تھی کہ موت کا پروانہ آئی۔ بہت سے لوگ قید خانے میں آئے تھے۔

"دولت خان نے ہمیں طلب کیا ہے شہباز خان۔"

"کیا بات ہے؟"

"اس نے کہا ہے کہ تمہارا تیسرا ساتھی نہیں ملے گا۔ اس نے تمہارے دوسرے ساتھی کو سرمان خان سے مقابلہ

کرنا پڑے گا۔"

"اب ٹھیک ہے ہم تیار ہیں۔" شہباز خان نے سینہ پھل کر کہا اور میرا دل چاہا کہ پوزے کے سینے میں کچھ بھجوتے ہوں۔ کس دہریے سے میرے گل کا سامان کر رہا ہے۔ لیکن غلطی اس کی نہیں تھی۔ حالات نے اسے وہ لمحہ بھی پیش کر دیا تھا۔

ہر حال ہم چلے گئے اور اسی صحن میں پہنچ گئے۔ شہباز خان نے جگہ بتا دیا تھا۔ آج یہاں کافی لوگ موجود تھے۔ دولت خان بھی تھا۔ سرمان خان بھی۔ اور دوسرے سب شہر لوگ۔

دولت خان ہمیں دیکھ کر مسکرایا۔ "تمہارے ساتھی کا حال چلا تو نہیں ہے شہباز خان۔"

"شیروں کی دوستی شیروں سے ہوتی ہے کیدوں سے نہیں۔" شہباز خان نے سینہ دھتے ہوئے کہا۔

"خود تمہارے خون میں بھی مگر مٹی پائی جاتی ہے شہباز خان۔ اب صرف دوسروں کے گل پر اگرتے ہو؟" دولت خان نے غصہ دلانے والے انداز میں کہا۔ آج وہ دھارے سے تھکے درمیان میں بیٹھ رہا تھا۔

"میں لڑتا بھڑتا چھوڑ چکا ہوں شہباز خان۔ ہاں تمہاری خواہش پوری کی جاسکتی ہے۔ کیا تم جنگ کرو گے؟"

"مقتل کے بارے میں پتہ چل جائے تو۔" شہباز خان نے کہا۔

"وہ جس نے تمہارے بیٹے رخصت کو قتل کیا ہے۔"

"آہ۔ اب کہاں ہے وہ دولت خان۔ اسے میرے سامنے لے آ۔" میں تیرے سارے گنہگاروں کے گرد گھومتے ہوئے تھا۔ میں نے شہباز خان نے پوچش سے یہ کہا۔

"لیکن تم اس کی شکل نہ دیکھ سکو گے؟"

"کیا مطلب؟ کیوں؟"

"بس۔ یہ میری شہرہ۔ تمہاری اور اس کی دونوں کی آنکھوں پر پانی پانی ہے۔ تم دونوں کے منہ میں ریزہ کے ٹکڑے دے دیئے جائیں گے تم ایک دوسرے سے بات بھی نہ کر سکو گے۔"

"یہ انوکھی شہرہ ہے۔" شہباز خان حیرت سے بولا۔

"میں نے جنگ کے اچھے طریقے ایجاد کیے ہیں۔ بولو۔ اپنے بیٹے کے قاتل سے مقابلہ کرو گے؟"

"میں تیار ہوں۔ میں تیار ہوں۔" شہباز خان نے فراتے ہوئے کہا۔ لیکن یہ انوکھی شہرہ میری سمجھ میں بھی

نہیں آئی تھی۔ "خود دولت خان اس سے کیا ذمہ اٹھانا چاہتا ہے اور پھر کیا یہ جنگ خطرناک نہ ہوگی؟ اگر شہباز خان بھی مارا گیا تو پھر میں تمہارے چاہوں گا۔ لیکن شہباز خان ان دواؤں سے بہت ہولناک تھا۔ کیا ضروری تھا کہ اس نے بیٹے کا قاتل وی ہو جس سے دولت خان اسے لڑا رہا تھا۔

لیکن اب شہباز خان کو روکنا بھی مشکل تھا۔ وہ بیٹے کے قاتل سے جنگ کرنے کے لئے سے سرشار تھا۔

"ٹھیک ہے۔ پہلے مقابلے کی تیاریاں کی جائیں۔" دولت خان نے کہا۔ "تم دونوں کچھوں سے مقابلہ کرو گے۔ تاکہ ایک دوسرے سے قریب نہ آ سکو۔"

اور پھر شہباز خان کو اس کی پند کا پیچہ دے دیا گیا۔ ایک سیاہ رنگ کی پٹی اس کی آنکھوں سے باندھ دی گئی اور پھر اس کے چہرے پر ایک ایسا تھپکا چڑھا دیا گیا جس سے وہ سانس روکھنے لگے۔ پھر اس کے ہاتھ میں بے ریا کیا۔

میں تھوکتے ہوئے اس دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا جس سے قاتل کی تہ کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ آہ۔ طاقت۔ کہاں کریں۔ ساری چوتھیں دولت خان کے ہاتھ میں ہے۔ ہم بے بس ہیں اور ذلیل ہو رہے ہیں۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ لیکن میرے کانوں میں کوئی آواز نہ آئی۔ اور میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

اور پھر ایک دروازے سے ایک نوجوان قیدی کو اندر لایا گیا۔ اس کے چہرے پر بھی تھپکا بندھا ہوا تھا۔ لیکن وہ تندرست و توانا اور پھر تھپکا معصوم ہوتا تھا۔

مکے بڑے میاں۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ وہ خان کے منہ میں ریزہ کے ٹکڑے دے دیئے گئے۔ پھر یہ اس نے کھاتے تھے کہ دونوں ایک دوسرے کی آواز پر حشر نہ کر سکیں۔ اور پھر ایک آویں ان سے تھوڑے فاصلے پر کھڑا رہ گیا۔ یہ ان دونوں کو لڑانے والا تھا۔

"تم دونوں ایک دوسرے کے قاتل ہو۔ تمہارے درمیان صرف چار فٹ کا فاصلہ ہے۔ مقابلے کے لئے تیار ہو جاؤ۔" تیسرے آویں نے کہا اور دونوں کچھ توڑنے لگے۔ لڑانے والے کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔ اس نے دولت خان کی طرف دیکھا۔ دولت خان ایک سرخ رومال اٹھائے ہوئے تھا۔ پھر اس کا ہاتھ ہلا۔ اور اس نے ساتھ ہی لڑانے والے نے کہا۔

"شہباز خان۔ تمہارے۔"

شہباز خان نے اپنی عمرت کہیں زیادہ پھرتی دیکھا ہوا تھا۔ اس کا کچھ صرف پند انج کے فاصلے سے گزر گیا تھا۔ ورنہ

قیدی کا نام قید مراد ہے۔ یہ قیدی نے بھی اپنا نام یاد کر لیا۔ اس کے وار بھی سب سے پہلے تھا۔ شہباز خان کے بازو کی آئین پر پڑی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی شہباز خان نے دوسرا حملہ کر دیا تھا۔ قیدی صرف اندازے سے پیچھے ہٹ گیا۔ وہ بھی قیدوں کی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ میں سانس روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لڑنے والے کی آواز بھری تھی۔ اب تم لوگ چراغ ایک دوسرے سے قاتلے پر چلے گئے ہو۔ لہذا ان قیدی تمہارا دشمن تمہارے پاس طرف ہے اور پورے قیدیوں میں دامن طرف مندر کرتا ہے۔

دونوں پرتیز رہ گئے اور اس بار مجھے خطرہ ہو کہ دونوں میں سے ایک گیا۔ وہ دو حیات انداز میں ایک دوسرے پر حملہ کرتے تھے۔ اچھے اچھے کرا نہیں پوزیشن بنا رہا تھا۔ لوگ قتلے کا رہتے تھے۔ خود دولت خان بھی نہیں رہا تھا۔ اب اس سرکار خان خاموش تھا۔ وہ شاید مجھ سے بھی خائف تھا۔ کیونکہ اس کا پورا تجربہ اچھا نہیں تھا۔

اس بار شہباز خان نے خوف کی تھلک اور اچانک میں ہتھیار پالے لڑنے والا شخص اس طرح اچھل کر شہباز خان کی طرف آیا تھا جیسے کسی نے اس کی سریرات رسید مرقی ہو۔ شہباز خان کو آہستہ مل گئی تھی۔ چنانچہ وہ سرے لگے اس کا فخر لڑنے والے کے پہلو میں پیوست ہو گیا۔ لوگوں کے ہاتھ سے تو نہیں نکل سکیں۔ خود لڑنے والے کی بی بی بڑی دراز تھی۔ شہباز خان نے سمجھا کہ اس نے اپنے دشمن کا دم کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ دشمن کو موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس سے قبل کہ لوگ شہباز خان کو روکیں اس نے پورے لڑنے والے پر کئی وار کر ڈالے اور وہ زمین پر گر پڑا۔

دولت خان اس خوب و غریب سامنے پریشانی سے نغرا ہوا تھا۔ پھر اس نے دانت پس کرا اپنے دھن کو نشانہ بنایا۔ "قیدی کو بے چارہ۔"

اور دو تین آدمیوں نے قیدی کے ہاتھ سے بھرتے لیے۔ اور اسے بکھڑے کر لے گئے۔

"... شہباز خان۔ اوہ۔ شہباز خان۔ یہ تو نے یہ کیا۔ دولت خان غرا۔ اور شہباز خان کے منہ سے یہ نکل کر پھینک دیا۔ اس نے خون تو وہ بھر بھرا ہے۔ بکھڑے کر لے گئے۔"

"میں نے دشمن کا دم تمام کر دیا ہے۔ میری انگوٹھ کی پٹی بھول۔"

"اوہ بے وقوف۔ کہہ دے۔ تو نے تو نے دوسرے آدمی کو قتل کیا ہے۔"

یہ سب... شہباز خان یہ کہتے ہیں۔

"اوہ۔ اس کی آنکھیں کھول دو۔ دولت خان نے کہا اور لوگوں نے شہباز خان کی آنکھیں کھول دیں۔ زیادت معلوم ہونے پر شہباز خان بھی شدید رو گیا تھا۔

لیکن میری ذاتی کیفیت بد ہو گئی تھی۔ میں کچھ اور سوچ رہا تھا۔ یہ لڑنے والا اتنی سے اچھل کر شہباز خان نے کچھ فی زور کیا تھا۔ یہ لڑنے والا۔ یہ لڑنے والا۔ میں نے کسی دوسرے آدمی پر گواہی دی۔

"موقوف کرو۔ بار بار۔ صرف ایک بار اور۔ ہونے۔" مجھے اپنے من کے قریب ہی طاہوت کی آواز ملی سیانی دی۔ اور میرا دل چاہا کہ موتی سے پانچوں کی طرف چلے دوں۔ میری زبان کھل گئی۔ "خدا کی قسم۔ زمانہ بھر ساتھ نہیں آؤں گا۔ اگر تو نے صدق دل سے مجھے مانے نہ کرے۔" طاہوت کی سرگوشی میرے کانوں میں گونجی۔

"تم یہیت سے تو ہو؟"

"بالکل۔ بالکل۔ اور یقین کرو کہ راسم تمہاری پیروی کر رہا تھا۔ اگر تم ایک بار بھی اسے آواز دیتے تو وہ تمہیں کسی سے دیتا۔"

"خیر۔ تم سے شکوہ پھر نہیں ہو گا۔ موجود ہے۔ میں سے واقف ہو۔"

"اچھی طرح۔ ورنہ ان دونوں کو لڑنے والا تو ہمارے کھنچتا۔"

"ہو۔ مجھے شبہ تھا۔ اب کیا کرنا ہے۔ سرکار خان سے مجھے شک کرنی ہے۔"

"تو لو۔ اس میں حیران کی کیا بات ہے؟"

"میرا تو ہارت کھل رہا تھا۔ اور تم کہہ رہے ہو خیرانے کی بات ہے۔"

"جنگ نہیں کرنا چاہتے؟ طاہوت نے پوچھا۔

"لعل ہے۔" میں دانت پیٹتے ہوئے ہوا۔

"خفیف ہے۔ وہ تم سے نہیں لڑے گا اور اگر میں اس وقت یہاں نہ ہوں۔" آتے ہی راسم تمہاری مدد کو ہو گا۔

زمر خان نے جواب دیا۔ لیکن ایسی دور کی باتوں نے ہمارے اندام موقوف کر دیا۔

"فی الحال تو اپنی پی پی ہے۔ دیکھنا ہے کہ کیا ہوتا ہے۔" میں نے ان لوگوں کی طرف دیکھا۔ شہباز خان انہوں کی طرح اس لاش کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ان کے ہاتھ سے اشارہ ہوا تھا۔

"اس میں میرا کیا قصور ہے دولت خان۔ یہ خود مائے

ایک بار... شہباز خان۔

"پھر کیا خیال ہے شہباز خان؟"

"میں نہیں چانتا۔ تو نے اپنے لڑاکے کو بڑا کیوں دیا۔

میں اب بھی اس سے جنگ کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن تمہارا نشانہ دلچسپ نہیں رہا۔ ہم دونوں کو کھلی آنکھوں سے دیکھو۔ اصل تمہارا اس وقت ہو گا۔"

"میرا سامنے کیا ہوتا ہے۔ کیا تو اپنے وعدے کو پورا کرے گا؟"

"دلاور خان شیر ہے۔ لیدر نہیں۔ وہ کیا ہے۔" شہباز خان نے کہا اور میں نے ان کا رویہ دیکھا۔ وہ قانون دینا شروع کر دیا۔ کھینٹ میری جان کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اگر وہ اس وقت بھی نہ آتا تو اس بار مجھ سے مراد یہ تھا۔

"تو ٹھیک ہے۔ میرا شیر بھی میدان میں آنے کو تیار ہے۔ سرکار خان۔

"بابا۔" سرکار خان نے خطرناک تیور سے کہا۔ شاید اس کی دگوں میں بھی خون نے جوش مارا تھا۔

"سمانے آؤ۔ اور اپنا شکار حاصل کر لو۔"

"میں تیار ہوں بابا۔" سرکار خان نے چوڑی اور دھنی گوار سوچتے ہوئے کہا۔

"طاہوت۔" میں نے غبرائے ہوئے انداز میں طاہوت کو پکارا اور طاہوت کی کسی میرے کانوں میں گونج گئی۔ پھر اس نے بچے ہوئے کہا۔

"گوار طلب کرو۔"

"دل بھر گیا ہے مجھ سے؟"

"نہیں میری جان۔ تم سے تو ایسا دل لگا ہے کہ کبھی پھر ہی میں سکا جو میں کہہ رہا ہوں کرتے رہوں۔"

"اچھا۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور پھر میں بھی آگے بڑھ گیا۔ کیا مجھے گوار نہیں ملے گی؟ میں نے نذر دار گوازی میں کہا۔

"اسے اس کی پٹہ کی گوار دو۔" دولت خان نے گرج کر کہا۔ اور بہت ہی گوار میں میرے سامنے آئی تھی۔ میں نے ان میں سے ایک گوار اٹھائی۔ اس نے اسے دھار مارا۔

پتھار سے کیا دلچسپی تھی۔ صبح میں مجھے یہ ہتھیار سنبھالنا بھی نہیں آتا تھا۔ لیکن بہر حال مجھے گوار ملے کہ سرکار خان کے متنازعہ تاج پر۔ سرکار خان کے چہرے پر بظاہر جوش کے آثار تھے لیکن آنکھوں میں دھوپ خوف کی پچھائیاں بھی جھٹک اٹھتی تھیں۔ پورا تجربہ اسے یاد تھا۔

میں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ میرا ہی دل جانتا ہے کہ

میں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ میرا ہی دل جانتا ہے کہ

میں شہباز خان۔ ابھی تک طاہوت کی طرف سے کوئی تحریک نہیں ہوئی تھی اور میں دل ہی دل میں خود پر فائدہ پڑھ رہا تھا۔

دولت خان نے پھر سرخ رو مال اٹھایا تھا اور اس کا ہاتھ آہستہ آہستہ بند ہو رہا تھا۔ دیکھنے والوں کے چہروں سے بھی جوش کا اظہار ہو رہا تھا اور پھر دولت خان نے مجھ سے رو مال لینے کرا یا۔

سرکار خان نے ہتھ پڑا ہوا اور میں پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن۔ اچانک سرکار خان نے ایک پاؤں اٹھا کر مجھ پر رکھ لیا۔ گوار کی نوک کو دوسرے ہاتھ کے انگوٹھے پر رکھ لیا اور رقص کے ایک و غریب پوز میں آیا۔

"یہ طاہوت۔" میں نے دل ہی دل میں بانگ لگائی۔

سرکار خان یہ پوز بنا کر مسکرا رہا تھا۔ اس نے بی بی ادا سے کھلے ہونٹ دانتوں میں دھالیا تھا اور گردن ناز سے منکا رہا تھا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کسی فادشہ عورت کے انداز میں دولت خان کو آنکھ مار دی اور دولت خان کا منہ حیرت سے کھلیا گیا۔ دوسرے لوگ بھی احمقوں کے انداز میں دیو دیو کر سرکار خان کو دیکھ رہے تھے۔ جو جنگ کرنے کے بجائے رقص کرنے کے موڈ میں اتر آتا تھا۔

میں آگے بڑھا اور میں نے گوار کی نوک سرکار خان کی کمر میں چھب دی۔ وہ شرمائے ہوئے انداز میں کچل کر رہ گیا اور پھر زانیہ گوازیں لہریں "اوی اللہ۔ مان جاؤ۔"

"سرکار خان۔" دولت خان کی دہانہ زبردست تھی۔

تو اپنے باپ کے سامنے ہے۔"

"ہائے۔ میں مر رہا ہوں۔" سرکار خان نے گوار پھینک کر دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا لیا۔

"میں کروڑوں اور خان۔ اسے قتل کر دو۔ تمہارا دشمن تمہاری گوار کی زد پر ہے۔" دولت خان حلق پھڑک رہا تھا۔

"یا اللہ۔ رقص کر۔ مجھے خام باپ ہے بچا۔" سرکار خان نے دونوں ہاتھ لیے پر رکھ لیا۔ وہ کسی وحشت زدہ حسینہ کی طرح انگوٹھ دھاڑ رہا تھا۔

"بارک ہو دولت خان۔ تمہارے بیٹے کی اسیت سامنے آئی۔"

"قتل کر دو۔ اسے قتل کر دو۔" دولت خان پانچوں کی طرح چلتا۔

"اے اللہ۔ اے اللہ۔ سرکار خان قاتل تو ان میں ہوا۔

پچھلے میرے ہوا۔ میری عزت بچا۔" اور دولت خان اس پر چہرہ دہا۔ اس نے میرے ہاتھ سے گوار پھینک کر

کوشش کی۔ لیکن اس دوران سرخان خان رس پر یوں دھواؤں کا طغیانی کر کے مجیب بنے انداز میں برنگ رہا تھا۔

اور اب لوگوں کا جذبہ ٹوٹ گیا تھا۔ وہ صحتی بچار چارہ نہیں رہے تھے اور دولت خان کی گردن ندامت سے بھی ہوتی تھی۔ پھر وہ مجھ پر زلت پڑا۔

"تم نے اسے قتل کیا کیوں نہیں کر دیا۔ جواب دو۔ کیا ان جرم کے بدلے میں تمہیں قتل نہ کر دو؟"

"میرے پیشہ مرد میدان کے ہاتھ اٹھتے ہیں دولت خان۔ بزدلوں کو قتل کرنا ہمارا پیشہ نہیں ہے۔" شہباز خان نے کہا۔

"سے جاؤ۔ بند کرو انہیں۔ لے جاؤ۔" دولت خان پاشوں کے انداز میں دہراؤ اور ہمت سے لوگوں نے ہمیں پھر بھڑایا۔ ایک بار پھر ہمیں قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ بوڑھا شہباز خان راستے بھر ہنستا رہا تھا۔ وہ ہڈت پکڑ پکڑ کر کہنے لگتا۔

"واہ رے دولت خان۔ کیا شہباز خان جو ان پیدا کیا ہے۔ وہ کہتا اور کہنے لگتا۔ لیکن جب ہم غار میں داخل ہونے پر چونک پڑے۔ خاص طور سے بوڑھے شہباز خان کا منہ حیرت سے کھینچا رہ گیا۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی

فرش پر طاقت گھنٹوں میں منہ دینے سو رہا تھا۔ شہباز خان پہلے تو حیرت سے منہ پھاڑے۔ کھڑا رہا۔ ہمیں اسے والوں نے انہیں باہر ہی چھوڑ دیا تھا اور پھر اچانک شہباز خان مسرت سے پھر پورے انداز میں چلنا۔

"او کے دیر خان۔ اوتے دیر خان۔"

اور پھر وہ سامنے ہوئے طاقت سے لپٹ گیا۔ تو انی دیر خان۔ تو زمرہ دے میرے بیٹے۔ تو زمرہ ہے۔" وہ انتہائی محبت سے طاقت کو پیچھے بھینچ کر کہہ رہا تھا اور طاقت انہوں کی طرف نہ موش تھا۔

"تو کہاں سے چڑا گیا ہے میرے بچے۔ ہاں کہاں سے پکڑا گیا ہے؟"

دوست صحت داس سے بڑا ہے عزلی اور لیوہ ستا سیر ہر چنانہ میرے نے عورت شہباز خان نے ایک کھنکھارے مقدمہ لگایا۔ ٹھہرائی کی سربنگ میں تیرے ساتھ کیا ہوا۔

"چھ نہیں بابا۔ اس ہونم لوگوں کے ساتھ چلتے ہو وقت میرے ساتھ۔"

"نظر چلتے زندہ دیکھ کر ہمیں ہمت خوشی ہوتی ہے۔ وہ خان انکاروں پر لوٹ رہا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ خاندان ساتھ کیے سلوک رہتا ہے۔"

"لیکن ہم یہاں قید ہونے تو نہیں آئے شہباز خان۔ لیکن۔ سربنگ میں پھنس کر ہم بند ہو گئے۔ میں تو وجہ سے اس میں تھا دیر خان۔ اب ہم یہاں سے نکلنے کوشش کریں گے۔"

"نکل ہم یہاں سے نکل چلیں گے بابا۔ تم بے ڈر رہو۔"

"اب مجھے فکر نہیں ہے۔ میں نے دولت خان کو خبر دیکھ کر تڑپ کر رہ گیا۔ لیکن جب اس کا بے عزت بیٹا۔ مجھے تو بے سرحہ کے دیر ایسی اولاد نہیں پیدا کر سکتا۔ یہ سرخان خان ہوتا ہے؟"

اور یہ تو میں ہی جانتا تھا کہ سب چارے سرخان خان کا کیا کیا ہو رہے۔ میرے خاوند اور کون جان سکتا تھا۔ سربنگ کے ان دیروں کی بڑے بڑے سارے ڈس سے واسطہ پڑا ہو گا۔ پھر ایسے سارے نہیں لے گئے ہوں گے۔"

رات کو جب بوڑھا شہباز خان سو گیا تو۔ میں نے طاقت کی گردن ٹانپا۔ ہاں اب بتاؤ۔ تم کہاں غائب ہوئے تھے۔"

"بابر چلو گے۔" طاقت نے میرے سوال کا جواب دینے بغیر کہا۔

"کیا غائب؟"

"وہ۔" طاقت نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ بابر جب میں اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا تو اس نے مجھے روک دیا۔ یہ اس کی مخصوص حرکت تھی اس کے ہاں وہ میرا تڑپا جاتا تھا۔ میں نے گہرے گہرے بچنے کے لئے سارا اپنا تو ایک چٹان میرے ہاتھ آگئی۔ اس کے ساتھ ہی مجھے لی اور

دوست صحت داس سے بڑا ہے عزلی اور لیوہ ستا سیر ہر چنانہ میرے نے عورت شہباز خان نے ایک کھنکھارے مقدمہ لگایا۔ ٹھہرائی کی سربنگ میں تیرے ساتھ کیا ہوا۔

"چھ نہیں بابا۔ اس ہونم لوگوں کے ساتھ چلتے ہو وقت میرے ساتھ۔"

"نظر چلتے زندہ دیکھ کر ہمیں ہمت خوشی ہوتی ہے۔ وہ خان انکاروں پر لوٹ رہا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ خاندان ساتھ کیے سلوک رہتا ہے۔"

"لیکن ہم یہاں قید ہونے تو نہیں آئے شہباز خان۔ لیکن۔ سربنگ میں پھنس کر ہم بند ہو گئے۔ میں تو وجہ سے اس میں تھا دیر خان۔ اب ہم یہاں سے نکلنے کوشش کریں گے۔"

"نکل ہم یہاں سے نکل چلیں گے بابا۔ تم بے ڈر رہو۔"

"اب مجھے فکر نہیں ہے۔ میں نے دولت خان کو خبر دیکھ کر تڑپ کر رہ گیا۔ لیکن جب اس کا بے عزت بیٹا۔ مجھے تو بے سرحہ کے دیر ایسی اولاد نہیں پیدا کر سکتا۔ یہ سرخان خان ہوتا ہے؟"

اور یہ تو میں ہی جانتا تھا کہ سب چارے سرخان خان کا کیا کیا ہو رہے۔ میرے خاوند اور کون جان سکتا تھا۔ سربنگ کے ان دیروں کی بڑے بڑے سارے ڈس سے واسطہ پڑا ہو گا۔ پھر ایسے سارے نہیں لے گئے ہوں گے۔"

رات کو جب بوڑھا شہباز خان سو گیا تو۔ میں نے طاقت کی گردن ٹانپا۔ ہاں اب بتاؤ۔ تم کہاں غائب ہوئے تھے۔"

"بابر چلو گے۔" طاقت نے میرے سوال کا جواب دینے بغیر کہا۔

"کیا غائب؟"

"وہ۔" طاقت نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ بابر جب میں اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا تو اس نے مجھے روک دیا۔ یہ اس کی مخصوص حرکت تھی اس کے ہاں وہ میرا تڑپا جاتا تھا۔ میں نے گہرے گہرے بچنے کے لئے سارا اپنا تو ایک چٹان میرے ہاتھ آگئی۔ اس کے ساتھ ہی مجھے لی اور

دوست صحت داس سے بڑا ہے عزلی اور لیوہ ستا سیر ہر چنانہ میرے نے عورت شہباز خان نے ایک کھنکھارے مقدمہ لگایا۔ ٹھہرائی کی سربنگ میں تیرے ساتھ کیا ہوا۔

"چھ نہیں بابا۔ اس ہونم لوگوں کے ساتھ چلتے ہو وقت میرے ساتھ۔"

"نظر چلتے زندہ دیکھ کر ہمیں ہمت خوشی ہوتی ہے۔ وہ خان انکاروں پر لوٹ رہا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ خاندان ساتھ کیے سلوک رہتا ہے۔"

"لیکن ہم یہاں قید ہونے تو نہیں آئے شہباز خان۔ لیکن۔ سربنگ میں پھنس کر ہم بند ہو گئے۔ میں تو وجہ سے اس میں تھا دیر خان۔ اب ہم یہاں سے نکلنے کوشش کریں گے۔"

"نکل ہم یہاں سے نکل چلیں گے بابا۔ تم بے ڈر رہو۔"

"اب مجھے فکر نہیں ہے۔ میں نے دولت خان کو خبر دیکھ کر تڑپ کر رہ گیا۔ لیکن جب اس کا بے عزت بیٹا۔ مجھے تو بے سرحہ کے دیر ایسی اولاد نہیں پیدا کر سکتا۔ یہ سرخان خان ہوتا ہے؟"

اور یہ تو میں ہی جانتا تھا کہ سب چارے سرخان خان کا کیا کیا ہو رہے۔ میرے خاوند اور کون جان سکتا تھا۔ سربنگ کے ان دیروں کی بڑے بڑے سارے ڈس سے واسطہ پڑا ہو گا۔ پھر ایسے سارے نہیں لے گئے ہوں گے۔"

رات کو جب بوڑھا شہباز خان سو گیا تو۔ میں نے طاقت کی گردن ٹانپا۔ ہاں اب بتاؤ۔ تم کہاں غائب ہوئے تھے۔"

"بابر چلو گے۔" طاقت نے میرے سوال کا جواب دینے بغیر کہا۔

"کیا غائب؟"

"وہ۔" طاقت نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ بابر جب میں اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا تو اس نے مجھے روک دیا۔ یہ اس کی مخصوص حرکت تھی اس کے ہاں وہ میرا تڑپا جاتا تھا۔ میں نے گہرے گہرے بچنے کے لئے سارا اپنا تو ایک چٹان میرے ہاتھ آگئی۔ اس کے ساتھ ہی مجھے لی اور

کتابیات پبلی کیشنز

طاقت

طاقت

کتابیات پبلی کیشنز

نے بھی اسی کے انداز میں اس چھوٹی سی جگہ سے مرے کی کوشش کی اور بلاشبہ یہ تجربہ میرے لئے کافی لچسپ اور سنبھلی فتح تھا۔ اور دوشہ اور دیشے کے بعد میرا کوئی دھور نہیں رہا تھا۔ میں اطمینان سے اندر داخل ہو گیا۔

سوئے والا ایک قوی تیزکل جوان تھا۔ لیکن اس کی از محو بڑھی ہوئی بھی اس کے بال منتہی تھے۔ میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ طاقت اس کے سر ہاتھ پہنچ کر خزا ہو گئی۔ میری سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔

"یہ کون ہے؟" بااثر میں نے طاقت سے پوچھا۔

"اوہ۔ لیکن اس سے نہیں کیا سروکار ہے۔"

"زبردست۔" طاقت پتیاں بجا رہا تھا۔

"یہی مطلب؟"

"غور سے اس کی شکل دیکھو۔" طاقت نے کہا اور میں جھٹک کر قیدی کو غور سے دیکھنے لگا لیکن اس کے پاؤں میری سمجھ میں نہ آ رہے تھے۔ میں سیدھا دوڑ کر سارے انداز میں طاقت کو دیکھنے لگا۔

"کوئی انداز؟"

"نہیں۔" میں نے اعتراف کیا۔

"یہ رحمان خان ہے۔" طاقت نے کہا اور میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ "کون رحمان خان۔" میں نے کہا۔

"شاید تمہارا ذہن سو رہا ہے۔ کیا تمہیں اس کے چہرے میں شبانہ خان کی بھلیاں نہیں آتیں۔ کیا شبانہ خان کے بیٹے کا نام رحمان خان نہیں تھا؟" طاقت اتنی کہ پتا تھا کہ میں شدت حیرت سے اچھل پڑا۔

"یہ۔۔۔ لیکن۔۔۔"

"ہاں۔ یہ۔۔۔ لیکن یہ۔۔۔ زندہ۔ جب یہ شبانہ خان دینا رحمان خان بن گیا اور زندہ جب اس کی موت کا فیضان ہوا۔ اور کین صفت دولت خان نے آج ان دونوں باپ بیٹوں کو لایا تھا۔ غور کر۔ طاقت۔ کسی کے ہاتھوں کوئی مارا جا۔ کیا دلدار الیہ۔ تو اب بڑھاپا ہو بیٹے کے ہم میں سٹک رہا تھا۔ اگر وہ قیدی کو بالاک نہ دیتا تو دولت خان باپ کو بیٹے کی شکل دکھانے اور کہتا کہ اس کا کوئی تصور نہیں ہے۔ نو شبانہ خان نے اپنے بیٹے کو قتل کیا ہے اور اگر رحمان خان شبانہ خان کو قتل کر دیتا تو وہ نہ صرف دولت خان بیٹے کا قاتل ادا کیا کہ اس نے ہڑے باپ کو قتل کر دیا۔ طاقت کی توانا بھری۔ میرے رونقے گھڑے ہو گئے تھے۔

"میں ان دونوں کے ہاتھوں سے دولت خان یا اس کے بیٹے رحمان خان کو بھی قتل کر سکتا تھا۔ نہیں انہیں پتہ

اور سزا میں چاہیں۔ اس لئے انہیں زندہ رہنا پڑا۔"

"اوہ۔ طاقت۔ طاقت۔ درحقیقت تم نے اپنے دھم کارنامہ انجام دیا ہے۔ بڑے بروقت پہنچے طاقت۔ اور ان دونوں کو لڑائے والا ان کے ہاتھوں نے مارا پٹا۔ تو دولت خان یہ قاتل جاری رکھتا اور اس کے بعد۔ لیکن۔ میرے خدا۔ میری سمجھ میں نہ آ رہا۔ تم اس بات سے کچھ پہنچے؟"

"میں جس وقت وہاں پہنچا تو وہاں لڑاکے مقابل تھے مجھے ان کے ہاتھ نہ آ رہے تھے۔ حیرت ہوئی۔ تب میں ان تیلوں کے اندر جھانکا اور مجھے اس قیدی میں شبانہ خان کی شبابست محسوس ہوئی۔ میں حیران تھا۔ لیکن فوری طور پر پتہ کرنا ضروری تھا۔ میں نے راس کو دیا۔ دس اور اس نے عداوت بدل دی۔ بعد میں میں نے راس کے ذریعہ تحقیقات کرائی اور راس نے مجھے یہ رٹ دے دی۔"

"ہاں۔ تمہارے لئے یہ کیا مشکل تھا۔ لیکن راس کی رپورٹ کیا تھی؟"

"بڑی دلچسپ کہانی ہے۔ آج باہر چل کر سناؤں گا۔ طاقت نے کہا اور ہم دونوں اسی انداز سے قید خانے سے باہر آ گئے۔

باہر رائفٹوں کا ہجوم جاری تھا۔ سارے سارے پہرے دار ایک جگہ جمع ہو کر رائفٹیں اڑ جانے کے حیرت انگیز واقعے پر تبصرہ کر رہے تھے۔ ہم ان سے دور ایک چھپرے بیٹھے اور طاقت نے کہا۔

"راس کی رپورٹ کے مطابق جس وقت دولت خان اور سرمان خان نے رحمان خان کو پکڑا۔ اس وقت عشق بنوڑا ایک دوسرے میں گم تھا۔ دولت خان کی بیٹی گھنشان رحمان خان یہ بیٹی طبع مرتی تھی۔ رحمان خان نے سرمان خان سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن گھنشان وہاں سے گئی۔ اس نے کہا مجھ سے وہ بے سزا سے دی جائے۔ دولت خان کی بہت چھٹی ہے۔ دولت خان نے اسے دھمکیاں دیں اور غیبت دہائی کہ وہ اس کے دشمن کے بیٹے سے محبت کرتی ہے۔

جب گھنشان نے کہا کہ اسے یہ بات معلوم نہیں تھی۔ اس نے باپ کی منت غایت کی کہ اس بیٹی کو چھپرے سے جانے۔ دولت خان نیم راضی تو لیکن سرمان خان راضی نہ ہوا۔ وہ ہر قیمت پر رحمان خان کو قتل کر دینا چاہتا تھا۔ جب گھنشان نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ وہ رحمان خان کو قتل

کر دے۔ لیکن گھنشان پر اسے اس میں حصے کی اور ایک ایک سے کہنے کی کہ وہ جانے اور اس کے بہت میں رحمان خان کا بچہ ہے۔ شبانہ خان نے بیٹے رحمان خان کا بیٹے بھی دوسری صورت میں چاہا تو رحمان خان کے ساتھ اسے بھی قتل کر دیا جائے یا ان دونوں کو یکساں کر دیا جائے۔ سرمان خان نے سے دوا نہ ہو رہا تھا۔ لیکن دولت خان کے ساتھ اس کی ایک نہ چلی۔ دولت خان نے بااثر یہ فیصلہ کیا کہ رحمان خان کی موت کی خبر مشہور کر دی جائے اور اسے خاموشی سے قید کر لیا جائے۔ رحمان خان کی زندگی بچ جائے۔ گھنشان پر نیم راضی ہو گئی۔ دولت خان نے سرمان خان کو سمجھا دیا کہ اسی مناسب موقع پر رحمان خان کو قتل کر دیا جائے گا اور اس وقت جب گھنشان بھی راجہ راست پر جانے کی۔ پٹھان سرمان خان راضی ہو گیا۔ لیکن گھنشان بھی بہت سخت نفی۔ وہ ہر ماہ رحمان خان کی خبر گیری کرتے آتی ہے اور یہ لوگ رحمان خان کو زندہ رکھنے پر مجبور ہیں۔ گھنشان نے شادی کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ ویسے خاتمہ ہونے والی بات خلا ختمی۔ دونوں پاک ہیں۔"

"لیکن وہاں۔۔۔"

"دولت خان کے ایک اور دشمن کی قہمی جیسے منع کرتے رحمان کا لباس پہنا دیا گیا تھا اور پھر چونکہ لاش شبانہ خان کے پاس نہیں گئی۔ اس لئے یہ راز نہ آ رہا۔"

"خدا کی پام۔ لیکن جیسی مسرت آ رہی ہے۔"

"ویسے آج کل تمہاری غور بڑی ناکارہ ہوئی جا رہی ہے۔ عارف۔"

"کیوں۔۔۔"

"مجھے رحمان خان کی موت پر پہنچ ہی شبہ تھا۔"

"وہ کس طرح؟"

"اس وقت سے۔ جب شبانہ خان نے گلاب کو قتل کیا تھا اور۔۔۔۔۔۔ گلاب نے مرتے مرتے کہا کہ وہ شبانہ خان کو ایک خوشخبری سناتا ہے۔ لیکن نہیں سنا۔ گلاب بھلا غور کرو۔ غمزہ باپ کو بیٹے کی موت کے بعد لیا خوشخبری سنائی جاسکتی تھی۔ سارے اس کے کہ اس کے بیٹے کی زندگی کی اطلاع دی جاتی۔"

"اوہ۔ ہاں۔ تم نے اس بار۔ میں کچھ نہ سمجھا تھا۔"

"ہاں۔ اور تم نے کچھ نہیں دی تھی۔"

"مجھے اعتراف ہے طاقت۔ تم میری خوشی کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ چلو ہم بڑھے شبانہ خان کو یہ خوشخبری سنائیں۔"

"ہاں۔ ہاں۔ یہ کہہ رہے ہو۔ سارا کھیل بھڑ جائے۔"

"یہ مطلب۔"

"انہی میرا کر۔ انہی اسے پتہ نہیں تھا میں۔ ورنہ بوڑھے کی نہ جانے کیا کیفیت ہو۔ انہی تو دولت خان اور سرمان خان سے پتا ہے۔"

"اوہ۔ چہر۔ کیا پروگرام ہے؟"

"بس نشست رہو۔ اس بار تم خاموش رہو۔ کیونکہ کام میری پہنچ کا ہے۔ مجھے کرنے دو۔"

"ٹھیک ہے۔ یہی تمہاری مرضی۔ آج اب ہم قید خانے میں۔" میں نے کہا اور ہم دونوں قید خانے کی طرف چلے گئے۔ پتہ پتہ شبانہ خان کی طرح دینا واپس آتے ہیں خبر سوار ہوا تھا۔

ہم دونوں بھی لیٹ گئے۔ تب میں نے طاقت سے کہا۔

"ایک بات بتاؤ۔"

"تم تو خاموشی سے ہی قید خانے میں آئے ہو؟"

"ہاں۔"

"پہلے دار تمہیں دیکھ کر حیران نہ ہوں گے۔"

"نہوئے دو۔" طاقت نے امر واپسی سے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ ظاہر ہے اس شخص کو کیا فکر ہو سکتی ہے۔ میں نے سوچا اور سنے کی کوشش کرتے رہا۔

مجھے کافی دیر تک نیند نہیں آئی۔ پوڑھا شبانہ خان اور طاقت گہری نیند سو رہے تھے۔ درحقیقت رحمان خان کی زندگی کی مجھے بہت خوشی تھی۔ پوڑھا شبانہ خان نے ڈاکو کس قدر خوش ہو گا۔

باقی رہے یہ لوگ۔ یعنی دولت خان اور سرمان خان وغیرہ۔ اب طاقت نے کیا تھا اور بقول اس کے اپنے طور پر کام کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ بہر حال میں صرف اتنا جانتا تھا کہ دولت خان کی شامت اتنی تھی۔ طاقت نے جانے اس کے ساتھ کیا سٹوک کرنے کا دولت خان کی یون بھی کوئی حیثیت نہیں رہتی تھی۔

دوسری صبح سب سے پہلے میں جاگا تھا۔ ناشتہ لانے والے ناشتہ دے کر چلے گئے تھے۔ طاقت چونکہ میرا ہم شکل تھا اس لئے انہوں نے کوئی آج نہیں دی تھی۔ ناشتہ وغیرہ کرنے کے بعد طاقت نے شبانہ خان سے کہا۔

"کیا خیال ہے خان بابا۔ کیا ہم دولت خان کے قیدی بنے ہیں؟"

"ہاں۔ نہیں۔ مگر۔" بوڑھے شبانہ نے بے بسی سے

ہاتھ دے دیتے تھے۔

"تو پھر پھر یا ہر کی فضا اس سانس لیں گے۔ دولت خان کی نیا خیال جو ہمیں بند کرے۔"

"اوہ۔ اوہ۔ میرے شیر۔ کمر بابو میٹھ مودو ہیں۔" سب اپنے خام ہیں خان بابا۔ "وہ اٹھو۔" طاوت نے کہا اور پھر وہ قید خانے کے دروازے کے پاس بیٹھ گیا۔ "اسے دروازہ کھولو۔" اس نے چکر کے ایک ٹکڑے سے دستک دی اور ایک ٹکڑے سے دروازہ کھولا۔

"میں ہوئی ہے بھئی صاحب۔" طاوت بڑی محبت سے ہوا۔

"تو پھر۔" میٹھ نے غصیلے سے کہی۔ طاوت اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے لیاہت سے کہا "تو دروازہ کھول دو۔" اور ٹھانڈے جھک سے دروازہ کھول دیا۔

"تسے خان بابا۔" طاوت نے گردن جھکا کر کہا اور ہر قید خانے سے باہر نکلتے۔

پھر ہم دوسرے ہال سے بھی باہر نکلے جہاں بہت سے محافظ موجود تھے۔ وہ سب ہمیں دیکھ کر ہنس پڑے۔ ان میں سے بہت سونے پہتوں نکلتے تھے۔ اس کی کیا ضرورت جب یہاں ہم تمہارے لئے غیر ہیں؟" طاوت نے عجیب سے لہجے میں کہا اور میں نے ان سب کے چہرے دھیلے پڑتے دیکھے "نہیں۔ ہرگز نہیں۔" سب بھرا کی ہوئی "وازی میں بولے۔"

"تو پہتوں رکھ لو۔" طاوت انہیں چمکارتے ہوئے بولا اور انہوں نے ہستوں ہواستوں میں واپس رکھ لئے "اب اجازت دو۔" طاوت نے کہا "خدا جانے۔" وہ سب اسی انداز میں بولے اور شہباز خان کی آنکھیں حیرت سے کھلیں۔ طاوت اطمینان سے انہیں ادا کرتے رہا ہر ایک نے کیا۔

"وہے داہور خان۔ اوہے داہور خان۔ رک جا۔ پہلے مجھے اس کے بارے میں بتا۔" شہباز خان میرا شانہ جھنجھوڑتے ہوئے بولا۔

"میں کیا بتاؤں خان۔" میں نے بے بسی سے کہا۔ "یہ یہ یاد کر رہے؟"

"نہیں۔ صرف تمہارا دوست ہے۔"

"تو وہ وہ لوگ اس کی بات کیوں مان گئے؟"

"میں نے انہیں بھی رشتہ دہی ہے خان بابو۔ نہ صرف وہ بلکہ آسیر کے دوسرے لوگ بھی اب میری بات

"اوسے گھر یا ہر کی فضا اس سانس لیں گے۔ دولت خان کی نیا خیال جو ہمیں بند کرے۔"

"اوہ۔ اوہ۔ میرے شیر۔ کمر بابو میٹھ مودو ہیں۔" سب اپنے خام ہیں خان بابا۔ "وہ اٹھو۔" طاوت نے کہا اور پھر وہ قید خانے کے دروازے کے پاس بیٹھ گیا۔ "اسے دروازہ کھولو۔" اس نے چکر کے ایک ٹکڑے سے دستک دی اور ایک ٹکڑے سے دروازہ کھولا۔

"میں ہوئی ہے بھئی صاحب۔" طاوت بڑی محبت سے ہوا۔

"تو پھر۔" میٹھ نے غصیلے سے کہی۔ طاوت اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے لیاہت سے کہا "تو دروازہ کھول دو۔" اور ٹھانڈے جھک سے دروازہ کھول دیا۔

"تسے خان بابا۔" طاوت نے گردن جھکا کر کہا اور ہر قید خانے سے باہر نکلتے۔

پھر ہم دوسرے ہال سے بھی باہر نکلے جہاں بہت سے محافظ موجود تھے۔ وہ سب ہمیں دیکھ کر ہنس پڑے۔ ان میں سے بہت سونے پہتوں نکلتے تھے۔ اس کی کیا ضرورت جب یہاں ہم تمہارے لئے غیر ہیں؟" طاوت نے عجیب سے لہجے میں کہا اور میں نے ان سب کے چہرے دھیلے پڑتے دیکھے "نہیں۔ ہرگز نہیں۔" سب بھرا کی ہوئی "وازی میں بولے۔"

"تو پہتوں رکھ لو۔" طاوت انہیں چمکارتے ہوئے بولا اور انہوں نے ہستوں ہواستوں میں واپس رکھ لئے "اب اجازت دو۔" طاوت نے کہا "خدا جانے۔" وہ سب اسی انداز میں بولے اور شہباز خان کی آنکھیں حیرت سے کھلیں۔ طاوت اطمینان سے انہیں ادا کرتے رہا ہر ایک نے کیا۔

"وہے داہور خان۔ اوہے داہور خان۔ رک جا۔ پہلے مجھے اس کے بارے میں بتا۔" شہباز خان میرا شانہ جھنجھوڑتے ہوئے بولا۔

"میں کیا بتاؤں خان۔" میں نے بے بسی سے کہا۔ "یہ یہ یاد کر رہے؟"

"نہیں۔ صرف تمہارا دوست ہے۔"

"تو وہ وہ لوگ اس کی بات کیوں مان گئے؟"

"میں نے انہیں بھی رشتہ دہی ہے خان بابو۔ نہ صرف وہ بلکہ آسیر کے دوسرے لوگ بھی اب میری بات

رحمان خان زندہ ہے۔" اور وہی اس کی موت کا اہتمام کیا ہوتا تو پھر ٹھیک تھا۔ اب فضل باقوں سے کیا فائدہ۔ یوں بھی یہ زیادہ دلچسپ جگہ نہیں ہے۔

"اوہ۔ طاوت نے ہونٹ سکڑ گئے۔ "پھر تم بناؤ۔ کیا کرنا چاہتے؟" رحمان خان کو ان کے قبضے سے نکال لو۔" بوڑھے کے حوالے کرو۔ اور پھر یہ جگہ چھوڑ دو۔"

"میرا خیال تھا اس چور سرمان خان کو چھوڑ دو اور سزا دوں؟"

"کافی سزا مل گئی ہے اور ٹھوک بیٹ لو اور پھر یہاں سے چلو۔"

"ہوں" طاوت نے ایک گہری سانس لی۔ پھر شانہ ہلا کر بولا "چلو ٹھیک ہے۔ تمہاری وجہ سے ان بد معاش باب بیڑوں کو معاف کئے دیتا ہوں۔ تب پھر آؤ۔ ذرا ان سے ملاقات تو کریں۔"

"ہاں چلو۔ میں ذرا بوڑھے خان سے کہہ آؤں۔" میں نے کہا اور میں غار میں واپس جا کر بوڑھے سے کہہ آؤں کہ میں بھی دلیر خان کے ساتھ رہا ہوں۔" میں نے تمہاری مرضی بابا۔ ہم کیا بولے "بوڑھے نے غصیلے سے کہا۔

"آپ یہاں پوشیدہ رہیں گے بابا۔ باہر نکلنے کی کوشش نہیں کریں گے۔" ٹھیک ہے۔ جیسے تم بولو گے وہی بنی کریں گے۔" بوڑھے نے گہری سانس لی۔ میں چاہتا تھا کہ اس بوڑھے کے جسم میں نیا خون دوڑا دوں لیکن بہر حال کچھ دیر اور انتظار سہی۔ بہر حال میں طاوت کے پاس پہنچ گیا۔

"دشمالہ۔" طاوت نے کہا اور میں نے شہدادیہ کا دو شالہ اوڑھ لیا۔ "نہیں بند کرو۔ ہم وقت کیوں ضائع کریں۔" طاوت پھر بولا اور میں نے اس کے کتے پر حمل کیا۔

تب اس نے آہستہ سے میرا بازو دھیا اور میرے کانوں میں دولت خان کی آواز گونجی۔ "میرے سامنے اس خنزیر کا نام مت لو۔ میں اس کی شکل سے نفرت کرتا ہوں۔"

"لیکن۔ لیکن اس سے مل جاؤ۔ من تو لوہہ کیا کھانا چاہتا ہے۔" ایک نسوانی آواز گونجی۔

"پھر میرے پاس۔" تو کوئی جھوٹ بولے گا۔ سرمان خان کی ماں۔ دولت خان نے گردن اٹھ کر زندگی گزارنی ہے۔ میں نے کچھ لوگوں کے ساتھ بہت بڑا سنوٹ کیا ہے۔ خدا مجھے معاف کرے۔ میرے گناہوں کی اس سے بڑی سزا میں دنیا میں کچھ اور نہیں ہو سکتی تھی کہ میری بزدلی نکش جائے۔ میرا دل چاہتا ہے سرمان خان کو گہری مار دوں۔ دولت خان

طاوت 2

دانت چس کر رہا۔

"میرے کتے سے۔ میرے کتے سے ایک بار اس کی من لو۔" دولت خان کی بیوی نے اصرار کیا اور دولت خان اسے گھورنے لگا۔ پھر اس نے گرجہ اور آواز میں کہا "بلاؤ۔ اسے بلاؤ۔" اور دولت خان کی بیوی اس کمرے سے باہر نکل گئی۔ جہاں ہم موجود تھے۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر طاوت کی طرف دیکھا طاوت مجھے سیدھا دولت خان کے مکان میں لے آیا تھا۔

"نیا خیال ہے عارف۔ یہ دولت خان تو کچھ سیدھا ہوتا جا رہا ہے۔"

"ہاں۔" میں نے مختصر جواب دیا۔ اور ہم انتظار کرتے رہے۔ پھر وہی دیر کے بعد دروازے میں سرمان خان نظر آیا۔ اس کے پیچھے اس کی ماں بھی تھی۔ سرمان خان کا طبع خراب ہو رہا تھا۔ وہ سخت پریشان نظر آ رہا تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں رقصاں تھیں۔

دولت خان نے اسے نفرت سے دیکھا "اب کیا کہنے آیا ہے؟" وہ دہانہ "تمہارا اندہ بجا ہے بابا۔ لیکن میری من لوہ۔" سنا۔ شور مچا۔

"وہ سب کچھ میرے بس میں نہیں تھا بابا۔ میں کسی چڑا اصرار طاقت کے کتے سے یہ سب کر رہا تھا۔ میرا اہم میرے بس میں نہیں رہا تھا۔" سرمان خان نے کہا "خوب۔ خوب۔ تو کتن چاہتا ہے کہ وہ لوگ انسان نہیں ہیں۔"

"میں کچھ نہیں کہنا چاہتا ہوں ایک بات کہ۔"

"بولی بول دو۔ اسی بات ہے۔"

"بوڑھے شہباز خان کا رہتے ہو۔ اس داہور خان کو ایک بار اور میرے حوالے کر دو۔ میں اس کا سر کاٹ لوں۔"

اس کے بعد تم جو سو گے۔" وہ بولے گا۔

"اوہا عارف۔" اس نے آہستہ آہستہ کہا "میں نے اس ایک آدمی کی زندگی کے بارے میں سنا ہے۔ وہ جہنم ہے تو پھر قہر کا یہ بگڑ سکے گا۔ نہیں سرمان خان۔ یہ بھی تیرے بس کی بات نہیں ہے۔ تو نے میری زندگی بھر کے کارناموں پر دلی پھیر دیا ہے۔ میں نے ایک اور فیصلہ کیا ہے۔ میں اس پر حمل کروں گا۔"

"یہ فیصلہ ہے بابا۔"

"سرمان خان۔ میں نے پوری زندگی جو کچھ کیا ہے اس پر غور ہو۔ اب سے کچھ وقت پہلے میرے اندر کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ لیکن پھر ان کی ان ہی اس کا سب کچھ ہوئی ہے۔ میری آن ٹوٹ گئی۔ میرا دل ٹوٹ گیا۔ میں نے سوچا کہ

کتابیات پہلی کیشنز

"یہ ہزار ہا شخص تمہیں ہی ملے کر رہے ہیں۔ میں غلہ
دوں گا۔" میں نے کہا اور حالات مسکرائے گئے۔

"خدا کا شکر ہے میری جان تو آؤ تو سنی لو یہ سب کچھ
طاوت نے نگرانی کا ایک جوتا اندھا میرے ہاتھ میں دینے
ہوئے کہا۔ ویسا ہی ایک دن اس نے ہاتھ میں تھا۔" راسم
اس کا یہ کہیں گے؟

"خدا نے تمہیں دیں۔ تمہارا وغیرہ سے کوئی مارا جائے
گا۔ مزاحمت کرنے والوں کے لئے یہ ڈنڈے ہی کافی ہیں۔"
طاوت نے کہا اور میں نے گردن بادی۔ "راسم" طاوت
نے راسم کو آواز دی۔

"آؤ۔" راسم ظاہر ہو گیا۔
"قید خانے کی طرف راہنمائی کرو۔ جہاں دولت خان قید
ہے۔ اور راسم نے گردن تکان دی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد
ہم اس قید خانے کے سامنے آئے۔ جہاں دولت خان
سراخوں کے پیچھے موجود تھا۔

"دو شاہ آتار دو خاندان۔" طاوت نے کہا اور خود بھی
ظاہر ہو گیا۔ میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔ اب ہم
مخفیہ خانوں کے سامنے تھے اور دوسرے سے ہمیں دیکھ لیا
گیا۔

محافظہ اچھل پڑا۔ اور پھر دو منجھور اور تلواریں کھینچ کر
ہماری طرف دوڑے۔ دولت خان ہاتھوں کی طرح ہمیں دیکھ
رہا تھا۔ ہم دونوں نے محنتی۔ بے دار اپنے ڈنڈوں پر
دوسرے ڈنڈے قیام کیا۔ جس کے پاس وہ دو بارہ
اٹھ سکے۔ حالانکہ محنتی قید اور اس بارہ کے قریب تھی لیکن
انہیں لہجہ کرنے میں وہ منت سے زیادہ نہ تھے۔

دولت خان سر نہیں پکڑے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ جب
سارے محنتی لپے ہوئے تو طاوت قید خانے کی طرف بڑھا۔
اس نے قید خانے کے موئے تالے کو ڈنڈے کی ایک ہی
ضرب سے توڑ دیا اور پھر اندر داخل ہوا۔ روڑے کو ٹھوٹے
ہوئے ہوا۔

"دولت خان۔ باہر آ جاؤ۔" لیکن دولت خان کے
چہرے پر غصہ سے آلودہ تھا۔ چہرے پر اس کی آنکھوں سے
آسودہ لاشے اور اس نے دھڑکتے ہوئے کہا۔

"مجھے بھی جاننا کہو۔ خدا نے مجھے بھی پاک
کر دیا۔ آج میری سزا دینے میں دیر ہو چکی ہے۔ تمہیں اس
سزا سے بڑے فخر کی بات اور کیا دینی ہے؟ میں میرے اپنے
وہم کی رہے ہیں۔"

"تمہاری دشمنی شہباز خان سے تھی۔ دولت خان۔ وہ

معلوم تھا اس لئے ہم اس کی مدد پر آمادہ ہونے لگے۔ پھر
اب تم بھی منہم ہوں۔ خدا سے اپنے من ہوں کی توجہ کر
... اس نے کہا۔ آؤ۔ کچھ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ پیچھے نہ ہٹو۔
ہو۔"

"لیکن۔ اب زندگی میں کیا رکھا ہے۔ تم کرنا یا کرنا
گا۔ اب تو اب تو کوئی بھی اپنا نہیں رو گیا۔"

"تمہاری بیٹی۔ تمہاری سب سرتاج خان اس کے
ساتھ بھی اچھا سلوک نہیں کرے گا۔"

"اے۔" دولت خان اچھل پڑا۔ "ہاں۔ آؤ۔ میری
گفتگوں میری گفتگوں۔" وہ دروازے پر آیا۔

"اس کے ساتھ شہباز خان تمہارا دشمن ضرور ہے
لیکن تم اگر چاہو تو اس سے معافی مانگ سکتے ہو۔ وہ فرما دے
ہے۔ ضرور معافی کر دے گا۔ ہم تمہیں اس کے لئے
سرخرو ہونے کا موقع دے سکتے ہیں۔"

"وہ۔ وہ کس طرح؟"

"اس کے بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے اس کی خدمت میں
پیش کر دو۔ میرا خیال ہے بیٹے کو پانے کے بعد وہ سب
پر بخشش بھولی جائے گا۔" طاوت نے کہا اور دولت خان کی
آنکھوں میں روشنی پیدا ہوئی۔

"کیا؟ کیا یہ ممکن ہے؟" کیا ہو سکتا ہے؟

"آؤ۔ باہر جاؤ۔" طاوت نے کہا اور دولت خان باہر
اٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں سے ہر ستور آنسو برہ رہے تھے اور
وہ بار بار خدا سے توجہ کر رہا تھا۔ "میرے۔ میرے۔ میرے۔"
میں اس قاتل نہیں ہوں کہ تیرے دشمن پر بخشش کے لئے ہاتھ
پھیلا سکوں۔ لیکن میں شہباز خان سے خشن ہوں۔ حضور
ہو۔ میرے معبود۔ میرے۔ "وہ۔" ہوئے ہوئے اس کی
آواز بھاری تھی اور نرمی سے من رہے تھے۔

طاوت نے یہ حد متاثر ہو گیا اور پھر اس نے آہستہ سے
مجھ سے کہا۔ "فیک ہی ہوا۔ ہر کچھ ہوا فیک ہوا۔ یہ
توئی کو ہم کی سزا دینے۔ تمہاری دیر کے بعد ہم اس قید خانے
پر پہنچ گئے۔ جہاں رحمان خان قید تھا۔ چار توئی اسے باہر
ارہے تھے۔ یہ سرتاج خان نے ساتھ لے گئے۔ ہم لوگ اس کے
ہاتھ پکڑے۔ دولت خان مجھے ساتھ لے گیا۔

سرتاج خان کے آگے ہمیں دیکھ کر شہباز خان کے
تھے۔

"اے۔" باہر رہے ہوا۔ "دولت خان۔ اس کے
پہنچے۔"

"سرتاج خان نے تمہیں یا نہیں۔"

"چھوڑ دو۔ میں حکم دیتا ہوں اسے چھوڑ دو۔"
"ہم سرتاج خان کی حکم بھولی نہیں کر سکتے خان۔"

"شہباز خان تمہارے سر حکم کر دوں گا۔" دولت خان
دھڑا اور ان کی طرف بڑھا۔ لیکن ہم دونوں نے اس کے بڑھ کر
اسے روک دیا۔

"ہم موجود ہیں خان بابا۔ رک جاؤ۔" اور پھر وہ
ڈنڈے چل پڑے۔ خوب چلے اور چند منٹ کے بعد محافظ
زخمی پڑے۔ رحمان خان شہباز خان کے ساتھ

"آؤ رحمان خان۔" دولت خان نے ٹوٹی ہوئی آواز میں
سما "آؤ۔ دولت خان کا غور خاک میں مل گیا ہے۔ آؤ
میرے بچے میں تم سے اپنے مخالف کی معافی بھی مانگنے کے
قابل نہیں ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کون کون سے گناہ
کا ازالہ کر سکوں گا۔ مجھ سے کوئی سال مت کرنا۔ میرے
پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ میں کوئی جواب دینے کے قابل
نہیں ہوں۔ آؤ۔"

"کہاں چل رہے ہو دولت خان۔" رحمان خان کی آواز
میں گرجا اب بھی باقی تھی۔

"آؤ۔ مجھ سے سال مت کرنا میرے۔ بیٹے۔ تمہیں خدا
کا واسطہ مجھ سے کوئی سال مت کرنا۔ میرے پاس جواب
نہیں ہے۔" رحمان خان پتھر پریشان ہو گیا تھا۔ پھر اس نے
گردن ہلا کر کہا۔

"چلو۔ دولت خان۔ میں نہیں سمجھتا اب تو کوئی چال
چل رہے ہو اور یہ ضرورت نہیں کہیں کیوں پیش کی۔" رحمان
خان ہر حال کشادہ دل شہباز خان کا بیٹا تھا۔ اور پھر وہ ہمارے
ساتھ چل پڑا۔

اب اس سلسلے کا سب سے اہم سین باقی تھا۔ راستے
میں دولت خان نے مجھ سے درخواست کی "میری ایک بات
ان لوگ میرے بچے۔"

"کیا خان بابا۔"

"مجھے تمہارا شہباز خان کے سامنے جانے دینا۔ وہ کچھ بھی
ہو۔ میرے حال پر چھوڑ دینا۔"

"یہ خطرناک ہو گا دولت خان۔ شہباز خان بیٹے کا زخم
خوردہ ہے۔ وہ تمہارے ساتھ کوئی خطرناک سلوک نہ کر
پڑھے۔"

"مجھے میری قسمت پر چھوڑ دینا میرے بچے یا یہ میری
درخواست ہے۔"

"یہ سب کیا ہے۔ کیونکہ تم نے مجھ سے بتاؤ گے کہ کوئی
شہباز خان کی بات نہ کر رہی ہے۔ میں بھی انسان ہوں۔ خدا

کے واسطے مجھے بھی تو چھوڑ دو۔ مجھے بتاؤ تو سنی دولت خان
تمہارے دوسرے میں یہ اپنا ایک کیسی تبدیلی آگئی۔" رحمان
خان نے پریشانی سے پوچھا۔

"میں شکست کھاؤں گا۔ رحمان خان۔ تمہارا بابا
خدا کی قوتوں کے ساتھ میرے آگے حملہ آور ہوا اس نے مجھے
ہر ترین شکست دے دی اور اب شکست خوردہ دولت خان
شہباز خان کو اس کی اذیت واپس لوٹا کر جان کی امان حاصل
کرنے جا رہا ہے۔" دولت خان نے کہا اور رحمان خان گنگ
رو گیا۔ اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ وہ غار کے
سامنے آگئے تھے۔ جہاں ہمارا قیام تھا۔ تب طاوت نے
اہستہ سے مجھ سے کہا۔

"میں رحمان خان کے ساتھ رہوں گا۔ تم دو شاہ اور
کرناہر چلے جاؤ۔ اگر شہباز خان کسی خطرناک حرکت پر آمادہ
ہو جائے تو اسے روٹنا۔" اور میں نے گردن ہلا دی پھر آخر
دولت خان شہباز خان کے سامنے پہنچ گیا۔ شہباز خان
قدموں کی آہستہ سن کر چونک بڑا تھا۔ دولت خان کو دیکھ کر وہ
اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو اتر رہا تھا۔
"تو۔ تم یہاں آئے۔ تمہیں مجھ سے دولت خان۔" اس نے
ایک خوفناک فریاد سے کہا۔

"ہاں۔" دولت خان سکون سے بولا۔
"مجھے آگے جانے دو۔ تمہا کیوں داخل ہوئے ہو؟
یہاں۔" شہباز خان نے کہا اور پھر اچانک وہ دولت خان پر
پڑا۔ "اگر میں صرف تمہیں قسم کر دوں کہ دولت خان۔ تو۔ میں
سمجھوں گا میں نے اپنی زندگی کا مقصد پایا اس نے دولت
خان کی گردن دیوچ لی۔ لیکن دولت خان نے مدافعت نہیں
کی تھی۔ شہباز خان نے اسے اسے بری طرح رگڑا۔ یوں بھی
شہباز خان دولت خان سے زیادہ طاقتور تھا۔

شہباز خان دولت خان کو بری طرح مار رہا تھا۔ لیکن
دولت خان کی طرف سے کوئی مدافعت نہ پا کر وہ رک گیا
"تیرے ہاتھ پوک کیوں مٹتے ہو گئے گیدڑ۔ مجھ سے مقابلہ
کرنا۔ اپنے آدمیوں کو آواز کیوں نہیں دیتا۔ کیا تو اپنی بزدلی
سے میرا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہتا ہے۔"

"مجھے اور مارو شہباز خان۔ ابھی میرے جسم کے ہر
تکے ٹھنڈا رہیں۔ میں چاہتا ہوں میرے جسم کے ایک
ایک حصے میں۔ تو اس سے کہہ کہ کوئی حصہ خلیق نہ رہے۔"

"کیا تو اس کرنا نہ بزدل کتے۔ مقابلہ کرنا۔ پٹھان
مرے ہونے کو نہیں مارتے۔" شہباز خان گرجا۔
"میں ہر سب سے غیرت انسان ہوں شہباز خان مجھے

کے واسطے مجھے بھی تو چھوڑ دو۔ مجھے بتاؤ تو سنی دولت خان
تمہارے دوسرے میں یہ اپنا ایک کیسی تبدیلی آگئی۔" رحمان
خان نے پریشانی سے پوچھا۔

"میں شکست کھاؤں گا۔ رحمان خان۔ تمہارا بابا
خدا کی قوتوں کے ساتھ میرے آگے حملہ آور ہوا اس نے مجھے
ہر ترین شکست دے دی اور اب شکست خوردہ دولت خان
شہباز خان کو اس کی اذیت واپس لوٹا کر جان کی امان حاصل
کرنے جا رہا ہے۔" دولت خان نے کہا اور رحمان خان گنگ
رو گیا۔ اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ وہ غار کے
سامنے آگئے تھے۔ جہاں ہمارا قیام تھا۔ تب طاوت نے
اہستہ سے مجھ سے کہا۔

"میں رحمان خان کے ساتھ رہوں گا۔ تم دو شاہ اور
کرناہر چلے جاؤ۔ اگر شہباز خان کسی خطرناک حرکت پر آمادہ
ہو جائے تو اسے روٹنا۔" اور میں نے گردن ہلا دی پھر آخر
دولت خان شہباز خان کے سامنے پہنچ گیا۔ شہباز خان
قدموں کی آہستہ سن کر چونک بڑا تھا۔ دولت خان کو دیکھ کر وہ
اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو اتر رہا تھا۔
"تو۔ تم یہاں آئے۔ تمہیں مجھ سے دولت خان۔" اس نے
ایک خوفناک فریاد سے کہا۔

"ہاں۔" دولت خان سکون سے بولا۔
"مجھے آگے جانے دو۔ تمہا کیوں داخل ہوئے ہو؟
یہاں۔" شہباز خان نے کہا اور پھر اچانک وہ دولت خان پر
پڑا۔ "اگر میں صرف تمہیں قسم کر دوں کہ دولت خان۔ تو۔ میں
سمجھوں گا میں نے اپنی زندگی کا مقصد پایا اس نے دولت
خان کی گردن دیوچ لی۔ لیکن دولت خان نے مدافعت نہیں
کی تھی۔ شہباز خان نے اسے اسے بری طرح رگڑا۔ یوں بھی
شہباز خان دولت خان سے زیادہ طاقتور تھا۔

شہباز خان دولت خان کو بری طرح مار رہا تھا۔ لیکن
دولت خان کی طرف سے کوئی مدافعت نہ پا کر وہ رک گیا
"تیرے ہاتھ پوک کیوں مٹتے ہو گئے گیدڑ۔ مجھ سے مقابلہ
کرنا۔ اپنے آدمیوں کو آواز کیوں نہیں دیتا۔ کیا تو اپنی بزدلی
سے میرا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہتا ہے۔"

"مجھے اور مارو شہباز خان۔ ابھی میرے جسم کے ہر
تکے ٹھنڈا رہیں۔ میں چاہتا ہوں میرے جسم کے ایک
ایک حصے میں۔ تو اس سے کہہ کہ کوئی حصہ خلیق نہ رہے۔"

"کیا تو اس کرنا نہ بزدل کتے۔ مقابلہ کرنا۔ پٹھان
مرے ہونے کو نہیں مارتے۔" شہباز خان گرجا۔
"میں ہر سب سے غیرت انسان ہوں شہباز خان مجھے

کے واسطے مجھے بھی تو چھوڑ دو۔ مجھے بتاؤ تو سنی دولت خان
تمہارے دوسرے میں یہ اپنا ایک کیسی تبدیلی آگئی۔" رحمان
خان نے پریشانی سے پوچھا۔

"میں شکست کھاؤں گا۔ رحمان خان۔ تمہارا بابا
خدا کی قوتوں کے ساتھ میرے آگے حملہ آور ہوا اس نے مجھے
ہر ترین شکست دے دی اور اب شکست خوردہ دولت خان
شہباز خان کو اس کی اذیت واپس لوٹا کر جان کی امان حاصل
کرنے جا رہا ہے۔" دولت خان نے کہا اور رحمان خان گنگ
رو گیا۔ اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ وہ غار کے
سامنے آگئے تھے۔ جہاں ہمارا قیام تھا۔ تب طاوت نے
اہستہ سے مجھ سے کہا۔

"میں رحمان خان کے ساتھ رہوں گا۔ تم دو شاہ اور
کرناہر چلے جاؤ۔ اگر شہباز خان کسی خطرناک حرکت پر آمادہ
ہو جائے تو اسے روٹنا۔" اور میں نے گردن ہلا دی پھر آخر
دولت خان شہباز خان کے سامنے پہنچ گیا۔ شہباز خان
قدموں کی آہستہ سن کر چونک بڑا تھا۔ دولت خان کو دیکھ کر وہ
اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو اتر رہا تھا۔
"تو۔ تم یہاں آئے۔ تمہیں مجھ سے دولت خان۔" اس نے
ایک خوفناک فریاد سے کہا۔

"ہاں۔" دولت خان سکون سے بولا۔
"مجھے آگے جانے دو۔ تمہا کیوں داخل ہوئے ہو؟
یہاں۔" شہباز خان نے کہا اور پھر اچانک وہ دولت خان پر
پڑا۔ "اگر میں صرف تمہیں قسم کر دوں کہ دولت خان۔ تو۔ میں
سمجھوں گا میں نے اپنی زندگی کا مقصد پایا اس نے دولت
خان کی گردن دیوچ لی۔ لیکن دولت خان نے مدافعت نہیں
کی تھی۔ شہباز خان نے اسے اسے بری طرح رگڑا۔ یوں بھی
شہباز خان دولت خان سے زیادہ طاقتور تھا۔

شہباز خان دولت خان کو بری طرح مار رہا تھا۔ لیکن
دولت خان کی طرف سے کوئی مدافعت نہ پا کر وہ رک گیا
"تیرے ہاتھ پوک کیوں مٹتے ہو گئے گیدڑ۔ مجھ سے مقابلہ
کرنا۔ اپنے آدمیوں کو آواز کیوں نہیں دیتا۔ کیا تو اپنی بزدلی
سے میرا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہتا ہے۔"

"مجھے اور مارو شہباز خان۔ ابھی میرے جسم کے ہر
تکے ٹھنڈا رہیں۔ میں چاہتا ہوں میرے جسم کے ایک
ایک حصے میں۔ تو اس سے کہہ کہ کوئی حصہ خلیق نہ رہے۔"

"کیا تو اس کرنا نہ بزدل کتے۔ مقابلہ کرنا۔ پٹھان
مرے ہونے کو نہیں مارتے۔" شہباز خان گرجا۔
"میں ہر سب سے غیرت انسان ہوں شہباز خان مجھے

کے واسطے مجھے بھی تو چھوڑ دو۔ مجھے بتاؤ تو سنی دولت خان
تمہارے دوسرے میں یہ اپنا ایک کیسی تبدیلی آگئی۔" رحمان
خان نے پریشانی سے پوچھا۔

"میں شکست کھاؤں گا۔ رحمان خان۔ تمہارا بابا
خدا کی قوتوں کے ساتھ میرے آگے حملہ آور ہوا اس نے مجھے
ہر ترین شکست دے دی اور اب شکست خوردہ دولت خان
شہباز خان کو اس کی اذیت واپس لوٹا کر جان کی امان حاصل
کرنے جا رہا ہے۔" دولت خان نے کہا اور رحمان خان گنگ
رو گیا۔ اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ وہ غار کے
سامنے آگئے تھے۔ جہاں ہمارا قیام تھا۔ تب طاوت نے
اہستہ سے مجھ سے کہا۔

"میں رحمان خان کے ساتھ رہوں گا۔ تم دو شاہ اور
کرناہر چلے جاؤ۔ اگر شہباز خان کسی خطرناک حرکت پر آمادہ
ہو جائے تو اسے روٹنا۔" اور میں نے گردن ہلا دی پھر آخر
دولت خان شہباز خان کے سامنے پہنچ گیا۔ شہباز خان
قدموں کی آہستہ سن کر چونک بڑا تھا۔ دولت خان کو دیکھ کر وہ
اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو اتر رہا تھا۔
"تو۔ تم یہاں آئے۔ تمہیں مجھ سے دولت خان۔" اس نے
ایک خوفناک فریاد سے کہا۔

"ہاں۔" دولت خان سکون سے بولا۔
"مجھے آگے جانے دو۔ تمہا کیوں داخل ہوئے ہو؟
یہاں۔" شہباز خان نے کہا اور پھر اچانک وہ دولت خان پر
پڑا۔ "اگر میں صرف تمہیں قسم کر دوں کہ دولت خان۔ تو۔ میں
سمجھوں گا میں نے اپنی زندگی کا مقصد پایا اس نے دولت
خان کی گردن دیوچ لی۔ لیکن دولت خان نے مدافعت نہیں
کی تھی۔ شہباز خان نے اسے اسے بری طرح رگڑا۔ یوں بھی
شہباز خان دولت خان سے زیادہ طاقتور تھا۔

شہباز خان دولت خان کو بری طرح مار رہا تھا۔ لیکن
دولت خان کی طرف سے کوئی مدافعت نہ پا کر وہ رک گیا
"تیرے ہاتھ پوک کیوں مٹتے ہو گئے گیدڑ۔ مجھ سے مقابلہ
کرنا۔ اپنے آدمیوں کو آواز کیوں نہیں دیتا۔ کیا تو اپنی بزدلی
سے میرا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہتا ہے۔"

"مجھے اور مارو شہباز خان۔ ابھی میرے جسم کے ہر
تکے ٹھنڈا رہیں۔ میں چاہتا ہوں میرے جسم کے ایک
ایک حصے میں۔ تو اس سے کہہ کہ کوئی حصہ خلیق نہ رہے۔"

"کیا تو اس کرنا نہ بزدل کتے۔ مقابلہ کرنا۔ پٹھان
مرے ہونے کو نہیں مارتے۔" شہباز خان گرجا۔
"میں ہر سب سے غیرت انسان ہوں شہباز خان مجھے

تو نے ہمارے شوقِ تعمیر کی مثال بہت خیرہ کی ہے۔

میں نے اس کے لئے ایک خاص جگہ منتخب کی تھی۔

میں انگریز تھے۔ شاہزادہ کی بہن ہواں دولت شاہ نقویں
کیا قصور ہے۔ لیکن بدقسمت اوقات ایسی آئیں
کی سزا دی ہو تو میں جیستی پاتی ہے۔ اپنے ساتھیوں

”جس نے کافر کو دلوں اور ایک چٹان سے ماتھے پر
 لٹکایا۔“ سربراہان نے کہا، اور اس کے ساتھ

اتر آیا تھا۔

نیلن جو بھی وہ محوڑوں سے اترے نہ جانے محوڑوں کو تپ ہو گیا۔ وہ بڑی طرح ہنسنے لگی۔ تمام محوڑے چپے چپوں پہ کھڑے ہو گئے اور چہرہ ہنسٹ کر بڑی طرح ہرک شگہ برخواستی نہ بات تھی۔ سر تاج خان کے سارے ساتھی بے اختیار محوڑوں کو پکڑنے کے لئے لپکے۔ خود سر تاج خان کئی قدم دوڑ گیا تھا۔ نیلن چہرہ پر رگ نہ لیا۔ اس کے منہ سے ایک نفل بھی نہیں نکلا تھا۔

پھر وہ بھٹکے ہوئے انداز میں پانا اور اس نے طاہوت کی طرف نشانہ باندھ کر فائر کیا۔ نیلن رانفل خالی تھی۔ طاہوت آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ پھر اس نے سر تاج خان کی رانفل پکڑ لی۔

"ایک بار تو محوڑوں کی طرح اڑو سر تاج خان۔ حسرت ہی رہے گی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور سر تاج خان نے رانفل چھوڑ دی۔ وہ پاگلوں کے بے انداز میں طاہوت پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے طاہوت کی کمر پکڑ لی تھی اور پھر وہ طاہوت کے پاؤں زمین سے اکھاڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ طاہوت نے دونوں ہاتھ اور اڈا رکھے تھے۔

نیلن سر تاج خان کا واسطہ تو کسی پتھر سے ستون سے پڑا تھا۔ وہ پوری قوت سے اس ستون کو پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن ستون کیسے جلتے ہیں۔ سر تاج خان کا جسم پیسہ پیسہ ہوتا گیا۔ نیلن دوا تھانی کوشش کے باوجود طاہوت کا ہاتھ نہ بگاڑ سکا۔ تب اس نے طاہوت کے بدن پر گھونسلے پر سامان شروع کر دیئے اور اس سے بھی کچھ نہ بڑا تو اس نے گردن جھکا کر کسی ارنے پھیلنے کی طرح اس کے سینے پر ٹکرائی۔

لیکن سر تاج خان کے منہ سے نکلے والی دباؤ بہت تیز تھی۔ اس کی پکڑی خان سے سرخ ہو گئی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑا اور زمین پر بیٹھ گیا۔ نیلن خون کافی مقدار میں نکل گیا تھا اور مسلسل بر رہا تھا۔ چنانچہ وہ لمبا ہو گیا۔

دوست خان کے چہرے پر غیب سے اثرات تھے اس نے منہ دوسری طرف کر لیا۔ لیکن شہباز خان آگے بڑھ کر طاہوت کے بدن کو ٹوٹے لگا تھا۔ رحمان خان بھی آگے بڑھ آیا۔ طاہوت مٹھنے انداز میں اچھٹے لگا۔

"اوسہ ارے۔" دوا پھیل اچھل کر کہہ رہا تھا۔ "تم میرے گدگد کی کیوں کر رہے ہو؟"

"اوسے میرے خان۔ تو آخر کس دھات سے بنا ہوا ہے۔"

شہباز خان متحیرانہ لہجے میں ہوا۔

"تبت۔ تو۔ گدگد کی گدگد کی کیوں کر رہت ہو۔" طاہوت

اسی سبب سے انداز میں اچھٹے ہوئے ہوئے۔ مجھے بھی کئی قہقہے گزر گئے۔ "دوست خان کی توازا بھری اور تم پر دھک لڑا اس کی طرف دیکھتے تھے۔" آؤ۔ پلیس۔ گھنٹا نکال لائیں۔" وہ ایک طرف مڑ گیا۔

پھر اس کے پیچھے پس پڑے۔ راستے میں سر تاج خان کا ایک بھی ساتھی اُٹھ نہیں آیا۔ شاید اندوہ سارے محوڑوں کے پیچھے ہی پیچھے بھاگ جانے میں غایت کم تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم بستی میں داخل ہو گئے۔ بستی لوگ شاید حقیقت سے ناواقف تھے۔ پھر میں گھنٹا بجا دیا۔ دوست خان کو دیکھ کر وہ اس سے پتہ نہ گئی۔

"و گھنٹا۔ آؤ۔ پھر بستی اب ہمارے رہنے کا قافلہ نہیں رہے گی۔ آؤ۔ ورنہ لوگ سمجھیں گے کہ تو بے غیرت دولت خان کی اولاد ہے۔ پھر گھنٹا بجا کر قافلہ لٹ پکا۔ عزت دولت میرے تبت اب ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ چل گھنٹا اب سے قفل کر لوگوں کو ہمارے تبت کا احساس ہو جائے۔ ہم یہاں سے اُٹھ جائیں۔ اور گھنٹا قحسیت کے بستی سے بھاگ جائے۔ پھر ہمیں گے ان نشانوں پر نہ ٹھکے۔ یہ تو اب ہمارے سارے راستوں پر بکھرے پڑے ہیں۔ بہانے تو نہیں بچا سکتے۔"

دوست خان اس کا بازو پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔ ہمارے ساتھ تھے۔

"دوستو۔ اسی بارے ہوئے جو اری کے پار۔ میں نے اب کیا فیصلہ کیا ہے؟" بستی سے کافی دور قفل اور دو صاف کردو۔ پچھ رہے تھے۔ آؤ۔ ہمیں اس کی مدد کرنی خان نے پوچھا۔

"میری تجھ سے دشمنی ختم ہو گئی ہے دولت خان۔ اب میرا بھائی ہے۔ پس یہاں سے جائیں گے ایک چھوٹی کشتی بنائی تھی جو رحمان خان کی موت کے بعد چھوٹا بھائی بنائی تھی جو رحمان خان کی موت کے بعد چھوٹا بھائی بنائی تھی۔ تو ہم سب مل کر اسے روشن کریں۔" زانکھ ہے دولت خان جس میرے رہا ہمارے لئے تھیں۔"

دوست خان۔ "شہباز خان نے دولت خان کا بازو پکڑ لیا۔ اس نے گھنٹوں کے سر کی اوڑھنی برابر لٹا دی۔

تھی۔ دولت خان شرمندگی سے سر ہٹا دیا۔ آگے بڑھتا رہا۔ تب ہم نے غاروں کے قریب سے گزرتے ہوئے پتھر اڑائے کما اور دولت خان کا بازو پکڑ کر آگے بڑھنے لگا۔ دولت محوڑے دیکھتے اور طاہوت ایک دم رک گیا۔ "محوڑے۔" خان گردن جھکا کر اس کے ساتھ پس پڑے۔ آہستہ سے ہوا۔

"ہاں۔ محوڑے۔" میں نے بھی بے سادہ کہا۔

"ہمیں محوڑوں کی ضرورت ہے۔"

"ارے۔ یہ۔ یہ شاید سر تاج خان کے ساتھیوں کے محوڑے ہیں جنہیں وہ پکڑ نہیں سکے ہوں گے۔" شہباز خان نے اختیار لیا۔

"مگر یہ اسی طرف آ رہے ہیں؟" رحمان خان نے کہا۔ "پکڑو۔ انہیں پکڑو۔" شہباز خان خود بھی محوڑوں کو پکڑنے کے لئے دوڑا۔ محوڑے پکڑنے لگے اور سب سے پہلے گھنٹوں کو ایک محوڑے پر بندھا دیا۔ پھر وہ لوگ محوڑوں پر سوار ہو گئے اور محوڑے چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اور اسے گھوڑے اچھا سر تاج خان زخمی ہوا تھا۔ دولت خان نے اس طرف سے منہ پھیر لیا۔

لیکن سر تاج خان اب اس جذبہ موجود نہیں تھا جہاں اسے چھوڑا تھا۔ البتہ زمین پر خون کے دھبے موجود تھے اور ایک ہاتھوں میں ایک آواز کوئی۔

"بابا۔ بابا۔" ہمارے دو ٹکے کھڑے ہو گئے تھے۔ دولت خان ایک لمحے کے لئے خشکا۔ لیکن پھر اس نے گھوڑا آگے بڑھایا۔

"بابا۔ میرے تمہیں دیکھ لیا ت بابا۔ میں زخمی ہوں۔" میں نے تمہیں دیکھ لیا ت بابا۔" سر تاج خان صق چڑھ کر چلا۔

دولت خان۔ "وہ سیٹ لپکے میں ہوا۔

"کیا بات ہے شہباز؟"

"سر تاج زخمی ہے۔"

"رہے دو شہباز خان۔ اسے مرنے دو۔"

"نہیں میرے دوست۔ وہ تمہاری اولاد ہے۔ اسے جاننے۔"

"نہیں شہباز خان۔ میرے زخموں اور زخمیہ۔"

"وہ ہماری اولاد ہے۔ دولت خان۔ جانے بھی وہ پار۔"

ظلمی ہوئی ہوئی جاتی ہے۔ میرا سینہ اولاد کے غم سے

دولت خان۔ "شہباز خان نے دولت خان کا بازو پکڑ لیا۔

ہوئے کہا۔ اس نے گھنٹوں کے سر کی اوڑھنی برابر لٹا دی۔

تھی۔ دولت خان شرمندگی سے سر ہٹا دیا۔ آگے بڑھتا رہا۔ تب ہم نے غاروں کے قریب سے گزرتے ہوئے پتھر اڑائے کما اور دولت خان کا بازو پکڑ کر آگے بڑھنے لگا۔ دولت محوڑے دیکھتے اور طاہوت ایک دم رک گیا۔ "محوڑے۔" خان گردن جھکا کر اس کے ساتھ پس پڑے۔ آہستہ سے ہوا۔

"تم کہاں ہو سر تاج خان؟" شہباز خان نے کہا۔

"میرے میں اچھا ہوں۔ میں۔" اور پھر ایک چٹائی

لاٹاٹ کے نزدیک سر تاج کا بدن آہستہ آہستہ ابھرا۔ اس کا

دولت خان طاہوت پر

ہو را چہرہ خون میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہشکل۔۔۔ سارا لے کر وہ پٹائی پر شاٹے میں گھرا ہوا تھا۔ لیکن اس کی حالت غیر معلوم ہوتی تھی۔

"اہم آ رہے ہیں سر تاج خان۔ اہم آ رہے ہیں۔" شہباز خان دولت خان کا بازو پکڑ کر دوڑنے لگا۔

اور۔ اچانک میں نے بجلی کو بجتی دیکھی۔ سر تاج خان جس طرح نڈھال ہونے کی اوارکاری کر رہا تھا۔ وہ حقیقت وہ اس قدر مدھماکا ہوا تھا۔ تھا شیطانی کارگزاری کے لئے تیار تھا۔ رانفل شاید اس نے اس انداز سے چٹان سے ٹکائی تھی کہ اسے آسانی سے اٹھا لے اس نے نہایت بھرتی سے رانفل اٹھائی اور ایک لمحہ ضائع کے بغیر فائر کر دیا۔

گوئی دولت خان کی پیشانی میں سوراخ کرتی ہوئی گندی سے اٹھائی تھی۔

دولت خان کے منہ سے ایک عجیب سی آواز نکلی اور پھر وہ زمین پر گر کر لڑ پڑا۔ شہباز خان کا بازو گھم گیا تھا۔

"چو شہباز خان۔" طاہوت پٹھا۔ لیکن سر تاج دو سرا فائر کر رہا تھا۔ شہباز خان کے منہ سے ایک کرناک چیخ اُٹی اور وہ بھی زمین پر گر رہا تھا۔

"بابا۔" گھنٹاں چلیں۔ اس نے دوڑنے کی کوشش کی لیکن رحمان خان نے اسے روک لیا اور پھر وہ اسے ایک طرف دھکیلتا ہوا آگے بڑھا۔

"اوپر بڑھو۔ اوگتے۔" نظریاتی اولاد۔ میں رہا ہوں میں۔ میں کچھ کچا چالوں لگا۔

"آؤ۔ آؤ بڑھو۔ چوبند۔ تمہیں بھی تمہارے باپ کے پاس روانہ کر دوں۔" سر تاج خان نے قہقہہ لگ کر کہا اور دو سر۔ لگے کون رحمان خان کے قریب سے نکل گئی۔ لیکن اسی وقت طاہوت نے چھانک لگائی اور رحمان خان کو لگے ہوئے نیچے کر پڑا۔ سر تاج خان کا یہ فائر بھی خالی گیا تھا۔

"رحمان خان۔ تم یہاں نہ گرو۔ میں اس مرد کو قہقہہ

ہو رہا۔"

"نہیں۔" رحمان خان نے طاہوت کے پیچھے سے بھٹنے کی کوشش کی۔ اس نے میرے باپ کو قتل کر دیا ہے۔ میں اس سے انتقام لوں گا۔"

"وہ میرا نہیں باپ تھا۔ رک۔ ہوا رحمان خان۔ میری راز میں مداخلت بہت پیراؤ۔" طاہوت نے کہا۔

"نہیں۔ نہ۔" رحمان خان پاگلوں کی طرح چلے۔

"بلکہ مرے۔" طاہوت کی غراہت بہت تھی۔ اس نے خود بخود رانفلوں سے رحمان خان کو گھورا اور رحمان خان

گھنٹا بجا کر طاہوت پر

گھنٹا بجا کر طاہوت پر

کسی خوف زدہ ہو نہ لی طرح ٹھک گیا۔

تب طاووت اسے چہرہ دکھانے پر دعا اور سر تاج خان سے پہنچا۔ وہ راغداد و انویا۔ گولی طاووت کے سینے سے نکل گئی۔ تین طاووت کے قدموں میں کوئی نظر نہ پڑا۔

وہ آئے پہنچا اور سر تاج خان پر وہی میں گولیوں پہنچا۔ رہا۔ پھر میں نے اسے پٹان کے عقب سے کھنکڑ بھانے ہوئے دیکھا۔ طاووت اب بھی آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں اس وقت مجھے طاووت نے یہ پراسرار معلوم ہوا۔ میرے بدن میں ایک بھر بھرنی آئی تھی۔ سر تاج خان پوری قوت سے بڑھ رہا تھا۔ اب وہ اپنے ایک واہن میں داخل ہو رہا تھا۔ شاید وہاں سے وہ واہن میں کھنکڑ پٹا تھا تب طاووت رک گیا۔ اس نے ایک ہاتھ بند کیا اور سر تاج خان رک گیا۔

نہ جانے کیوں۔ نہ جانے کیوں۔ وہ رک کر طاووت کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات نظر نہیں آتے تھے اور پھر وہ واپس آئے گا طاووت کسی چٹان کی طرح اپنی جگہ جم چکا تھا اور سر تاج خان شیشی انداز میں اس کی طرف واپس آ رہا تھا۔

دوسری طرف اچانک شہباز خان کے بدن میں حرکت ہوئی رحمان خان اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔ میں بھی اس کی طرف دوڑا اور گھنٹاں میرے پیچھے۔

"خان بابا۔ رحمان خان نے شہباز خان کو سارا دیتے ہوئے کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے رحمان۔ گولی مرے بازو کے گوشت سے نکل گئی ہے۔ شہباز خان اس کے سارے سے کھڑا ہوتے ہوئے ہوا۔ گھنٹاں دوڑاتے خان کی لاش سے لپٹی ہوئی سسکیاں بھر رہی تھی۔

تب شہباز خان نے رحمان خان سے کہا "اسے منبر او بیٹا بہ نصیب تھی۔"

دوسری طرف سر تاج خان واپس طاووت کے سامنے پہنچ چکا تھا طاووت نے ہاتھ بڑھا کر اس کی پیٹی سے پتھر نکال لیے اور پھر وہ اس کے پیچھے پیچھے لڑنے لگا۔ پتھروں میں کار قوس موجود تھے۔

"سر تاج خان۔" طاووت کی سر آواز ابھری اور پھر اس نے پتھروں سر تاج خان کے ہاتھ میں دے دیا۔ "اس کی ٹان اپنی پیٹی پر رکھ کر خود کشتی کرلو۔ تم اسے نکل دے کہ میں اپنے ہاتھ سے تمہیں قتل بھی نہیں کروں گا۔"

سر تاج خان نے پتھروں کی نال اپنی پیٹی پر رکھی اور اس نے سر تاج خان کو دیا۔ اس کے منہ سے آواز بھی نہ نکل سکی۔ اس نے پتھروں کی آواز پر ہتھ کر سب نے اس کی طرف دیکھا۔

سر تاج خان کسی نئے ہوئے درخت کی طرح بیٹھ گیا اور طاووت واپس پہنچ گیا۔ "سنو۔" اس نے میری طرف دیکھا۔

"ایک بات ہے طاووت۔" میں اس الیہ پر زبانیہ ہوا تھا۔

"دولت خان کی قبر کے لئے کوئی مناسب جگہ ملا کرو۔ ہم اسے قبر میں اتارنے کے بعد جلد از منہ یہاں روانہ ہونا چاہتے ہیں۔" اور پھر اس نے گھنٹاں اُدھر روت روت بیوہ کی ہنسی۔

"رحمان خان۔" اس نے رحمان خان کو مخاطب کیا۔ "بقیہ رحمان۔" رحمان بدھ کی سے آگے بڑھ گیا۔ "اسے سنبھلو۔ میں خان بابا کا زلم دیکھتا ہوں۔ طاووت نے شہباز خان کا ہاتھ چڑا اور ایک چٹان کی طرف بڑھ گیا۔

"اوتے دیر نہت۔" اب میں اتنا بوجھا بھی نہیں ہوا۔ اتنے اتنے سے زخموں سے مبراؤں کا لیکن دولت خان موت کا مجھے لگتا ہے۔

"اسے اس کے غامدی سزا دی ہے۔" "پھر بھی۔ پھر بھی۔ اسے اپنے نہیں مرنے چاہئے تھا۔" "تم تو اس کے دشمن تھے شہباز خان۔"

"اوتے دشمنی تو ختم ہو گئی تھی۔ برا ہوا۔ ختم ہوا۔ شہباز خان غمزدہ لہجے میں بڑھاتا رہا۔

دولت خان کی قبر پر فخر پڑ کر ہم وہاں سے پیچ پڑے۔ شہباز خان کی اجازت سے رحمان خان نے گھنٹاں گول گھوڑے پر بٹھالیا تھا۔ اس عجیب الیہ سے وہاں پہنچا۔ بڑی خاموشی سے سفر ہو رہا تھا۔

شام دھن گئی تھی اور ایک جگہ قیام کی غمزدگی۔ را کے کھانے وغیرہ کا انتظام کیا گیا۔ کسی سے کھانا نہیں کبوتہ گھنٹاں دوڑا کر روئے تھی۔ لیکن رحمان خان موجودگی سے اسے تقویت ملتی تھی کھانے سے فارغ ہوا۔ مینا طاووت چل پڑے۔

"نئی۔" طاووت نے سالیہ انداز میں کہا۔ "یہ را۔" رحمان خان کے کمر پر چڑھا اور رت آ کر مکر دیکھنے میں آئیں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"اس کی ماں۔ ظاہر ہے ماں کو اس کا وہ بیٹا ہے گا اس کی موت پر وہ آنسو بہا کر صبر کر چکی تھی۔"

"اور ہاں یہ تو ہے۔"

"پھر کیا خیال ہے؟"

"قرار۔"

"کس طرح؟"

"میرا خیال ہے شہباز خان سے بات کر لی جائے۔"

"کیا بات کرو گے؟"

"آؤ۔ اب تو مجھے بھی بات کرنی آگئی ہے۔" طاووت نے کہا اور وہ مجھے ساتھ لے کر آگے بڑھ گیا۔ شاید ان کا وہ حال اس نے میرے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ نہ جانے اس کے کیا ارادے تھے۔

شہباز خان۔ رحمان خان اور گھنٹاں سے کافی دور بیٹھا لیکن کمر رہا تھا۔ وہ کسی خیال میں مگن تھا۔

"شہباز خان۔" طاووت نے سبیلہ کی سے اسے آواز دی۔

"اوتے میرے بچہ۔" اس نے بڑی محبت سے کہا اور ہم دونوں اس کے پاس بیٹھ گئے۔ "کیا بات ہے؟" اس نے ہم دونوں کی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہم آپ سے اجازت طلب کرنے آئے تھے۔"

طاووت ہوا۔

"کیا مطلب؟"

"ہم اب بٹنا چاہتے ہیں۔"

"کہاں؟"

"شہباز خان۔ ہمارا کام ختم ہو گیا ہے۔ ہمیں اسی وقت تک کے لئے بھیجا گیا تھا۔"

"بھیجا گیا تھا؟ کس نے بھیجا تھا؟"

"شہباز خان۔ تم دانا انسان ہو۔ کیا تمہیں ہمارے اندر کچھ عجیب باتیں نہیں محسوس ہو گئیں؟"

"اچھا ان دونوں گھوڑوں کے حصول سے ہوئی۔ یہ ایک ان گھوڑوں پر سواری آسان نہیں تھی۔ پھر سر تاج خان اور اس کے ساتھیوں کے اگلے روزے والے گھوڑے اس کے بعد کی دوسری ناقابل یقین باتیں لیا یہ سب تمہیں عجیب نہیں محسوس ہو گئیں؟"

"ہاں۔ لیکن تم یا کہنا چاہتے ہو؟" شہباز خان کی آواز میں عجیب سا تاثر تھا۔

"یہی کہ تمہارا مشن پورا ہو گیا۔ ہمیں ختم ہو گیا۔"

تمہاری۔" انہیں۔ رحمان خان کو تم سے ملازمین اور اس کے بعد واپس آجائیں۔"

"مہم۔ تمہیں آخر تم کون ہو؟" شہباز خان کی آواز میں لرزش تھی۔

"رحمان خان کی شادی گھنٹاں سے کر دینا۔ اسے کوئی تحفہ نہ ہو اور وہیمو میں کون ہوں۔" طاووت نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ اٹک لیا اور دوسرے لئے وہ نگاہوں سے غائب تھا۔

"ارے۔ ارے۔" شہباز خان کا منہ حیرت سے کھل گیا اور پھر اس نے خوفزدہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ طاووت کی حرکت میں سمجھ گیا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی شادوان کا وہ شانل اوڑھ لیا اور ظاہر سے میں بھی شہباز خان کی نگاہوں سے غائب ہو گیا ہوں گا۔ لیکن اب ہم دونوں اس بخوبی دیکھ رہے تھے۔

شہباز خان پٹھوں کی طرح منہ کھولے کھڑا تھا اور پھر وہ چہنچہ رہا رحمان خان کی طرف دوڑا۔

"رحمان خان۔ رحمان۔ رحمان۔"

"آؤ۔ دیکھیں۔ کیا وہ عمل ہے۔" طاووت نے کہا اور ہم دونوں بھی اسی طرف چل پڑے۔ شہباز خان شاید رحمان کو گھنٹاں پہنچ رہا تھا۔ رحمان اور گھنٹاں بھی سخت حیران تھے۔

"میں گن گار انسان ہوں۔ میرے معبود۔ تو نے میری بات پند کر لی۔ میرے پاک۔ سبے نیاز۔ میں تو ایک گن گار انسان ہوں۔" شہباز خان کہہ رہا تھا۔

پھر اس نے جائے نماز بچھائی اور سجدہ کر دیا۔ "آؤ۔ بات بن گئی۔" طاووت نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

"لیکن ہم تو ان گار ہو گئے طاووت۔ اس نے ہمیں فرشتہ سمجھا۔"

"خدا انکار انکار معاف کر دے گا۔ مجبور تھے۔"

"مگر اب کیا کیا جائے؟" میں نے پوچھا۔

"اسے یہاں سے ہٹا دو۔ اس کے بعد فیصلہ کریں گے کہ کیا کیا ہے؟"

"گھوڑے۔" میں نے کہا۔

"ختم میں جائیں۔" طاووت نے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا اور میں مسرور ہوا آگے بڑھ گیا۔ یہ شخص جس جگہ سے بھاڑ رہا ہے اسی طرح ہوتا ہے۔ رحمان اور شہباز خان اس سے کافی دور اٹھ آئے اور پھر ایک باہی۔ مان نے عقب

میں ہم دونوں رک گئے۔

"آؤ، اوہ شہنشاہ کے۔" طاوت نے کہا اور ایک مناسب راستے سے چڑھ کر ہم سچ چٹان پہنچ گئے۔ صاف ستھری چٹان پر بیٹھ کر میں نے منہ اٹھا کر آواز دہرایا۔ پچھلے عرصوں میں بھری اور پھر اسی چٹان پر آواز دہرایا۔ طاوت نے سنے سکوز۔ بیٹھا تھا۔

کافی دیر اسی غصے میں گزری۔ تب میں نے ایک گھرنی سانس لے کر طاوت کو مخاطب کیا اور طاوت میری جانب دیکھنے لگا۔ بہت گھرنی سن میں ہو۔ کیا بات ہے؟

"کوئی خاص بات نہیں، آئندہ سنے ہو گرام پر غور کر رہا ہوں۔"

"ایک بات یاد۔ طاوت۔"

"یہی مطلب ہے؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"مجھے احساس ہے میرے دوست۔ اپنی آخری طرح کی خاطر میں نے تمہیں بھی دیر دے دیا۔ دراصل میری طبیعت تمہاری طبیعت سے اس قدر ہم آہنگ ہے کہ تمہاری طبیعت کو ایک جزو بن گئے ہو۔ لیکن عارف ابراہیم کاغذ میں تو ابھی اپنی دنیا میں دھنس جانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ میری دنیا پر ہمو طاری ہے۔ اور مجھے اس جبروتوں سے وحشت ہوتی ہے۔ میں تو ابھی تمہاری دنیا دیکھوں گا۔ لیکن میرے دوست۔ اگر تم میرا ساتھ نہ دینا چاہو تو میں تمہیں خدا کا نام کہہ سکتا ہوں۔ میں تمہارے اپنی مستقبل کا انجام نہ دوں گا۔ پوری زندگی شش و عشرت میں گزار سکتے۔"

"اس کو اس لاکھ بھگت؟" میں نے ہنسنے ہوئے انداز میں کہا۔

"ابراہیم کاغذ۔ میں نے ایک بات بھی نہیں تمہارے سوا کسی کو جواب دی۔ تمہیں حق ہے کہ اپنی دنیا کے ماحول کے لئے زندگی گزارو۔ لیکن میں یہی چاہتا ہوں۔"

"تمہاری دنیا کی اور تمہاری ایسی شہنشاہی۔ شہنشاہی جو اس کے لئے ہے۔"

"یوں نہیں کر رہے ہو طاوت۔ ایک دنیا ہے۔ یہی ہے۔ جب تمہارا نفس دنیا سے الگ ہو جائے اور تم واپس رہا ہو۔"

تو یہ اب کرم میرا ایک کام ضرور کرتے ہوں۔"

"راسم سے کہہ کر کوئی ایسا سرخ آواز نہ ہو میرے لئے۔" راسم نے کہا۔

"میرا کرنا یہ نہ کہنے کے بعد۔" عارف کا کوئی احساس نہ ہو اور انسان پہنچو۔ میرے بغیر میرے لئے میں تم سے جینے کی صورت کے چند نکات بھی نہیں گزار سکتا۔"

"مجھے تیری دوستی پر باز ہے عارف۔ میں خود آئندہ یہاں نہیں ہو سکتا۔ لیکن جس بھی تیرا خیال آتا ہے۔ یہاں نہیں تو صرف موت میں میرا ساتھ نہ دے رہا ہو۔"

"میں طاوت میرے دوست۔ میں ایک بے شمار انسان ہوں میری دنیا میں میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ آواز ہے۔ تیری۔ بہت میری زندگی کا ستون ہے تو چنانچہ تو یہ عمارت زمین بوس ہو جائے گی۔"

"عارف۔ طاوت چونک رہا۔"

"یوں۔ کیا ہو؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"کیا ہم دونوں پاگل ہو گئے ہیں؟"

"یوں۔"

"پھر یہ کیا اس کی حیثیت رکھتی ہے۔ طاوت نے یہی نتیجہ چھوڑ سکتا ہوں اور نہ تو مجھے۔ پھر ان باتوں میں دقت خدشہ کرنے کے بجائے یہ سوچنا چاہئے کہ اب ہمارا دوسرا قدم کیا ہو گا؟"

"دوسرے قدم کے بارے میں اس سے پہلے ہم نے سوچا ہے۔ جواب نہیں ہے۔ جہم منہ آندہ جس پر ہیں۔"

"کوئی رات کو آرام کیا جائے؟"

"بے شک۔"

"تھک ہے۔ آرام کرو۔" طاوت نے کہا اور پھر اس نے سنجیدگی سے سونے کی ٹھکان کی اور شاید تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی سو گیا۔ لیکن مجھے کافی دیر تک غید نہیں آئی۔ چاند اٹھ آیا اور میں چاند پر نگاہیں دے دینے کی بات میں ابھار رہا۔ لیکن یہ بھی بے فواید تھا۔ عارف نے کہا۔ نہ ہونے کی وجہ سے نہ ہی منہری تھا کہ میری آنکھوں میں غید لے آئی۔

اور دو صبح کے جب میں بونگا تو رات کی باری سے مجھے غور رہا تھا۔ میں نے کوئی خاص حرکت نہ کی تھی۔ لیکن وہ آواز بڑھ گیا تھا۔ جیسے ہی بات یہ تھی کہ چٹان کے قریب میں بیٹھ کر بہت دیر ہو رہی تھی۔ وہ نے تھے۔ کچھ آواز مسرور اور ہوا۔ "لجھو۔ ہلی دیر تک نہ گئے۔"

"باب۔" میں ایک آنکھ کی لے کر اٹھ گیا۔ چٹان سے غری کو لے کر پانی کے برتن وغیرہ لے کر آئے تھے۔ بہت

نے اس طرف اشارہ کیا اور میں ضروریات سے فارغ ہونے کا منہ ہاتھ دھو کر جب میں طاوت کے پاس پہنچا تو وہ دھڑکھانے لگا تھا اور دست خوان پر عمارت کا نقشہ موجود تھا۔

"اوہ۔" میں نے "مئی خیرانہ از میں گردن ہلائی۔"

"آج کی حیثیت را سم کی طرف سے ہے۔" طاوت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے۔" میں نے طویل سانس لی۔ اور پھر ہم دونوں نے اطمینان سے ناشتہ کیا۔ "یہ لھوئے؟"

"یقیناً سر تاج خان کے بھگوز نے سپاہیوں کے ہوں گے خود بخود آگئے تھے بے چارے۔ میں نے پتہ پا کر خیر مقدم کیا۔" طاوت مسکراتے ہوئے ہوا۔

"خوب۔" میں ہنسنے لگا۔ ناشتہ کرنے کے بعد کافی دیر تک ہم لوگ ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ بہت سے لوگ دیر گفتگو آئے اور پھر طاوت نے دور۔ بہت دور پہاڑیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"ان پہاڑیوں کے دوسری طرف کیا ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"کیوں نہ ادھر کا سفر کیا جائے؟"

"جیسا پسند کرو۔" میں نے جواب دیا۔

"ادھر جی چلیں گے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے۔"

"سر کشیدہ غم ہے۔" میں نے جواب دیا اور طاوت دور سے دھوئیں کی مانند نظر آنے والی پہاڑیوں کو دیکھنے لگا۔ پھر وہ اٹھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں پر سارے غراماں فرماں اس طرف جا رہے تھے۔ چاروں طرف بے آب و گیاہ پہاڑوں کے خادو کچھ نہ تھا۔ بڑا خشک سفر تھا۔ میں نے طاوت کی طرف دیکھ کر اس کا ہاتھ ستر کرنے کا ارادہ تھا۔ ورنہ اس کے لئے کیا مشکل تھا کہ چپک چپکے اور ہم پہاڑوں کے نزدیک ہوں۔ لیکن موڈی جن تھا۔ اس نے صرف گھوڑوں پر قیامت کی محبت چنانچہ پورا دن سخت تکلیف میں گزارا۔ جب شاہ کی ہوا میں آندہ جھیرے کو بھیج کر آندہ نکلیں تو ہم ایک سبز دار میں پہنچ گئے تھے۔ یہاں سبز خاس کے میدان تھے۔ دور ایک ندی کشماتی ہوئی تھوڑی دیر تھی۔

ہاتھ جوڑے اس طرف دوڑنے لگے۔ ہم نے انہیں روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ گھوڑوں نے پانی میں منہ ڈال دیا اور ہم نے ان کی پشت چھوڑ دی۔ طاوت چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ لیکن میں فوراً رو روخت آگے ہوئے تھے۔ پانی کی چٹانیں دور دور تک بھری پانی تھیں۔ عجیب سا اتفاق

تھا۔ یہ اسرار خوبصورت۔

"مگر جبکہ ہے۔" اس نے کہا اور ہم نے قیام کے لئے ایک تہہ تختہ کر لیا۔ وہ پانچ زیادہ دور نہ تھے۔ انہیں ہم نے صبح کو دیکھا تھا۔ بڑے خوبصورت پہاڑ تھے۔ ان کی چوٹیوں پر سفید سفید برف کی لوہیاں نظر آ رہی تھیں۔ برف پھسل چکی تھی ورنہ یہ سارے پہاڑ بھی پر فوش ہوتے۔ موسم بھی نہایت عمدہ تھا۔ طبیعت میں کھینچ پھاڑی تھی۔

ایک عمدہ سی جگہ۔ پھر ہم نے پانی چھینا دینے اور رات کی چادر ماحول پر آویزی۔ سورج غائب ہو گیا۔ آسمان پر ایک کے غلبے سر جوڑنے لگے۔

"بادش۔" طاوت نے "سن کی طرف اکیڑ کر لیا۔"

"میرا خیال ہے بارش نہیں۔ بر فباری۔"

"یہاں نہیں۔ غلہ ہو تا ہے۔"

"ہاں۔" مجھے بھی پسند ہے۔ لیکن میرے عزیز۔ اگر یہ بر فباری ہوئی تھی تو کیا رات برف کے ذرات سے ہم خوش ہو کر گزار دی جاتے۔"

"یہاں بہت سی چٹانوں کے ساتھ موجود ہیں۔ نہیں بھی پناہ لے لیں گے۔"

"باب۔" میں نے ایک طویل سانس لیا۔ "بھوک لگ رہی ہے۔"

"راسم۔" طاوت نے دائیں طرف رخ کر کے کہا۔

"آقا۔" را سم نگاہوں کے ماتھے تھا۔

"کھانے کا وقت ہے۔"

"یہ پیش کروں؟" را سم نے کسی دھڑکے سے آندہ اڑیں پوچھا۔

"اپنا آرڈر نوٹ کرو۔" طاوت نے ہنسنے ہوئے کہا۔

"را سم مجھ سے زیادہ بہتر جانتا ہے۔" میں نے بھی ہنسنے ہوئے جواب دیا۔

"جافا یار۔" لے آؤ۔ جو دل چاہے۔" طاوت نے کہا اور را سم نے گردن جھکادی اور پھر وہ نگاہوں سے اوٹ چل گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد را سم نے آواز گرم اور نڈیہ کھانوں کے ڈھیر کاٹنے اور ہم کھانے میں مشغول ہو گئے۔

ابھی کھانے سے قورن نہیں ہوئے تھے کہ بر فباری شروع ہو گئی۔ ننھے ننھے سفید ذرات آسمان سے ہماری طرف لپے اور ہم سر سے انہیں دیکھنے لگے۔

"قدرت نے انسان کی دل بھگی کے لئے کیا کیا سامان دیا ہے جس۔" طاوت آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے ہوا اور پھر اس نے جلدی سے گردن جھکی۔ برف کے ذرات

نہا نے اسے قابض ہو کر ہم ایک پتھان پر جانچا ہے۔ پتھان
پر برف بھرنی ہوئی تھی۔۔۔ ایک لکھی سی تیر۔ ہم اس پر
بٹھ گئے۔ اور پیٹ کی برف سے دوسرے جسموں کی حرارت سے
پھلتے لگی۔ ہمارے شانوں پر اس پر اور جسم کے دوسرے
جسموں پر برف کے ذرات جم رہے تھے اور جب ہم انہیں
بعد اُتے تو سفید پردہ بکھر جاتا۔ دونوں نے دوش تھے۔ نیند
دونوں ہی اس حسین موسم — لطف اندوز ہو رہے تھے۔
کافی دیر گزر گئی۔ برف پر اب مکر رہی تھی۔ تب دور — کوئی
دور — اچانک ایک — روشنی سی نظر آئی۔ اور ہم غیب — سے
دیکھنے لگے۔

"باب"

1980

“**میں نے**“

“*It is a very good idea to have a good idea of what you want to do, and to have a good idea of what you want to do, and to have a good idea of what you want to do.*”

”آؤ۔۔۔ دیکھو۔ اس چٹان کے عقب سے روشنی بھر رہی ہے۔“ طاہرات نے کہا میں بھی اسی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے ایک ایک کمرے بہت سی سطحوں روشنی کی بجاریں ہوں اور پھر روشنی کا ایک دائرہ مابین میں۔

”اُٹھو۔“ طاووت نے کہا اور میں بھی غیر افسردہ بنی طور پر
 اُٹھ کر دو نوں روشنی کی طرف پہنچنے کے لئے اُٹھ کر دوئی دینی
 کے بعد اُن اُنٹوں کے نزدیک پہنچنے کے جو قریب مسافت کی
 تھیں۔ انی چٹانوں نے جلی کر ایک پتھر سا ہال بنا دیا۔ ان کے
 رانٹوں نے اُڑا کر اندر جا بیٹھا تھا۔ پس اگر کوئی اویہ ت
 اتے کی کہ پیش کرتا تو مٹھلی پیش کرتی یہ تھوڑا سا اندر
 سر سے ڈھکوا دیتے تھے۔ پھر ہم نے پہاڑوں کے اوپر سے اُڑنے کی
 جگہ پر پہنچے اور ہر جگہ پر تے آؤں دے گئے۔

وہ کہتا تھا کہ میں نے اپنے دل سے یہ بات نکالی ہے۔ تو اس نے کہا کہ میں نے بھی یہی بات کہی ہے۔ تو اس نے کہا کہ میں نے بھی یہی بات کہی ہے۔ تو اس نے کہا کہ میں نے بھی یہی بات کہی ہے۔

5

[illegible]

بیٹے موجود لوگوں میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔
 اُن دنوں چاندیوں کے رشتوں پر الوداعی رات تھی۔ جب ایک
 بی بی نے جس شخص اسی لباس میں نیکہ رہنے سے اندر داخل
 کیا اور اندر موجود لوگوں نے مختلف جملوں میں اس کا
 تعویذ کیا۔ وہ سب اس انداز سے مودب ہو گئے تھے جیسے
 نے دانا کوئی بہت بڑی شیشیہ کا حاوی ہو۔

ہلاوت اور میں بنی۔ کچھ سیڑھی سے چڑھ کر دیکھ رہے تھے۔
 ”کیا خبر ہے؟“ اس نے سبر کو پوچھا۔
 ”میرے خیال سے چند لمحوں میں یہ تھیں جائے گا۔“
 ”تو بھی اس انداز میں غلط فہمی اب تک پرقرار رکھو۔
 اے وا، دیوتاؤں کی ان فریادیں تھیں۔ وہ کمر پر ہتھوڑے اٹھائے
 ہوئے دو تھوڑے دیوتاؤں کو جھوڑ رہے تھے۔ چہ اس نے پھر وہی دوا

”اور سب سے میرے پاس تھوڑے۔۔۔ خوشخبری ہے۔ آج
 کے لئے میں نے انھیں پورٹ ہارور میں مقرر کیا
 ہے۔ یہاں پر انھوں نے پورے مشرق وسطیٰ کے بارے میں
 میں سے سب کچھ سیکھ لیا ہے۔“
 ”اگر سب مستعد ہیں۔“ ایک کوئی نے کہا۔
 ”شیریں کی روٹ ہے۔“

[illegible]

مختتم:

”ہم نے محسوس کیا ہے کہ ایک غیر تحریک دہرے
مخالف ہے۔“
”مطلب؟“

”آپ کو غم ہے کہ: ہر مہمانِ مملکت کے واقعے کو اجمال رہے ہیں لیکن اب کچھ لوگ اس کی تردید کرتے پھر رہے ہیں۔ انہوں نے بہت سے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنالیا ہے۔ کیا وہ لوگ تمہاری بننا: ہوس میں آئے؟“

"نہیں۔ میں ہم ان کی تہ نشین رہا ہوں۔"

"اوسے مجھے ان لوگوں کی پرواہ نہیں ہے۔ میرا نام اتنا گزردہ نہیں ہے کہ معمولی حکم کے لوگ اس میں رخنہ انداز ہو سکیں۔"

”ٹھیک ہے، ہم بھی ان کے لئے فکر مند نہیں ہیں۔“
 ”بس آئی کی؟“ غفلتو میں تھے۔ مدد دے تھی۔ بہت جلد تم
 بس تم جا سکتے ہو؟“ قوی نیکش قبائی دونوں ہاتھ پاؤں پر چنان
 کے رکنے کی طرف بڑھ گیا۔ دوسرے لوگ بھی منتشر ہونے
 لگے تھے۔

علیٰ: "نیا پتہ؟" میں نے طاہرات کی طرف رخ کر کے
 "تو معنوم کرنے سے ہی پتہ چلے گا۔"
 "مگر سے معنوم کرو گے؟"

”گوئی بھی داریہ نکالیں گے تم دیو کی تھیں ان
 حالات میں پتہ دلچسپ محسوس ہو رہا ہے؟“
 ”ہاں۔ پر اصرار کوٹ میں۔ ملکہ کے بارے میں غصہ
 رہتا ہے۔“

”یہ ملک کون بہ نفعی ہے۔“
”جس کی ریاست کی ہے۔۔۔ یہاں سجدے کی بات ہی

”تو بہر حال ہے۔“

”اویس! ان کی غزوات اور رستوں کے بارے میں یہ
اجنبی حالات کے بارے میں، جو آپ کے ذہنی ہندسے
رہنے سے باہر تھے، تمہارے ذہن پر نہ رہے۔“

طالوت :



نہ کھان کبہرے ساتھ تعاون کیا تھا۔ ہم اپنے گھوڑوں کے نزدیک آگئے۔ خانوتہ اپنی اصلی شکل میں آیا اور میں نے بھی شاہدوں کا پریشالہ آثار دیا۔

اور پھر ہم گھوڑوں پر سوار ہو ہی رہے تھے کہ اچانک چنات کے اوپر سے ایک آواز سنائی دی "خیردار۔ تم دونوں ہتھکڑیوں کی زد پر ہو اور میرا نشانہ کبھی خطائیں نہ ہو۔"

”ہاتھ بند کرو۔ ورنہ۔ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔“
آواز پھر آئی۔ آواز کی نسوانیت تو جیسی نہ رہ سکی تھی۔ لیکن
میں میں سفاکی تھی، ایسا لگتا تھا جیسے بولنے والی جو چہ کہ
میری بے روی کر گزرے گی۔

خاتوت نے مجھے اشارہ کیا اور پھر خود بھی ہاتھ بند کر دی۔

"اے۔۔۔ تم۔" آواز نے شاید مجھے مخاطب کیا کیونکہ
 جب ہم اسے دیکھ بھی سکتے تھے۔ اس نے ہسٹول سے میری
 طرف اشارہ کیا تھا۔ "یہ رسی لو۔ اپنے ساتھی کے ہاتھ مضبوطی
 سے۔۔۔ اس نے ایک رسی میری طرف اچھال دی۔ اور پھر
 آلات سے بولی "چلو۔ تم دونوں ہاتھ پشت پر کر کے گھوم
 دو۔"

طاہرات نے دونوں ہاتھ پشت پر رکھے اور مجموعہ کیا۔
 "سنو۔ میرے پاس سے بدن پر آگے نہیں آئیں۔
 رخصت ہونے کی حرکت کی تو محنت میں جان بھریں گے۔"
 "یہاں ہم ان کھانوں کو نزل کر دیکھ سکتے ہیں؟" طاہرات
 نے پوچھا اور لست کی آواز کے ساتھ طاہرات کے پاؤں کے
 سبب پتھر کی کھوپڑیاں اڑ گئیں۔ اس نے سب آواز پڑھتوں سے
 بچا کر۔

”یہ تو اس سے بڑھ کر عجیب و غریب ہے تم میں تو صرف ایک ہی
 بہتر ہے لیکن اگر میرا کام ہو جائے تو تمہیں بے میں تم
 دوسری کو زندہ چھوڑ دوں۔“

”ہم میں سے کوئی ایک نہ ہے۔“ ”خداوت ہے پوچھو۔“
”اگر اس کے بعد تم سے جو اس فیہ وہ میں نہیں رہا۔“
”پھر اس کی۔“ ”تو اس حد پر ہر سرور تھی۔“

میں نے کہا: "اے اللہ! یہ سب لوگ میرے لیے ہیں۔" اور میں نے کہا: "اے اللہ! یہ سب لوگ میرے لیے ہیں۔"

جس کے لئے اس کے دل میں یہ خیال نہ رہا کہ وہ "میں تو ایک عورت ہوں"۔

100-100000

کے جسم پر دیکھا تھا۔ وہ بالوں والی ٹوپی اس کے چہرہ پر بوا تھا۔ لیکن اس کے چہرے پر بھی سیاہی تھا۔ وہ تاریکی کی وجہ سے نظر نہیں آ رہی تھی اور پھر عرف کا ہکا سا دھواں تھامے اور اس کے درمیان حالت تھی۔

"تو اسے پاس اسلحہ نہیں ہے۔"

"نہیں مست کرو۔ دو گنا بارہا ہے کرو۔ چو جعدی کرو۔"

"مجھے شرم آتی ہے۔ میں نے کہا اور طاوت جس پر۔"

پھر جعدی سے ہوا۔

"اس کی باتوں میں مست آنا۔ بصورت بدل رہا ہے۔ میرے پاس ہتھولہ دو ہیں۔ اور اس نے میرے ہاتھ بھی ڈھیلے باندھے ہیں۔ یہ دیکھو۔" طاوت نے رسی کھول کر دونوں ہاتھ سامنے کر دیے۔

"ہوں۔ شکریہ۔" عورت نے فرمائے ہوئے نیچے میں کہا "تم اتنے دبی منہم ہوتے ہو۔ چلو۔ اب تمہیں کراس کے ہاتھ باندھ دو۔"

میں نے معاش طاوت کی اس حرکت پر ہلکا سا روک دیا تھا۔ شرارت کے موڈ میں تھا کہ جنت۔ اس نے کس کر میرے ہاتھ باندھ دیئے تھے۔

"کیا اس کے پاس ہتھولہ موجود ہے۔"

"دو۔ دو۔" طاوت جعدی سے ہوا۔ حالانکہ وہ حقیقت میرے پاس ہتھولہ نہیں تھا۔ لیکن وہ طاوت ہی کیا جو میرے لباس سے دو ہتھولہ نکال لیتا۔ طاوت نے دو ہتھولہ نکال کر عورت کے سامنے ڈال دیئے۔

"تمہارے پاس بھی ہتھولہ ہے؟"

"ہے۔" طاوت نے ساواکی سے کہا۔

"تم بھی اپنا ہتھولہ نکال کر ڈال دو۔" اور طاوت نے نہایت سعادتمندی سے ایک اور ہتھولہ نکال کر چٹان کے سامنے پھینک دیا۔ "اپنے ہاتھ بلند رکھو۔"

"اب بھی اس کی ضرورت ہے۔"

"ہاں۔ میں خود بھی تمہارے لباس کی تلاش لوں گی۔"

منہم نے تمہارے پاس دو ہتھولہ موجود ہوں۔"

"میں بصورت نہیں ہوں۔" جھمکیں۔ "طاوت نے غصیلہ انداز میں کہا۔

"پلو۔ میں اپنی قسمی کر لوں۔" عورت چٹان سے کود آئی اور پھر اس نے طاوت کے لباس کی تلاشیں کی۔ پھر عورت ایک گہری سانس لے کر پیچھے ہٹ گئی۔ قریب سے ہر سانس دھونچا کرتا تھا۔ وہ سے نہیں اٹھتی تھی۔

تین ہفتی بعد صبرانی کی۔

"کیا نام ہے تم دونوں کا۔"

"یہ خیروز خان ہے۔ اور میں قریبوز خان۔" طاوت نے جواب دیا۔

"خیروز میں مست کرو۔ ہم بتاؤ۔"

"ہاں۔ کیا مطلب؟" طاوت حیرت سے ہوا۔

"کیا قریبوز کے یہی نام ہیں؟"

"ہاں۔ اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔"

"خیروز میں جاؤ۔ مجھے تمہارے ناموں سے غرض نہیں ہے۔ میں تو تم سے تمہارے سربراہ کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔"

"سربراہ یہ ہوتا ہے بھائی خیروز؟" طاوت نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

"تم زیادہ غور کرنے کی کوشش کرو۔ یہ ہو۔ لیکن خیروز دارنگہ دے رہی ہو۔ اس کے بعد تم میں سے ایک کو خیروز کر دیا جائے گا۔"

"تم ہماری جوڑی بھاڑ کرنے پر کیوں تلی ہوئی ہو۔ باوجود قسم کر دوں۔" طاوت نے اسی سخن پر پناہ سے کہا۔

"اگر تم مرنا ہی چاہتے ہو۔ تو یہ لو۔" لڑکی نے ہتھولہ میرے ہاتھ پر رکھا۔

"خیروز خیروز۔ موت جس وقت بھی آجائے۔ اسی وقت لکھی گئی۔ بالی بائی۔ روز محشر تواز دے لیا۔"

طاوت رو ہانسی واڑ میں ہوا۔ اور عورت جس پڑی۔

"میں تمہاری دلیبری کی قدر کرتی ہوں۔ لیکن اب میں وقت ضائع کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ براہ کرم میرے سوال کا جواب دو۔"

"مگر تمہارا سوال ہی غیر مناسب۔" طاوت ہوا۔

"یہ ابھی تم چٹانوں کے درمیان نہیں تھے؟"

"ہیئے؟"

"تب پھر۔ کیا تمہیں اس مشق میں شریک نہیں تھے جو وہاں ہو رہی تھی۔"

"ہیئے؟" طاوت اطمینان سے ہوا۔

"میں سربراہ کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔"

"کیسی تو غلط ہے۔ سربراہ کونسا تھا؟ ہمیں بھی نہیں معلوم۔"

"وہی۔ جس نے تم لوگوں کو کسی کے لئے کی صلاح دی تھی۔"

"ہم لوگوں کو کیوں دیتا۔ ہم تو خود چھپے ہوئے تھے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہم نے اتفاقاً حور پر ہی انہیں دیکھا تھا۔"

"جو اس کر رہے ہو۔ کیا تم ان کے ساتھیوں میں سے نہیں ہو۔"

"صحت ہے۔ ہم تو غریب الوطن ہیں۔ میرے کرتے کرتے اس طرف آ گئے تھے۔"

"میں کہتی ہوں بصورت بولنے سے باز آ جاؤ۔" عورت دانت کچا کر بولی۔

"اگر تیسری بار تم نے مجھے جھوٹا کہا۔ تو۔" طاوت غصیلے لہجے میں بولی۔

"تو تم کیا کرو گے؟"

"میں خود کشی کر لوں گا۔" طاوت نے ڈھیلے احوال لہجے میں کہا اور عورت جس پڑی۔

"کاش تم نہ ار قوم نہ ہوتے کاش تم ملت فروشن نہ ہوتے۔ تمہاری یہ دلیبری کیسے غلط راستوں پر جا رہی ہے۔"

"بھائی خیروز۔ کیا یہ درست ہے؟" طاوت نے پھر میری طرف دیکھا۔

"سخنزدین چوروز۔ یہ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ ہمیں ان کی غلط فہمی دور کرنے چاہئے۔" میں نے بھائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اچھا۔ تو تم ہی غلط فہمی دور کرو۔"

"طاوت۔ یہ حقیقت ہے ہم دور سے رہے ہیں۔ ہم نے رات گزارنے کے لئے ان چٹانوں میں ہناوا لی تھی۔ پھر ہماری شہر ہوئے کے پتہ منٹ کے بعد ہمیں روشنی نظر آئی اور ہم جنس میں ڈوب کر احرار ہو گئے۔ تب ہم نے اندر کے مناظر دیکھے اور جب سب سے پہلے گئے تو ہم واپس آئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے گھوڑے ان سب سے الگ بڑھے ہوئے تھے۔"

"کیا ثبوت ہے کہ تم سچ بول رہے ہو؟"

"فی الحال ایک ثبوت کے علاوہ کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ہمارے لباس ان سے الگ ہیں۔ جب کہ وہ سب لباس میں تھے اور وہ لباس تمہارے جیسے تھے۔"

عورت سچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے گردن ہاتھ ہٹے کہا۔ "تب تمہارے میں جاؤ۔ باوجود میں نے وقت بچاؤ کیا۔ لیکن سنو۔ ذرات میں داخل ہونے کی کوشش مت کرو۔ وہاں کے ذرات بہت خراب ہیں۔ ہر ذراتی کوئلہ کی ٹکڑے دیکھا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات ان کے بارے میں مناسب معلوم نہیں ہو سکتا۔ انہیں کوئی ماری

جاتی ہے۔"

"سنو خانہ اگر مناسب سمجھو تو ہمیں زورات کے حالات سے بھی خبر۔"

"فضول باتوں کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے۔" اس نے کہا اور اس کے منہ سے تیز سہی کی آواز آئی۔ دوسرے لئے سفید رنگ کا ایک گھوڑا دوڑتا ہوا اس کے قریب آ گیا اور عورت نہایت بھرتی سے اس پر سوار ہو گئی۔ پھر اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور ہوا ہو گئی۔

"محمد عورت ہے۔" طاوت تعریفی لہجے میں بولی۔

"فوس" اس کی شکل نہیں دیکھی جاسکتی۔

"دیکھ لیں گے ضرور دیکھ لیں گے۔ پرواہ کیوں کرتے ہو۔" طاوت سنی میز انداز میں بولا اور اس کے نیچے پر بھجے جیسی آگئی۔ "یہ خیال سے ہو گئی یا کمانی تیار؟"

"شاید۔" میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔

"اب تو پھر جلدی کرو۔ کیا ہم اس کا تقاب نہیں کریں گے؟" طاوت نے گھوڑوں کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی آگے بڑھ گیا تھا اور پھر ہم گھوڑوں پر سوار ہو کر اسی راستے پر چل پڑے جس پر پہلے وہ لوگ اور بعد میں عورت گئی تھی۔ لیکن ہمارے گھوڑوں کی رفتار بہت سست تھی اور ہم بڑے اطمینان سے چل رہے تھے۔ رات کی تاریکی اور برقیاری کی وجہ سے گھوڑے بھی سست چل رہے تھے۔ اسی لئے ہم نے رفتار تیز کرنے کی کوشش نہیں کی۔ طاوت کی سانس میں گم تھا۔

"کئی منٹ کی خاموشی کے بعد اس نے کہا۔" کیا تم نے حالات پر غور کیا ہے عارف؟"

"کس قسم کے حالات پر؟" میں نے پوچھا۔

"بھئی۔ وہ لوگ ان کی مشکو اور پھر عورت کی باتیں۔ کوئی نتیجہ اخذ ہو گا؟"

"میرا ذہن اس قفس میں نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹوپی پر سے برف ہماڑے رہو۔ کیا تمہیں زورات کا نام یاد نہیں ہے۔" خان زورات کی شہباز خان بھی بہت عریف کیا کرتا تھا۔

"یاد ہے۔ بالکل یاد ہے۔"

"خیر۔ اب خان قاضی تعریف سے اور اسی کے خلاف کوئی سازش ہو رہی ہے۔ ان لوگوں کے الفاظ کے مطابق ملک نے در۔ میں کیا پروپیگنڈہ کرایا جا رہا ہے اور پھر آئے والے۔ پراکت فہر بارہ پر تجاویز کر رہے ہیں۔ کیسی تیرا۔ شاید انقلاب اس کی ہو گیا خان زورات کی زندگی

نور ہو رہی تھی۔ لیکن ایک بار بھی اس شخص نے الفاظ یا کلمہ اس نے کہا تھا کہ ایک طرف ان کے خلاف میں نے نہیں لڑا تھا۔ یہ تو ان کی اس دوسری پارٹی کی فوج نہیں ہو سکتی۔ ان لوگوں کے تعاقب میں یہاں آئی تھی اور ہمیں ان کا وہی نتیجہ نہ ہر سے معلومات کرنا پڑتی تھی۔

"خوب! کیا تمہارے پاس بھی جاسوسی دوسرا کارہوا ہے؟" میں نے حیرت زدہ انداز میں طاہر کو پوچھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ کیا میرے اندر اس کا وہی حال ہے؟" طاہر نے جھلا کر پوچھ لیا تھا۔

"یہ بات نہیں۔ لیکن تمہاری کتبہ واقعی بہت خوب ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ لیا ہم زور دات کی فی طرف جارہے ہیں۔ بعد صحیح رخ کا اندازہ اس شخص کو؟"

"جو اس صحت کو رہا ہے پتہ رہا۔ تم نے میری باتوں کا مذاق ڈال رہا ہے۔ اسے یاد رکھنا۔" طاہر نے کہا۔ "ارے! ارے! کیا تم ہمارے ہی ہو گئے؟" میں نے جتنے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ لیکن میری بات پر غور کرو اور اس کے بارے کوئی اور کھانی تو کر کے بنا دو۔" طاہر نے کہا۔ "حقیقت بہت جلد سامنے آئے گی۔" طاہر نے کہا۔

"یہ تو کرام کیا ہے؟" "کیا پہلے سے پوچھا گیا ہے؟" میں نے ضرورت ہے۔ دیکھیں گے حالات کو جانیں گے۔ اور پھر جو بھی مظلوم اس کی مدد کریں گے انہی خیال ہے۔

"بالکل۔ بالکل کہیں گے۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ نہ جانے کون سے جگہات تمہیں لینے والے تھے۔

ہم ان "خرنی پھاڑوں کے نزدیک پہنچ گئے اور پھر ایک چھوٹے سے درے سے گزرتے کے بعد جب ہم دوسری طرف پہنچے تو حیران رہ گئے۔ ان زرد زرد پتوں کے اس

طرف اس ویران میدان سے پرے ایک ایسی خوبصورت دلی آباد ہوئی کہ ان بھی نہ تھا۔ چاروں طرف پھاڑوں پر بڑا چڑھا ہوا تھا۔ جس میں اب برف و برف سے سفید دات ایک بے تھے اور اس زمریوں گل میں میں نہیں۔ فیدی تھوڑی تھی۔ تو بچے بچے خوبصورت دکھاتے "کڑی کے پتھر کے مکانات کی لڑکیوں سے روشنی پھٹ رہی تھی۔

سیا سیا شہر کی روشنی طاہر کی طرف سے

ہم نے سمجھ لیا۔ رات ہے۔ طاہر اور میں بھی خاموشی سے مانتے دیکھ رہے تھے۔ پاتہ دارے ہوئے۔

سے آخر سر کی طرف تھا۔ اس نے اپنے بدن کو مختلف اور زور کر رہے تھے۔

"یہ زور دات ہے؟" میں نے پوچھا۔ "خوبصورت ہے۔"

"جی ہاں۔ میں بھی اسے پوچھ کر حیران رہا ہوں۔ مجھے ان کی امید نہیں تھی۔"

"تو عارفہ رات کی خاموشی سے فائدہ اٹھا کر شہر میں پڑھنا چلی گئیں۔ ممکن ہے وہ ان کی رہائی زور دات کے شہریوں کو ہمارے انہی کے احساس دلا دے۔"

طاہر نے غور سے یہ مانا اور میں بھی اس کے ساتھ چلی پڑا۔ کہاں پڑھا جاساں کہو گے طاہر نے؟

"دیکھتے ہیں۔" طاہر نے اپنی بات سے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔ سمجھنا کہ سب رات کی سوتے ہوئے زور دات کے بازووں میں داخل ہو گئے۔ بازار سناٹا تھا۔ دوسرے تھے۔ کوئی گلی فینڈ میں نہیں تھے۔ یا شہر زور دات کو ایک جہدہ شکل دے دی تھی۔ بہت کافی رات میں باہر تو یہ شہر طاہر ایک سڑک سے دوسری سڑک پر ایک گلی سے دوسری گلی میں داخل ہوتا رہا۔ پھر وہ ایک بڑے بڑے احاطے کے سامنے رک گیا۔ جس میں شہر دات آباد ہے۔ یہ ایک بوڑھا آدمی تھا جس کے ہاتھ میں تختہ تھا اور بھی بھی حق کی نوکراہت بھی گونج اٹھی۔ اور اس نے دھوئیں کی ساندھی پھیل جاتی۔

"تو؟" طاہر نے کہا۔ اور سمجھنے سے اندازہ سمجھنے کی جاگ پکڑے ہوئے ہم دونوں مکان کے احاطے میں داخل ہو گئے اور پھر دھناپوں کی آواز سن کر اچھل پڑے۔

"آگے۔" وہ خاموشی سے بولے۔ اور حق رکھ کر دات کی طرف نکلا۔ "آپ آگے۔" کوئی مجھے نہیں تھا۔ نہ وہ نہ؟ دیکھا۔ میں جاگ کر سمجھا کر انتظار کر رہا تھا۔ "بوڑھا پڑا بھی خوشی کے ساتھ ہوا۔"

طاہر نے ایک گہری سانس لے کر میری طرف دیکھا۔ "اگر سچائی ہے۔ چاہے اندر چاہے دیکھنا۔ اور گہری فینڈ سوچ ہے۔ خوب سمجھو۔" طاہر نے رات کی بات کہی۔ میں گلاب جان بھی نہ لیا ہوں۔ مگر حق۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک کتبہ کے لئے پہنچے۔ وہ میرا کتبہ دات کی طرف اٹھ رہا ہے۔ اسے دیکھتے ہی وہ جیتے نکلا۔

"کتبہ کے ساتھ ساتھ میں تمہاری گردن بھی اٹھا دوں گا۔ ورنہ ہوش و حواس میں رہ کر تمہارے۔" طاہر نے پلٹ کر بوڑھے کے گھر پہنچا اور بوڑھے کی "میں بول رہا ہوں۔"

طاہر نے!

سے پھیل گئی۔ "تم گھر میں آکر آؤ گے؟" اس نے فوریہ آواز میں پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"لیکن کیوں؟"

"تم کون ہو؟" طاہر نے پوچھا۔ "بوڑھا۔ بوڑھا۔" بوڑھے نے پچھل کر کہا۔ "یہ کیا ہوتا ہے؟" طاہر نے پوچھا اور مجھے ہنسی آئی۔

"میں ہوتا ہوں۔ بالکل میں ہوتا ہوں۔" اس نے اسی انداز میں جواب دیا۔

"طاہر! میں نے حالات کی مدد سے سمجھ کر طاہر کو آواز دی اور وہ میری طرف دیکھنے لگا۔ اسے کچھ رقم دے کر دفن کرو۔ اتفاق سے ہم نے بہترین جگہ پناہ عمارت کی ہے۔"

"کیا مطلب؟" طاہر نے حیرت سے کہا۔ اس دوران میں نے کچھ کہانی بوڑھے کی طرف بڑھا دی تھی۔ دیکھ کر بوڑھا خوشی سے اچھل پڑا۔

"ارے! ارے! اس سے تم میں اپنا سارا قرض سب باقی کر دوں گا۔ جیتے رہو۔ جیتے رہو۔ اب تم اندر جاؤ۔ افغان کو دیکھا۔ وہ سب حد خوش اخلاق ہے۔ ذرا بھی برا نہیں مانتے گے۔"

بوڑھے نے ایک زخمی بھری اور دوڑتا ہوا احاطے سے نکل گیا۔ طاہر نے شانے اپنا کر میری طرف دیکھا۔

"آؤ۔" میں نے کہا اور پھر ہم نے سمجھنا احاطے میں داخل ہوئے۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا ہے۔" طاہر نے میرا شانہ بچھ کر فرماتے ہوئے کہا۔

"یار۔ ہم دوسری ایک جگہ۔" میں نے کہا۔ "میرا مطلب ہے کہ وہاں جگہ۔ میرا خیال ہے وہاں ان کی کتیاں ملتی ہیں۔"

"ارے۔"

"ہاں میرے دوست۔ اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ طاہر اور زندگی ہر جگہ ہوتی ہے۔ بوڑھے کا مادی ہے۔ لیکن یہ وہ اس کی جی بی ہے۔"

"تو پھر۔"

"ہمیں اس سے کیا فرمیں۔ ہمیں تو رات کی جگہ پناہ کی ضرورت تھی۔ اور میرا خیال ہے اس سے ہم جگہ نہیں ہو سکتے۔ یہاں کوئی ہمیں حیرت سے نہیں دیکھے

طاہر نے!

تھا۔"

بات طاہر کی سمجھ میں آئی تھی۔ چنانچہ ہم دونوں خاموشی سے بڑے مکان میں داخل ہو گئے۔ اس میں چھ سات کمرے تھے۔ باغ میں دو خیمیاں تھیں۔ بعض بے چراغ پڑے تھے۔

"اسی افغان کو جگانے کی کیا ضرورت ہے۔ بس ایک کمرہ تلاش کرو۔" طاہر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن آؤ۔ اس مکان کا جائزہ تو لے لیں۔" میں نے طاہر سے کہا اور طاہر تیار ہو گیا۔ مکان میں کل چار افراد تھے۔ دو نوجوان لڑکیاں۔ ایک بوڑھی عورت اور ایک بوڑھا جو چٹا گیا تھا۔

"خوب۔ ابھی پڑھنا ہے۔ میرا خیال ہے وہ آخری سرے والا کمرہ درست ہے۔" طاہر نے کہا۔

"آؤ۔ پھر آرام کریں۔" میں نے کہا اور ہم اس کمرے میں داخل ہو گئے کمرے کی عقی کھڑکی کھول دینے سے باہر کا منظر نظر آنے لگا۔ برف اب بھی پڑ رہی تھی اور اندر ابھی خاصی خنکی تھی۔ ہم کمرہ درمی زمین پر لیٹ گئے۔

"کیا خیال ہے عارفہ زبردستی کے مسمان سے رہے؟" طاہر نے فکرا کرتے ہوئے میری طرف ٹوٹ بدل لیا۔

"تمہارا موڈ طاہر! وہ دہشت میں جاتا ہوں تم خان زور دات کے محل میں بھی قیام کر سکتے ہو۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ ہر حال کے بارے میں جانتا ضروری ہے۔" کمرہ درمی زمین پر بھی انسان سوتے ہیں۔ بہت سے لوگ تمہاری دنیا میں ایسے بھی ہیں جن کے سرے ساہن بھی نہیں ہے۔"

"ہاں۔ میری دنیا کی بات نہ کرو۔ نہ جانے میری دنیا میں کیا کیا ہے۔" میں نے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ اب سونے کی کوشش کرو۔" تاکہ صبح کو غل پر پڑنا نہ پڑے۔ "طاہر نے کمرے کے کونے کونے میں دیکھا اور میں نے بھی کمرے بدل لیا۔ اور اس کمرہ درمی زمین پر بھی مجھے فینڈ آئی۔

پھر صبح کو اس وقت ہی آٹھ گھنٹے بپ آواز میں نہانے لگی ہیں۔ میں نے چونک کر دیکھا۔ رات کا بوڑھا بوڑھی عورت اور دو خوبصورت لڑکیاں اندر سے کمرہ کھڑکی

تھیں۔

"ایسے نام نہیں ملے گا افغان۔ تو امیر زور دات کی بیٹی نہیں ہے۔ میں کہتی ہوں آئی گہری فینڈ سوئی تھیں۔ مسمان کیا

نہیں ہے۔"

کتا بہتات پیلر کشتہ

119

تو، حقیقت رات کو میں میری منہ سنا
جگتے رہنے کی کوشش کی تھی۔

"تو نہیں۔" ہمیں آپ سے ایسا کوئی کام نہیں تھا
معتز۔ جس کی وجہ سے آپ ورات کو بکایا جاتا۔

"یا تو آخرت ہی شریف کوئی ہو پھر ضرورت سے زیادہ
یہ وقفہ۔ بڑھ چکی ہاں نے ہمیں ایسے ہی میرے ساتھ لے بھیج
دے ہو کیا اس نے اپنے منہ پر رکھنے دیوں گے۔"

"افغان۔" فغانی باتیں مت کرو۔ تمہاری بوجھ میں ہاں
نے اور تمہارے بوجھ میں سچ ہو۔ تم تو بھی تھکی ہو ہمیں اس
سے غرض نہیں ہے ہم کو کہنے ہیں ہمیں تم سے کٹھن کرنی
ہے۔"

"میرا یہ زور۔" اس نے مصیبت سے کہا۔
"وہ کتنے کون ہے؟" اس وقت نے پوچھا اور افغان کو پہرہ
اگر کیا وہ شکست ہو توں پوچھنا چاہیے ہے۔" تو اب وہ افغان۔
رہنے کوں ہے؟"

"میرا یہ زور ہے۔"
"وہ بڑھ چکی عورت تمہاری ہاں ہے۔"
"نہیں۔ میری خال ہے۔"
"اوہ زما؟"

"وہ میرا خاویہ۔"
"تمہارے ہاں باپ کہاں گئے۔"
"مر گئے۔" اس نے ایک ٹھنڈی۔ انہیں لے کر کہا۔
"اوہ۔ تو کیا تمہارے ماموں اور خال۔ نے تمہاری
پرورش کی ہے؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔
پوری صورت حال ہماری سمجھ میں آئی تھی۔ افغان
مفہم تھا۔ اور ماموں کا زیادہ معاش بنی ہوئی تھی۔ ہر حال
مخلوط تھیں۔ ان فحشیت میں اس کا نام بھی نہیں کر لیا۔ کئی
منت تک ہم کو دن جیسا کہ اس کے بارے میں سوچتے
رہے۔ پھر خاویہ نے پوچھا۔

"کیا تمہاری چھوٹی بہن بھی اسی لڑکی ہے؟"
"خدا نہ کرے۔ خدا نے اسے۔" وہ جواب کر رہی اور
اسی ہی جھگڑوں میں آسو پھر گئے۔ "میں نے رشتے سے کہ
دیا ہے وہ بھتا چنے بھو سے کھالے جس قدر چاہتا ہے مجھے
لوٹ لے لیں۔" افغان کی طرف بڑی فغانہ ڈالے۔ خود وٹھا
ہست تیز ہے۔ اس نے اس سے ڈر رہا ہے۔ ابھی تک فغانہ
اس کی فحشیت کی ہے۔ "اسے بھی دینی تمہاری ہاں ہے۔"
"اوہ۔ فحشیت کرو افغان۔ فحشیت کرو۔ ہم تمہاری

اور ہمیں ایک۔ ہم زندگی گزارنے کو توفیق دیں گے۔" اس
افغان نے گردن ہرگالی۔ اس کے پہرے پر غیب کو اس کے
تکے تھے۔ سوائے تاجر تھا اس نے فغانی ہاتھوں کو راہوں
میں سنا۔ یہ۔ فغانی ہے۔ وہ سبوں کے بھی اسے یہ فحشیت ہے
اور سب وقوف۔ بڑھ چکے ہیں۔

ہر حال اس کے بعد حالات نے یہ دو شخصوں شہر
کئی مدت تک خاویہ کی رہی۔ پھر افغان نے کہا۔ "تو نے وہ
خال وپتے دیئے ہوں گے۔"
"ہاں۔ کیوں؟"

"نہیں۔ میں۔ میں۔ میں جو طرح پتہ ہوں۔" وہ بوجھ
ہوئے۔

"بھئی وہ افغان۔ ہم صرف تم سے منظم کریں گے
جسے ہمیں ان لوگوں میں وہ ہمیں فرق کا سامنا ہو جائے
جنہوں نے شاید ہماری طرح تھیں فغانی ہاں ہے۔"

"اوہ۔" وہ چونک رہی۔ اس نے تیرت سے تمہاری
کی شہس ویکھی تھی۔ پتہ اسے یہ ت ہوئی کہ ہم نے
کے دل کی بات سے ہاں لی اور پھر اس نے گردن بوجھ
"بلکہ اگر ہو سکے تو ایک ایک کپ چائے پلا دو۔" عورت
سچ نہیں کہتی۔ "میں نے کہا اور افغان بڑی سے لڑکی
ہوئی۔"

"بھئی لڑکی۔" وہ دروازے کی طرف بڑھی اور دروازہ
کھول کر باہر نکلی۔

حالات نے ایک کمری سانس سے کمر میری طرف دیکھ
"فحشیت یہ چائے کی ضرورت کس طرح پیش آئی؟" اس
نے پوچھا۔

"میں تم سے کہنا چاہتا تھا کہ اس کے بچوں میں پائے۔
ہمیں دوسرا کام کرنا ہے۔ ہاں پھنس کر۔"
"فحشیت ہے۔ لیکن میرا خیال ہے پہلے اس کے بچوں کو پر
لیج جائے۔"

"میں نے سوچا ہے کہ اس فغانی کو اپنا بیٹا نواہ کر دے
جاسکے۔ یہاں رہنے میں کوئی وقت نہیں ہے۔ ہمیں اسے
ذرات کے حالات معلوم کئے جائیں اور پھر فیصلہ
جائے۔"

"یہ بھی فحشیت ہے۔"

"بڑھ چکی عورت سے بچنے کی بات کریں گے اور اس
وقت تک اسے اپنے وقوف پر نہیں لے کر یہ فغانی کے
مداخلت سے واقف نہیں رہنا ہے۔"

طالوت

"پائل فحشیت۔" میں نے اس سے اتفاق کیا اور اسی
وقت افغان واپس آئی۔

"میں نے افغان اسے کہہ دیا ہے۔ ابھی تیرے رکتے رکتے
ہے۔"
"فحشیت ہے۔ فغانی۔"

"دروازہ کھول رہے ہیں۔"
"تھیں۔" حالات نے گردن اور وہ مسرت تھی ہاں۔
سامنے جینے کی۔ کئی مدت خاموشی سے گزر گئے۔ ہر طوط
نے بڑی چاندی سے۔ مدد فغانی شہس ویکھی۔

"تو ان ذرات کے بارے میں سنا ہے کہ جب وہ ہم
ولی اور خدا قریب انسان ہے۔ کیا تم وہاں نے رشتے کی
شکایات اس کے فغانی تک پہنچنے کی کوشش بھی نہیں
کی۔" اس نے پوچھا۔

افغان نے پائے سید تک گردن بوجھ کر کہہ دیا۔ پھر
آہستہ سے بولی "انہی ذرات تک رہنا ہی بہت مشکل تھی
اور پھر صرف ایک بار میں نے کھل جانے کی کوشش کی تو وہ
ماد تک بہتر ہوئی رہی تھی اس نے فغانی فحشیتوں سے
دروازے کی طرف دیکھ۔
"ہر حال ہمیں رہنے ہے؟"

"ہاں۔ اس کے بعد میری بہت نہیں پڑی۔ لیکن افغان
ہست تیز ہے۔ اس نے کوشش کی تو رشتے کے ساتھ وہ کھلی
دی کہ وہ مجھے فحشیت کر دے گا تب مجھ کو افغان بھی خاموش
ہوئی۔"

"بڑی انوسٹاگ ہے تمہاری کہانی۔ لیکن فغانی
ذرات کے بارے میں ہم نے سنا تھا کہ وہ بہت باخبر انسان
ہے۔ فحشیت ہے تو اس کے بڑے سایہ ایسے مقدمہ ہو رہے
ہیں۔"

"فغانی باور کو پتہ نہ ہو۔ وہ درحقیقت رحم دل انسان
ہے۔ یہ اس کی رحم دلی ہی ہے کہ نہ جانے کتنی وہ کھلی
مصلحت میں گرفتار ہے۔ نہ جانے وہ کہاں گیا؟"

"یہاں طلب۔" فغانی نے تیرت سے پوچھا۔
"ہاں۔" افغان بھی چونک کر گھٹک دیکھنے لگی۔

"فغانی ذرات کہاں ہے؟"

"وہ اب نہیں معلوم ہے۔"

"نہیں۔" میں نے گردن ہرگالی۔

"نہیں۔" وہ فغانی فحشیت ذرات سے نہیں ہے؟"
"نہیں۔ ہم تو یہ بھتی کے باشندے ہیں اور میں سے
آگے ہیں۔"

طالوت

"تو۔" جب۔ ہاں اور۔ میں نے تمہارے لباس پر غور
کیا نہیں کیا۔ تم دونوں بھائی ہو؟"

"تمہاری فحشیتیں کبھی ایک دوسرے سے ملتی ہیں۔"
"خائے اب غور کیا ہے؟"

"نہیں۔ پتے بھی غور کیا ہے۔ لیکن کچھ پوچھو۔ مجھے
اپنے پاس آنے والوں سے سخت فحشیت ہوتی ہے۔ سخت
فحشیت۔ میں ان سے ان کی ذات کے بارے میں کوئی سوال
نہیں کرتی۔ تمہاری وہ سرنی بات ہے۔"

"کیوں۔" ان میں کیا عمل جزا ہے ہوئے ہیں۔"
دروازے سے افغانی آواز سنائی دی جو چائے کی بوتل لے
اگر آ رہی تھی۔"

"اوہ۔ افغان۔ یہ بہت نیک لوگ ہیں۔" افغان بہت ہی
سے بولی۔

"یہ سب کوئی بیکس کرتے گئے ہیں۔" وہ چائے لے کر
ہوئے فغانی۔ کچھ کر رہی تھی۔

"افغان۔" فغانی میرا سے فغانی ہاں۔

"فغانی۔" اس نے فغانی۔ اس نے فغانی ہاں۔

پہنچے ہیں۔" حالات نے کہا۔

"فغانی ہے تمہاری پہنچ۔" اس نے فغانی پتہ یہ فغانی
بھی نہیں۔"

"افغان۔" خدا کے لئے زبان تہہ میں۔ کچھ کر رہی تھی۔

نوا کر اسے کی۔"

"میں فغانیوں سے نہیں ڈرتی۔" فغانی۔ "وہاں۔" مر رہے
ہاتھ رکھ کر بولی۔

"فغانی۔" فغانی۔ "افغانی بھی فغانی فحشیت
بھی افغانی۔"

"فغانی ہاں۔" فغانی۔ "افغانی سے فغانی ہاں۔"

"فغانی ہاں۔" فغانی۔ "افغانی سے فغانی ہاں۔"

"فغانی ہاں۔" فغانی۔ "افغانی سے فغانی ہاں۔"

کتابیات پبلی کیشنز

133

دیکھ کر انہوں نے غصہ کیا۔
 "اچھا۔" انہوں نے ہنس دیا۔
 "ماں بہارت ہو تم، وہاں۔"
 "زور دے گی میری مائیں۔"
 "وہ شام کو وہاں آکر رہے گی۔"

"ہاں۔"
 "تب تک کہ۔۔۔" انہوں نے کہا۔
 "تو تم نے خود بہت سے چپے دیکھے ہیں؟"
 "اگر ہمارے میں بھی کچھ دیکھ رہی تھی تو۔۔۔"
 "ہاں۔ کمرہ دہی تھی کہ تم لوگ بہت سے۔۔۔"

"اس سے تمہارے اوپر کیا فرق پڑتا ہے؟"
 "میرے اوپر کیا فرق پڑتا ہے گا۔ میں تو دولت پر تمہاری
 ہوں۔" انہوں نے ہنس کر کہا۔
 "جسکی رو بہ دہی خوشی کر رہی ہیں اب بھابھ۔"
 حالات سے کہہ کر میرا شان چڑھ کر رہا تھا۔ یہ طرف ہر
 کیا۔ ان کی رویشی میں ہم مکان سے نکل گئے۔ تب
 زور دہی کی ہنسی دہی۔ بل شہر ایک کمرہ دہی کی نشانی رہی
 تھی۔ ہم نے وہاں پہنچے تھے۔ تھی کی میری مائیں نے اسے اپنے
 مقامات پر لکھ لکھ کر۔ بازار دیکھ لیں۔ اسکو اور دہی وغیرہ
 بھی تھے۔

پھر وہاں سے کدوئی اس لہجے کو، جیسے انہوں نے انہوں
 ان کا رہنا۔ اس کے بارے میں کیا خیالات رکھتا ہے۔ اس
 نے اپنی ہنسی کے علم میں نہ لگائی تھی۔ اس طرح یہاں رکھی
 تھے۔ ان زور دہی نے اپنے سب چارے کے ساتھ یا تنہا
 ہوا تھے۔ نہ ہائے نہ کسی نے ان کو کیا ہے۔ ہزاروں میں
 ہونے چہرے وہاں سے۔ ہر طرف کوئی کوچہ نہ دلی۔ ناچار
 اپنے اپنے گھر میں دو تھیں کی موجودگی یا نشانی
 رہتی تھی۔ دیکھ کر وہاں ہونے وغیرہ نہیں تھے۔ ہاں قہر
 خانے ہوتے تھے۔

انہوں نے کہا کہ انہوں نے شہر چھوڑ دیا اور پھر
 ایک قہر خانے میں جا بیٹھے۔ ایک گاڑی کے قہر خانے کے برقی
 نامہ دہی دہی دہی۔ ہر شہر ہاؤس میں ایک ہر شہر دہی
 خاموشی دہی دہی۔ ہر شخص کی سچ میں ہر نظر ہر
 ایک عجیب سی کیفیت تھی ایک عجیب سا احساس۔

انہوں نے غصہ کیا۔
 "اچھا۔" انہوں نے ہنس دیا۔
 "ماں بہارت ہو تم، وہاں۔"
 "زور دے گی میری مائیں۔"
 "وہ شام کو وہاں آکر رہے گی۔"

"ہاں۔"
 "تب تک کہ۔۔۔" انہوں نے کہا۔
 "تو تم نے خود بہت سے چپے دیکھے ہیں؟"
 "اگر ہمارے میں بھی کچھ دیکھ رہی تھی تو۔۔۔"
 "ہاں۔ کمرہ دہی تھی کہ تم لوگ بہت سے۔۔۔"

"اس سے تمہارے اوپر کیا فرق پڑتا ہے؟"
 "میرے اوپر کیا فرق پڑتا ہے گا۔ میں تو دولت پر تمہاری
 ہوں۔" انہوں نے ہنس کر کہا۔
 "جسکی رو بہ دہی خوشی کر رہی ہیں اب بھابھ۔"
 حالات سے کہہ کر میرا شان چڑھ کر رہا تھا۔ یہ طرف ہر
 کیا۔ ان کی رویشی میں ہم مکان سے نکل گئے۔ تب
 زور دہی کی ہنسی دہی۔ بل شہر ایک کمرہ دہی کی نشانی رہی
 تھی۔ ہم نے وہاں پہنچے تھے۔ تھی کی میری مائیں نے اسے اپنے
 مقامات پر لکھ لکھ کر۔ بازار دیکھ لیں۔ اسکو اور دہی وغیرہ
 بھی تھے۔

پھر وہاں سے کدوئی اس لہجے کو، جیسے انہوں نے انہوں
 ان کا رہنا۔ اس کے بارے میں کیا خیالات رکھتا ہے۔ اس
 نے اپنی ہنسی کے علم میں نہ لگائی تھی۔ اس طرح یہاں رکھی
 تھے۔ ان زور دہی نے اپنے سب چارے کے ساتھ یا تنہا
 ہوا تھے۔ نہ ہائے نہ کسی نے ان کو کیا ہے۔ ہزاروں میں
 ہونے چہرے وہاں سے۔ ہر طرف کوئی کوچہ نہ دلی۔ ناچار
 اپنے اپنے گھر میں دو تھیں کی موجودگی یا نشانی
 رہتی تھی۔ دیکھ کر وہاں ہونے وغیرہ نہیں تھے۔ ہاں قہر
 خانے ہوتے تھے۔

"وہاں۔" انہوں نے ہنس دیا۔
 "ماں بہارت ہو تم، وہاں۔"
 "زور دے گی میری مائیں۔"
 "وہ شام کو وہاں آکر رہے گی۔"

"ہاں۔"
 "تب تک کہ۔۔۔" انہوں نے کہا۔
 "تو تم نے خود بہت سے چپے دیکھے ہیں؟"
 "اگر ہمارے میں بھی کچھ دیکھ رہی تھی تو۔۔۔"
 "ہاں۔ کمرہ دہی تھی کہ تم لوگ بہت سے۔۔۔"

"اس سے تمہارے اوپر کیا فرق پڑتا ہے؟"
 "میرے اوپر کیا فرق پڑتا ہے گا۔ میں تو دولت پر تمہاری
 ہوں۔" انہوں نے ہنس کر کہا۔
 "جسکی رو بہ دہی خوشی کر رہی ہیں اب بھابھ۔"
 حالات سے کہہ کر میرا شان چڑھ کر رہا تھا۔ یہ طرف ہر
 کیا۔ ان کی رویشی میں ہم مکان سے نکل گئے۔ تب
 زور دہی کی ہنسی دہی۔ بل شہر ایک کمرہ دہی کی نشانی رہی
 تھی۔ ہم نے وہاں پہنچے تھے۔ تھی کی میری مائیں نے اسے اپنے
 مقامات پر لکھ لکھ کر۔ بازار دیکھ لیں۔ اسکو اور دہی وغیرہ
 بھی تھے۔

پھر وہاں سے کدوئی اس لہجے کو، جیسے انہوں نے انہوں
 ان کا رہنا۔ اس کے بارے میں کیا خیالات رکھتا ہے۔ اس
 نے اپنی ہنسی کے علم میں نہ لگائی تھی۔ اس طرح یہاں رکھی
 تھے۔ ان زور دہی نے اپنے سب چارے کے ساتھ یا تنہا
 ہوا تھے۔ نہ ہائے نہ کسی نے ان کو کیا ہے۔ ہزاروں میں
 ہونے چہرے وہاں سے۔ ہر طرف کوئی کوچہ نہ دلی۔ ناچار
 اپنے اپنے گھر میں دو تھیں کی موجودگی یا نشانی
 رہتی تھی۔ دیکھ کر وہاں ہونے وغیرہ نہیں تھے۔ ہاں قہر
 خانے ہوتے تھے۔

"وہاں۔" انہوں نے ہنس دیا۔
 "ماں بہارت ہو تم، وہاں۔"
 "زور دے گی میری مائیں۔"
 "وہ شام کو وہاں آکر رہے گی۔"

"ہاں۔"
 "تب تک کہ۔۔۔" انہوں نے کہا۔
 "تو تم نے خود بہت سے چپے دیکھے ہیں؟"
 "اگر ہمارے میں بھی کچھ دیکھ رہی تھی تو۔۔۔"
 "ہاں۔ کمرہ دہی تھی کہ تم لوگ بہت سے۔۔۔"

"اس سے تمہارے اوپر کیا فرق پڑتا ہے؟"
 "میرے اوپر کیا فرق پڑتا ہے گا۔ میں تو دولت پر تمہاری
 ہوں۔" انہوں نے ہنس کر کہا۔
 "جسکی رو بہ دہی خوشی کر رہی ہیں اب بھابھ۔"
 حالات سے کہہ کر میرا شان چڑھ کر رہا تھا۔ یہ طرف ہر
 کیا۔ ان کی رویشی میں ہم مکان سے نکل گئے۔ تب
 زور دہی کی ہنسی دہی۔ بل شہر ایک کمرہ دہی کی نشانی رہی
 تھی۔ ہم نے وہاں پہنچے تھے۔ تھی کی میری مائیں نے اسے اپنے
 مقامات پر لکھ لکھ کر۔ بازار دیکھ لیں۔ اسکو اور دہی وغیرہ
 بھی تھے۔

پھر وہاں سے کدوئی اس لہجے کو، جیسے انہوں نے انہوں
 ان کا رہنا۔ اس کے بارے میں کیا خیالات رکھتا ہے۔ اس
 نے اپنی ہنسی کے علم میں نہ لگائی تھی۔ اس طرح یہاں رکھی
 تھے۔ ان زور دہی نے اپنے سب چارے کے ساتھ یا تنہا
 ہوا تھے۔ نہ ہائے نہ کسی نے ان کو کیا ہے۔ ہزاروں میں
 ہونے چہرے وہاں سے۔ ہر طرف کوئی کوچہ نہ دلی۔ ناچار
 اپنے اپنے گھر میں دو تھیں کی موجودگی یا نشانی
 رہتی تھی۔ دیکھ کر وہاں ہونے وغیرہ نہیں تھے۔ ہاں قہر
 خانے ہوتے تھے۔

پھر وہاں سے کدوئی اس لہجے کو، جیسے انہوں نے انہوں
 ان کا رہنا۔ اس کے بارے میں کیا خیالات رکھتا ہے۔ اس
 نے اپنی ہنسی کے علم میں نہ لگائی تھی۔ اس طرح یہاں رکھی
 تھے۔ ان زور دہی نے اپنے سب چارے کے ساتھ یا تنہا
 ہوا تھے۔ نہ ہائے نہ کسی نے ان کو کیا ہے۔ ہزاروں میں
 ہونے چہرے وہاں سے۔ ہر طرف کوئی کوچہ نہ دلی۔ ناچار
 اپنے اپنے گھر میں دو تھیں کی موجودگی یا نشانی
 رہتی تھی۔ دیکھ کر وہاں ہونے وغیرہ نہیں تھے۔ ہاں قہر
 خانے ہوتے تھے۔

[illegible]

کو دیا۔ انہیں فرما دیتے ہوں کہ یہ سب بد نہیں۔ عرشہ کے
 اندر رہنا جسے کہ کر شمشیر کی آگ میں غائب کر دیا۔ وہ لوگ جس سے
 کوئی نہ بچ سکا۔ گویا انہوں نے انہیں بھینسی مار دی تھی۔ وہ دم جڑ سے
 نکلے۔ بہت بہت لوگوں نے فریاد کیا کہ یہ کیا ہوا۔
 فرما کر کہ انہیں سب سے "نور" میں رکھ دیتے۔ اس سے
 بہتوں نے مسئلہ ثابت نہیں۔ تب ٹوٹا تو خانہ کے پاس پہنچ گیا۔
 "پاپ کی نوازش یارنی دینی ہے۔ تب خانہ کا اندر زور ہے۔
 خانہ زور سے کہتا ہے۔ "خانہ کے لئے کھانا اور خانا چاہئے۔
 پانی۔"
 اس کے عقب میں خانہ زور سے کہتا ہے۔ "میں اس طرح
 میرے تاب اندر زمین پر دوں طرفہ دیکھ رہا ہوں۔ مجھے اپنے
 یہاں اور دینی پر سخت حیرت ہے۔ خانہ نے محبت بھر۔
 اندر اس میں اپنا ہاتھ پکڑا۔ دوسرے لوگوں نے بھی ہاتھ
 زور سے کود دیے۔ خانہ اور خانہ زور سے کہتا ہے۔ "میں نے کھانا
 کھانے کے۔ خانہ کو دینی پر میرے پاس پہنچ گیا۔
 "جہاں کی خبر ہو۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑا۔ دوسرے لوگوں نے اور
 میں نے اس کی طرف دیکھا۔ "اب مارا میرا کیا ہے؟"
 "مکہ یہ کہتا ہے؟"
 "پہلیں۔"
 "کہاں؟" اس نے اشارہ اندر میں کیا۔
 "اب یہاں سے نکلو۔ کوئی کوئی جھک کر اوپر آتی تو۔
 وہ تمام سوراخ دوہائے گا۔ وہ مجھے ٹھینکتے ہوئے ہوں اور
 غور سے دیر کے بعد ہم اس مجمع سے نکلیں گے۔ خانہ تیز
 رفتار سے آگے بڑھ رہا تھا۔
 "جاگماں رہتے ہو؟" اس نے ہلکے مزے چھڑا دیے۔
 "یہاں کا دم ختم۔ اب یہاں کیا رکھا ہے؟"
 "میرا جس سماں رہتے ہو؟"
 "ان ہمارے سے نکلیں۔ پانی میں پلو۔ یہاں سے
 بہت نکلتی ہے۔"
 "میں تو ابھی یہی کہنا چاہتا تھا۔"
 "تو نہیں کہیں؟"
 "اب اس کو نہیں نہیں ہے۔ تو یہاں سے ان سے
 میں۔ یہاں سے ان سے نکلتی ہے۔"
 "نہیں۔ بہت۔" خانہ نے ہلکے سے اشارہ کیا اور
 میں طرف دیکھ رہا تھا۔ "میں۔"
 "تو۔" اس نے کہا۔ "پاپ۔"
 "نور میں کی ضرورت ہے۔"
 "میں نے کہا۔ پاپ۔"

[illegible][illegible]

"میرزا جان نہیں مانتے۔ وہ بہت دواس تھی۔ کیا خیال
ہو گا؟"

مچ پھرنے پر۔ بدرونی نے سنا سنہارت ہے۔ پڑا۔
پہا۔ اب بھی بڑھتا ہے۔ لڑی تو بڑھ کر نہیں آئی
نہیں۔ اس کے ہم ان کے چھپے آجاس۔ اور ان کے

اندرونی دوا اور عمل یہ نہیں ہے بلکہ تجدد و نوئی کی بنیاد نہیں
چڑی تھی۔ وہ روایت سے اندر داخل ہونے والی در

”تمہارا دل خراب چپ۔“ میں نے مجھائے ہوئے
 کہ از میں کیا۔
 ”اتنی اور خراب ہو چکا۔ جب کہ گویا اور سے ملتی۔“

مصر کے سب سے بڑے شہر قاہرہ میں ایک عوامی جلسہ ہوا جس میں ہزاروں لوگ جمع ہوئے۔ ان میں سے کئی لوگ شہر کے دیگر حصوں سے آئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں پرچم تھے۔ ان پرچموں پر مصر کے قومی نشان تھے۔ ان لوگوں نے ایک نعرہ بازی شروع کی۔ ان نعرے بازیوں سے ان کے دل بہانے لگے تھے۔

خلاوت نے جانتے کیوں ابھی تک پروا نہ کی تھی۔ وہ اپنے بندے کی طرف سے ابھی تک ساری حدیں عبور کرنے کی کوشش میں تھی۔ وہ ابھی تک اپنے آئینہ نظر آ رہی تھی۔ وہ اپنے اس ساری کھانسی کے دورے ابھی ممدارانہ مصری ٹیلف کو فراہم کر رہی تھی اور بار بار ان کا ہاتھ دھو رہی تھی۔ چوٹی پر ہاتھ پاتے ہی ان کے منہ سے نرہ نکلتی جاتی تھی۔

پھر ممدارانہ اندر کر بیٹھ گئے "مندرہ"۔ انہوں نے بھائی بھائی کو آواز میں کہا۔

"ممدارانہ"۔ وہ سچی جھڑپ سے بولی۔

"وادی کے وہ چار جام میرے سر پر آتے رہے۔"

"ممدارانہ"۔ "وادی حیرت سے بولی۔

"جو کہ رہا ہوں۔" ممدارانہ نے کہا "میرے سر پر آتے رہے۔"

"جو آگیا ممدارانہ"۔ "وادی نے کہا اور پھر اس نے شراب کا پیو۔ جام بھرا۔ اسی وقت میں نے طاوت کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ اس کی ایک انگلی لمبی ہو گئی۔ انگلی کا سر ہم کی طرف بڑھا اور پھر طاوت نے جام میں انگلی کا سرا ڈال دیا۔

"مارا کیا پتہ ہے۔" میرے منہ سے نکلا۔ اور میں طاوت کی چار ٹہری کے رد عمل کے لئے تیار ہو گیا۔ یہ انگلی چوتھے ہاتھ کے لئے تھی۔ وہ سچی نے شراب کا پیو۔ ممدارانہ کے سر پر انگلیں ڈالیں۔ ممدارانہ نے "کھیں" بول دی۔ وہ سچی دوسری دوسرا جام بھر رہی تھی۔ لیکن اچانک ممدارانہ کے حلق سے ایک دھڑاکنی نکلی۔

"بے رام۔ بے رام۔ بے رام۔ بے رام۔" وہ بچے ریت سے اور اپنے لئے دوئے سرگودوں ہاتھوں سے اپنی طرح مچا رہا تھا۔ دونوں ٹہریوں کو کھاتے ہوئے انداز میں کھاتی ہوئی تھی۔

"ممدارانہ"۔ "شکستہ کے منہ سے نکلا۔

"ممدارانہ"۔ "بائے"۔ "بائے"۔ "ممدارانہ نے ابھی تک کمر باندھ کر کھانا کھا رہی تھی۔ وہ پورے مصر میں بھاگتا پھرتا رہا تھا۔ جیسے اس کی ہڈیوں میں دور تک نئی جانی رہی ہو۔ کی۔ انہوں نے ابھی اس بات کو محسوس نہیں کیا۔

کتا بیات پہلی کیشنز

"ممدارانہ"۔ "بائے ممدارانہ"۔ "ممدارانہ نے ابھی تک کمر باندھ کر کھانا کھا رہی تھی۔ وہ پورے مصر میں بھاگتا پھرتا رہا تھا۔ جیسے اس کی ہڈیوں میں دور تک نئی جانی رہی ہو۔ کی۔ انہوں نے ابھی اس بات کو محسوس نہیں کیا۔"

"بھوکہ"۔ "بھوکہ"۔ "ممدارانہ نے ابھی تک کمر باندھ کر کھانا کھا رہی تھی۔ وہ پورے مصر میں بھاگتا پھرتا رہا تھا۔ جیسے اس کی ہڈیوں میں دور تک نئی جانی رہی ہو۔ کی۔ انہوں نے ابھی اس بات کو محسوس نہیں کیا۔"

"ممدارانہ"۔ "ممدارانہ"۔ "ممدارانہ نے ابھی تک کمر باندھ کر کھانا کھا رہی تھی۔ وہ پورے مصر میں بھاگتا پھرتا رہا تھا۔ جیسے اس کی ہڈیوں میں دور تک نئی جانی رہی ہو۔ کی۔ انہوں نے ابھی اس بات کو محسوس نہیں کیا۔"

"ممدارانہ"۔ "ممدارانہ"۔ "ممدارانہ نے ابھی تک کمر باندھ کر کھانا کھا رہی تھی۔ وہ پورے مصر میں بھاگتا پھرتا رہا تھا۔ جیسے اس کی ہڈیوں میں دور تک نئی جانی رہی ہو۔ کی۔ انہوں نے ابھی اس بات کو محسوس نہیں کیا۔"

"ممدارانہ"۔ "ممدارانہ"۔ "ممدارانہ نے ابھی تک کمر باندھ کر کھانا کھا رہی تھی۔ وہ پورے مصر میں بھاگتا پھرتا رہا تھا۔ جیسے اس کی ہڈیوں میں دور تک نئی جانی رہی ہو۔ کی۔ انہوں نے ابھی اس بات کو محسوس نہیں کیا۔"

"ممدارانہ"۔ "ممدارانہ"۔ "ممدارانہ نے ابھی تک کمر باندھ کر کھانا کھا رہی تھی۔ وہ پورے مصر میں بھاگتا پھرتا رہا تھا۔ جیسے اس کی ہڈیوں میں دور تک نئی جانی رہی ہو۔ کی۔ انہوں نے ابھی اس بات کو محسوس نہیں کیا۔"

"ممدارانہ"۔ "ممدارانہ"۔ "ممدارانہ نے ابھی تک کمر باندھ کر کھانا کھا رہی تھی۔ وہ پورے مصر میں بھاگتا پھرتا رہا تھا۔ جیسے اس کی ہڈیوں میں دور تک نئی جانی رہی ہو۔ کی۔ انہوں نے ابھی اس بات کو محسوس نہیں کیا۔"

"ممدارانہ"۔ "ممدارانہ"۔ "ممدارانہ نے ابھی تک کمر باندھ کر کھانا کھا رہی تھی۔ وہ پورے مصر میں بھاگتا پھرتا رہا تھا۔ جیسے اس کی ہڈیوں میں دور تک نئی جانی رہی ہو۔ کی۔ انہوں نے ابھی اس بات کو محسوس نہیں کیا۔"

طاوت 2

"اور اس دن کو نہیں دیکھا تھا۔ کسی منزل سے ان خوبصورت باتوں سے پاؤں دھوا رہا تھا۔"

"تم کس کس کو روکتے پھر رہے ہو؟"

"نئے نئے دیکھوں گا۔" طاوت نے آنکھیں کھلی کر بولا۔ ہم دونوں بہت پریشان تھے اور پھر اپنی جگہ لیٹ گئے۔ طاوت خاموشی سے ہنسنے لگا رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

طاوت 2

باقی طاوت کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا۔ ان کے بارے میں بات کرنے کی جگہ نہیں ہے۔ ان میں سے کئی لوگ شہر کے دیگر حصوں سے آئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں پرچم تھے۔ ان پرچموں پر مصر کے قومی نشان تھے۔ ان لوگوں نے ایک نعرہ بازی شروع کی۔ ان نعرے بازیوں سے ان کے دل بہانے لگے تھے۔

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

"یار۔ وہ نہیں جانتی۔"

کتا بیات پہلی کیشنز

"کوئی شاندار ہے۔" طاہر نے کہا۔
"ہاں۔ لیکن راجہ نہیں ہے۔" میں نے آہستہ سے
کہا۔

"کیا ہے؟"

"یہ راجہ نہیں معلوم ہوتا۔"

"کیوں؟"

"راجہ ہوتا تو تخت پر ہوتا۔"

"اوپر بچہ کون ہے؟"

"کوئی نہیں۔ یا پھر کوئی اور بہت بڑا عہدہ ہے۔"

"ہوں۔" طاہر نے گہرا دھڑکنے والی آواز میں
نچے دو سرے درباریوں کی کرسیاں چھیں۔ ایک طرف
مسائل لائے دونوں کا کمر بٹا ہوا تھا جہاں چند لوگ کھڑے
ہوئے تھے اور اپنے ہی دوسرے لوگ جو راجہ دربار سے
تعلق رکھتے تھے۔ ہم دونوں کو سب نے گردنیں اٹھا کر
دیکھا۔

بڑی موچھوں والے نے بھی ہموئی ہموئی آنکھوں سے
میں دیکھا تھا۔ دربار کے چوتھے درجے کے چوتھے درجے کے
میں ان لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔
"چوتھے" طاہر نے رگ کے بغیر کہا اور ہم سب کو نظر
انداز کر کے آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ میز میزوں کے
پاس پہنچ گئے اور پھر ہم نے پہلی میز پر پہنچ کر رکھ کر دو
چوبدار جن کے ہاتھوں میں لمبے تختے تھے ان کے پاس پہنچ گئے۔
"میں رکیں مہاراج۔" ان میں سے ایک نے کہا اور
طاہر نے اس کی طرف دیکھا۔ پھر دوسرے کی طرف اور
دونوں اس طرح پیچھے ہٹ گئے جیسے انہیں گرفت لگا ہو۔
تب طاہر نے اشارہ کیا اور ہم میز میزوں پر چڑھ کر اونچے
پہنچ گئے۔

پورے چہرے والی گہری آنکھوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔
اس کے دوسری طرف بیٹھا وہ مسادھو بھی تھاری طرف ہی
متوجہ تھا۔ تب بڑی موچھوں والے نے گہرا آواز میں
کہا۔

"یہاں ہے مہاراج؟"

"کووندہ اس پورے کماں ہے؟" طاہر نے کہا۔
"مہاراج دربار میں نہیں آتے۔ تم لوگ کماں سے
کے ہو؟"

"ہاں سے اجاں تیری ہاں۔" میرا قصہ نہیں پہنچ
سکتا۔ "طاہر نے جواب دیا۔

"مذہب کی بات کرو مہاراج۔" میرا قصہ بہت دور پہنچ

"کون ہے تو؟" طاہر نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے
ہوئے کہا۔

"تم دیوان جرجن لال کے ساتھ ہو ہمارے۔" اس بار
مسادھوں کی آواز ابھری۔

"راجہ کووندہ اس پورے کماں ہے؟" ہم نے اس کے سامنے سے
لانا نہیں چاہتے۔ "طاہر نے پر رعب لہجے میں کہا۔

"آپ اپنے بارے میں بتائیے دیوان مہاراج۔ اس
سے آگے میں اور کیوں مہاراج سے۔" ناچا ہے۔ "راجہ
بہت بڑے کیڑی ہیں تو آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ
مہاراج کسی سے نہیں ملتے۔"

"خیر کووندہ مہاراج۔" طاہر نے مجھے پکارا۔
"مہاراج تریوز۔"

"ان آنکھوں کے اندھوں کو بتاؤ کہ ہم کتنے بڑے کیڑی
ہیں۔"

"آپ ہی بتاویں مہاراج۔" میں نے کہا۔
"ایسا مسخروں کا لگا رکھا ہے تم لوگوں نے۔ یہ دربار ہے۔"

دربار کا احترام کرو۔
"مسادھوں کے لئے کوئی دربار قابل احترام نہیں ہے۔ ہر
تو اس دربار کے باقی ہیں جہاں بڑے بڑے راجہ جہانماری
ہوتے ہیں۔"

"آپ کو کبھی چڑکی ضرورت ہے مہاراج۔" میں اور
یہاں سے چلے جائیں۔"

"کیوں۔ اتنے بڑے محل میں جہاں کوئی جہاں نہیں
ہے۔"

"لوہ۔ تو یوں کہتے۔ آپ یہاں رہ کر روٹیاں توڑنا پڑتے
ہیں لیکن اس کے لئے تو بہت سے مندراور درجہ ہمارے۔ کووندہ
مہاراج۔" دیوان نے کہا۔ اور کئی چوبدار تھاری طرف
چلے گئے۔

"خیردار۔" رک جاؤ۔ اگر تریوز مہاراج کو بہاں
تو تم سب ہمسہم ہو جاؤ گے۔" میں نے چل کر کہا۔

"پہلے ناکی واس۔" دیوان نے اس بار مسادھو
مہاراج کو مخاطب کیا۔

"دیوان کی۔"

"اور مسادھوں کو دیکھئے۔ یہ بھی نہتہ نور۔ میں نے
کچھ دیکھتے بھی ہیں۔"

"میں دیکھ رہا ہوں دیوان کی۔ مجھے تو یہ مسخروں کا
طاہر نے

ہوتے ہیں۔"

"خیر کووندہ مہاراج۔ مجھے جلال نہیں ہے۔" طاہر
بولے۔

"تو یہ ہے۔" طاہر نے ایک ہاتھ اٹھا کر مسادھو
مہاراج لائی ناکی واس کی کرسی اتنی ہو گئی۔ صور تھا۔ یہ بھی
کہ ناکی واس اس پر بیٹھے ہوئے بھی تھے لیکن پہلے نہیں
گردن تھے اور کرسی اتنی اتنی میں ناکی ہو گئی تھی۔

"اگر سنو سنو مسادھوں کا ایسے ہی اچھا ہے تو ہمارے
محل میں تو ایک دن ہم اس محل کو بھی اسی طرح لائے گئے ہیں
گئے۔ تو خیر کووندہ مہاراج۔" طاہر نے میرا شانہ پکڑ لیا۔
اور وہاں سے لئے گئے۔

لیکن دیوان جرجن لال جلدی سے کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ
پہنچی پہنچی آنکھوں سے کھانسی اتنی اتنی ہوئی کرسی کو دیکھ رہا
تھا۔ درباریوں کی بھی عجیب کیفیت تھی۔ سب کے من پہلے
ہوئے تھے۔

"مہاراج۔ مہاراج۔" رک جائیے مہاراج۔" دیوان
جرجن لال ہاتھ اٹھا کر چلے۔

"آپ نہیں رکیں گے۔ اب نہیں رکیں گے۔ ہم
روٹیاں توڑنے آئے تھے۔ نہیں توڑیں گے تیری روٹیاں۔
اتارنے اب اپنے ناکی واس کو۔ ہم بھی تو دیکھیں ایسے
اتارنا ہے۔" طاہر نے اٹھتے ہوئے بولا۔

"مہاراج۔ مہاراج۔" رک جائیے مہاراج۔" دیوان
کی منہ کہا۔ بہت سے لوگ ہمارے راستے میں آگئے تھے۔
اور پھر وہ ان کی بھی میز میز پر پہنچ گئے۔

"رک جائیے مہاراج۔" رک جائیے۔
"کیوں رک جائیں۔ نہیں رکیں گے۔"

"آپ یہاں ہیں مہاراج۔" تھاری آنکھیں آپ کو نہیں
پہچان سکی تھیں۔

"مسخروں ہیں ہم تو۔"

"نہیں مہاراج۔ بھول ہو گئی تھی۔" ٹاکیوں میں۔
"دیوان جرجن لال۔" طاہر نے کہا۔
"مہاراج۔" دیوان مازیڑی سے بولا۔
"ہم تم سے کہہ چکے ہیں کہ ہم کووندہ اس پورے کماں
چاہتے ہیں۔"

"ان سے بھی مادیوں کا مہاراج۔ مجھے بھی میوا کا موقع
دیں۔"

"تب محل میں ہمارے نمبر سے بند ہوئے۔" کہو۔
"سب بچے ہوئے کہ مہاراج۔ سب بچے ہوئے کہو۔"

"سب بچے ہوئے کہو۔" طاہر نے مجھے پکارا۔
"مہاراج تریوز۔"

"کیسے ہے مہاراج؟" طاہر نے ہاتھ خیر لہجے میں بولا۔
پہلے کا افسانہ اس کی محبوبہ میں نہیں تھا۔
"جہاں دل چاہے ہو جائیں مہاراج۔"

"اوپر اچھا۔ اچھا۔" طاہر نے کہا۔ در پھر وہ
اٹھ کر ہاتھ میں مسادھو کووندہ اس پورے کماں کے تخت پر بیٹھ گیا۔
سارے درباری کھڑے ہوئے تھے۔ وہ لکے ہوئے مہاراج
کو دیکھ کر ششدر تھے۔ لیکن کووندہ اس پورے کماں کے تخت پر کس
نور کو بیٹھ دیکھ کر وہ غصے میں بھر گئے تھے۔

"مہاراج۔ مہاراج۔" شاما نے مہاراج کہاں نہ
دیکھی۔ بڑی مہربانی ہو گئی۔
"کیوں؟ کیوں؟ نہیں؟"

"یہ مہاراج کا سنا سن ہے۔ یہاں اور کئی نہیں ہیں
سکتے۔"

"مسادھو بیٹو کتنے ہیں۔" اس نے کہا۔
راجہ مہاراج کی فوجوں کا یہ سالار بولا۔

"تو تو؟" کووندہ۔ "اور اس سے قبل کہ دیوان کی سہو
کتے مسادھو چند لوگوں کو اشارہ کر کے ہات پر لیا۔ اس
نے طاہر سے ہاتھ پائی نہیں کی تھی۔ لیکن وہ اس کی کر
اسے اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن دیکھتے والوں نے
دیکھا کہ چٹا چٹا کوئی مل کر طاہر کو پکارتے تھے۔
اور وہ بڑی طرح ڈرتے تھے۔ سارے پریشان نگاہوں سے
چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"یہ خاصیت۔ دربار کا خاصیت۔" دیوان جرجن لال چٹا
اور درباری کھڑے ہوئے۔ ہر حال یہاں بھی ڈب ڈب وھا
چوڑائی کی گئی تھی۔ طاہر نے اس پر ہاتھ پائی تھا۔
"ہوئی بات نہیں تھی۔ بہت بڑا شہنشاہ تھا کہ راجہ کی زندگی
میں اس کے تخت پر کوئی بیٹھ جائے۔"

"اٹھ جائیے مہاراج۔" جھگو ان کے لئے اٹھ بیٹے۔
ورنہ میں سہبت میں پھنس ہوں گا۔
"تیرے چہرے دل کے ہو۔" تم بڑے۔ کیا ہاں اگر
تھوڑی دیر کے لئے ہم ان تخت پر بیٹھ گئے۔ "طاہر نے
اٹھتے ہوئے کہا۔

"اس کی سزا موت ہے مہاراج۔" آپ سنا مسادھو

ہیں۔ میں تیرے لیے کیا ہوں؟" وہی چہرہ بدل گیا۔ وہ کہنے لگا: "میں نے تو تم کو چاہا ہے۔" اس نے وہ ٹھکانا چھوڑ دیا۔ یہاں بھی نظر نہ رہی۔

”جی۔ جی۔ میں نے یہ سنا۔“

وہیں سے سید نے
"وہیں سے وہ لوگ آئے۔"
"اس میں کیا شک ہے۔"

وہاں سے ہاتھ دھو کر اپنے
 "توبہ" کے رات خلی میں "تلاوت" کے لئے
 بیٹھا اور مجھ یوں نے بھی ہاتھ دھو کر "تلاوت" کے لئے

کتابیات پہلی کیشنز

بہیمانیں تیری منگوا رہی تھیں۔
 "یہ وہ پورن الہاں؟" جو بچپن سے پوچھ رہی تھی۔
 "جی ہاں، یہ وہی ہے۔"
 "خوب نامور ہے؟" "جی ہاں، منگوا رہی ہے۔"

"خوب نامور ہے؟"
 "یہ وہی ہے۔" "یہ وہی ہے۔" "یہ وہی ہے۔"
 "یہ وہی ہے۔" "یہ وہی ہے۔" "یہ وہی ہے۔"
 "یہ وہی ہے۔" "یہ وہی ہے۔" "یہ وہی ہے۔"

پورن الہاں بہت دور نہیں رہا تھا اور ہم چرن مندی نکال دیوں
 سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر ایک طوفان سانس لے کر ہوا۔
 "میں نے جو سادھویوں کو تمہارے پاس بھیجا تھا
 الہاں؟"
 "تو بچے تھے ہیں مہاراج اور میں نے آپ کی اذیت کے
 مطابق انہیں آرام سے ٹھہرایا ہے۔"
 "میں نے صرف اس لئے انہیں تمہارے پاس بھیجا تھا
 پورن الہاں؟"
 "میں یہ بھی جانتا ہوں مہاراج۔ پر آپ سے بات کہنے
 میں کیا کر سکتا تھا۔ اب مجھے ان کے بارے میں بتائیے۔"
 "نور تم نے ان کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا؟"
 "مہوئی سا۔"

"بہت کمر بہت پالاک ہیں۔ بس اس کے طاوور
 اور کچھ نہیں معلوم ہو گا۔"
 "انچلک دربار میں آئے۔ ایسے ایسے حیرت انگیز
 کارہائے دھماکے کے ساتھ درباری حیران رہ گئے۔ ان میں
 سے ایک پہلی تو راج سنگھاس پر بھی بیٹھ گیا۔ سناٹا بہت
 بڑا۔ اس نے اسے اچانک کی کوشش کی لیکن بہت سے
 دھمکے بھی لگ کر اسے اٹھائے۔"
 "لحقتے کانٹاں ہو گئے۔ ان کے بدن بھی منظر عام
 ہو گئے۔"
 "آپ نہیں پورن الہاں۔ فانی اس سے پوچھو جن کی
 کرسی الٹی ہوئی تھی اور وہ اس پر بیٹھ گئے۔"
 "خوب۔" پورن الہاں کی سرخ آنکھیں بھی مری سوچ
 میں ڈوب گئیں۔ "لیکن تمہاری رانی۔ پھر اس نے

مہاراج ہاتھ دے کر، "مہاراج سے تو ایسے ایسے
 معلوم ہو گئے اور اگرچہ تو راج کھل میں ان کا یہ دور
 انہوں نے اپنے آپ کو کاٹ دیا تھا۔"
 "مہاراج کو وہاں کپور سے ملنے کا حق ہے۔"

"جی ہاں۔"
 "تو نے پوچھ سنا تھا۔"
 "تو پوچھ رہا ہے۔ یہ سب مہاراج کی ہے۔"
 "میں نے انہیں تمہارے نوالے کھوایا ہے پورن الہاں۔
 میں کھل میں کسی خطرہ تک آؤں گا۔ وہ خود بخود اٹھتے ہیں۔
 کر سکتا ہے۔ دیکھتے ہی اچھے نہیں ہیں۔"
 "ہوں۔" پورن الہاں کی ہون بہت خوب تھی۔ پھر اس
 نے منگوا لیا۔ "کما" "کھیک" سب ہرچیز الہاں کی۔ آپ کا
 واس سب کچھ کھیک کر لے گا۔ یہ سب پورن الہاں کے پاس
 گاؤں لے کر آئے۔"
 "تم مجھے پورن الہاں۔ وہ شیارہ سے ہم جہاز۔"
 "بس آپ چٹان کریں۔" الہاں وہاں سے گری گئی۔
 پورن الہاں منگوا لیا۔
 "انہی کی جگہ پورن الہاں۔ وہ وہم بھی وہم ہے۔
 انہی کو یہ سب لے کر آئے۔"
 "اسے کل میں آجنا چاہئے مہاراج۔ آپ اسے مجھے
 دے دیے ہیں۔ فانی نام بھی آپ خود کریں گے۔"
 "آجائے گی۔ آپ نے کی۔" "ہرچیز الہاں کے ہاتھ
 ہوئے کما اور پھر وہ اٹھیں۔ پورن الہاں اسے دروازے تک
 پہنچانے لگا۔ اور پھر چرن مندی باہر نکلی۔
 "وہ خطابہ انسان۔" "میں نے اسے اس سے جا اور
 طاوور چوٹ پڑا۔"

"ہاں۔ ایک طاوور اور دوسرا عارف۔" اس نے
 منگوا لیا اور اس میں کما۔
 "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔"
 "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔"
 "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔"
 "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔"
 "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔"
 "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔"
 "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔"
 "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔"

طاوور؟

"اور مہاراج۔" "میں نے کما۔"
 "پورن الہاں فانی حیا میں معلوم ہو گا۔"
 "اور ان دونوں کی محبت ہے۔"
 "مہاراج شہزادہ شہزادہ کو رو پائی ہے۔"
 "مہاراج اس پر۔"

"ہاں۔"
 "میں تو آؤں گا تو ہی پھر معلوم ہو گا۔" "مہاراج
 کوئی عیش فطرت انسان ہو گا۔ مہاراج میں کما رہتا ہو گا۔
 ویسے پورن الہاں راج سندھ میں ابھی تک کوئی آفرین نہیں
 ہوئی۔"
 "مہاراج۔ یہاں کے حالات معلوم کریں۔ آفرین کے لئے
 بہت وقت پڑا ہے۔"
 "یہ عارف۔" "یہ جانتے ہیں وہ وہاں سے وہ لڑکی یاد
 آجاتی ہے۔"
 "مہاراج۔ یہاں نہیں کر لیتے؟"
 "اس کے حسن میں اس کی فوری رقی، اس کی پرکشش
 آنکھوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ لیکن اس کے بعد سے فصول
 بگڑ گئے ہیں۔ تم نے مجھے اس قدر پکا کر دیا ہے کہ اب ان
 چکر میں نہیں آتے۔ وہ بھی کسی کوئی قند واک۔" "مہاراج
 پورن الہاں کو اس کے چکر میں نہ لے۔" "نہیں۔" "نہیں۔"
 "میں نے ان کی ضرورت کو نہیں سمجھا۔" "خاکہ کی بھی دہ۔"
 "یہاں کے باجوں کو دیکھ کر طبیعت مدہم ہو گئی ہے۔"
 "خاص طور سے حیا میں نہیں کریں گے۔ ہاں اگر اس دور میں
 فخر آتی تو اس کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کریں
 گے۔"

"بھئی تمہاری مرضی۔"
 "اب یہ پورا کرام ہے؟"
 "جو تمہاری مرضی۔" "میں نے کما۔"
 "خاکہ کی سیر نہیں ہوئے۔"
 "کریں گے۔" "میرا خیال ہے رات کا بوجھ ہو جائے۔"
 "اور پھر ممکن ہے پورن الہاں کی آج ہی تم سے ملاقات کی
 کوشش کریں۔"
 "انچلک کریں۔ اس کا؟"
 "میری تو اپنی رائے ہے۔" "میں نے جواب دیا اور
 طاوور نے ایک حرکت کی۔ الہاں نے کپڑاں پہنائے۔
 بھی خلیات میں کما رہا ہے۔"
 "رات کا وقت ہے۔" "مہاراج کے دوئے ایک قتل ہے۔"
 "جے ہوئے تھے۔" "پورن الہاں کی رانی اور رانی۔"

طاوور؟

وہ قتل نہ رہا۔ سانس نہ دیتے گئے۔ اور پھر کما ہوئے
 والے بچے کو میں نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔
 "تھک رہا ہے۔" "سب مہاراج سے تھک گئے۔" "طاوور نے کہا اور
 میں رک گیا۔ طاوور نے کھانے پر ہاتھ مٹھایا اور تھک گیا
 کہنے لگا اور پھر اس نے "تھک گئے" کہہ کر ان میں مگر دن پڑنے
 ہوئے کما۔ "تھک گیا۔"

"یہ طاوور؟"
 "پورن الہاں کی فانی حیا میں کما رہا ہے۔"
 "یہ وہی ہے۔"
 "سب کچھ ہو سکتا ہے۔" "طاوور نے جواب دیا اور ہم
 کھانے پر مل پڑے۔ ویسے میں طاوور کی بات سے متفق تھا۔
 بہر حال میں رات پورن الہاں کی جسم سے ملاقات کرنے نہیں
 آئے۔ رات کو کوئی دیر تک ہم نے ان کا انتظار کیا اور پھر
 سوئے۔ صبح مندر کے کھنڈوں اور راقوں کی آوازوں سے اٹھ
 کھلی تھی۔
 "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔"
 "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔"
 "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔"
 "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔"
 "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔"
 "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔"
 "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔"
 "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔" "نہیں۔"

کتابیات پبلی کیشنز

یہ حصہ سارے حصوں سے زیادہ خوبصورت تھا۔ سبھی سچے بڑے سے کمرے میں اپنے اپنے طرز کا عہد فرنیچر موجود تھا۔ پورن لال نے ہمیں قلعے کا اشارہ کیا اور ہم چلے گئے۔ پورن لال بہت سارے ایک کارٹس کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ گورنمنٹ پر کئی نکات وہ ہمیں گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"آپ یہاں کیوں آئے ہیں مہاراج؟" اس نے سوال کیا۔

"مستشار سہ حارے۔" میں نے جواب دیا۔

"مستشار ٹھیک ہے مہاراج۔ اور پھر مستشار راج مندر میں محدود نہیں ہے۔"

"ابتدا یہاں سے کریں گے۔"

"یہاں پورن لال کی حکومت ہے۔"

"اس۔ تو یہ گورنمنٹ اس کپور کی راجہ صافی نہیں ہے۔"

طاوت نے حیرت سے کہا۔

"میں راج مندر کی بات کر رہا ہوں۔"

"کیا راج مندر اس راجہ صافی سے الگ ہے؟" طاوت نے پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن یہاں کے اصول اور ہیں۔ یہاں پورن لال کی مرضی چلتی ہے۔"

"کیا کتا چاہتا ہے بچہ۔ صاف صاف کہہ۔" طاوت بولا۔

"سب سے پہلے میں تمہاری حقیقت جان چاہتا ہوں۔"

تم نے اپنے نام غلط بتائے ہیں۔ تربوز لال۔ خربوز لال نام نہیں ہوتا۔"

"تربوزی مہاراج۔" طاوت جلال سے بولا۔

"مہاراج خربوز۔"

"اس پائل کو سمجھاؤ۔ اس بتاؤ کہ ہمارے ہاں کو بھی چند

سے ہزار ایسی نام رکھا تھا۔ اب یہ کئے گا کہ گونہی چند بھی نام

نہیں ہوتا تو ہم اپنے دادا لال جیٹن رائے کا نام لیں گے۔

اس سے پوچھا اسے ہمارے ناموں پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے؟"

"جواب دو پورن لال؟" میں نے نزدیک کر کہا۔

"مجھے کوئی ادھیکار نہیں ہے مہاراج۔ آپ نہیں بتانا

چاہتے تھے سہی۔" پورن لال نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا

اور پھر وہ چونک کر بولا "اگرے ہاں مہاراج۔ میں جو جن کا

بندوبست کروں۔" اور پھر باہر اٹھ گیا تب چارک طاوت

میری طرف متوجہ ہوا۔

"بھائی تربوز۔"

"خربوزی مہاراج۔" میں نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"اب وقت ہے جو جن میں خربوز تربوز ہوگی۔"

"بہن چاہئے۔ میرے خیال میں پورن لال اس وقت

بہت سے وقت کی بات کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ہاؤس کا یہ۔"

"راس۔" طاوت نے آہستہ سے کہا۔

"تقہ۔" راسہ کی آواز سنائی دی۔

"کچھ بادل بٹا چکے۔"

"قبیل بولی تقہ۔" راسہ کی آواز سنائی اور طاوت

طمینان سے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پورن لال واپس

آگیا۔ اس کے ہونٹوں پر ویسی ہی مسکراہٹ چھپی ہوئی تھی۔

"میں جو جن کے لئے کہہ آیا ہوں۔ ابھی۔" وہ بولا۔

"کیا پورن مہاراج۔"

"گورنمنٹ میں جوت پاپ بورت ہے میں پورن لال۔ ہمار

خیال ہے ہم ورگ پور والوں کو ٹھیک کر دیں۔ مندر بھگوان کا

گھر ہونا ہے۔ تم جیت لوگوں سے اسے بھی خراب کر دے

ہے۔"

"آپ ہم سب کو ٹھیک کریں مہاراج۔" پورن لال

مسکراتے ہوئے بولا۔

"اوش۔ اوش۔ پتلا نہ کرو۔"

"آپ کو مندر کے غلوں سے دلچسپی نہیں ہے

مہاراج؟"

"چاہتا ہوں کہ چند نہیں ہوتے۔ پورن اس کے۔ وہ

جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ بھگوان کے ساتھ شمول ہے۔ بھگوان

وکیل دیتا رہتا ہے۔ مگر سب وہ رسی سمجھتا ہے تو بڑی ہوتی ہوتی

مگر نہیں اس میں چھٹی رہ جاتی ہیں پورن لال۔"

"سب تک وہ وکیل رہ رہا ہے مہاراج اپنا نہیں۔"

"سب وہ رسی سمجھنے لگا۔ تب دیکھی جائے گی۔" پورن لال نے

وہنائی سے جواب دیا۔

"اتنی دیر میں دوپہ۔" قول لے آئے۔ جن قول تھے

تھاں ہم لوگوں کے سامنے رکھ دیئے گئے اور ایک پورن لال

کے سامنے۔

"شروع کریں مہاراج۔" پورن لال نے کہا اور ہم

شروع ہو گئے پورن لال دلچسپ نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا

تھا۔ یہاں تک کہ ہم نے کھانا ختم کر لیا۔ "اور کیا سید انگوں

مہاراج۔"

"جو کچھ کر چکے ہو وہ کافی نہیں ہے پورن لال۔" طاوت

نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھ نہیں مہاراج۔ کسی چیز کی کمی رہ گئی؟" پورن

لال نے کہا۔

"تھمارے اندر متل کی۔ تم نے یہ نہیں سوچا پورن

لال کہ سادھو سنتوں پر ایسی چیزیں اثر نہیں کرتیں۔" طاوت

نے کہا اور میری طرف دیکھ کر بولا "چھٹی بھائی تربوز لال؟"

"چلے مہاراج۔" میں نے کہا اور ہم دونوں اٹھ کر باہر

کل آئے پورن لال خوفناک نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔

ہم اپنی کونجری میں آ گئے۔

"تو طے ہو گیا عارف کہ ہمارا پہلا شکار پورن لال ہی

ہے۔"

"اب تو ہے ہی۔ سنا دار اس نے کیا ہے۔"

"دوسرا ہم نہیں گئے۔" طاوت نے گردن ہلاتے ہوئے

کہا اور خاموشی سے سرگ تھامہ پر بیٹھ گیا۔ میں بھی خاموشی

سے کچھ سوچنے لگا تھا۔ اچانک طاوت مسکراتے ہوئے بولا۔

"عارف؟"

"ہوں۔" میں چونک پڑا۔

"کیوں؟ ہم مرنا نہیں؟"

"یہاں سب؟"

"تھوڑی دیر کے لئے پورن کو خوش کر دیں۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟"

"آفرین۔ یوں بھی دن گزارنا ہے۔ رات کو کچھ

کارروائی کریں گے۔"

"یقینی تمہاری مرضی۔" میں نے تہری سانس لے کر

کہا۔ تب طاوت نے دو گولیاں نکالیں۔ ایک اپنے منہ میں

ڈال لی اور دوسری مجھے دے دی۔

"اسے چباؤ۔" طاوت نے اپنی گولی چباتے ہوئے بولا

اور گولی چبانے سے ہمارے منہ سے فیروز کی دھک کا پانی بہنے

لگا "میں لیت جاؤ اس انداز سے جیتے بڑی لذت سے دم لگاؤ

ہو۔"

بلشبہ طاوت کا خیال قلعہ نہیں تھا۔ پورن لال کو یقین

نہیں تھا کہ زہر آلود کھانا کھانے کے بعد بھی زہر بچ گئے ہوں

گے ہمارے کو شہر کی کارروائی ہو رہی تھی۔ تقریباً بیس منٹ کے

بعد ایک پند اندر میں آیا۔

"مہاراج۔ مہاراج۔" اس نے زور زور سے آواز دیں

دیں لیکن ہم وہم سوچے نہ رہے۔ "مہاراج۔ سو رہے

ہیں کیا؟" اس نے اٹھتے ہوئے پوچھا اور پھر دو تین بار

ہمیں پوچھتا رہا کہ بعد باہر چلو۔

"بھائی تربوز۔" طاوت اسی انداز میں پانچ۔ پانچ۔ بولا۔

"ہاں۔"

"وہ کیا مہاراج؟"

"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا اور

طاوت خاموش ہو گیا۔ ہمیں کافی دیر تک انتظار کرنا پڑا۔ اس

کے بعد باہر سے کئی آوازیں سنائی دیں اور پھر مست سے لوگ

اندر گھس آئے آگے آگے بڑھتے آئے اور پورن لال تھے۔

ان کے چہرے خوشی سے سرخ ہو رہے تھے۔ دونوں ہی ہنک

کر ہمیں دیکھنے لگے۔ پھر انہوں نے سر سے ایک

دوسرے کی طرف دیکھا۔

"آپ نے انہیں بہت پروا مان لی تو بھرجن مہاراج۔"

پورن لال کی بات اور ہے۔ "پورن لال نے فحش سے کہا۔

"تم نے دربار میں ناکی واس کی رشتہ دیکھی ہوئی

پورن لال تو تم بھی حیران رہ جاتے۔ ہر دہائی تمہارا بھگوان

بھگوان کی کہا ہے۔ یہ تو تم بھی تہہ مہم کر سکتے کہ پوچھتے

کون؟"

"سر پھر تھے سر سے اس کے۔" وہ کیا۔ ران مندر

میں رو کر مفت کی روٹیاں توڑنا چاہتے تھے۔"

"نیکن۔ نیکن۔ ہر حال۔ اب یہ کیا جانے پورن

لال؟" بھرجن لال نے پوچھا۔

"چھ نہیں مہاراج۔ پند سے انہیں لکھا ہے کہ یوں

گے۔ صاف لکھا ہے۔ آکاش پر چلے گئے۔"

"مہاراج تربوز۔" طاوت نے زور سے آواز دہائی اور

بھرجن لال اور پورن لال اس طرح اٹھ کھڑے ہوئے پورن

نے اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھا "ان کے منہ سے گولی دہائی ہوئی تھی۔

بھی اٹھ گئی تھیں۔"

"نہ راج۔ نہ بھگوان۔ نہ راج۔ نہ بھگوان۔"

پند سے دیوار سے ٹک گئے۔ مجھے بھی آواز تھی۔

"اپنے سورت ہو گیا؟" طاوت زور سے بولا۔

"جیت ہو گئی بھائی خربوز؟" میں نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے دوپہر بھی دو گھنٹی۔" طاوت اٹھ کر بیٹھ

گیا۔ بھرجن لال بھی پھٹی پھٹی نگاہوں سے میں دیکھ رہا تھا۔

پورن لال کا سینہ بھی زور زور سے جھلک رہا تھا۔ اس

کے چہرے پہ پند پند کی تھی۔

"اگرے۔ اگرے۔ کیا ہوا پورن لال؟" کیا بولا۔ تم

کو۔" تربوز۔ سب بھائی تربوز۔"

"کیا آؤف ہے ان لوگوں کو؟" میں نے اٹھتے ہوئے

کہا۔

"چھ نہیں مہاراج۔ مہاراجی بھائی لال آپ کے

کتا پیل کیلش

کتابیات پس کیستز

ہوئے کما اور ایک بار پھر ہم پوران مال کے ساتھ چل پڑے۔ پوران مال ہمیں اپنی اسی اشدت گاہ میں لے گیا تھا۔ اس نے بڑی عاجزی سے ہم سے بیٹھنے کے لئے کہا اور ہم بیٹھ گئے۔

"مہاراج۔" اس نے لرزتی آواز میں کہا "میں بڑا پانی ہوں میں نے آپ کے ساتھ دھوکہ کیں۔ لیکن قصور میرا نہیں ہے مہاراج۔ آپ جانتے ہیں آپ کو ہرجن مال نے بھیجا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن ہرجن بلاوجہ ہمارا وطن کیوں ہو گیا۔" خالوت نے پوچھا۔
"دور تارے مہاراج۔"

"کیوں؟"

"آپ جانتے ہیں راج مغلوں میں نہ جانے کیا کیا ہوتا ہے۔ ہرجن مال نے میری جی مگر ان کی دوس بڑھی ہوئی ہے۔ وہ مہاراج کو ہمارا کپور کے خلاف سازش کر رہے ہیں۔ اگر آپ معمولی منکر ہوتے تو انہیں پروا نہ ہوتی۔ مگر آپ کا بیان۔ آپ کا منکر دیکھ کر وہ ڈر گئے کہ کہیں آپ ان کا بھانڈا نہ پھوڑ دیں۔"

"سادھوؤں کو راج محل سے کیا لینا ہے بانس۔ ہمیں کیا پڑی ہے کہ کسی کا بھانڈا پھوڑتے پھریں۔ ہم تو مسافر سدھارنے کے لئے آئے تھے۔ یہی ہمارا کام ہے۔" میں نے کہا۔

"آپ مہمان ہیں مہاراج۔ اس واس کو شکا کریں۔ اس کو آپ سے کوئی دشمنی نہیں ہے بس ہرجن مال کے کہنے میں انہیں نے آپ سے دھوکہ کیا تھا۔ مجھے شکا نہیں مہاراج۔ میں تو آپ سے بیان دینا چاہتا ہوں۔"

"تو کون ہے پوران مال؟" میں نے کہا اور میری بات کا وہی رویہ ہو کر ہونا چاہتا تھا۔ پوران مال کا منہ کھلا رہ گیا وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہمیں دیکھتا رہ گیا۔ پھر اس نے تھوک نکالا اور اس کے منہ سے نکلا۔

"بے ہوشان۔ بے ہوشان۔"

"تو کون ہے پوران مال؟ ہمیں معلوم ہے اب ہرجن مال نہیں کے پاس جاتے گا۔"

"آپ۔ آپ مہمان ہیں مہاراج۔ تنہا پڑتے۔ درکار کے سب سے بڑے بھاری ہیں۔ انہیں کسی سے منکر آتے ہیں۔ پورے۔ ہمارے میں ان سے بڑا بڑا ہوتا ہے۔"

"کیوں۔ ٹھیک ہے۔ انہیں بھی دیکھ لیں گے۔" اس بار خالوت نے کہا۔

مہاراج۔ مہاراج۔ میری بڑی سی جواب بولی ہے۔

"کیوں؟ تمہیں کیا ہو گیا؟"

"میں ہرجن مال کے ہاتھوں میں کھلنا ہوں۔ اس کی بات نہ مانوں تو وہ میرے پانے لے لے گا۔ وہ بڑا خطرناک ہے مہاراج۔ میری بڑی مصیبت آئی۔ آپ مجھے مہمان سادھوؤں سے دھوکہ کرتے ہوئے بھی جان جاتی ہے اور دوسری طرف۔ بے ہوشان میں کیا کریں؟"

"تو پتا نہ کر پوران مال۔ ہرجن جو کرتا ہے کرتے دے۔ سادھوؤں کو نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"میرے رائے ہے مہاراج۔ تنہا ہی کے لئے سے پہلے آپ یہاں سے چلے جائیں۔ بڑی کرپا ہوں مہاراج۔ میرا دیوان بھی بچ جائے گا۔"

"یہ ناممکن ہے پوران مال۔ ہم اس سے ڈر کر چلے جائیں؟"

"میری مان لیں مہاراج۔"

"ناممکن۔" خالوت گرج کر بولے۔

"آپ تنہا خالوت کی کو دیکھ لیں۔ اس کے بعد آپ فیصلہ کر لیں۔"

"ٹھیک ہے اتے آئے دو۔"

"بڑا پروا کی کو غری میں چمپ کر آپ ان کی باتیں سن لیں ہیں۔ چپ چپ آپ کو وہاں چھپا دیں گا۔ پر مجھے شکا نہیں مہاراج۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو باہر نکلے ڈھور راستہ بھی بتا دوں۔ آپ وہاں سے نکل سکتے ہیں۔"

"چور راستہ کونسا ہے؟" خالوت نے پوچھا۔

"آئیے۔" پوران مال نے کہا اور خالوت کو گھرا دیا۔

مجھے بھی مندر کے اس چور راستے سے دلچسپی پیدا ہوئی تھی۔ پوران مال ایک دیوار کے پاس پہنچا۔ اس نے دیوار کی کونکلی بالی اور دیوار اپنی جگہ سے ہٹائی۔ ایک دروازہ ان کا تھا۔

.... میں اور خالوت پوران مال کے اشارے پر اندر داخل ہوئے۔ دوسری طرف تاریکی تھی۔ صرف چھت سے روشنی آ رہی تھی۔ لیکن وہ ایک مختصر سے حصے کو روشن کرتے تھے۔

سادھو اور کچھ نہ کر رہی تھی۔ ہم دونوں انہ رکتے تھے۔ لیکن اپنے پیچھے دروازہ بند ہونے کی آواز سن کر ہمارے چوٹک پڑے تھے۔ "پوران مال۔" خالوت نے پکارا۔

"دھوکہ نہ کیں یاد۔" میرے منہ سے نکلا۔ کمرے میں گہری تاریکی تھی سوائے اس تھکے سواراج کے جو پست بنی تھا اور کافی بلند کی پر تھا۔ خالوت دانت چیر رہا تھا۔

"میرا خیال ہے اس نے اپنے قوت میں قہری کیل ٹھونک لی ہے۔" خالوت غرات ہوئے بولا "گویا اتنی دیر تک وہ اپنی باتوں سے ہمیں متعلق بنا رہا تھا۔"

"یقیناً۔ اور یہ اس کی آخری کوشش تھی۔"

"کیا مطلب؟"

"دو شیار ہو جاؤ خالوت۔ اس نے ہمیں صرف یہ کرنے کی کوشش ہی نہیں کی ہوگی۔"

"پر وہ مست کر دیا۔" ہاں یہ سوچو کہ اس نے جو نقصان کی تھی "بھوت تھی؟"

"ان حالات میں اور کیسے ہو جاسکتا ہے۔"

"تو ان پوران مال کی کا کریم جلد ہو جانا چاہئے اچھا پوران مال جی۔ آپ بھی کیا یاد کریں گے۔" خالوت گردن ہلاتے اور پھر اس نے پست کے سوراخ کو دیکھا۔

اور اچانک ہمیں تاریک کمرے کے دائیں کونے سے کھٹکے کی ایک آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی ایک خون کپ پڑا۔

"سانپ۔" میرے منہ سے لرزتی ہوئی آواز نکلی اور خالوت بھی چونک پڑا۔ سانپ تھا کہ مصیبت آتی تیزی سے حملہ آور ہوا کہ جان بچاتا شکل ہوئی۔ ہم نے دوسرے کونے میں چھپنا لگا لی اور سانپ بھی خون کپ انداز میں پلٹ پڑا۔ شاید وہ پست زید دھوکہ تھا یا مخصوص طریقے سے ستایا ہوا تھا "اسی لئے غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔"

خالوت نے صورت حال جانچ لی۔ دوسرے لئے اس نے میرا بازو پکڑا اور مجھے ایک طرف چھینا اور اس کی یہ حرکت میرے لئے اچھٹی نہیں تھی۔ دوسرے لئے روشنی کا احساس ہوا۔ اور ارد گرد کا ماحول دیکھا تو ہم اپنی کو غری میں تھے۔ میں نے زمین پر بیٹھ کر آنکھیں بند کر لیں۔

خالوت الجھتا خاموش تھا۔

اور یہ خاموشی۔ میں اسے انہی طرح محسوس کر رہا تھا۔ کئی منٹ کے بعد میرے حواس بحال ہوئے اور میں نے خالوت کی طرف دیکھا "بڑی طرح پھنس گئے تھے یاد۔"

"اس کی ایسی تھی۔ چلو تیار ہو جاؤ۔"

"تیار ہوں براہ۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور خالوت نے ہمارے کے سامنے سے غائب ہونے کا عمل کیا۔

میں نے بھی دو شانہ اڑھا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ خالوت خاموشی سے اس طرف بڑھ رہا تھا "جان تمہاری دیر گزر گئی۔ پوران مال اب بھی اسی کمرے میں موجود تھا۔ اور چھ سوچ رہا تھا۔"

ہمیں اندر داخل ہوئے چند لمحات ہی گزرے تھے کہ دو پندے آئے اور پوران مال انہیں دیکھنے لگا۔

"راہی جی آنکھیں مہاراج۔"

"آنکھیں؟" پوران مال اچھل پڑا۔

"ہاں مہاراج۔ وہ اسٹون پر آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔"

"اوبہ باندہ۔" غلطی ہوئی۔ میں ہمیں منع کرنا بھول گیا آج میرا دماغ ٹھیک نہیں ہے۔ آج میں پست پریشان ہوں۔ خیر سنو تم دونوں یہاں رکو۔ اس دروازے پر نگاہ رکھو اور ہاں دھارے آئے ہاتھوں میں لے لو۔ کوئی نکلنے کی کوشش کرے تو خیال کئے بیانی گردنیں اڑا دینا۔ میں ذمے دار ہوں۔"

"جو گلیا مہاراج۔" پندے سرے ہوئے لمبے میں بولے۔

"کیا کہنا ہے تم نے راہی دیو متی سے؟"

"وہی مہاراج۔ جو آپ نے آگیا دی تھی۔"

"ہوس۔" پوران مال نے کہا اور پھر وہ اس کمرے سے نکل آئے اور اس سے ملحق ایک دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا۔ یہاں اس نے لباس تبدیل کیا۔ آنکھوں میں کاجل لگایا۔ بدن سے خوشبو ملی اور پوری طرح تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ اب وہ راج مندر کے ایک مخصوص حصے کی طرف بڑھا تھا اور ہم دونوں خاموشی سے اس کے پیچھے چل رہے تھے۔

آب والے راستے سے گزر کر وہ مندر کے سب سے دور دروازے میں پہنچ گیا جو کافی دیر ان تھا۔ اس طے پندے وغیرہ بھی نہیں تھے۔ پوران مال ایک دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔

ایک چوڑا صحن تھا جس میں پتیلی کا ایک درخت پھیلا ہوا تھا۔ دالان میں کئی ٹہنے موجود تھے اور ہر ایک دروازہ تھا۔ پوران مال اسی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اندر روشنی تھی اور اس روشنی میں چودھویں رات کا چاند بیکار رہا تھا۔ لمبے لمبے بال گھر سے گزر کر زمین تک پہنچ رہے تھے۔ دودھ جیسا سفید اور پتھرا چروہ "بھجنوں کی تصویر بنا ہوا تھا۔"

یہ وہ حسین عورت تھی جسے میں نے پوجا کے دوران راج محل کے مندر میں دیکھا تھا اور کافی متاثر ہوا تھا۔

"اب عارف۔ خالوت نے میرا شانہ دیا۔"

"ہوس۔"

"تیرے والے۔"

"وہی ہے۔"

"گھر راہی دیو متی۔"

"بے کار ہاتھیں نہ کر دو مٹی۔ میں تیرا دیون بنانا چاہتا ہوں۔"

"بنانا بگاڑنے والا بھگوان ہوتا ہے۔ میں تجھے اپنے شریر کو ہاتھ بھی نہ لگانے دوں گی۔ سن ڈیلیس سادھو۔ میں جذبات کے ہاتھوں تک نہ کر اپنے پوجی کے پاس آئی تھی۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ دیوتی کی بیاس بنجوالے میری طرف سے اجازت ہے۔ میں نے اپنا شریر اس کے سامنے ڈال دیا۔ اس نے کہا۔ ہم اپنے دھرم پر کایک نہیں لگائیں گے۔ دیو مٹی۔ یہ بدن بنانے اپنے ہیں۔ لیکن دھرم پورے سنسار کا ہے۔ اس پر نارا اور حیکار نہیں ہے۔ ایکہ وہ تھا۔ اور ایکہ تو ہے۔ جو دھرم باندھا ہے اور خود نکال ہے۔"

"دیو مٹی۔ دیو مٹی۔ میں اب برداشت نہیں کر سکتا۔ کس کی مجال ہے جو تجھے میرے بچے سے نکال لے۔ میرے میں جو چاہوں گا کروں گا اور پھر۔ اور پھر تجھے یہاں سے دھکے دے کر نکال دوں گا۔ کون تیری بات سننے لگا۔ یہاں میری راجہ جانی ہے عزت اسی میں ہے میری بات مان لے۔ خود بھی بیٹھ کر تیرا درجہ بہت اونچا ہو گا۔"

"پاگل ہے تو۔ مجھے جانے دے۔ بس ہٹ جا۔ میں جاؤں گی۔"

"دور دور تک آدم زاد نہیں ہے۔ تو اب اس وقت تک نہیں نہیں جائے گی جب تک میری بات نہ مان لے۔"

پورن لال خوکاک انداز میں بولا اور تن کر کھڑا ہو گیا۔

دیو مٹی کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔

تب خالوت نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"تربو زلال۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہوں۔" میں چونک کر بولا۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے۔ سارے مذہب نیکیوں سمجھتے ہیں اور نیکی انسان کے ساتھ کی جاتی ہے اور مذہب کسی کو انسان تسلیم کر لو تو اسے انسان ہی سمجھو۔ دھرم بعد میں آتا ہے۔"

"یقیناً۔"

"آدم زاد تم ہو۔ پری زاد میں ہوں۔ یہ ہم دونوں مل کر اس گدھے کو مرنا نہیں دیتے۔"

"تو انتظار کس بات کا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"دو شالہ اتار دو۔" خالوت نے کہا اور ہم دونوں دروازے کے قریب آ گئے۔ دوسری طرف پورن لال نے دیو مٹی کے بازو پر ہاتھ رکھا۔ دیو مٹی شدید مزاحمت کر رہی تھی۔ لیکن پورن لال نے اسے اندھ کر زور سے ہتھیر

کر دیا۔

اور اسی وقت خالوت نے اندر سے ہی دروازے پر

لانات ماری اور اس کے ساتھ ہی مجھے پورن لال پر دھکے دے دیے۔ میں جیچان رو گیا تھا۔ لیکن طاوت کی توساری حرکتیں ہی حیران کن تھیں۔

"بچو۔ بچو۔ مجھے پورن لال ہی۔ خرو زلال صراج بھی سے مارا نہیں ہوئے ہیں۔ بچاؤ پورن صراج۔" اور پورن لال اچھٹ پڑا۔ اس کا منہ کھلا اور بند ہو گیا۔ اس کے حلق سے آواز نہیں نکلی رہی تھی۔

دیو مٹی اچھٹ کر ایک کونے میں گھڑی ہوئی تھی۔ وہ بھی ہمیں متوجہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر پورن لال کو ہوش آ گیا۔ اس نے بائیں طرف دیکھ اور اس کی آنکھوں میں خون اتر گیا۔

"تو۔ تم زندہ ہو۔" اس نے دانت چرس کر کہا۔

"ابے۔" مٹی تمہاری ہے۔ اس میں نہ رانیہ قصور۔"

طاوت جھمکے ہوئے انداز میں بولا "منا سناپ بھیجنا دینا مرل۔ اس سے رینگا بھی نہیں ہو رہا تھا۔"

"بچے جاؤ تم دونوں۔" نکل جاؤ یہاں سے۔ ورنہ اپنا نہیں ہو گا۔"

"اس بار اثر دھا بھیجے گئے؟" طاوت خوفزدہ انداز میں بولا۔

"میں۔ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ خون کر دوں گا تمہارا۔" پورن لال نے مجھے دبوچ لیا۔ کیونکہ میں ہی اس کے قریب تھا۔ دیو مٹی ک گرفت تھی کم سخت کی۔

"خرو زلال۔ خرو زلال۔" میں چیخا۔

"اچھا ہے۔ پہلے تم مر جاؤ۔ پھر میں تمہارے غم میں رو کر جان دے دوں گا۔" طاوت نے بوزھی عورتوں کے سے انداز میں کہا۔

"نہیں پیارے بھائی نہیں ہمارا تمہارا بھگوانا۔" اس وقت ہم دشمن کے سامنے ہیں۔" میں نے مقلوب انداز میں کہا۔

"اچھا۔" طاوت جیسے سوتے سے جاگ اٹھا۔

"ہاں۔ ہاں۔ بالکل۔" پورن لال کے بازوؤں میں میری جڑیاں کڑوا رہی تھیں اور میری آواز بھی مٹی تھی۔ پورن لال کی گردن کی رگیں پھول رہی تھیں پھر اٹھا رو دیا تھا۔

"ابے تو داہن ہاتھ اس کی کھوپڑی پر کیوں نہیں مارتے؟" طاوت نے کہا۔ سچ کچ میرا داہن ہاتھ آزاد تھا اور اس وقت اس کی قوت میرے ذہن سے نکلی تھی۔ میں

نے فوراً اس پر حمل نیا اور میرا فولادی ہاتھ پورن لال کی پیشانی پر پڑا۔ ہتھوڑے کی سی ضرب ہوئی۔ پورن لال کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور میں اس کے بازوؤں سے نکل گیا۔

پورن لال نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا تھا۔ پھر اس نے گردن جھٹکی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہمیں دیکھا۔ میری زوردار لانات پورن لال کی کمر پڑی اور وہ گرتے گرتے بھا۔ لیکن خالوت نے اسے سنبھال لیا۔ اس نے پورن لال کے دونوں شانے پکڑ لے اور پورن لال نے پھر دونوں ہاتھوں سے طاوت کو گرفت میں لینے کی کوشش کی۔

لیکن جانی طاوت تھا۔ پورن لال کے دونوں ہاتھ خدا میں جھول گئے تھے اور طاوت کے زوردار گھوٹنے نے اسے پھر ہاتھ نہ کر دیا۔ یہاں میں پہلے ہی تیار تھا۔ میں نے ایک زوردار غلامی اور اس بار پورن لال زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

تب طاوت نے اسے گھورا اور اس وقت طاوت کی آنکھوں میں پراسرار ہنک لہرائی۔ میں نے پہلی بار طاوت کی آنکھوں میں یہ نوجھی چمک دیکھی تھی۔

"پورن لال۔" اس نے بڑے پیار سے پکارا اور پورن لال اسے دیکھنے لگا "گھوڑا بن جاؤ میری جان۔" اور پورن لال دونوں ہاتھوں اور مٹھنوں کے بل کھڑا ہو گیا "ہنسناؤ۔" طاوت نے کہا اور پورن لال نے منہ سے کھر کھر کی آوازیں نکالیں اور پھر زور سے ہنسنا۔ آواز بانگل گھوڑوں کی سی تھی۔

"شاباش۔ شاباش۔" خالوت مسرور لہجے میں بولا "دیکھ۔ کتنی سعادت مند گھوڑا ہے۔ پورن بیٹے۔ دولتی بھائیو۔" طاوت پھر بولا اور پورن دونوں ٹانگیں اچھالنے لگا اور اس کوشش میں اوندھے منہ گر پڑا۔

دیو مٹی اب بھی سانسیت گھڑی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی ٹانگوں سے یہ سب چوہ دیکھ رہی تھی۔ جیسے اس کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو۔

"تربو زلال؟" طاوت نے مجھے آواز دی۔

"یہ ہے خرو زلال؟" میں نے بیزارگی سے کہا۔

"گھوڑا کیسا ہے؟"

"پاکل بچو اس۔"

"کیوں؟"

"اسے دولتی بھائیو بھی نہیں آتی۔ اوندھے منہ گر پڑتا ہے۔"

"پھر کیا کیا ہے؟"

"اس کا ذہن نشن بدل دو۔"

طاوت

"یہ کیا ہے؟"

"مرل۔" میں نے جواب دیا۔

"اب نہیں۔ اسے اندھے دینے میں مشکل ہوگی۔"

خالوت نے شرکائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہوئے دو۔"

"نہیں گھوڑا ٹھیک ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ مرل ٹھیک ہے۔"

"گھوڑا۔"

"مرل۔" میں نے بھی آنکھیں نکال کر کہا۔

"انہ۔" طاوت نے سر دی آواز میں کہا اور پھر وہ دروازے کے نیچے میں ہوا۔ مجھ پر ہی ہے پیارے پورن لال۔ میرا مانتی نہیں مانتا۔ نہیں تکلیف دے ہوگی۔ لیکن مرل کی باری ہے اور باں تم اندھے دینے کے لئے مجبور نہیں ہو۔ کسی مرل سے یا مری ہو جائے تو مجھ پر ہی ہے ورنہ اندھے دینے کی ہند اس ضرورت نہیں ہے۔" اور پورن لال سکر کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے مرل کی ہندی کھٹکنا شروع کر دیا تھا۔

اچانک دیو مٹی نے ایک چٹا ماری اور پھر دروازے کی طرف لپکا۔ ہم دونوں میں سے کسی نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ دروازے سے باہر نکل گئی۔ پورن لال اب امینان سے ہاتھوں اور پیروں کے بل زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔

"کیا خیال ہے؟" طاوت نے مجھ سے پوچھا۔

"دنی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو۔" طاوت بولا اور ہم دونوں باہر چل پڑے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنی کونجی میں تھے مرگ چھال پر بیٹھ کر طاوت نے کہا۔ "ج کا کام خرب چلو آرام کریں۔"

"ہنڈت تلکا کے رے میں یا خیال ہے؟"

"تو جانے دو۔ پٹے سے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ میں آرام کرنے کے موڈ میں ہوں۔ سوتے دو۔" طاوت نے کہا اور لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ شاید وہ سو بھی گیا۔ لیکن مجھے ہنڈ نہیں آ رہی تھی۔ کافی دیر تک میں جاگتا اور اوٹ پناگ ہاتھیں سہا رہا۔ پھر میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

رات مندر کا مادل پر سکون تھا۔ کوئی خاص بات نہیں گھر آتی تھی چنانچہ میں رات مندر سے نکلی آیا۔ دو شالہ اڑھنے کی بجلی میں نے ضرورت نہیں محسوس کی تھی کیونکہ ان وقت تک کسی نے مجھے نہیں ٹوکا تھا میرے ذہن میں خیال تھا کہ میں آج رات محل کی بیڑیوں۔ گونجے یہاں کے

کتابیات ہبلی کیشنز

طرف چل پڑا۔ طاوت نے بھی آنکھ ماری تھی اور پھر وہ بھی ان کے پیچھے گئے کوئی رہ گیا۔
 "رک جاؤ طاوت! کہاں جا رہے ہو؟" میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"ان کے پیچھے چلے ان کی باتیں سن لیں" اس کے بعد ہم آپس میں باتیں کریں گے۔
 "رک جاؤ یا۔ وہ بڑا خبیث ہے۔ ہواؤں میں انسانوں کی بوسہ تو کھیتا ہے۔" میں نے کہا۔
 "میری بات سنو مجھ سے کچھ سنے گا۔ میں انسان کہاں ہوں۔ ویسے مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ ٹھیک ہے است بعد میں دیکھ لیں گے۔ اب تم بیٹھ جاؤ اور اس توہمی رات کے ہٹانے کے بارے میں بتاؤ۔"

"یاد رکھو چیز تکی ہے میرا خیال ہے اس سے تمہیں مقابلہ کرنے میں بھی لطف آئے گا۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔
 "اب تفصیل بھی بتا دو یا۔" طاوت نے بیزارگی سے کہا۔

"میں خفیہ نہیں آ رہی تھی۔ دوشالہ اونٹن کر باہر اٹھ گیا۔ وہاں یہ دونوں نظر آئے۔ میں ان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا کہ بوزے خبیث نے رک کر کہا کہ اس کی ناک انسان کی بوسہ کھ رہی ہے۔"

"غوب۔ چھب۔؟" طاوت دلچسپی سے بولا۔
 "اس نے مجھے بند کر کے کوئی منتر پڑھا" ایک روشنی ہوئی۔ اس نے کہا تھا جو کوئی ہے است نکلا کر دے۔ سو چوہریاں میرے گرد پھیل گئیں اور میں بدحواسی میں دوڑ پڑا۔

"نعم۔ وہ" طاوت نے خیال انداز میں بولا۔
 "اب سوچو بدخودار۔ آؤنی خطرناک ہے۔"
 "خارک دنی گھر ہے۔ خفیہ مت ڈرو۔ ورنہ اس کی ساتھی بولی پڑے گی کا تیل نکال کر تمہارے پردے بدن پر مل دوں گی۔ طاوت نے اپنے انداز میں بولا۔

"کوئی اس کے بعد بھی تم اس کی پروا نہیں کرتے۔"
 "اب استے عربے سے اپنے زبانوں کو دھو لوں پھر رہا ہوں۔ یہ سہ۔ سوکھ بائیں میرا یہ بگاڑ سکتا ہے۔"
 "پھر بھی بدشیاری کی ضرورت ہے طاوت۔ یہ ہندو بولی ہے۔ متہ جانتے ہیں۔"

"ایک بات بتاؤ؟" طاوت نے عجیب سے سنے میں کہا۔

"وہ نند نے غم کا ماہر ہے۔ تم نے اس کی شخصیت سے کھن نہیں محسوس کی؟"
 "خدا کی قسم محسوس کی تھی۔" میں نے پر جوش انداز میں کہا۔

"نند احم خطرناک ضرور ہوتا ہے۔ لیکن چٹان کر پڑے۔ ایسے پھر دونوں کا مصائب کی کوکہ چٹن کا دودھ یاد آجائے گا۔
 "نعم۔ یہاں وہ کران کی گفتگو سنتے ہیں۔"
 "یہاں وہ کر؟" میں تعجب سے بولا۔

"راسب" طاوت نے آواز دی اور راسم کو آنے میں دیر کیا تھی۔ "ان دونوں کی گفتگو یہاں سننا چاہتا ہوں۔"
 طاوت نے کہا اور راسم نے مسکراتے ہوئے گردن ہٹا دی۔ اس نے ایک ہاتھ خلا میں نیچا اور برجھن لال کی تواڑ ابھری۔

"آپ نے دونوں کو دیکھ لیا مہاراج؟"
 "ارے۔" میں اچھل پڑا۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔ "یہ تواڑ کہاں سے آ رہی ہے؟"

"خاموشی سے سنو یا۔" طاوت نے کہا۔ لیکن میں حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ کوئی بھی چیز نہیں تھی اور دوسری طرف سے تواڑ صاف آ رہی تھی۔ وہی دونوں تھے۔

"ہاں مہاراج۔"
 "نعم۔ تو ہی معلوم ہوتے ہیں۔"
 "ہیں کون مہاراج۔ میں تو تخت پریشان ہوں۔"
 "چٹا مت کرو برجھن۔ میں تمہارا ختم کردوں گا۔ لیکن تم میرے کام کے بارے میں کیا سوچا برجھن لال۔"

"آپ کا کام۔ میں نہیں سمجھ مہاراج۔"
 "راج نہیں۔" بوزے خبیث کی آواز ابھری۔
 "اوہ۔" برجھن کے منہ سے بہت سے نکلا۔ وہ اتنی منت خاموش رہا تھا۔ پھر اس نے کہا "یہ نہیں بدست۔"

"مہاراج کے آپ اس کا خیال پھوڑ دیں۔"
 "طاوت نہیں دیکھ رہے ہمارے۔ اس کے پریم نے ہمیں نہیں دیا ہے۔" بوزے نے کہا۔
 "راٹاٹہ۔" بھائی حاشق ہیں۔ "طاوت نے کہا۔" لیکن میں تو اس تواڑ پر فوراً زبردستی آ کر یہ کہاں سے رہی تھی۔

"لیکن وہ بڑی ہنس کی بڑی ہے مہاراج۔ پارک ہال انڈیا اس پر دانت رکھتا ہے۔ وہ تو لوڈ اس کپور مہاراج نے است نہیں دیکھا۔ ورنہ پھر وہ ہم میں سے کسی کی نہیں رہتی۔"

"نعم۔ ساتھی کسی کی بات ہے کہ اس نے تو۔"

طاوت 2

رکھے۔

"لیکن مہاراج۔ کپڑا۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں ان کے نہیں جانتی۔"
 "نعم۔ مت برجھن لال۔ ہم تمہارا کام اسی شرط پر کریں گے کہ است ہمارے حوالے کر دو۔" جٹا پڈت نے کہا۔
 "مہاراج۔ مہاراج۔"

"ہم جارہے ہیں۔" جٹا شاید اٹھ گیا تھا۔
 "سنے تو سنی مہاراج۔ بیٹھ جیئے۔" جٹا نے اس سے تھک مجھے بھی پریم کی نگاہوں سے نہیں دیکھا۔ اگر وہ آپ پرستہ کرے تو پھر ٹھیک ہے۔ آپ کا اس پر حق ہے۔"
 "وہ سن دیتے ہو برجھن لال؟"

"ہاں مہاراج۔ لیکن شرط یہی ہے کہ اگر اس نے میں سے آپ کو پتہ نہ کرایا تو ٹھیک ہے۔ ورنہ اس کے ساتھ کوئی ذبردستی نہیں ہوگی۔"
 "نعم۔" تم دیکھو گے۔ وہ من سے ہمیں سوچنا کرے گی۔"

"آپ جتنی رکھتے ہیں مہاراج۔ بدغیب تو میں نہ ہوں۔" برجھن لال نے کہا "خیر چھوڑ دینے ان باتوں کو۔ ان دونوں کے لئے آپ نے کیا سوچا ہے؟"

"بھور ہونے دو۔ وہ دونوں تمہارے ساتھ اپنے بارے میں بتائیں گے اور پھر تم ان کے لئے جو بھی سزا دے گے۔ وہ خوشی سے سزا قبول کریں گے۔"
 "کیا۔ کیا ایسا ہو سکے گا مہاراج؟"

"اوش۔ کیا تم تنکا کو نوکھیا سمجھتے ہو؟" تنکا کی تواڑ میں بڑا ہان تھا۔

"ٹھیک ہے مہاراج۔ مجھے آپ پر دشاوش ہے مگر یہ پورن لال کہاں لیا؟ سو کیا ہوگا پکھنڈی۔ آپ بھی سوچا نہیں مہاراج۔ صبح کو ان دونوں کا فیصلہ کریں گے۔"
 "ہمارا امتحان کہاں ہے؟"

"یہی کمرہ ٹھیک ہے مہاراج۔"
 "ہاں۔ ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔" تنکا نے کہا اور پھر شاید برجھن لال کمرے سے نکلیں گی۔ آوازیں بند ہو گئیں۔ اور طاوت میری طرف دیکھ کر مسکراتے لگا۔

"طاوت۔ مجھے بتاؤ۔ یہ آوازیں کہاں سے آ رہی ہیں؟" میں نے کہا۔

"تمہاں ہے۔ رات اتنی دلچسپ گفتگو ہو رہی تھی۔ تم نے اس پر تو غور نہیں کیا۔ آوازوں کے لئے است پریشان ہو۔"

"یاد حیرانی کی بات ہے۔"

"میرے خیال میں بائیں جانب کی بات نہیں ہے۔ تم لوگ کالے رنگ کے پارٹک کے آگے میں سنبھاری منٹو سن رہے ہو۔ ہزاروں میل دور کے حالات دیکھ رہے ہو۔ ہماری سائنس اتنی بھی نہ ہوگی۔"

"سائنس سائنس میں فرق بھی ہوتا ہے خائف۔ اس بات کو جانے دو۔ یہ تنکا مہاراج تاب مجھے بھی منے کے نظر کرنے کے ہیں۔" کیا تم نے توجہ سے ساری گفتگو سنی۔"

"ہاں۔"
 "کوئی خاص بات نوٹ کی؟"
 "راج نہیں۔" میں نے طاوت کی آنکھوں میں بڑھایا۔
 "شکر ہے۔ بالکل ہی غیر حاضر نہیں تھے۔"
 "نعم۔ ہر ہے۔ میں گفتگو سن رہا تھا۔"
 "مگر یہ بتایا؟"

"ظاہر ہے لڑکی ہوگی۔"
 "ہاں۔" شش و عاشقی کی بات بھی ہو رہی تھی۔ تو دوت نے کہا اور میں گردن ہٹا کر دیکھا۔ پھر ہانک میں کسی چیز کے تحت چمک پڑا۔
 "طاوت۔"

"ہاں۔ ہاں۔ کچھ جلدی کرو۔"
 "کیس ای بڑی؟"

"میرے دل میں بھی یہی بات آ رہی تھی۔"
 "اوہ۔ تب تو۔ تب تو بڑی واقعی پراسرار شخصیت کی مالک ہے۔ بہت درگاہ پر کے استے ہے بڑے لوگ اس کے پیر میں ہیں۔"

"مہاراج ہرگز اس کپور کی بات بھی اتنی تھی۔"
 "راہے بھی اتنی عیاش معلوم ہوتا ہے۔"
 "شاید وہ عیاشی کی وجہ سے ہی وہاں میں بھی نہیں آتا اور برجھن لال ہرے درگاہ پر رات کر رہا ہے۔"

"تو سکتا ہے۔"
 "خیر راج کو کچھ دیکھ لیں گے۔ پہلے ان لوگوں کو رست کر لیا جائے۔"

"تو جانے کیوں یہ آؤی مجھے خوند لگ رہا ہے۔ دراصل طاوت میں اس بات سے ڈر رہا ہوں کہ اب تک ہمارا رابطہ صرف ایسے لوگوں سے رہا ہے جو صرف ہم دیکھتے ہیں لیکن بندو چادو گریست مشہور ہوتے ہیں۔ نہیں ان کے بارے میں کوئی تحریر نہیں ہے۔"

"اب ہو جائے گا میری جان۔ بس اب سنے کی دوشل کرو۔ صبح کو بہت سے مہر کے سرگتے ہیں۔" طاوت

ہیں۔۔۔ ان کے کوئی مسائل۔۔۔ نہ تھے۔۔۔

١٠٠٠

"پہلے تو تمہارا نام نہیں تھا۔"

ابو مرزیو شغل: واسے تھانے نما۔

"تم تو بڑے نیکی ہو تنہا نہ تے۔" معلوم کر لو۔
 سب چہرے معلوم ہو جائے گا۔ پتا چلتا ہے کہ اس نے
 دو اوش۔ اوش۔ ایک ایک بات بتا دوں۔"

"نہر پتلی تمہارے بارے میں کوئی جواب نہیں دیتی۔
 اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔"

"تو کیا مہاراج؟"
 "جو محنت بندہ و حرم سے ہی تمہارا کوئی سہوہ نہ
 ہو۔" تنہا نے ہمارے آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "ج بات
 ہے میرے چہرے کا رنگ تو اسی تھا۔ لیکن طاوت نے قہر
 لگایا تھا۔"

"باباں۔ ہمارا و حرم آدھ سے اترا ہے مہاراج۔
 آپ پتلیاں کریں۔" اس نے چندی سے کہا۔

"نہیں میرے بچے۔ سب باتوں میں سچ کہہ رہا ہوں۔ اگر
 تم بندہ نہیں ہو تو پتلیوں سے دور ہو گے۔ اور پتلیوں اور پتلیوں
 کو ذب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ آرام سے تمہارا کوئی کرم
 نہویں گے۔ بہت جلد میں ان کے سامنے یہ بات رکھ دوں
 گی۔"

"تم تو چہرے کو گے تنہا مہاراج۔ وہ تمہارا کام ہو گا اور
 ہم جو چہرے کریں گے وہ ہمارا۔" طاوت نے جواب دیا۔ اسی
 وقت وہ ان ہرجان لال آئے۔ ان کے چہرے پر بھی پریشانی
 کے آثار تھے۔

"یہ سب کیوں ہو رہا ہے تنہا مہاراج؟" ہرجان لال نے
 آتے ہی پوچھا اور پھر نہیں دیکھ کر سنبھل گیا۔

"ان ہانکوں سے پوچھو۔ جن کی بدھی خراب ہوئی
 ہے۔ تنہا سے پوچھ لیتے آئے ہیں۔"

"اے تم سب یہاں کیوں آ رہے ہو۔ باہر ہو۔ مجھے
 اندے پہنچے دو۔ میرے اندے ٹوٹ ہو میں گے۔" پورن لال
 نے پریشانی سے کہا اور ہرجان چوٹ کر است و کینے لگا۔

"یہ کیا بھل پن ہو رہا ہے۔ انہوں نے اندر پہنچے۔"
 ہرجان لال نے پورن لال کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور پورن
 لال کسی مظلوم مرنے کی طرح زور زور سے چیخا رہا۔ "پلو۔
 است اٹھا کر بندہ میں لے چلو۔" ہرجان لال نے ہندوں کو ختم
 ہو اور پورن لال کو چڑایا۔ پورن لال ہانکوں سے مار کر رو رہا
 تھا۔ وہ دیکھتا رہا کہ اس کے ساتھ ایتھے ہوا ہے اسے
 اپنے بچوں سے غروم روک دیا ہے۔

"تو کیا۔ آج محنت پہنے کی بات بھی نہ ہو سکے گی۔ نو
 ان بندہ بات کریں۔" طاوت نے مجھ سے کہا اور ہم بھی وہاں

سارے بندے۔ حق ہو گئے تھے اور پورن لال کی حالت
 کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ ہم وہاں نہر میں واپس آئے
 اور پھر کھانے پینے کی چیزوں کی تلاش میں نکلے گئے۔

"کہہ دو جو وہ تھا۔ یہ دو سہری بات ہے کہ پروسا نہیں
 تھا۔ ہمارا ہم نے اپنی ضرورت کے مطابق نکال لیا اور
 احمیتان سے ایک کونے میں بند کر رکھا ہے۔"

"یہ طاوت۔" میں نے کھانا نکالتے ہوئے طاوت کو
 ظاہر کیا۔
 "بچو مرشد۔"

"اس پورن لال کے بچے کے نیچے اندے کہاں سے
 آئے؟"

"راسم نے اس کی خواہش پوری کر دی تھی۔ وہ بچہ
 اندے کہاں سے دیتا۔"

"واقعی تم بہت بڑے شیطان ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے
 کہا۔

"اب یہ ہنسنے لطف رہا ہے نہیں۔"
 "میں تو خوفزدہ ہوں۔"

"ان بڑے تنہا ہے۔"

"اس کے بعد اگر تم نے یہ بات زبان سے ادا کی تو ہمیں
 عرق بنا کر پورن لال سے تمہارا جوڑا لگا دوں گا۔ سنجیدگی سے
 کہہ رہا ہوں۔" طاوت نے فراتے ہوئے کہا۔

"تم دیکھو۔ اس نے ہمارے بارے میں اتنا درست
 اندازہ لگایا ہے۔"

"اے مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔ وہ مقابلہ ہوتا
 آئے۔" طاوت نے کہا اور میں ایک ٹھنڈی سرائس لے کر
 خوش ہو گیا۔ طاوت بھی کھاتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ پھر
 اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہم تنہا پتلی کو معاف بھی کر سکتے ہیں۔"

"ابن مطلب؟"

"باباں۔ اس کی باتیں بھٹی کی ہانکتی ہے۔"

"کیسے؟" میں نے پوچھا۔

"اگر وہ راج نہیں سمجھیں وہ۔۔۔" طاوت نے
 جواب دیا۔

"ہوں۔ یہ راج جس کوئی بڑی سبب بن کر رہے گی۔
 میری پیش گوئی ہے۔"

"تا کر۔۔۔ اندازہ لگاؤ۔ یہ وہی لڑکی جو نکلتی ہے۔"

طاوت؟

"میں بنا کر کہہ رہے ہوں۔"
 "وہ اپنی ہی ضرورت تھی۔"

"باباں۔ ہم نے کو جو زمین میں ایسی ویسی کوئی بات
 ہو۔ لیکن وہ لڑکی زمین سے بڑی طرح ڈپک گئی ہے۔"
 "لیکن طاوت۔ تم اسے اپنے غور پر کیوں نہیں تلاش
 کر لیتے؟"

"پہلے بھی کہہ چکا ہوں میری جان کہ میرے اوپر بھی
 بعض انتہائی پابندیاں ہیں جنہیں تم پر ظاہر کرنے سے معذور
 ہوں۔ بعض معاملات میں میری پوزیشن یوں ہے کہ اگر کس
 ہوں۔ لیکن نہیں کر سکتا۔"

"باباں۔ تم نے کیا تھا۔" میں نے گردن ہلائی۔

"البتہ تمہاری والی کے لئے مدد کر سکتا ہوں۔" طاوت
 نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دو مٹی۔"

"باباں۔ کیوں؟" طاوت نے بدستور مسکراتے ہوئے
 کہا۔

"ہم اس کی مدد ضرور کریں گے طاوت۔ لیکن اب میں
 اسے اپنی نہیں کہہ سکتا۔"

"کیوں؟"

"اے تمہاری پورن لال سے گفتگو میں پتے ہیں۔ وہ
 کسی سست پرکاش سے پیچ کر رہی ہے۔"

"اوپر تب کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم اسے سست پرکاش
 دے دیں گے۔ مگر یہ راجہ کو اندازہ اس کی پوزیشن لگتا ہے۔ یہ
 صرف ایک نام ہے۔ اس سے کب ملاقات کرے؟"

"تم یہاں کے بنائے چلاؤ تو پھر دیکھیں گے۔"

"تو آؤ۔ آج تمہاری دیو مٹی سے مل لیں۔"

"ابھی نہیں طاوت۔ میری رائے ہے پہلے تنہا کا تہہ
 چننا۔"

"ہوں۔" طاوت نے ہونٹ بھیج کر میری طرف دیکھا۔
 "بالکل۔"

"تو اس بڑے سے بھی پت لیں۔" طاوت نے
 گردن ہلاتے ہوئے کہا اور تے جانے کیوں میرا دل دھڑک
 اٹھا۔ لیکن اب کسی خوف کا اندازہ طاوت کے فٹے کودتے
 دیتا تھا۔ اور یہ اتنا پند ہمیں تقریباً اپنی کسی بات کو عملی
 جامہ پہن سکتا تھا۔ ہم دونوں اس کمرے سے نکل آئے جہاں
 کھانے پینے کی چیزیں موجود تھیں۔

پتہ اب بھی ہرجان پریشان ٹولوں میں ہے کھڑے
 تھے وہ پورن لال اور مجھے بند ہو جانے والے واقعات پر چہ

چلے

تھے وہ پورن لال اور مجھے بند ہو جانے والے واقعات پر چہ

چلے

جھگڑیاں کر رہے تھے۔ ہم ان کی دلچسپ باتیں سنتے ہوئے اس
 طرف بڑھ رہے تھے جہاں پورن لال رہتا تھا اور پھر ہم اس
 کمرے کے سامنے پہنچ گئے طاوت نے دروازے پر دستک
 دی۔

"آ جاؤ مہاراج۔" اندر سے تنہا کی تواڑ خانگی دی اور
 ہم اندر پہنچ گئے۔ پورن لال بدستور ایک کونے میں بیٹھا تھا۔
 اس کے نیچے اندے رکھوائے گئے تھے کیونکہ اس نے دروازے
 کو دیا اور اس سے سر مارنا شروع کر دیا تھا۔ اسے اپنے ہاتھ
 والے ہونڈول کاٹم تھا۔ ایک سرے پر ہرجان لال بیٹھا ٹوٹی
 ٹکاڑوں سے دیو رہا تھا۔

"لیکن تنہا کے منحوس چہرے پر وہی تاثرات تھے۔
 "چہ ہمارے مہاراج۔ چہ ہمارے۔" اس نے ہم دونوں
 سے کہا۔ اور ہم بیٹھ گئے۔ "تو اس نے ہمارے درمیان صاف
 صاف بات چیت ہو جائے مہاراج۔" تنہا نے کہا۔

"ہم تیار ہیں۔ کیوں ہرجان لال ہی۔" طاوت نے
 ہرجان لال سے کہا۔

"آپ نے جس طرح ہرجان لال کو پریشان کیا
 ہے۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ آپ مہین کی بات نہیں کیا
 چاہتے ہیں آخر آپ؟" ہرجان لال نے غصے سے انداز میں کہا۔

"کوئی پوچھ رہی تو من کی بات ہرجان لال۔" طاوت
 نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس کے بجائے آپ نے تو ہر
 خلاف سازشیں شروع کر دیں اور اس بندہ کو باکرہ تو آپ نے
 ہمیں اور غمہ دلایا ہے۔ ہم اس بندہ کے بغیر بھی خوشگو
 کر سکتے ہیں۔" طاوت نے تنہا کی طرف اشارہ کیا۔

اور ہرجان لال شدید غصے کے عالم میں کھڑا ہو گیا۔ وہ
 تنہا کی توہین پر چار پا ہو رہا تھا۔ لیکن کچھ تنہا بدستور
 مسکرا رہا تھا۔

"نکار سادھو۔ میں۔ میں تمہارے ٹکڑے کر دوں گا۔
 تم تنہا مہاراج کا اہمان نہیں کر سکتے۔ مہاراج۔ مہاراج
 آپ مجھے آگیا دیں۔ میں اپنے خنجر سے ان کے ٹکڑے
 کر دوں۔ چاہے میری جان ہی لیں نہ چلی جائے۔" ہرجان
 لال اپنی پتلی سے خنجر نکالتے ہوئے ہوا۔ لیکن تنہا نے ہاتھ
 اٹھائیے تھے۔

"رہتے دے ہرجان۔" من کے کہنے سے چہ نہیں
 ہو۔۔۔ چہ ہمارے مہاراج۔ آپ ہرجان سے ہی بات
 کریں۔ میں خاموش رہوں گا۔" وہ اپنی منحوس تواڑ میں
 ہلا۔

"ہرگز نہیں سوچے بندہ تم اسے ہمارے ٹکڑے
 کرے

تھے وہ پورن لال اور مجھے بند ہو جانے والے واقعات پر چہ

چلے

تھے وہ پورن لال اور مجھے بند ہو جانے والے واقعات پر چہ

چلے

تھے وہ پورن لال اور مجھے بند ہو جانے والے واقعات پر چہ

چلے

تھے وہ پورن لال اور مجھے بند ہو جانے والے واقعات پر چہ

چلے

تھے وہ پورن لال اور مجھے بند ہو جانے والے واقعات پر چہ

پندوں نے اسے پکڑ لیا۔ تب تنہا نے سنجیدگی سے ان طرف دیکھا۔

"بس اس۔ پھوڑ دو۔ بہت دیر ہو گئی۔ ان دونوں نے تم اسے ساروں کو سب وقوف بنا دیا۔ تھوڑی دیر میں لاشٹ ہو گئی۔ اور اسے پاگلوں سے جاو کر لیں۔ پیچھے چھوڑ کر۔ بہت جلد ہی جنہیں پتہ چلے گا۔"

"نہا نے نہ دانتے۔ کتنی ہی چٹائی کرتے۔" طاہرات نے آواز بگائی اور پنڈوں نے تنہا کو اور مضبوطی سے پکڑ لیا۔ تب تنہا نے ان لوگوں کو گھورا اور پھر اس نے دونوں پاؤں اٹھائے۔ اب اس کا ہر پاؤں دو تاروں پر تھا۔ پتا اور پتا اور پتا۔ یہاں تک کہ اچانک پنڈوں کے منہ سے دہشت زدہ چیخیں اُبھریں۔ تنہا کے بازو بھی ڈبک ہو گئے تھے اور اب پنڈت کے ہاتھوں میں پٹیلے رنگ کا ایک پریشیت سانپ لٹک رہا تھا۔ پنڈوں نے بھیاٹ پنڈوں کے ساتھ سانپ چھوڑ دیا اور سانپ اس تیزی سے ایک طرف بھاگا کہ صرف اس کی دم بھیمی جا سکی۔ اور پھر وہ تاروں سے ڈبک ہو گیا۔ پنڈے منہ چمکے کھڑے تھے۔ پھر وہ تاروں کی طرف مڑے۔ "شا کروں دھماکا۔ شا کروں دھماکا۔ تنہا پٹیلے پٹے۔ ہمیں معلوم نہیں تھا۔" اور پھر اچانک وہ سب نہ دوش ہو گئے۔ ہرچن بن کر رہا تھا۔

"نہاں ہیں تنہا مہاراج؟" اس نے غرات ہوئے پوچھا۔

"وہ چھوٹا تھا مہاشتری بنی۔ ہم نے خود دیکھا تھا۔" ایک پنڈ نے کہا۔

"کون۔ تنہا مہاراج؟"

"یہاں تنہا۔ جو مگر آگے آئے۔" ہرچن لال بندے پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے مٹی پر جتنے پنڈے کے رسیدہ ہوئے۔ "ہاں لکھاں ہیں تنہا مہاراج؟"

"بب۔ بابا۔ گئے۔"

"کمان بھگ گئے؟"

"سانپ بن کر بھاگ گئے۔" پنڈوں نے بتایا۔

"اور قفس کے اندر موم اس کے بعد بھی تم انہیں چھوکتے ہو؟ تمہارا سچا نام۔ ہرچن لال دباڑا۔ اور پھر وہ ہم لوگوں کی طرف دیکھتا ہوا ہوا۔" تم لوگ کیا چاہتے ہو۔ مجھے بتاؤ۔ بھوان کے لئے جتنے بتاؤ تم یہ چاہتے ہو؟"

"مجھ میں سے تو چھوٹا مہاراج۔ تم تو پیشہ دشمنوں کی طرف پیش آتے ہو۔ اسے تنہا یا اور اس کی نشیت کیا۔ ہر

مٹی میں سے لوات لرو ہرچن۔" طاہرات نے محبت سے انداز میں کہا اور ہرچن چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ ایہ تو کتنی جیسے اس کے ذہن پر طاہرات کی بات نے اثر کیا ہو۔ اور اب وہ تنہا انداز میں سوچ رہا ہو۔

پھر اس کے چہرے پر نرمی پھیل گئی۔ "تو تنہا مہاراج پتے گئے؟"

"نہ جانتے تو اپنی چٹائی بڑا۔"

"میرے ساتھ آئیے مہاراج۔" ہرچن لال نے زور لگے میں کہا اور طاہرات میرا بازو پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔ ہرچن لال بتا رہے تھے۔ رہا تھا۔ اور پھر وہ تاروں کی کھڑکی میں داخل ہو گیا۔ ہرچن لال اس کی طرف سے اب دوا دے گئے تھے۔ "آپ نے ایک انوکھی بات کہی ہے مہاراج؟ میں اس کے بارے میں سوچتا ہوں۔"

"آرام سے جا کر سو جاؤ ہرچن۔ اس طرح نہ سوچنا۔ اس طرح ہرچن لال نے سوچا تھا۔ اور جس کے قہقہے میں وہ تنہا سمجھ رہا تھا۔

ہرچن لال نے غصے سے کہا۔ "تو مہاراج پتا۔"

"تم بھی بن جاتے ہو۔"

"آپ تو سوچنا چاہتے ہو مہاراج۔ میں سمجھتا ہوں اس وقت سے تاروں کی لڑائی ختم ہو گئی ہے۔ اب ہم ایک دوسرے کا مان کر رہے ہیں۔"

"پھلو پھلو گئے۔" طاہرات ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"میرے لئے کوئی سیوا ہو؟" ہرچن لال نے کہا۔

"تیار نہیں گئے۔" ہرچن لال نے کہا۔

"میں فیصلہ کر لوں گا۔" ہرچن لال نے کہا۔

"میں فیصلہ کر لوں گا۔" ہرچن لال نے کہا۔

"میں فیصلہ کر لوں گا۔" ہرچن لال نے کہا۔

"میں فیصلہ کر لوں گا۔" ہرچن لال نے کہا۔

"میں فیصلہ کر لوں گا۔" ہرچن لال نے کہا۔

"میں فیصلہ کر لوں گا۔" ہرچن لال نے کہا۔

"میں فیصلہ کر لوں گا۔" ہرچن لال نے کہا۔

کہاں؟

"ہاں ہاں کر رہا ہے۔" طاہرات مسکرا کر بولا۔ ہرچن لال سچے میں ڈوب گیا تھا۔ پھر وہ گردن ہلاتا ہوا بولا۔

"بڑی عجیب بات ہے۔ بھوان ہی بہتر ہے۔"

"ہاں۔ بھوان ہی بہتر ہے۔" طاہرات نے جواب دیا۔

"رات کو میں آپ سے کچھ ضروری باتیں کہوں گا۔"

مہاراج۔" ہرچن لال دوا دے کر بولا۔

"ضروری ضروری۔" طاہرات نے بڑے غصے سے گردن ہلاتا تھا۔ ہرچن لال باہر اٹھ گیا اور طاہرات میری طرف دیکھنے لگا۔ "یہاں نہیں۔" ہرچن لال مہاراج۔

"خدا ہی بہتر ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" ہرچن لال نے کہا۔

تاروں سے راستے میں نہیں آئے تو بھوان سے دشمنی نہیں کریں گے۔"

تنہا مہاراج فکری بیانیہ نہیں ملا تھا۔ پورا راج مندر سرکشیاں کا اٹھالایا ہوا تھا۔ پنڈے اب تاروں سے اپنے دلوں میں قید تھے۔ اس کا اٹھالایا ان کے رویے سے ہوا۔ ہرچن لال نے طاہرات کو ان باتوں کی کیا پروا ہو سکتی تھی۔ ہم تو اتنا ہی اٹھالایا تھے اور اس کے سینوں پر ٹوٹ کر رہ گئے۔

خاصی رات گئے۔ ہرچن لال جی کی آمد کی اطلاع ملی۔ ہم نے مسکراتے ہوئے ان کا سامنے کیا تھا۔ ہرچن لال کے چہرے پر غور و فکر کے آثار تھے۔

"میں مہاشتری بنی۔ کیا حال ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"میں مہاراج بنی۔" ہرچن لال نے کہا۔

"کیوں؟"

"تنہا مہاراج کے پاس گیا تھا۔"

"تو تنہا پتا تھا۔" طاہرات ہست سے بولا۔

"نہاں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اپنی چھ میں موجود تھے۔"

"یا کر رہ گئے؟"

"تیار ہیں۔"

"ہاں؟"

تو۔" کس پر پھوڑ کر دیا؟"

"بھوڑ کر کے سلنے میں ہرچن لال؟"

"آپ نہیں جانتے مہاراج؟"

"ہم سب جانتے ہیں۔ سادھوؤں سے کوئی بات چینی ہوئی ہے۔"

"جانتا ہوں۔" ہرچن لال نے کہا۔

"ہاں مہاراج بتائیے۔"

"تو پھر سنو۔ تمہارے راستے کا بڑا کاٹنا پورن لال تھا۔

جسے تم صاف نہیں کر سکتے تھے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ پورن لال بہت بڑا ساڑھی بند تھا۔ مہاراجی باتیں اس کے غم میں تھیں۔ تم ان سے باتیں کر کے گئے تھے مجبور تھے۔ تمہارے راستے کا وہ بڑا ہی صاف کیا اور اس کے بعد بھی یہی تمہاری ساری باتیں کریں گے۔"

"تنہا مہاراج نے مٹی کی۔" ہرچن لال بولا۔

"مٹی کی مٹی کی کرتے ہیں ہرچن لال۔"

"مگر اب تنہا مہاراج کیا کریں گے؟"

"پتہ کیا کرنا دیر لے رہا تھا۔" طاہرات نے لاپرواہی سے کہا اور ہرچن لال کے چہرے پر غور و فکر کے آثار تھے۔

اور بولا۔

"پورن لال اب ٹھیک نہیں ہو گا مہاراج؟"

"تم چاہو گے تو نہیں ہو گا۔"

"وہ میرے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔ اسے ٹھیک نہیں ہو چاہیے۔"

"نہیں۔ وہ کا ہرچن لال۔" ہرچن لال کے بدستہ تر ہمیں کیا ہو گئے؟

"میرا کام ہو گیا۔" میں نے کہا۔

"آپ پتا ہیں گے۔" ہرچن لال نے اسرار انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔

"وہن دیتے ہو؟"

"ہاں۔ وہن دیتا ہوں۔"

ایک بات سن لو ہرچن۔ پتہ تمہارے غم میں بھی ہے کہ پورن لال نے ایک بڑا ہی دلکش دسے کرپڑ کر کے لڑنے کی کوشش کی۔ مہاراجی بار اس نے ہمیں بند کر کے سانپ سے زہا سے کی کوشش کی۔ پورن لال کا نتیجہ کیا ہوا۔

تمہارے سامنے ہے۔ تم بھی اچھی طرح سن لو۔ تنہا کی کوششوں کو جاری رکھو۔ وہ دسے دشمنوں میں سے ہے۔ انہیں۔ اگر تم نے ہم سے کوئی چل چلنے کی کوشش کی۔ تو

ناکام تو رہا۔ گئے۔ مجھ اس کے بعد تمہارے مقررہ رہے۔

"میں وہیں دست پکڑا ہوں مہاراج۔" "تج سے ہوتی آپ کی صرف دوستی ہے۔ بڑائی نہیں بڑی ہے۔"

"میں نے اس کی باتیں ہم سے پہچانیں۔"

"میں نے چھپوٹوں کو مہاراج۔"

"میں وہاں دیکھو سر کو گئے۔"

"اسی میں کلیان ہے۔ ہاں تو پتہ بتاؤ۔"

"پوچھیں مہاراج۔"

"راج نہیں کھانا ہے؟" "خلاوت نے تیرے پیٹ کا اور ہرچن کا چہرہ ایک دم اتر گیا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی شگفتہ نظر آئے گی۔ ہم دونوں اس کے چہرے کا بغور جائزہ لے رہے تھے۔ پھر اس نے ختم ہوئی۔ زبان پھیرتے ہوئے لگتا۔

"آپ اس کا کیا کریں گے مہاراج؟"

"پتا نہ لے کر روٹی سے ماتھ لے لیں گے۔ یہ کیوں پوچھتے ہو۔"

"آپ کے اس حال سے میرے ذہن میں پھر شبہ چمک اٹھتا ہے۔" "ہرچن اہستہ سے ہوا۔

"مجھے شکا کریں مہاراج۔ میں کہ آپ یہیوں کے جاسے ہیں؟"

"تجینی مسلمانوں نے؟" "خلاوت نے پوچھا۔ میرے دل میں اُٹھتے ہوئے تھے۔

"ہاں۔"

"اگرچہ سختی۔ تاہم راجا بکھڑے ہو گئے ہرچن۔ ل۔"

"خلاوت نے لگتا۔

"میں اپنے پرانے دوستوں کو مہاراج۔ مقرر آپ واپس راجدار میں ملناؤں گا۔" "ہرچن اس کے ذاتی حجاب کے درمیان رہا۔

"جب پھر بھگوان کی موندنا دیکھتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے پاس سے نہیں ہیں۔ اور اس کے بعد ہم چھوٹے نہیں گئے۔"

"میں مسلمانوں سے سخت نفرت کرتا ہوں مہاراج۔ مجھے ان سے ہمت نفرت ہے۔ آپ دیکھ لیں۔ ایک دن پورے درگاہ کو ان سے صاف کر دیوں گا۔"

"جب پھر آپ نے راج نہیں کیا۔ بارے میں یہ پوچھا۔"

"میں نے اس سے مسلمانوں کا کیا تعلق؟" "مہاراج نے اپنے سامنے ہاتھ اور ہرچن ہاں کھینچے۔ وہ دونوں کو دیکھتے آگے پھر اس کے دونوں پہ مسترا لے گئے۔

"مگر آپ کو یہ تعجب نہیں معلوم مہاراج۔ تو پھر اطمینان ہے۔" "اس نے سنان سے مسترا لے ہوئے پانچ۔ اور ہم دونوں انتہائی انداز میں اس کی شکل دیکھتے رہے۔

"نہیں یہ اتنی افسانہ آواز سے لگے ہیں کہ آپ تمام حال ہم دونوں بھی سنبھل گئے اور خلاوت نے اپنا ساں پر دو ہرایا۔

"تم نے راج نہیں کیا۔ بارے میں نہیں بتاؤ۔"

"آپ اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"میں نے سنے تو ہم راج نہیں لے سکتے ہیں۔ وہ کہہ۔"

"خلاوت نے کہہ۔

"راج نہیں لے لے۔"

"ہاں۔"

"آپ نے اسے است دیکھا ہے مہاراج۔"

"ہاں۔"

"کھانا؟"

"سب تم درگاہ اور آتے تھے خالی ایک رات ہم نے ہتھیار کے سب سے پہلے مندر میں استھان پر قیام کیا۔ یہ چاروں بیٹے ل بات ہے۔ وہیں ہم نے راج نہیں کو دیکھا اور وہ دلی سادگی اور پاکیزگی ہوئی۔ قمار، خانیال، قمار، وہاں مندر میں راجی ہوئی۔ اس سے کے بعد اسے وہاں نہیں نظر نہیں آئی۔"

"وہ ہاں۔ ایک رات وہ رام نام نہ کہہ میں کہیں۔"

"ہرچن اس بعد ہی سے ہوا۔"

"وہاں ہی رات کی بات کر رہے ہیں۔"

"عجیب بات ہے مہاراج۔" "ہرچن کہہ رہا تھا۔

"کیوں کیا بات ہے؟"

"اس کی کو جو نیک اور دیکھتے ہیں۔ اس پر مہر ہے۔"

"کیا مٹی؟"

"مگر اپنے عاویہ اس کے ایک بھی عاشق کو نہ دے رہے ہیں گے۔" "خلاوت بے لوثی سے ہوا۔

"ہاں مہاراج۔ طاقور کی ماضی سب سے بڑی۔ پارتا

اور تھا مہاراج بولتے ہیں کہ وہ اس کے پریم میں ہو گئے۔"

"اور کہتے ہیں اس کے؟" "خلاوت نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"مہاراج کو وہ نہیں لے۔ کے کانوں میں اس کی آواز عیس پڑی۔ یہ اور نہ پھر کسی نہ موت کو اس نے سمجھی کہ وہ اس سے پریم کر گئے۔" "ہرچن لالی سے ہوا۔

"میں وہی پوچھ رہا تھا۔ میں فطرت کرنے سے عاویہ اور کوئی دم نہیں ہوتا۔"

"وہ کرنے والے الگ ہوتے ہیں مہاراج۔ پریم یوں کو پریم کرنے سے ہی کہاں فرصت ہوتی ہے۔"

"تج مہاراج کو وہ اس سے؟"

"مہاراج۔ ہاں۔" "ہرچن لالی نہیں ہوا۔

"پورے گویا سب سے بڑی نی مظلوم ہوتا ہے۔"

"آپ نے خلیفہ کو مہاراج۔" "ہرچن لالی ہوا۔

"تو پھر عاویہ۔ پریم کو کیا ہو کہ ہرچن لالی؟"

"ہرچن لالی لگے ہوئے کسی کی مجال ہے مہاراج کہ وہ آپ کی برائی کا کوا لے جائے۔"

"اچھن دلو ہرچن دھن دایہ۔ مقررہ تو تمہارے جیسے۔" "خلاوت نے کہہ دئے۔

"پھر میری بھی آپ۔" "مہاراج نے مہاراج۔"

"ہاں ہاں کہہ۔" "خلاوت نے کہہ دئے۔

"آپ بھی میں سے میرے بہت ہی چاہتے۔"

"تو تو اس تو بلی خلاوت کو ہرچن لالی۔"

"میں کو کشت کروں گا مہاراج۔ مگر مجھ سے بڑی جوں ہو چکی ہے۔"

"تو کیا؟"

"میں آپ کے خلاف تھا مہاراج کو کھانا لپکا ہوا۔"

"میں نے دیکھا۔" "وہ کہہ گا۔ اس کی ٹانگوں میں بیات نہیں ہے۔ خود کمر پڑے ہیں۔"

"یہ مہاراج کی بھول ہے۔"

"کیوں؟"

"تاکا بھگوان کی عاویہ۔ ویرا نہیں ہے مہاراج۔ وہ بڑی طاقت رکھتا ہے۔ اس کے سب سے شہر میں سسکیاؤں خیلان چپے ہوئے ہیں۔"

"اسی لئے وہ یہاں سے بھاگ رہے ہیں۔"

"وہ بہت چاہتا ہے۔" "مہاراج۔ آپ میں آپ کا مقرر

"میں نے بھگوان سے پار تھا ہے کہ وہ آپ کو کامیاب کرے۔" "میں تھا مہاراج سے ہوشیار رہیں۔"

"مجھے ہے ہرچن لالی۔ تم راج نہیں کی بات کرو۔ تاکا اور اس جیسے دوسرے۔ کون کو ہمارے اوپر چھوڑ دو۔"

"راج نہیں آپ کے عاویہ اور کسی کی ہوتی ہے۔"

"مہاراج۔ بہت میرے کام کے بعد۔"

"ہاں۔ تمہارا پریم ہے؟" "خلاوت نے پوچھا۔

"پھر باتیں میرے لئے بھی رہے ہیں مہاراج۔ آپ پٹے تاکا مہاراج سے نفرت لیں۔ اس کے بعد میں اپنا کام پھاؤں گا۔"

"راج نہیں کا کیا ہو؟"

"میں کہہ چکا ہوں مہاراج۔"

"میں بالکل تیرا امن صاف نہیں ہے۔ تو سوچا ہے کہ اگر ہم غیر کام نہ کریں تو تو ہمارا کیا بات عیس مانے گا۔ تو سوچ رہا ہے کہ پتہ عیس ہم تاکا کو نیا دیکھا ہے یا نہیں؟"

"ہاں مہاراج۔" "مہاراج لالی تھک رہے۔ میں اگھر نہ آؤں گا۔" "میں میرے لئے یہ بہت ضروری ہے۔"

"تو ان کے تنگ ہم راج نہیں کے لئے توتے رہیں گے۔"

"مجھ کو ہے مہاراج۔"

"میں ہرچن لالی۔ ہم کسی کام کے لئے مجھ نہیں ہیں۔ ہم ذہن پانچیں اسے حاصل کر سکتے ہیں۔ تو اور کوئی بار راستہ میں روک لے گا۔"

"میں ہاں ہوں مہاراج۔ بہت میرے پاس کوئی آپ نے نہیں ہے۔ گئے آپ کی مرضی۔ آپ مجھے مقرر کر چکے ہیں۔" "ہرچن لالی نے کہہ۔

"تو بولیں مہاراج خلاوت نے مجھے پکارا۔"

"میں مہاراج فوراً۔"

"کیا نہیں ہے؟"

"جو آپ کا خیال ہے مہاراج۔ عشق آپ ہیں میں نہیں۔ اگرچہ راج نہیں کا عشق ہو تا تو ہرچن لالی سے کہتا کرتا ہے ایک بار مجھ سے عاویہ جاسکے۔ اس تھوڑی سی بات چیت کر لوں۔ اس کے بعد ہرچن کا کام شروع کروں گا۔"

"تو ہم بھی یہی کہہ دیتے ہیں۔" "خلاوت ہوا۔

"یہ ممکن نہیں ہو گا مہاراج۔" "ہرچن لالی ہوا۔

"اس کے عاویہ اور جو ٹھیک نہیں ہو گا ہرچن۔"

"مگر مہاراج۔ تاکا کے فطرت کو آپ کیوں بھول رہے ہیں۔ جس طرح وہ سانپ کی کریماک سکتا ہے۔ اسی طرح وہ

203

بعد قہمت ملاقات ہوئی ہر چہ زوال۔

"میں انکار رہ جاؤں مہ راج۔ میں مصیبت میں پھنس جاؤں گا۔" ہر چہ زوال ہو رہا تھا۔ انداز میں بولا۔
"اپنی رکھشا خود کرو ہر چہ زوال۔" انا "طاقت" نے بھروسے کیا اور یوں اس کے ساتھ تہہ خانوں سے ہر ہونے والے راستے کی طرف چل پڑا۔

"مہ راج۔ مہ راج۔ ہر چہ زوال کی طرف بڑھا۔ لیکن طاقت نے اپنا ایک نئے ایک طرف دھکیل دیا اور اس کی اس حرکت کا مطلب اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ ماحولی ایک دم بدل جائے اور ہر چہ زوال سے ہونے والی ہمت چاہے جس انجینی جگہ ہم پہنچے تھے وہ بھی کوئی مندرسی تھا۔

میں غور سے چاروں طرف کا جائزہ لیتے لگا اور پھر مجھے یہ اندازہ لگانے میں کوئی وقت نہیں ہوئی کہ یہ وہی مندر ہے جہاں ہم نے درگاہ میں داخل ہونے کے بعد پہلا قیام کیا تھا۔ ہم اسی چست پر تھے جہاں سے ادا کا پاٹ انخر تھکا۔ میں نے ایک عمری سانس لے کر طاقت کی طرف دیکھا۔ طاقت کے چہرے پر سب پناہ سنجیدگی تھی اور وہ چہرہ سوچ رہا تھا۔

"کیلو۔" میں نے طاقت کو مخاطب کیا اور وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگا پھر اس نے ایک طویل سانس لی اور بولا۔

"فرمائیے۔"

"پہلی فرمائیے تو مناسب ہے۔"

"یہ بات ہے؟"

"یہاں تشریف لائے کی وجہ ہمیں پڑی۔"

"مخل چھوڑنا تھا اور یہی جگہ ہم میں تھی۔"

"مخل چھوڑنے کی وجہ سرکار والی۔"

"تاکہ سے طاقت وہاں رہے۔"

"نوب۔ لیکن مہر۔"

"راج میں کا حصول۔"

"کیا یہ آخری فیصلہ ہے؟"

"مہر سے وہاں میں خرابی ہے؟" طاقت نے۔

"ارے اس سوئے کے مریض کی یہ بھول کہ میرے ساتھ چلیں چلے۔" طاقت نے پتہ کر دیا۔

"یہاں یہ صرف ان کی بات ہے؟"

"ان کی بات ہے کہ تو "صرف" یہ "میں" کہتی ہے۔"

"طاقت مجھے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ لیکن طاقت نے سست میں

مضمر پر کچھ اندیشہ کی پانہاں مانہ تھیں۔

"مجھے روکنا پڑتا ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ صرف ایک سوال ہے۔ جواب میں ہائے تو ٹھیک ہے اور اگر یہ سوال جواب کے تقاضے نہ ہوتے تو کوئی بات نہیں ہے۔"

"یہ راج کا رشتہ دوست ہے۔" طاقت نے ایک دہرا لے لیتے ہوئے بولا۔

"مہر ہے۔" تعلیم اور شہر میں نہ ہوش ہوا تھا۔

"پار نہیں تو ہے؟"

"میں کیا اور میری بے گناہی۔"

"فصل۔ تو۔" معاہدہ کب میر نہیں رہا ہے۔

"چھوٹا ملا ہے حضور۔" شریک لڑیوں۔

"اس وقت۔" مہر ہے۔ جب ہم اس کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ اس کے حصول کا محرک صرف مہر کی طلب تھی۔ اب صورتیں دوسری ہیں۔"

"اب بھی نہیں سمجھا۔" میں نے کہا۔

"سب چھوٹا کچھ رہے ہو۔" مہر نے پتہ کر دیا۔

"طاقت نے ہنسنے سے روک لیا۔" مہر نے کہا۔

"ارے۔ نہیں مہر۔ یہ تو اب یہ بچوں کےاں سے امانت ہوں۔"

"یوں پریشان کر دیا ہے۔" طاقت نے زنج ہونے لگا۔

"میں شریک لڑیوں اور چھ نہیں چاہتا۔"

"مہر ہے۔" اب صورت حال دوسری ہے۔ لیکن یہ بات

مہر کی مدد کی ضرورت ہے۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ انسانی رشتہ ایک ایک شے سے بنتے ہیں۔ ہم یہ بات نظر انداز کر سکتے ہیں کہ اس کا تعلق ہمارے مذہب سے نہیں ہے۔

دو تہائی کوئی دور سے مذہب سے تعلق رکھتی ہے لیکن یہ وہ ادا ہے جسے میں نہیں چاہتا۔

"ٹھیک ہے۔ طاقت نے۔ لیکن راج میں کو توئی ادا کوئی ضرورت ہے۔"

"وہ وہاں کا مہر کی بولی ہے۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟"

"پاکش نہیں۔"

"کیا اس کی مدد کے لیے وہ ادا بولی نہیں ہے؟"

"ہاں۔ مہر انہیں ہی اس لیے کہتی ہے۔"

"اور پھر مہر کی اس طرف بڑھتے سے بارہا ہے؟"

"سوال ہی نہیں پڑا۔ لیکن طاقت نے پتہ کر دیا۔

"مہر ہے۔" لیکن اس لڑی نے سست میں

مست نظر ہوا۔

مست نظر ہوا۔

"ہات صرف اپنی ذات تک محدود ہے مہر ہے۔ ورنہ

اگر کسی سے مدد طلب کر لوں تو پورے درگاہ کو الٹا کر دوں۔

"کیا کیا شے رکھتا ہے۔"

"یہ بات دل سے تسلیم ہے۔ لیکن ایک اور سوال مہر ہے۔"

"فرمائیے۔" طاقت نے۔

"اگر راج جس دو لڑکی نے ہوئی تہہ مہر ہے۔ لیکن میں

چاہتا ہوں۔"

"مہر ہے۔" کیا ہم اسے ہی خود غرض ہیں کہ کسی کے سنے

میں اپنی پسند کا خیال رکھیں۔ خدا کی قسم وہ کوئی بھی ہو۔

"مہر ہے تو ہم اس کی مدد کریں گے۔"

"مہر ہے کہ طاقت نے۔ یہ بات صرف مذاق تھی۔"

"مہر ہے میرے دوست۔"

"مہر ہے۔" کیا ہم اسے ہی خود غرض ہیں کہ کسی کے سنے

میں اپنی پسند کا خیال رکھیں۔ خدا کی قسم وہ کوئی بھی ہو۔

"مہر ہے تو ہم اس کی مدد کریں گے۔"

"مہر ہے کہ طاقت نے۔ یہ بات صرف مذاق تھی۔"

"مہر ہے میرے دوست۔"

"مہر ہے۔" کیا ہم اسے ہی خود غرض ہیں کہ کسی کے سنے

میں اپنی پسند کا خیال رکھیں۔ خدا کی قسم وہ کوئی بھی ہو۔

"مہر ہے تو ہم اس کی مدد کریں گے۔"

"مہر ہے کہ طاقت نے۔ یہ بات صرف مذاق تھی۔"

"مہر ہے میرے دوست۔"

"مہر ہے۔" کیا ہم اسے ہی خود غرض ہیں کہ کسی کے سنے

میں اپنی پسند کا خیال رکھیں۔ خدا کی قسم وہ کوئی بھی ہو۔

"مہر ہے تو ہم اس کی مدد کریں گے۔"

"مہر ہے کہ طاقت نے۔ یہ بات صرف مذاق تھی۔"

"مہر ہے میرے دوست۔"

"مہر ہے۔" کیا ہم اسے ہی خود غرض ہیں کہ کسی کے سنے

میں اپنی پسند کا خیال رکھیں۔ خدا کی قسم وہ کوئی بھی ہو۔

"مہر ہے تو ہم اس کی مدد کریں گے۔"

"مہر ہے کہ طاقت نے۔ یہ بات صرف مذاق تھی۔"

"مہر ہے میرے دوست۔"

"مجھے تمہاری مرضی۔" میں نے بادل مانواتہ کہا۔

"جان نگہ میرے دل میں بہت سے دوست جاگ اٹھے تھے۔

اور پھر وہی طاقت نے میرا ہاتھ پکڑا۔ میں نے اسے روکا۔

"ہوں! دور رک گیا۔"

"تمہیں وہ رات یاد ہے جب ٹانے میرے گردن

پکڑا دیاں بھیڑیں تھیں۔"

"ہاں۔ یاد ہے۔"

"میرا مطلب ہے اس نے میرے بارے میں اندازہ

کھینچا تھا۔"

"اور اس وقت وہ ہمارے بدن سے شے لپیٹ رہے گا۔

کیوں؟" طاقت نے بولا۔

"نہیں۔ میں نے صرف تمہیں یاد دایا ہے۔ میں اس

سے خوفزدہ نہیں ہوں۔"

"آج یاد۔" مجھے سب کچھ یاد ہے۔" طاقت نے مجھے

تھپتھپے ہوئے کہا اور میں نے خود ہی آنکھیں بند کر لیں۔

دوسرے دن ہم ایک انجین بند کھڑے تھے۔

پہاڑی مقام تھا۔ ایک خاصی بلند پہاڑی کے دامن میں

ایک بھینٹ مار منہ کھول کر تھا اور ہم اسی مار کے

منانے تھے۔ درحقیقت مار کے دبانے سے پہلے اٹھ

رہے تھے۔

میں نے پنچ سے ٹاک دہائی۔ طاقت کی خود بھی بری

حالت تھی۔

"پتھر بھی ہو۔ ہمیں اندر داخل ہونا ہے۔" اس نے

کہا۔

"مرنا نہیں ہے طاقت۔"

"اب ٹاک دہائی رکھو۔ دیکھیں تو سہی۔" طاقت بولا

اور میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ ناچا رہی اس کے ساتھ مار

میں داخل ہو گیا۔ خدا کی پناہ بڑا ہی بھینٹ مار منہ کھول کر تھا۔ ہمارے

بزرگ بھوتوں اور چٹیلوں کے قہقہے سناتے تھے۔ بڑی عجیب

عجیب شخصیں بتاتے تھے وہاں کی۔ اس وقت یہ ساری باتیں

لہجے کے مہم ہوتی تھیں۔ پتہ ہے۔ پتہ ہے۔ پتہ ہے۔ پتہ ہے۔

پتہ ہے۔ پتہ ہے۔ پتہ ہے۔ پتہ ہے۔

لیکن میری اہم وجہ تھی کہ میں باہر روک کر

طاہرات: ہر حال طاہرات ہے۔ میں نے دل میں سوچا: انگلیوں میں کیا ہوس: "اگر چاہتا ہوں تو زمین میں نہیں۔ روں فرما لیں گی۔" طاہرات اگر دیر تک واپس نہ آئے تو میں اس خوفناک دیرائے میں "اوسے باب ووسے" اترے پایے۔

اور اپنا تک میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ میری کیفیت بدنی شرمناک تھی۔ میں اپنی پوزیشن کا جلدی ہو گیا۔ وہ۔۔۔ درحقیقت میری اپنی شخصیت بااقتدارم کو کر رہی تھی۔ میں ہر وقت طاقت کا سہارا تھا، شرم نہ کرتا ہوں۔ یہ تو مناسب بات نہیں ہے۔ مجھے خود بھی اپنی فطرت اپنی شخصیت کو آواز دینی پڑتی ہے۔ آخر میں بھی تو اتنا کہہ دینا نہیں ہوتا کہ میں ہر بھی تو باقی رہتا ہوں۔ یہ خیال اتنی شدت سے مجھے پہنچا کہ میرے بدن میں ایک جھلک اٹھی۔ بالکل۔ میں نے اپنی شخصیت کو باقی فراموش کر دیا تھا۔ مجھے ایسا نہیں مرنا پڑتا ہے۔ میں بھی گوشت پرست انسان ہوں۔ مجھے اپنے طور پر بھی کچھ سہنا پڑتا ہے۔

چند روزوں کی قیوم تھی کیا فائدہ ہے اب کوئی راہ

انہی میں سے ایک خیال تھا کہ جو کچھ ہم نے
 چاہا وہ سب ہوا۔ مگر اس کے بعد بھی
 ہم نے کئی کئی بار سوچا۔

دو گنا سامنے نہیں جانتے تھے میں کوئی بوقت نہیں ملے گی۔
ظلمتی کا رخ کیا۔ سو چاکل کا بڑبڑاہی لے لیا جائے۔ پہرے
ار مستعد تھے لیکن دو گنا نہیں نہ آئے تھے ان دو۔ تو
تھ۔ پناہی میں ان کے جسموں سے پھٹا ہوا اندر، اٹھ
و۔ راج مندرا مارش معلوم تھ۔ لیکن راج مندرا
شوری تو نہیں تھ۔ لیس بھی پڑا جائے کیا فرق نہ تھا
پناہی میں ہے ایسی صحت کا رخ کیا جہاں پہلے نہیں پڑا تھا۔

یہ آواز۔ میں نے تو اس کی سمت کھانہ لڑکائی ورنہ
کی انہ آواز نے بہت دیر آواز کی عین سمت کا رخ کیا
وہ اس طرف کا منہ بھی بہت چمکا گیا۔ چھوٹا سا
بھارتیہ ہاتھ میں اپنے فوارے سے۔ وہ نے
دو بار۔ پانی اچھل رہا تھا۔

پتھریں راتوں کا چاند اُٹا تھا۔ درز یہ کہہ کر نکل گیا
جو تار ایسی پھاڑی، دشتی میں نہیں سے ہوتے بلکہ کو

تاہم اس سے بہتر وہی قویہ قرار تھی۔ چنانچہ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ اور پھر میں نے اس سے مایہ دودھ مال مارا اور چاندنی نے میرا سناپہ دراز کر دیا۔

”خوش بائو ام۔“ دیو متی قدم قدم پیچے بنے نعر۔

"نور سے دیکھ رہی تھی۔ بچے نے رونا شروع کر دیا۔ میں
سست ہو کر بیٹھ گئی۔"

"آپ- آہ- آہ- آہ- آپ- آہ- آہ- آہ"

”میرا ساقی تھا۔ ان کے قہقہے“

"میں نے کبھی اپنے خیر خواہانہ اثر پر غور نہیں کیا۔"

”مادری ستمیاری و نه از خفا و نه به پنهانی - در میان او و من است“

تائب ہو کر وہ خدا سے ملے گا۔ تائب ہو کر وہ جہنم سے بچے گا۔ تائب ہو کر وہ جہنم سے بچے گا۔ تائب ہو کر وہ جہنم سے بچے گا۔

الموت:

”آپ نے میرا بیٹا چن لیا۔ اس سے یہ کام
اور کیا ہو گا۔“
”وہ بہادر شخص تھا۔“

"خمس ہزار روپے۔ مجھ اپنا کس کے پاس کون آئے گا۔"
 "تو چوتھوں کو دے دیں گے۔ میں بھوکے پیاسے لوگوں کے
 کنارے بیٹھا اور وہ میرے پیاسے پیاسے پیاسے بننے لگی۔
 "اؤکے۔ اؤکے۔ اؤکے۔ اؤکے۔"

”میری بچہ آپ کے چہ توڑ میں ہی ہونی چاہیے۔“

”خیر! سنی۔ فہرم سے بوجہ تم کو وہ اثر تم سے
ورمیدہ جانتے ہیں۔“

”سچیں، راج۔ آپ تو عزت و احترام کی باتیں کرتے ہیں۔
 اب کے بارے میں یہ بات چیتا بھی نہ تھا۔“

”ہاں۔ تمہارا خیال ٹھیک ہے۔“

”یا رہا، صاحب کفایت کی روایت ہے۔ وہ میرزا قزوینی
 اور میرزا تقی خان خاں سارنگ کی روایت ہے۔ یہی وہی
 ”میرزا“ ہے۔“

تہاں ہرگز نہ۔ سنا ہے کہ: جو بے ایمان ہو تو اسے

”جیسا کہ“
”جیسا کہ“

"پہنات" اور "پہناب" وہ ہیں۔

ہم نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے اسے دیکھا ہے۔

میں نے انہیں نہیں سمجھائی۔ جب وہ ایسے مامانے

مختصات میماری، گسسته

”جیسا کہ میں نے کہا ہے“
”میں نے یہ سب کچھ تم سے پہلے ہی کہا تھا۔“

—

”میرے بڑے۔“ وہ بولے۔
 ”تو یہاں تو نہیں ہوئی۔“
 ”نہیے۔“ کاغذ کے پتے بالکل اس کے ہاتھ میں تھیں۔ کوئی
 بات کرنے والا نہیں تھا۔ یہ پتہ اس کے ہاتھ میں تھا۔
 ”وہ تو تھی۔“ تو نے نہیں مقرر سمجھا ہے۔ کیا نہیں ہے
 رزدار کا تھی ہے؟“

”رازا دارو“ اور ”موتی حیرت سے بولے۔
”تو تمہیں ہے بیوقوفی۔ اور تم کو کچھ نہیں پتا اسی موتی نے۔ ہم
جتنے ایک دوسرے کا پیہم ہیں گئے۔ کیا تم سے سوچنا شروع
نہیں؟“

"میرا بیٹا۔ آپ۔ آپ۔"

"تو میری بیٹی ہے۔ اور وہ کیا ہم تجھے بھرا نہیں

دیتے۔"

”یہ بات نہیں ہے مہاراجن۔ محرمِ مزار میں کیا ہے؟“
 ”بہت ہے۔ لیکن اگر تو چاہے تو یہاں۔ ورنہ دلچسپی
 کوئی بات تجھ ہی نہیں۔“

”میرا فانی راز کبھی ہے مہر و راز“۔ ”یوہ متقی نے کہا۔“
”خیر، یہ مہر و راز دوستی نہیں بنائے جاتے۔ ہمیں شام کو
یونیورسٹی کے لیے چلے کر بیان کیا۔“ میں انھوں نے اور پھر میں چلتا ہی
رہا۔ ”یوہ متقی نے جلدی سے کہا۔“
”اے مہر و راز۔“

”یہ من کے سودے ہیں دیوتی۔ زبیدی نہیں
تے میں آئے یہاں۔“

”ہائے قومساران۔“ دیو مٹی نے بعد کی بات اٹھ کر میرا
چہرہ لپٹا اور اب مجھے دک جانے والا تھا۔ مہساران۔
”آپ کو تار اسی نہیں لگتا پتی۔ میرا تو کوئی میت نہیں

”تا اخص نہیں۔ خواہش کو دیلی۔ ہر تارخ نہیں

"فکر موزان۔ یعنی تو۔ یعنی تو موزان۔" اور میں پھر

"دوستو! میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ اب اس وقت تو یہ خبریں سن رہے ہیں کہ ان کے پاس ہتھیاروں کی ایک بڑی مقدار ہے۔ ان کے پاس تو اس قدر ہتھیار ہیں کہ اگر وہ چاہیں تو پورے پاکستان کو اپنے قبضہ میں لے سکتے ہیں۔ ان کے پاس تو اس قدر ہتھیار ہیں کہ اگر وہ چاہیں تو پورے پاکستان کو اپنے قبضہ میں لے سکتے ہیں۔"

ایبیت پبلی کیشنز ﴿ ۱۱۰ ﴾

میں نے۔
 پھر چاہا۔ وہ انہی اور اس نے میرے کندھے پر سر روک کر
 زبردستی شوق نمودیا۔ وہ سست سست سرور سے تھکی اور
 جانے لیا۔ میرا ہاتھ اس کے سر پر تھا۔

وہاں پر وہاں پر اس کی شکل و صورت، چہرہ اور
پہن پہناؤ تھا۔ مجھے اس کی جھلک وہ جہلی صورت پہنچ گئی تھی۔
پہلیں، سب سے میں نے پادری خاں کے سامنے اس کی بات کہی
تھی۔ میرے دل میں اس کے لئے وہ روٹی پیدا ہو گئی تھی۔
میرے سوچنے کا انداز بدل گیا تھا اور اب اسے دیکھ کر میرے
دل میں کوئی جہلی نہیں ابھر رہی تھی۔

یہ انسان کی دنیا میں آئے کے بعد ختم کی باتوں کی شہرت ہوئی ہے جس میں ہر اک کوئی شخص نہیں جانتا۔ خدائے مہربان کے اشارے پر سارے ظہم خود بخود چلے پاتے ہیں اور انہی مہربانیت پہنچتا ہے۔

میں۔ ایک چمکے سے حقیرانہ کوششوں کو روکتا ہے۔
 وہ فحش اساتذہ کے کلمات کو مٹاتا ہے۔ ان کے
 ہونے کا کہتا ہے کہیں شہادوں میں تحریف نہیں ہوتی ہے۔
 اس طرح کے افسانوں کے ساتھ ساتھ

میں نے اس کو چھین کر رکھا ہے۔ جو اس کا شیطان کہتا ہے۔
 ف ۳۰ شے کی بات ہے۔ جبکہ اس کا شیطان کہتا ہے۔

میں نے کہا کہ یہ ایک عجیب سی بات ہے۔ اس نے کہا کہ یہ ایک عجیب سی بات ہے۔

ہے۔ اس نے ایک مذہب پیدا کیا ہے۔ ہم انسان ہیں
انیت نارا مذہب ہے۔ ہمیں جو ہدایت دی گئی ہے۔
ب کی مثل میں کوئی مذہب برا نہیں ہے۔ سب سے برا
نیت ہے۔ خدا کے بندو! خدا را متا چھوڑو۔

کی مہارت کو ملے، تمہارے لئے بہتر ہے۔ اس نے
مات کی تعلیم کو ملے، تمہاری بہبود ہے۔ وہ بے نیاز ہے۔
حرکت کسی چیز کی طلب نہیں ہے۔ اس نے توانائی و
تکون سے ملنا ہے۔ سکون کرنے کی مہارت کی۔ وہ توجہ

علائقہٴ حیات




کتابیات پبلی کیشنز

دینی، سیاسی کہانیوں کا مجموعہ

کالے خاں بھوئے خاں

الكفر

25



150



اکتوبر کے پندرہ روزہ میں ایک اہم ترین اجتماع ہوا جس میں حضرت مولانا
 محمد شفیع صاحب نے جو لوگوں کو اس طرح کے کام میں لایا وہ ان کے لئے ایک نیا راستہ
 تھی جس سے ان کے لئے ایک نیا راستہ ہوا۔

تعمیر کے بجائے تخریبوں۔ یہ نئے کاروں جو بناتے تھے تھے،
پورا کر رہے تھے۔

● - ان کہانیوں کے دونوں کردار بالکل سچے سچے انسان تھے۔
 میں نے ان سے ایک نہیں ملے۔ آپ نے اپنے بارہویں میں ملے۔

کتاب و سنت سے ان کے پیچیدہ علمی و فنی امور پر ماحول کو

محاورہ:

نوازا۔ اور تم اسی کا کھانے کے بعد اس کی بخٹی ہوئی
سانسوں کے ساتھ اسی کی باہر دانی کرتے ہو۔ کیسی عجیب بات
تب کیسی منگولہ خیالات بنے۔ وہ تو تھا قادر بنے قادر
رہے گا۔ تو ذہن انسان ایک ہی اس ایک ہی ملت سے تعلق
رہتے ہیں تو پھر نہ اس کی تعریف یا انسانیت کا رشتہ کیوں توڑ
دیا ہو سکے۔ ہوس انوارش انسانی اخلاف مختلف کی اشش
سب چھ انسانی گھروں میں ہیں۔ لیکن سب دنیا کی ظاہر ہو جائے
تو سارے پرے بن جائے تو جانتے ہیں۔

اور دیو مٹی کے انسانوں نے میرے دل میں انسانیت
دکھائی تھی میرا دل تھا بے اختیار ہو دوست محبت کے جانے
دوست شہنشاہ بن گیا تھا۔ دیو مٹی کو شاید یہ نہیں پتہ میر
نہیں ہوا تھا۔ وہ سارے انسانوں پر اپنی مٹی لٹوٹے جانے
کپ کے اس کے سینے میں چھپے ہوئے تھے۔ وہ بک بک کر
روٹی دنی اور میں اس کے سر پر ہاتھ پیر رہا۔ سب دیو مٹی
کا دل پوری طرح بکا ہوا تھا اس نے میرے کندھے سے سر
انگیڑا۔ اور پھر آنسو پھری نکلا ہوں سے مجھے دیکھتے تھے۔
"آپ اسے کیا جانتے ہیں؟" اس نے سسکی

لے کر کہا۔
"سنسار کی بہت سی باتیں ہمیں خود بخود معلوم ہو جاتی
ہیں دیو مٹی اس بارے میں تیرا کچھ پوچھنا ہے۔"
"آپ بہت پرہیزگار ہیں؟" اس نے پوچھا۔
"نہیں۔ آپ نے نہ تیرے تو میری عزت نہیں چھتی۔ اور پھر مجھے
تو ہتھیاری کرنا پڑتی۔"
"ایک بات یاد دیو مٹی؟"

"جی ہاں۔"
"تم نے پادشہ لال کی شکایت مہاراج کو نہ اس کو
سے نہیں کی؟"
"مہاراج! دیو مٹی نے ایک فحشائی سانس لی۔
"کیوں؟"

"ہم آپ کو کیا بتائیں سوائی مہاراج۔ ویسے آپ کا شبہ
بجایا ہے؟"
"جو من چاہے کہ لوہو ہوں۔ دینے لو۔ نہیں ترہ زلال
کتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"جی! دیو مٹی حیرت سے بولی۔
"ہاں۔ یہ بڑی عجیب کہانی ہے۔"
"یہ مہاراج!"

"لوگوں کا خیال ہے کہ ہم دونوں بھائی ترہو اور
خوبیوں کی نسل میں آگے تھے۔ ہمارے ماما پتا کا کوئی نشان

"جی ہاں۔"
"میں نے دیکھا ہے۔ انہوں نے ہمیں توڑ دیا اور ہمارے
پورے مٹی کی۔ ہاں۔"
"ہائے رام! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"جیسے بھی ہوا ہو دیو مٹی۔ اسے جانتے ہو۔ گو نہ اس پور
کی باتیں کرو۔"

"مہاراج! پورے سب سے میری شادی ہوئی ہے۔ وہ
ایک بار بھی میرے پاس نہیں آئے۔ وہ ہر وقت اندرونی
گھروں میں رہتے ہیں۔ بہت سی عورتیں ان کے پاس رہتی
ہیں۔ نہ جانتے انہوں نے میری تقدیر کیوں چھوڑی تھی۔ نہ
جانتے انہوں نے نہ جانتے انہوں نے۔"

"اوپر تم سے ملاقات بھی نہیں ہوئی؟"
"وہ چار بار دیکھے۔ اور ہاں۔ انہوں نے میری طرف
توجہ بھی نہیں دی۔"

"کمال ہے۔ راج پات کے کسی کام میں بھی دلچسپی نہیں
لیتے۔"

"نہیں نہیں۔ دیو مٹی پر ہر سال راج دربار لگتا ہے۔ جس
میں سارے لوگ جھانک دیتے تھے۔ لیکن اس سال
مہاراج جھوٹوں میں بھی نہیں آئے تھے۔"
"پھر راج پات کے کام کیسے چلتے ہیں؟"

"راج تو اب صرف منتروں پر چل رہا ہے۔ ان کی
خلوت چل رہی ہے درگاہ پر۔"

"ہوں۔ راج کو نہ اس پور کو اس پر اعتماد ہے؟"
"پورا۔ پورا۔"

"کیا راج بہت عیاش ہے؟"
"کیا کہہ سکتی ہوں مہاراج۔ میں تو بھی ایک ممونہ بھی
ان کے پاس نہیں بیٹھی۔"

"اوہ۔ خیر ہمو نہ راج کی بات۔ اب مست پر دہشانی
بات کرو۔"

"مہاراج۔ دیو مٹی تو پ گئی۔
"کیوں دیو مٹی؟"

"اس کی بات اب نہ کریں مہاراج۔"
"کیوں؟"

"میں جانتی ہوں مہاراج۔ دیو مٹی پھر روئے تھی۔
"تو ہمیں اپنا مکر کہہ چکی ہے دیو مٹی۔ دوستوں سے کوئی
بات چھپانا چھپائیں ہوتا۔"

"میں کچھ بھی ہوں مہاراج۔ مگر ایک پتی دربار۔ متری
بھی ہوں۔"

"جی ہاں۔"

"میں نے دیکھا ہے۔ انہوں نے ہمیں توڑ دیا اور ہمارے
پورے مٹی کی۔ ہاں۔"

"ہائے رام! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"جیسے بھی ہوا ہو دیو مٹی۔ اسے جانتے ہو۔ گو نہ اس پور
کی باتیں کرو۔"

"مہاراج! پورے سب سے میری شادی ہوئی ہے۔ وہ
ایک بار بھی میرے پاس نہیں آئے۔ وہ ہر وقت اندرونی
گھروں میں رہتے ہیں۔ بہت سی عورتیں ان کے پاس رہتی
ہیں۔ نہ جانتے انہوں نے میری تقدیر کیوں چھوڑی تھی۔ نہ
جانتے انہوں نے نہ جانتے انہوں نے۔"

"اوپر تم سے ملاقات بھی نہیں ہوئی؟"
"وہ چار بار دیکھے۔ اور ہاں۔ انہوں نے میری طرف
توجہ بھی نہیں دی۔"

"کمال ہے۔ راج پات کے کسی کام میں بھی دلچسپی نہیں
لیتے۔"

"نہیں نہیں۔ دیو مٹی پر ہر سال راج دربار لگتا ہے۔ جس
میں سارے لوگ جھانک دیتے تھے۔ لیکن اس سال
مہاراج جھوٹوں میں بھی نہیں آئے تھے۔"
"پھر راج پات کے کام کیسے چلتے ہیں؟"

"راج تو اب صرف منتروں پر چل رہا ہے۔ ان کی
خلوت چل رہی ہے درگاہ پر۔"

"ہوں۔ راج کو نہ اس پور کو اس پر اعتماد ہے؟"
"پورا۔ پورا۔"

"کیا راج بہت عیاش ہے؟"
"کیا کہہ سکتی ہوں مہاراج۔ میں تو بھی ایک ممونہ بھی
ان کے پاس نہیں بیٹھی۔"

"اوہ۔ خیر ہمو نہ راج کی بات۔ اب مست پر دہشانی
بات کرو۔"

"مہاراج۔ دیو مٹی تو پ گئی۔
"کیوں دیو مٹی؟"

"اس کی بات اب نہ کریں مہاراج۔"
"کیوں؟"

"میں جانتی ہوں مہاراج۔ دیو مٹی پھر روئے تھی۔
"تو ہمیں اپنا مکر کہہ چکی ہے دیو مٹی۔ دوستوں سے کوئی
بات چھپانا چھپائیں ہوتا۔"

"میں کچھ بھی ہوں مہاراج۔ مگر ایک پتی دربار۔ متری
بھی ہوں۔"

"لوگوں کا خیال ہے کہ ہم دونوں بھائی ترہو اور
خوبیوں کی نسل میں آگے تھے۔ ہمارے ماما پتا کا کوئی نشان

"جی ہاں۔"

"میں نے دیکھا ہے۔ انہوں نے ہمیں توڑ دیا اور ہمارے
پورے مٹی کی۔ ہاں۔"

"ہائے رام! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"جیسے بھی ہوا ہو دیو مٹی۔ اسے جانتے ہو۔ گو نہ اس پور
کی باتیں کرو۔"

"مہاراج! پورے سب سے میری شادی ہوئی ہے۔ وہ
ایک بار بھی میرے پاس نہیں آئے۔ وہ ہر وقت اندرونی
گھروں میں رہتے ہیں۔ بہت سی عورتیں ان کے پاس رہتی
ہیں۔ نہ جانتے انہوں نے میری تقدیر کیوں چھوڑی تھی۔ نہ
جانتے انہوں نے نہ جانتے انہوں نے۔"

"اوپر تم سے ملاقات بھی نہیں ہوئی؟"
"وہ چار بار دیکھے۔ اور ہاں۔ انہوں نے میری طرف
توجہ بھی نہیں دی۔"

"کمال ہے۔ راج پات کے کسی کام میں بھی دلچسپی نہیں
لیتے۔"

"جی ہاں۔"

"میں نے دیکھا ہے۔ انہوں نے ہمیں توڑ دیا اور ہمارے
پورے مٹی کی۔ ہاں۔"

"ہائے رام! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"جیسے بھی ہوا ہو دیو مٹی۔ اسے جانتے ہو۔ گو نہ اس پور
کی باتیں کرو۔"

"مہاراج! پورے سب سے میری شادی ہوئی ہے۔ وہ
ایک بار بھی میرے پاس نہیں آئے۔ وہ ہر وقت اندرونی
گھروں میں رہتے ہیں۔ بہت سی عورتیں ان کے پاس رہتی
ہیں۔ نہ جانتے انہوں نے میری تقدیر کیوں چھوڑی تھی۔ نہ
جانتے انہوں نے نہ جانتے انہوں نے۔"

"اوپر تم سے ملاقات بھی نہیں ہوئی؟"
"وہ چار بار دیکھے۔ اور ہاں۔ انہوں نے میری طرف
توجہ بھی نہیں دی۔"

"کمال ہے۔ راج پات کے کسی کام میں بھی دلچسپی نہیں
لیتے۔"

"نہیں نہیں۔ دیو مٹی پر ہر سال راج دربار لگتا ہے۔ جس
میں سارے لوگ جھانک دیتے تھے۔ لیکن اس سال
مہاراج جھوٹوں میں بھی نہیں آئے تھے۔"
"پھر راج پات کے کام کیسے چلتے ہیں؟"

"راج تو اب صرف منتروں پر چل رہا ہے۔ ان کی
خلوت چل رہی ہے درگاہ پر۔"

"ہوں۔ راج کو نہ اس پور کو اس پر اعتماد ہے؟"
"پورا۔ پورا۔"

"کیا راج بہت عیاش ہے؟"
"کیا کہہ سکتی ہوں مہاراج۔ میں تو بھی ایک ممونہ بھی
ان کے پاس نہیں بیٹھی۔"

"اوہ۔ خیر ہمو نہ راج کی بات۔ اب مست پر دہشانی
بات کرو۔"

"مہاراج۔ دیو مٹی تو پ گئی۔
"کیوں دیو مٹی؟"

"اس کی بات اب نہ کریں مہاراج۔"
"کیوں؟"

"میں جانتی ہوں مہاراج۔ دیو مٹی پھر روئے تھی۔
"تو ہمیں اپنا مکر کہہ چکی ہے دیو مٹی۔ دوستوں سے کوئی
بات چھپانا چھپائیں ہوتا۔"

"میں کچھ بھی ہوں مہاراج۔ مگر ایک پتی دربار۔ متری
بھی ہوں۔"

"لوگوں کا خیال ہے کہ ہم دونوں بھائی ترہو اور
خوبیوں کی نسل میں آگے تھے۔ ہمارے ماما پتا کا کوئی نشان

"جی ہاں۔"

"میں نے دیکھا ہے۔ انہوں نے ہمیں توڑ دیا اور ہمارے
پورے مٹی کی۔ ہاں۔"

"ہائے رام! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"جیسے بھی ہوا ہو دیو مٹی۔ اسے جانتے ہو۔ گو نہ اس پور
کی باتیں کرو۔"

"مہاراج! پورے سب سے میری شادی ہوئی ہے۔ وہ
ایک بار بھی میرے پاس نہیں آئے۔ وہ ہر وقت اندرونی
گھروں میں رہتے ہیں۔ بہت سی عورتیں ان کے پاس رہتی
ہیں۔ نہ جانتے انہوں نے میری تقدیر کیوں چھوڑی تھی۔ نہ
جانتے انہوں نے نہ جانتے انہوں نے۔"

"اوپر تم سے ملاقات بھی نہیں ہوئی؟"
"وہ چار بار دیکھے۔ اور ہاں۔ انہوں نے میری طرف
توجہ بھی نہیں دی۔"

"کمال ہے۔ راج پات کے کسی کام میں بھی دلچسپی نہیں
لیتے۔"

پوچھا۔

"اسی بات اور بت بھیا۔"

"میں اس فرض سے نہیں پوچھ رہا۔ میرا مطلب ہے کہ۔"

"وہ برا سیدھا ہے بھیا۔ وہ دھوکہ نہیں کر سکتا۔"

"ہوں دیو متی۔ پھر تمہارا وعدہ؟"

"جیسا تم کہو گے بھیا۔" دیو متی نے گردن ہلکا دی۔

"بس دیو متی۔ تو خاموش کیسی رہ۔ میں ضرورت کے لئے تجھ سے بات رہوں گا۔ لیکن اپنا دھوکہ یاد رکھنا۔"

"پھر تم کو کہ کیا بھیا؟"

"تیرا شک۔ تیرا جتن ہے وہی داناؤں کا دیو متی۔ اس کے لئے جو کچھ بھی کرے گا۔ تو یہ سمجھ لے کہ تیری بدنامی اب میری بدنامی ہے۔"

"تو بھوان۔ بے بھوان۔" دیو متی نے سکھیں بلند کرتے ہاتھ اٹھادیئے۔ میں متحیر کن نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

پھر دیو متی نے آنکھیں کھولیں۔ چند انڈے اس پر پڑ گئے تھے۔ اس کا چہرہ لولہ کی طرح من اٹھتا تھا۔ اور پھر اس نے منکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایک بات پوچھوں بھیا؟"

"پوچھو دیو متی۔"

"تم نے مجھے اپنا نام کیوں نہیں بتایا؟ تم نے اپنے آپ کو مجھ سے کیوں چھپایا؟"

"میری حقیقت جان کر تو مجھے اپنا پہرہ دے دے۔ بتاتی۔"

"ہاں پر بھروسہ نہیں بھیا۔"

"شاید۔ اس کے بعد تو مجھے اتنا بھیا ماننے سے بھی انکار کر دے۔ مجھے جھٹ بولنے پر مجبور نہ کر دو دیو متی۔"

میرے نام کو۔ میں نے کہا اور دیو متی میری شکل دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب تاثرات تھے۔ اور پھر ان میں بھی سی اور اسی اچھڑکی "جیسا کہ مانا۔ سنا۔ کے بارے۔"

تاہم سے متنبہ ہو کر رہا۔ میں نے غور سے اس کی نگاہوں کو دیکھا۔

"میں نے ان سے تمہیں بھیا کہہ دیا۔ بہت بڑا۔"

اس میں سے تمہارے لڑکے کے لئے تو میرے پاس۔"

پتہ تو اس کے پاس ہے۔ ان پورے کرود۔ پھر یہی باتیں کر رہا ہوں۔

"بات پھر جانے کی دیو متی؟"

"نہیں مجھ سے کی بھیا۔ ایک بہن کے اٹھان لے بات ہے۔"

"ہوں۔" میں نے مگر ہی سانس لی۔ بہت بڑی بات تھی۔

نہیں تھی اگر دیو متی میری حقیقت سے واقف ہو جاتی تو ہرانا آسمان لوٹ پڑتا۔ اور وہ سے زیادہ اپنے اندر سب کی وجہ سے مجھ سے انتہا بڑھتی۔ پھر اچھے میں نے بہت سے کہا۔

"تو سن دیو متی۔ میں مسلمان ہوں۔ میں سادہ جو نہیں ہوں۔ نہ ہی میری اصلی شکل یہ ہے۔"

"بھیکو۔" دیو متی اچھل پڑی۔ ایک لمبے کے لئے اس کی آنکھوں میں خوف ابھرا۔ لیکن بہت آہستہ وہ سکون ہوئی اور پھر اس کی آنکھوں میں محبت سمٹ آئی۔ "بس۔ اتنی ہی بات بھیا؟"

"جیسا تمہارے نزدیک اس بات کی کافی اہمیت نہیں ہے۔"

"ہاں۔"

"پھر؟"

"تمہارے۔" نہیں پوچھا جیسا کہ کیا اجازت ہے؟"

دیو متی۔ منکراتی نگاہوں سے۔

"تو پوچھتی۔"

"خبر میں اتنے بڑے کسی شخص ہوتے ہیں۔ اگر تم سادہ ہوتے تو میرے من میں ہل چلتا۔ کوئی ایک سادہ جو نے میری عزت لوٹنے کی کوشش کی۔ جو۔ خیر تم مسلمان ہو۔"

اب میں مسلمانوں کے بارے میں یہ سن رہی ہوں کہ یا ہمارے۔ مسلمان تمہارے لیے ہوتے ہیں۔ وہ اس کے ساتھ ہونے والے انسانے پر خوب اٹھتے ہیں۔ کسی بدنامی عزت بچانے سے وہ یہ نہیں سوچتے۔ وہ نہ وہاں۔ نہ وہ مسلمان؟"

اس سے تو میرے من میں تمہاری عزت اور بڑائی ہے۔

دیو متی۔ "اس بدنامی تو۔"

"ہاں بھیا۔ میرے لیے۔ میرے لیے۔" میں نے کہا۔

میں نے چھپا ہوا۔ اس نے مجھ سے کہا۔ "میں نے اس سے کہا۔"

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے کہا۔"

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے کہا۔"

مروہی سائت رہا ہے۔

"مجھے دشواری ہے بھیا۔ مجھے دشواری ہے۔ تو میرے ساتھ اندر آؤ۔ آؤ۔ آجائو۔" اور میں دیو متی کے ساتھ اس کی رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔ دیو متی نے مجھے بڑے احترام سے بٹھایا تھا۔

"میں تمہارے روبرو رہتا ہوں۔"

"میں نے پوچھا۔"

"میں نے پوچھا۔"

"میں نے پوچھا۔"

"میں نے پوچھا۔"

"میں نے پوچھا۔"

"میں نے پوچھا۔"

"میں نے پوچھا۔"

"میں نے پوچھا۔"

"میں نے پوچھا۔"

"میں نے پوچھا۔"

"میں نے پوچھا۔"

"میں نے پوچھا۔"

"میں نے پوچھا۔"

"میں نے پوچھا۔"

"میں نے پوچھا۔"

"ارے تنکا مروہی کو کون نہ جانے گا۔ اتنا صاف سادہ جو تو پورے ہندوستان میں کوئی نہ ہوگا۔"

"لیکن وہ کالے ہاتھ کا ہے۔"

"وہ اپنی گھاسوں سے نہیں نکھل سکتا۔ اگر تنکا سارا ج تمہارے دشمن ہو گئے ہیں تو پھر بھیا۔ خیر میں سے فوراً چلے جاؤ۔ بھوان نہ کر کے خیر کی جان کو ہٹاؤ۔"

"تم فکر مت کرو۔" میں نے کہا۔

"اب میں چلتا ہوں۔"

"کماں پڑھو گے بھیا۔"

"ران کل میں نے اپنی جلد۔ حنا لکھوں گا۔ حالانکہ ران کل میرے لئے اب رہنے کی جگہ نہیں رہا۔"

"بہن کو اتنا کنگھال کھینچے ہو کہ تمہیں رہنے کی جگہ بھی نہ دے سکے؟"

"ہائین۔"

"تم یہیں آرام کرو۔ بہن کی عزت کا بھائی سے بڑا رشتہ کرنے والا کون یہ ہوگا۔"

"ہوں۔" میں گھبرا کر سوئے ہوئے ٹھیک ہی تھا۔ کوئی حق نہیں تھا۔ طالبان کے لئے مجھے خوش کر لینے کی کام نہیں تھا۔ میں جہاں کی باتیں گا وہ میرے پاس پہنچ جائے گا۔

"لیکن دیو متی۔ مجھے تمہارے ساتھ دیکھ کر تمہارے اور کوئی خوف تو نہیں آتا؟"

"تم اس کی پتتا نہ کرنا۔ تمہیں کسی کو دیکھنے کا سہ دوں گی۔ اور پھر حروف نے والا کہا ہے۔ محل کی سارا دنیا سب کچھ کرتی ہے۔ ان کے من کیلے ہیں۔ پر تم تو میرے بھیا ہو۔"

"اوہ۔ محل کی یہ حالت کون ہے دیو متی؟"

"میں کچھ نہیں سمجھ سکتی بھیا۔ مگر تو مجھے خود بھی معلوم نہیں ہے۔ سارا حق تو یہی دنیا کو تیرے بیٹھے ہیں۔ وہ تو باہر بھی نہیں نکلتے جو ان۔ ہمارے میں کی کو کچھ معلوم ہو سکے۔"

"یا کرتے رہتے ہیں تو یہ؟"

"ہیں۔ خراب عورتوں میں گھرے رہتے ہیں۔ ہرجن الال کا ہرے محل کیا پوری رہہ جانی پر بند ہے۔ وہی ران پٹ کے کام چڑا رہا ہے۔ دن سارے سیاہ سفید کا مالک ہے۔"

"ہاں۔ مجھے معلوم ہے لیکن دیو متی۔ اس طرح تو ہرجن کا وہ اس پورے کے خاندان کوئی سازش بھی کر سکتا ہے۔"

”زمانہ پتے کا نام، زمانہ نرسہ والے جاغیس ہو یا۔ میں
 قاسم ہارسے میں تھو نہیں سوچتی۔“

”قبضہ کرنے والے مسلمانوں کے سامنے یہ سوال ہے کہ کیا وہ ان کے ساتھ ساتھ رہیں گے؟“

”ہاں، اور وہ پھر میں سارے مسلمانوں کی ایک ہی جماعت بن جائیں گے۔“

”اب اس کا نام مادھوپور یا جنبہ دو سرہی جموں پر مسلمانوں کو رہنے کی اجازت نہیں ہے۔“

”دور کا دور کے آخری سونے میں۔ پہلے اس کا نام سلطان آباد تھا۔ لیکن جہاں مال نے جو اس آدمی کی گردن مار دی جو اسے سلطان آباد لیتا تھا۔ اس نے اس کا نام مارحوظہ دار رکھ دیا۔“

بہن! تم اپنا مزہ تمام طعوت کا ایسا ماری ہو گیا ہے۔
 بس اسی نام میں اپنے لطف کو نصیب آتا ہے۔

پہلی دھڑکی غیظ کی تھی۔ دوسری دھڑکی غم کی تھی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے
 دل کی جگہ سے اٹھ کر غم کی باتیں کرتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے
 دل کی جگہ سے اٹھ کر غم کی باتیں کرتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے
 دل کی جگہ سے اٹھ کر غم کی باتیں کرتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے

نیلون لمپیت سے میں اس قدر ٹکپ پڑا ہوں کہ حق سہ ازہر
 کہیں نہ رہا بھی منظومیت کے سہائے شہر سے تھے تو مزاج
 رنگ بدل نہ سکا۔ دیوتی کے پارے میں بھی نئی ہوا تھیں۔

”اے میرے بھائی! یہ تو میری بہن کی بہن ہے۔ اسے میری بہن ہی کہہ دو۔“

[illegible]

تو کہتا ہے کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔ اس کے پاس ایک کتاب ہے جس میں لکھا ہے کہ اس کو دیکھا ہے۔ اس کے پاس ایک کتاب ہے جس میں لکھا ہے کہ اس کو دیکھا ہے۔

حضرت میں سے انہی سچائی میں اور یقیناً وہ سچے تھے۔ یہ بھی
 سچے ہیں۔ لیکن وہ کسی طور مجھ سے نہ کہہ سکتے تھے۔ یہ تو
 میرے سچے ہی بات تھیں۔ نہ پانچ ماہ کے بعد میں نے اس
 سے کہا۔

”رات ہوتی ہے۔“

"نہیں۔ رات نامیہ ہو جائے۔ میرا اچھے دوست ہے۔"

[illegible]

پھر وہاں۔ میں نے پیار سے اس فاشانہ چھتیا یا اور پھر اس قسطنطنیہ کے کر باہر نقل آیا۔ روایتی کے ٹھکانے سے نکلے ہوئے میں نے تھوڑی سی احتیاطی غمی۔ چھتیا ایک ستون کی شکل میں ہی تھی اور میں نے جلد فاشانہ وادان کا دو شاہ اپنے سر پہ ڈال لیا۔ اس کے بعد میرا زمینان سے گئے یہ چھتیا۔ غمی کے مختلف حصوں سے جو تاج پر باغ میں کر باہر نقل آیا اور چھتیا غمی کے مختلف ایک طرف چھتیا۔ لوگوں کی ٹانگوں سے چھتیا۔ لیکن اب میرے ذہن میں غلط شدت سے ابھر گیا۔ "غلط" سے کہہ رہا ہوں۔

وہ کہتے ہیں کہ ان کے پاس تو اب یہ خواتین نہیں رہیں۔
 یہ سچ ہے۔ ان کے پاس تو اب یہ خواتین نہیں رہیں۔
 یہ سچ ہے۔ ان کے پاس تو اب یہ خواتین نہیں رہیں۔

"میں آپ کی خاطر کبھی نہ ہوں گی۔ یہ سب کسی ہندو کی دوکان بھی تین سب سے آپ کے لئے کچھ لے کر ہے۔"

"یہ میرا مسلمانوں کی دوکان بھی نہیں ہے۔" میں نے پوچھا۔

"مسلمانوں کی تو ہے۔"

"خفیہ ہے کیا؟" وہ پوچھا۔ "جنگل میں چھپا ہوا ہے۔ سارے ہندوؤں کے ہندو اپنے ہی جنگل میں ہوتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھوٹی ہوئی چیز نہیں لے سکتے۔ لیکن میرے لئے گھر میں جو کچھ ہو سکتا ہے۔ مجھے پہلے انسانوں سے پکارا ہے۔ پھر دھرم سے اور دھرم میں ہی سب سے بہتر ہے۔"

بزرگ حیرت سے مجھے دیکھنے لگے۔

"آپ نے اپنا شیڈ ہم نہیں بتایا شرمناک ہے؟"

"خفیہ ہے چنانچہ اللہ بخش۔ آپ لوگوں سے میرے بارے میں اجازت لے لیں۔ میں آپ لوگوں کے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور بزرگ حیرت سے مجھے غور کرنے لگے۔

"جاہلستان آئے ہو نا۔ کاش درگاہ کے ہندو بھی تمہاری طرح زبان کے تھے اور دل کے نرم ہوتے۔ چنانچہ اللہ بخش نے کہا اور پھر وہ باہر نکلتے گئے۔

اس کا خطاب ہے کہ مادھو پور کے رہنے والے درگاہ پور کے ہندوؤں سے جاڑے ہیں۔ بزرگ نے بتایا تھا کہ ان کے ساتھ جانوروں سے بھی یہ ترسلوک ہوتا ہے۔ اس کے مادھو خود رانی دیوتی نے بھی کچھ تحفہ دیات بتائی تھیں۔ اس نے کہا تھا "مادھو پور کا پہلا نام سلطان آباد تھا۔ بعد میں اسے مادھو پور کہہ کر لیا۔" اس کے مادھو خود اس جنگ و تارکیک ہستی کی زبان حالی سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہاں کے باشندے خداسی "تفہیم وہ زندگی گزار رہے ہیں۔ میرا دل تو بہت کڑھالہ۔ لیکن میں کسی اسلامی گفتگو کا شہسوار تو نہیں تھا کہ مسلمانوں کی حالت نہ پوچھ کر پوچھ چڑھائی کروں۔ اور اس کی اہل سنت سے اہل بدعتیتا۔

تھوڑی دیر کے بعد مکان کے اندر سے ایک چھوٹی سی بچی ہاتھ میں تھلی لے کر پھر دوپٹہ اوڑھے اندر آئی۔ تھلی میں لٹکی کی دو روٹیاں جن پر بھی خد ہوا تھا اور کسی کا ایک گلاس رکھ ہوا تھا جسے لڑتے میں دیکھا گیا تھا۔ "مدم سادھو بنی۔" اس نے کہا۔

کو پھر پھر بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس وقت میں تمہارا چھوٹی۔" اپنی نے کہا۔

"بہت چھوٹے ہیں۔" کیا نام ہے تمہارا؟

"مغرا۔"

"بڑا بڑا نام ہے۔" اللہ بخش نے چاہا ہی ہو۔

"وہ میرے دادا ہیں۔"

"نوب۔ تمہارے دادا کا نام ہے؟"

"نوب۔ بخش۔" بچی نے جواب دیا اور مجھے ہنس آئی۔ وہ ماں خفیہ تھا۔ باپ بیویوں میں قربت تھی۔ بچی نے تمہاری میرے سامنے رکھی اور میں نے ضرورت نہ محسوس کرتے ہوئے بھی ایک روٹی تھلے چھاپنے کے ساتھ کھالی۔ بچی پانی نے آئی تھی۔ دینے وہ بڑی حیرت سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی حیرت محسوس کر لی اور اس کی وجہ بھی پوچھ ڈالی۔

"بابا بات ہے مغرا۔ تم اتنی حیران کیوں ہو؟"

"میں کوئی بات نہیں سنا چھوٹی۔ کوئی بات نہیں۔"

"مغرا بڑا بڑا لڑکوں۔"

"پھر بھی۔" میں نے محبت سے اصرار کیا۔

"آپ۔ آپ کیسے سادھو بنی ہیں۔" وہ ہنسیا کرتے ہوئے بولی۔

"کیوں؟"

"دوسرے تو ایسے نہیں ہوتے۔"

"کیسے ہوتے ہیں دوسرے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہیں۔ وہ روٹی بھی لیتے ہیں تو اتنے نیچے ہاتھ کر کے کہ ہاتھ نہ چھو جائے۔ وہ اس طرح مسکراتے بھی نہیں۔ وہ اتنے اتنے بھی نہیں ہوتے جتنے آپ ہیں۔"

"وہ۔" میں ہنسنے لگا۔

"آپ ناراض تو نہیں ہوئے سادھو بنی؟"

"نہیں بیٹے۔ تم بڑی بچی نہیں ہو؟"

"خدا کا شکر ہے۔" مغرا نے تھنڈی سانس بھری اور مجھے ہنس آئی۔ پھر بڑی دھم کی دروازے پر آوازیں سنائی دیں اور اللہ بخش نے چاہے اندر بھی لگا۔

"ہم آجائیں سادھو مہاراج؟"

"آئیے آئیے چاہا اللہ بخش۔ آئیے۔" میں نے کہا۔

چاہا اللہ بخش کے ساتھ سات آنچہ آؤں اور تھلے سب کے سب قونڈیل جان۔ پشیمانی پوچھا نشان جو نماز کے تھے۔ یہ حقیقت ہے ایمان سب غریب صبر جاتا ہے تو جو ہر دھما ہے

ان سب کی نگاہوں میں ہول تھا۔ میں نے انہیں پاندیرہ لگاؤں سے دیکھا۔

اور پھر اللہ بخش نے چاہے سب سے میرا حراف کر لیا۔

"میرا نام عبدالکریم ہے سادھو بنی۔" ایک درمیانی عمر کے تندرست انسان نے کہا۔

"مجھے معلوم ہو گیا ہے۔" میں نے گردن جاتے ہوئے کہا۔

"یہ بات کہتے ہیں؟" عبدالکریم نے اللہ بخش سے پوچھا۔

"مغرا بچی نے مجھے چھاپنے سے لٹی کی روٹی کھائی ہے۔"

میں نے جواب دیا۔

"آپ کیسے سادھو ہیں مہاراج۔ کیا آپ کا دھرم بھرشت نہیں ہوا مسلمانوں کے ہاتھ کا کھانا کھا کر؟"

عبدالکریم نے کہا۔

"ارے پاگل۔ انسان تو آسمان والے سے ہی پیدا کیا ہے۔ کیا ہم لوگ بھی اسی کے بنائے ہوئے نہیں ہیں۔ دھرم خود بھی تو سب سے پہلے انسانی محبت کا سبق دیتا ہے۔"

"یہ بات دوسرے سادھو کیوں نہیں جانتے؟"

عبدالکریم نے کہا۔

"بھٹوان جانتے۔" میں نے اپرواہی سے کہا۔

"آپ تو رے مہمان بنائیکوں چاہتے ہیں؟" عبدالکریم نے کہا۔

"دونیا تو زمانہ نہیں جانتا بھائیو۔ بس دل چاہا تھا کہ تمہارا وقت اس لٹچی میں گزار کر یہاں کے لوگوں کو بھی دیکھوں۔ نہیں بدواشت کر سکتے تو چلا جاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

اور میرے سامنے والے توپ گئے۔ سب کے چہرے شرمندگی کی تصویر نظر آئے گئے۔

"نہیں۔ نہیں سادھو مہاراج۔ گو ہم بہت دیکھے ہوئے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم مسلمان ہیں۔ ہمارے مذہب میں مہمان کی دل چسپی نہیں کی جاتی۔ آپ کوئی بھی ہوں۔ بعد میں ہمیں کتنا ہی نقصان کیوں نہ پہنچا کہیں ہر حال اس وقت آپ ہمارے مہمان ہیں۔ اور ہم اپنے مہمان کو کوئی شکایت نہ ہونے دیں گے۔" عبدالکریم نے جلدی سے کہا۔

میں خاموش رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا "میں ایک آدھ کر سادھو ہوں۔ میں تمہارے وہ حالات نہ جانے کی کوشش نہیں کروں گا جو اندرونی ہیں۔ لیکن مجھے یہ ڈر گا پور میں تمہارے ساتھ کیا سلوک ہو گا ہے۔"

"آپ بڑا پور کب سے ہیں سادھو بنی؟"

"نہیں۔" وہ پتہ نہ دے سکے۔

"تجربہ آپ یہاں کے بارے میں نہیں جانتے۔ درگاہ پور پر چھوڑنا پور کی محنت ہے۔ ایک مہینہ راجہ۔ دو مسلمانوں کا ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتا۔ اس سے قبل اس کا باپ کرشن دیس کپور مہران تھا۔ اس وقت ہمیں پوری پوری آزادی تھی۔ ہم بھی انسانوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ ہمارا ان سے لیکن ہیں تھا۔ ہم اپنے طور پر زندگی گزارتے تھے اور ہندو اپنے طور پر۔ معمولی معمولی چیزیں بھی ہوتے تھے لیکن وہ زیادہ کبھی نہ ہتے۔ کیونکہ کرشن دیس کپور نہیں چاہتے تھے پھر ان کا انتقال ہوا تو حیرت راجہ کو ہندو ان پور گدنی پاتیا۔ اس سے لٹی ہم اس کے بارے میں پتہ لگ چکی رائے رکھتے تھے۔ ہم نے اس کی پھانسی کی دانہ نہیں سنی تھی اور اسے دما میں دیتے تھے۔ پھر ان وہ چار راجہ تھا۔

لیکن رانی مدھی سہلے ہی اس نے ہمارے اور ذمہ لے کر لیں۔ وہ اور اس کا ذیل ساتھی ہرجن الہ بڑے ہی بد فطرت انسان ہیں اس نے ہرجن الہ کو وزیر بنا دیا ہے۔ اللہ کا سارا کام ہرجن الہ سنبھالے ہوئے ہے۔ یہ دو سفید کالا لک ہے اس نے مسلمانوں پر وہ مظالم توڑے ہیں کہ بڑے کیا کیا ہائے۔

بہت افسانہ سے ہوئی۔ ہندو اور مسلمان بیٹھ بھائیوں کی طرح ساتھ رہنے لیکن ہندوؤں کے دلوں میں نفرت کا بیج بو رہا۔ طرح طرح سے مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کو بھڑکایا۔ خود کی ہندو دوشیز کو اغوا کر کے گوند اس کپور دیس خواب میں پہنچا دیا۔ اور نام مسلمانوں کا لگا دیا۔ چنانچہ ہنگامے میں ہندو ہندو ہندو اور یہاں بہت شکر ہے لیکن ہم نے ہندوؤں سے اس لئے ہندو تھے ہم نے پتے ان لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن جب وہ ہمارے پھر ہم نے بھی دو مری زبان استعمال کی۔ بڑی مارا مار کر ہوئی۔ لیکن ہندوؤں کو حکومت کی عزت حاصل تھی اور ہر مہمی ہر مسلمان سب کا کیا بگاڑ دیتے۔ ہمیں شہر سے نکال دیا۔ شہر میں ہماری آمد رفت ہندوؤں کی تھی۔ ہم سے تجارت کا پانچ لاکھ روپیہ لیا۔ اور ہمیں بے سروسامانی کی حالت میں سلطان آباد میں دھکیل دیا۔ ایک بھی مسلمان اب شہر میں نہیں ملے گا۔ سب یہاں آباد ہیں اور سلطان آباد کو بھی مادھو پور کہہ دیا ہے۔ لیکن ہمارے پاس اس کے مادھو چارہ بھی ہے جب کہ لڑکتے ہیں ہم ان کا۔" عبدالکریم کی آواز

اور میرے دل میں ایک عجیب سی شکن پیدا ہو گئی۔
میں نے یہی توئی نہیں دیکھی۔ پوری زندگی میں بسری
نہیں انسانیت کی قوت بھی تو مذہب سے منسلک ہے۔
مذہب کی رو سے یہی نہیں لگتا تھا کہ میرے دل میں
کوئی ایسا کپور کی طرف سے سخت نفرت پیدا ہوئی۔ ہرچیز
میں کو ہم ویسے ہی پسند نہیں کرتے تھے۔ لیکن اس کے اس
تہ روپ کے بارے میں سن کر اس کی شکل سے کھن گئے تھے۔

کئی منٹ خاموشی رہی۔ پھر عبدالحکیم نے ہی زبان

”ہمارا مذہب ہم سے چھینا جا رہا ہے۔ اس ہستی میں
نہال کھولنے کی اجازت نہیں ہے۔ ایک مرتبہ اسکو احوال
یا تو بچہ جن ال کے پاس آئے۔ استاد کو پاؤں کر دیا۔
اسکو کی چکی عمارت آبادی تھی۔ ہاں ہمارے بچوں کو
کی کے اسکو میں ہندی تعلیم ملتی تھی۔ ہاں انہیں
میں کرنے کے متعلق انتظامات ہیں۔“

”تمہاری کوئی عبادت گاہ بھی نہیں ہے۔“
”میں اور میرے بھائی بھائی نے ہرچیز ال کے حکم سے۔
میں نے کسی گھر میں نماز پڑھ لیتے ہیں۔“ عبدالحکیم
بتایا۔ اور میرا سر پکڑنے لگا۔

”مذہب کی روایت میں اچھے رہتے۔ طاقتور ہونے
کا کچھ نہیں پڑتا۔ کاش اس سے قبل ہم بھی ہستی میں
نہیں ہماری زندگی کا مشن ہی دوسرا ہوتا۔ یہ تو بات ہی
میں تھی۔ یہ تو معاملہ ہی عجیب لگا اور اب تو طاقت کی
ساتھ بڑی شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ کاش وہ
ہو۔ تو ہم ان مظلوم انسانوں کے بارے میں سوچیں۔
میں نے پتہ نہ لگایا۔

”تو یہ بات نہیں سادھوئی۔ ہن کی وجہ سے تو۔۔۔
میں نے اس کی تھی۔ نہ ان کی قسم ہم تو حق پرست ہیں۔
میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔
میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔
میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔

”میرے دل میں۔۔۔ میرے دل میں۔۔۔ میرے دل میں۔۔۔
میرے دل میں۔۔۔ میرے دل میں۔۔۔ میرے دل میں۔۔۔
میرے دل میں۔۔۔ میرے دل میں۔۔۔ میرے دل میں۔۔۔
میرے دل میں۔۔۔ میرے دل میں۔۔۔ میرے دل میں۔۔۔

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“
”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“
”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“
”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“
”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“
”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“
”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

”میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ ہم تو حق پرست ہیں۔“

نفل۔

طبیعت پر سخت جبرداشت سوار تھی۔ کہاں مر گیا آخری
میں۔ اس کے ساتھ نہ کیسے ممکن۔ اس نے تو مجھے
کھانا بنا رکھا ہے۔ صرف مصاحب بنا رکھا ہے اپنا۔ ساتھ
میں نے پھرنا ہے۔ اور جب جو چاہتا ہے کرتا ہے کیا
مادی زندگی اسی طرح جیسا ہے۔ موت ایک دفعہ ہی آتی ہے۔
دوسروں کے رحم و کرم پر ہے۔ موت ایک دفعہ ہی آتی ہے۔
کیوں نہ کہ دوسرے کے نطفے سے آزاد ہو کر دنیا جائے رہا
دوسرے ماضی کا معاملہ تو اگر کبھی گرفتار ہو جاؤں تو ٹھیک
ہے ہرچیز ہر حال انتہا ہوتی ہے۔

ذہنی انتشار کے عالم میں عجیب اوٹ پانگ باتیں سوچنا
رہا۔ اور پھر جب حواس بگڑنے تو محل کے سامنے تھا۔ نہ
جائے قدم اس طرف کیوں اٹھ گئے تھے۔ ہر حال اب یہاں
آئی کیا تھا تو پھر اندر داخل ہونے میں کیا حق ہے۔

شاہ وان کا دوشالہ کاندھوں پر ہی تھا۔ اندر داخل ہونے
میں کوئی وقت پیش نہیں آئی۔ اور میں محل کے مختلف حصوں
سے ہوتا ہوا دیوہتی کے محل میں داخل ہو گیا۔

دیوہتی پہن کرے میں موجود نہیں تھی۔ کہیں چلی گئی
تھی۔ میں نے سوچا اور بے تکلفی سے اس کے بستر پر
”ایہ۔۔۔“ مالا نکھوئی طویل سفر نہیں کیا تھا۔ لیکن عجیب سی شخص
ذہن پر سوار تھی۔ مسلمانوں کی بیویاں عالی سے بھی دل نہ دیا
تھا۔ نہ چاہ رہا تھا کہ ان کے لئے پتہ کروں۔ لیکن اپنی سہیلی
کا بھی احساس تھا۔ ہاں اگر وہ نہ تو۔۔۔

ایک بار پھر جھلپٹ کر نہ زمین کی طرف دوڑی۔ لیکن
میں نے اسے نہ سنبھال کیا۔ غور پر قابو پایا اور سوچنے لگا۔
طاقت جب بھی تھک جاتا ہے تو اس کے لئے دعا ہی کرنا ضروری ہے۔
اس بار۔ اس بار تو اس کے لئے دعا ہی کرنا ضروری ہے۔
کیونکہ وہ ایک غیبی روح کے قالب میں لپکا تھا۔

ہر حال اس کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا بھی
مناسب نہیں ہے۔ طاقت کے پاس پورا سراسر قوتیں ہیں۔
لیکن ہر حال انسان تو میں بھی ہوں اور میرے پاس بھی ایک
قوت موجود ہے۔ اور وہ ہے جس کی قوت۔ میں نے اس
قوت کو ہاتھ نظر انداز کر دیا ہے۔ مجھے اس سے کام لینا
چاہیے۔ طاقت جب بھی آئے اس کے انتظار میں ہاتھ پر
ہاتھ رکھ کر بیٹھا نہیں ہے۔ پتہ کیا جائے۔

اور درحقیقت اس بار میرا حرم بہت مضبوط تھا۔ میں
اپنی سہیلیوں کو آزمانا چاہتا تھا۔ اور میں دیوہتی کے بستر پر
لپکا تھا۔ مگر یہ بات میں گم ہو گیا۔

میرے ہنس میں ہانپنی پتی رہی۔ ہر چاہا دل۔ دیوانہ۔
 دیوانہ اس پادری۔ مسلمانوں کے دشمن۔ پھر ان کے ساتھ
 مات لیسے! پھر رہنا چاہئے۔ اور اس کے بعد فیصلہ! ات
 چھ روپیا چاہئے۔ اور اس سے میں نہیں نے دوسرے
 شہرہ تلاش کیا۔ وہ دیوانہ اس پادری تھا۔ اسی ملک میں راج
 وہ نہ اس کی کہ درشن میں نہیں ہوئے تھے۔ ان کے توبہ کے
 ہی دیوانہ تھیں مہاراج!۔

اور میں ہجرت اقبال اب میں اپنے لئے ہوئے اجداد
 نفس تھا۔ دروازے سے نکلتا تو مانتے ہی دیو اتنی فتنہ تھی۔
 پناہ نہ ملنے کی طرف۔ توجہ تھی۔ لیکن ظاہر ہے مجھے نہیں
 ہر سستی تھی۔ میں بھی اب اس کے پاس رک کر وقت نہیں
 بچ کر رہا تھا پناہ پناہ میں اس سے بچ کر آئے نفس کیا۔
 صدارت کو وہ اس پروردگار کو تو خوش کرنا مشکل کام تھیں
 مجھے یہ سب کے بارے۔ میں تھوڑی بہت معصومات کا عمل
 ہی تھی تھیں۔ پناہ میں خاص عمل کی طرف تھیں۔

خوبصورت نیم لرد اور پورٹک رہا تھا اس کے دو سری طرف
ایک ہال تھا جس میں ایک جڑو دروازہ تھا اور دروازے
کے دو سری طرف صوفے تھے۔

۔۔۔ ”نہ، یہاں اس لیے کہا گیا تھا“ اور میرا دل تپ
سے تپ گیا۔ مرنے کی آواز تھی۔ کیا میرا اندازہ خلا نہیں
تھا۔

ہوئے انداز میں ہنس پڑے۔

میں اب بھی پشیمان تھا۔ یہ ماجرا کیا ہے؟ اگر یہ راجہ گووند اس کپور نے تو اس کے بارے میں مشورہ دستانیں کیا تھیں۔ اور اگر وہ نہیں ہے تو پھر اس کے محل میں اس تجویزے کا کیا کام؟

"اب کی کیا ہے مہاراج؟" ایک خوبصورت سی لڑکی نے پوچھا۔

"اے بس۔ اب کیا ہے۔ چلو۔ اندر چلو۔" بھڑا پٹک کر پو: اور پھر وہ لڑکیوں کے سہارے اٹھ کھڑا ہوا۔ لڑکیوں نے پھر اسے جھرمٹ میں لے لیا اور آگے بڑھ گئیں۔ میں بھی ان کے ساتھ ہی چل پڑا تھا۔ اس بار وہ اسٹے لے ہوئے ایک اور کمرے میں پہنچیں جو دوسرے کمرے کی طرح طویل و عریض تھا۔ لیکن وہ خواب گاہ کی شکل رکھتا تھا۔

لیکن ہر انوکھی خواب گاہ میں نے ایسا حیرت انگیز کمرہ بھی نہیں دیکھا تھا۔ پورے کمرے میں انتہائی شرمناک ناظر بکھرتے پڑے تھے۔ دیواروں پر آویزاں تصاویر۔ چادروں طرف رکھے ہوئے جوتوں کے گنتے۔ عجیب منظر پیش کرتے تھے۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ یہ گووند اس کپور ہی ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ سب آخر کیا تھا۔ کیا درگاہ کا راجہ فیروز؟ تب یہ کیا منظروں تھا۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا تھا۔

"یاد اب اس وسوئی کو۔ دیکھئے ہمارا ناچ۔ کتنی تھی ہم ناچتی تھیں۔ کیسا ناچ تھا؟"

"ہست ہی سندھ۔ ہست ہی سندھ مہاراج۔ اور یہ وسوئی۔ اس کی تو گونڈی ہوئی چاہئے۔ اپنے آپ کو ہست بڑی ناچنے والی سمجھتی ہے۔"

"گوونڈی۔ ہاں ضرور ہوگی۔ ار۔ ہاں وسوئی کی گونڈی تو ضرور ہوگی۔"

"ہاؤں اسے مہاراج؟" ایک شریر سی لڑکی نے پوچھا۔ "ضرور ہاؤں۔ اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے؟" مہاراج نے کہا اور لڑکی باہر نکلی۔ دوسری لڑکیاں اب بھی اپنی مذاق کر رہی تھیں، میں ایک جگہ تھا تھا سا بیٹھ گیا۔ اب تو زبان ہونے کی ہمت بھی نہیں رہ گئی تھی۔ دنیا بھر کی حیرت انگیز باتیں میرے سمے میں ہی آئی تھیں۔ بتائیے اس راجہ کو ایسے برداشت کرنے کا جن کی ہماروی کے گیت گائے جاتے تھے اور وہی راجہ اسے سنگھار کئے، مورتوں کے لباس میں میرے سامنے بیٹھا تھا اور لڑکیوں کے مذاق پر شرما کر دوہرا دوہرا ہوتا تھا۔

میں میری بچائیں تصور کئے درمیان ایک تصویر پائی۔ یہ لمبی موچوں والا ایک شہنشاہ اور ان کے جس کے چہرے سے درحقیقت رعب پڑتا تھا۔ لیکن۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے اس کے نقوش اس تجربہ سے سنتے ہوئے دیکھے۔

گووند اس کپور کے باپ دادا میں سے کوئی ہو گا۔ میں نے سوچا اور خاموشی سے ان سب کو دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ لڑکی واپس آئی۔ اس کے عقب میں ایک گدا از بدن اور حسین چہرے والی اغوا تھیں تھیں سال کے درمیان کی عورت تھی۔ اندر پھر اس نے دونوں ہاتھ جوڑے اور جھک کر پر نام کیا۔

"کو۔ کو۔ اندر بھائی پھر۔ اب کہو۔" تجویز نے کہا۔

"اندر سہو۔ مہاراج گووند اس کپور کی سہما سے انہیں کیا ہوگی میں تو وہ اس سہما کی اپرا ہوں۔" آنے والی نے نقش لیتے میں کہا۔

"اوہو۔ اوہو۔ کیا یہ ٹھیک سمجھتی ہے سندھ پو:۔" مہاراج نے دوسری لڑکیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مذہبی ہے مہاراج۔ وسوئی کا ہر تر تو مشہور ہے۔ سمجھتی ہے کہ اب گونڈی ہونے والی ہے۔" شریہ لڑکیوں نے جیتے ہوئے کہا اور آنے والی خوشخوار نگاہوں سے انہیں گھورا۔

"اس ہاں۔ گونڈی تو ہوگی۔ ضرور ہوگی۔" مہاراج جلدی سے بولے۔

"مگر میرا دوش مہاراج۔" وسوئی نے پوچھا۔

"ارے تو نے کیا تھا کہ کتنا ہی غبار۔ بس قاروٹ ہی نہیں۔ اب دیکھ لے۔ ہم نے کتنا ہی سیدھا کیا ہے۔"

"سچ مہاراج؟" وسوئی خوشی سے بولی۔ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ جان بچانے کے لئے کچھ اس کر رہی ہے۔

"تو جھوٹ بول رہی ہیں؟" تجویزے مہاراج بولے۔

"ار۔ نہیں۔ نہیں۔ مجھے تو ہمت خوشی ہوئی۔"

وسوئی نے کہا۔

"کچھ بھی ہو۔ گونڈی ضرور ہوگی۔"

"مہاراج کو اوجھار ہے۔ مگر ایک بات ضرور کہوں گی۔"

"کیوں؟" مگر کہو۔" مہاراج جلدی سے بولے۔

"مہاراج کتن دانا ہیں۔ لیکن بات فن کی ہے۔ ار۔

مہاراج کی بات سے میں وحید ہے۔ اور اگر حالی اندھیوں نے ایسے ہی آپ سے کہہ دیا ہے تو دوسری بات ہے۔" وسوئی نے کہا۔

"سمجھ گئے ہم سمجھ گئے۔ یوں کیا چاہتی ہو؟"

"ہو جائے ایک مقابلہ مہاراج۔"

"وہ منظور۔ مگر اس کے بعد گونڈی کیا سمجھیں؟"

"ہار گئی تو مہاراج۔" وسوئی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہاں ہے مجھے۔ جا۔ اسی وقت اسی سے۔"

"نہیں مہاراج۔ رات داخل ہانے دو۔ دو سے اچھا ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" شیروں کے شکاری فرائے اور وسوئی مسکراتے ہی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ حیرت کا دور ختم ہوا تھا اب دلچسپی شروع ہو گئی تھی۔ مجھے افسوس ہونے لگا۔ طاقت کی موجودگی میں اہم اور حیرت انگیز نہیں آئے بڑی تفریح رہتی ان مہاراج کے ساتھ تو۔ واقعی یہ تو بڑی دلچسپ چیز تھی۔ بہر حال طویل وقت میں نے وہیں گزارا۔ اور مجھے اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ یہی مہاراج گووند اس کپور ہیں۔ لیکن جو کچھ نظر آرہا ہے میں اس کے بارے میں ابھی کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا۔

دوسرا مسئلہ گونڈی کا تھا۔ نہ جانے یہ گونڈی کیا ہاں ہے۔ شاید کسی قسم کی مزا آویں۔ بہر حال وسوئی نے یہ مذاقول کر لیا تھی۔ کیوں نہ وسوئی سے دوستی کی جائے۔ کچھ خود سر۔ لڑکی معلوم ہوتی تھی۔ شاید کام آجائے۔ اس سے مہاراج گووند اس کپور کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو سکتی تھیں۔

چنانچہ میں اس لڑکی کی تلاش میں نکھ پڑا۔ ہاں بھی محل کے اس محلے کی یہ تصویر تھی اس لئے ایک ایک کمرے میں جھانکتا ہوا آخر وسوئی کے کمرے میں پہنچ گیا۔

وسوئی بال بال موتی پروری تھی۔ ہندو لڑکیاں یوں بھی کافی خوبصورت ہوتی ہیں۔ وسوئی سنگھار کے بعد بہت حسین نظر آنے لگی تھی۔ میں ابھی کوئی فیصلہ بھی نہیں کر پایا تھا کہ عقب ایک اور لڑکی آتی نظر آئی۔ وہ دروازے سے اندر داخل ہو رہی تھی۔

"ارے۔ ارے۔ آؤ ہنس۔ رک کیوں گئیں؟" وسوئی نے کہا۔ میں بچپان میں۔ میں نے اس لڑکی کو بھی گووند اس کپور کے پاس دیکھا تھا۔ ہنسوخا خوش کھڑی تھی۔

"کیا بات ہے رہی۔ چپ کیوں ہے؟" وسوئی نے سنگھار رہا بند کرتے ہوئے کہا۔

پھر وہی ہنسوتی؟" ہنس نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "خوشی کی تو ہاں؟" وسوئی مسکراتے ہوئے بولی۔

"یہ ابھی دماغ خراب ہو گیا ہے؟"

"ہاں؟" وسوئی نے تعجب سے بڑی بڑی آنکھیں پھا دیں۔

"وسوئی۔ تجھے میں بتاتا ہوں وقف نہیں سمجھتی تھی۔"

"ہاں مگر ہو گیا۔ کچھ بتا تو سنی۔"

"یہ مرنا چاہتی ہے؟"

"نہیں نہیں۔ نہیں تو۔" وسوئی کے چہرے پر خوف کے سائے لڑنے لگے۔

"اب اس پاگل راجہ سے مقابلہ کرنے کیوں جا رہی ہے؟"

"ہاں۔ مگر اس سے ناچا کب جائے گا۔"

"میر بیتی ہوں۔"

"تو پھر؟" وسوئی حیرت سے بولی۔

"بڑی ہی بھول۔ بڑی ہی بے وقوف ہے تو۔ اگر وہ ہار تو گیا ہے زندہ چھوڑ دے گا۔ کیا وہ نہ کے گا کہ تو نے اس اہم کار کیا ہے۔ کیا تیرا دماغ ٹھیک ہے جو تو اس کی باتوں میں آگئی؟"

"ارے تو اب۔ اب کیا کرنا؟" وسوئی نے سخت پریشان لہجے میں کہا۔

"بڑی ہے لڑی۔ اب کیا کرنا کی پٹی۔ بس سنگھار کر۔ مہاراج کے ساتھ ناچ اور بار جا۔ اس کی بڑائی مان لے۔" ہنس نے کہا۔

"ار پھر گونڈی؟"

"مہ نہیں جائے گی۔ جیون جانے سے تو ٹھیک ہے۔"

"لیکن بے عزتی کی بات ہے ہنس۔"

"تو پھر مرنا۔ دیتے بھی کس کی عزت ہے۔ کتنی ہیں جن کی گونڈی نہیں ہو چکی۔ اور پھر ضروری تو نہیں ہے کہ کسی تصویر پر ہی گونڈی ہو۔ مہاراج کی مرضی۔"

"ہاں۔" وسوئی نے ایک طویل سانس لی "تو ٹھیک ہو نہتی ہے اب۔ تو ٹھیک ہی کہتی ہے۔"

"تیرا شکھی ہوں۔ اس لئے کہ رہی ہوں۔ ورنہ یہاں کس کا ہون شکھی ہے۔ کس کی عزت اور جان بچی ہوگی ہے۔ کیا ہے کب مہاراج کے من میں کیا آجائے۔"

"ہاں۔" وسوئی سمجھتی تھی۔

"چن اب۔ اٹھ جا۔"

"ہاں۔"

"ہاں۔"

"ہاں۔"

"ہاں۔"

"ہاں۔"

"ہاں۔"

"ہاں۔"

"بانی ہے مہاراج نے۔"

"ارے۔۔۔ ابھی سے؟" وسنتی چونک پڑی۔

"ہاں۔ ان سے میری نہیں دور رہا۔"

"ہائے رامہ میری بھی مصیبت ایسی تھی۔"

"ارے چلی۔ سر نہیں جاسے۔ میری نہیں ہو چکی۔"

"ارے میری تو مرنے والی تھی اور پھر کیسی۔"

"چلی چلی۔ جو چاہے بدداشت کرنا ہی پڑے گا۔" ہنس

نے کہا اور وسنتی تیار ہوئی۔ پھر وہ دونوں باہر نہیں۔ میں

بہمرا چھپے رہنے والا نکلا تھا۔ میں بھی ان کے ساتھ ساتھ

چلتا رہا تھا۔ راستے پھر وسنتی کو سمجھائی آئی تھی۔ اس نے کہا

تھا کہ مہاراج کے رقص کی خوب تعریف کرے۔ تاکہ ان کا

من و محل پاسدور نہ نقصان اٹھائے۔

"نیک ہے خوب۔ میں ایسا ہی کروں گی۔"

"نہایت گوارا وسنتی۔ وہی مش ہے کہ "اوم کے سن

اومنی تو ہے کام میں رہنا۔"

اور اونٹ لیا لے گئی سو باجوا بنو کیو۔"

"نیک ہے ہنس۔" وسنتی آزدی سے ہوئی۔ اور

تھوڑی دیر کے بعد وہ اس بڑے ہال کے دروازے پر پہنچ

گئیں۔ جہاں میں پہلے بھی شیروں کے شاہری 'مہاراج

گووند اس کپور کی کھانسی دیکھ چکا تھا۔

اندرونی کھانسی عیاشی راجہ کے اندرون خانہ کی بہترین

نمائندگی کر رہی تھی۔ چاروں طرف حسین لڑکیاں نہ ہونے

کے برابر لیا سوس میں بھری پڑی تھیں۔ ساز و رہے تھے اور

گووند اس کپور جو شاید عورتوں کے لبوں میں رہنے کے

شائق تھے 'ایک حسین لڑکی میں بیوی 'سکھاسن پر بیٹھے

تھے۔ ان کے چہرے پر بدن بھری ہوئی تھی 'انہوں میں کینیا

سرمہ لگا ہوا تھا۔ انہوں نے پان کی دھڑکی بھی ہوئی تھی '

وانقوں میں مسمی بھی ہوئی تھی۔ عجیب۔ پندکار بھری شکل نظر

آ رہی تھی۔

وسنتی کی شکل دیکھ کر ان کے دونوں یہ متکراہٹ پھیل

گئی۔

"اؤ۔ اؤ۔ مہاراج کھانسی۔ بھوان نے دھڑکی پر ایک سی

ٹاپنے والی آماری ہے اور وہ تم ہو۔ مگر آج تمہارا مان ٹوٹ

جائے گا۔" اس نے جھپٹے ہوئے کہا۔

وسنتی بھی متکراہت تھی۔ حالانکہ اس کے دل میں

خوف تھا لیکن جان بچانے کے لئے بھی طریقے سے ہم لینا

تھا۔ مہاراج گووند اس کپور نے اپنی ماریہ انوں کی طرف

دیکھا اور پھر بولے "کیا خیال ہے۔ شیروں یا جانے؟"

ہاں مہاراج۔ لیکن ہونی چاہئے۔" لڑکیاں ہنس

تیار رہو وسنتی۔" مہاراج نے متکراہتی ہوئی

دیکھا ہوں سے وسنتی کو دیکھا اور وسنتی نے گردن ہڈا دی۔

تب مہاراج نے پیروں میں گھٹکھڑا ہانہ ہے۔ اور بڑے مار

سے کھڑے ہوئے۔

سازندوں نے ساز سنیدل لئے۔ وسنتی بھی گھٹکھڑ

سائے چینی اور پھر کھانسی ہال شروع ہوئے۔ اور اس کے

ساتھ ہی دونوں کا رقص۔ بے غلے مہاراج گردن ہٹا رہے

تھے 'ان کی آنکھیں بھی تنگ رہی تھیں 'انہوں نے کیا کر رہے

تھے وہ۔ میری کیا۔ کسی کی سمجھ میں نہ آ رہا ہوگا۔ وہ سر

طرف وسنتی بھی ناچ رہی تھی۔

بالشبہ وہ فنکارہ تھی۔ لیکن بہت جلد جان کا خوف اس

کے ذہن پر طاری ہو گیا۔ اور وہ فن بھول گئی۔ جب کہ

مہاراج اب تنگ ٹوٹے کہ۔ کی طرح پڑی طرح اچھل

رہے تھے سازوں کی دھنیں تیار ہوئی تھیں۔ وسنتی کی

شاید مائتوں میں جان ہی نہیں رہ گئی تھی۔ وہ زمین پر ڈھیر

ہوئی۔ مہاراج اب بھی ہاتھ پاؤں پھینک رہے تھے اور

جب لڑکیوں نے خوشی کے طرب۔ گانے۔ تب انہیں پتہ چلا کہ

انہوں نے مہرکہ سر لڑایا ہے۔ بالآخر وہ رک گئے۔ ان کے

چہرے سے مسرت چھوٹ رہی تھی۔ گووند اس 'پھیل کود سے

بڑی طرح تنگ ہوئے تھے۔ لیکن دانت نکالے پڑے تھے۔

"ہرے۔ ہرے کیا ہوا مہاراج کھانسی؟" انہوں نے

خفزا کیا۔

"مجھے۔ مجھے نہیں معلوم تو مہاراج۔ آپ۔ آپ اتنی

بڑے کا کاربن تھے ہیں۔" غریب وسنتی نے نہ جانے کس

دل سے کہا۔ اور مہاراج ہنس پڑے۔

"تو معلوم کر لیا ہوتا۔ اب گوندی کس کی ہوتی ہے؟"

مہاراج ہنستے ہوئے بولے۔ دوسری لڑکیوں بھی تھکتے لگائے

تھی تھیں "ہاں۔ وسنتی۔ تمہارا نہیں۔" مہاراج پھر بولے۔

"ہاں مہاراج۔ میں بار تھی۔"

"گوندی۔" مہاراج دباؤ۔ اور وسنتی کے دونوں

کی مصروفی متکراہت بھی سکڑ گئی۔ ان کی آنکھوں میں

دہشت ابھرائی۔ لیکن پھر وہ سون ہوئی۔

مہاراج دوبارہ سکھاسن پر جا بیٹھے تھے اور دایاں ان

کے پیروں کے گھٹکھڑا کھولے تھیں۔ مہاراج کی آنکھوں میں

مسرت نظر آ رہی تھی۔ دوسری طرف وسنتی پھر کے بت کی

مانند ساکت کھڑی تھی۔

"ارے گوندی۔" مہاراج ران پر ہاتھ مار کر پیچھے

وسنتی اس 'منگھڑ خیز رسم سے واقف تھی۔ خود اس کے

ساتھ کئی لڑکیاں بے عزت ہو چکی تھیں۔ بہتے آہستہ وہ

جھکی اور ہاتھوں اور گھٹنے کے بل کھڑی ہوئی۔

مہاراج تھکتے مار رہے تھے۔ ان کے پیروں کے گھٹکھڑ

کھل رہے تھے۔ پھر وہ سکھاسن سے اترے اور وسنتی کی

پشت پر چاٹ رہے۔ غایت دہلی تھے۔ لیکن انہوں نے ہاتھ پیچھے

کر کے وسنتی پر زور سے ہاتھ مارا۔ اور گھوڑے کو ہانٹے

والے انداز میں زبان سے نین کر کے سکھ وسنتی کا چہرہ

مسرت کیا تھا۔ لیکن بہر حال وہ ہتھکڑا تمام مہاراج کے بوجہ کو

لے کر گھٹکھڑا اور ہاتھوں کے بل آگے بڑھتے گئی۔

لڑکیاں تھکتے لگا رہی تھیں۔

وسنتی آگے بڑھ رہی تھی 'اس نے پورے ہال کے دو

چکر لگائے مہاراج بے حد خوش تھے۔ دوسری لڑکیاں بھی

تھکتے لگا رہی تھیں اور اس عجیب و غریب خیل کو میں دیکھ رہا

تھا۔ اس میں سوائے جس کے ہاتھ نہ تھا لیکن ظاہر سے

لڑکیاں خوشی سے 'اس گدھے کے بوجہ کو اٹھاتا تو پتہ نہ کرتی

ہوں گی۔ اور پھر بہر حال کوئی بھی اس طرح پتہ نہ کرے گی۔

لیکن اس سے میرے ذہن میں پتہ اور خیالات بھی

آئے تھے۔ راجہ کی فطرت کسی حد تک میری سمجھ میں آ رہی

تھی۔

تیسرے۔ پتہ میں وسنتی تنگ نہ رہی اور بے ہوش

ہو گئی۔ راجہ گووند اس کپور اس پر سے اتر آئے تھے اور پھر وہ

خفزا انداز میں بولے "گوندی۔ ہمارے مقابلے پر تاپے گی۔

نرکتی نہیں گی۔"

پتہ لڑکیاں وسنتی کو اٹھا کر لے گئیں۔ مہاراج نے اس

کی پرواہ بھی نہیں کی تھی۔ اس کے بعد پھر وہی خواتین

بدنیزنی ابھرائی۔ لیکن اس تمام عرصہ میں 'میں نے ایک

خاص بات شدت سے محسوس کی۔ مہاراج کو ان عورتوں

سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ ان کے درمیان صرف خود کو

ٹھیک کر کے لی کوشش میں مصروف رہتے تھے۔

رات گزرتی رہی۔ وہاں کے منظر کو تعجب خیز ضرور

تھے لیکن دلچسپ بھی تھے۔ پنانچہ اتنا بہت نہ ظاہر ہوئی۔

اور پھر شاید مہاراج تنگ گئے "ہاں بند رہو۔ اب تم جاؤ۔

ہم سوئیں گے۔" انہوں نے کہا اور لڑکیاں ایک ایک کر کے

باہر نکل گئیں۔ مہاراج نے باس بدلا اور پھر وہ سونے کے

لئے ایک خوبصورت بہت سی طرف بڑھ گئے۔

اس دوران میں اپنے ذہن میں کچھ فیصلے کر چکا تھا۔

جب مہاراج بہتر پر لیٹ گئے تو میں خاموشی سے خواب

گاہ کے دروازے کی طرف بڑھا اور میں نے دروازہ بند

کر دیا۔ مہاراج کو آہستہ نہیں سنا کی وی تھی۔ بہر حال میں ان

کے ہنسنے کے نزدیک پہنچ کر گڑا ہو گیا۔

اور پھر میں نے بی ڈراؤنی آواز بٹکرات پکارا

"گوندی اس" اور مہاراج کی حالت میری توقع کے مطابق ہی

ہوئی۔ وہ بری طرح بستر پہ اچھل پڑے تھے۔

"نک۔ کون ہے۔ ان ہے۔" وہ گھٹکھڑا ہوا آواز

میں بولے۔ ان کی گردن پان طرف موم رہی تھی۔

"تو مجھے نہیں دیکھو گے گا گوندی اس۔ مگر میرے ہاتھ

آسانی سے تیری گردن باب سکتے ہیں۔" میں نے بدستور

خوفناک آواز میں کہا۔

"ارے۔ ارے مری گویا۔ ہائے دیا۔ وحشی۔ وحشی

رامہ۔" مہاراج بھی چلی پڑی آواز میں گھٹکھڑ

"میں سے کوئی تیرے کو نہیں آئے گا گوندی اس۔ ہم

نے سب کے کان بند کر دیے ہیں اور من اگر تو نے جینے کی

کوشش کی تو ہم تیری گردن ہڈا دیں گے۔" میں نے ہاتھ آگے

بڑھائے اور گوندی اس کپور کی گردن پکڑ لی۔

گوندی اس پور کا منہ بند ہو گیا۔ اس کی آنکھیں دہشت

زدہ انداز میں چلی پڑی تھیں۔

"نہت۔ ہم تجھے نقصان پہنچائے نہیں آئے ہیں۔ ہم تو

تیری مدد کرنا چاہتے ہیں۔"

"نیک۔ کون ہو مہاراج۔ بھوان کے لئے۔ بھوان کے

لئے میری گردن چھوڑو۔ ہائے میں مرناؤں گی۔ ہائے میں

مرناؤں گا۔"

اور میں نے اس کی گردن چھوڑ دی۔ گوندی اس کپور

جلدی سے بستر پر پتہ مکیا۔ ان کی روح قبض ہوئی بارہی تھی۔

وہ پھٹی پھٹی لگا ہوں سے نہ۔ میں کھور رہا تھا۔

"تو نے سن لیا گوندی اس۔ ہم تیری سناٹا کرنے آئے

ہیں۔" میں نے نرم آواز میں کہا۔

"نیک۔ تم۔ تم کون ہو مہاراج؟"

"پاتال کے اندھیرے سے آئے ہیں۔ کوئی آنسو نہیں

دیکھ نہیں سکتی۔"

"ہے بھوان۔ ہے بھوان۔ میرے پاس کیوں آئے

ہو؟"

"کہہ دیجئے ہیں کہ تیرے ساتھ نہ کرنا۔"

"نہ۔ نیک۔ ہم۔ میرے نیک۔ ہوں۔ مجھے کوئی تکلیف

نہیں ہے۔ میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔"

"بہا ہوا ہے پٹ۔ یہی سید صاحب۔ تو کہتا ہے کہ تو

"پانچویں مہینہ"

لے۔ ابھی ہرجمن ابل باقی ہے۔"

نہی ہوا ہے میں نے دل میں سہا۔ نہیں بہر حال مجھے اس سے کام لینا تھا اور اس وقت ایک عمر واجہان تہہ آئی تھی۔ خود کو

مہ ران۔ ”گووند اس کچھراٹھ نر میرے پاس پہنچا۔“

نہیں ہوتا۔"

"بھوان کھنڈ۔ میرے کھنڈ اقدار سمجھو۔ میں
رواد کر مرینوں کی۔" کھنڈ اس کپور نے کسی یہاں کی ماری
کے انداز میں کہا۔

”باسک میں تمہیں جاننے دوں گی مہراجہ مجھے تم سے پریم ہو گیا ہے۔“ گو وہ اس کپڑے لپک کر میرا بازو پکڑ لیا اور پھر وہ میرے بازو سے لپٹ کر بیک بک کر رونے لگا۔

میں بس کھڑا اس کے خاموشی ہونے کا انتظار کرتا تھا۔
 کافی دیر کے بعد اس کی سسکیاں رہ گئیں اور وہ ناک سے شہوں
 شوں کرتا تھا۔ بڑی مضحکہ خیز شکل جو مٹی بھی اس کی۔

”تمہیں گزرتا ہوگا کوئی نہ اس کی دوسرے ابھی عوام کو تمہاری
س کی کیفیت کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہے۔ تمہیں ایک
آدھ بار مقررہ ماہ پر ضرور تہا پڑے گا۔“

"تم کہتے ہو تو بتاؤں گی۔" مودود اس پہر نے شرابے
وے کہا اور ہر حال میں نے اس کزوی گولی کو بھی نکلنے کا
حملہ کر لیا۔ چنانچہ میں نے اس کا بازو پھرتے ہوئے کہا۔

"تو چمب۔" میں نے صبر کرتے ہوئے کہا: "دو چمب میں کہہ
 دو، یوں اس کے خلاف نہ ہو۔ ورنہ میں تم سے ناراض
 رہاؤں گا اور درگاہ پر چھوڑ دوں گا۔"

"مائے میں مرچاؤں۔ ایسا نہ کرنا تھا۔ میں بے موت
مرچاؤں۔" اب تو تمہارے بھائی ایک بل بیاہن گزرو۔
ایسا نہ کرنا مہاراج۔" اس نے مجھ سے اپنے کی کوشش کی
رو میں نہ لگتی تھی۔

”تم جس طرح سے مگزار رہے ہو۔ اسی طرح مگزارتے ہو۔ میں تم سے وقت فوقتاً تمنا کر رہا ہوں گا۔ جو کچھ تم سے کہوں وہی کرتے رہنا تاکہ میں تمہارے دشمنوں کو مصیبت کر دوں۔“

میں نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر اسے دھکیل دیا اور پھر جلدی سے دوٹو ہو گیا اور اس کی نظروں سے غائب ہو گیا۔

کوئٹہ اس کیور آفیس پہاڑ پہاڑ کر چاروں طرف دیکھتے
لگا۔ پھر اس کی آنکھوں میں آنسو اُڑ آئے۔ "چلے گئے۔ ہائے
چلے گئے۔ موتے چھوڑ گئے سانوریا۔" وہ دردِ بحر۔ لبے میں
دونا اور میرادل چاٹا کہ جوتا اتار کر اس کے سر پر استاروں
کے شکل بدل جائے۔ سانوریا کا پشما۔ لاجوں دنا دنا۔

میں باہر نکل آیا۔ بے توجہ شاہی بھی تشریف لے گئی اور
 خیران بھی تھا یہ بے درگاہ و کامران۔ یہ بے شیریں کا شیر
 کووند اس کپور۔ مومن کی زمانے میں چاندی۔ سزا شہیوں کے
 چکر میں پھنس کر۔ بیلن خود کووند اس کپور نے بھی تو آیت
 سلمان لڑائی کی چر دغا کے بارے میں بتایا تھا۔

بہر حال۔ چاند بھی ہو۔ بجتے بہت سے کام کرنے تھے۔
 بالوت کے بارے میں اب میرا دل سخت ہوتا جا رہا تھا۔ اس
 نے تیسری بار یہ حرکت کی تھی۔ عائد نگہ اسے تم تھا کہ اس
 کے بغیر میں میہبت میں چھس جاتا ہوں۔ لیکن بہر حال۔ اس
 میں چھٹ کے موڈ میں نہیں تھا۔ اس کی فکر چھوڑ کر
 مہموں لگا۔ کیا کر سکتا ہوں۔

ہاں بل میں ہوگ افسی تھی تو صرف اتنی سی کہ وہ تانا
کے چپے لیا تھا۔ اور تنکا ہر حال ایک غیبت روح سے
میں طاقت اس بوجھ سے سائب سے دھوٹا نہ کھا جائے۔ گو
س کے امکانات کم ہی تھے۔ نہ انہی بہت تو میں کیا باز سکتا
۔ و قضا میرے ذہن میں راسم کا خیال آیا اور میں بدولت
۔ کیوں نہ راسم سے ملاقات کی جائے۔ اگر وہ مل جائے تو
لوٹ کے بارے میں پتہ معلوم ہو سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے
بجائے رک کر اسے "رازمی" "راسم" "رازمین" پھر خود ہی
برمنڈہ بنانا پڑا۔ اب راسم میرا غلام تو تھا نہیں جو میری آواز
مجھ حاضر ہو جاتا۔ میں دایہ میں بیٹھتا۔

دست میں نے یونہی ایک معمولی سی تانہ مکاری۔
 مکتی کے مرے میں جانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ کیا
 وہ اس کے سر پر مسلط ہوئے تھے۔ ویسے کوئی خاص بات
 نہیں تھی۔ اگر مجھے دہشت کے شہر میں دیکھنا پڑا جاتا تو

بہر حال رات نو دیر تک میں آسمان کو غور کرتے ہوئے
آنکھ دکا پر دو گرام بنائے گا۔ گووند اس کپور ایک لحاظ سے
میرے لئے عمدہ چیز تھا۔ اگر میں اس سے اپنا مرضی کے
مکمل نتیجہ کام لے سکا تو خلف آجائے گا۔ کافی رات مجھے میں سو
سکا تھا۔ دوسرے دن ایشہ کریموٹی کے پاس چس پڑا۔ ناشتے
کی ضرورت تو بہر حال تھی۔

دیو متنی مجھے دیکھ کر خوش ہو گئی۔ "رات کہاں رہ گئے تھے، بھیا بھیا ص۔ رات۔" اس نے محبت سے کہا۔
 "بس دیو، تم ایسی کسی دوا مر گردی کو بھل گیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

”کہناں۔ کہاں؟“
”خاص طور سے ماہِ محو پر۔“
”اور مسئلہ انہوں سے ہے؟“

"ہاں۔ یو کسی سمجھ لو۔"

"سنا ہے بڑی خراب حالت ہے بے چاروں کی؟"

یو مکتی نے ہم روئی سے پوچھا۔

”ہاں دیو کیسی۔ چاروںوں کی کسی ذمہ داری تو رہے ہیں۔ ہم
 سب دیو تھی کیا نہ سب کا فرق اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ
 انسانوں کی ذمہ داری کو نبھیں بنا دو۔“

بھونوان تو مانتے ہیں۔ صرف بھونوان کی شیطانی مختلف قسم کی
 وجہ سے اتنی بڑی دشمنی تو انہیں نہیں ہوتی۔ "دیو مستی نے
 کہا۔

”ٹھیک کرتی بد دیوہی تھی۔ دو بے پارے بہت سخت زندگی گزار رہے تھے۔“

”دو تہائی۔ اگر مہاراج ٹھیک ہوتے اور تم اس میزبانی کی انہی رانی ہوتیں، با اختیار ہوتیں تو تم ان مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کر لیتیں؟“

انہیں یہ ایہ کا وجہ دیتی۔ انہیں ان کے مذہب کی پوری پوری آزادی دیتی۔ یہ جتنی بڑے مضبوط لہجے میں کہتا۔
"لوگوں کے کھٹے کھٹے سے تم مذہب کا شکار نہ

”وہ مجھ سے؟“
 ”جہیز نہ دے گی۔“
 ”اتنا؟ اگر اب اسے ہو جائے؟“

میں ان کے ساتھ ہوئے دل ساری کا انصافوں کی
 حکایت کردہ ہیں۔ "یہاں سے کہ اور پھر چھکے انداز میں
 مسکرا دی "قرآن کا ترجمہ" ہے۔

”ایسے ہی کہہ دو۔“ جیسے ان کی حالت دیکھ کر مت رنج
ہوا تو۔۔۔ ویسے بڑھتی۔۔۔ میں اب یہاں سے جا رہا ہوں۔“
”کہاں؟“

"جوالہ پڑے"
 "جوالہ پڑے کیسے؟"
 "کچھ اُمّ لڑتی ہے۔"

”یہ ایجنہ جاسکر گا۔“
”کیا کام کرو گے۔“ مجھ نے امان کے لئے کہہ دیا۔

”ابھی نہیں سسکے لئے پتہ نہیں کر رہا دیو منی۔“ میں نے غصہ سے اس کی بھڑکائی۔

”مصر، اے بڑے بچے، مت ڈرنا۔ مصر، مصر، غریبہ۔“

و کھی کرتے تے آیا فاما؟
”تمہ نے فھر رہو رہو متی؟“

”کب پر رہے یہ۔“ دیو متوئی آنکھوں میں عجیب سے
 تباہات تھے۔
 ”شاید نہ ہی پہنچوں۔“

”ہوں۔“ دو موتے ایک لٹائی مائیں بھری۔
”ست پاش کوئی تماشہ کون گاہ“ میں نے کہا اور
دیو تھی انہیں ڈباہیں۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے

میں طرف: بھلا۔ اور جرم نہ پھیرے ہوئے۔
 "اس سے مل کر کیا کرو گے بھلا؟"
 "جو چاہوں کروں گا اور میرا کام ہو گا۔ تم بس تمناؤں کی کمی ہے۔"

رہا۔ "میں نے کہا اور بڑی سی جھپٹی نکال دی تو میری طرف دیکھنے لگا! پھر نہک کر بولا: "تم نے صبح کا بوجھ تو نہیں کیا جو؟"

”میں سزاوائی رہا۔“ وہ اٹھ کھڑا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں بٹہ کر رہے تھے۔ رہتی اب مجھ سے کافی بے

دونوں خاموش رہے تھے پھر ہلکا سا ہنسی ہوا۔

تھوڑی دیر تک میں دیو مٹی کے پاس رہا۔ اور پھر میں نے اس سے اجازت مانگی۔ "اب میں چلتا ہوں دیو مٹی۔ ممکن ہے کوئی دنوں تک تم سے ملاقات نہ ہو سکے۔ بہر حال میرا انتظار کرنا۔ میں تم کو ضرور۔"

"جس دن تمہیں سبھی دیکھ سکے۔ بھگوان تمہیں برسات بچائے۔" دیو مٹی کی آنکھوں سے آنسو برسنے لگے۔ میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا۔ اور پھر اس کے کمرے سے باہر نکلی۔ اب میرے ذہن کی نئی گریں میں رہی تھیں۔ کارکردگی کا یہ جذبہ بھی ایک قسم کی جھنجھلاہٹ کا نتیجہ تھا۔ بہر حال یہاں میری شخصیت بہت مضبوط تھی۔ اس سے قبل تو میں ایک مغرور غلام تھا اور پولیس سے چھپا چھپا پھر رہا تھا۔ وہاں بھی میں نے زندگی بچانے کے لئے سخت جدوجہد کی تھی وہ تو طاقت کے ساتھ رو کر عادات بگڑ گئی تھیں۔ ورنہ عارف بذات خود بھی تو پتھر تھا۔

سوا ب مجھے پھر اسی عارف کو توار دینا تھا۔

محل سے باہر دو شالہ اوندھ کر رہی نکلا۔ طاقت کی یہ سوغات میرے لئے بے حد قیمتی تھی۔ اسی دو شالے کے سارے سے بھی میں بہت بڑے اندامات کر سکتا تھا۔

بہر حال میں چلتا رہا۔ جو اٹا پور جانے کے لئے سواری کے بارے میں چلوانے کرتا تھا۔ اس کے بارے میں مجھے اتنی باتوں کی بھی ضرورت تھی۔ اب طاقت تو تھا نہیں کہ ہر کام خود بخود ہوتا رہے۔ خود ہی سب کچھ کرنا تھا۔ پتا نہ چلے سب سے پہلے میں نے کرنسی کی ضرورت پوری کرنے کے بارے میں سوچا۔ اور اسی کے لئے کسی مقامی شخص ہی کو تلاش کرنا تھا۔ بازار سے گزرتے ہوئے میں نے ایک دوہری کی دوکان تارڑی۔ موٹی تو نہ والے لالہ جی گدی پر بیٹھے ہوئے نوٹ مگن رہے تھے۔ ان کا نچا ہونٹ بٹکا ہوا تھا۔ بہر حال یہ پیشکش میرے لئے ہی تھی۔ میں ان کی طرف بڑھ گیا۔ لالہ جی مجھے کیا دیکھ سکتے تھے۔ چنانچہ میں نے انھیں ان سے ان کے سامنے رکھی۔ دوئی نوٹوں کی دو گولیاں اٹھائیں۔ اور لالہ جی اچھل پڑے۔

"بے چارے بے چارے۔ ارے۔ بھیتو۔ بے چارے۔" وہ گدیوں کی طرف لپکے۔ بہر حال انہیں گولیاں تو نظر آ رہی تھیں۔ میں جلدی سے پیچھے ہٹ گیا اور لالہ جی سامنے رکھے ہوئے ڈیسک پر ڈھیر ہو گئے۔

"برس۔ برس۔" مٹھنوں۔ مٹھنوں۔ "وہ انہی کی کوشش کرتے ہوئے چلائے لیکن دھوئی پاؤں میں الجھ گئی اور وہ پھر

دیر ہوئے۔

"بے حال جی۔" ایک ابلے پتے ملازم نے قریب ہنر کہا۔

"اب پکڑو۔ جلدی پکڑو۔ از گھیں۔ بے رام۔ از گھیں۔" لالہ جی پھر چلائے اور ملازم نے جلدی سے لالہ جی کو پکڑ لیا۔ "اب پکڑو۔ کر پکڑو۔" لالہ جی نے ہاتھ مارے۔ "ملازم حیران و پشیمان الہ جی کو پکڑنے کی کوشش کرتا رہا۔ گدیوں کی طرف اس کی نگاہ بھی نہیں گئی تھی۔ بہر حال رشتہ ہونے سے پہلے میں دوکان سے باہر نکلی تھی۔ گدیوں میں نے اپنے لباس میں پوشیدہ کر لی تھیں۔

پھر میں دوکان سے دور ہو گیا۔ لالہ جی کے دادی کی آواز میں دور تک آ رہی تھیں۔ اور میری توقع کے مطابق وہاں مجھے مل گیا تھا۔ مجھے اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ کافی دور جانے میں نے سر سے دو شالہ اتار دیے۔ جلدی بدستور سادھوؤں کا تھا۔ اس لئے پرواہ کی کوئی بات ہی نہیں تھی۔ میں اطمینان سے آگے بڑھتا رہا۔ ایک سنان ہی جگہ جا کر میں نے نوٹوں کی ایک گڈی کھولی اور پتھر نوٹ نکال کر پھر گولیاں چھپا لیں۔ اس کے بعد میں نے بازار سے ایک کمبل، ایک گڈی اور ایک موٹا بید خریدے۔ اور میں اپنے کام سے فارغ تھا۔ میں نے ایک نو جوان بندو کو روک کر پوچھا۔

"دو لالہ پور کے لئے کیا سواری ملتی ہے بچہ۔"

"لاری مہاراج۔"

"کہاں سے ملتی ہے؟"

"یکے میں ٹینڈ کر اؤٹے پر چلے جائیے۔ وہاں مل جائے گی۔" نو جوان نے جواب دیا۔ غرض میں جو اٹا پور جانے والی لاری میں ٹینڈ گیا اور لاری چل پڑی۔

بہت سے دوسرے مسافر بھی تھے ان میں سے کسی کے مسلمان ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ یہاں نے بندوؤں نے مسلمانوں کو انسانی حقوق دینے سے ہی انکار کر دیا تھا۔ میری بہت عزت کی جارہی تھی لیکن میں خیانت میں ڈوبا ہوا تھا۔ رو رو کر ذہن میں طاقت کا خیال آ جاتا تھا۔

اس کے بارے میں بس ایک ہی تشویش تھی۔ نہ جانے تنگ کے ساتھ اس کی جنگ کا کیا نتیجہ نکلا۔ باقی رہا اس کے میرے پاس آنے کا سوال تو یہ تو اس کی مرضی تھی۔ میں جانتا تھا اسے مجھے تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی اس لیے میں بھی وہاں مجھے ڈھونڈ لے گا۔

بہر حال۔ اب تو اس کے بارے میں کچھ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ میں جو اٹا پور کے پودو گرام کے بارے

میں رہتا ہوں۔ میں سکندھ کا لاکھ عمل بنانے کا اور وقت گزر رہا۔

جو اٹا پور کا غریب نہیں تھا۔ یہ ریاست بھی چھوٹی ہی تھی۔ چنانچہ ایک مٹھنے کے بعد لاری جو اٹا پور پہنچ گئی۔ درگا پور کی۔ نسبت یہ جگہ بہت چھوٹی تھی۔ معمولی سے کافات تھے۔ چھوٹے چھوٹے دو تین بازار تھے۔ دوسرے نوکوں کے ساتھ میں بھی اسے پراثر کیا۔ تب میرے ساتھ لاری میں سفر کرنے والا ایک بندو میری طرف بڑھا۔

"سے رام جی کی مہاراج۔" اس نے کہا اور میں نے اس کی جانب دیکھا۔ "میں بھی آپ کے ساتھ ہی دو لالہ پور سے لاری میں سوار ہوا تھا۔"

"ہوں۔ کیا بات ہے بچہ؟" میں نے پوچھا۔

"یہاں آپ کا امتحان کیا گیا ہے؟"

"نہ تو کا امتحان کیا گیا ہے۔ کیا یہاں کوئی دھرم شالہ نہیں ہے؟"

"سے مہاراج۔ پرنٹ دھرم شالہ میں ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے۔" اس کا ہنر بدستور۔

"نہ لالہ۔ ہم کسی کو کشت دینا پسند نہیں کرتے بچہ؟" "آپ کی سیوا کرنے میں کشت نہیں ہوگا مہاراج۔ میں بھی بدھمن ہوں۔ رام نرائن نام ہے میرا۔ اگر آپ میرے پاس چھوڑیں تو میرے بڑے بھائی۔"

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا۔ یہاں مجھے کام کرنا تھا۔ بہر حال یہ جگہ میرے لئے اچھی تھی۔ پتا نہ چلے اگر تھوڑی دیر یہاں رک کر رام نرائن سے معلومات ہی حاصل کی جائیں تو کیا حرج ہے۔

"جیسی تیری مرضی بانگ۔" میں نے اس کو بڑھایا۔ "تو کہ اور وہ خوش ہو گیا۔ اس کا کان کو بہتی کے دوسرے مکانوں کی طرح سیدھا سا مہاراج تھا لیکن کافی وسیع تھا۔ ڈیوڑھی میں میرے ساتھ تھوڑا برہمن نے میرے ساتھ کھایا۔" "بڑی کہیا ہے مہاراج کی۔ آپ کے کچھ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ یہاں ہیں۔" "رام نرائن نے کہا۔"

"کیا کام کرتے ہو رام نرائن؟" میں نے پوچھا۔ "پکڑنے کا کاروبار تھا مہاراج۔ اب تو سب کچھ جاہلوں کے ہاتھوں میں آ گیا۔" "رام نرائن نے ایک گڈی سانس لے کر کہا۔"

"کیوں۔ کیا ہو؟" "ہیں مہاراج۔ بھگوان کی لیا ہے۔ میرے تین بچے ہیں۔ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا۔ بیٹا باپ کی ٹمر کی بیٹی ہوتا ہے۔ جب یہ بیٹی ٹوٹ جائے تو انسان سیدھا کیسے رہ سکتا

ہے۔"

"تو کیا۔" میں نے زبردستی سے پوچھا۔

"نہیں مہاراج۔ نہیں۔ بھگوان اس کے جیون کی رکھا کرتے ہیں من کو روک لگا بیٹا ہے پاپ۔ بڑھا لکھا ہے۔ دماغ والا ہے۔ مگر من کے روک لگانے سے اسے کیوں کا نہ رکھا۔"

"مہاراج۔ اس کا جیون کالا ہو گیا ہے۔ دوشی اس کا بھی نہیں ہے۔ کسی کے من کا میت چھن جائے کسی کے بچپن کا پریم ٹٹ جائے تو اس کی حالت خراب ہوتی ہی چاہئے۔"

اور میرے کان کھڑے ہو گئے۔

"یہ نام ہے تیرے بانگ کا؟"

"ست پرکاش مہاراج۔"

"اوہ۔" میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ حیرت بھی تھی اور خوشی بھی۔ دوشی تھی۔ تو یہ ست پرکاش کا مکان تھا۔ کتنی سالی سے میں یہاں تک پہنچ گیا تھا۔ میں گردن جھکا کر سوچ میں ڈوب گیا۔ رام نرائن بھی خاموش تھا۔ پھر کئی منٹ کے بعد اس نے کہا۔

"کس سوچ میں بڑھے مہاراج؟"

"ست پرکاش کے بھائی پر غور کر رہے ہیں رام نرائن۔ زبردستی نے من بھی لگایا تو ایسی جگہ۔ جہاں پہلے ہی سانپ ڈینگے ہوتے تھے۔" میں نے کہا۔

"تم کیا جانو۔ تم تو۔ تم تو باہر سے آئے ہو۔" رام نرائن چونک کر رہا۔

"سنسار کی بہت سی باتیں ہمیں معلوم ہوتی ہیں رام نرائن۔ اس بھترے میں مت پڑو۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"نہیں مہاراج۔ بھگوان کے لئے مجھے بتائیں۔" رام نرائن پیچھے ہٹ گیا۔

"نہایتا میں رام نرائن۔"

"کیا کہ۔ کیا کہ۔" "رام نرائن بچکا پایا۔"

"سیدھی بات کہو رام نرائن۔ ہمارے گیان کا امتحان چاہتے ہو۔ تو سنو۔ تم دیو مٹی کی بات کر رہے ہو نا۔ جس سے تمہارا بیٹا پریم کرتا تھا اور ستے گوند اس کو ریوا لے لیا۔"

میرے الفاظ نے رام نرائن پر سخت طاری کر دیا تھا۔ وہ بچتی بچتی آنکھوں سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اٹھ کر میرے دونوں پاؤں پکڑ لئے۔

"بھائی دند۔ انسان کے روپ میں اوتار بھی مل جاتے

جس صداران۔ مجھ اجماعی کے بھانجے میں ایسے اوتار کھائے
تھے۔ نہایت بھگوان کے کھڑے ہاتھ ہی نہیں ہوتی۔ میرا من
کمرہ رہا ہے میرے بھانجے جاننے والے ہیں۔ میرے بھانجے
بچا دو صداران۔ میرے بھانجے بچا دو۔ میرا ایک ہی بیٹا ہے
اس نے اولیٰ پڑائی ہے صداران۔ وہ دنیا کو بھال نہیں سکتا۔ میں
آدھا کر گیا ہوں صداران۔ میرے بھانجے بچا دو۔ "رام نرائن
میرے پاؤں جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر روئے۔

تب میں نے اس کے دونوں شانے پکڑ کر اسے اٹھایا۔
"اٹھو رام نرائن۔ یہ کھینچ بھگوان نے اپنے ہاتھ میں رکھی
ہے۔ میں کوشش کروں گا تمہارے بھگوان نے چاہا تو سب
تھیک ہو جائے گا۔ اٹھو۔ اٹھ جاؤ۔"

اور رام نرائن روٹا ہوا اٹھ گیا۔
"میں دھندلا کر رہا ہوں رام نرائن۔ ست پر کاش ٹھیک
ہو جائے گا وہ ہے کہاں؟"

"شاید گھری میں ہو۔ بس من ہوتی ہے۔ کبھی ہشتوں گھر
میں نہیں ہشتا۔ کبھی مینوں گھر سے نہیں اٹھتا۔ من چاہا
کھانا اور نہ بھوکا رہتا۔ نہ کسی سے بات کرتا ہے نہ ہشت
ہے۔" رام نرائن نے بتایا۔

"میں اس سے ملوں گا رام نرائن جی۔"

"کچھ ہے صداران۔" رام نرائن ہاتھ ملے دوا ہوا۔
"ایک بات اور بتاؤ رام نرائن۔"

"جی صداران۔"

"دو تکی کا پیرہنی پر شاہ کماں رہتا ہے؟"

"راجہ تھے۔"

"نکتی دور ہے؟"

"نہیں۔" رام نرائن نے کہا آپ اس سے ملیں
میں۔

"ہاں۔ اس سے بھی ملیں گے۔ لیکن اس سے پہلے
میں ست پر کاش سے ملاقات کرتی ہے۔ معلوم کرو وہ کہاں
ہے؟"

"ابھی معلوم کرتا ہوں صداران۔" رام نرائن خوشی
خوشی گھر کے اندر چلا گیا۔ میں اس دلچسپ انسان پر غور کر رہا
تھا۔ چلو اچھا ہوا میں داخل ہوتے ہی اس سے ملاقات
ہو گئی۔ وہ نہ اسے تماشائی نہ پتا۔

تقریباً پندرہ منٹ کے بعد رام نرائن منہ دکھائے واپس
آیا۔ "ست پر کاش تو ہے نہیں صداران۔" اس نے اواسی
سے کہا۔

"نہیں بھی نہیں چلیں گا کہ وہ کہاں ہے؟"

"ست پر کاش کیا ہوا ہے نہایت میں اسے تماشائی کر رہی ہوں۔
مجھے معلوم ہے وہ کہاں کہاں جاتا ہے۔"

"تھیک ہے۔ تم اسے تماشائی کرو۔" میں نے کہا۔

"تپ تپ تپ تپ تپ صداران۔"

"نہیں۔" جب تک میں بدری پر شاہ سے مل لیتا ہوں۔
تم اسے تماشائی کر کے گھر لے آؤ۔"

"جو آگیا۔" رام نرائن نے کہا اور میں اس کے ساتھ
ہی باہر نکل آیا۔

"تم مجھے درست بدری پر شاہ کا مکان بتاتے جانا۔"

"بہت اچھا صداران۔" رام نرائن نے سعادت مندی
سے کہا اور اس نے ایسا ہی کیا۔ دور سے بدری پر شاہ کو مکان
دکھا کر وہ چلا گیا۔ میں مکان کی طرف بڑھ گیا۔ پیش کی کیوں
میں جڑے چوٹی پر اٹھ کر میں نے دستک دی اور تھوڑی دیر
کے بعد دروازہ کھل گیا۔ بھاری بدن کی ایک خوبصورت اور
عمر رسیدہ عورت نے دروازہ کھولا تھا۔ اس کا چہرہ یومیہ
چہرے سے متاثر تھا۔

میں نے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔ اور عورت نے بھی مجھے
دیکھ کر یہ نام کیا "اے بدری پر شاہ وہ دور میں دیوی؟"

"ہاں صداران۔ اندر آجائیے۔" عورت دروازے سے
بہت مکی۔ چونکہ میں سادھو کے روپ میں تھا اس لئے سب
میں میری عزت کر رہے تھے۔ میں اندر چلا گیا۔ عورت نے
مجھے ایک بے تک میں بٹھوایا۔

"آپ شاید بدری پر شاہ کی ستری میں دیوی؟"

"ہاں صداران۔ میں الہ جی کو بتاتی ہوں۔" وہ اندر چلی
گئی اور چند منٹ کے بعد ایک پرکار بوڑھے کے ساتھ
واپس آئی۔ بوڑھے نے بھی مجھے یہ نام کیا اور میں کھڑا ہو گیا۔

"پہلے صداران۔" وہ حارے صداران۔ پہلے صداران۔ بھگوان ہوں کہ
آپ آئے۔ بتائیے کیا سیوا کروں۔ ارے پشپا مٹی۔ پتھر
جس پانی۔"

"رہنے دیں۔" وہ جی۔ درکار سے تیار ہوں۔"

"اوہ اچھا۔" میں نے دیوی کے چہرے پر محبت پھیل گئی۔

کیا انوکھا پار تھا۔ یا سنا کی کیسی حسین شکل تھی۔ اس
جگہ کے ہم سے بھی محبت تھی جس میں میں یاد کرتی تھی۔
"اور آپ کی دیوی تھی کس پاس ہے۔"

"اچھا۔"

"دونوں آوازوں میں اضطراب تھا۔

"ہاں۔ میں نے اسے بہن اور اس نے مجھے بھائی بتایا
ہے۔"

"بیٹی یہاں صداران۔ وہ کیسی ہے؟" عورت نے پوچھا۔

"بالکل ٹھیک۔ آپ کو سننا کہنا ہے۔"

"بھگوان کبھی رہے اس کو۔ بھگوان سدا سامن رکھے
اس کو۔" بدری پر شاہ نے کہا۔ لیکن اس کی آواز میں بھی سی
لرزش پیدا ہوئی تھی۔

میں بھر۔ ان دونوں کی شکلیں دیکھ رہا تھا۔ پشپا دیوی
کی آنکھوں میں اضطراب نظر آ رہا تھا۔ عورت تھیں۔ ضبط
نہ کر سکیں۔ پوچھ بیٹھیں "وہ وہاں خوش تو ہے۔ اسے کوئی
تکلیف تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔ کوئی تکلیف نہیں ہے۔"

"بھگوان کی رہا ہے۔"

"اس کے خوش نہ ہونے کی یہ وجہ ہو سکتی ہے؟" میں
نے ایک بڑھتا ہوا سوال کیا۔

"کوئی نہیں۔ بس ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔" بدری پر شاہ
بعدی سے بولے۔

"کیا آپ خوش نہیں ہیں کہ وہ دور میں پوری رہتی ہے؟"

میرے اس سوال پر دونوں کی گردنیں جھٹک گئیں۔ پھر
بدری پر شاہ نے کہا "بھاری خوشی اسی میں ہے کہ وہ خوش
ہے۔ جو کچھ اس کے بھگوان میں لکھا تھا وہی ہوا۔"

"تپ نے بڑی اچھی جگہ بنایا ہے۔" میں نے کہا۔

"بہن نے نہیں صداران۔ اس کے بھگوان نے۔" وہ نہ ہم
ایسی اونچی اڑان نہیں رکھتے۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔ بہر حال یہ بھی دیکھی
لوگ تھے۔ ان پر غور کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اس لئے
میں نے اس موضوع پر کوئی مزید بات چیت نہیں کی۔ مقصد
صرف ان لوگوں سے ملنا تھا۔ انہوں نے دروازہ اور مٹائی سے
دیر تا امداد کی اور پھر میں ان سے رخصت ہو کر چلا آیا۔ رام
نرائن کے گھر جانے کے بجائے میں جو اناپور کی سڑکوں اور
گلیوں کی سیر کرتا رہا۔ اور پھر شام کو رام نرائن کے گھر پہنچ
گیا۔ رام نرائن گھر میں موجود تھا۔ میری اطلاع پاتے ہی
ذیڑھی میں تیار ہوا۔

"میں۔ میں اسے لے آیا ہوں صداران۔"

"کہاں ہے؟"

"انہر لینا ہے خاموش۔" رام نرائن نے جواب دیا۔

"ست پر کاش پانی پانی اور تھوڑی دیر۔"

"جو کیا صداران۔" رام نرائن نے کہا اور پھر وہ اندر

چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک خوبصورت اور دلا پتلا
نوجوان اندر آگیا۔ اس کے چہرے پر مایوسی نقش تھی۔
"تھکوت سے ذہن مضمحل ہوتا تھا۔ لیکن ٹاکائی نے اس کی
خصوصیت پر دھول ڈال دی تھی۔"

"میرا بیٹا ہے صداران۔ ست پر کاش ان سے مل۔ یہ
بڑے مہمان سادھو ہیں۔" ست پر کاش نے میرے سامنے ہاتھ
جوڑ دیئے۔ اس کے چہرے پر بیزاری نظر آ رہی تھی۔

"بھینوسٹ پر کاش۔" میں نے بھاری آواز میں کہا اور
وہ بیٹھ گیا لیکن وہ میری طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ بلکہ اس کی
نگاہیں دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔

"صداران سے باتیں کرنا۔ ست پر کاش۔ میں ذرا کام سے
باہر ہوں۔" رام نرائن نے کہا اور پھر وہ دروازے سے باہر
نکل گیا۔ میں نے ست پر کاش کی طرف دیکھا۔ وہ سیاہ چوہ
لے بیٹھا تھا۔ اس کے انداز میں کوئی بات نہ تھی۔ بس
خاموش اپنی دھن میں لگن۔

"کیا سوچ رہے ہو ست پر کاش؟" ہانا خرم نے اسے
غیب کیا اور وہ چونک پڑا۔ مجھے گھورتا رہا اور پھر اس کے
ٹھٹکے ہوئے من پر ایک بے جان سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میرا بھی کس پر اوجھار ہے سادھو جی۔" اس نے
بھاری لہجے میں کہا۔

"ہی۔" غلبہ؟ "میں اچانک سوال پر چونک پڑا۔

"ہاتھی نے اپنا حق استعمال کیا۔ مجھے آپ سے ملانے
لے آئے۔ میں ان کی بات کیسے مائل سکتا تھا۔ حالانکہ آپ
سے مل کر مجھے کیا ملے گا۔ لیکن ہاتھی کو اوجھار تھا کہ وہ مجھے
مینا لے آئیں۔ اور پھر وہ آپ کے لئے کمرہ لگے کہ میں
آپ سے باتیں کروں۔ سو اب آپ اپنا حق استعمال کر رہے
ہیں۔ حالانکہ میرا من کسی سے باتیں کرنے کو نہیں چاہ رہا۔
پھر آپ کو اوجھار ہے۔ میرا بھی کسی پر اوجھار ہے؟"

"ہاں۔ کیوں نہیں۔ سنار میں ہر منٹ کو دوسرے پر
اوجھار ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بھوت مت بولو صداران۔ ہوں کہ سنار میں کچھ
انسانوں کا دوسرے انسانوں پر حق ہے۔ سب کا ایک
دوسرے پر نہیں۔" اس نے کچھ کہہ دیا۔

"یہ بات نہیں ست پر کاش۔ کچھ انسان ڈرپوک ہوتے
ہیں۔ بڑل ہوتے ہیں۔ وہ اپنے حق کا استعمال نہیں جانتے؟
دش دسروں کو دیتے ہیں۔"

"بھوکا ہے۔" اس سنار میں سب کیساں نہیں ہیں۔
سب طاقتور نہیں ہوتے۔ ایک کمزور ہوتا ہے دوسرا

"میں نہیں مانتا۔ کمزوری ہے جو اپنا نام نہیں کر سکتا۔
 اور دوسروں کو دوش دیتے رہتا ہے۔"
 "مجھے غصہ مت دیا مہاراج۔ دیکھو مجھے غصہ مت دلاؤ
 ورنہ۔" مست پر کاش مجھے مہرہ ہوا ہوتا۔
 "اتنے بولے مست پر کاش۔ دیکھو تو اتنا بڑا سورہا؟"
 "میں سہرا نہیں ہوں مہاراج۔ میں۔ میں تو۔ میں
 قہ۔" اس کی آواز بندھ گئی۔
 "بہن! یہ پانی نہیں کا۔ روتا ہے۔ مڑکی آنکھوں میں
 جب۔" نسو آنے لگیں تو اسے چڑیا۔ کان لینا چاہییں۔"
 "میں نے ہی ہوں مہاراج۔"
 "سمجھتا ہے خود کو سب سے۔ ہے نہیں۔" میں نے کہا
 اور مست پر کاش پھر ہولی لینا۔ اس نے میری طرف غوطی
 ڈکا دی۔ دیکھا اور پھر مجھے لہجے میں بولا۔
 "تم سادھو نہیں۔ بہو اپنے ہونے کسی کے من کو نہیں
 دیکھ سکتے۔ کسی کا درد نہیں سمجھ سکتے۔ صرف دیکھ دے سکتے
 ہو دوسرے کو۔ میرا درد تو دیکھو۔ بتاؤ۔ میرے دل پر کونسا داغ
 ہے۔"
 "تیری بڑی کا داغ۔ اگر تو بڑی نہ ہوتی تو اپنی پریمیکا کو
 یوں غیروں کے ہاتھوں میں نہ چاہنے دیتا۔" میں نے کہا اور
 مست پر کاش چونک پڑا۔ مجھے دیکھا رہا اور پھر اس نے گردن
 جھکا کر کہا۔
 "وہ۔ تو۔ تو جانتی تھیں سب کچھ بتا دیا۔"
 "جانتی تھیں۔" میں نے آہستہ آہستہ اور غصہ
 بولی آواز میں کہا "بلکہ خود دیکھتی تھی۔"
 اور میرے ان الفاظ پر مست پر کاش اچھل کر کھڑا
 ہو گیا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔
 "دیو تھی نہ۔" اس کے حلق سے سرسراہٹ آ رہی تھی۔
 "ہاں۔ دیو تھی نہ۔" میں نے اسی سکون سے جواب
 دیا۔
 "تو کیا۔ تو کیا آپ اس سے شے تھے مہاراج؟" اس
 نے اشتیاق سے پوچھا۔
 "ہاں۔"
 "تب۔"
 "میں کل جو لانا پورا آیا ہوں۔ اور سیدھا اسی کے پاس
 سے آیا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ اور مست پر کاش نے
 قرار دے کر میرے قدموں میں ٹھکرا۔
 "مہاراج۔ مہاراج۔ تم مہاراج۔ آپ اس کے پاس

سے آئے ہیں۔" سی ہے وہ۔ کیا سچ بتا رہی ہے۔ یہ وہ نہیں
 ہے نا اس نے میرے بارے میں تو کچھ نہیں بتایا۔ اس نے
 میرے لئے کوئی سند میں تو نہیں دی؟" مست پر کاش نے ایک
 سالن میں کئی سال کر ڈالے اس کی آنکھوں میں حسرت
 تڑپ رہی تھی۔ دو سخت بے چین تھا۔
 "ہمت سے سند میں دیتے ہیں مست پر کاش۔ لیکن تم اتنی
 بے چینی سے کام نہ لو۔ میں تمہیں ساری باتیں ایک ایک
 کر کے بتاؤں گا چنانچہ سب سے پہلی بات یہ کہ دیو مٹی نے
 مجھے بھائی بنایا ہے۔"
 "اوم۔ آپ۔ اس نے آپ کو بھائی بنایا ہے۔ آپ
 میرے بھائی ہیں۔ پر ان باتیں مجھے تو دے دوں گا۔"
 "بھائی پر ان لیتے نہیں بیٹے۔ دے دیتے ہیں۔ میرے
 اوپر وشاش کرنا۔ جو تمہوں کا جو تمہوں کا تمہارے اور دیو مٹی
 کے بھلے کے لئے کموں گا۔ لیکن میں یہ نہیں سمجھتا کہ میں ہر کسی
 صاف ہوں۔ نہیں۔ تمہارے کام سے میرا بھی داغ ہے۔
 میں بھی تمہارے دلوں سے کچھ چاہتا ہوں۔ تمہیں تم سے وہ اس
 کے ہاتھوں کا بپ پلے تمہارا کام ہو جائے گا۔"
 "مہاراج۔ مہاراج۔ بھوان کی سونہ۔ تمہارے ہاتھ سے جو
 کچھ مانگوں دے دوں گا مجھے میری دیو مٹی کے بارے میں
 بتاؤ۔ مجھے اس کے بارے میں بتاؤ مہاراج۔ وہ ٹھیک ہے؟ وہ
 خوش ہے؟"
 "تم خوش ہو؟" میں نے اس سے سوال کیا۔
 "میں۔ میں۔" وہ ہندی سانس لے کر رہ گیا۔
 "وہ بھی تمہارے ہاتھ خوش نہیں ہے۔"
 "مہاراج۔" مست پر کاش تڑپ کر رہ گیا۔
 "ہاں مست پر کاش۔ وہ مجھے خوش رو سکتی ہے۔ وہ بھی تم
 سے اتنا ہی پریم کر رہی ہے جتنا تم اس سے۔ بلکہ وہ عورت
 ہے اس کا پریم تم سے بھی زیادہ ہو گا۔"
 "مہاراج۔ میں اٹک میں بھروسہ ہو رہا ہوں۔"
 "اس کی بھین کی حالت ہو گی مست پر کاش۔ لیکن وہ
 عورت ہے اور عورت زیادہ مجبور ہوتی ہے۔"
 "ہم کر رہی کیا سکتے تھے مہاراج۔ راجہ گووند اس پور کی
 دوس کے سامنے ہمارے ہی پیچھے تھے۔"
 "کیا تم اب بھی اس کے خواہشمند ہو مست پر کاش؟"
 "نہیں باتیں کر رہے ہیں مہاراج۔ میرا اس سے اتنا
 رشتہ ہے میں تو جنم جنم اس کی آرزو کر رہا ہوں گا۔"
 "مست پر کاش۔ بعض اوقات حالات انسان کو اس
 طرح چکرا دیتے ہیں کہ کسی مشکل سے نکلنے کا اس کے پاس

کوئی راستہ نہیں رہتا۔ وہ اتنا مجبور ہو جاتا ہے کہ باپوسی کے
 سوا کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن۔ ان حالات میں تہی ملی بھی پیدا
 ہو جاتی ہے۔ اس انسان کو منزل پہنچنے کے لئے سخت جدوجہد
 کرنا ہوتی ہے۔"
 "میری تو خزاں ہی تھی مہاراج۔" مست پر کاش
 درد بھرے لہجے میں بولا۔
 "بعض اوقات منزل صرف دکا ہوں سے اوصل ہوتی
 ہے۔ اور ہم اسے کھینچا ہوا سمجھ لیتے ہیں۔"
 "میرے سامنے تو کوئی کرن نہیں ہے مہاراج۔"
 "یہ جڑو مست پر کاش۔ اپنے پریم میں اتنے کچے ہو کہ
 سخت جدوجہد کر سکو۔"
 "اسی طرح مہاراج۔ بیٹے سمندر میں ڈوبتا انسان جان
 بچانے کے لئے ہاتھ دوس بار دیتا ہے۔"
 "تب میں تمہیں پتہ نہم باتیں بتاؤں گا مست
 پر کاش۔"
 "جی ہاں مہاراج۔"
 "میری باتوں پر یقین کرنا۔ تمہارے سامنے جھوٹ
 بڑے نہ مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔"
 "ٹھیک ہے مہاراج۔"
 "دیو مٹی نے مجھے بھی بتا دیا ہے۔"
 "جی۔" مست پر کاش حیرت سے بولا۔
 "ہاں۔ عیاش راجہ۔ عرصہ دراز سے ناکارہ ہے۔ وہ
 صرف خود تو اس کے سنگت میں خوش رہتا ہے اور خود کو بھی
 عورت سمجھنے لگا ہے۔ اس کا دماغ الٹ گیا ہے۔"
 "ار۔۔۔ مگر یہ کیسے؟"
 "راج نکل میں بڑی سازش کام کر رہی ہے۔ سنتری
 ہرجون مال اور ایک سادھو پورن لال مل کر گووند اس پور کو
 راج گدی سے جٹانا چاہتے ہیں۔ ہرجون لال خود راجہ بننا
 چاہتا ہے۔ اس لئے اس نے مہاراج گووند اس پور کی
 حالت کی ہے۔"
 "اور۔"
 "راجہ درحقیقت اب اس قابل نہیں رہا کہ راج
 کرے۔"
 "ایسی ہی بات ہوئی مہاراج۔"
 "چنانچہ اس وقت راج ستھان ہر اس شخص کے لئے
 کھلا ہوا ہے جو تمہاری ہی کوشش کرے۔"
 "جی۔" مست پر کاش کی آنکھیں حیرت سے پھیل
 گئیں۔

"ہاں مست پر کاش۔"
 "مگر کسی عام آدمی کی کیا مجال ہے مہاراج۔ کہ وہ راج
 گدی کی طرف دیکھے۔"
 "میں عام آدمی کی بات نہیں کر رہا مست پر کاش۔"
 "پھر؟"
 "میں تمہاری بات کر رہا ہوں۔"
 "میری؟" مست پر کاش اچھل پڑا۔
 "ہاں۔ تمہاری۔" میں نے مضبوطی سے جواب دیا۔
 اور مست پر کاش کافی دیر تھے امتوں کی طرح میری شکل دیکھتا
 رہا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔
 "بات میری سمجھ میں نہیں آتی مہاراج۔ کہاں میں اور
 کہاں راج گدی؟"
 "یہ ممکن ہے مست پر کاش۔"
 "مگر یہ مہاراج؟"
 "میں تمہاری ساری باتوں کا۔ بشرطیکہ تم ہمت کرو۔"
 "میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا مہاراج۔ سنتری
 ہرجون مال کے جیون میں یہ کیسے ممکن ہے۔ اور پھر ہمارے
 پیچھے تو کوئی شخص بھی نہیں ہے۔ اگر راج گدی کے حاصل
 کرنے کی بات ہو تو کون کون کوشش نہیں کرے گا؟"
 "تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ خود مہاراج گووند اس پور
 کے کوئی شتان نہیں ہے۔"
 "نہیں۔"
 "مگر اگر مہاراج اپنے جیون میں ہی کسی کو چاہیں تو
 گدی دے سکتے ہیں؟"
 "ہاں مہاراج۔ دے سکتے ہیں۔"
 "بس تو پھر کام بن جائے گا۔ مہاراج کو تیار کرنا میرا کام
 ہے۔"
 "مگر۔ مگر۔ میں۔ میں تو اس قابل نہیں ہوں۔" مست
 پر کاش تھیرائے اند میں بولا۔
 "اگر نہیں ہو مست پر کاش تو بننے کی کوشش کرو۔" میں
 نے سخت لہجے میں کہا "اور پھر جب راج گدی مل جائے گی تو
 راج مٹی خود بخود آجائے گی۔"
 "میں پاگل ہو جاؤں گا مہاراج۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ
 کیسے ممکن ہے؟"
 "میں اسے ممکن بنانے کے لئے تمہارے پاس آیا ہوں
 مست پر کاش اور مجھے کم ہمت لوگوں سے کوئی دلچسپی نہیں
 ہے۔"
 "بات ہمت بڑی ہے مہاراج۔ ورنہ میں اتنا کم ہمت

نہیں ہوں۔"

"بات صرف بڑی نشتر تھی۔ یہ۔۔۔ دوتی نہیں۔ ہاں بہت اور کم ہوتی کی بات ہے۔"

"میں کم بہت نہیں ہوں۔"

"تو بہت کرو۔"

"نہیں کیا کر سکتا ہوں؟"

"تب پھر۔ تب پھر مہاراج۔ اپنے اپنا ہاتھ۔ میں بھگوان کی سونگہ کھانکھتا ہوں۔ بڑی نہیں کروں گا۔ آپ کہیں گے کہ وہ۔۔۔ تمہیں بندہ کر کے رکھوں گا۔ مجھے راج گدی نہیں چاہئے مہاراج مجھے مجھے صرف میری دیوتی مل جائے۔"

"اوش مل جائے گی ست پرکاش۔ بس ذرا بہت سے کام لین ہو گا۔ تیار رہ کر۔ کل ہم یہاں سے واپس درگ پور چلیں گے۔"

"ہو۔ کیا مہاراج۔" ست پرکاش نے کہا۔ اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔

دوسرے دن جب رواجی کی تیاریاں مکمل ہوئیں تو ست پرکاش نے رام نرائن سے اپنی۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے میرے پاس۔ مہاراج بڑے مکین ہیں جو کریں گے اچھا ہی کریں گے۔ مگر تم کہاں رہتے ہو؟"

"مہاراج کے ساتھ۔ جہاں وہ لے جائیں گے۔"

"مہاراج۔" رام نرائن روتے ہوئے بولا "ست پرکاش میرا کیا ہی بیٹا ہے۔ اسے کچھ ہو گیا تو میں بن بوت مر جوں گا۔"

"بھگوان پر وشواش رکھو رام نرائن۔ جو کچھ ہو گا اچھا ہی ہو گا۔" اور پھر رام نرائن کی آغوش وادائے بعد ہم چلے پائے۔ لاری ڈسٹ سے اور ایک لاری ہمیں لے کر درگ پور دوڑنے لگی۔

راستے بھر خاموشی رہی تھی۔ ست پرکاش فانیون اس کے چہرے سے جھٹک رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں رہا تھا کہ کہاں وہ اور کہاں درگ پور کی حکومت؟ یہ ممکن ہے۔ کیسے ممکن ہے؟ اور جب بات اس کی سمجھ میں نہ آتی تو وہ میری شکل دیکھنے لگتا۔ دوسری طرف میں بھی غور و فکر میں ڈوبا ہوا تھا۔

اس سے قبل۔ میں نے اپنے طور پر کوئی اتنا بڑا پونا نہیں بنایا تھا۔ لیکن غارت کی مشہور تھی۔ جو جہاں بہت بھی خاری ہوئی تھی۔ میری ہی خواہش تھی۔ میں اس نام کو

کتابیات پبلی کیشنز

اور پھر راج گونڈ اس کہار کو دیکھ کر یہ خیال ذہن میں جز پکڑ گیا تھا کہ درگ پور کی حکومت اس وقت لوٹ کا مل ہے۔ کوئی بھی آگے بڑھ کر اسے لوٹ نہ۔ بس بڑی مال تھا۔ تو میں اپنا فرض سمجھتا تھا کہ مسماؤں کے اس دشمن کو اگر قتل ہو جائے تو اسے قتل کر دوں گا۔ یوں بھی بہت سی باتیں کیا ہوئی تھیں جن کی وجہ سے میں ہون کی ہادی کا کر چاہتا تھا۔

بالآخر درگ پور پہنچ گئے اور لاری سے نیچے اترے۔ ست پرکاش کا چہرہ بدستور فکر مند تھا۔ میں نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا "کیا بات ہے ست پرکاش۔ تم ابھی تک پریشان ہو؟"

"پریشان نہیں ہوں مہاراج۔ بس سوچ رہا ہوں۔"

"ساری سوچ دماغ سے نکال دو۔ شانت ہو جاؤ۔"

بھگوان پر وشواش کرو۔ جو ہو گا چھو ہو گا۔

"ہم آپ کہاں چل رہے ہیں مہاراج؟"

"راج محل۔"

"او۔۔۔ مگر وہاں کیسے داخل ہوں گے؟"

"گرام سے۔" میں تمہیں اپنے گھر میں تھوڑی سی تبدیلی کرتے ہوئے۔

"مجھے یاد کرنا ہو گا مہاراج؟"

"سادھوؤں کا بھیس چلے گا۔"

"او۔۔۔" ست پرکاش گردن ہا کر رو گیا۔ بالائی کی ملانی ہوئی رقم موجود تھی اور پھر میں درگ پور کے بازاروں وغیرہ سے بھی کافی حد تک واقف ہو گیا تھا۔ چنانچہ ست پرکاش کو سادھو بٹلے میں کوئی وقت نہیں ہوئی۔ وہاں پہنچا یہ سادھو بہت خود بہرہ رت لگ رہا تھا۔

تب میں اسے لے کر راج محل چل پڑا۔ راج محل میں داخلے میں مجھے کوئی وقت نہیں ملا۔ سادھو۔۔۔ کو۔۔۔ مجھے جان گئے تھے۔ البتہ ست پرکاش کو کسی قدر حیرت سے دیکھا گیا تھا۔ بہر حال اسے روکنے والا کون تھا۔ میں اسے لے کر راج مندر میں پہنچ گیا۔ میں یہاں ذرا سی فائمانہ تھا۔ کوئی پنڈت وغیرہ مجھ سے مخاطب نہیں ہوا۔ پورن مال کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس کا وہی حال ہے۔ وہ بدستور اندول پر بیٹھ تھا اور غورہ تھا کہ ابھی تک ان اندول سے کچھ نہیں نکلتے ہیں۔

شام تک ہم راج مندر میں رہے۔ وہیں کھانا اور رات کے چنے میں میں ست پرکاش کو لے کر اپنے دیوتی کی

طالوت 2

رہائش چھوٹی طرف چل پڑا۔

"ست پرکاش کو میں نے نہیں بتایا تھا کہ ہم کہاں ہو رہے ہیں۔ روکنے والا کوئی نہیں تھا۔ یوں بھی ہم سادھو تھے۔ پنڈت میں نے دیوتی کے کمرے کے دوار کھولے اور ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔"

دیوتی حسب معمول تھا تھی۔

دیتے بھی بڑی عجیب زندگی تھی۔ دوسری راتوں کے بارے میں مجھے نہیں معلوم تھا کہ گوڈن اس پور کی کسر کیسے پوری کرتی ہیں۔ لیکن دیوتی ساو تری تھی اور بڑی شرافت سے جوانی کاٹ رہی تھی۔ ورنہ کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ پوچھتا ہی کون۔ مہاراج تو خود عورت بن کر مشق کر رہے تھے۔

دیوتی کی نگاہ میرے اوپر ہی پڑی۔ "ارے بھیا۔" کہہ کر وہ جلدی سے کھڑی ہوئی۔ اور تب اس کی نگاہ ست پرکاش پر پڑی۔ ست پرکاش سادھو بنا ہوا تھا اور پھر کسی قدر میری آغوش میں تھا۔ اس لئے دیوتی اسے نہ پہچان سکی۔ "یہ۔۔۔ یہ کون ہیں؟" اس نے سوال کیا۔

"آپ جانکر دیکھو۔" میں نے اس سے کہا اور ست پرکاش کی طرف دیکھنے لگا۔ ست پرکاش چہرے بت کی طرح سالت کھڑا رہا۔ دیوتی نے بھی اس کا چہرہ دیکھا اور پہچان لیا۔

"ست۔۔۔ پر۔ کاش۔" وہ سحرزدہ سے انداز میں بولی۔ ست پرکاش کے چہرے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ وہ خاموش نگاہوں سے دیوتی کو دیکھ رہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے میں گم تھے۔ اور۔۔۔ اس وقت۔ کم از کم تھوڑی دیر کے لئے کمرے میں میری موجودگی کی ضرورت نہیں تھی۔ پنڈت میں ایک طرف کھڑا اور میں نے دو مثال اوڑھ لیا۔

اب میں ان کی نگاہوں سے روپوش تھا۔ دونوں بھتیوں کی طرح ساکت اور خاموش کھڑے تھے۔ وقت گزر رہا تھا۔ پھر دیوتی چوکی "نہیں۔ نہیں۔ یہ تم نے کیا کیا بھیا؟" وہ میری طرف مڑی اور پھر چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"ارے بھیا کہاں گئے۔"

"اب۔۔۔" ست پرکاش بھی حیرانی سے بولا۔ اور پھر وہ بھی تعجب سے مجھے تماشہ کرنے لگا۔ پھر اس نے کھلے روڈاڑے کی طرف دیکھا۔ شاید باہر نکلیں گے۔

"ہاں! وہ کبھی سانس لے کر نہ آئے۔"

"یہی ہو دیوتی۔" ست پرکاش بولا۔

"تمہیں یہ بہت پرکاش۔ اور یہ تمہاری حالت کیا ہوئی

طالوت 2

ہے؟" دیوتی دکھ سے بولی۔

"ہاں گیا ہوں؟" ست پرکاش مسکرایا۔

"سوکھ گئے ہو یا اگل۔"

"نہ نہ لانا تو خود کو پانی بھگتا دیوتی۔"

"کیوں؟"

"تیرے آنے کے بعد میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ تو میں اپنے پریم کوچ کب مانا۔"

"نہیں ست پرکاش۔ نہیں۔ تمہیں اپنا یہ حالت نہیں بنانی چاہئے گی۔" دیوتی نے کہا۔

"مجھے خود پر ادھیکار کب تھا دیوتی۔"

"تمہیں میرے لئے میرے لئے خود کو سنبھالنا چاہئے۔"

"تیرے لئے خود کو بگاڑ لیا۔ اس سے اچھی کیا بات ہوگی؟"

"پرکاش۔" دیوتی دوڑ کر اس سے پٹ گئی۔ میرے

پرکاش۔ میرے پرکاش۔ "وہ اس کے بچے سے چہرہ مگر رہی تھی۔ لیکن ست پرکاش نے اس کا بدن نہیں چھوا۔"

"پرکاش۔" دیوتی گھبراہٹ سے بولی۔

"خود کو سنبھالو دیوتی۔"

"اب۔۔۔" دیوتی چونک پڑی۔

"ہاں۔ خود کو سنبھالو دیوتی۔ مہاراج نے مجھے بہت کچھ

بتایا ہے۔ تمہارے پیارے نہیں ہوئے ہیں۔ ہم من سیلا نہیں کریں گے۔"

"ہاں ست۔ ٹھیک کہتے ہو۔ مجھ سے بھول ہو گئی۔"

دیوتی شرمندگی سے بولی۔

"ٹھیک ہے دیوتی۔" ست پرکاش نے ٹھنڈی سانس

لی۔

"تجانی کیسے ہیں؟"

"ٹھیک ہیں۔"

"اور مانا جی؟"

"وہ بھی۔ سب ٹھیک ہیں۔"

"کب آئے؟"

"دن میں۔"

"بھیا کیا کہہ کر لائے ہیں؟"

"جو کچھ انہوں نے کہا ہے۔ وہ میرے لئے عجیب ہے

دیوتی۔ لیکن افسوس میں تمہیں نہ بتا سکوں گا۔ مجھے تو پتہ

بھی نہیں تھا کہ مہاراج مجھے تمہارے پاس لے رہے ہیں۔"

"مگر بھیا چلے کہاں گئے؟"

کتابیات پبلی کیشنز

(241)

تجاربہ سے کہیں

ملفوظات

مناہوت !

کتابیات پہلی کیشنز

"یہ تو پوچھنا چاہتا ہوں گووندی۔ میں تیسے کون گا
اس رات دن سوئی؟"

"پوچھنے میں جانے یہ رات مہی۔ مجھے تو بس تمہاری
ضرورت ہے ناچہ اس تم میرے دو دو۔ میں تمہاری بن
جاؤں۔ جیوان پس دوہائے گا۔ اس کے بعد مجھے کسی چیز کی
اچھا نہ رہے گی۔"

"تب میرے کتے سے تمہیں ایک کام کرنا پڑے گا
گووندی۔"

"ہاؤں مجھے ہاؤں ناچہ۔ میں دھوں کی ماری سب ہاؤں
تیا مجھے کو تیار ہوں۔"

"تمہیں مہاراج گووند اس کپور یاد ہیں؟"

"ہاں۔ ہاں۔ وہ تو میں خود مگی۔"

"ایک بار پھر تمہیں مہاراج گووند اس کپور بنا پڑے
گا۔" میں نے اس کی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہائے میں مر جاؤں۔" وہ چپ کر دیا۔

"اس کے بعد مرنا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"بڑی مشکل ہو جائے گی۔"

"تمہیں یہ کام کرنا ہی ہو گا گووندی۔"

"ناچہ۔ میں لوگوں کے سامنے کیسے جاؤں گی۔"

"جینے بھی ہو۔ اگر تم میرے لئے اتنے بھی نہ کر سکیں
گووندی تو میں یہاں سے پیشے کے لئے چلا جاؤں گا۔"

"ناچہ۔ ناچہ ایسے شہد من سے نہ نکالنا۔ میں
مر جاؤں گی۔" اس نے پھر میرے پاؤں پڑتے ہوئے کہا۔

"تب تمہیں میرے لئے یہ کام کرنا پڑے گا۔" میں نے
زور دیتے ہوئے کہا۔

"جو ماتم کو گے ناچہ۔" وہ چاری سے ہوا "متر تم
میرے پاس سے نہ جاؤ گے۔"

"پھر نہیں نہ جاؤں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اسے جس طرح بدوشت کر رہا تھا میرا دل ہی جانتا تھا۔
غیبت پر اسے بوجھ پڑے تھے کہ نہ حال بد اجا رہا تھا۔
خاوت کا خیال آتا تو ایک ٹھنڈی ماس لے کر رو جاتا۔ یہ کا
نہیں۔ پیش کر رہا ہو گا۔ میرے اندر یہ قوت نہیں تھی کہ
اسے ماراں کر سکوں۔ کوئی انسان نہ ہو تو شاید اس کی ماراں
میں زمین کا کونہ کونہ پہنچا دیتا۔ مہاراج ہوا کو کونوں کا
کڑوں کا خیال مل سکے گا وہ چاہے یہ بھی تھا۔ اسے ہونے
کی کو شش ہوں۔ بھی والی آواز سے قہقہے ہنسنے لگا۔
ایسا ہونے۔ بعض اوقات تو دل چاہتا کہ خاموشی سے رہ جاؤں
چھوڑوں اور کسی ایسی جگہ چھوڑ دوں جہاں خاوت بھی نہ

میں۔ رست۔ یا ہاؤں یہ انسان سے پیٹہ ہاؤں۔ ہاؤں۔
پھر نے کا ہو کسی بھی وقت ساتھ چھوڑ دے۔ وہ شلق انسان
سے ایسا چاہے کہ سکتا ہے۔ میری یہ حیثیت ہے۔ بلکہ جی پڑت
تو یہ بھی کہ اس کے ساتھ دو گری میری خود اختیاری ختم ہو
تھی۔ ہر کام کے لئے اس کا سارا احساس کرنے کا تھا۔ اور یہ
مناسب بات نہیں تھی۔

ہر حال۔ آج کل دن رات اس لوگ مجھے کے ساتھ
گزر رہے تھے اور میری ماری جھلیاں جس کا ستیا ناس ہو کر
روٹیاں۔ کسی بچے سے عشق کرنے کی مسیت تب کے ہر
آپنے تو آپ کو پتہ ہے۔

لیکن دوسری طرف میں اپنے کام بھی کر رہا تھا۔ اس
زنجیر کو مشق کر رہا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے اور وہ میری ہر
بات آنکھیں بند کر کے مانتا تھا۔ لیکن اس سلسلے میں مجھے
زبردست احتیاط سے کام لینا پڑ رہا تھا۔ اگر ہرجن کو یہ
تفصیلات معلوم ہو جائیں تو شاید وہ ہم دونوں کو جی قتل
کر دیتا۔ خواہ اسے کتنا ہی برا ظہر ہوں نہ پڑے۔

پھر سارے کام مکمل ہو گئے۔ رست پر کاش اور یہ مٹی کو
میں نے "پریش" کی اختراع دے دی۔ اور پھر ایک مٹی
ایک مٹی جب وہ ان ہرجن لال نے دوبار شروع کرنے کا حکم
دیا۔ بڑے بڑے لوگ سب دوبار میں پہنچ گئے تھے۔ اپنا ایک
چوبداروں نے جیوان خیریت میں مہاراج گووند اس کپور کے
دوبار میں آنے کی اطلاع دی۔

اور پورا دوبار جیوان روٹیاں۔

ہست سے چہرے خوشی سے مکمل تھے۔ یہ گووند اس کپور
کے چاہنے والے تھے۔ ہرجن لال کا چوبدار ایک ہو گیا۔ اس
کامن حیرت سے مکمل کیا تھا۔

"کیا جانتے ہو؟ مہاراج تو تیار ہیں۔" اس نے چوبداروں
کے سامنے کہا۔

"وہ دوبار کے قریب پہنچ چکے ہیں۔"

"مگر چائیک؟"

"ہاں۔ ہمیں پہلے اس کی اطلاع نہیں تھی۔"

"کہاں ہیں وہ؟ میں ان کا ساگت کروں گا۔ ہرجن لال
نے کہا۔

"لوگ جانا ہرجن لال۔ ہم سب یہیں مہاراج کا
ساگت کریں گے۔" لوگوں کے سامنے کہا۔ ہر شخص
مہاراج کا چوبدار تھا اور ان سے ذات پر یہ کہہ رہا تھا۔
ہرجن لال رکے یہ۔ لیکن اس کی بہی حالت تھی۔
میں دوبار میں ہو رہا تھا۔ لیکن شاہدوں کا درشاہ۔

اور تے ہوئے۔ اور میں ان میں سے ایک ایک کی کیفیت کا
انتہائی غور کر رہا تھا۔

تب شیریں کا شیر۔ راج گووند اس کپور دوبار میں داخل
ہو گیا۔ کینٹ کی چال میں اب بھی چپکے اور بھی کبھی
چلے گا انداز بدل جائے لیکن میں نے اسے نوب مشق کرائی
تھی اس لئے کام میں رہا تھا۔

سارے دوبار میں مہاراج کی ہست۔ مہاراج کی ہست کے
نعرے گونجنے لگے اور گووند اس کو بھی پرانے انداز یاد
آ گئے۔

وہ تخت پر آ بیٹھا اور ایک ایک دوبار میں نے ہر اس کے
پاؤں چھوئے۔ ان میں ہرجن لال بھی تھا۔ لیکن اس کی جو
کیفیت تھی قابل دید تھی۔ سارے کاموں سے فارغ ہو کر
مہاراج سٹھان پر بیٹھ گئے اور پھر انہوں نے کہا "دوبار
کے سارے دروازے بند کر دیئے جائیں۔ کوئی آنے نہ
پائے۔" یہ بات پھر پہنچ دیا گیا تھا۔

ہرجن لال کمری نکلیں گے مہاراج کا جائزہ لے رہا
تھا۔

"ہمارے مقرب۔ تمہیں معلوم ہے ان دنوں ہزاری
کی حالت رہی ہے۔ تم میں سے کسی نے ہمارے بارے میں
کچھ معلوم کیا۔"

"ہمیں ہاؤں کیا تھا مہاراج۔ کہ آپ کسی سے نہیں
ملتے۔ ہم نے ہست کو شش کی۔ لیکن۔" سارا نے کہا۔

"تمہیں میرے پاس آنے سے کس نے روکا تھا؟"

"دیوان۔ دیوان ہرجن لال جی نے۔"

"ہرجن لال۔" مہاراج نے فوراً ہرجن لال کی
شکل دیکھی اس کے ہوش اٹتے ہوئے تھے۔ ہر کوئی صاف
محسوس کر رہا تھا تو سنو میرے مقرب۔ میں جانتا ہوں تم
میرے وفادار ہو۔ تم میرے لئے ہر ان تیار کئے ہو۔ لیکن
ایک چٹا مکھن نے ایک چٹا مکھن دشمن نے تمہارے
اور میرے درمیان دیوار کھڑی کر دی۔ اس نے اتنا کاری وار
کیا کہ۔ اوکی رام۔"

"سنبھل کر۔ سنبھل کر گووندی۔" میں نے جلدی سے
مہاراج کے کان میں کہا۔

"ہائے میری ہاں۔ تم میرے ساتھ ہو۔"

"ہاں۔ سنبھل کر گووندی۔" میں نے اس کی کمر پڑا
خیریت ہوئے۔

"ہمارے چائیک دشمن کا خیال تھا کہ وہ اس طرح ہمیں
تیار کر رہے ہیں۔ ہست نے ہم کو گے اور پھر راج مہر کی پرتی۔

کر لے گا۔ اس لئے اس نے تمہیں ہم سے ملنے دیا۔"

"وہ۔ مہاراج۔ وہ میری کون ہے؟" سارا خواہ نکال
کر دیا۔

"اب بھی نہیں سمجھ میرے بھولے صاحب۔ ہائے میں
مر جاؤں۔" اور پشت پر میرا ہاتھ محسوس کر کے مہاراج پھر
سنبھل گئے۔

"ہرجن لال جی۔" سارا خونخوئی آنکھوں سے ہرجن کو
گھورتے ہوئے ہوا۔

"نہیں۔ نہیں۔ میں مہاراج کا وفادار ہوں۔"

ہرجن لال گھبرا کر ہوا۔

"کیزے پڑیں زبان میں۔ موئے ہر وقت تو یہ ہے۔
جس نے جس نے۔" مہاراج نے پشت پر میرے ہاتھ کا دباؤ
محسوس کر کے انداز بدل دیا۔

"ہاں یہی ہے وہ یہی۔ اس نے ہمیں قتل کرنے کی کوئی
ترکیب نہیں چھوڑی۔ لیکن۔ لیکن۔ ارے۔ لیکن کیا۔
مہاراج ڈائیلاگ بھول گئے اور میں جلدی جلدی ان کے
کان میں بولنے لگا۔

"لیکن ہزاری جان ہمارے ایک ایسے حریف بھائی جس
کا احسان ہم دیوان بھر نہیں بھول سکتے۔ آج بھی اگر دیوان
ہرجن لال کو ہمارے آنے کا پتہ چلی جانا تو وہ ہمیں
مروا دیتا۔"

"ہمارے دیوان میں ایسا نہیں ہو سکتا تھا مہاراج۔"

"اگر قرار کر لو اس پانی کو۔ گردن کاٹ دو موئے
ہتیارے کی۔ اس نے ہمیں بڑے دکھ دیئے ہیں۔" مہاراج
کی آنکھوں سے آنسو گش پڑے۔

اور سارا نے ہرجن لال کو قہر آلودہ ہوں سے دیکھا
"تمہاری دیوان کی حیثیت ختم ہو چکی ہے ہرجن لال۔
مہاراج نے تمہارا۔ سارا حق چھین لیا ہے۔ چنانچہ میں
تمہیں نہ ادنیٰ کے التزام میں گرفتار کرتا ہوں۔"

"یہ کیا ہو اس ہے۔" ہرجن لال گھبرا کر ہوا۔

"اگر قرار کر لو اس پانی کو۔ اس نے ہس تھاں میں کھایا
اسی میں چھید کیا۔"

"اس کے ساتھ پانی پودان ال بھی تو جو اب پاگل بنا
ہوا ہے۔"

"اسے بھی مزا دی جائے گی مہاراج۔" سارا نے کہا۔

"اسے لے جاؤ یہاں سے۔ اس کی صورت دیکھ کر
میں پریشانی ہوتی ہے۔" مہاراج بولے۔

"یہ تو کیا مہاراج۔" سارا نے کہہ ہرجن لال کو

مگر فائر لگایا گیا تھا۔ سپاہی اسے دیکھتے ہوئے باہر۔۔۔
مکے میرا بلی ڈیو، چھل رہا تھا۔ اتنی شاندار میٹابی کی خود
مجھے توقع نہیں تھی۔ ہر حال، فوجی اندازہ لگایا تھا کہ
گووند اس پورے قدر بردار تھا۔

"تو میرے مترو۔" گووند اس پورے کما میرے سب
سے بڑے دشمن کو زندہ نہ چھوڑا جانتے ہیں۔ آخری بار
تمہارے ساتھ آئی۔ آیا ہوں۔ میری حالت اب ایسی
نہیں ہے کہ۔۔۔ رات پات کے کام کر سکوں۔"
"نہیں صدارت۔ ایسا نہ کریں۔ ایسا نہ کریں۔" سب
جی پڑے۔

"بھٹوان کی یہی مرضی ہے۔ اور اب میرے من میں۔
بائے میرے من میں بھٹوان کے ہیں۔ میں بن س کے رہا
ہوں۔ میں یہاں سے دور چلا جاؤں گا۔ اور میرا فیصلہ اس
ہے۔"

گووند اس پورے میرے رکائے ہوئے شک و دہرا رہا تھا۔
درباری رونے لگے۔ "اوکی۔ میں مرچوں۔ اب یا کروں۔"
گووند اس پورے میرا مترو۔
"نہیں حوصلہ دو گووندی۔ اور جلدی سے مت پر کاش
کا ذکر کر کے اسے بلاد۔"

"حوصلہ لو۔ حوصلہ لو میرے مترو۔ میری بڑی بات
سنو! سنو میری بڑی بات سنو۔"
"آپ ہمارے اوپر راج کریں صدارت۔ آپ نہیں نہ
جائیں۔"

"میں۔ میں اس قابل نہیں رہی۔ میرے من میں
بھٹوان سمائے ہیں۔ ہائے میں تو ان کی جو کمین بن گیا ہوں۔"
گووند اس پورے میرا مترو چرتے ہوئے تھا۔
"کام پورا کرلو گووندی۔ اس کے بعد من بھر کے تمہیں
پیارا کروں گا۔"

"بائے میں مرچوں۔ ہی ہی۔" گووند اس پورے شرما
کر رہا۔

"کام پورا کرو۔ پہلے کام پورا کرو۔" میں نے مضطربانہ
انداز میں کہا اور وہ گدھے کی دم پھر سنبھل گیا۔ ہرادل چاہ
رہا تھا کہ ہتھوڑے مار مار کر اس کا سر جھس دوں۔
"میرے آپ کے بنا گیا کریں گے صدارت۔"

"میں۔ تمہارے درمیان ایک راجہ چاہتا ہوں گا۔
میں نے خوب سوچا۔ تبھی کہتے ہیں کہ راجہ کا راجہ
ہوتا ہے۔ ایسا نہ کریں۔"
"ست پرکاش۔" سب حیرت سے بولے۔

بار۔ میرا مترو۔ میرا سہیلی ست پرکاش۔ جس نے
بوش میری سہیلی لی۔ اگر وہ میرا ساتھ نہ دیتا تو اب تک پانی
ہرچن اس میری جان لے چکا ہوتا۔"
"ست پرکاش کون ہے؟" سارا نے سوال کیا۔

"ست پرکاش کو اڈ۔" صدارت نے ایک طرف اشارہ
کر کے کہا اور دوسرے کے مطابق ست پرکاش ایک اندرونی
دروازے سے اندر آیا۔ راجاؤں کے لباس میں وہ بہت نئی
رہا تھا۔

سب نے حیرت سے اسے دیکھا۔ کوئی اسے نہیں پہچانتا
تھا۔

"تو۔ تو میرے مترو۔ تو۔ میں راجہ مترو۔ میرے
پر رکھ دوں۔"
سارا اور دوسرے لوگ حیرت سے اس نوجوان کو دیکھ
رہے تھے۔ پھر سارا نے متکرات بولے کہ۔

"دشمن بادست پرکاش جی۔ آپ نے ہمارے صدارت
کے ساتھ جو کچھ لیا ہے اس کے لئے ہم دین بھر آپ کے
احسان مند رہیں گے۔" ست پرکاش نے کوئی جواب نہیں
دیا۔ اس پر آخری ہی کیفیت طارنی تھی۔ حالانکہ میں نے اسے
کافی سمجھا تھا۔ لیکن وہ بددعا تھا جو بھی اس کے وہم و گمان
میں بھی نہ ہوگا۔ اس لئے اس کی حالت عجیب تھی۔

"میرے مترو۔ تمہاری آگیا ہے۔ تمہارے سامنے یہ
نہت میں۔ ست پرکاش کو روکے رہا ہوں۔ میری منوکان
ہے۔ میری سب سے بڑی منوکان ہے کہ میرے بعد تم۔ ست
پرکاش کو راج ماننا۔ اس کی سزا کرنا۔"

"ایسا ہی ہوگا صدارت۔ ایسا ہی ہوگا۔" سارا نے
جذباتی لہجے میں کہا۔ اور پھر صدارت گووند اس پورے تان
ست پرکاش کے سر پر رکھ دیا۔

"صدارت ست پرکاش کی ہے۔ صدارت ست پرکاش کی
ہے۔" چاروں طرف سے لعنت گونجے۔ درباریوں نے اپنے
راجہ سے عقیدت کا ثبوت دیتے ہوئے اس کی بات مان لی
تھی اور دل سے ست پرکاش کو راجہ قبول کر لیا تھا۔

ست پرکاش کا پورا بدن لھٹا پڑا تھا۔ خود میری کیفیت
اس سے جدا نہ تھی۔ میں دل ہی دل میں اتنا خوش تھا کہ بیان
سے باہر ہے۔ میں نے وہ کام کر رکھا تھا جس کے بارے میں
سوچتا بھی تھا۔

سارا نے اپنی تلواریں ست پرکاش کے پاؤں میں رکھ
دی۔ اور چریوہ "میں تمہارا اس دیوں صدارت۔ میں نے
من سے نہیں راجہ مان لیا ہے۔ اور گاؤں کی پوری فوج

تمہارے اشارے پر اس شخص سے جنگ کرے گی جو تمہارا
دشمن ہوگا۔" پھر اس نے درباریوں کی طرف رخ کر کے کہا۔
"میری منوکان مترو۔ تم سب بھی صدارت سے
وفاداری کا۔ ان کرو۔" اور اس کے بعد ایک ایک شخص
نے مترو سے پرکاش سے وفاداری کا اعلان کیا اور میرے کئے
پر گووند اس پورے شکسان سے ہٹ گیا اور اس پر۔ ست
پرکاش بیٹھ گیا۔

"میں اب تمہارا کام ختم ہو گیا۔ آؤ واپس چلیں۔" میں
نے گووند اس کے کان میں کہا اور وہ میرے ساتھ چل پڑا۔
"ان لوگوں سے اجازت تو لے لو۔"

"بار۔ مترو۔ میرا کام ختم ہو گیا۔ اب میں تمہارے
ساتھ نہیں آؤں گی۔ آؤں گا۔" اور درباری غمزہ ہو گئے
وہ سب حیران تھے۔ لیکن ہر حال یہ حیرانی خطرناک
نہیں تھی۔

یوں میں گووند اس پورے کو لے کر واپس اس کی رہائش
گاہ میں آیا۔ وہ اپنی راج گدی دوسرے کے حوالے کر کے
بھی خوش تھا۔ ہر حال میری شامت آتی تھی اور اب میری
دلخواہی تھی کہ جلد از جلد اس سے نجات مل جائے۔
بیشکل تمام میں نے اس سے چھٹکارا پایا۔ ابھی چند روز
اس کی زندگی بھی ضروری تھی۔ ممکن ہے ست پرکاش کو کوئی
ضرورت پیش آجائے۔

"ست پرکاش ابھی درباریوں میں تھا۔ میں نے دیویتی کو
یہ خوشخبری سنائی اور اس کا سہیلی پر وہ اٹھتے ہندوان تھی۔
اتنا بڑا واقعہ اس آسانی سے ہو گیا تھا۔ میں بھی سچپنس میں
تھا۔ دیکھنا یہ تھا کہ اس کے ساتھ کیا نکلتے ہیں۔ ست پرکاش تو
پری طرح مصروف تھا۔ ہر حال ذہن نوجوان تھا اسے جب یہ
چشمہ ہو جانے کا سین آگیا تو اس نے بھی اپنی صلاحیتوں سے
کام لینا شروع کر دیا۔

ہر حال رات کے آخری حصے میں اس نے مجھ سے
ملاقات کی اور میرے چنے سے لپٹ گیا "یہ سب کچھ۔ یہ
سب ابھی تک میرے لئے ناقابل یقین ہے۔ یہ سب کیسے
ہو گیا جیسا۔"

"ہو گیا ہے ست پرکاش۔ لیکن اسے بد قرار رکھنا اب
تمہارا کام ہے راجہ بنیں انسان کام نہیں ہے۔ تمہیں سخت
ابجدوں سے گزرنا ہے سبب غائب ابھی تمہارے بے شمار
خائف ہوں گے۔"

"تم نے جو کچھ مجھے دیا ہے جو اب۔ تم بے فکر رہو۔ میں
اسے بڑی ہی ذہنیاتی سے سنبھالوں گا۔"

"ہاں۔ اب تم مطلق العنان ہو۔ دیویتی کو کوئی تم سے
نہیں جھین سکتا۔ لیکن پہلے دوسرے مرحلوں سے نہٹ لینا۔
اس کے بعد اپنے پریم کی طرف توجہ دینا۔"

"میں وہی کروں گا جیسا کہ تم کہو گے۔ لیکن مجھے یہ تو
مادہ۔ یہ سب اتنی آسانی سے کیسے ہو گیا؟"

"آسانی سے نہیں ہوا ست پرکاش۔ میں نے اس کے
نہت کچھ کیا ہے۔ براہ کرم اس کی تفصیل میں نہ جاؤ۔"
"تھک گیا۔ میں آپ کے لئے کیا کروں میں آپ کو اس
کا صلہ کیسے دوں؟"

"میں تم سے صلہ ضرور وصول کروں گا۔"
"میں بھی تمہارے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ جیسا۔"
"ابھی تم صرف یہ کہو کہ اپنی گدی پر مضبوط گرفت
حاصل کرو۔ اس کے بعد میں تمہیں بتاؤں گا کہ تمہیں
میرے لئے کیا کرنا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

ست پرکاش کو راج گدی سنبھالے ایک ہفتہ گزر گیا۔
اس ایک ہفتے میں زہدیت بنگائے ہوئے ہرچن کے کچھ
لوگوں نے اس کی گرفتاری کے خلاف احتجاج کیا۔ لیکن
انہیں گرفتار کر کے سخت سزا دی گئی۔ اور پھر ایک دن
ہرچن نال کو بھی پھانسی دے دی گئی۔ فوجوں کا ستارہ پوری
طرح سے پرکاش کے حق میں تھا۔ وہ گووند اس پورے۔۔۔
اندھی عقیدت رکھتا تھا ہر حال بڑے کام کا ذہنی ثابت ہوا
وہ۔ اور سچ بات ہے کہ ست پرکاش کی حکومت اس کی وجہ
سے بہت مضبوط ہو گئی۔

رہ گیا میں۔ تو میں ڈیڑے کے مذاب میں گرفتار تھا۔ وہ
کبھت تو خود کو خلی عورت سمجھ بیٹھا تھا۔ اور اب اس کی
دست درازیاں بڑھ نی تھیں۔ میرا خیال تھا اب اس سے
چھٹکارا پاؤں۔ چنانچہ میں نے اس کے لئے ایک ترکیب
سوچی۔ اسی رات میں نے اس سے کہا میں اس کی داسیوں کا
رہن دیکھنا چاہتا ہوں۔

"ضرور میری جان۔ میں سب سے کہہ دیتی ہوں۔"
"ہم شراب بھی پیئیں گے۔"

"بائے۔ اس کے بعد میں سرور میں آجائوں گی۔"
"خمر نشی شراب پی سکتی ہو گووندی؟"

"جتنی تم کہو گے۔"
"آپنا پھر دیکھیں گے۔ لیکن تمہارے ماننے نہیں
آؤں گی۔ تم کسی سے میرا ذکر بھی نہیں کرو گی۔"

"یہ تم میرے پاس تو ہو گے۔" اس نے مجھ پر
آہستہ سے پوچھا۔

"یقیناً تمہارے ہاتھ بڑھیکے" میں نے جواب دیا۔
سو اس رات کو وہ اس کپور کے محل میں خاص رخصت و سرور کی محفل رچائی تھی۔ رقص و گانے ہوتا تھا۔ کھانے پینے کی چیزیں جام لڈھاٹے تھیں۔ میں دوش لے اڑھے ہوئے صداران کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا۔ اور صداران جام پر جام پی رہے تھے۔

اتنے بڑا کام ہو جانے کے بعد میں مطمئن و مسرور تھا اور اب میرے اندر نووا اقدوسی بھی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ انا کام مکمل کروں۔ اس کے بعد درگاپور چھوڑ دوں گا۔ اب مجھے طاقت پر فخر آنے لگا تھا۔ اپنی پراسرار طاقتوں پر تعجب نہ کرتا تھا۔ محکم بنے اس نے میری زندگی بچائی تھی۔ مجھے بہت پتہ چلا۔ لیکن میں بھی تو انسان ہوں۔ بیش اس کی وجہ سے الجھنوں میں پھنس جاتا ہوں۔ اس کا احسان سراپا ہوں۔ لیکن اب مزید احسان نہیں لوں گا۔ یہ سب ہی چھوڑ دوں گا اور کسی دوسرے ملک جا کر اپنے طور پر کوئی سنجیدہ زندگی بسر کروں گا۔

صداران کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی۔ کینسر بھی اب اسے جام دیتے ہوئے تھک رہی تھی۔ پھر یہ کیفیت ہوئی کہ صداران جام پکڑنے کے قابل بھی نہ رہے۔ انہوں نے میرے کندھے پر چھوڑ دی رکھ دی۔

"نا تھا۔" وہ آہستہ سے بولے۔

"میری گوندی۔" میں نے پیار سے اس کی پشت سلاتے ہوئے کہا۔

"اب غارتہ۔ ہوں؟"

"کینسر سے کہو اپنے ہاتھ سے پائیں۔" میں نے جواب دیا۔

"نا۔" وہ بولا۔ اور پھر اس نے واسیوں کو اشارہ کیا۔

"بس کریں صداران۔ بس کریں۔ بھوان نے کہے۔ تب کہ نقصان پہنچ جائے گا۔" ایک واسی نے کہا۔

"پا۔ ناؤ۔ جو میں۔ کہہ رہا۔" صداران ناراض ہو کر چلائے اور واسیاں پھر انہیں پلانے لگیں۔ اثر ہونے لگا۔ صداران کی حالت جزئی جا رہی تھی۔

"بس پتہ جاؤ۔" میں نے اس کے کان میں کہا۔

"کان۔ حال پتہ اور۔" صداران جھوم کر بولے۔ اور واسیاں تو سحر کی ہنڈی تھیں۔ اور پھر صداران کے منہ سے شراب پینے لگی اور وہ اوندھے گر گئے۔ اور میں خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔

"کھڑا ہو گیا۔"

وہاں سے پٹا آئے۔ اور ایک من سب جگہ تماشائی لڑکے لیت گئے۔ نہ جانے کب مجھے غینہ آئی۔ اور وہ سبھی صداران میں اٹھ تو پورے محل میں سرگوشیاں رقص کر رہی تھیں۔

صداران مر گئے۔ صداران مر گئے۔

صداران کا دھیانت ہو گیا تھا۔ سب پر کاش بہت عمدہ اداکاری کر رہا تھا۔ وہ اس قدر اداس تھا کہ جیسے سچ اس کو بہت رنج ہوا ہو۔ اس نے صداران کی موت کے سننے میں بہت سے اداکات جاری کئے تھے۔

سب کچھ ہو رہا تھا، لیکن موت نہیں تھا۔ یہاں میں نے میدان ہی صاف کر دیا تھا۔ کاش طاقت واپس آجائے۔ میرے دل کی گھرائیوں میں یہ آواز ضرور تھی۔

لیکن طاقت ناکوئی پتہ نہیں تھا۔ اور اب میں آخری لمحے کے لئے تیار تھا۔ اس کے بعد۔ اس کے بعد میں نے فیصلہ کیا تھا کہ درگاپور چھوڑ دوں۔ یوں بھی میں طویل عرصہ گزار چکا تھا۔

اور طاقت۔ اس بار شاید اس نے مجھ سے جان ہی چھڑائی تھی۔ تنکا کا بھی کوئی نشان نہیں رہا تھا اور پھر مجھے یقین تھا کہ طاقت بھی کا تنکا کو تھکانے لگا ہوا ہو گا۔ اس جن زادے سے پہنا مشکوئی تھا۔ اور پھر جو اس کی فطرت تھی مجھے اچھی طرح معلوم تھی۔

چنانچہ ایک رات میں سب پر کاش اور دیو متی کے پاس پہنچ گیا۔ یہ دونوں سب سے خوش تھے اور ظاہر ہے انہیں یہ خوشی میری وجہ سے ملی تھی۔ اس لئے وہ میرے پیچھے تھے۔

"آؤ بھیا۔ ہم تمہاری ہی باتیں کر رہے تھے۔"

"کیا باتیں ہو رہی تھیں؟" میں نے پھر وہی مسئلہ ابھارتے ہوئے پوچھا۔

"بھیا۔ تم نے مجھے وہ کام ابھی تک نہیں بتایا۔ یہ ترجمہ سے لینا چاہتے تھے۔" سب پر کاش نے کہا۔

"بہت مشکل ہے سب پر کاش۔ کر سکتے ہو؟"

"آپ کے لئے تو میں الگ کے سمندر میں چھلانگ لگاؤں گے۔"

"خود کرو۔"

"خود کر لیا بھیا۔ آپ کیسے تو سہی۔" سب پر کاش نے بھروسے سے کہا۔

"تو سنو سب پر کاش۔ کیا دیو متی نے تمہیں میری حقیقت نہیں بتائی؟"

طاقت

"تمہاری حقیقت؟"

"ہاں۔"

"تمہاری حقیقت کیا ہے بھیا؟"

"کیوں دیو متی؟" میں نے اسے دیکھا۔

"بھئی اچھے بگ من کی نہیں ہوتیں بھیا۔" دیو متی نے کہا۔

"میں تمہاری اس بات کی قدر کرتا ہوں دیو متی۔ اور یہ سچ بھی ہے۔ تم تمام عورتوں سے مختلف ہو۔ بہرحال سب پر کاش۔ میں نہیں سمجھتا کہ تمہیں یہ جان کر کتنا دکھ ہو گا۔"

"میں مسلمان ہوں۔"

"اے۔ سب پر کاش حیرت سے مہل پڑا۔"

"ہاں سب پر کاش۔ میں مسلمان ہوں۔"

"خیر۔ غلط ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے بھیا۔ کیا یہ سچ ہے؟"

"ہاں میں مسلمان ہوں سب پر کاش۔"

"اگر ہیں بھیا۔ تو اس میں دکھ کی کیا بات ہے۔ دھرم تو سب کے لئے ہے۔ ہم نے خود انہیں برا بنادیا ہے۔"

"ہاں سب پر کاش۔ اور تمہارے دلہن میں مسلمانوں کے ساتھ بہت برا سلوک ہو رہا ہے۔"

"مجھے نہیں معلوم بھیا۔ بھوان کی سولہ۔ مجھے نہیں معلوم۔"

"انہیں اچھوت بنادیا گیا ہے۔ ان سے ان کی مذہبی مراعات چھین لی گئی ہیں۔ ان کے سارے کاروبار چھین لئے گئے ہیں۔ انہیں جانوروں کی سی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ ان کی لڑکیاں ہندو اغوائتے ہیں انہیں طرح طرح سے پریشان کیا جاتا ہے۔"

"بھوان کی سولہ بھیا۔ یہ انہیں سب میں ان کے ساتھ نپائے کروں گا۔"

"میرا یہ کام ہے سب پر کاش۔ میں چاہتا ہوں ایک راجہ ہونے کی حیثیت سے تم ان کے ساتھ بھی انصاف کرو۔ انہیں ان کی عزت واپس دناؤ۔ انہیں بھی انسانوں کی طرح جانے کا حق دو۔"

"یہ تمہارا کام نہیں بھیا۔ میرا کام ہے۔" سب پر کاش نے جذباتی انداز میں کہا۔ کئی منٹ تک خاموش رہا۔ پھر حیرت سے دیو متی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"لیکن تمہیں یہ بات معلوم تھی دیو متی؟"

"ہاں۔ بھیا نے مجھے بتادیا تھا۔"

"تم نے مجھے نہیں بتایا۔ خیر، غصہ ہی کیا۔ بھیا کا اقرار

طاقت

قائم رہا میں کوئی، کوئی نہیں کروں گا بھیا۔ لیکن بھوان کی سولہ۔ جب تک میں زندہ ہوں۔ جب تک میرا جیون باقی ہے میں ان کے ساتھ اپنا سب سے بولے دوں گا۔

"میرا کام ختم ہو گیا۔" میں نے کہا۔ دل میں نہ جانے کیوں اداسی کی لہر دوڑنی لگی۔ اس کے بعد میں ان کے پاس نہ رہا اور ان سے اجازت لے کر نکل آیا۔

اب درگاپور میں ٹھہرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ دیو متی اور سب پر کاش سے ذکر کرنے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ اور اگر ذکر کر دیتا تو وہ لوگ مجھے روکنے کی کوشش کرتے۔

یہ سب کچھ فصول تھا۔ اب یہاں رہنا بیکار ہے۔ میں نے سوچا۔ لیکن کہاں جاؤں؟ کسی بھی طرف سب سے پہلے درگاپور سے نکلا جائے۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا۔

میں چلتا رہا۔ اور پھر اسی مندر کے قریب پہنچ گیا۔ جہاں ہم نے درگاپور میں داخل ہونے کے بعد پہلی بار قیام کیا تھا۔ مندر کو دیکھ کر میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ دوشالہ اوندھے رہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے اسے اتار دیا۔ سرحد پار کرتے وقت دیکھا جائے گا۔ اور پھر میں مندر کے سامنے سے بھی گزر گیا۔

اور پھر درگاپور کی حدود ختم ہوئی تھیں۔ کہ اچانک میری نگاہ سامنے اٹھ گئی۔ دل دھک سے رہ گیا تھا۔ سامنے سے طاقت آ رہا تھا۔

میرے قدم ٹھنک گئے۔ طاقت نے بھی مجھے دیکھ لیا اور پھر وہ تیز قدموں سے میرے قریب پہنچ گیا۔ لیکن مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں آئی تھی۔ وہ بے حد سنجیدہ اور ایسی قدر پریشان سا تھا۔ میں خاموش کھڑا رہا۔ اور وہ میرے قریب پہنچ گیا۔

"تمہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر پریشان ہو گیا۔ کہاں چلے گئے تھے؟" اس نے سنجیدہ آواز میں کہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"بتاؤ نا۔ کہاں چلے گئے تھے؟"

"نہیں نہیں طاقت۔"

"آؤ میرے ساتھ۔"

"کہاں؟" میں نے سپاٹ لیے میں کہا۔ اس کے سوال پر مجھے غصہ آیا تھا۔ لیکن میں نے سرد مہری سے کام لیتے ہوئے اس کا انکار بھی نہیں کیا۔

"نہیں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔" اس نے کہا۔

"نہیں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا مطلب؟"

کتابیات پبلی کیشنز

طاقت

248

کتابیات پبلی کیشنز

تاریخ: ۱۳۹۸/۰۵/۰۵

ملحق ٢

جواب: ۱

لگا کہ میں کھڑے ہو کر اس میں دیکھ سکتا تھا۔ لیکن سوراخ
میں ہوا تھا کہ اس سے کسی انسان کے نکلنے کا سانس ہی نہیں
آتا تھا۔ یہ اس طرف طاوت تھی؟ میں نے سوچا۔ اور
جلدی سے کھڑا ہوا۔ تب میری نگاہ سوراخ کے دوسری
طرف پڑی اور ایک بار پھر میں شاید رو رہا تھا۔ وہ شکل ایسی
تھی جتنے ایک بار دیکھ کر بھلا بھلا ہو سکے۔ وہ تو انہیں پر غصہ
پانے والوں میں سے تھی۔

"راج جس۔" میرے منہ سے نکلا۔

"ارے۔ تم مجھے جانتے ہو۔" وہ حیرت سے بولی۔ "تو ان
کے گھنٹیاں بن رہی تھیں۔"

"تم راج جس بنی ہو؟"

"ہاں۔ میں اسی منہوں نام سے مشہور ہوں۔"

"کیا مطلب؟ کیا تمہارا یہ نام نہیں ہے؟"

"نہیں۔"

"پھر کیا نام ہے؟"

"پہلے تم اپنے بارے میں بتاؤ۔ کیا تم تنکا کے قیدی

"ہاں۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کیوں قید کیا ہے اس نے تمہیں؟"

"بہی کمالی ہے۔"

"یہ نام ہے تمہارا؟"

"عارف۔"

"اس۔" وہ چونک پڑی۔ "عارف۔ عارف۔ ایسے نام
مردوں کے ہوتے ہیں۔"

"الحمد للہ۔ میں مسلمان ہوں۔"

"حق۔" اس کے لیے میں ایک انوکھا انداز میں ایک
سارہ دیکھا۔

"خدا کا شکر ہے۔ احسان ہے اس نے۔" وہ بولی اور
بار میری حیرت کی بادی تھی۔

"ایسا عجیب یہ خطاب؟"

"میں بھی مسلمان ہوں عارف۔ میرا نام شکیدہ ہے۔ تو
بہت سی خوشی ہوئی ہے میرے دل کے بعد ایک مسلمان کو
نہ تم اس کے چہرے میں ایسے آہستہ؟"

"کب تم مسلمان ہوئے؟ میں شدت حیرت سے دیکھ رہا تھا۔"

"تین دن۔ الحمد للہ میں بھی مسلمان ہوں۔"

"لیکن راج جس؟"

"یہ منہوں نام ان بدلتوں نے ہی مجھے دیا ہے۔" شکیدہ

بیانات پستی کی مشق

دروازے سے تڑپا ہوا۔ اور نہ جانے وہ کون سے لوگ نہ روٹی
حصوں سے اس کے لئے محبت پھونک رہی تھی۔ نہ جانے کیوں
اس سے بے پروا واپس نہ ہوئی۔ میں شدت جذبات
سے گنگا آتے دیکھ رہا تھا۔ اور وہ بھی مجھے گھور رہی تھی۔
پھر اس نے ایک سری سانس لیا۔

"لیکن آپ نے علیہ قہار ہو کر سامنا نہ کیا ہے۔"

"مصلحت تھی شکیدہ۔ لیکن میں کہہ رہا تھا۔ یہ جان کر شاید

حیرت ہوئی کہ تم مسلمان ہو۔"

"میری کیفیت میری بھی ہوئی عارف۔ لیکن آپ مجھے
راج جس کے نام سے جانتے ہیں۔"

"ہم تمہیں آج سے نہیں جانتے شکیدہ۔ کافی عرصے قبل
ہم نے تمہیں ایک مندر میں دیکھا تھا۔ اور یہ شاید مذہب کی
کشش ہی تھی کہ ہم اکثر تمہارے بارے میں سوچتے

رہتے۔"

"ہم سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"میرا ایک اور دوست۔ میرا بھائی۔"

"یہ وہ آپ کے ساتھ نہیں ہیں؟"

"نہیں۔ وہ بھی منہوں تنکا کے چکر میں ہے۔"

"خدا بخیرت کرے۔ اس منہوں کو۔ نہ جانے کیوں اللہ
نے اس کی رہی دروازہ کھلی ہے۔" شکیدہ دروہرے لیے میں
بولی۔

"اپنے بارے میں کچھ اور نہیں بتاؤ گی شکیدہ؟"

"کیا بتاؤں عارف صاحب۔ دنیا کی سب سے بد نصیب
ہستی ہوں۔" میری وجہ سے میرے باپ اور دادا مارے
گئے۔ اب پوری دنیا میں تھا۔ وہ۔"

"مارے گئے؟"

"ہاں۔ ان ظالموں نے نہ جانے کیسے مجھے تباہ کیا۔
اور میرے پیچھے پڑ گئے۔ ذلیل پنجابی پاران لال نے وزیر
ہرجان ال کی مدد سے مجھے اغوا کرایا۔ میرے والد اور دادا

نے مدافعت کی تو انہوں نے کھانا دیوں سے انہیں ہلاک
کر دیا۔ مان بچپن میں سر جھٹی تھی۔ اس کے بعد میرا کوئی نہیں
رہا۔ اور پھر میں ان منہوں میں قہار کی حیثیت اختیار
کر گئی۔ چھ سال سے میں مندروں میں داری ماری پھر رہی

ہوں۔ غیبت صورت تنکا بھی میرا طلب گار ہے۔ عجیب سے
چپقلش چلا رہی ہے ان کے درمیان۔ شاید قہر رات انی خیرا
میری عزت کی منہ انت کر رہی ہے کہ ان کے درمیان میرے

بارے میں کوئی فیصلہ نہیں ہو پا رہا۔"

"اور۔"

طاوت 2

"اور آپ یہ تنکا مجھے لے آیا ہے۔ اس ذلیل نے بھی
میری عزت دو کوڑی کی کر رکھی ہے۔ روزانہ شراب پیتا ہے
اور پتھر کے ایک بد شکل مجھے کے ساتھ مجھے رقص کرتا پڑتا
ہے۔" شکیدہ زار و تھار رو رہی تھی۔

"تمہارا دروازہ وسیع ہے کہ میں تمہیں دلاؤں۔ بھی نہیں
دے سکتا مجھے۔ اپنا غم میں برائے کا شریک سمجھو۔" میں نے
نہ روٹی سے کہا۔

"عرصے عرصے کے بعد میں نے ہمدردی کے الفاظ سے
چپ۔ میں تو اتنی بد نصیب ہوں کہ مجھ سے ہمدردی کرنے والا
کونسی کوئی نہیں ہے۔" شکیدہ سسکیاں لیتے ہوئے بولی۔

"میں مری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ طاوت کی جانب سے
اب میرے دل کی کمزورت نکلی تھی۔ وہ غریب خود
محببت میں گھر گیا تھا۔ کاش میں اس کی مدد کر سکتا۔ ہر حال

میں ذہن دوڑاتا رہا۔ تنکا جی شیطان تھا۔ اب اس کے
پیش سے اٹھنا آسان نہیں تھا۔ دوسری طرف شکیدہ کی دکھ
بھری داستان نے دل ہادیا تھا۔

اور اپنا تک مجھے احساس ہوا کہ کوئی چیز دماغ میں چھو
رہی ہے۔ کوئی ایسی بات جس نے نظر انداز کر دیا تھا۔
کوئی ایسی بات تھی۔ کوئی ایسی بات تھی؟ میرے ذہن میں

دو بات نہ تھیں۔ شکیدہ کی سکایاں اب رک گئی تھیں۔

"بہر حال عارف صاحب۔ میں نے آپ کو بھی رنجیدہ
کر دیا۔ لیکن یقین کریں۔ کسی ہمدرد کے سامنے آنسو بہانے
سے دل کا درد سب کا ہو جاتا ہے۔"

"مجھے سخت افسوس ہے جس شکیدہ۔ لیکن آپ فکر نہ
کریں۔ میں اور میرا دوست بھی اس ذلیل سادھو کے چکر میں
پھنسے ہوئے ہیں۔ اگر ہم آزاد ہوئے تو۔ تینوں ساتھ ہی آزاد
ہوں گے۔ میں وعدہ کر رہا ہوں جس شکیدہ کہ اگر یہاں سے

نکلنے کا موقع ملے گا تو ہم تمہارا ہوں گے۔ آپ ہمارے ساتھ
ہوں گی۔"

"دش۔ کاش۔" وہ حسرت بھرے انداز میں بولی۔

"ایک اور بات شکیدہ۔ شاید تنکا کو مجھے یہاں قید کرتے
ہوئے اس سوراخ کا احساس نہیں تھا۔ اس لئے ہم اتنے یہ
احساس نہیں ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے سے مل چکے

ہیں۔"

"تھیک ہے۔" شکیدہ نے تہمت سے کہا۔

"بہر حال خدا پر بھروسہ نہ کرو۔ وہ نہ رنی مدد کرے گا۔"

اور پھر میں سوراخ کے پاس سے ہٹ گیا۔

اس وقت عارف میں غصہ ہورہی تھی۔ لیکن مجبور رہی تھی

طاوت 2

(55)

بھی کیا سکتا تھا۔ وقت گزرتا رہا۔ خاص دیر کے بعد چھری
دیوار میں ایک چوڑی کھڑی کھلی اور ایک تھال اندر پہنچا دیا
گیا۔ جس میں کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ ان سے پرہیز
نہیں کر سکتا تھا۔ ہموکا وہ گر حقل بھی کام نہیں کرتا۔ اس
لئے آرام سے کھایا اور پھر عارف کے چہرے پر فرس پڑ گیا۔
عجب غنودگی کی سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ پھر سو گیا۔

نہ جانے کس قدر رات گزری تھی کہ میرے کان میں
شکیدہ کی آواز ابھری "عارف صاحب۔ عارف صاحب۔" وہ
سوراخ سے مجھے آواز دے رہی تھی۔ میں جلدی سے اٹھ کر

سوراخ پر پہنچ گیا۔ رات کا وقت تھا اس کی شکیدہ فہر نہیں
آ رہی تھی۔

"شکیدہ۔" میں نے اسے آواز دی۔

"اور۔ کیا آپ سو گئے تھے؟"

"ہاں۔ شاید۔" میں نے کہا۔

"کھانا ملا آپ کو؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"اسی لئے تکیف دی تھی۔ میرے پاس کھانے کا کچھ
سامان تھا۔" شکیدہ نے کہا۔

"شکر یہ شکیدہ۔ کیا وقت ہوا ہوگا؟"

"رات کا پہلا پہر ہے۔ میں ابھی اس منہوں کے پاس
سے آئی ہوں۔"

"تنکا کے پاس سے؟"

"ہاں۔"

"اور۔ اور۔" اپنا تک میرے ذہن کی وہ کھڑکی کھلی گئی
جس کے بارے میں میں نے پہلے سوچا تھا۔ وہ بات یاد آئی جو

بولی ہوئی تھی نگ رہی تھی۔ اور میں چونک پڑا۔

"شکیدہ۔" میں نے اسے آواز دی۔

"ہاں۔ میں موجود ہوں عارف صاحب۔"

"ایک بات بتاؤ۔"

"جی۔"

"کیا تم روزانہ تنکا کے سامنے رقص کرتی ہو؟"

"ہاں۔"

"کسی مخصوص وقت پر؟"

"ہاں۔"

"اور وہ شراب پیتا رہتا ہے۔"

"ہاں۔"

"اس کے بعد کیا ہوتا ہے شکیدہ؟"

"وہ مدہوش ہو کر رہ جاتا ہے اور حالت بد ہوتی ہے۔" اور پھر

کتابیات پستی کی مشق

آپ قیامت میں مارا صاحبِ مہمید سے پانی
بھینسی آتے آتے سما۔

موت اور دوشیاری شریک۔ جب۔
 میں انتہائی کوشش کریں گی۔ آپ بے فکر رہیں۔
 مضمین ہے کل کے دن ہمارے کامیابیوں کو دن جو۔ میں
 نے کہ اور تحفہ خاموش رہی "ہیں آرام کرنا سکھیں۔" میں
 نے کہ اور تحفہ سارا کچلے پس سے ہٹ گئی۔ میں بھی اپنی
 جگہ۔ آج۔

ابن ابی فزیر آغلیوں میں کہاں تھی۔ خیالات تھے کہ وہیں پہنچا رکھے ہوئے تھے۔ نہ جانے خاتوت کہاں قید ہے۔ شاید انیس غاروں میں۔ کیا کیفیت ہوگی اس کی۔ بہت دھمکی ہوگی۔ بہت پریشان ہوگی۔ خاتوت کے لئے دل میں بے پناہ دردناک امنہ آئی۔ کسی طرح اسے رہا کرالوں۔ دل میں یہ خیال نہ۔

ساری رات نہ سو سکا۔ اور پھر وہ نئی روشنی کا درمیان
داغدار ہو گئی۔ ضروریات سے فارغ ہونے کے لئے کوئی جگہ
نہیں تھی۔ تن بہ تقدیر ہو گئی۔ حسب معمول صبح کا ناشتہ اور
پھر دوسرا کھانا بھی ملا۔ یہی سب چینی سے دن گزارا۔ میرا ہی
دل چاہتا تھا کہ شکیلہ سے کوئی بار گفتگو ہوئی اور میں اس کی
ہمت دھماکارا۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔

طرف سے جواب نہ دیا۔ گویا تنہا چاہتی تھی۔ دل تھا کہ بیٹے
 سے ہر اُرد آ رہا تھا۔ ایک ایک لمحہ شائقِ مژد رہا تھا۔ ہر
 آنکھ پر کان لگے ہوئے تھے۔ ایسی بری حالت ہو گئی کہ زمین
 پر لپٹ گئے۔

کاش کھیل کا کامیاب ہو جائے۔ کاش بے کاشی۔ دل سے
میں دعاؤں کی تہمتیں۔

اور پھر نہ چاہے ستمی صدیوں گزر گئیں۔ تب جاننے والے
کے یونانی جنت میں آجٹ ہو گئے۔ اور پھر یونانی لٹریچر میں
جسے کہنا اندر آتا تھا اور پھر گلیلی کی آواز ابھر گئی۔

"ما۔ مارف۔ سادب۔" میں بچوں کی معرفت سے لکھنے کے لیے لکھا۔

"میں نے اسے اسے" "تو کی ایک حالت تھی۔"

”ہاں۔“ تو تپتی تپتی تو اڑ میں۔
 ”نہر بہا۔“ تو اڑی تپتی۔“
 ”نہر بہا۔“ تو اڑی تپتی۔“

تعارف

"ادب رک جاؤ۔ میں دیکھتا ہوں شاید میں اس کھڑکی سے لڑ سکوں۔" میں نے کہا اور پھر میں نے سخت جدوجہد شروع کر دی۔ سر با آسانی کھڑکی سے لکھ گیا۔ لیکن شانے پر ڈالے تھے، پھنس گیا تو عبرتناک موت ہوئی۔ لیکن زندگی کی جدوجہد کے لئے موت سے ٹھیک ہی بڑا ہے۔ میں نے بدن سکڑا دیا اور اس چھوٹی سی کھڑکی سے چھٹنے کی بھرپور جدوجہد کرنے لگا۔ حواس معطل ہوئے جا رہے تھے۔ کیونکہ کھڑکی اتنی کشادہ نہیں تھی۔ میں اپنے بدن کو ایک ایک ٹل سرکا رہا تھا۔

تخلیل کی بھی جان پر بنی ہوئی تھی۔ وہ ہری طرح کانپ رہی تھی اور اس کے پاؤں بے جان ہوئے جا رہے تھے۔ کئی بار قیامت ساتھ چھوڑ گئی۔ میں نے سوچا شاید مجھ پر نصیب کو یہ انوکھی موت ہی ملنی ہے کہ ایک دیوار کے سوراخ میں چھپ کر جان دوں۔ اور یہ جدوجہد۔ آف کیسی خوفناک تھی۔ بدن کا ٹونسا حصہ تو جو پھل نہ گیا۔ پسلیاں تھیں کہ ایک اور سر پر چڑھ گئی تھیں۔ بقیہ جان دوسری طرف لٹکا ہوا تھا۔ ہاتھ بے جان ہو رہے تھے۔ جن کی قوت سے میں قتل ہو رہا تھا۔

”تو تم تک گیا کہ بے جان ہو گیا۔“ ٹھیکہ دل پکڑے مجھے
 کچھ دیر ہی تھی چہرہ ہاتھ کے بڑھی اور اپنے کمرہ پر ہاتھوں سے مجھے
 پہنچنے لگی۔ ”عارف صاحب! عارف صاحب ہمت کریں۔“
 ”ہاں۔ ہاں۔“ میں نے نیم غشی کی حالت میں کہا اور پھر
 چہرہ پر قوت صرف کرنے کا بدن کی کمال جگہ جگہ سے اتر گئی
 تھی۔ لیکن اب امید بندھ چکی تھی۔ سینہ بس باہر آیا ہی جا رہا
 تھا۔

اور خدا خدا کر کے سینہ باہر نکل آیا۔ بقیہ جسم اٹھنا
شکل کام نہیں تھا۔ اور پھر میں نیچے اٹھ کر اٹھ گیا۔ بھرپور
سارا دینے ہوئے تھی۔

”خدا کی پناہ! آپ تو سخت زخمی ہو گئے۔“ اس نے
 مددگار سے میرا سراپہ راتوں رات دیکھتے ہوئے کہا اور اپنے
 سر سے میرا سر سے میرے بدن کا ہیندہ خشک کرنے لگی۔ اس نے
 میرا جہرہ نیچا۔

عورت کی فحش بھی کیا ہوتی ہے۔ عورت نالاس بھی
 کیا ہوتی ہے۔ اور بدلتی ہے تو ماسا سارے دل کو خود میں سمولیتی
 ہے۔ بہن بدلتی ہے تو خون کی جھک دل کو قرار بخشتی ہے۔ جی
 دلتی ہے تو بے شکے دل کو سونگ دیتی ہے۔ یہی ہوتی ہے تو
 بانگ کی حد تو لے کر ملک مل چاہتا ہے۔



”تخلیل کی آغوش میں بھی بڑا سکون تھا۔ میں اسے کوئی نام نہیں دے سکتا تھا۔ لیکن میں نے بڑی اچھی کیفیت محسوس کی تھی اور اس کیفیت نے میرے ذہن پر خوشوار اثر ڈالا۔ اور چند ساعت کے بعد ہی میں اٹھ بیٹھا۔“

”معذ کرنا ٹھیک۔ تمہیں پریشان کیا۔“
 ”اب ٹھیک تو ہیں نا عارف صاحب؟“
 ”ہاں۔ اب ٹھیک ہوں۔ بہت معمولی جگہ تھی۔“
 ”خدا کا احسان ہے۔“
 ”او۔ وہ کہاں ہے؟“
 ”تھو کا؟“

"ہاں۔ اسے دیکھیں۔ ہوش میں نہ آجائے۔"
"مشکل ہے۔" فکیلہ نے میرے ساتھ آگے بڑھ
ہوئے کہا۔

”اچھا۔“
”میں نے تہری موگری پوری قوت سے اس کے سر
ماری تھی۔“

”غوب۔ مومری تمہیں کہاں سے ملی گئی؟“
 ”ایک بت کے ہاتھ میں گزر کی طرح پھنسی ہوئی تھی۔
 میں نے اس سے ادھار مانگ لی۔“ ٹکینہ نے جواب دیا اور
 اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی۔ میں نے دل ہی دل میں
 اس کی عرافت کو سراہا۔ یہ لڑکی ان حالات میں تحریف وہ
 کہتی ہے۔ بڑی بات تھی۔

”ہم اس بات کا شکریہ ادا کریں گے جتنا مہاراج مان میں“

”آئیے اس طرف۔“ اور ہم نے رفتار تیز کر دی۔
 چند ساعت کے بعد ہم ہٹو کا کے پاس پہنچ گئے۔ وہ زمین پر
 اونڈھا پڑا ہوا تھا۔ میں نے جبکہ کراستہ دیکھا اور گہری
 سانس لی۔ اس پر بخت کا تو بھیچا نکل پڑا تھا۔ زندگی کی کوئی
 رقع اس میں موجود نہ تھی۔

”زندہ باد۔ پھر کامیاب رہا تو یہ لوگ سدا حار گئے۔“
”محب مرگیا؟“ شکید نے لرزتی آواز میں پوچھا۔

”مرنا ہی چاہئے تھا۔ ایک مسلمان لڑکی کے ہاتھوں“

ہر بار قتل کرو۔" میں نے جب تک کہ وہ موگر می اٹھائی جس سے
 شکیلہ نے ہتھکڑی کو قتل کیا تھا۔ اچھی خاصی وزنی موگر می تھی۔
 ہر حال اسے لے کر میں شکیلہ کے ساتھ چل پڑا۔ اور پھر ایک
 سڑک سے گزر کر ہم دوسرے کشادہ دار کے سامنے پہنچے۔

کتابیات پیدای گیشتر

شکیلہ نے اندر اشارہ کیا۔

اندر روشنی ہو رہی تھی۔ کئی شمعہ ان روشن تھے۔ پہلی روشنی میں چاروں طرف رکھے بت خوفناک نظر آ رہے تھے۔ جو اونٹاروں کے نہیں تھے بلکہ یہ بھیانک شکنجے ارواح خبیثہ تھیں۔ غار میں کوئی آہٹ نہیں تھی۔ میں دبے پاؤں اندر داخل ہو گیا۔ اور پھر میری نگاہ تنکا پر پڑی۔

تھروس بوڑھا اور ایک مرگ چھال پر کھٹ لئے لینا تھا۔ شراب کے برتن اس کے نزدیک پڑے تھے۔ میں جلی کی طرح اس کے پیچھے پہنچ گیا اور پھر میں نے بسم اللہ کہہ کر موگرمی اٹھائی اور پوری قوت سے اس کے سر پر دے ماری۔ پھر اناق سے آواز ہوئی اور تنکا کا سر ہاش پاش ہو گیا۔

اس کا سوکھا بدن اذیت سے تڑپنے لگا۔ اور اس کے ساتھ پورے غار میں وحشت ناک چیخیں گونجنے لگیں۔ سارے بت حلق بچاڑ کر چیخ رہے تھے۔ شمعہ انوں میں سلتی ہوئی سمعوں کی لومیں کئی کئی فٹ بلند ہو گئی تھیں۔ روشنیوں کے جھماکے ہو رہے تھے۔ پتھر پلے قدموں کے دوڑنے کی آوازیں آ رہی تھیں اور ان میں رونے کی آوازیں بھی شامل تھیں۔

شکیلہ چیخ مار کر مجھ سے لپٹ گئی۔ اس نے میرے سینے میں منہ چھپا لیا تھا۔ میرے بھی رونے کھڑے ہو گئے تھے۔ اور میں وحشت زدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ تنکا بدستور تڑپ رہا تھا۔ سوکھا سا انسان تھا، لیکن کعبخت میں بڑی جان تھی۔ سر ہاش پاش ہو گیا تھا لیکن بری طرح

اچھل رہا تھا اور پھر رفتہ رفتہ وہ ساکت ہو گیا۔

میں نے محسوس کیا تھا کہ جوں جوں اس کا جسم ساکت ہوتا جا رہا ہے شور کی آوازیں رکتی جا رہی ہیں۔ اور جب اس کے جسم کی آخری دھڑکن بھی ساکت ہوئی تو شور بھی رک گیا۔

ماحول پر اچانک خوفناک سکوت مسلط ہو گیا۔ اور یہ سناٹا بھی بڑا عجیب تھا۔ ہمیں اپنے دلوں کی دھڑکنیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ سمعوں کی روشنیاں بھی ہموار ہو گئیں۔ تب شکیلہ نے میری طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں دنیا جہان کا خوف سمٹ آیا تھا۔ میں نے اسے سینے سے بچھین لیا۔

"میرا خیال ہے تنکا کا جسم ٹوٹ گیا۔"

"ہاں۔ یہاں سے نکل چلیں عارف صاحب۔" شکیلہ سمی ہوئی آواز میں بولی۔

"آؤ۔" میں نے کہا۔ اور پھر ہم دونوں اس غار سے باہر نکلے۔

اوندھے سیدھے پڑے ہوئے تھے۔ وہ ساکت تھے۔

"شاید یہی دوڑ رہے تھے؟" شکیلہ خوف سے بولی۔

"ہاں۔ لیکن اب یہ سب بے جان ہیں۔"

"نکل چلیں عارف صاحب۔ خدا کے لئے جلدی ان غاروں سے نکل چلیں۔"

"نہیں شکیلہ۔ ہم ابھی نہیں چلیں گے۔ ابھی یہاں ایک اور ہستی ہے جو مجھے دل جان سے زیادہ عزیز ہے۔ ہم اسے تلاش کریں گے۔" میں نے جذباتی انداز میں کہا۔



③ LL

لیڈہ کی طرف دیکھا اور چونک گیا۔
وہ ایک دیوار سے پشت کائے بیٹھی تھی۔
"ارے۔۔۔" میں نے کہا اور خلاوت بھی چونک کر اسے
دیکھنے لگا۔

"اوپر سر ہال وہ لڑی ہے۔"
"میں اس سے بات کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور میں
اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ ٹھیکہ کے چہرے پر عجیب سا
خوف ابھر آیا تھا۔

"ٹھیکہ! میں نے آہستہ سے اس سے کہا۔
"جی۔۔۔" وہ بھی آہستہ سے ہی بولی۔
"سوئی کیوں نہیں؟"

"نیند۔۔۔ نیند نہیں آ رہی عارف صاحب۔"
"ہمیں ان لوگوں سے بھی بدتر سمجھتی ہو، جن کے
میان میں۔۔۔"

"جی۔۔۔" ٹھیکہ چونک پڑی۔
"کیا تم اس طویل عرصے میں باقی رہی نہ؟"
"نہیں۔۔۔ نہیں۔ یہ بات نہیں ہے عارف صاحب۔ یہ
بات نہیں ہے۔"

"پھر جو بات ہے وہ بتا دو۔"
"آپ۔۔۔ آپ۔۔۔ ٹھیکہ بولا مٹی تھی۔
"تمہارا خوف بھانپنے ٹھیکہ۔ میں کچھ بھی نہیں کہوں گا۔
سوائے اس کے کہ۔۔۔ کہ کاش تم دارے درمیان خود کو محفوظ
سمجھو۔" میں نے کہا اور ٹھیکہ میری طرف دیکھتی رہ گئی۔ کئی
منٹ تک وہ اسی طرح دیکھتی رہی پھر اس کے چہرے پر عجیب
سے تاثرات ابھر آئے۔

"آپ جانیں عارف صاحب، آرام کریں۔ وہ دہر کر رہی
ہوں انہی سوچاؤں کی۔۔۔ نیند۔۔۔ میں آپ پر بھروسہ کرتی ہوں۔
میں آپ دونوں پر بھروسہ کرتی ہوں۔"
"ٹھیکہ۔۔۔ ٹھیکہ۔۔۔" میں نے کہا اور اس کے پاس سے
واپس آیا۔ ٹھیکہ لیت گئی تھی اور پھر میں بھی خلاوت کے
پاس آیا۔ وہ رکوت بدل کر سونے کی کوشش کر رہا تھا۔ بٹھے
بھی نیند آئی اور اب اس وقت نیند آئی تھی تو پھر آگے بھی
فرصت سے تھی کھلتی۔ سورج خوب چڑھ چکا تھا۔ غار میں گرمی
محسوس ہو رہی تھی۔

میں اٹھ گیا۔ دوسری طرف دیکھا تو ٹھیکہ گہری نیند
سو رہی تھی لیکن خلاوت کہاں گیا؟ شاید وہ جاگ گیا ہو اور باہر
نکل گیا ہو۔ میں نے سوچا اور میں بھی باہر نکلی آیا۔ خلاوت
باہر موجود تھا۔ میرے قدموں کی آہستہ پر عمو اور مسکرادیا۔

"ٹھیکہ۔۔۔ یہ وہی تاہت۔" میں نے بھی منکراتے ہوئے
کہا۔

"کیا ہوا؟"
"تمہارے ہونٹوں کی مسکراہٹ لوٹ آئی ہے۔"
"سب فکروں باتیں ہیں یا یہ کیا فائدہ خود پر مسک خاری
کرتے ہے۔"

"یقیناً۔۔۔" میں نے جواب دیا۔
"میں مسکتی کیا تھا۔" خلاوت بولا اور میں چونک پڑا۔
"کب؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"کئی دور ہو گئی۔"
"ارے۔۔۔ اور وہاں بھی آگئے؟"
"تمہارے خیال میں کیا وقت ہو گیا۔ وہ پھر وہی ہے۔"

"جنانہ۔۔۔"
"اوپر لیکن کبھی کبھی تھے خلاوت؟"
"بھوک نہیں لگ رہی؟" خلاوت نے مجھے گھورتے
ہوئے کہا۔

"ارے۔۔۔ تو تم۔۔۔ تو تم۔۔۔ لیکن۔۔۔"
"کھانا پینے کی سہولت کی چیزیں لے آیا ہوں۔"
"کمال ہے لیکن کہاں سے۔۔۔ پتہ کہاں سے آئے؟"

"پتہ تم لوگوں کی ایجاوہیں۔ میری فائوٹین سے پہلے ان
کی کوئی حیثیت تھی۔ اب ہے۔ بھوک لگ رہی تھی کھانے
پینے کی چیزوں کی ضرورت تھی۔ انہیوں کی تلاش کون کرتا ہو
پتہ جہاں سے مانے آیا۔ اس حالت میں بھی تم ازم ان
لوگوں کے بس کا تو نہیں ہوں۔" خلاوت نے منکراتے ہوئے
کہا۔

"ارے باپ رے۔۔۔ ڈاکہ زنی؟"
"بہر رہی ہے اب کی کرنا ہو گا۔"
"سنو خلاوت۔۔۔ کیوں نہ ہم بال بال آباد چلیں۔ کچھ عرصہ۔"

نواب صاحب کے مہمان رہیں گے اس دوران سوچیں گے
کہ ان کی کیا کرنا چاہیے۔ "میں نے تجویز پیش کی اور خلاوت
کسی سوچ میں گم ہو گیا۔

"دل نہیں آتا یا۔۔۔" اس نے چند ساعت کے بعد کہا۔
"کیوں؟"
"گویا جس لوگوں کے ساتھ کچھ کیا تھا اب اس کا مسئلہ
دھول کر رہ گیا؟"

"ہم ان سے دولت تو نہیں طلب کریں گے۔ سیکس اور
آفتاب ہوں بھی تو ہمارے دوست ہیں۔"
"لیکن ضرورت ہی کیا ہے عارف۔ خاص طور سے ان

کے پاس نہیں جانتی تھے۔ ہاں بھی اس طرف ہانکے تو دیکھا
جائے گا۔"

مطلوٹ (3)

کے پاس نہیں جانتی تھے۔ ہاں بھی اس طرف ہانکے تو دیکھا
جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ صرف ایک تجویز تھی۔ جیسا بھی پسند
کرو۔"

پھر ہمیں غار کے دروازے پر ٹھیکہ نظر آئی۔ ہم دونوں
کو دیکھ کر اس نے گہری سانس لی اور پھر آگے بڑھ کر سلام
کیا۔

"یقیناً راز۔۔۔" میں نے منکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی
مسکرا پڑی۔
"معافی چاہتی ہوں عارف صاحب، معافی چاہتی ہوں
یوسف صاحب!۔"

"ارے ارے کیوں اس بات کی؟" خلاوت بولا۔
"میرے لوگوں میں رہی ہوں۔ برے خیالات ہی ذہن
میں آتے ہیں۔" ٹھیکہ نے جواب دیا۔

"نوبی کا زہن خیال؟"
"ہاں۔۔۔ اسی کی قوت معافی مانگتی تھی۔"
"ارشاد۔۔۔ ارشاد۔۔۔" خلاوت نے منکراتے ہوئے کہا۔

"جائے دیجئے۔ یا کر شریں کی ہوگی۔"
"اور نہ بتانے سے نہیں الجھیں رہے گی۔"
"معافی مانگ چکی ہوں۔ اور وعدہ کرتی ہوں آئندہ کبھی
آپ دونوں کے بارے میں کوئی برائی بات نہیں سوچوں گی۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ کیا بات سوچتی تھی؟"
"آگے کھلی تو غار میں تھا کھینچا گیا میرے دل پر۔
میں نے سوچا کہ۔۔۔ کہ شاید آپ لوگ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔
آپ نے سوچا میرا بوجہ کہاں اٹھائے پھر جس گئے۔"

"اس بھولی میرا نہ دہیں محترمہ۔ آپ کو ہمارے ساتھ
پہلے سفر کرنا ہو گا۔ اگر آپ ہمارے کندھوں پر ساری کا
ارادہ کیے بیٹھی ہیں تو اس خیال کو ذہن سے ہٹا دیں۔"

خلاوت نے کہا اور ٹھیکہ ہنس پڑی۔
"وعدہ کر چکی ہوں۔ اب بھی عارف کریں۔"

"تم ہماری دوست ہو ٹھیکہ۔ اور دوستوں سے جان
نہیں چھڑائی جاتی۔ ان کا ساتھ تو زندگی کی حاضرت ہوتی
ہے۔"

"طوفانی عرصت کے بعد میری قسمت کے ستارے
تکلیف دہ ہیں۔ ان لوگوں میں رہتے رہتے ایسا محسوس ہونے
لگا تھا جیسے زندگی ایک بدترین عذاب ہے۔ بڑی آگ بھٹ ہوتی
تھی لیکن اب لوگوں کے ساتھ۔۔۔ خدا کی قسم! دل ایک بوجھ
سے آزاد ہو گئی ہے۔"

مطلوٹ (3)

"بیٹ کا کیا حال ہے؟" طاہرات نے پوچھا۔
"جی۔۔۔ وہ نہ سمجھتے ہوئے بولی۔
"کیا ان لوگوں میں رہ کر تم نے کھانا چنا بھی چھوڑ دیا
تو؟"

"نہیں۔ سخت بھوک لگ رہی ہے لیکن یہاں کیا
کھاؤں گے؟"

"مطلوٹ پورنی۔ مٹائی۔ چھل وغیرہ۔" طاہرات نے جواب
دیا اور ٹھیکہ منکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگی "یہاں میں بھوت
بول رہا ہوں عارف؟" خلاوت نے میری طرف دیکھا۔

"ہرگز نہیں۔ ہم روزانہ کچا سب کچھ تو کھاتے ہیں
ٹائٹے ہیں۔ لیکن انسانی ہند دھونے کے لیے پانی کا بندر دست
نہیں ہے۔"

"جی۔۔۔ لیکن نہ دھوا نہیں جاسکتا البتہ چہرے پر پانی
چھڑا جاسکتا ہے۔"

"وہی کتنی ہے۔" میں نے کہا اور خلاوت کے لئے
دوئے سلام کی طرف دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم تینوں
بیٹھے ناشتا کر رہے تھے۔ ٹائٹے سے فارغ ہو کر میں نے ایک
ذکار لی اور پھر بہت پر ہاتھ پیرتے ہوئے بولا "ہاں۔۔۔ تو اب
کہاں کا قصد ہے دوستو۔ کون سی سمت اختیار کی جائے؟"

"اسی طرف چلو۔ جدھر سے آئے تھے۔"
"اوپر میرا خیال ہے مناسب نہ ہوگا۔ وہاں ہمارے کچھ
شیانہ موجود ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ ہم ان کے مقروض
ہیں۔" یہ اشارہ دو گام پور کی سرحد پر متعین کن پانچوں کی
طرف تھا جنہیں ہم نے پریشان کیا تھا۔

"دوست فرمایا اے دانشور۔ بے شک وہ لوگ اپنا
قرض واپس مانگ سکتے ہیں۔ لیکن پھر؟"

"تو یہ نقد پر۔ کوئی دوسری سمت اختیار کی جائے۔"
"آپ پہلے سفر سے گھبراتے تو نہیں ہیں مس ٹھیکہ؟"

"آپ لوگوں کے ساتھ۔ اب میں کسی چیز سے نہیں
گھبراتی۔"

"تب آپ زندہ باو۔ آئیے۔" طاہرات نے کہا اور ایک
سست متعین کر کے ہم چل پڑے۔ کھانے پینے کا مختصر سامان
ساتھ تھا۔ پانی بھی تھا۔ بہر حال ہمیں احساس تھا کہ سفر بہت
تکلیف دہ ہو گا۔ تاکہ دو گام پور پہنچ کر سرت پر کاش سے مدد
مانگتی تھی لیکن نہ جانے کیوں دل نہیں چاہا۔

پہلی سفر جاری رہا۔ سب ہی کا زور تھا۔ اس وقت
تک پہلے رست جب تک گہری رات نہ ہوئی۔ چاروں کی
بھول بھلیاں چاروں طرف تھیں بولی تھیں۔ پھر ایک چھوٹے

مطلوٹ (3)

مطلوٹ (3)

مطلوٹ (3)

مطلوٹ (3)

سے ہاڑی نیلے کے دامن میں قیام کی نصیبت۔ کھالے پٹنے کی چیزیں یہاں ختم ہو چکی تھیں لیکن بہر حال ٹکڑوں کرتا۔ سب ہی ایک جیسے تھے بے فکر۔ لاہور۔

آج کی رات ٹھیکہ ہم سے زیادہ دور نہ تھی۔ جگہ بھی ایسی ہی تھی۔ اس کے علاوہ سکون سے سو سکی گئی۔ دوسری صبح حسب معمول چائو وچر بند تھے۔ ٹھیکہ کے چرسے پر مسرت تھی۔

”کیا تم ہاڑی پتھر جیسا کرتی ہو؟“ طاہر نے اس سے پوچھا۔

”بھئی کو شش نہیں کی۔“ ٹھیکہ نے ہستے ہوئے کہا۔

”آج کریں گے“ طاہر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”لیکن کیوں؟“

”اس لیے کہ ششے کا کوئی بندہ دست نہیں ہے۔“

”تو کیا ہوا؟“ ٹھیکہ نے سکون سے کہا۔

”ہمارے“ طاہر نے ہانک لگائی۔

”کیا ہے کیا بات ہے؟“

”یہ لوگ ہمیں چنچ کر رہی ہے۔ یہ ہم سے زیادہ باہمت ہے۔“

”ٹھیک ہے، پھر بھوکے رہنے کا مقابلہ ہونا ہے۔“ میں نے کہا اور طاہر خاموش ہو گیا۔ ہم تینوں پھر چل پڑے۔ راستے میں کئی بار طاہر نے نیلوں پر چڑھ چڑھ کر آبادی تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن کام نہ ہوا۔ نہ جانے کس طرف آٹھلے تھے۔ دور دور تک کچھ نظری نہ آتا تھا۔ طاہر کی کیفیت کا مجھے احساس تھا۔ وہ دل ہی دل میں تھلا رہا تھا۔ ظاہر ہے وہ شخص جس کے ایک اشارے پر ایسے ایسے انمولے کام ہو جاتے تھے کہ لوگ ان کے بارے میں سوچ بھی نہ سکتے۔

اوپر وہ اس طرح بے دست رہا تھا۔ پھر ایک نیلے پر میں نے طاہر کو کوئی چیز اٹھاتے دیکھا۔ سیدھا ہوا تو اس کے ہاتھوں میں پتھر تھے۔ میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا اور پھر ایک پتھر کو قوت سے اس کے ہاتھ سے لٹکا اور پھر وہ اچھل کر ٹھکانا نہ جانے اسے کیا ہو گیا تھا لیکن جب وہ وہاں آیا تو اس کے ایک ہاتھ میں خرگوش دبا ہوا تھا جس کا بیچا بچٹ گیا تھا۔

”دوسرا بھاگ گیا۔ لیکن یہاں اور بھی خرگوش لیں گے تم جلدی سے اسے زنجیر کر دو۔ مرنے جانے“ اس نے ایک تیز دھاڑ پتھر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور میں نے خرگوش کی گردن دوسرے پتھر پر رکھ کر کلک پڑھا اور اس کی

گردن الگ کر دی۔ طاہر نے پھر خرگوش کی تلاش میں نکل گیا۔

میں خرگوش کی کھال وغیرہ الگ کرنے لگا۔ وحشیوں کا سایہ انداز بڑا عجیب لگ رہا تھا کیونکہ سارے کام خالی ہاتھوں سے کرنے پڑے تھے۔ طاہر تو خوب شکار دار لگا۔ اس نے تھوڑی دیر میں تین اور خرگوش شکار کر لیے۔ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ اس دوران ٹھیکہ وہاں جھاز بھنگا بیج کر چکی تھی۔ اس نے چھوٹے چھوٹے پتھر چن کر ایک چوڑا بھی تیار کر لیا تھا۔ جس پر گوشت بھوتا جاسکے اور پھر وہ پتھر گڑ گڑ کر آگ جلانے کی کوشش کرنے لگی۔ اس کام میں کافی محنت کرنا پڑ رہی تھی۔

میں اور طاہر دوسرے خرگوشوں کی کھال اٹارتے رہے۔ اور پھر ہم نے گوشت بھنے کی بومحسوس کی۔ بالاخر ٹھیکہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہوئی تھی۔

خرگوش کے گوشت کی جو کیفیت ہوگی آپ خود سمجھ سکتے ہیں لیکن اس آدھے کے آدھے کے خرگوش نے وہ لطف دیا کہ آج تک اس کا مزہ یاد ہے۔ خاص طور سے ٹھیکہ گوشت بڑے مزے سے کھا رہی تھی۔

”میں تو اس کا ذائقہ ہی بھول گئی تھی۔ ان لوگوں میں وہ کہ۔“

”اوہ ہاں۔ تم نے تو طویل عرصہ کے بعد۔“

”ورگا پور میں یوں بھی گوشت پر پابندی ہے چوری ججے کوئی جانور زنجیر کر لیا جاتا تھا۔ مجھے یاد نہیں ہے آخری بار جب میں نے گوشت کھا تھا۔“ ٹھیکہ نے بتایا۔

”ورگا پور کے حالات اب بالکل بدل چکے ہیں۔“

”جھانے“ اس سے زیادہ ہم کچھ بھی کیا سکتے تھے۔

طاہر نے کہا۔ گوشت کافی چنچ کیا تھا جسے ہم نے احتیاط سے رکھ لیا اور پھر آگے چل پڑے۔ اس بار ہم نے کافی تیز سفر کیا تھا اور پھر دور سے درختوں کے جھنڈ نظر آنے لگے اور ہماری رفتار تیز ہو گئی۔

”جنگل ہے شاید۔“ ٹھیکہ نے کہا۔

”بہر حال درخت تو نظر آئے۔“ طاہر بولا اور شام ہوتے ہوئے ان درختوں کے نزدیک پہنچ گئے۔ تاریکیوں کے درخت تھے۔ درمیان میں امود بھی لگے ہوئے تھے۔ طاہر نے تو کوئی غور نہ کیا لیکن میں خوشی سے اچھل پڑا تھا۔

”طاہر۔“ میں نے خوشی کے عالم میں کہا۔

”ہوں۔“

”کیا تم نہیں سمجھتے؟“ میں نے پوچھا۔

ٹھیکہ! اس سے قبل یہ ہالہ کی چونٹوں پر رہتے تھے، حال ہی میں اترے ہیں۔“ میں نے کہا اور طاہر نے دیکھا۔ ٹھیکہ غور سے طاہر کو دیکھ رہی تھی۔ مانی اندر نہ جانے کیا کر رہا تھا پھر باہر نکل آیا۔

”باغ ہے؟ باقاعدہ باغ ہے۔“ میں نے کہا۔

”یہ باقاعدہ باغ کیا ہو آئے؟“

”یہ درخت انسانی ہاتھوں نے لگائے ہیں اور ان کا مطلب یہ ہے کہ آبادی قریب ہے۔ کیوں ٹھیکہ تمہارا کیا خیال ہے؟“

”یقیناً بھلوں کے درخت لگائے گئے ہیں۔“

”تب پھر آؤ۔ اندر چل کر دیکھیں۔ درخت ہیں تو ملی بھی ضرور ہوگا۔“ میں نے کہا اور ہم باغ میں داخل ہو گئے۔ پتوں کے نیچے کافی اندر جہاں چھل گیا تھا۔ ہم درختوں کے درمیان سے گزرتے رہے۔ کافی باغ تھا۔ وہ صرف شگرتے اور امود تھے بلکہ دوسرے بھلوں کے درخت بھی تھے۔ سو گئے پتے ہمارے قدموں کے نیچے پھل رہے تھے۔

تب اچانک بائیں سمت سے آواز آئی ”اے۔ کون ہے؟“ اور ہم اچھل پڑے۔ میں نے آواز کی سمت دیکھا اور پھر زور سے بولا ”ہم ہیں مانی۔ ادھر آؤ۔ ہم مسافر ہیں۔“ اور تھوڑی دیر بعد اوپر سے ایک قوی جھیل دیکھی۔ ہمارے سامنے ٹھیکہ اس کے ہاتھ میں موٹا سا ڈنڈا تھا۔ اس نے ہم تینوں کو غور سے دیکھا۔

”کہاں سے آئے ہو بھائی؟“

”مانی بابا۔ ہم چنگ پر آئے تھے مگر بیماری گاڑی خراب ہو گئی۔ اسے بہت دور چھوڑ آئے ہیں۔ پریشان پھر رہے تھے کہ تمہارا باغ نظر آیا۔“

”اوہ۔ آؤ بھائی، میری کنیا میں چلو۔ ٹھک گئے ہو گے۔ تمہارے ساتھ زانی بھی ہے۔“ مانی نے ہمدردی سے کہا اور ہم نے شکر کی گہری سانس لی۔ ہم مانی کے ساتھ چل پڑے۔ مانی کی کنیا باغ کے دوسرے کونے میں تھی۔ ہم اس کے سامنے بھیجی، دوٹی چارپائی پر بیٹھ گئے۔

”میں تمہارے لیے کھانے کا انتظام کروں، بھوکے ہو گے۔“ مانی نے کہا اور کنیا میں چلا گیا۔

”یہ یہاں تیار رہتا ہوگا؟“ طاہر نے پوچھا۔

”ہاں۔ باغ کا کھانا ہے۔“

”آپ باغ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے یوسف صاحب؟“ ٹھیکہ نے تعجب سے کہا۔

”یہ ابھی بہت سی باتوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے

”یہ اس کی بد قسمتی ہے، ہمارا کیا قصور ہے۔“ میں نے جواب دیا۔ بہر حال ہم نے بوڑھے کا شکر یہ ادا کیا اور پھر ہم چل پڑے۔ تین کوس کا فاصلہ طے کرنا تھا۔ بوڑھے مانی نے ہمیں راستہ بتا دیا تھا۔ ہم چلتے رہے۔ ٹھیکہ واقعی قابل ستائش تھی۔ اس دوران اس نے کہیں بھی نہیں محسوس ہونے دیا تھا کہ وہ لڑکی ہے۔ وہ ایسی طرح خوش و خرم تھی اور ہنسی بولتی راستے طے کر رہی تھی۔ یہ لڑکی ایسی تھی کہ آوی

ٹھیکہ! اس سے قبل یہ ہالہ کی چونٹوں پر رہتے تھے، حال ہی میں اترے ہیں۔“ میں نے کہا اور طاہر نے دیکھا۔ ٹھیکہ غور سے طاہر کو دیکھ رہی تھی۔ مانی اندر نہ جانے کیا کر رہا تھا پھر باہر نکل آیا۔

”باغ ہے؟ باقاعدہ باغ ہے۔“ میں نے کہا۔

”یہ باقاعدہ باغ کیا ہو آئے؟“

”یہ درخت انسانی ہاتھوں نے لگائے ہیں اور ان کا مطلب یہ ہے کہ آبادی قریب ہے۔ کیوں ٹھیکہ تمہارا کیا خیال ہے؟“

”یقیناً بھلوں کے درخت لگائے گئے ہیں۔“

”تب پھر آؤ۔ اندر چل کر دیکھیں۔ درخت ہیں تو ملی بھی ضرور ہوگا۔“ میں نے کہا اور ہم باغ میں داخل ہو گئے۔ پتوں کے نیچے کافی اندر جہاں چھل گیا تھا۔ ہم درختوں کے درمیان سے گزرتے رہے۔ کافی باغ تھا۔ وہ صرف شگرتے اور امود تھے بلکہ دوسرے بھلوں کے درخت بھی تھے۔ سو گئے پتے ہمارے قدموں کے نیچے پھل رہے تھے۔

تب اچانک بائیں سمت سے آواز آئی ”اے۔ کون ہے؟“ اور ہم اچھل پڑے۔ میں نے آواز کی سمت دیکھا اور پھر زور سے بولا ”ہم ہیں مانی۔ ادھر آؤ۔ ہم مسافر ہیں۔“ اور تھوڑی دیر بعد اوپر سے ایک قوی جھیل دیکھی۔ ہمارے سامنے ٹھیکہ اس کے ہاتھ میں موٹا سا ڈنڈا تھا۔ اس نے ہم تینوں کو غور سے دیکھا۔

”کہاں سے آئے ہو بھائی؟“

”مانی بابا۔ ہم چنگ پر آئے تھے مگر بیماری گاڑی خراب ہو گئی۔ اسے بہت دور چھوڑ آئے ہیں۔ پریشان پھر رہے تھے کہ تمہارا باغ نظر آیا۔“

”اوہ۔ آؤ بھائی، میری کنیا میں چلو۔ ٹھک گئے ہو گے۔ تمہارے ساتھ زانی بھی ہے۔“ مانی نے ہمدردی سے کہا اور ہم نے شکر کی گہری سانس لی۔ ہم مانی کے ساتھ چل پڑے۔ مانی کی کنیا باغ کے دوسرے کونے میں تھی۔ ہم اس کے سامنے بھیجی، دوٹی چارپائی پر بیٹھ گئے۔

”میں تمہارے لیے کھانے کا انتظام کروں، بھوکے ہو گے۔“ مانی نے کہا اور کنیا میں چلا گیا۔

”یہ یہاں تیار رہتا ہوگا؟“ طاہر نے پوچھا۔

”ہاں۔ باغ کا کھانا ہے۔“

”آپ باغ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے یوسف صاحب؟“ ٹھیکہ نے تعجب سے کہا۔

”یہ ابھی بہت سی باتوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے

”یہ اس کی بد قسمتی ہے، ہمارا کیا قصور ہے۔“ میں نے جواب دیا۔ بہر حال ہم نے بوڑھے کا شکر یہ ادا کیا اور پھر ہم چل پڑے۔ تین کوس کا فاصلہ طے کرنا تھا۔ بوڑھے مانی نے ہمیں راستہ بتا دیا تھا۔ ہم چلتے رہے۔ ٹھیکہ واقعی قابل ستائش تھی۔ اس دوران اس نے کہیں بھی نہیں محسوس ہونے دیا تھا کہ وہ لڑکی ہے۔ وہ ایسی طرح خوش و خرم تھی اور ہنسی بولتی راستے طے کر رہی تھی۔ یہ لڑکی ایسی تھی کہ آوی

ٹھیکہ! اس سے قبل یہ ہالہ کی چونٹوں پر رہتے تھے، حال ہی میں اترے ہیں۔“ میں نے کہا اور طاہر نے دیکھا۔ ٹھیکہ غور سے طاہر کو دیکھ رہی تھی۔ مانی اندر نہ جانے کیا کر رہا تھا پھر باہر نکل آیا۔

اس سے کبھی نہیں اگتا سکتا تھا۔
 دو ہر تک جھٹکائی مسرتی پہنچ گئے۔ چھوٹا سا قصبہ تھا۔
 ایک بازار جس میں چھوٹی چھوٹی دکانیں تھیں۔
 "یارف! طاوت نے آج سے کما اور میں اس کی
 شکل دیکھنے لگا" ریل سے سفر کر گئے؟
 "ہاں۔ کیوں؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔
 "نکٹ کمان سے لو گئے؟"
 "اور۔ نہیں لیں گے تو کیا فرق پڑے گا۔"
 "اے عزتی نہیں: دلی؟"
 "دیکھا جائے گا یا نہ" میں نے لاروائی سے کہا۔ میں
 طاوت کے دل پر زار و بوجہ لانا نہیں چاہتا تھا۔
 "پھر بھی عار نہ۔"

سیری، خرف، دیکھت ہوئے ہوا۔
 "آئی بھی ہے چچا!" میں نے پوچھا۔
 "کیوں نہیں آئی۔"
 "کتنی دیر میں آئے گی؟"
 "آئی ہی ہوگی۔"
 "اوہ۔ دیر کی کد۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" خلاوت
 خوش ہو کر رہا۔
 "گفت رولی؟" یونٹ سیٹاں ہولے۔
 "کیا؟" خلاوت نے آنکھیں پھاڑ دیں۔ "گفت بھی یہاں
 پڑے کیا؟"
 "اور تم بھی بغیر گفت سڑ کو مک۔" یونٹ میٹاں باؤسی
 سے ہولے۔

کرتے ہیں پھلے سے۔" ابو۔" میں نے کہا اور ہم
 کپارنٹس کارڈواز کو کھیل کر اندر داخل ہو گئے۔
 میرا کچھ لوگ موجود تھے لیکن ہم نے کسی کی قتل پر
 ٹکاؤ نہ کیا۔ بھی نہیں دوڑائی اور خاموشی سے سات کی ایک سیٹ کی
 طرف بڑھ گئے۔
 "ٹائیپ آپ لمبوں نے باہر ریزرویشن کارڈ نہیں دیکھا
 ہے۔ جناب!" ایک ہماری آواز سنائی دی۔
 "ہی؟" ملازم نے پوچھا میں۔ میں بھی نہ تک کر
 اس سے بڑھ کر کوئی کہہ سکتا تھا۔
 "ہی ہاں۔ باہر ریزرویشن کارڈ موجود ہے۔" ہماری
 ہمرکم آئی نے طنز سے انداز میں کہا۔
 "معاف کیجئے گا ہم دیکھ نہیں سکے تھے۔" میں نے
 مدد سے آویز لہرا دیں کہا۔

متوجہ تھے۔
 ”کھیا ہوا۔ کیا ہوا تصدیق۔ کیا۔ کیا حادثہ ہو گیا۔ ہو گیا
 حادثہ؟“ پورحسین عورت نے متوثر انداز میں پوچھا۔
 ”آپ لٹے بی بی ماں۔ آپ آرام کریں الٹے بائیں۔“
 ”حادثہ نہیں ہوا؟“ عورت کی آواز زنجیب تھی۔
 ”نہیں۔ کوئی حادثہ نہیں ہوا۔“
 ”بچہ میری انٹائی کہاں ہے۔ حادثہ نہیں ہوا تو وہ کہاں
 چلی گئی۔“
 ”خدا سمجھے مجھ آپ ہے۔“ نوجوان ہمیں گھومے دکھاتے
 دوڑے بولا اور پھر وہ بھاری بھر کمپن جس کو انٹائی کی کوشش
 کرنے لگا۔ بشکل تمام وہ اسے انٹائی میں کامیاب ہو رہا
 تھا۔

میں بولی "تمہاری شکلیں تو بہت باری ہیں" ہائیں ایک جیسی کیا تم دونوں بھائی؟"

"ہاں۔" سمیت کے بارے میں بڑی ماں۔ غلطی سے آپ کے کیا رشتہ میں آجئے تھے کیا یہ؟ وہاں ہمارے ساتھ بہت برا سلوک کر رہا ہے۔" طاہر نے تصدیق کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"یہ سوچ نہیں؟ تصدیق ہے۔"

"اچھا؟" طاہر نے حیرت سے دیکھا اور عورت کی ساتھی لڑکیاں ہنس پڑیں۔

"بڑی ماں! کیا حکم ہے ان کے بارے میں؟" تصدیق نے تسکین سے پوچھا۔

"ارے بیٹا! رشتہ دو تصدیق؟" بیٹا رہنے دو۔ "بڑی عورت نے کہا۔ اس کی آنکھوں سے نرمی اور ہلکا سا تھک رہی تھی۔ براہِ وقار چہرہ بڑی پاکیزہ نظر آ رہی تھی۔

"شکر ہے بڑی ماں۔ ہم رات ہی مظلوم ہیں۔"

"ارے وہ کون ہے؟" بڑی ماں کی نگاہ ٹھیکہ پر پڑی۔

"بڑی ساتھی ہے بڑی ماں۔"

"تو وہ اور کون سے کئے بیٹھی ہے؟ کیا کوئی حادثہ ہو گیا ہے؟" بڑی نے پوچھا اور بڑی عورت نے یہ الفاظ عجیب سے لگے۔ وہ حادثے کا ذکر براہِ راز کرتی تھی۔

"نہیں، وہ ٹھیک ہے۔ ٹھیکہ اور کو۔ بڑی ماں باری ہیں۔" میں نے کہا اور ٹھیکہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ نہ جانے کیوں اب تک ان لوگوں نے ٹھیکہ کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ اب جو وہ اس طرف مڑی تو ایک عجیب بچہ ہو گیا۔ عورت کی ساتھی لڑکیاں چیخ پڑی تھیں، نوجوان ارے کہہ کر اچھٹیں پڑا تھا اور تصدیق وہی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔

اور بڑی عورت نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

ہم دونوں نے ایک لمحے میں یہ انوکھی کیفیت محسوس کر لی تھی۔ ٹھیکہ کئی قدم آگے بڑھ آئی۔ اب وہ ہمارے قریب تھی۔

"افغان بانی!" ایک لڑکی پانچوں کے ساتھ انداز میں بولی۔

اور پھر بڑی عورت کی دل خراش چیخ اٹھی "افغان! وہ تیزی سے اٹھی، دونوں ہاتھ پھیلائے اور پھر گر پڑی۔ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ سب لوگ اس پر جبکہ گئے۔ بڑی مشکلیں سے اسے اٹھا کر سیٹ پر ڈال دیا گیا۔ میں نے اور طاہر نے بھی مدد کی تھی۔

"تم؟ تم سمیت ہیں کرا آئے ہو۔" تصدیق ہمیں گھورنے لگی۔

دیکھا کر بولا اور پھر چونک کر سہا جاتا ہوں۔ "نہیں افغان بانی۔ آپ ان لوگوں کے ہاتھ کیسے لگے گھٹیں۔ کیا کیا بد عمارت۔"

"جی۔" ٹھیکہ حیرت سے بولی۔

"ہائے افغان بانی! کہاں چلی گئی تھیں آپ۔ ہائے آپ نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔" دونوں لڑکیاں روتی روتی ٹھیکہ سے لپٹ گئیں۔ اور ٹھیکہ پوچھتا ہے وہ انداز میں نود کو ان سے چھڑانے لگی۔

"ارے۔ ارے سنئے۔ سنئے تو۔ آپ کو۔ آپ کہہ۔" وہ خود کو بچاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"افغان بانی۔ آپ۔ آپ۔ سنئے۔ براہِ کرم بتا دیجیے۔ یہ آپ کو کہاں سے لیں؟" نوجوان پریشانی سے ہماری طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"کیا قصہ ہے ٹھیکہ؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔ معنا میرے ذہن میں خیال آیا تھا کہ ٹھیکہ درحقیقت افغان تو نہیں ہے۔ لیکن اس نے معلوم اپنی کہانی سنانی ہو۔

"بھئی! مجھے نہیں معلوم۔" ٹھیکہ نے گھبراہٹ سے جواب دیا۔

"ارے بڑی ماں کو تو دیکھو۔" ان ریاں تو ڈاکٹر بھی نہیں مل سکتی۔

"زنجیر سنجھ کر گاڑی روکوں؟" تصدیق بوکھلاہٹ میں ہاتھ پٹے ہوئے بولا۔

"کیا لڑکی دیکھنے سے کیا ہو؟" نوجوان نے کہا۔

"سب ان لوگوں کا کیا دھرا ہے۔" تصدیق پھر ہمیں گھورتے ہوئے بولا۔

"آپ فضول باتیں کیوں کر رہتے ہیں تصدیق صاحب۔" ذم کی بات کریں۔" نوجوان نے ناگوار سی سے کہا اور دوتا تصدیق پر تک کراہت دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر غصہ سے تاثرات پیدا ہوئے پھر وہ خاموش ہو گیا۔

طاہر نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور پوچھتے ہوئے کہا۔

میں اس کا اشارہ سمجھ کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔ ٹھیکہ کو ان لڑکیوں نے گھیر رکھا تھا۔

"معاذ دلچسپ ہے عارف! طاہر نے بہت سے کہا۔

"ہیں۔ عجیب و غریب ہے۔" جی۔

"کیا خیال ہے؟" ٹھیکہ نے کوئی کڑی کی ہے؟

"جتنی اس کی ہے۔" جہنم میں نہیں آتی۔

"اس کی بوکھاہٹ۔" منوئی نہیں معلوم ہوتی۔

"نہیں ہے کوئی دلچسپ غلط فہمی ہوتی ہو۔"

"پیرا؟"

"سنو۔"

"معاذ فہمی، براہِ کرم دلچسپ ہے۔ کیوں نہ۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ لیکن ٹھیکہ اگر ٹھیک ہے تو پریشان ہوگی۔"

"اسے تیار کر لیں گے۔ وقتی طور پر تعمیری ہی تفریح دے دیا جائے گی۔"

"اوکے۔"

"پھر ملے۔"

"ہائیں ملے۔"

"یہ دو کیا چیز ہے؟"

"جو پتہ بھی ہے دلچسپ ہے۔"

"تب آؤ۔" معاذ کی بات کی جائے۔" طاہر نے کہا اور ہم پھر ان لوگوں کے قریب پہنچ گئے۔ لڑکیاں ٹھیکہ کی زبان کھاتے ہوئے تھیں۔

"ہائے افغان بانی۔ آخر آپ ماں کیوں نہیں رہیں؟"

ایک لڑکی کہہ رہی تھی۔

"کیا آپ ہم لوگوں سے ناراض ہیں؟" دوسری نے کہا۔

"خدا خواست افغان بانی کی یادداشت تو خراب نہیں ہو گئی۔" نوجوان نے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔" لڑکیاں بولیں۔

"یہ سب صاحب! اوجھیس تو سی۔ نہ جانے ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔" ٹھیکہ نے گھبراہٹ سے طرف لپک آئی۔

"کوئی بات نہیں ٹھیکہ۔ کوئی دلچسپ غلط فہمی ہے۔"

"جی ہاں۔" ملا فہمی نے شکل بھی بدل دیا۔ "آواز بھی بدل جائے گی، بولنے کا انداز بھی بدل جائے گا، اندھے ہیں ہاتھ سب۔" ایک لڑکی نے ہنسنا لگتے ہوئے بولی۔

"اندھے تھر تو نہیں آتیں لیکن تسلی کی اندھے ضرور ہوں۔" طاہر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اسے سسرال لڑکیوں سے بد فہمی انہی نہیں ہوتی۔"

"اب تم ایک تو ذہن میں کس آئے ہو؟ اوپر سے بکواس بھی کر رہے ہو۔" تصدیق پھر آگے بڑھ گیا۔

"تو سنو۔ اگر اب تم ہم سے کسی نے اس لڑکی کو افغان کہا تو میں اس کے دانت توڑ دوں گا۔ تم جو ہماری ساتھیوں سے بکواس کر رہے ہو، وہ کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔" طاہر نے مونہ تصدیق کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تصدیق صاحب! براہِ کرم بڑی ماں کا خیال کریں۔ آپ

نے بے مقصد گفتگو شروع کر رکھی ہے، خاتون۔ اگر آپ افغان ہیں تو براہِ کرم اپنی بتا دیں کہ آپ کو بڑی ماں پر کتنی رحم نہیں آتا؟" نوجوان نے پھر بد فہمی کی۔

"اور اگر میں افغان نہ ہوں تب بھی افغان ہیں جاؤں۔"

"اگر آپ افغان بانی نہیں ہیں تو ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں۔ لیکن ہمیں کہنے ہیں کہ دنیا میں شاید ہی چہرہ میں اتنی مہاشمت ملتی ہو۔ آپ دونوں بالکل ہم شکل ہیں لیکن دونوں کی شخصیتیں میں فرق محسوس ہو رہا ہے۔ اگر آپ افغان بانی کو دیکھ لیتے تو خود بھی دھوکہ کھا جاتے۔ ان کی شکل، ہڈی، دھال، آواز، انداز، زبان، تک کہ فطرت بھی ان جیسی ہی ہے۔"

"بہر حال یہ افغان نہیں ٹھیکہ ہیں۔"

"تب ہمیں واپس کر دیں خاتون۔"

"کوئی بات نہیں ہے، لیکن افغان ہے کون؟"

"ہماری بانی، ہماری بچ۔"

"اوہ! کہاں کھیں وہ؟" ٹھیکہ نے اب کسی قدر زور دیا۔

تو پوچھا۔

"ہیں! ایک کہیں کھو گئیں۔ ایک دان پونڈر سنی گئی تھیں، پھر واپس نہیں آئیں۔ کہاں کہاں نہ تلاش کیا، انہیں کہاں کہاں نہ دیکھا، لیکن ان کا نشان نہیں ملا۔ بڑی ماں کا خیال ہے کہ انہیں کوئی حادثہ پیش آیا۔"

"بڑی ماں کون ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"افغان بانی کی ماں۔"

"اور تم لوگ؟"

"ہم بھی ان کے بس بھرتی ہیں۔ میں ان کا بیٹا ہوں زاد بھائی ہوں اور یہ دونوں خال زاد بہنیں۔" نوجوان نے بتایا۔

"اور یہ تصدیق صاحب؟"

"یہ ہمارے بھتیجے ہیں۔"

"اسی لیے زیادہ اگڑا رہے ہیں۔ ویسے اب مجھو سا کلو دوست۔ تم سب مل کر فہمی کے شکار دو! ان کا نام افغان نہیں ٹھیکہ ہے۔"

"تو کیسی افسوس ناک بات ہے۔ ہمارے ذہن تازہ ہو گئے۔"

"تو کتنا عرصہ ہو گیا؟ افغان کو غائب ہوئے؟"

"ہم نے تین سال۔"

"جتنے بہت افسوس ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں افسوس کی بات ہے۔" ٹھیکہ نے بھی کہا۔ اسی

وقت بڑی ماں کی کراہ سنا کی۔
 "افشاء۔ افشاء۔ کہاں گئیں بیٹی۔ تو، تم کہاں
 کھو گئیں؟" ہم سب کی نگاہیں بوزم کی عورت کے پر نور
 چہرے کی طرف اٹھ گئیں۔ بڑی حسرت بڑا درد تھا اس چہرے
 پر۔ ہم کالی سٹار ہوئے تھے۔

شکلیہ بہت قدموں سے بڑی ماں کے پاس پہنچی تھی۔ آخر
 لڑکی تھی۔ اس کے دل میں درد پیدا ہو گیا۔ وہ جھکی اور جھکتے
 ہوئے اس نے بوزم خاتون کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔
 بڑی ماں نے آنکھیں کھول دی تھیں پھر ان کی آنکھیں
 پھیل گئیں۔ وہ کہتے کے عالم میں شکلیہ کو گھور رہی تھیں اور
 پھر وہ دلزدہ جھج مار کر اس سے لپٹ گئیں۔ "آپ افشاء۔
 افشاء۔ کہاں چلی گئی تھی میری لعل۔ کہاں گھوم گئی۔
 افشاء۔" وہ بڑی طرح شکلیہ کو چومتے تھیں۔ شکلیہ نے خود کو
 ان کی آغوش میں دے دیا۔ اس نے خود بھی بڑی ماں کی
 گردن میں بائیں ڈال دی تھیں۔

"مسترا! آپ میری بات سنیں۔" اچانک تصدق نے
 میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔
 "آئیے۔ پلیز آئیے۔" تصدق نے کسی قدر نرم لہجے میں
 کہا اور میں اس کے ساتھ وہاں سے الگ آ گیا۔ میرے پیچھے
 خلاوت اور اس کے پیچھے نوجوان بھی آگئے تھے۔

"جی۔ فرمائیے؟" میں نے کہا۔
 "آپ یقین دلا رہے ہیں کہ یہ خاتون افشاء نہیں
 ہیں۔" وہ بولا۔

"ہلے میں یہ یقین کرتا چاہتا ہوں کہ تم صبح الدماغ ہو بھی
 یا نہیں۔" خلاوت نے کہا۔

"میں آپ سے بات نہیں کر رہا۔ سمجھے؟" تصدق کرم
 ہو گیا۔

"تصدق صاحب۔ براہ کرم موقع کی نزاکت سمجھیں۔"
 نوجوان نے ٹوکا۔

"تقریب درمیان میں کیوں بول رہے ہیں۔"
 "تو کیا کیا چاہتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"بڑی ماں" افشاء بی بی کی گمشدگی سے نیم پاگل ہو گئی
 ہیں۔ ان کی ذہنی کیفیت درست نہیں ہے۔ ہم انہیں ایک
 پھاڑی مقام پر لے گئے تھے لیکن ان کے درد کا علاج پہاڑی
 مقام تو نہیں ہے۔ آپ کی سامنے اتفاق سے ہو ہو افشاء بی
 بی کی ہم شکل ہیں۔ اگر آپ ہماری مدد کریں تو ہم آپ کی
 مدد کریں گے۔"

"کیا مطلب؟" خلاوت پھر بول پڑا۔
 "مطلب یہ کہ آپ کو اچھی خاصی رقم مل سکتی ہے۔"
 "کس سلسلے میں؟"

"اس لڑکی کے عوض۔" تصدق نے جواب دیا۔
 "آپ ذرا پیچھے ہٹ جائیں۔" خلاوت نے کہا۔

"جی؟" تصدق حیرت سے بولا۔
 "بھینس تو کسی۔ میں آپ کے سر پر دس جوئے لگا
 چاہتا ہوں۔ کیا لیس کے آپ ان کا؟" خلاوت نے کہا۔

"کیا؟" تصدق اچھل پڑا۔
 "آپ نے بات ہی ایسی کی ہے تصدق صاحب! صاف
 سمجھ میرا خیال ہے آپ اس سلسلے میں بات نہ کریں۔"

نوجوان نے کہا۔
 "آپ میری توہین کر رہے ہیں کمال میاں۔" تصدق
 فرمایا۔

"آپ خود اپنی توہین کر رہے ہیں فضول گفتگو کر کے۔"
 نوجوان تیز ہو کر بولا۔

"مستربے، مجھے اب اس سلسلے سے کوئی دلچسپی نہیں رہ
 گئی ہے۔" تصدق تیز قدموں سے آگے بڑھ گیا۔

"بچہ لوگ تعلیم یافتہ ہو کر بھی حماقت کی باتوں سے
 احراز نہیں کرتے۔ میں ان کے الفاظ کی معافی چاہتا ہوں۔
 اس لیے نہیں کہ میں آپ سے کوئی کام لینا چاہتا ہوں بلکہ
 اس لیے کہ تصدق صاحب کے الفاظ ذاتی اہمیت نہ تھے۔"

"خیر۔ آگے بڑھو۔"
 "بڑی ماں کے بارے میں تفصیل آپ کو معلوم ہوئی تھی
 ہے۔ اس اتفاق نے ان کے ذہم کو پھر برا کر دیا ہے۔ اگر اس
 وقت آپ نے ہماری مدد نہیں کی تو ہمیں نہ جانے کیا نقصان
 اٹھانا پڑے۔"

"کوئی حرج نہیں ہے لیکن کیا کیا جائے؟"
 "یہ خاتون آپ کی کون ہیں؟"

"دوست سمجھیں، عزیز سمجھ لیں۔"
 "اگر آپ چند روز ہمارے مہمان بننا پسند کریں تو اس
 الجھن کا حل سوچنے میں آسانی ہو جائے گی۔ اگر کوئی ضروری
 کام بھی ہوا آپ کو تو ہمارے ساتھ ہمارے گھر چلیں۔ وہاں کا
 ماحول دیکھ لیں۔ آپ کی سامنے بڑی عزت کے ساتھ چند روز
 رہ لیں گی۔ بڑی ماں کو کچھ ڈھارس مل جائے گی۔ پھر کوئی حل
 سوچ لیں گے۔ اگر ابھی آپ نے ان خاتون کو ان سے جدا
 کر دیا تو خدا خواست بڑی ماں بالکل پاگل بھی ہو سکتی ہیں۔"

"یہ کوئی بہت بڑی بات نہیں ہے۔ ہمیں کوئی اعتراض
 نہیں ہے۔"

"اگر آپ چند روز ہمارے مہمان بننا پسند کریں تو اس
 الجھن کا حل سوچنے میں آسانی ہو جائے گی۔ اگر کوئی ضروری
 کام بھی ہوا آپ کو تو ہمارے ساتھ ہمارے گھر چلیں۔ وہاں کا
 ماحول دیکھ لیں۔ آپ کی سامنے بڑی عزت کے ساتھ چند روز
 رہ لیں گی۔ بڑی ماں کو کچھ ڈھارس مل جائے گی۔ پھر کوئی حل
 سوچ لیں گے۔ اگر ابھی آپ نے ان خاتون کو ان سے جدا
 کر دیا تو خدا خواست بڑی ماں بالکل پاگل بھی ہو سکتی ہیں۔"

"یہ کوئی بہت بڑی بات نہیں ہے۔ ہمیں کوئی اعتراض
 نہیں ہے۔"

"اگر آپ چند روز ہمارے مہمان بننا پسند کریں تو اس
 الجھن کا حل سوچنے میں آسانی ہو جائے گی۔ اگر کوئی ضروری
 کام بھی ہوا آپ کو تو ہمارے ساتھ ہمارے گھر چلیں۔ وہاں کا
 ماحول دیکھ لیں۔ آپ کی سامنے بڑی عزت کے ساتھ چند روز
 رہ لیں گی۔ بڑی ماں کو کچھ ڈھارس مل جائے گی۔ پھر کوئی حل
 سوچ لیں گے۔ اگر ابھی آپ نے ان خاتون کو ان سے جدا
 کر دیا تو خدا خواست بڑی ماں بالکل پاگل بھی ہو سکتی ہیں۔"

"یہ کوئی بہت بڑی بات نہیں ہے۔ ہمیں کوئی اعتراض
 نہیں ہے۔"

"اگر آپ چند روز ہمارے مہمان بننا پسند کریں تو اس
 الجھن کا حل سوچنے میں آسانی ہو جائے گی۔ اگر کوئی ضروری
 کام بھی ہوا آپ کو تو ہمارے ساتھ ہمارے گھر چلیں۔ وہاں کا
 ماحول دیکھ لیں۔ آپ کی سامنے بڑی عزت کے ساتھ چند روز
 رہ لیں گی۔ بڑی ماں کو کچھ ڈھارس مل جائے گی۔ پھر کوئی حل
 سوچ لیں گے۔ اگر ابھی آپ نے ان خاتون کو ان سے جدا
 کر دیا تو خدا خواست بڑی ماں بالکل پاگل بھی ہو سکتی ہیں۔"

"یہ کوئی بہت بڑی بات نہیں ہے۔ ہمیں کوئی اعتراض
 نہیں ہے۔"

نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"تو آپ۔ آپ تیار ہیں؟"

"صرف انسانی ہمدردی کے طور پر۔"

"بہت شکریہ۔ آپ یقین کریں ہماری بڑی مشکل
 حل ہو جائے گی۔ تصدق تو احمق ہے، عقل کی بات نہیں
 کرتا، یہ میں آپ کو خوش کرنے کی غرض سے نہیں کہہ رہا۔
 درحقیقت اس نے حماقت کی بات کہی تھی۔ ورنہ انسانی
 ہمدردی کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ہے۔ ویسے ہم آپ کی ہمدرد
 کے لیے تیار ہیں۔"

"مسئلہ پتہ اور ہے بھائی۔ ہم اپنے بارے میں تفصیل تو
 نہیں بتائیں گے بس یوں سمجھو ہم تلاش ہیں۔"

"اور اس کی تو آپ بروا ہی نہ کریں۔"
 "پوری بات سن لو۔ کوئی چیکنش مت کریں۔ ہمیں
 اس ہمدردی کا کوئی معاوضہ نہیں چاہیے۔ بس دو چار روز
 تک در وقت کی روٹی اور تازین کا ٹکٹہ کیا سمجھے؟"

"براہ کرم ذیل نہ کریں۔ آپ لوگ ہو کوئی بھی ہیں
 دلچسپ ہیں۔ کیوں نہ ہم دوستی کی نعمتیں بات کریں۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے کہا۔
 "میرا نام کمال ہے۔ یہ دونوں لڑکیاں نارہ اور شرہ
 ہیں۔ بڑی ماں کے بارے میں تفصیل بتا چکا ہوں، میری مہمانی
 ہیں۔ ماموں جان کا بہت بڑا کاروبار ہے۔ ہم لوگ خاندانی
 ہیں، ابھی تک خاندانی روایات کے قائل۔ گو ذرا جدید
 ہو گئے ہیں لیکن گھر کے ماحول میں ابھی تک قدامت ہے۔
 افشاء باقی ماموں جان کی اکلوتی اولاد ہیں۔"

"خوب، میرا نام عارف اور یہ یوسف ہیں۔ وہ لڑکی شکلیہ
 ہے۔"

"مجھے بھائی ہیں آپ دونوں؟"
 "سکوں سے زیادہ۔"

"اور گویا مجھے نہیں ہیں لیکن آپ دونوں کی شکلیں تو
 بالکل ایک جیسی ہیں۔"

"تو پھر یہی سمجھ لو کہ ہم دونوں میں شکلوں کا رشتہ
 ہے۔"

"اس کے علاوہ نہیں؟"
 "نہیں۔"

"کمال ہے، لیکن کسی حیرت انگیز بات ہے۔ آپ کی
 سامنے افشاء باقی سے اس قدر ملتی جلتی ہیں۔ اور آپ۔"

"ہاں مکمل دلچسپ ہے۔"
 "بہر حال میں آپ کا بے حد ممنون ہوں عارف بھائی۔"

"میں نے کہا۔"

"تو آپ۔ آپ تیار ہیں؟"

"صرف انسانی ہمدردی کے طور پر۔"

"بہت شکریہ۔ آپ یقین کریں ہماری بڑی مشکل
 حل ہو جائے گی۔ تصدق تو احمق ہے، عقل کی بات نہیں
 کرتا، یہ میں آپ کو خوش کرنے کی غرض سے نہیں کہہ رہا۔
 درحقیقت اس نے حماقت کی بات کہی تھی۔ ورنہ انسانی
 ہمدردی کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ہے۔ ویسے ہم آپ کی ہمدرد
 کے لیے تیار ہیں۔"

"مسئلہ پتہ اور ہے بھائی۔ ہم اپنے بارے میں تفصیل تو
 نہیں بتائیں گے بس یوں سمجھو ہم تلاش ہیں۔"

آپ ہمیں یہ بات نہیں گے۔"

"نہیں یہ حضرت تیرے۔" خلاوت منہ بنا کر بولا۔

"تصدق ہے ان کا نام۔" کمال ہنس پڑا۔
 "میں انہیں تیرے ہی کہوں گا۔"

"آپ ان کی باتوں کی پروا نہ کریں۔ کاروباری نہیں
 گھر کی امور کے پیچھے آویسے آویسے نہیں ہیں۔ آپ
 سے دوستی ہو جائے گی تو آپ انہیں کافی دلچسپ پائیں گے۔"

"ہاں۔ ہماری دلچسپی کا سامان تو بہر حال فراہم کریں
 گے۔" خلاوت نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور میں اس کی
 شکل دیکھنے لگا۔

پھر ہماری نگاہ شکلیہ کی طرف اٹھ گئی۔ وہ اسی طرح بڑی
 ماں کی آغوش میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی پلکیں بھی جھمک
 رہی تھیں۔ شاید اس نے بڑی ماں سے اپنے افشاء ہونے کی
 تردید نہیں کی تھی۔ دونوں لڑکیوں کی آنکھوں سے بھی آنسو
 بہ رہے تھے۔

"بڑی ماں کی یہ غلط فہمی کب تک چل سکے گی کمال
 صاحب؟"

"ان کی حالت ذرا درست ہو جائے۔ ویسے پلیز کو بھی
 چل کر بھی کسی ناثر پر قرار دیکھا جائے کہ وہ افشاء باقی ہیں۔
 ہو گا وہی جو آپ پسند کریں گے۔ آپ کو کوئی تکلیف نہیں
 اٹھانی پڑے گی۔"

"تھک ہے، مقصد یہ نہیں ہے۔" خلاوت نے کہا اور
 کسی سوچ میں گم ہو گیا۔

شکلیہ تو بڑی ماں سے ایسی چپٹی تھی کہ چھوٹے کا نام ہی
 نہیں لے رہی تھی یا پھر بڑی ماں اسے چھوٹے کے لیے تیار
 نہیں تھیں۔ ہم لوگ بھی ان کے قریب بیٹھ گئے۔

"جی کی ہم شکل کو پا کر بڑی ماں باقی سب کچھ بھول گئی
 تھیں۔ وقت گزر کر آ رہا رات ہو گی۔ تین مختلف اسٹیشنوں پر
 رکتی اور پھر آگے بڑھ جاتی۔ رات کو سب نے کھانا کھایا۔
 عہدہ ختم کا کھانا ساتھ تھا۔ بڑی ماں نے اپنے ہاتھوں سے شکلیہ
 کو کھانا کھلایا۔ کھانا کھاتے ہوئے نہ جانے کیوں شکلیہ کی
 آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔ بڑی ماں بار بار
 اسے پچھتے سے لگا رہی تھی۔ کھانا ختم ہو گیا اور پھر بائیں ہوئی
 رہیں پھر بڑی ماں کو خند آنے لگی اور ان کے سونے کا
 بندوبست کر دیا گیا۔

"سنو کمال! تصدق۔ افشاء کو جانے نہ دیا۔ اس کی
 گھرائی کرنا۔ اگر یہ چلی گئی۔ تو میں مر جاؤں گی۔ پولو۔ اگر تم
 اسے جانے نہ دو تو میں سو جاؤں۔ ورنہ میں نہیں سوؤں گی۔"

"میں نے کہا۔"

"تو آپ۔ آپ تیار ہیں؟"

"صرف انسانی ہمدردی کے طور پر۔"

"بہت شکریہ۔ آپ یقین کریں ہماری بڑی مشکل
 حل ہو جائے گی۔ تصدق تو احمق ہے، عقل کی بات نہیں
 کرتا، یہ میں آپ کو خوش کرنے کی غرض سے نہیں کہہ رہا۔
 درحقیقت اس نے حماقت کی بات کہی تھی۔ ورنہ انسانی
 ہمدردی کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ہے۔ ویسے ہم آپ کی ہمدرد
 کے لیے تیار ہیں۔"

"مسئلہ پتہ اور ہے بھائی۔ ہم اپنے بارے میں تفصیل تو
 نہیں بتائیں گے بس یوں سمجھو ہم تلاش ہیں۔"

"اور اس کی تو آپ بروا ہی نہ کریں۔"
 "پوری بات سن لو۔ کوئی چیکنش مت کریں۔ ہمیں
 اس ہمدردی کا کوئی معاوضہ نہیں چاہیے۔ بس دو چار روز
 تک در وقت کی روٹی اور تازین کا ٹکٹہ کیا سمجھے؟"

"براہ کرم ذیل نہ کریں۔ آپ لوگ ہو کوئی بھی ہیں
 دلچسپ ہیں۔ کیوں نہ ہم دوستی کی نعمتیں بات کریں۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے کہا۔
 "میرا نام کمال ہے۔ یہ دونوں لڑکیاں نارہ اور شرہ
 ہیں۔ بڑی ماں کے بارے میں تفصیل بتا چکا ہوں، میری مہمانی
 ہیں۔ ماموں جان کا بہت بڑا کاروبار ہے۔ ہم لوگ خاندانی
 ہیں، ابھی تک خاندانی روایات کے قائل۔ گو ذرا جدید
 ہو گئے ہیں لیکن گھر کے ماحول میں ابھی تک قدامت ہے۔
 افشاء باقی ماموں جان کی اکلوتی اولاد ہیں۔"

"میں نہیں جاؤں گی اسی جان! میں نہیں جاؤں گی" آپ آرام سے سو جائیں۔ "ٹھیکہ نے کہا۔

"وہ نہ کہتی ہو؟"

"ہاں۔ میں نہیں جاؤں گی" آپ آرام سے سو جائیں۔ "ٹھیکہ بھڑکی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔" بڑی ماں نے آنکھیں بند کر لیں اور پھر سب ان کے نزدیک سے ہٹ گئے۔ دونوں بڑیاں پھر ٹھیکہ سے پتہ نہیں لگ سکیں۔ ہم لوگ بھی ان کے قریب پہنچ گئے تھے۔

"آپ لوگوں کا خوف نہیں ہوا۔ افشاں باقی سے سب کی کہاں طاقت ہوئی؟" شمس نے ہماری طرف رخ کر کے پوچھا۔

"تحت اشری میں۔ یہ تحت اشری میں بگ بگ کھینچ رہی تھیں۔ ہم نے انہیں پہنچ گیا۔ شرط ہوئی کہ اگر یہ ہم سے بار نہیں تو تحت اشری سے نکل آئیں گی اور اگر بیت نہیں تو پھر ہم بھی وہاں رہ جائیں گے۔ تو نہ اکا کرنا کیا ہوا کہ یہ بار نہیں اور ہم انہیں نکل لائے۔" طاقت نے بڑی سنجیدگی سے کہا اور لڑکیاں حیرت سے اسے دیکھنے لگیں۔

کمال مسکرا رہا تھا۔

"کیا آپ کو یقین نہیں ہے؟" طاقت نے پوچھا۔

"میری تو کچھ سمجھ میں ہی نہیں آیا۔"

"آپ کی مثل پر تیرک صاحب کا سایہ پڑ گیا ہے۔"

"ان کی طرف نہ دیکھا کریں۔ انہیں دیکھ دیکھ کر قتل ہوئی ہوتی ہے۔" طاقت نے تصدیق کی طرف اشارہ کیا۔

تصدیق اس وقت دور نہ تھا۔ اس نے طاقت کے نلے سے

"آپ درخواست لکھ کر دےں مسٹر تیرک! ہم اس پر غور کریں گے۔" طاقت نے کہا "اور وہی قدم اٹھانے کی بات تو آپ صرف دروازے کی طرف قدم اٹھا میں کہ ہم آپ کے کفن و دفن کے جنگلات سے محفوظ رہیں۔ ریلوے والے خود اعلان کر لیں گے۔"

"اوہ۔ اوہ۔ یہ اتنا ہے۔ کاش بڑی ماں ساتھ نہ ہوتیں میں تمہیں دیکھ لیتا۔" تصدیق نے کہا اور پھر دو تیرے قدموں سے کپڑا ٹھیک کے دوسرے حصے میں چڑا گیا۔

"زیادہ زچ نہ کریں اسے یوسف صاحب۔" کمال ہنستے ہوئے بولا۔

"میرے لیے تو وہ بہر حال تیرک ہے۔" طاقت نے کہا۔

"آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا؟" شمس بولی۔

"وہ تھا۔ آپ نے سنا نہیں ہوگا۔"

"اور نہ وہ کوئی جواب تھا۔ افشاں باقی آپ بتائیں؟"

شمس بولی۔

"شمس! کمال نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہی؟"

"تم جانتی ہو بڑی ماں کی زندگی کے لیے یہ ضروری ہے۔ یہ طاقت افشاں باقی نہیں ہیں بلکہ ان لوگوں کی سامنے ہیں۔ میری درخواست پر یہ چند ہم ہمارے ساتھ گزارنے پر تیار ہو گئے ہیں۔ ٹھیکہ طاقتوں بڑی ماں کی صحت کے لیے چند روز ہمارے ساتھ رہیں گی اور جب بڑی ماں کی حالت نارمل ہو جائے گی تو پھر بہر حال۔ میں نے تمہیں یہ بات اس لیے بتا دی ہے کہ تم بھی ان کی مدد کرو۔ میں کو بھی میں کسی کو یہ نہیں بتانا چاہتا کہ یہ افشاں باقی نہیں ہیں۔"

"اوہ۔" لڑکیاں ششدر رہ گئیں۔ وہ عجیب سی افشاںوں سے ٹھیکہ کو دیکھ رہی تھیں۔

تو یہ ہماری افشاں باقی نہیں ہیں۔ "نادرہ بولی۔

"تو کسی کو یہ تاثر نہ دو گی۔ سمجھیں؟" کمال نے کہا۔

لڑکیاں خاموش ہو گئیں۔

"اگر اجازت دیں تو ہم تھوڑی دیر آرام کر لیں۔"

طاقت نے کمال سے کہا۔

"ہاں، ضرور۔ افشاں باقی آپ بھی۔" کمال نے کہا اور پھر مسکراتے ہوئے بولا "مذاف سچے گا طاقتوں۔ میں آپ کو ٹھیکہ باقی بنا کر کرنا طلب کرنا لیکن حالات کا اتنا شائبہ کہ میں آپ کو افشاں باقی ہی کہوں۔ آپ محسوس نہ کریں۔"

ٹھیکہ نے گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے ٹھیکہ آرام کر لیں گی۔ ہم ان سے کچھ گفتگو کریں گے۔" طاقت نے کہا۔

"ضرور۔ ضرور۔ آؤ شمس۔ انہیں آرام کرنے دو۔"

کمال نے کہا اور لڑکیاں دو چلی گئیں۔ ٹھیکہ ہمارے نزدیک میٹ پر آئیں۔

"ٹھیکہ ٹھیکہ؟" میں نے کہا۔

"ہی؟"

"کیا سارا مہ ہے؟" طاقت مسکراتے ہوئے بولا۔

"یوہا دردناک۔ ایک ماں سے اس کی امیتا چھن گئی ہے۔" ٹھیکہ انہیں سناںک لیے میں بولی۔

"ہاں۔ واقعی؟"

"میں بھی پتہ کمالی بولی، دون طرف صاحبہ مجھ سے بھی میرے سارے چھن گئے۔ میں اس ان کے دل کو جال جانتی ہوں۔" ٹھیکہ کی آنکھوں میں پھر آنسو رینک آئے۔

"گوری، بڑی باتوں کو پہل جانا ہی بہتر ذرا ہے ٹھیکہ۔ ویسے اگر تم ان لوگوں کی مدد کرنا چاہو۔ بس انداز میں بھی کرنا چاہو، ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

"اگر آپ اجازت دیں تو چند دن ان کے ساتھ گزاراں۔"

"اس میں اجازت کی کیا بات ہے؟ تم اپنی مرضی کی مالک ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جو سب سمجھو۔"

"آپ بھی۔ آپ بھی میرے ساتھ رہیں گے تا یوسف صاحب؟"

"ضروری ہے؟"

"اوہ! ٹھیکہ نے ایک غلطی سانس بھری۔ اس کے چہرے سے حزن و مال ہو رہا تھا۔ میں نے اس کے احساسات کو سمجھا اور جلدی سے بول پڑا۔

"غلط نہیں کاٹکار نہ ہو ٹھیکہ۔ میں جانتی ہوں یہ سفسکاس نلے سے تم کیا سوچتے لیکن۔" میں نے کہا۔

"مجھے احساس ہے نارف صاحب اور سچ بھی ہے آپ کہاں کہاں میرے بوجھ کو اٹھائے پھر س گئے؟"

"اگر تم نے آئندہ ایسی بات کسی تو میں سمجھوں گا کہ تمہیں ہمارے غلوں سے اعتماد نہیں ہے۔" طاقت نے منہ بنا کر کہا۔

"تو پھر مجھے بتائیے" آپ کے ان الفاظ کا مطلب کیا ہے؟"

پہ؟

"افوہ۔ طاقت کی بات نہیں۔ ہم ان کے ساتھ رہ کر ہی تمہارے احسان کی قیمت وصول کریں گے۔"

"اگر وہ ایسی ہی کم ظرف ہیں تو پھر ان کے لیے کچھ کرنے سے ناگاہ؟" ٹھیکہ نے کہا۔

"روا بات ختم کو بھی۔ ٹھیک ہے۔ ہم بھی ساتھ رہیں گے ٹھیکہ۔ بس تم تیار ہو تو جب ٹھیکہ ہے۔ بس اب اس موضوع کو ختم کرو۔" میں نے ہنسنے ختم کر دیا۔

پھر ہم کافی دیر تک اس موضوع پر سوچتے رہے اور آخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ ان لوگوں کے ساتھ رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس دوران میں اور طاقت مشتعل کے بارے میں بھی سوچ لیں گے کہ آئندہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ ظاہر ہے اب حالات وہ نہیں رہتے تھے جو تھے۔ اب تو ہمیں نے سرے سے زندگی کے راستے منتخب کرنے تھے۔ ہم لوگ بھی آرام سے لیٹ گئے تھے۔ ٹھیکہ شمس اور نادرہ کے پاس چلی گئی تھی۔ طاقت خاموشی سے کچھ سوچ رہا تھا پھر اس نے مجھے آواز دی "ناراف!"

"ہوں۔" میں آہستہ سے بولا۔

"خیر آ رہی ہے؟"

"نہیں۔"

"کیا سوچ رہے ہو اس وقت۔"

"کوئی خاص بات نہیں۔"

"پھر بھی؟"

"میں سوچ رہا ہوں کہ اتنی گفتگو بولی لیکن ابھی تک مجھے تمہیں یا ٹھیکہ کو معلوم نہیں کہ ہم کہاں رہتے ہیں۔"

"وہ! ایسی سوال اس وقت میرے ذہن میں تھا۔"

"ہم نے انٹیشن باسٹرت بھی نہیں پوچھا تھا کہ یہ زمین کہاں ہے؟" اور نہ ان لوگوں میں سے کسی سے معلوم کیا۔

"ہاں۔ دلچسپ بات ہے۔"

"بہر حال، ہماری منزل تو یوں بھی کوئی نہیں تھی جہاں چاہیں چل پڑیں۔ یہ لوگ نہیں بھی جا رہے ہوں ہمارے اوپر کیا اثر پڑے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" طاقت نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

اور پھر ہم سونے کی کوشش کرنے لگے۔ زمین کے نیلے بکوروں سے نیند آگئی اور پھر صبح کو آنکھ کھلی۔ ٹھیکہ وغیرہ جاگ اٹھی تھیں۔ بڑی ماں سو رہی تھیں۔ ہم لوگ بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔

کتنا یاد ہے۔ یہ بیلہ کی تبت:

۱۹

۱۸

۱۷

۱۶

۱۵

۱۴

۱۳

۱۲

۱۱

۱۰

۹

۸

۷

۶

۵

۴

۳

۲

۱

تصدیق ابھی تک ایک برتھر پر دراز تھا۔ البتہ کمال منہ ہاتھ دھو کر مسکراتا ہوا ہمارے پاس آ بیٹھا۔
 "سائے عارف بھائی، خیر آگئی تھی؟"
 "ہاں۔ سوئی ہو بھی آئی ہے۔"

"آپ کے بارے میں بہت سے سوالات ذہن میں چل رہے ہیں۔"
 "چل چل کر کیا کر رہے ہیں۔" طاہر بولا۔
 "میکھ کہ اے اجنبی، تو کون ہے۔ تو کون ہے؟"
 "اوب۔ بڑا خیر خواہ سال کر رہے ہیں۔ اپنے بارے میں تو ہم خود بھی تفصیل سے نہیں جانتے۔" میں نے کہا۔
 "میں جلدی نہیں کروں گا۔" کمال مسکراتے ہوئے بولا۔

"بھئی، مطلب؟"
 "سچ آپ کو اپنے غلوں کا تعین دلاؤں گا اور جب آپ میرے غلوں پر اعتماد کرنے لگیں گے تو خود ہی اپنے بارے میں بتا دیں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ کیوں پوچھ رہا ہے؟"
 "کمال! اچھا انسان ہے، لیکن بہر حال، ہم جلدی اپنے بارے میں حقیقات کریں گے اور پھر انہیں فوراً بتا دیں گے۔"

"جائے دیجئے اس ذکر کو۔ کوئی اور موضوع۔" کمال نے کہا۔
 "موضوع تلاش کریں۔"
 "تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ چلے ہم آپ سے یہ سوال کر دیتے ہیں مسکرا کر کمال کہ نہیں باریا ہے؟"
 "نہیں تو اور پور تک جائے گی لیکن باریا منظر میں آنے والی ہے۔"

"اس منظر کا کیا نام ہے؟"
 "تخلت آباد۔" کمال نے جواب دیا اور میں حیران رہ گیا۔ ہم اپنے ہی وطن میں داخل ہو گئے تھے۔ نہ جانے پیدل سفر ہمیں کہاں لے آیا تھا۔ عکالت آباد کے بارے میں پہلے بھی سن چکا تھا مگر کبھی اس طرف آنا نہیں دوا تھا۔
 "جانتے ہو؟" طاہر نے آہستہ سے پوچھا۔
 "ہاں۔" میں نے ایک طرف سانس لے کر کہا۔
 "ایک عرض کروں۔" اچانک کمال بول پڑا۔
 "ضرور؟"

"ہم انسان کی طبیعت میں تجسس ہوتا ہے اور مجھے آپ انسان کو تسلیم کر ہی نہیں گئے ہیں بہت سے معانات میں بار

بار ایسے سوال کروں گا کیونکہ وہ فطری ہوں گے۔ آپ ان سوالات سے ناراض نہ ہوں بلکہ اگر ان میں سے کوئی جواب دینے کے قابل ہو تو جواب دے دیں۔ ورنہ عاف کہ دیں کہ یہ غلطی جواب ہے۔"

"کوئی سوال تمہارے ذہن میں آیا ہے کمال؟"
 "ہاں۔ چاہے کیا آپ مجھے ایک چمچے بھائی کی حیثیت سے نہت نہیں کر سکتے؟"
 "ٹھیک ہے کمال لیکن سوال کیا ہے؟"
 "آپ لوگ اس ملک کے رہنے والے ہیں؟"
 "ہاں۔"

"کمال، رہتے۔ انہوں میں سے۔" معلوم ہوتے ہیں۔ میں ڈا مابذ کہہ دوں کہ آپ کی غنیمتیں بہت شان دار ہیں۔ میں ان سے بہت متاثر ہوں۔ ویسے آپ کہاں رہتے ہیں؟"
 "نہ۔" میں نے کہا۔

"کوئی بات نہیں ہے۔ جواب نہ دینے میں کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں۔"
 "تب ٹھیک ہے۔ اچھا دو مزا مال۔ شکلیہ بانی سے آپ کا کوئی رشتہ ہے؟"
 "نہیں۔"

"اوہ!"
 "لیکن انہوں سے زیادہ عزیز ہیں۔ اسی طرح ہم دونوں کا بھی آپس میں کوئی رشتہ نہیں ہے لیکن ایک دوسرے کو بھائیوں سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔"

"مجھے بھی آپ خود میں شامل کر لیں۔" کمال نے کہا۔
 "کیا کو کے کمال۔ زندگی بڑا ہوا جائے گی۔"
 "دو جانے دیجئے۔ میں آپ سے بہت متاثر ہوں۔"
 "کیوں بھی گھبراہٹ ہے؟" طاہر نے پوچھا۔
 "تکلفے کی خوش کریں گے۔"

"بڑی مہربانی ہوگی۔" کمال مسکراتے ہوئے بولا۔
 "چلتے ہو کمال میاں؟"
 "جی۔"

"تمہارے ہاموں کا نام کیا ہے؟"
 "سید خورشید۔ مشہور شخصیت ہیں۔"
 "بہت خوب۔ لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔"

"اتنے بڑے آدمی کی بیٹی کو تلاش کیوں نہیں کیا گیا؟"
 "پولیس آج تک حرکت میں ہے عارف بھائی۔ سیکڑوں لوگ آج بھی ہاموں جان سے خوابا لیتے ہیں۔ نہ

طاہر۔ (3)

جائے کہاں کہاں وہ افشاں بانی کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔ میں آپ کو بتاؤں، ہاموں جان نے کون سی خوشی نہیں کی۔ درجنوں بڑے فردوں سے رابطہ قائم کیا۔ مشرق وسطیٰ کے بہت سے علاقوں میں تلاش کرائی گئی۔ نہ جانے کیا کیا ہوا ہے۔"

"کمال، جب کوئی پتہ نہیں چل سکا۔"
 "شان بھی نہیں ملتا۔"
 "تو یہ صاحب کی کسی سے دشمنی تھی؟"
 "بہت سے کاروباری حریف ہیں۔"
 "انہیں لٹوا؟"

"کیا کچھ نہیں کیا۔ پولیس نے ہمارے ساتھ زبردست تعاون کیا تھا۔ افشاں بانی کی تلاش کے خیال سے کون سی جگہ ہے جو چھوڑی گئی۔ میرے خیال میں لاکھوں روپے ان کی تلاش کی خوشیوں پر صرف ہو گیا۔"

"ہوں۔" طاہر نے گھٹنی سانس لی۔ میں اس وقت اس کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ دو سوچ رہا تھا کہ کاش اس وقت وہ اصلی حیثیت میں ہوتا تو ان لوگوں کی مشکل حل کر دیتا۔
 "ویسے کمال میاں، ان کی تشدد کی تفصیل تو بتائیں۔"

"یہ زبردستی تھی۔ معذرت میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ زرا تیرہ وقت مقررہ پر گاڑی لے کر گیا لیکن پتہ چلا کہ وہ خود ہی دیر گئی پانچ ہیں۔ بس اتنی ہی بات۔ جس کے ساتھ نہیں کہاں نہیں یہ آج تک نہیں معلوم ہو سکا۔ آپ خود سوچیں کہ کیا کیا ہو گیا ہوگا؟"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور ہم خاموش ہو گئے۔
 "مشتے وغیرہ کا سارا بندوبست تھا۔ بڑی ماں چانگ تھی اور پھر سکون تھیں۔ افشاں اب بھی ان کے پاس موجود تھی۔"

"ارے افشاں بیٹا! تم نے کپڑے نہیں بدلے؟"
 "اچانک دو پولیس۔"

"میاں میرے کپڑے ہیں کہاں انی۔"
 "اے! ہاں۔ یہ نہیں بدلے اتنی سست رفتار کیوں ہے۔"

"تو یہ کہتے ہیں؟"
 "میں ایک ٹھکانا بانی ہے بڑی ماں۔" تصدیق صاحب نے جواب دیا۔

"زرا تیرہ وقت کو تیرہ چلائے! بڑی ماں نے کہا۔
 "جی ہرگز۔"

طاہر۔ (3)

"بڑی ماں! اگر آپ انہیں زمین سے نیچے آ رہے ہوں تو یہ خود بخود تیر چلنے لگے گی۔" طاہر نے تصدیق کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اس؟" بڑی ماں چونک پڑیں پھر وہ تصدیق کو گھورتے ہوئے پولیس "ہائے تصدیق! تو اتنا سونا کیوں دیا۔ اب تک تو ہم گھر پہنچ چکے ہوئے۔"

اور پورے کپڑا منٹ میں قہقہے گونج اٹھے۔ تصدیق کا چہرہ لال بہہ سکا۔ دیکھا تھا اس کا پس نہیں چل رہا تھا کہ طاہر کی بوئیاں چھالے۔

"اگر آپ جلدی پہنچنا چاہتی ہیں بڑی ماں تو انہیں نیچے آ رہیں۔"
 "آگے رو جائے گا بے چارہ۔ چلو اب رہنے دو! آئندہ سے کس ساتھ نہیں لے جائیں گے۔"

"بڑی ماں۔ بڑی ماں! آپ بھی میری بے عزتی برداشت کر رہی ہیں۔" تصدیق بھولے ہوئے سانس کے ساتھ بولا۔
 "آئے ہائے تو اتنا سونا ہوئی کیوں ہو گیا۔" غلطی تیری ہے۔ بڑی ماں نے کہا اور تصدیق دانت پیٹتا ہوا زاری طرف آیا۔

"میں۔ میں تم لوگوں کو۔ میں تم لوگوں کو ایسی سزا دوں گا کہ یاد کرو گے۔ بڑی ماں کی وجہ سے خاموشی ہوں لیکن یہ سمجھ لو تصدیق کی دشمنی بہت سچی پڑے گی۔"

"بڑی ماں! دیکھئے یہ تیرک نہیں دھمکیاں دے رہا ہے۔"
 "اور تیرک پر بڑی ماں بھی نہیں پڑیں۔"

"بڑی ماں۔ اتنے خاموش کر دیں۔ ورنہ۔ ورنہ میں خود کشی کروں گا۔" تصدیق دبا دبا۔
 "وعدہ لے لیں بڑی ماں، جلدی سے وعدہ لے لیں۔ مجھے شہ ہے مسٹر تیرک خود کشی نہیں کریں گے۔ اگر یہ خود کشی کرنے کی نیت ہے تو اپنے چھلانگ لگا دیں تو زمین کی رفتار تیز ہو جائے گی اور ہم ایک لمحے کا سفر آدھے لمحے میں طے کر لیں گے۔"

زمین میں قہقہے گونج اٹھے اور تصدیق پہلے طاہر کی طرف بڑھا پھر رخ بدل کر دووازے کی طرف چل دیا۔ وہ تیزی میں بھاگ گیا تھا۔

"ہائے ہائے! کیا یہ کم بہت چچ خود کشی کرنے گیا؟"
 "بڑی ماں پولیس۔"

"ارے میں بڑی ماں! اتنے سونے آدمی خود کشی نہیں کرتے۔" طاہر بولا۔

کھانا ایتا پہلے کھینچ۔ (21)

"تم جو کون بیٹے آگے آؤ۔" بڑی ماں نے کہا اور ہم دونوں ان کے قریب پہنچ گئے، "کیا نام ہے تمہارا؟"

"عارف اور یوسف!"

"بھائیوں کی جوڑی ہے۔ خدا سلامت رکھے۔ میری انٹاشن جسیں کہاں لی؟"

"ہیں یونہی پھر رہی تھیں، حیران پریشان، ہم انہیں لے آئے۔"

"بڑا احسان کیا ہے تم نے میرے لال، مرتے دم تک نہ بھولادیں گی۔" بڑی ماں بولیں اور سب ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔ بڑی ماں پھر شکلیں کو یاد کرنے لگی تھیں۔

"ذرا سی دیر میں بڑی ماں میں زبردست تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔"

"کمال نے بتایا۔"

"پلے کیا کیفیت تھی؟"

"ہوش و حواس کی بات نہیں کرتی تھیں۔ ہر وقت کسی حادثے کا ذکر کرتی رہتی تھیں۔ سو میں سے ایک بات کوئی ہوش کی ہوئی تھی لیکن اب آپ نے خود محسوس کیا ہوگا۔"

"ہاں، اب تو کوئی ایسی بات نہیں کر رہیں۔"

"بڑا اثر بڑا ہے۔ ماموں جان دیکھیں گے تو خوشی سے اچھل پڑیں گے۔"

"خیر صاحب کس قسم کے آدمی ہیں؟"

"آپ کو پسند نہیں آئے۔ گوان کے دل پر بھی گمراہی ہے لیکن اس کے باوجود وہ زندہ دل ہیں۔ ہاں زخم سے پہلے تو ان کا کوئی جواب ہی نہ تھا۔ بچوں میں بچے، بڑوں میں بڑے۔"

"خدا کرے اصلی انٹاشن بھی مل جائیں۔" خالوت نے دل سے کہا اور کمال نے سر جھکا لیا۔

"صدقہ کافی دیر تک واپس نہ آیا تو کمال کو تشویش ہو گئی۔"

"آئیے عارف بھائی، تصدیق کر دیکھیں۔"

"مردود دیکھو۔" میں مسکراتا ہوا اکھڑا ہوا گیا اور ہم لوگ گیلری میں کھل آئے۔ تصدیق صاحب ایک جگہ پشت ٹکائے ہوئے کھڑے سرگرمی پر رہے تھے اور اس وقت میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا۔

"کالی خطرناک چہرہ تھا، جس سے معصومیت کی چادر سرک گئی تھی لیکن ہمیں دیکھ کر وہ متنبہ ہو گیا اور پھر اس کے چہرے پر نفرت کے آثار ابھر آئے۔"

"آپ ناراض ہو گئے تصدیق صاحب؟" کمال نے کہا۔

"نہیں۔ میں نے سوچا آپ کے ذاتی معاملات میں مداخلت مناسب نہیں ہے۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے مسٹر تھمک۔" خالوت بول پڑا۔

"تھمک ہے۔ آپ کو مذاق اڑانے کا حق دیا گیا ہے، میں کیا بول سکتا ہوں۔ بہر حال مجھے ملازمت کرنی ہے۔"

"ارے ارے۔ آپ تو سنجیدہ ہو گئے تصدیق صاحب۔ یوسف، احتیاط کرو۔"

"میں ہر بات نہایت احتیاط سے کر رہا ہوں۔ ان سے کچھ مجھ سے دوستی کر لیں۔"

"آپ مالکان کے منظور نظر ہیں جب تک۔ میں آپ کی دوستی کے قابل کہاں۔" تصدیق نے نظریہ انداز میں کہا۔

"بہتر ہے مسٹر تھمک۔ دو دن تجزیہ ہوئی ہیں۔ دوستی یا دشمنی! اور دوستی آپ ٹھیکرا لگے ہیں۔" خالوت نے کہا اور تصدیق ہچکچاہٹ سے ہنسی کر رہ گیا۔ پھر وہ کمال کی طرف رخ کر کے بولا۔

"عظمت آباد قریب چھاپا ہے کمال میاں۔ ہمیں تیاریاں کرنی ہیں۔"

"تھمک ہے۔ زیادہ سامان تو ہے نہیں، آپ اندر جائیں۔" کمال نے کہا اور تصدیق اندر چلا گیا۔ ہم تینوں خاموشی سے بھاگے ہوئے مناظر کا نظارہ کرتے رہے۔

"ابھی چند منٹ کے بعد ماموں جان کے باغات نظر آئیں گے۔"

"زمین داری بھی ہے آپ کی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ ماموں جان کے شوق بہت دلچسپ اور عجیب ہیں۔ آپ دیکھیں گے، یہ باغات بھی کسی انہوں نے خریدے تھے۔ یونہی ایک دن کسی باغ میں جا بیٹھے تھے۔ یونہی کہتے رہے کہ اگر کوئی باذنق وراثت تو اس میں یہ بھڑا آ رہا تھا۔ پورا باغ دیکھ کر گردن نیزھی کر کے بولے۔ کسی بڑے بدذوق انسان کا باغ ہے اور پھر اپنے بڑے بیٹے کو حکم دیا کہ پتھر عمدہ قسم کے باغات خریدے جائیں۔ خلیل، بولنے میں اتنی دیر لگتی اور اب ہمارے باغات میں اچھی درجے کے پھل ملنے لگے۔ بولے ہیں۔ ایک باغ میں حسین کا کچھ ہے۔ ایک سو ٹنٹک پل ہے جو شہر کا سب سے بڑا اور جدید قسم کا سو ٹنٹک پل ہے۔ دوسرے باغ میں ایک چھوٹا سا چڑیا گھر ہے جس میں درندے تک موجود ہیں۔"

"بہت خوب!"

"اکثر ہم لوگ کچھ مٹانے چلے جاتے ہیں۔ آپ کو بھی لے چلیں گے۔"

"میں تھمک بھائی کے بغیر نہیں جاؤں گا۔" خالوت

ٹھکتے ہوئے بولا اور کمال ہنس پڑا۔

"مجھے یقین ہے آپ تصدیق کو خود کشی پر مجبور کر دیں گے۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"محال ہے، جو سرکے۔" خالوت بولا۔

"بھولا مرنے بھی نہیں دیں گے۔"

"میں دشمن کو مارنے کا قاتل نہیں ہوں۔"

"اودہ تو آپ کی دشمنی (CONFIRM) ہے۔" کمال نے کہا۔

"خود اس نے یہ خواہش ظاہر کی تھی۔ خالوت نے جواب دیا۔

"اودہ! دیکھیں۔ عظمت آباد کے آثار ظاہر ہونے لگے۔" اچانک کمال بول پڑا اور پھر ہم خاموشی سے باہر کے منظر دیکھنے لگے۔

عظمت آباد رینڈے اسٹیشن زیادہ بڑا نہیں تھا لیکن خاصا خوب صورت تھا۔ یہ شہر کالی سرسبز تھا۔ پلٹ فارم پر پوری فوج استقبال کے لیے موجود تھی۔ ان میں خیر صاحب نہیں تھے لیکن ملازم اور اہل خانہ ان اتنے تھے کہ بس۔

"کو بھئی۔ یہ تو خواب جنیل الدین سے بھی اونچی کوئی شے ہے۔" خالوت نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن انہوں نے ہم پرانے۔" میں نے کہا اور اچانک مجھے احساس ہوا جیسے مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں نے خالوت کے چہرے کی طرف دیکھا لیکن شہر تھا خالوت پوری طرح میری بات کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ وہ استقبال کرنے والوں کی گرم خوشی دیکھ رہا تھا۔ یونہی کسی کار میں تھیں۔ ملازم اندر کھس آئے۔ سامان مختصر تھا، انہوں نے آپس میں بانٹ لیا اور پھر بڑے احترام سے بڑی ماں کو نیچے اتار لیا گیا۔ لیکن جب شکلیہ بھی ان کے ساتھ نیچے اتری تو ایک اور صدمہ بچ گیا۔

"انٹاشن بی بی۔ انٹاشن بی بی۔" چاروں طرف سے مانگوں کے سے انداز میں لوگ دو دو بڑے "انٹاشن بی بی مل گئیں۔ انٹاشن بی بی مل گئیں۔"

شکلیہ کسی قدر کھرا گئی تھی۔ اس نے بڑی ماں کا سہارا لیا اور پھر بڑی ماں کے ساتھ ہی جلدی سے کار میں کھس گئی۔ ہم لوگ کمال کے ساتھ دوسری کار میں بیٹھے تھے پھر یہ قافلہ چل پڑا۔ کمال ایک کار کی چپن سیٹ پر ہمارے ساتھ بیٹھا تھا۔

"آپ نے دیکھا۔ کوئی ایک ہے جسے ان کے انٹاشن باجی ہونے پر شک ہو۔"

"ہاں۔ شاید بالکل ہی شکل ملتی ہے۔"

"میں آپ کو ان کی تصاویر دکھاؤں گا، آپ خود حیران رہ جائیں گے۔"

"شاید۔" میں نے مختصر کہا۔

بقیہ راست خاموشی سے طے ہوا اور پھر ہم ایک خالی شان کو بھی میں پہنچ گئے۔ شہر سے کسی قدر باہر ایک بڑا فضا بنانے میں بنی ہوئی یہ کوئی دور ہی سے عالی شان نظر آتی تھی۔ عام علاقے سے اونچی شاید کسی پہاڑی کھڑے پر بنائی گئی تھی۔ اوپر جانے کے لیے ڈھلان راستے تھے جن پر رد و بد و درخت لگے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ دونوں طرف سرخ جبرج کی ردشیں تھیں پھر کوئی کا عظیم الشان پھاٹک تھا۔ راستے پر کچھ چاروں طرف سے تھے۔ اس لیے چار بڑے پھاٹک اور چند ذیلی پھاٹک تھے۔

ہم نے بڑے نور سے یہ ساری چیزیں دیکھیں۔ کوئی بھی ایک طویل رقبے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس کی ترتیب بھی ایک خاص انداز کی تھی۔ کوئی کے سامنے کے حصے میں ایک عظیم الشان لان بنا ہوا تھا جس پر جگہ جگہ حسین بیٹے ایستادہ تھے۔ خوب صورت فوارے نئے انداز میں پانی اچھل رہے تھے۔ اس کے علاوہ تین سمتوں میں چھوٹے چھوٹے خوب صورت پچھلے ایک ہی ڈیزائن۔ جسے ہونے لگے۔

بعد میں یہ معلوم ہوا کہ یہ خیر صاحب کے عزیزوں کے مکانات تھے۔ خیر صاحب نے خود یہ اپنے عزیزوں کے لیے تعمیر کرائے تھے۔ بہر حال خیر کل دیکھ کر اندازہ ہو جائے گا کہ خیر صاحب کس قسم کے انسان ہیں۔ گزیاں پور دیکھیں لگ گئیں اور بڑی ماں کو نیچے اتار لیا گیا۔ شکلیہ کے سلسلے میں خوب بنگائے ہوئے۔ ہمیں اس بے چاری کی پریشانی کا احساس تھا لیکن بہر حال پھنس گئی تھی۔

"انٹاشن باجی کے سلسلے میں خوب بنگائے ہوئے گے۔ میرا خیال ہے ہم اور آپ ان بنگاموں سے دور رہیں تو بہتر ہے۔" کمال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جیسا مناسب سمجھو۔" میں نے کہا۔

"میری ایک پیشکش ہے۔ اگر آپ پسند کریں؟"

"ہو۔ ہو۔ ہو۔" میں نے کہا۔

"آپ نے یہ ذیلی پچھلے دیکھے ہیں؟"

"ہاں۔"

"ان میں سے ایک میں، میں اپنی والدہ اور چھوٹے بھائی کے ساتھ رہتا ہوں۔ آپ پسند کریں تو میرے ساتھ ہی قیام

کریں۔ "کمال نے کہا۔

"ہاں۔ اندازہ ہو رہا ہے کہ ہماری میاں پڑیرائی نہیں ہوگی۔ بہرحال ٹھیک ہے یہی کہی۔"

"اوہ! یہ بات نہیں ہے۔ آپ کی پڑیرائی کے لیے میں کافی ہوں۔" کمال نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ہم نے کوئی جواب نہیں دیا اور ہم کمال کے ساتھ چل پڑے۔

یہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی اندر سے بہت خوب صورت تھے۔ ایک خوب صورت سے ڈرائنگ روم میں کمال نے ہمیں بتایا اور پھر اندر چلا گیا۔ ایک ملازم چند ہی منٹ کے بعد عہدہ قسم کی کافی اور دوسری چیزیں لے آیا اور پھر لباس تبدیل کر کے کمال بھی آیا۔

"میں نے آپ کے لیے بیز روم تیار کر دیا ہے۔ چائے وغیرہ پنی لیں۔ اس کے بعد اگر تھک گئے ہوں تو آرام کریں۔"

اور ہم خاموشی سے کافی پیتے رہے۔ پھر ہم نے بیز روم دیکھنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ بیز روم بھی خوب صورت تھا۔ اس میں ہم دونوں کے لیے بستر کا بندوبست کر دیا گیا تھا۔

"باتھ روم موجود ہے۔" دیکھ کر ہم قہقہے لگے۔ "شکر یہ کمال۔" دیکھ کر ہم قہقہے لگے۔ "شکر یہ کمال۔"

اور چلیز۔ آپ سارے خیالات ذہن سے نکال دیں۔ میں ذاتی طور پر آپ سے بہت متاثر ہوں۔ آپ اگر میرے ہاں پھر عہدہ قیام کریں گے تو مجھے بلی سرت ہوگی۔"

"شکر یہ کمال! اب اجازت دو تو ہم کچھ دیر آرام کریں؟"

"ضرور۔" کمال نے کہا اور پھر وہ باہر نکل گیا۔ "میں تو غسل کروں گا۔" "خلاوت ہوا۔"

"جاؤ پھر اس کے بعد میں بھی غسل کروں گا۔" اور توڑی دیر کے بعد ہم اپنی مسرولوں پر لیٹے ہوئے تھے۔ "خلاوت! میں نے اسے آواز دے کر ہونگا دیا۔"

"ہوں!"

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"ہم جس انداز میں میاں آئے ہیں مناسب ہے؟"

"نہیں۔"

"اگر کمال ہمیں نہ پوچھتا تو پھر ہم کس حیثیت سے میاں

رکتے؟"

"ٹھیک ہے۔"

"چنانچہ میاں سے نکل چلو۔ میاں کے علاوہ کہیں بھی قیام کیا جاسکتا ہے۔ ورنہ میاں ہم دونوں اپنی پوزیشن عجیب محسوس کریں گے بلکہ اگر تم برا نہ محسوس کرو تو میں کہوں گا کہ یہاں ہم لڑکی کے عوض روٹی کھا لیں گے۔"

"اور یہ بات ہے تو پھر اسی وقت یہ جگہ چھوڑ دو۔" میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"نہیں۔ کچھ دیر تو رکنی پڑے گا۔ ایک بار ٹھیک سے محسوس ضرور کریں گے۔ وہ اگر میاں مستقل قیام کرنے پر تیار ہو تو پھر ہمارے میاں رکنے کا کوئی حق از نہیں ہے۔ دیکھو تمہارا کیا خیال ہے عارف؟"

"کس بارے میں؟"

"ہمیں ایسی صورت میں میاں رکنا چاہیے؟"

"بہرگز نہیں۔ کیا ہم مفلوج ہیں؟"

"روٹھی ٹھیک کی بات۔ تو یار کون بد قسمت ہوگا جو اس شان دار پوزیشن کو چھوڑے گا۔"

"ہاں اور پھر ہمارا اس سے لگاؤ زیادہ پراگمانی نہیں ہے۔"

"اور خاص طور پر ایسی شکل میں عارف جبکہ ہم خود تلاش ہیں۔ ہم اس بے چاری سے یہ پیش کی زندگی کیوں چھینیں گے؟"

"ٹھیک ہے خلاوت۔ پھر کیوں نہ ہم خاموشی سے میاں سے چلیں۔"

"نہیں۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔ ایک بار ٹھیک سے ملاقات ضرور کریں گے۔ اس سے کہہ کر بائیں گے تاکہ وہ یہ نہ سوچے کہ ہم نے بلا جمل دی ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔"

"انسوس۔" وہ شالہ بھی جل گیا۔ ورنہ کم از کم یہی معلوم ہو جاتا کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔ "خلاوت نے اصرار کیا کہ میں اندر میں بھی خاموش رہوں گا۔ پھر ہم خاموش لیٹے رہے اور رات کو چپکے سے آرام رہتے تھے اس لیے نیند آئی۔ نیند خوب گہری تھی، ہم شام چار بجے تک سوئے رہے پھر جاگے منہ ہاتھ دھوا۔ سامنے ٹی ہوئی گھڑی نے چار کا ٹکٹنا بجایا تھا۔ منہ ہاتھ دھو کر ہم تیار ہوئے اور پھر دروازے پر آئے یہ تھے کہ ایک ملازم اندر آئی۔ ہمیں دیکھ کر وہ چونک پڑی "کمال میاں نے آپ کو دیکھنے کو بھیجا تھا۔" وہ بولی۔

"دیکھ لیا؟" خلاوت بردستہ ہوا۔

"ہاں۔" ملازم نے سادگی سے جواب دیا۔

"تو اب جاؤ۔" خلاوت بولا اور وہ بے چاری چلی گئی لیکن پھر ٹپکی۔

"انہوں نے کہا تھا کہ اگر آپ جاگ گئے ہوں تو انہیں بتا دوں۔"

"پھر تمہارا کیا خیال ہے کیا ہم جاگ رہے ہیں؟"

"جاگ تو رہے ہیں۔"

"تو پھر بتا دو انہیں۔" خلاوت بولا اور ملازم پھر وہیں چلی گئی۔ میں فیس پڑا تھا۔ خلاوت بھی مسکرائے لگا۔

"کمال اچھا لڑکا ہے اور شاید اسے احساس ہے کہ۔"

"میں نے کچھ کھانا پکا لیکن اسی وقت کمال ہمارے سامنے آیا۔"

"خوب سوئے آپ لوگ۔ دوپہر کا کھانا بھی گول کر دیا۔" اس نے کہا۔

"ہاں! خوب گہری نیند آئی۔"

"گوشتی میں تو قیامت مچی ہوئی ہے۔"

"کیا ہوا؟"

"ارے وہی افغان باپنی کے سلسلے میں۔ کسی کو کچھ نہیں بتایا گیا تھا لیکن یہ ملازم کم بخت خیریں شکر کرنے کے قصد میں ڈرائنگ روم میں آئے جانے والوں کا تانہ بندھا ہوا ہے۔"

"خوب! تو خبر صاحب کو بھی اطلاع ہو گئی؟"

"ماہوں پہنچ گئی رات کو باہر گئے تھے۔ خصوصی طور پر انہیں اطلاع دی گئی تھی۔ میرا خیال ہے پینچنے والے دن گے۔ لیکن فون کیا ہے پھر بیچے جائیں گے۔"

"حقیقت بتاؤ گی انہیں؟"

"ابھی کہاں سے۔ ویسے وہ سخت حیران ہیں۔"

"ظاہر ہے۔" وہ گے۔

"اس کے علاوہ ڈی آئی جی پولیس نے بھی فون کیا تھا۔"

"وہ افغان باپنی سے ملاقات کے خواہش مند ہیں لیکن میں نے تصدیق سے کہہ کر انہیں ٹال دیا ہے۔ ظاہر ہے ڈی آئی جی کی ٹھیکہ صاحب سے سوالات کر کے مجرموں کو پکڑنے کی کوشش کریں گے اور وہ کچھ جاسوس کی۔ چنانچہ میں نے کھلوایا ہے کہ ماموں جان کے آنے کے بعد افغان باپنی ان سے ملاقات کر سکیں گے۔"

"ڈی آئی جی صاحب ان سے ان کے اغوا کنندگان کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے؟"

"ہاں۔"

"اور وہ ظاہر ہے ہمارے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے مائی ڈیئر کمال؟"

"جی؟ کمال تعجب سے ہوتا۔"

"میرا خیال ہے کہ ایک بار ہماری ملاقات ٹھیکہ سے کرا دوں۔ ہم مجرموں سے آواز دہنا چاہتے ہیں۔ اس ہمیں پولیس کے سامنے بھی جواب دہ ہونا پڑے گا۔ کیا واقعی ہمارا جرم ایسا ہی ہے؟"

"اوہ! ہرگز نہیں یوسف بھائی۔ آپ بس ماموں جان کو آبنائے دس پھر آپ دیکھیں۔ برا و کریم اس وقت تک میاں قیام ضرور کریں اور اب ایک بات بتائیں؟"

"پوچھو۔"

"شام کی چائے لان میں پل جائے گی آپ اس میں شریک ہونا پسند کریں گے؟"

"کس حیثیت سے؟" خلاوت نے پوچھا۔

"ایک مہمان کی حیثیت سے۔"

"نہیں کمال۔ ہم تمہارے مہمان ہیں۔ ہمیں بیس پلا دو تو بہتر ہے۔" میں نے کہا۔

"تب میرا خیال ہے میں چست رہ بندوبست کروں۔"

"دیکھو مجھے ان کے ساتھ شریک ہونا پڑے گا یہ اصول ہے۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"اور کمال چلا گیا۔ بچکے کی چست سے لان کا منظر نظر آتا تھا۔ لان میں رہنمیں گریبان لگائی جا رہی تھیں۔ سفید لباس میں ملازم تیزی سے کام کر رہے تھے۔"

"پھر کوٹھی کے بڑے گیٹ سے ایک لمبی سیاہ سڈن اندر داخل ہوئی اور پورٹیکو میں لگ گئی۔ اس سے ایک طویل اختتام اور وہ نیمہ ٹھنسی بچے اترا۔ چرت سے ہی معلوم ہوا تھا کہ وہ تو خبر ہے۔ عہدہ شخصیت تھی۔ اعلیٰ درجے کے سوت میں لباس۔ وہ نہایت بے چینی سے اندر چلا گیا تھا۔"

"میں تو خبر معلوم ہوتا ہے؟"

"شاید! میں نے جواب دیا اور پھر خاندان بھر کے لوگ لان میں توجہ دے کر بے شمار افراد تھے تو خبر صاحب اندر جانے لگا کر رہے تھے۔ نہ جانے کیا تماشا ہو رہا ہوگا اندر۔ ہم دل ہی دل میں تھماتے رہے لیکن کیا کرتے رہے دست دپاتے خاموش بیٹھے رہے۔ ملازم نے ہمارے لیے ہر تکلف چائے کا بندوبست کر دیا۔ اس کے ساتھ بہت سے لوازمات بھی تھے ہم خاموشی اور کمر کی قدر بے دلی سے چائے پیتے رہے اور پھر خلاوت نے مجھے اشارہ کیا۔ میں بھی کوٹھی کے اندر دوئی دروازے کی طرف دیکھنے لگا اور دیکھتا رہا۔"

ٹھیکہ پہلے ہی کون سی قسم حسین تھی لیکن اس وقت۔
اس وقت تو وہ جانتے کیا ہو گئی تھی۔ سبائی رنگ کی مین
اور ترقی ساز میں وہ قیامت نظر آ رہی تھی۔ بڑی ماں اس
کے ساتھ تھیں اور دوسرے بہت سے لوگ۔ تو یہ صاحب
موجود تھے۔ ٹھیکہ پر ہوا انداز میں چلتی ہوئی لالہ تیں پانی
کریوں کے نزدیک پہنچ گئی۔

"اس کے بعد۔" طاہر نے مسکراتے ہوئے کہا "اس
کے بعد یہ بڑی اگر نہیں پچھانے سے بھی انکار کرے۔ تو اس
کا کچھ قصہ ہو۔" میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا پھر
ہم نے تو یہ صاحب کو کمال کے ساتھ آتے دیکھ۔ وہ وہاں
باتیں کرتے ہوئے کھڑے تھے کرسیوں سے خالی دور رک
گئے اور باتیں کرتے رہے۔ اس کے بعد پے پیچ ہو گئی۔
لیکن اس وقت میری بوجھ ٹھیکہ کی طرف اٹھ گئی تھی۔
ٹھیکہ۔ بے چینی سے ہاتھوں طرف الجھ رہی تھی پھر وہ کرسی
سے کھڑی ہوئی اور میری چٹنی جس وجہ کہنے لگی لیکن میں
نے اجازت سے اس کا ذکر نہیں کیا۔

ٹھیکہ نے بڑی ماں سے کچھ کہا اور بڑی ماں بھی چاروں
طرف دیکھتے تھیں پھر ہم نے تصدیق کو ان کی طرف لگتے
دیکھا۔ تصدیق جبکہ اگرچہ کہہ رہا تھا۔ اس کے بعد شاید کمال
کو طلب کیا گیا۔

تو یہ صاحب ہی کمال کے ساتھ آگے بڑھ آئے تھے۔
پھر نہ جانے کیا انھیں ابھی منگتے ہوئے گئی اور اس کے بعد
ایک گروہ چل پڑا۔ ٹھیکہ سب سے آگے تھی۔ چائے کی میز
انتظار پھیل گیا تھا۔ سب پریشان سے نظر آتے لگتے تھے۔
کمال ٹھیکہ کے برابر پہنچ گیا اور پھر تو یہ صاحب نے
دوسرے قہم لوگوں کو روک لیا اور صرف میں کوئی آگے
آئے لگے۔ یہ کمال تو یہ صاحب اور ٹھیکہ تھے۔

"یارف!" طاہر نے کہا۔

"ہوں۔"

"کچھ گڑبڑ ہو گئی۔"

"دیکھ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کمال
کے بیٹے میں داخل ہوئے اور ہم اوسرے مش بدل کر رہے
نیا زینہ گئے۔ چند ہی ممانعت کے بعد قہم لوگوں اپنے پہنچ گئے۔
ٹھیکہ کی آنکھوں میں آنسو لرز رہے تھے۔ وہ ہمارے سامنے
آکر کھڑی ہو گئی اور خاموشی سے ہماری ٹھیکوں دیکھنے لگی۔
اس کے اندر ظہور پھر ہوا تھا۔

"کیا آپ نے نہیں کہا تھا۔ کیا آپ نے نہیں خا کہ۔
کہ ہمیں بڑی ماں کے لیے یہ بات مان جانی چاہیے۔" اس

نے زبردستی ہونے لگی تھی تو آواز میں کہا۔
"ٹھیکہ۔ ٹھیکہ۔ کیا ہو گیا؟" میں نے کہا۔
"آپ یہاں کیوں ہیں؟" وہ بولی۔
"کمال صاحب سے پوچھ لو انہم تو جانتے تھے۔" میں نے
جوابی پر تلی چھڑک۔

"کمال جانتے تھے؟"

"میں بھی جانتے تھے۔ بہرحال اس شرمین سنہ ہیں۔" میں
نے کہا۔ تو یہ اور کمال خاموش کھڑے تھے اور ٹھیکہ کی
آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"میں۔ میں اب یہاں نہیں رہوں گی۔ مجھے انہوں سے
کمال صاحب۔ میں اتنا برا خوف نہیں رہتی۔ میری دماغ
کہ اتنے بڑی ماں کی مشکلی حل کرے۔ خدا کرے! افغانی بی
لی خیر سے واپس آجائے۔" مجھے انہوں سے نہیں اب
ایک منٹ بھی یہاں نہیں رہنا گی۔ براہ کرم میرا لباس واپس
کر دیں۔"

"تم لوگوں کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے میں نے خود واقعی
باتیں بدلاشت ہے۔ ٹھیکہ سے جنم میں چائیں سب۔ میں
تمہیں روکنے کی جرات خود میں نہیں پاتا لیکن اگرچہ کہنے کی
اجازت دو تو شکر گزار ہوں گا۔" تو یہ صاحب نے کہا۔
"جی۔ فرمائیے محترم!" میں نے کہا۔

"میرے ساتھ بڑی انجمن ہے۔ میری خوشی کی عمریت
چھوڑتی ہے۔ افغانی کے پتھر جانے کا ہم بتا شاعر بدست
ہے مثالی ہم لوگ اندازہ نہ کر سکا۔ اس کے بعد ٹھیکہ کی بیماری
نے ذہن کو شدید زخمی کر رکھا تھا۔ اپنا کمال اپنی لون ملا کہ
افغانی ملی گئی ہیں تو شادی مرگ ہوئے ہوتے چلا۔ یہاں نہ
جانے کیا کیا کر دوں میں نے کر آیا تو حقیقت معلوم ہوئی۔ سہ چا
نہو کم از کم ایک انجمن سے تو نجات ملے گی۔ یعنی ٹھیکہ کی
بیماری اور پھر یہی افغانی سے اس قدر ملتی ہے کہ وہی کو
بلاوا تو دیا ہی جاسکتا تھا۔ سوچو یارو۔ انسان ہی تو ہوں۔
کہاں تک ان امیڈوں کو سہارا دیے رہوں گا۔

تو یہ صاحب کی آواز میں بگڑی سی بھراہٹ آگئی۔

بہم ناشی سے ان کی شکل دیکھنے لگے۔

"میں اس پورے کارخانے کا کرنا بھرا ہوں لیکن حوالہ
کون ہے جو میرا سہارا بن سکے۔ سوچو۔ ہوں تو بالکل غیر
یہاں تک کہ دیکھوں کے ساتھ مجھ پر یہ سلوک نہیں دیا
لیکن تمہارے ساتھ ہو گیا۔ ٹھیکہ ہو گئی۔ سزا دے لو۔ میں
تیار ہوں۔"

"ارے نہیں تو یہ صاحب۔ وہ کیا؟" میں نے ہمہی

تے کہا۔
"میں تو بدبختی سے کہ ابھی تک میں بھی اس سے لاعلم
ہوں۔ کمال میاں نے مجھے حقیقت بتائی ہے۔ اسے سن کر
جس قدر رنج ہوا! بیان سے باہر ہے۔ یہ کہ بات ہے کہ میری
پکی مل کر بھی نہیں لیں۔"

"محترم! مجھے کچھ عرض کرنے کی اجازت ہے؟" ٹھیکہ
نے کہا۔

"ہاں۔ ہاں ضرور بیٹے۔"

"یہ لوگ میرے عزیز نہیں ہیں لیکن دنیا میں اب میرا
ان سے بڑا عزیز کوئی نہیں ہے۔ میرے والدین مر چکے ہیں۔
جس حالات میں میں انہیں لے ہوں؟ وہ ایسے تھے کہ میری
زندگی کسی وقت بھی ختم ہو جاتی لیکن ان لوگوں نے اپنی جان
خاطرے میں ڈال کر بے لوث میری مدد کی اور میں نے ان سے
زندگی بھر کا سارا مانگ لیا۔ اب پوری دنیا میں میرے لیے
ان سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ بخدا یہ سارے تیش و عشرت
ان کے پیٹھ کے ایک قطرے سے زیادہ قیمتی نہیں ہے۔ مجھے
کیا کرنا ہے اس چاؤک مجھے اس دولت کی کیا پروا ہو سکتی ہے
جو آپ کے پاس ہے۔ میری تو دعا ہے کہ آپ کی بیٹی ملی
جاسکے۔ میں خود پیش کر کے ان لوگوں کو نظر انداز کیسے کر سکتی
ہوں۔ ہوگی رہوں گی تو ان کے ساتھ۔ خستہ پتھر پر رہوں گی
تو ان کے ساتھ۔ ایسی شکل میں مجھے تو خیر دینی پڑا گیا اور یہ
یہاں لاواؤں کی طرح پڑے ہیں۔ مجھے صاف کر دیں محترم۔
اگر یہ بیٹھ سے نہ نکلتے تو میں ٹھیک صاحب کی کوئی مدد نہ کر سکتی۔
معاف کر دیں۔ میرا خوف اتنا برا نہیں ہے کہ میں انہیں نظر
انداز کر کے خود تیش کر کے اور آپ کے ہاتھ آؤں۔"

"ہوں! تم تین ہی اعلیٰ طرف ہو۔ ہم بھی ہیں لیکن
بیٹے! ابھی تک ہمارا قصور نہیں ظاہر ہوا ہے۔ ہمیں چو کہنے
کا ہونے تو دور۔" تو یہ صاحب بولے۔

"جی فرمائیے۔"

"ہم یہاں۔ وہ نہ تھے۔ ہمیں حقیقتات تو کر لینے دو۔
کمال! میں تم سے بھی جواب طلب کر سکتا ہوں۔"

"جی ہاں جان؟"

"ان کے لیے حل میں بندوست کیوں نہیں ہوا؟"

"کیا یہ فرض میرا ہے؟ اسوں جان۔ گستاخی۔ صاف لیکن
میں جانتا ہوں آپ صاف باتیں سننے کے قائل ہیں۔"

"یقیناً یقیناً! کیا تصدیق ساتھ نہیں تھا؟"

"تھے! لیکن ان کا سلوک! ان لوگوں کے ساتھ شہوہ
سے اچھا نہیں ہے۔"

"کیوں؟" تو یہ صاحب نے تعجب سے پوچھا۔
"کوئی وجہ نہیں ہے۔"

"بلاؤ تصدیق کو!" تو یہ صاحب نے کہا اور کمال نے
جلدی سے ایک ملازم کو بھیج دیا۔
"میرے خیال میں ان تمام باتوں کی ضرورت نہیں ہے
تو یہ صاحب۔ آپ کا حکم ہے تو ہم دو ایک روز یہاں رک
جاتے ہیں اور ٹھیکہ! تم بہرحال ایک نیک کام کے لیے یہاں
تک آئی ہو۔ ہمارے سننے میں جڑ باقی نہ ہو۔"

"مجھے ذہل نہ کریں یوسف صاحب۔ براہ کرم! آپ
جانتے ہیں کہ۔ کہ میں نے اپنی مرضی سے۔"

"تو اب صاحب جڑ باقی دور ہے۔"

"میرے بڑے بھائی صاف ہو جانے اور پھر میں کسی سے کچھ
نہیں کہوں گا۔" تو یہ صاحب جلدی سے بول پڑے اور میں
نے ان میں تحریروں کو دیکھا۔ بڑی شرمندگی ہو رہی تھی۔
ہماری وجہ سے ایک مسئلہ کھڑا ہو گیا تھا۔ چند منٹ کے بعد
تصدیق اوپر آئی۔ اس کا سامنا پھولا ہوا تھا۔ تو یہ صاحب
اسے گھورتے لگے۔

"تم ٹھیک صاحب کو لینے چلے گئے؟"

"جی سرور۔"

"ان لوگوں سے تمہاری ملاقات ہے؟"

"جی ہاں!"

"ہماری صورت حال تمہارے غم میں ہے؟"

"جی ہاں۔"

"تمہاری یہاں کیا حیثیت ہے؟ تمہارے سپرو کیا کام
ہے؟"

"جی۔ رہ رہ رہ۔"

"ان لوگوں کے لیے تم نے کہاں بندوبست کیا ہے؟"

"ان لوگوں کو یہاں قہم راجہ بندوبست کرنا ہوتا ہے؟"

"جی ہاں۔"

"ان لوگوں کے لیے تم نے کہاں بندوبست کیا ہے؟"

"ان لوگوں کو یہاں قہم راجہ بندوبست کرنا ہوتا ہے؟"

"جی۔"

"جی ہاں۔"

"یہ شریف لوگ نہیں ہیں۔ صورت ہی سے۔"

اٹھانا چاہتا ہوں۔ دیکھو مایوں نے ان کی کیا حالت بنا دی ہے۔ کل سے تم صرف ان مایوں کی گھرائی کر رہے۔ اپنی گھرائی میں سارے ان کو ٹھیک کراؤ پھر جانوں پر چلے جاؤ۔ اسے ذہن توئی کوئی میں نہیں رکھنا چاہتا۔"

"جی ہاں دوسرے!"

"ہرٹ آؤٹ!" خیر صاحب خلق بچاؤ کر چکے اور تصدیق جلدی سے واپس مڑ گیا۔ یہ دسے وادی اس کی تھی اور یاد۔ اب تم بھی فراخ دلی سے کام لے کر صاف کر دو۔ وہ ہماری طرف مڑ کر بولے۔

"ارے! ارے! خیر صاحب! شرمندہ نہ کریں۔"

خلاوت جلدی سے بولا۔

"چلو نہیں کرتا۔ اب چلو چائے پر چلو۔" خیر صاحب بے تکلفی سے بولے اور انہوں نے دونوں طرف سے ہمارے بازو چکولے۔ اب رتنے کی کیا انتہا تھی۔ چنانچہ ہم چل پڑے۔ اچھا خاصا تماشہ بن گئے تھے۔ خیر صاحب کے اہل خانہ ان میں۔ ناشتی کی میز پر بی بی ماں اور شکیلہ اس کے بعد خیر صاحب پھر میں اور خلاوت اور ہمارے برابر کھال بیٹھا تھا۔ تمام لوگ بیٹھ گئے اور چائے شروع ہو گئی۔ ہماری یکساں شکلیں سب کی توجہ کا مرکز بن گئی تھیں۔ بہر حال عجیب سی کیفیت رہی پھر چائے ختم ہو گئی اور لوگ اٹھنے لگے۔

خیر صاحب ہم دونوں کو لے کر لان کے ایک گوشے کی طرف چل پڑے۔ راستے میں انہوں نے کمال کو آواز دی اور پھر ہم سے بات کرات ہدایات دینے لگے پھر وہ واپس ہمارے پاس پہنچ گئے۔

"آؤ یہاں کچھ دیر بیٹھو ہی رہے۔" وہ بولے اور پھر ہم دونوں ان کے ساتھ ایک فوارے کے قریب پہنچ گئے۔ فوارے کے نزدیک ایک خوب صورت بیچ بڑی ہوئی تھی۔ خیر صاحب نے ہمیں اشارہ کیا اور ہمارے ساتھ بی بی بیٹھ گئے۔

"تم دونوں میں سے عارف کون ہے اور یوسف کون؟"

انہوں نے پوچھا۔

"یہ یوسف ہیں، عارف میں ہوں۔"

"تم دونوں بھائی دو؟"

"نہیں۔ دوست! درود سنی کی روایت آپ کے علم میں ہوگی؟"

"ہاں میں جانتا ہوں۔ بعض اوقات دوستوں کی محبت بھائیوں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔"

"ہم اس کی مثال ہیں۔"

"یقیناً اور شاید قدرت نے تم دونوں کو ہم شکل اپنی لیے بنایا تھا کہ تم دوستی کی مثال بن جاؤ۔ میری بات کا یقین کرنا میں شکیلہ کو افشاں ہی سمجھتا اگر تم دونوں کی شکلوں کی مثال میرے سامنے نہ آجاتی تو لیکن اس کے باوجود انہی میرے ذہن میں کرید ہے۔ یہاں میں بڑا آدمی نہیں ہوں بلکہ سخت مظلوم ہوں۔ تم قدرت کے کارخانے دیکھو! اس نے مجھے جی بھر کر دولت دی ہے بیش و عشرت دیا ہے لیکن مجھ سے یقیناً کوئی ایسی خطا ہوئی ہے جس کی پاداش میں اس نے سب کچھ دے کر میرا سکون چھین لیا ہے۔ اب بتاؤ کیا اس دولت کے عوض میں سکون خرید سکتا ہوں۔ میری صرف ایک ہی بچی تھی۔ میں نے اسے پال پوس کر جوان کیا اور ہماری ساری محنت اچانک ہم کو چھوٹی۔ میرے دل کا حال سمجھ سکتے ہو تو سمجھ لو۔ میرے پاس اس کے اٹھارہ کا صحیح طریقہ نہیں ہے۔" خیر صاحب کی آواز میں لرزش اور آنکھوں میں نمی تھی۔

"ہمیں احساس ہے خیر صاحب۔" خلاوت آہستہ سے بولا۔

"ایسی حالت میں اگر میں کچھ اعتقاد سوالات کروں تو تلبہ معافی ہیں یا نہیں؟"

"آپ بے فکر ہو کر بات کریں۔" خلاوت نے کہا۔

"کیا تمہارے خیال میں ہمیں میری افشاں کی یہ اس قدر ہم شکل لڑکی میرے لیے عمدہ نہ ہوگی؟"

"بڑا چاہیے۔"

"کیا میں امیدوں کے سارے نہ لوں؟ میں تم سے اس کے بارے میں پوری تفصیل معلوم کر کے ہی اپنے دل کو سکون دے سکتا ہوں۔ میرے ذہن میں بہت سے خیالات ہیں۔ میں یہ بھی سوچ رہا ہوں کہ ممکن ہے وہ میری افشاں ہی ہو اور کسی وجہ سے اپنی یادداشت کھو بیٹھی ہو۔ کوئی ایسا حادثہ ہو گیا ہو جس کی وجہ سے وہ ہمیں بھول گئی۔ اب صحیح بات اسی وقت بت چل سکے گی جب تم مجھے اس کے بارے میں تفصیل بتاؤ گے۔ مجھے بتاؤ وہ کب سے تمہارے ساتھ ہے؟ کہاں تمہاری اس سے ملاقات ہوئی تھی؟ کیا تم میری مدد کر رہے؟"

"کوئی حرج نہیں ہے لیکن ہمیں کچھ باتیں آپ سے چھپانا پڑیں گی جن کے لیے آپ اصرار نہیں کریں گے۔"

"بڑا کرنا ہوں لیکن اس سے افشاں میرا مطلب ہے شکیلہ کی ذات پوشیدہ نہ رہے۔"

"ہاں۔ یہ درست ہے۔" خلاوت نے کہا۔ وہ خیر صاحب کی گفتگو سے بہت متاثر تھا۔ یوں بھی اس شریف انسان کا دل واقعی بہت بڑا تھا۔

"تو پھر مجھے بتاؤ۔"

"عارف! میرا خیال ہے ہمیں خیر صاحب سے کچھ نہیں چھپانا چاہیے۔"

"میں نے آمادگی ظاہر کر دی۔"

"شکیلہ سے ہماری ملاقات زیادہ عرصے کی نہیں ہے۔ محترمہ صرف ایک ہفتہ قبل ہم نے ہم نے ہی لیکن اس سے قبل ہم اسے زیادہ مامور نہیں کرتے تھے۔ اس بات کو بھی ہم نے غور کیا ہے۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تو پھر مجھے بتاؤ۔"

"عارف! میرا خیال ہے ہمیں خیر صاحب سے کچھ نہیں چھپانا چاہیے۔"

"میں نے آمادگی ظاہر کر دی۔"

"شکیلہ سے ہماری ملاقات زیادہ عرصے کی نہیں ہے۔ محترمہ صرف ایک ہفتہ قبل ہم نے ہی لیکن اس سے قبل ہم اسے زیادہ مامور نہیں کرتے تھے۔ اس بات کو بھی ایک زیادہ مامور زیادہ نہیں مقرر۔"

"اور کہاں؟ کسے؟"

"کچھ عرصہ قبل ہم ایک ہندو ریاست درگا پور میں تھے۔ آپ کو اندازہ ہے وہ یہاں سے کتنی دور ہے۔"

"اور درگا پور کا فاصلہ اس جگہ سے بہت زیادہ نہیں ہے۔ کیا تم لوگ وہیں کے رہنے والے ہو؟"

"نہیں۔ یونہی آوارہ گردی کرتے وہاں پہنچے تھے۔ وہاں ہم نے اسے ایک ہندو دیواہی کے روپ میں دیکھا اور ہم اس کی تلاش میں لگ گئے۔ اس کی وجہ سے بڑے بچے ہوئے کیونکہ ریاست کا دیوان اسے اپنا چاہتا تھا۔ کچھ ہندو ساہو بھی اس کے چکر میں تھے۔ بہر حال بڑی جدوجہد کے بعد ہم نے اسے ان کے چکر سے نکالا تو اس نے بتایا کہ وہ مسلمان ہے۔ اس نے ہمیں تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ اس کے والدین کو قتل کیا جا چکا ہے اور اب وہ تنہا ہے۔ تب ہم نے اسے اپنے ساتھ رکھ لیا۔ وہ ہماری کوئی نہیں ہے لیکن اب سب کچھ ہے۔ ہم اس کی عزت کے نگہبان ہیں۔"

"ہندو ریاست۔ درگا پور!" خیر صاحب پریشانی سے بولے اور پھر انہوں نے عجیب سے لہجے میں کہا "تو کیا اس خیال کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے کہ کسی وجہ سے۔ کسی وجہ سے ریاستی ہندوؤں نے اسے اغوا کیا؟ اور اس کی یادداشت بکھوٹنے میں بھی ان کی ہاتھ ہو۔ ممکن ہے کسی مقدمہ کے تحت کسی طریقے سے انہوں نے ایسا کیا ہو۔"

"ناممکن نہیں ہے۔" خلاوت نے پر زور انداز میں کہا۔

"تب میرے بچے میرے اوپر احسان کرے۔ میں اس مسئلے میں لاکھوں روپیہ خرچ کروں گا۔ تم اس وقت تک میرے ساتھ یہاں قیام کرو جب تک میں خصوصی ذرائع سے کام لے کر شکیلہ کی حقیقت معلوم نہ کرالوں۔ اگر تم میرے ساتھ تعاون کرو تو میں زندگی بھر تمہارا شکر گزار رہوں گا۔ مجھے اپنے دل کی کمی مٹانے دو اگر میری افشاں نہ ہوگی تب بھی میں تمہارا اس قدر شکر گزار رہوں گا۔"

"تو پھر مجھے بتاؤ۔"

"عارف! میرا خیال ہے ہمیں خیر صاحب سے کچھ نہیں چھپانا چاہیے۔"

"میں نے آمادگی ظاہر کر دی۔"

"شکیلہ سے ہماری ملاقات زیادہ عرصے کی نہیں ہے۔ محترمہ صرف ایک ہفتہ قبل ہم نے ہم نے ہی لیکن اس سے قبل ہم اسے زیادہ مامور نہیں کرتے تھے۔ اس بات کو بھی ہم نے غور کیا ہے۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے خیر صاحب۔" خلاوت نے جواب دیا۔

"میں تمہارا احسان مند ہوں میرے بچے۔ کاش! خیر صاحب کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے اور ہم دونوں بھی اسی انداز میں سوچنے لگے۔ کیا واقعی؟ کیا واقعی شکیلہ افشاں ہے؟

"شکیلہ کی شخصیت بے حد پراسرار ہو گئی تھی۔ بہر حال ایک بات کا تو مجھے یقین تھا کہ شکیلہ نے اپنے بارے میں جھوٹ نہیں بولا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ خود اسے اپنے بارے میں کچھ یاد نہ ہو۔ لیکن حالات پراسرار تھے اگر ہندو ساہو اس کی یادداشت کم کرنے کے لیے کوئی کارروائی کرتے تو پھر شکیلہ خود کو شکیلہ ہی کیوں سمجھتی۔ وہ اپنے آپ کو ران نہیں ہی کہہ سکتی تھی۔ بہر حال ہمیں ہمارا ذہن بھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔"

"تو تم نے میری درخواست قبول کر لی ہے؟" خیر صاحب نے چند منٹ کے بعد کہا۔

"ہم حاضر ہیں خیر صاحب! خدا کرے ہم آپ کے کسی کام آ سکیں۔"

"تم میرے کام آ چکے ہو بچے۔ میں خفیہ طور پر چند لوگوں کو درگا پور بھیجوں گا۔ وہ وہاں رہ کر شکیلہ کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔ یقین کرو میں نے افشاں کی تلاش پر لاکھوں روپیہ خرچ کیا ہے۔ میں بہت سے لوگوں کو ملازم رکھا ہے جن کا کام یہ ہے کہ وہ افشاں کا کھونٹ لگائیں۔ پولیس کے سارے ذرائع آج تک مجھ سے تعاون کر رہے ہیں۔ حالانکہ پولیس کسی کیس میں دو چار ماہ سے زیادہ دلچسپی نہیں لیتی۔"

"یقیناً۔"

"بہر حال میرے لیے دعا کرنا کہ خدائے قدوس میری یہ مشکل حل کر دے، میں سخت پریشان ہو چکا ہوں۔" خیر صاحب نے کہا۔

"ہمیں آپ کے دکھ کا احساس ہے خیر صاحب۔"

"خلاوت نے ہمدردی سے کہا۔"

"میں تمہارا مکمل تعاون چاہتا ہوں۔ یہاں رہ کر خود کو مجھ سے ان کا مت قصور کرنا بیٹے۔ کسی سلسلے میں میرا انتظار مت کرنا۔ مجھے دلی مسرت ہوگی۔"

"شکیلہ ہے؟" آپ بے فکر رہیں۔ ہم بیٹ بے تکلف اوگ ہیں۔" خلاوت نے کہا۔ اتنی دیر میں کہاں واپس آیا۔

"شریف لے چلے ماموں جان۔" اس نے کہا۔

"تو پھر مجھے بتاؤ۔"

"عارف! میرا خیال ہے ہمیں خیر صاحب سے کچھ نہیں چھپانا چاہیے۔"

"میں نے آمادگی ظاہر کر دی۔"

"شکیلہ سے ہماری ملاقات زیادہ عرصے کی نہیں ہے۔ محترمہ صرف ایک ہفتہ قبل ہم نے ہم نے ہی لیکن اس سے قبل ہم اسے زیادہ مامور نہیں کرتے تھے۔ اس بات کو بھی ہم نے غور کیا ہے۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

رونگی روگیاں کے لئے ایک دلکش گائیڈ کی نئی روگ کرکٹ

ان کے لئے جن کے سینے دھواں دیتے ہیں
آنسوؤں آہوں، مٹکائیوں اور حوصلوں کی داستان
عبرت اثر، حیرت انگیز و ناقابل فراموش

بابر زنگ کی آپ بیتی، جگ بیتی

اُس جوان رعنا سے زندگی کا رویہ مختلف تھا۔

رونگی روگیاں کے لئے سب رنگ و اجڑا کھیل کا قبول نسخہ

بابر زنگ

وہ تحریر جو دلوں کی دھڑکن ہے

کتابی شکل میں 7 حصے شائع ہو چکے ہیں

قیمت فی حصہ - 60/- روپے ڈاک خرچ فی حصہ - 23/- روپے

7 حصے کی کتاب کی قیمت 420/- روپے ڈاک خرچ
یہ رعایت حاصل کرنے کے لئے رقم بذریعہ منی آرڈر پیشگی روانہ فرمائیے

کتابیات پبلی کیشنز - کراچی
فون: 021-5804300 • kitabiat1970@yahoo.com
C-63 نیر 11 ایسکیشن ڈی ایچ اے میں روڈ کو رنگی روڈ کراچی 75500
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

"آؤ۔" غور صاحب نے کہا اور پھر وہ ہمیں محل کے اندر لے گئے۔ میں نے گئے جہاں ہمارے لیے ایک خالی شان کھڑا تھا۔ یہ تمہارا کمرہ ہے۔ جس چیز کی ضرورت ہو، کسی بھی ملازم کو بلا کر کہہ سکتی ہو۔"

"ہاں۔" غور صاحب نے جواب دیا۔ میں خاموش تھا۔ غور صاحب ہمیں آرام کرنے کا شورودے کر بیٹھے تھے۔ "کراؤ۔" غور صاحب نے کہا۔ "میں نے تمہاری سانس لے کر کہا۔"

"کیا بات ہے غور صاحب؟ تم کچھ تنہید ہو؟"

"نہیں۔ میں محسوس کر رہا ہوں۔"

"تمہاری توجہ ہے۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"خوب۔ اچھا بیٹہ جاؤ۔" اس نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا۔ "ہاں۔ اب تاؤ۔ کیا سوچ رہے ہو؟" وہ خود بھی میرے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"کالیڈ کے بارے میں ہی سوچ رہا ہوں۔"

"ہاں یا رنجیت کی۔" کالیڈ کا کیا معاملہ ہو سکتا ہے؟"

"انجمن ہوا ضرور ہے۔"

"نہیں۔ ممکن ہے۔ ممکن بھی ہو سکتا ہے۔ وہ سکتا ہے کوئی لہجہ پکڑے۔"

"کالیڈ جھوٹ تو نہیں بول سکتا۔"

"ہاں اس بات کا مجھے بھی یقین ہے۔ ویسے جذباتی لوگ ہیں۔ تم نے اس کی کیفیت دیکھی تھی؟"

"قافیہ مجھ سے۔ میرا خیال ہے اب ہم ان کی خور پر تین ہو گئے۔ وہ ہمارا ساتھ نہیں چھوڑے گی۔"

"اور اگر وہ انہیں اٹھاتی تو؟"

"وہ کیا جائے گا۔" میں نے اپنی روٹی سے کہا۔

"اے صوفے پر غور۔ طبیعت عجیب ہی ہو جاتی ہے۔ اگر میری قوتیں میرے پاس ہوتیں تو کیا ہم غور صاحب کی شکل من نہیں کر سکتے تھے؟"

"اب بھی کوشش کریں گے۔"

"ہاں۔" غور صاحب نے ہنسی سانس بھری۔ ہم دونوں خاموش ہو گئے۔ دونوں اپنے اپنے غور پر سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ غور صاحب نے کہا سوچ رہا تھا۔ میں البتہ کالیڈ میں الجھا ہوا تھا۔ "میں صرف تین سال کی تھی۔ اگر کوئی طویل معاملہ ہوتا تو کوئی کمری بات سوچنی پڑتی تھی۔ کیا معاملہ ہو سکتا تھا۔ اگر کالیڈ انہیں نہیں ہے تو پھر یہ مشابہت۔ اور اگر مشابہت بھی اتنا قریب ہے تو پھر انہیں کہاں تھی۔ کیوں نہ

انہیں کے سامنے میں باقاعدہ جاسوسی کی جائے۔ اب طاقت بھی ہمارا ہو گیا تھا۔ ایسی شکل میں زیادہ ہی محنت کرنا ہوگی۔ مہر حال کرنا تو مجھے نہ کچھ ضرور ہے۔ میں اندر ہو سکتا ہوں؟" اچانک دروازے سے آواز آئی اور ہم دونوں چونک پڑے۔

"آواز کمال کی تھی۔" آواز باری۔ "میں نے کہا اور کمال اندر آ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ "سائے کیا حال ہے؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ کیوں؟"

"اوہ کوئی بات نہیں۔ ویسے ہی بچہ لیا تھا۔" اس نے بے تکلفی سے ایک طرف بیٹھتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگ کوئی ضروری بات تو نہیں کر رہے تھے۔"

"نہیں۔ کوئی خاص بات نہیں۔ شکید کے مسئلے پر ہی گفتگو کر رہے تھے۔"

"اوہ۔ اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو انہیں باہر لے کر آ کر دکھا دوں۔"

"نہیں ہے؟"

"نہیں نہیں۔ آئیے۔"

"آؤ پو۔" میں نے کہا اور طاقت خاموشی سے اٹھ کر کمال کے پاس لے ہوئے ایک دور دراز کمرے کے قریب پہنچ گیا۔ دروازے میں تھکا تھا۔ کمال نے چابی لٹائی اور دروازہ کھول دیا۔

"اوہ اس کمرے میں تھکا رہتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ مستقل۔"

"نہیں اس کی چابی تمہارے پاس کہاں سے آئی؟"

"مجھے بھی گتے بہت سے۔" طاقت میرے سپرد ہیں۔ ماموں جان میرے اوپر بہت اعتماد کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کچھ ذمہ داریاں میرے سپرد کر دی ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے گردن ہلا دی۔

کمال نے کمرے میں روشنی کر دی اور سب سے پہلے ہماری ہڈی ایک قد آدم تھوڑے پر پڑی۔ بلاشبہ کالیڈ تھی۔ سرور فرق نہیں تھا۔ میں اور طاقت حیرانی سے اسے دیکھتے رہے۔ انسانی حسین تصویر تھی۔

"کیا خیال ہے غور صاحب؟" کمال کی آواز ابھری۔

"کمال کی تصویر ہے۔"

"ہم لوگوں کی دیوانگی جانتی ہیں؟"

"ہاں۔ تمہارا شبہ درست ہے لیکن ایک بات اور تاؤ۔ کمال۔ تین سال کا وقت بہت طویل نہیں ہے۔ کیا تمہیں

افشاں کی کچھ مخصوص عادات اور اس کی آواز یاد نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔
 "کیوں نہیں۔ ویسے آپ نے بڑی عمدہ بات بتائی۔
 درحقیقت ہم سب ان کی جھلک میں اس طرح الجھ گئے کہ ان کی آواز پر غور ہی نہیں کیا۔"
 "الغرض بات یہ ہے کہ کسی نے نہیں کیا۔"

"ہاں والی۔"
 "ایسا تو نہیں ہے کہ لوگ افشاں کی آواز ہی بھول گئے ہوں۔"

"ممکن تو نہیں ہے یوسف صاحب۔ میں ابھی تھوڑی دیر کے بعد اس کی تصدیق کروں گا۔" مکمل نے جواب دیا۔
 تب ہم آگے بڑھے اور میں گہری نگاہوں سے افشاں کے پورے کمرے کا جائزہ لیتا رہا۔ میں کسی ایسی چیز کی تلاش میں تھا جس سے افشاں کی ہر اسرار گشتی پر چمک دھنکی پڑ سکے لیکن پھر میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔

بولیس تو پورے کمرے کو کھنڈل چکی ہوگی۔ ظاہر ہے اگر ایسی کوئی چیز ہوگی تو پولیس نے کہاں چھوڑ دی ہوگی۔ پھر بھی میں نے مکمل سے سوال کر ہی لیا "پولیس نے اس کمرے کی تلاشی بھی لی ہوگی؟"

"درجنوں بار۔ یہاں کی ایک ایک چیز دیکھی جا چکی ہے۔"

"مکمل! مجھے افشاں کے بارے میں کسی وقت پوری تفصیل بتانا۔ ہم لوگ بھی اپنے طور پر کوشش کریں گے کہ تمہاری پریشانیوں دور ہو سکیں۔" دودنور صاحب نے ہم سے یہ بات کہی ہے۔

"خدا آپ کو یہ کامیابی عطا کرے۔" مکمل نے گہری سانس لے کر کہا۔

"خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ وہ اپنے تھک صاحب کہاں ہیں؟" طاہر نے منگوائے ہوئے کہا اور کمال بھی منگوانے لگا۔ ہم تینوں واپس اپنے کمرے کی طرف چل پڑے۔

"تصدیق عادت رکھ رکھاؤ کا انسان ہے۔ نہ جانے کیوں آپ دونوں سے غار کھا گیا۔ بہر حال سب چارے کے ساتھ بست پڑی ہوئی ہے۔"

"کیوں؟"

"ارے آپ غور کریں۔ کل سے وہ بالیوں کے ساتھ کام کرے گا۔" مکمل نے جیسے بولے کہا۔

"کیا واقعی؟"

"کل خود دیکھ لیں۔ ویسے برا سمجھائے گا۔" ماموں جان

عجب ظہرت کے مالک ہیں۔ اوپر سے نرم اندر سے سخت نرم رہیں گے تو پھر بالکل نرم ہیں اور اگر ان کی حکم عدولی کر دی جائے تو پھر شامت ہی آجاتی ہے۔ تصدیق کی مجال، دن ان کے ختم سے انحراف کرے۔"

"مازمت چھوڑ کر نہ بھاگ جائے بے چارہ۔" میں نے کہا۔

"ارے نہیں۔ تصدیق اس سٹی سے نہیں آیا۔"

"یہ اچھی بات ہے۔"

"اچھا اب اجازت دیں۔ رات کے کھانے پر ملاقات ہوگی۔" مکمل نے اچھے ہوئے کہا اور پھر وہ دروازے کے قریب پہنچ کر کمرہ گیا "اور باں سیں۔ مجھے اپنی مرضی سے یہاں آنے کی اجازت ہے۔ آپ لوگ میری مداخلت نہ جا سے پریشان تو نہیں ہوں گے؟"

"اجازت ہے۔" طاہر نے جواب دیا اور کمال مسکراتا ہوا چلا گیا۔ ہم دونوں واپس اپنے کمرے میں چلے گئے۔

"تصدیق دیکھی تھیں؟" میں نے طاہر سے کہا۔

"ہاں۔ حیرت انگیز۔ یہ مشابہت تو ہماری تمہاری طرح کی ہوگئی۔"

"بہر حال ہم اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کریں گے کہ ممکن ہے شکلیہ ہی۔"

"ہاں ہاں۔ مگر میرا دل اس بات کو تسلیم نہیں کر رہا۔"

"خیر جو کچھ ہے۔ سامنے آجائے گا۔"

"شکلیہ بے چاری عجیب الجھن میں گرفتار ہو چکی ہے۔"

"ہاں یا۔ ات کسی طور بلاؤ۔" طاہر نے کہا۔

"کسی ملازم سے کھلوایا جائے۔ ویسے اس کی پوزیشن بہت خراب ہوگئی ہے۔" موت میں باری جاری ہے۔"

"ہاؤ ات بلاؤ۔" طاہر نے کہا اور میں باہر نکل آیا۔

میں نے ایک ملازم کو بلایا اور ملازم اب سے میرے قریب پہنچ گیا۔ ہمارے بارے میں شاید بدایات باری کر دی گئی تھیں۔

"افشاں بی بی کہاں ہیں؟"

"بڑی ماں کے پاس۔"

"کیا کر رہی ہیں؟"

"خوشی میں صاحب۔ بڑی ماں تو انہیں خود سے انگ بی نہیں دے دے رہیں۔" ملازم نے جواب دیا۔

"ہوں بہر حال۔ ان سے کہہ دینا کہ وہ مارنے لایا ہے۔"

"جی ہر۔" ملازم نے کہا اور واپس چلا گیا۔ میں اندر

واپس گیا۔ اور چند ہی منٹ کے بعد شکلیہ ہمارے پاس پہنچ گئی۔ وہ ہمیں دیکھ کر عجیب سے انداز میں مسکرائی۔

"کیا حال ہیں افشاں بی بی۔" طاہر نے مسکراتے ہوئے بولا۔

"نی الحال تو برے حال ہیں۔ اگر بڑی ماں کی محبت اسی رفتار سے جاری رہی تو میں تو سخت پور ہو جاؤں گی۔ مجھے ان خاتون سے ہمدردی ضرور ہے۔ لیکن یوسف صاحب وہ تو مجھے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں دے رہیں۔ ہاں غور صاحب۔ مت اچھے انسان ہیں۔"

"ان حالات نے ہمارا دماغ بھی خراب کر دیا ہے شکلیہ۔ کبھی کبھی تو ہم بھی تنہا کی تے سوچتے تھے ہیں کہ کہیں کوئی گزرتا ہو۔"

"کیسی گزرتا؟"

"کہیں تم پہنچ افشاں بی بی نہ ہو۔"

"اس لڑکی سے میری مشابہت شاید بہت زیادہ ہے لیکن اس کا کیا سوال ہے۔ اچھا مذاق ہے۔" شکلیہ نے اچھے ہوئے انداز میں کہا۔

"ایک بات بتاؤ شکلیہ؟"

"جی؟"

"کیا تم دعوے سے کہہ سکتی ہو کہ تم درگاہ پور کی رہنے والی ہو؟"

"نہا۔ طلب دو! اس بات کا؟"

"ممکن ہے کوئی ایسی بات ہو۔ جو تمہارے ذہن سے بھی نکل کر دی گئی ہو۔ ہندو یوگی بڑے اٹھتے ہوتے ہیں۔ تم یاد کرو۔"

"عارف صاحب۔ یہ بات مذاق میں بھی نہیں سوتی جاسکتی۔ میں نے اپنا بچپن درگاہ پور کی گلیوں میں بتایا ہے۔ مجھے وہاں کے ذرے ذرے سے واقفیت ہے۔ میری گلیوں کے سارے لوگ مجھے پہچانتے ہوں گے۔ آپ کی الجھن پر حق ہے لیکن میں آپ کو یقین دلائی ہوں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ہوں۔ پورے وثوق سے کہہ رہی ہوں؟"

"ہاں۔" شکلیہ نے جواب دیا۔

"ویسے تمہارے لیے کوئٹن چائس ہے شکلیہ۔ افشاں بن کر پوری زندگی تیش سے گزار سکتی ہو۔" طاہر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دل تو چاہتا ہے کہ آپ کی اس بات پر خود کشی کروں لیکن ایسی کوئی حرکت نہیں کروں گی۔ سن لیں صاحب! اگر یہ

کولڈن چائس آپ کو مل رہا ہے اور آپ مجھ سے جان چھڑانے کے پیکر میں ہیں تب غور سے سن لیں۔ خدا کی قسم مر جاؤں گی! آپ کو چھوڑوں گی نہیں۔ آپ سب دل چاہتے یہاں سے نکلیں چلیں۔ یہ سارے تیش و غشرت یہاں کے بچہوں کو مہارک۔"

"ارے ہم تو مذاق کر رہے تھے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شکلیہ کی آنکھوں میں آنسو چمک آئے۔

"نہیں بھائی۔ یہ سو فیصد شکلیہ ہے۔ ان سب کو چاہیے کہ اپنی لڑکی کو تلاش کریں۔" طاہر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اب اس میں شک و شبہ کی بات نہیں ہے۔ بہر حال معاف کرنا شکلیہ۔ ہماری باتوں سے تمہیں دکھ ہوا۔ اس کے علاوہ غور سے سن لیں مختصر۔ ہم خود آپ جیسی باری دوست کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہیں۔ اب تو ہماری زندگی موت کا ساتھ ہے۔ کیوں بھائی یوسف؟"

"تنہا کی تے یقیناً۔" طاہر نے کہا۔

"ویسے شکلیہ! طے یہ کیا گیا ہے کہ ہم لوگ بھی افشاں کی تلاش میں ان کی مدد کریں گے۔" اچھا ہے ہماری وجہ سے ان لوگوں کی مصیبت دور ہو جائے۔ یوں بھی ہم آوارہ گردوں کی کیا ہے۔"

"نہیں۔ یہ تو ثواب کی بات ہے۔ اس مظلوم عورت کے لیے میں بھی افسردہ ہوں۔ بٹی کے غم میں ہم دو باتوں کی سی کیفیت ہے۔ اس خوف سے آپ ہمیں ہنڈ کرنے پر تیار نہیں ہے کہ آپ کھلی گئی تو خواب ٹوٹ جائے گا۔"

"اور واقعی افسوس ناک بات ہے۔" میں نے کہا اور طاہر کی طرف دیکھنے لگا۔ طاہر کے چہرے پر بھی اپنی بے بسی کی جھلک ابھرنی لگی۔

"بہر حال شکلیہ۔ اسی لیے جتنی تکلیف دی تھی۔ ہمیں یہاں ہر حالت میں وقت گزارنا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ ہم بھی تعاون کریں گے تم بھی کرو۔" میں نے کہا اور شکلیہ نے گردن ہلا دی۔

"میں تم بڑی ماں کے پاس بناؤ۔ ویسے دن میں ایک آدھ بار خود ہی صبح نکال کر ہم سے مل لیا کرتا۔"

"یقیناً۔" شکلیہ نے جواب دیا اور پھر وہ پہلی مٹی۔ طاہر نے خوشی میں ہنسا تھا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔

"کوئی بات نہیں۔" وہ مجھے تنگ انداز میں ہنسی۔ بہر حال میں اسے سمجھا تا تھی تو کیا۔ درحقیقت بات ہی ایسی

کتابیات پبلیکیشنز

تھی کہ ایک شخص سے اس کی ششائیت چھ مئی تھی۔ وہ جس قدر افسردہ ہو گیا تھا۔

رات کے کھانے پر بھی وہی کیفیت تھی۔ معلوم ہوتا تھا بارات آئی ہے۔ برا عودہ اجتماع تھا۔ ہمیں یہ بات بہت پسند آئی۔ معلوم ہوا کہ شام کی چائے اور رات کا کھانا اہل خاندان ساتھ کھاتے ہیں۔ صبح کے ناشتے اور دوپہر کے کھانے پر کوئی اجتماع نہیں ہوتا۔ بہر حال رات کے بعد خوش گویاں ہونے لگیں۔ تنویر صاحب نے پھر ہم دونوں کو گھیر لیا تھا۔

"بھئی تم لوگوں کے بارے میں مزید تفصیل نہیں معلوم ہو سکی؟"

"وہ خود ہمیں بھی نہیں معلوم تنویر صاحب۔" میں نے جواب دیا۔

"میرا مطلب ہے درگاہ پور آئے سے قبل تم لوگ کہاں تھے؟"

"صحیح یاد نہیں۔ ایک طویل التماس آوی نے ہماری گردنیں چکر کر رہ کر دیکھتے ہوئے کہا تھا کہ تم دونوں اب ٹھیک معلوم ہوتے ہو۔ یہاں وہ کہہ رہا تھا کہ روٹیاں توڑنا چاہتے ہو اور پھر اس نے ایک اور شریف آوی سے ہماری چٹائی کھاتے ہوئے کہا تھا۔ ڈاکٹر اہل دونوں کے دماغ اب بالکل ٹھیک ہیں۔ میں انہیں یہاں سے چھٹی دیتے کی سازش کرتا ہوں۔ چنانچہ ہمیں چھٹی دے دی گئی۔"

"کیا مطلب؟" تنویر صاحب حیرت سے بولے۔

"کون سی جگہ تھی۔ یہ یاد نہیں رہا۔"

"ارے۔ وہ وہ بالکل خاندان ہی ہو سکتا ہے۔" تنویر صاحب حیرت سے بولے اور کمال ہمیں نہ روک سکا۔ "کیوں۔ تم نہیں کیوں رست ہو؟"

"ماموں جان۔ یہ لوگ انتہائی بڑے رینگے ہیں۔ باغ و بہار طبیعت کے مالک۔ کیا آپ کو ان کی باتوں پر یقین آگیا کہ یہ بالکل خاندان سے چھوٹے ہیں۔"

"بھئی میں کیا کہوں۔ انہوں نے نقشہ ہی ایسا کھینچا ہے۔" تنویر متال صاحب بھی ہنستے ہوئے بولے۔ ہم دونوں خاموش تھے۔

"بھئی اگر یہ مذاق تھا تو میں بہت بخوکھڑا ہوں۔ میرا خیال ہے تم لوگ اپنے ماضی کے بارے میں کچھ بتانے پر تیار نہیں ہو، خیر ٹھیک ہے۔ میں مجبور نہیں کروں گا۔ ویسے ایک درخواست ہے۔ یہاں کسی قسم کی تکلیف نہ اٹھانا، یہ خاندان بے تکلف ہے۔"

"آپ بے فکر رہیں تنویر صاحب۔ اب تو یہاں ہم ہی

مکے ہیں۔" طاہر نے کہا۔

"میں کاروباری امور میں مصروف رہتا ہوں، میری غیر حاضری کو بھی محسوس مت کرنا۔"

"بھرت۔"

"ہاں کمال، ان کی ذہن داریاں میں نے تمہیں سونپ دی ہیں۔"

"آپ بے فکر ہیں ماموں جان۔"

"اتنا بھی مجھے اجازت دے دے بہت دلچسپ ہو تم دونوں۔ واقعی کمال ہے۔" تنویر متال صاحب ہم دونوں سے مصافحہ کر کے رخصت ہو گئے کمال ہنستے گا۔

"آپ نے ماموں جان کو بھی نہیں چھوڑا۔ ویسے آخر آپ اپنے ماضی کو اس قدر چھپانے کی کوشش کیوں کرتے ہیں؟"

"یار۔ ایک بات بتاؤ؟"

"جی؟"

"تمہارا تعلق کسی طور پولیس سے تو نہیں ہے؟"

"ہرگز نہیں۔" کمال نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تب کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے طاہر کو دیکھا۔

"چلو بتاؤ۔" طاہر نے کہا۔

"در اصل ہم لوگ جرائم پیشہ ہیں۔ پولیس ہماری تلاش میں ہے۔ ہم دونوں نے بے شمار قتل کیے ہیں۔ کیا میں بیعت بول رہا ہوں نہ؟"

"ہرگز نہیں۔" طاہر نے میری ہاں میں ہاں ملائی اور کمال ہنستا رہا۔ ظاہر ہے اسے یقین نہیں آ سکتا تھا۔

"ایسی صورت میں ہم اپنا ماضی کسی کو نہیں بتا سکتے۔"

"یقیناً یقیناً۔ بہر حال آپ جو کوئی بھی ہیں بہت دلچسپ ہیں۔ میں آپ کا گویہ ہو گیا ہوں۔ پہلے آزمائیں، اگر اپنا ثابت ہوں تو مجھے بھی خود میں شامل کر لیں۔" کمال نے کہا۔

"اوہ گویا تم بھی جرائم کی طرف راغب ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ ہر وہ کام کروں گا جو آپ کریں گے۔"

"اوہ۔" میں نے طاہر کی طرف دیکھا۔ طاہر بھی مسکرا رہا تھا پھر ہم شہید ہو گئے اور میں نے کمال سے پوچھا۔

"تم نے اپنا کام کیا کمال؟"

"آواز دلاؤ؟"

"ہاں۔"

"انتہائی خود غرض ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا، میں انہیں باقی کے بالکل سامنے بیٹھا تھا۔"

"ہاں ہم نے غور کیا تھا۔"

"مجھے اپنی یادداشت پر ناز ہے یوسف بھیا۔ بے شک دوسرے لوگ اس بات پر غور نہیں کر سکتے۔ میں لیکن میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ انہیں باقی اور اس خاتون کی آزمائش نمایاں فرق ہے۔"

"وہ نرمل۔ بہر حال دوسرے لوگ کچھ بھی سوچیں۔ تم یہ بات غور کر لو کہ خاتون انہیں نہیں ہے۔"

"میں تو تسلیم کرتا ہوں۔"

"اب تم ہمیں انہیں کی عادات و اطوار اور اس کے بارے میں پوری تفصیل بتاؤ تاکہ ہم بھی اس مسئلے پر ہماری مدد کر سکیں۔" اور کمال اپنی یادداشت کے سارے انہیں کے بارے میں بتانے لگا۔ ہم دونوں ہی غور سے سن رہے تھے لیکن درحقیقت کافی غور غوض کے بعد بھی ہم کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے اور پھر کافی رات گزر گئی تو کمال ہم سے اجازت لے کر اٹھ گیا۔

دوسری صبح جاگنے کے بعد ضروریات سے فارغ ہوئے تو ایک ملازمہ اندر آئی۔ "ناشتا تیار ہے صاحب لے آؤں؟"

"اوہ یقیناً۔ ویسے صبح کا ناشتا سب لوگ اپنے اپنے کمرے میں کرتے ہیں؟"

"جی۔"

"ٹھیک ہے۔" لے آؤ۔" میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ملازمہ نے ناشتا سرور کیا۔ ناشتے کے بعد ہم سرور ذکر بیٹھ گئے۔ طاہر کسی فکر میں تھا۔ کافی دیر کے بعد اس نے گردن اٹھا کر کہا۔

"عارف۔ تم نے ایک بات کی طرف دھیان ہی نہیں دیا۔"

"کون سی بات؟"

"بھئی ہمیں کچھ روز تو یہاں رہنا ہی ہے۔"

"ہاں رہنا پڑے گا۔"

"لیکن دیکھو کیا ہو چکا۔ کیا اس مسئلے میں بھی ہم ان لوگوں کے محتاج رہیں گے؟"

"نہیں خاتون۔ یہ تو نہ ہو سکے گا۔"

"اس کے علاوہ یہاں میں بھی کچھ ہوتا ہی چاہیے۔"

"یقیناً۔"

"تب اس بارے میں کیا سوچا؟"

"ہاں۔ دوسروں پر نشانے رہتے ہیں۔ اگر کسی سے کچھ لے لیا جائے تو کیا حرج ہے۔"

"کس سے لوگے؟"

"جس کے پاس ہو۔"

"مگر کس طرح؟"

"اوہ! بہر حال ہم جرائم پیشہ بھی رہ چکے ہیں۔ چلو یاہر نکلیں کر قسمت آزمائی کریں گے۔"

"مگر کس کے؟"

"یہ یاہر چل کر ہی سوچیں گے۔" میں نے کہا اور طاہر نے گردن جھٹکی۔ میرے ذہن کا چرخہ بھی چل پڑا تھا۔ درحقیقت کام بے حد مشکل تھا۔ ہم نہ جانے کیا رہتے تھے مگر جو کچھ اس وقت تھے اس کے بارے میں سوچنا تھا۔ ڈاکٹر ذلی بھی آسان کام تو نہیں تھا جبکہ ہماری حفاظت کا بھی کوئی بندوبست نہیں تھا۔ طاہر بدستور فکر مند تھا۔ بہر حال تیاریاں کر کے ہم لوگ نکل آئے۔

سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ ہم آرام سے چلتے ہوئے بیرونی راستے کی طرف پہنچے۔ تب اچانک ایک مکان کے دروازے پر تصدق نظر آیا اور ہم چونک پڑے۔

"طاہر! میں نے اچانک طاہر کا نشانہ دیکھ لیا۔"

"کیوں؟"

"تصدق۔" میں نے ایک طرف اشارہ کیا۔ تصدق دروازے کا ٹالکا رہا تھا۔

"ہاں۔" طاہر نے ہنس پڑا۔

"یہ یہ تھا ہی رہتا ہے۔" میں پر خیال انداز میں بولا۔

"اور اس کا خالی بھی جائز ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ارے بھئی اس نے ہماری بے عزتی کی تھی۔"

"کیا سوچ رہے ہو عارف؟"

"قسمت آزمائش میں کیا حرج ہے۔"

"میں نہیں سمجھتا۔"

"مجھے کسی ضرورت نہیں، تم اس کا تعاقب کرو۔ جب یہ کسی مناسب جگہ پہنچ جائے تو اسے باتوں میں لگاؤ۔ خبردار اہل مکان کی طرف واپس نہ آئے۔"

"ارے۔ ارے۔" دماغ صحیح ہے؟" طاہر نے بولنا کر بولا۔

"بالکل صحیح ہے۔ تم پروا مت کرنا۔"

"عارف! بے عزتی نہ ہو جائے نہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔" طاہر نے پریشانی سے کہا۔

"ارے، تو ان لوگوں کو مت دکھانے رہنا کیا ضروری ہے؟ اور پھر تم پروا مت کرو، میں کچھ کام نہیں کروں گا۔ بس تم چل پڑو۔"

"لیکن کیا ضروری ہے کہ اس کے پاس کچھ موجود ہو؟" طاووت نے اٹھتے ہوئے انداز میں کہا۔

"اوجہ قسمت آزمائی میں کیا حرج ہے۔ تم پروا مت کرو۔ شاباش، چل جاؤ۔ تم اپنا کام کرنا چاہتے ہو؟" میں نے کہا اور طاووت آگے بڑھ گیا۔ میں نے ارد گرد کے ماحول کا جائزہ لیا۔ ہر حال ان معاملات میں میرا ذہن ذوق کام کرتا تھا۔ میں نے اس کپڑے میں بے دوسے مکانات کا جائزہ لے لیا تھا۔ مجھے کمزری میں صلاحیتیں نہیں تھیں۔ ظاہر ہے ان کی ضرورت ہی نہ تھی۔ انہی کی ہوگی۔ اندر داخل ہونا مشکل کام نہیں تھا۔ ہاں اگر دیکھ بھی لیا جاتا تو بھی کوئی دقت نہ ہوتی، میرے پاس ایک عمدہ برآمد تیار تھا۔ وہ یہ کہ میں اپنے طور پر افغان کے سلسلے میں کام کر رہا ہوں۔ اس لیے جو کچھ میں کروں کرنے والا ہوں وہ ضرور فیروزہ۔

"تصدق کے۔ کان کی بعضی سمت توجہ نہیں رکھ کر کھڑکی بند تھی مگر خوش قسمتی سے اس کی چوٹی نہیں چھوئی ہوئی تھی۔ میں نے اسے دھکیلا تو کواڑ کھل گئے اور میں خاموشی سے اندر اتر گیا۔ اندر پہنچ کر اندازہ ہوا کہ چوٹی ٹوٹی ہوئی ہے اس لیے کھڑکی بند نہیں ہو سکی۔ ہر حال میرے حق میں بہتر تھا۔ میں پھر جی سے مکان کی ستاشی لینے لگا۔ سامان کی بے ترتیبی سے اندازہ ہوتا تھا کہ تصدق سستہ تھا رہتا ہے۔ ویسے ضروریات زندگی کا سارا سامان موجود تھا۔ کسی چیز کی حفاظت کی کوشش نہیں کی گئی تھی کیونکہ کوئی بیرونی خطرہ تھا ہی نہیں۔ میں نے تصدق کی خواب گاہ کا جائزہ لیا اور پھر خواب کاہکی الماری کھولنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ الماری میں ایک ایسا خانہ بھی نظر آیا جسے تجوری کے طور پر استعمال کیا جاسکتا تھا۔ میں نے اسے کھولا اور ایک کمری سامنے لی۔ اندر چھوٹے بڑے ٹوٹوں کی خاصی تعداد تھی۔ اب بار بار کون ان چھوڑوں میں رہتا، جو کچھ ہے اسی سے کام چاہتا تھا۔ میں نے نوٹ اٹھائے، تقریباً نوے نیچے ہزار روپے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے ایک پستول بھی نظر آیا اور میں ہڈ بک پڑا۔

"تصدق بظاہر ایک بے ضرر انسان ہے۔ پھر اسے ہسپتال کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اور میرے ذہن میں ایک کیریدی پیدا ہو گئی۔ ہر حال نوٹ قبضے میں کرنے کے بعد میں نے الماری بند کر دی۔ جی اللہ مکان اپنی انگلیوں کے نشانات وغیرہ صاف کھوئے اور پھر دوسرے کمرہ کی تلاش شروع کی۔ کھیت کی نیز اور دوسری چیزیں لیکن اور کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے کوئی اندازہ ہو سکتا۔

تب میں اسی راستے سے باہر نکل آیا۔ نوٹ میں نے

اپنے لباس میں پوشیدہ کر لیے تھے۔ پھر میں نے طاووت اور تصدق کو حاشیہ کر لیا۔ لیکن ہی نہیں تھا کہ وہ دوستانہ فضا میں بات کرتے۔ دونوں میں خاصی تیزی دوری تھی۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم لوگ میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟" تصدق غرایا۔

"تیرک جو ٹھہرے۔ قسمت والوں کو تعجب نہ آتا ہے۔"

"ایسی تیزی تیرک کی۔ آئندہ تم نے مجھے تیرک کہا تو دانت توڑ دوں گا۔"

"دیکھو، تم ہماری بے عزتی کر رہے ہو۔ جبکہ تو میر صاحب۔" طاووت نے کہا۔

"تو میر صاحب بھی مجھے جائزہ تک دیتے ہیں۔"

"تم نے نا جائزہ تک دیا کیا؟" میں نے طاووت سے پوچھا۔

"قسم لے لو جو میں نے ہاتھ بھی لگایا ہو۔" طاووت نے بولکھا۔

"نہایت لوفرو ہو تم لوگ۔ کیا تم شرفناز منگتو کر رہے ہو۔" تصدق جھٹکے ہوئے انداز میں بولا۔

"ذکر انہوں نے نا جائزہ طور سے تمہیں دبا دیا تو اس کے لیے میں معافی چاہتا ہوں مسٹر تصدق۔" میں نے مصالحتانہ انداز میں کہا۔

"اولیٰ دلا توہ۔ میں تم سے منتظر نہیں کرنا چاہتا۔" تصدق نے کہا اور تیز تیز قدموں سے ایک طرف چلا گیا۔

"طاووت نے کمری سامنے لے کر میری طرف دیکھا۔

"کیا راز؟"

"کسیا بی۔" میں نے جواب دیا۔

"کوئی ثبوت تو نہیں چھوڑ آئے؟"

"انفوں باتیں مت کرو، آؤ چلیں۔" میں نے کہا اور طاووت میرے ساتھ چل پڑا۔ ہم لوگ محل سے نکل آئے۔ ویسے ہم نے کوشش کی تھی کہ دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رہیں۔

"یاد تم تجیب انسان ہو۔" طاووت کمری سامنے لے کر بولا۔

"کیوں؟"

"میں کہ تم نے نہایت دلیری سے تصدق پر ہاتھ صاف کر دیا، اتنی بہت صبر نہیں کر سکتا تھا۔"

"میں نہ کہیں ہاتھ صاف کرنا ہی تھا ویسے اس محل میں تصدق کے غاڑ اور کوئی ایسا نہیں تھا۔ اب تم نے دیکھا

نہیں وہ کتنا فضول آدمی ہے۔"

"دو تو تھک رہے ہیں۔"

"چھوڑو یار۔ بس بھول جاؤ۔ ہم لوگوں کے لیے آج تک کرتے رہے ہیں، اب ہمارے ساتھ کچھ انجینئیر پیدا ہو گئے ہیں تو ان کی ایسی بڑی مصیبت آگئی۔ آخر لوگوں پر بھی تو ہمارا حق ہے۔"

"غوب حق ہے۔" طاووت ہستے ہوئے بولا۔

ہم بازار پہنچ گئے اور پھر ضرورت کی چیزیں خریدنے میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہوئی لیکن دیر کافی لگ گئی تھی۔ جب ہم واپس محل پہنچے تو دوسرے کھانے کا وقت ہو چکا تھا۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ تصدق ٹیبلوں کے پاس بیٹھا ان سے کام کر رہا تھا۔ وجوب میں کام کرانے ہوئے اس کی بری حالت ہو گئی تھی۔ ہم اس کی نگاہوں سے بچتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چل پڑے۔ ہمارے پیچھے شاید ہماری تلاش کی گئی ہو لیکن بظاہر ہر گشتا تھا جیسے کسی کو ہمارے جانے اور آنے کے بارے میں معلوم نہ ہو۔ ہر حال ہم نے جلدی جلدی سارا سامان سمیٹ لیا اور باجہ روم چا کر نہ ہاتھ دھوا۔

انجی فارغ ہی ہوئے تھے کہ شمس آگئی۔ یہ لڑکی فرین میں بڑی ماں کے ساتھ تھی۔ چہرے سے شوق و شہرہ معلوم ہوتی تھی۔ انجی تک ہماری اس سے کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔

"اودا شمس۔" میں نے اسے دیکھ کر کہا۔

"آپ کو میرا نام کیسے معلوم؟"

"ہم۔" یہ ہماری خوشی تھی۔

"میری شکل بھی یاد ہے نا؟"

"کیوں نہیں۔"

"میں ذاتی طور پر آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتی ہو۔"

"کریں۔" میں نے کہا۔

اس نے ادھر دیکھا اور پھر ہنٹوں کو زبان سے تر کرتی ہوئی بولی "میں بیٹہ جاؤں؟"

"بیٹہ جا نہیں۔" طاووت اپنا یک بول پڑا اور اس نے چونک کر طاووت کی شکل دیکھی، پھر جلدی سے ایک مومے پر بیٹھ گئی۔ وہ کسی قدر زبردستی ہو گئی تھی۔ باری باری وہ ہم دونوں کی شکلیں دیکھ رہی تھی۔

پھر اس نے ایک کمری سامنے لے کر خود کو برسکون کرنے کی کوشش کی اور بولی "میں آپ لوگوں سے کچھ منتظر کرنا چاہتی ہوں۔"

"جی۔" فرمایا۔

"جی۔"

طاووت (3)

"دیکھیے، یہ ساری گفتگو میں ایک دوست کی حیثیت سے کر رہی ہوں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے پوری تفصیل بتادیں۔"

"جی؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"میرا مطلب ہے افغان باقی کے سلسلے میں۔ میں دیکھ کر کہتی ہوں کہ آپ کا راز راز رکھوں گی۔ بس میں اپنے طور پر آپ کی مدد کروں گی۔ اگر آپ کسی الجھن میں ہوں گے تب انجی میں آپ کے ساتھ تعاون کروں گی۔" اس نے کہا اور میری رنگ شرارت بھڑک اٹھی۔

"کس شمس؟" میں نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

"پھر سوچ لیں۔ ہم کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائیں۔"

"میری ذہنی کی میں یہ نامکن ہے۔"

"وعدہ کرتی ہیں؟"

"کیا وعدہ؟"

"کیا خیال ہے یوسف، کیوں نہ ہم ان ناقابل پر اعتبار کر لیں؟"

"میں نام مناسب سمجھو۔" طاووت میری شرارت سمجھ گیا تھا۔ وہ بھی بالکل خندہ تھا۔

"تھک رہے ہیں۔" کسی کو تو راز دار بنانا پڑے گا۔ اس کے بغیر کام چنا مشکل ہے۔" میں نے غوطی سانس لے کر کہا اور پھر میں شمس کی طرف متوجہ ہو کر تنبیہ کی کہ بولا "آپ کے ذہن میں یہ خیال کیسے آیا صبر شمس کہ آپ ہم سے کچھ معلوم کر لیں گی؟"

"مجھے شبہ تھا کہ آپ اپنے سینوں میں کوئی راز چھپائے ہوئے ہیں۔"

"اودا، بے حد ذہین ہیں آپ۔ آپ کا خیال خیال ہے، صبر افغان ہمارے ہاتھ کیسے لیں؟"

"میں یہ بات نہیں جان سکتی۔"

"کس شمس اور حقیقت یہ بہت گہرا راز ہے۔ ہمارا تعلق ایک بین الاقوامی گروہ سے ہے جو لڑکیوں کا اغوا کرتا ہے۔" میں نے نہایت سنجیدگی سے کہا اور شمس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے "کس افغان کو مجھے ہمارے گروہ کے کچھ لوگوں نے اغوا کیا تھا۔ ہم لڑکیوں کو اغوا کر کے فروخت کر دیتے ہیں لیکن کچھ لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں جو جس قیمت پر فروخت ہوتی ہیں خود اس کی پیشکش کر دیتی ہیں، چنانچہ ہم ان سے ان کی قیمت وصول کر کے انہیں رہا کر دیتے

کتابیات پبلیکیشنز

(37)

طاووت (3)

طاووت (3)

جس۔ مس افشاں نے بھی اپنے بارے میں بتایا کہ وہ بہت بڑی آدمی کی لڑکی ہیں۔ انہوں نے ہمیں پیشکش کی کہ ہم انہیں فروخت نہ کریں۔ وہ اپنے وطن چلیں گی اور نہ صرف اپنی قیمت ادا کریں گی بلکہ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ اپنے بدلے دو اور لڑکیوں کو انوا کر دیں گی۔

"کیا؟" شمس اچھل پڑی۔
 "ہاں۔ اس طرح ہمیں دہرا منافع ہوگا۔ رقم کی رقم ملے گی اور لڑکیاں کی لڑکیاں۔" مس افشاں نے پکا وعدہ کیا ہے اور بہت جلد وہ ان دونوں لڑکیوں کو ہمارے حوالے کرنے والی ہیں۔ ہم ان کے اشارے کا انتظار کر رہے ہیں۔"
 "اور ابا جانفہ عارف یہ کیا کر رہے ہو؟" طاہر جلدی سے بول پڑا اور میں نے چہکنے کی ادائیگی کی۔
 "کیوں کیا بات ہے یوسف؟"

"میرا خیال ہے تم نے جلد بازی سے کام لیا۔ تمہیں یہ راز کسی طور افشاں نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ممکن ہے مس شمس ان دو لڑکیوں میں سے ایک ہوں بلکہ تم بھول گئے زمین میں مس افشاں نے ان دونوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔ کیا اس اشارے کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ ہمارا شکار یہ دونوں ہی ہوں۔"

"اور؟" میں اچانک خاموش ہو گیا۔ شمس درحقیقت ہونکا جی تھی۔ وہ اضطرابی طور پر کھڑی ہو گئی۔ ہمارے چہروں کی سنجیدگی ہمارے ان الفاظ کی تصدیق کر رہی تھی۔
 "مس شمس! آپ نے وعدہ کیا ہے کہ ہمارے راز کو راز رکھیں گی۔ کیا ہم امید رکھیں؟" میں نے پوچھا۔
 "ہاں ہاں۔ لیکن۔ لیکن۔ خدا کے واسطے آپ بتادیں کیا آپ مذاق کر رہے ہیں؟" شمس نے کہا۔

"ہم سنجیدہ ہیں مس شمس! لیکن کان کھول کر سن لیں، آپ ہمارا راز راز رکھیں گی۔" آخر میں میرا لہجہ سخت ہو گیا اور شمس جلدی سے دووازے کی طرف بھاگ گئی۔
 "آپ آپ بے فکر رہیں۔" وہ کہتی ہوئی باہر نکلی گئی اور میں ہاتھ جما کر طاہر کی طرف دیکھنے لگا۔
 "کیا ضرورت تھی اسے خوف زدہ کرنے کی؟" طاہر نے چپکلی سی مسکراہٹ سے کہا۔

"رہے وہ ہمارے بارے میں معلومات فراہم کرنے آئی تھی۔ ہم نے اسے ٹھیک ٹھیک بات بتادی۔"
 "یہاں کی پولیٹیشن ویسے ہی عجیب ہے۔ ویسے اب پروگرام کیا ہے؟ ظاہر ہے ہم یہاں مدائیاں تو نہیں توڑنے رہیں گے۔" طاہر نے کہا۔

"افشاں کے سٹے میں جا سوسی کریں گے۔"

"کہاں تک مارو گے؟"

"کمال نے جو حالات بتائے ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ بہر حال افشاں ایک تعلیم یافتہ لڑکی ہے، اسحق نہیں تھی اور اگر میرا اندازہ درست ہے تو اسے انوار کے والدین کا مقصد مالی فائدہ حاصل کرنا نہیں تھا۔"

"وہ کیسے؟"
 "دیکھو نا۔ طویل عرصہ ہو چکا، اگر کوئی مالی فائدہ حاصل کرنا ہوتا تو اب تک مطالبہ کیا ہو سکتا تھا۔"
 "ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔ تب پھر؟"

"یہ بھی سوچا جا سکتا ہے کہ کسی نے ہم سے کہا اور اچانک چونک پڑا۔ طاہر کو میرے چہکنے کا احساس ہو گیا تھا۔

"کیا بات ہے؟" طاہر نے پوچھا۔
 "یار میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا ہے۔"
 "کیا؟"
 "طاہر! میں نے تصدیق کے سامان میں ہسپتال دیکھا تھا۔"

"تو پھر؟"
 "تصدیق بظاہر ہے ضرر انسان ہے لیکن اس کے چہرے کی ایک جھلک مجھے اب تک یاد ہے۔"

"تفصیل بتاؤ۔"
 "زمین میں وہ کپار منٹ سے باہر نکلی تھا اور باہر اس کے چہرے کے تاثرات کافی خوفناک تھے۔"

"نور کیا ہے؟"
 "کیا ہم افشاں کے انوا میں تصدیق کی شمولیت پر غور نہیں کر سکتے؟"

"ارے کیوں موانے پر تلے ہوئے ہوئے چارے کو۔ اگر اس بات کا تذکرہ عام ہو گیا تو اسے بھگیوں کے ساتھ کام کرنا پڑے گا۔"

"تو یہ صاحب اس کی کھال کھینچ کر تمہیں پھر دے دیں گے۔" میں نے گونہ ہلاتے ہوئے کہا "بہر حال معلومات تو حاصل کرنا ہی ہیں۔"

"تصدیق کے بارے میں؟"
 "ہاں۔"
 "ضرور کرو۔ اس بد نصیب کی شامت ہی تو آئی تھی اور اس کا اندازہ اسے پہلے ہی ہو گیا۔ اسی وجہ سے وہ شروعات سے ہارنے لگا ہے۔ فکر کرو گے کیا؟"

"میں ہسپتال کا مسئلہ حل کر لیا جائے۔"

"کس طرح؟"

"کمال سے اس کے بارے میں معلوم کریں گے۔"

"ٹھیک ہے بھائی۔ یہ تمہاری دنیا کی باتیں ہیں۔ ضرور معلوم کرو۔" طاہر نے بیزاری سے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ طاہر کا بچہ بچہ پن صاف نظر آتا تھا اور بہر حال یہ حقیقت تھی کہ وہ اپنی دنیا کا شہزادہ تھا۔ اس سے اس کی ساری چیزیں بچپن کی تھیں مگر اس کی شخصیت ہی ختم ہو گئی تھی۔ اس پر وہ انصرہ نہ ہوتا تو کیا کرتا۔

اور پھر دوسرے دن ہم نے کمال کو پکڑ لیا۔ "یہ تصدیق کب سے ہے تو یہ صاحب کے پاس؟"

"طویل عرصے سے۔ یوں سمجھ لیں ہمیں پرورش پائی ہے۔ تعلیم وغیرہ بھی ہماروں جان نے ہی دلوائی ہے۔"

"آدمی کس قسم کا ہے؟"
 "بہت اچھا ہے۔ اس شہزادہ کا کریک ہے۔"
 "جنس اوقات شکل سے بے حد خطرناک نظر آتا ہے۔"

"کیون تصدیق؟" کمال ہنس پڑا۔
 "ہاں۔"
 "وہ سب کچھ ہو سکتا ہے یوسف بھائی لیکن خطرناک نہیں ہو سکتا۔"

"میں نے محسوس کیا ہے جیسے اس کی جیب میں ہسپتال رہتا ہو۔" میں نے کہا۔
 "ارے تو بے۔ وہ ہسپتال کے نام سے ہی بے دوش ہو جائے گا۔" کمال بدستور بیٹھے ہوئے بولا۔

"کیوں نہیں؟" میں نے کہا۔
 "تو یہ صاحب نے اسے حفاظت کے لیے ہسپتال دیا ہے۔"

"نہیں۔" صاحب۔ اول تو یہاں ایسی حفاظت کی ضرورت ہی نہیں پیش آتی اور پھر اس کے لیے تصدیق کا انتخاب تو بہت بڑا الحیف ہے۔" کمال نے جواب دیا اور ہم خاموش ہو گئے۔

کمال کے چلے جانے کے بعد میں نے طاہر کی طرف دیکھا اور پھر کمری سانس لے کر بولا "بہر حال دال میں کلا تو نظر آتا ہے۔"

"کیا مطلب؟"
 "تصدیق اندر سے بہت سچا ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اس کی الماری میں ہسپتال دیکھا ہے۔ گویا وہ چھوہ اوپر سے ہے یہاں کے لوگوں کو صرف اتنا ہی معلوم ہے اس

نے اپنی دوسری شخصیت دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھی ہے۔"

"تم کیوں اس بے چارے کے لیے معصیت کھڑی کر رہے ہو؟"

"میں نے اپنی آنکھوں سے ہسپتال دیکھا ہے طاہر۔ میں اسے کیسے نظر انداز کروں؟"
 "مت کرو بھائی! اگر اب کو سنے کیا؟" طاہر نے کہا اور میں کچھ سوچنے لگا۔ پھر میں نے کہا "اس کے علاوہ تم نے ایک بات پر غور نہیں کیا۔"

"تو؟" وہ بھئی کر دیا۔ "طاہر طویل سانس لے کر بولا۔

"تصدیق کس خاموشی سے چہ بزار کی چوری پی کیا ہے۔ کسی کی زبان سے تم نے اس چوری کی کہانی سنی۔"

"اس سے کیا نتیجہ اخذ کیا تم نے؟" طاہر نے پوچھا۔
 "ممکن ہے وہ رقم ایسی ہو جس کے بارے میں تصدیق کسی سے نہ کرے گی نہ کر سکا ہو۔ چنانچہ اس نے خاموشی سے مبرا کر لیا، کسی سے کہنا بھی پسند نہیں کیا۔"

"ممکن ہے۔" طاہر نے پر خیال انداز میں جواب دیا اور میں بھی خاموش ہو گیا۔
 "بہر حال تصدیق کو گریڈ ضروری ہے۔"

"اب کیا کرو گے؟"
 "ہاں اس پر نگاہ رکھی جائے۔ میرا خیال ہے ہم دونوں مل کر ایک بار پھر اس کے مکان کی تلاشی کریں۔"

"یاد رہے ان معاملات میں اس طرح کام کرنے سے مجھے واقعی خوف معلوم ہوتا ہے۔ دراصل ان لوگوں کے ساتھ ہر باعزت ہوں اور عزت کرتے ہوں، رد کر کوئی گزیر کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔"

"خیر کچھ اور سوچیں گے۔" میں نے گردن ہلا دی۔
 "کئی دن اور کئی راتیں گزر گئیں۔ بڑا ست وقت گزر رہا تھا۔ ہم لوگ ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے تھے۔ تو یہ صاحب سے بہت کم اوقات، دہلی تھی۔ وہ عموماً کاروباری

دوروں پر رہتے تھے۔ ویسے جب آتے تھے تو ضرور ہٹتے تھے۔ محل میں کئی دلچسپیاں تھیں۔ لڑکیوں کی تعداد بھی کافی تھی۔ ہم چاہتے تو ان کے ساتھ تفریح کر سکتے تھے لیکن ابھی تک ایسا کوئی پروگرام نہیں ہو سکا تھا۔ اس دن شمس نے جو گفتگو

ہوئی تھی وہ ٹھوکتی ہوئی کمال تک پہنچی اور کمال قہقہے لگاتا ہوا ہم تک آ پہنچا۔
 "شمس ممکن ہے کمرچہ زکریا گاہ جائے۔" اس نے

کہا۔

"ہائیں؟"

"وہ بردہ فردوس میں بہت خوف زدہ ہے۔" کمال نے کہا۔

"اور!"

"بہر حال میں نے اس کا کافی مذاق اڑایا ہے لیکن وہ ابھی تک سنجیدہ ہے۔ ویسے معاملہ کیا ہوا تھا عارف صاحب؟"

"وہ جاہل سی کرنے لگی تھی، کہنے لگی، ہم اسے افشاں کے بارے میں سب کچھ بتا دیں وہ کسی سے نہیں گے گی اور میں نے سب کچھ بتا دیا۔" میں نے منصوبہ سے کہنا اور کمال پھر نہیں پڑا۔ کافی دیر تک ہنستا رہا پھر بولا۔

"بڑی سست زندگی گزار رہی ہے یوسف بھائی۔ کیوں نہ کوئی تفریحی پروگرام بنایا جائے؟"

"بناؤ۔ ویسے بھی ہم تو ہمارے مہمان ہیں۔"

"اور آپ نے بھی فراغت نہیں کی۔ بہر حال یہ کون سی بڑی بات ہے لیکن ایک کام آپ کو کرنا پڑے گا۔"

"کیا؟"

"افشاں باہنی۔ میرا خطاب ہے خاتون شکیلہ کو ساتھ لے جانے کے لیے آپ کو ان سے بات کرنا ہوگی۔ وہ بڑی ماسا سے کہیں، اگر وہ ہمیں ہی تو بڑی ماں سب کو اجازت دے دیں گی۔"

"ہاں۔ کیا حق ہے میں کہہ دوں کچھ شکیلہ سے۔"

"بس تو پھر ملے۔ کل کا پروگرام رکھ لیا جائے۔ آپ آج ہی یہ کام کر لیں۔ میرا خیال ہے دوپہر کے کھانے کے بعد مس شکیلہ سے آپ گفتگو کریں اور ان سے کہہ دیں کہ شام چار بجے تک آپ کو جواب دے دیا جائے ہم ماہیوں جان کے ایک باغ میں چٹک کو چھیں گے۔ اس پورے ماسا میں تفریح کے لیے ماہیوں جان کے باغوں سے عمدہ جگہ اور کوئی نہیں ہے۔"

"اوکے۔ میں بات کروں گا لیکن ایک وعدہ تمہیں بھی کرنا ہوگا۔"

"کیا؟"

"جہاں تیرک کے بغیر زندگی ہی بے مزہ ہے، اگر وہ ساتھ نہ ہوئے تو کیا خاک لطف آئے گا۔"

"ہاں۔ تصدیق کے بغیر زندگی واقعی بے مزہ ہے۔ وہ کیوں نہ ہوں گے۔" کمال ہنستے ہوئے بولا۔

"بس تو ٹھیک ہے۔ تیاریاں کرو۔ میں ابھر کے کھانے

کے بعد شکیلہ سے گفتگو کروں گا۔" میں نے کہا اور پھر کھانے کی میز پر میں نے شکیلہ کو اشارہ کر دیا۔ کھانے سے ناسخ ہونے کے بعد تو شکیلہ بڑی ماں کے ساتھ اندر چلی گئی لیکن چند روزہ منٹ کے بعد ہی وہ واپس ہمارے کمرے میں آئی۔

"آپ نے مجھے بلایا تھا یوسف صاحب؟"

"ہاں۔ بیٹہ جاؤ۔" خالوت نے کہا اور شکیلہ بیٹھ گئی۔

"پورے آج کل؟"

"بس وہی۔ کوئی تبدیلی نہیں ہے۔"

"چٹک کا پروگرام کب ہوا؟"

"اور! شکیلہ نے اجازت سے کہا۔"

"تمہیں بڑی ماں سے اجازت لینا ہے۔"

"میرا خیال ہے وہ میری بات نہیں مانیں گی۔"

"بس تو ان سے بات کرو۔ کل ہم چٹک پر چھیں گے، اجازت لینا ہی ہے۔"

"میں لے لوں گی۔" شکیلہ نے جواب دیا۔ تھوڑی دیر تک ادھر ادھر کی گفتگو ہوئی رہی اور پھر شکیلہ چل دی۔

خویر صاحب موجود نہیں تھے، کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ بہر حال اجازت مل گئی تھی پتا چڑھ دو سرے دن بہت سی

گڑبازیاں خویر صاحب کے باغ صوفیہ کی طرف چل پڑیں۔ ان میں خویر صاحب کے خاندان کے لڑکے اور لڑکیاں تھیں۔

بڑا دی جپ میں جہاں تیرک مہمان خصوصی تھے۔ باقی شکیلہ بھی، کمال تھا، نادر بھی، ہم دونوں تھے۔ شمس البتہ ہمارے ساتھ نہیں بیٹھی تھی۔

تصدیق کا پتہ ستور پھولا ہوا تھا۔ وہ ذرا نڈر کے ساتھ ہی بیٹھے ہوئے تھے اور خالوت کی دگ شرارت پھر کمرہ لگی تھی پتا چڑھ اس نے بڑے چار سے انہیں پکارا۔

"بھائی تیرک! تصدیق چٹک پڑا۔"

"جی، افرامیے۔" اس نے طنز سے انداز میں کہا۔

"مارا رض ہیں؟"

"آپ سے ناراض ہوتا ہوں۔" انکان کے منہ چڑھے ہیں اور مجھے بہر حال ملازمت کرنی ہے۔" تصدیق نے رات نکالنے ہوئے کہا۔

"نہیں نہیں۔ ایرہ بھی کیا۔ ہر انسان کو عزت و سزا رکھنا چاہیے۔ ملازمتیں تو سب مل جاتی ہیں۔" خالوت جلدی سے بولا۔

"اوہ! اب میں سمجھا۔ شاید آپ نے یہاں ملازمت حاصل کرنے کے لیے یہ پتھر چلایا ہے لیکن آپ میری ہی جگہ لینے پر کیوں تھے ہوئے ہیں۔" خویر صاحب سے کہیں پتھر اور

بندوبست کر دیں گے۔"

"میری بات بوجھی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کسی طرح تیرک سے ہٹ چڑاؤ، اس کی جگہ دے دوں گا۔" فی الحال اور کوئی سیٹ خالی نہیں ہے۔" خالوت نے شکیلہ سے کہا۔

"ارے نہیں یوسف بھائی۔ آپ کہاں ملازمت کرتے پھر جس گے جانے دیں۔" کمال نے ہنستے ہوئے مداخلت کی۔

"ہاں۔ اور کیا۔ اور پھر آپ کو ملازمت کرنے کی ضرورت نہیں کیا ہے۔ آپ کی ملازمت تو کئی ہوئی ہے۔"

تصدیق نے پھر پوچھنے کی اور مجھے غصہ آ گیا۔

کمال بھی ایک دم سنجیدہ ہو گیا تھا۔ شکیلہ الجھن آمیز

نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہی تھی۔

"آپ نے پھر بدتمیزی کی تصدیق صاحب۔" کمال تنبیہ کی سے بولا۔

"سوچ سمجھ کر کی ہے۔ براہ کرم آپ مداخلت نہ کریں۔" تصدیق فرمایا۔

"یعنی کیا۔" کمال نے بھی مگر کر پتھا۔

"اس سے پہلے وہ بدتمیزی کرتے رہے ہیں، آپ اس وقت کچھ نہیں بولے۔ میں بھی کہاں تک برداشت کر سکتا ہوں۔ میں خویر صاحب کو جواب دے لوں گا اور اگر آپ جانتے ہیں کہ اور کوئی ناخوشگوار واقعہ نہ ہو تو آپ انہیں

بھجھائیں۔" تصدیق نے کہا۔

"بھئی یہ کیا ہو رہا؟ ہم لوگ چٹک پر ہیں رہے ہیں نہ کہ بھجھنا کر گئے۔" شکیلہ الجھ کر بولی۔

"ذرا نیو کا ڈی روکو۔" کمال نے غصے انداز میں کہا اور ذرا نیو نے بپ روک دی۔ "آپ نیچے اتر جائیے سسر

تصدیق۔" کمال نے کہا۔

"ایا۔" کمال نے اس بات کا؟

"آپ فوراً نیچے اتر جائیے۔ آپ چاہیں تو کسی دوسری

گھڑی میں آسکتے ہیں۔ نہ آنا چاہیں تو واپس چلے جائیں۔"

"یہاں سے میں کیسے واپس جاؤں گا؟" تصدیق بھی فرمایا۔

"میں نہیں جانتا۔" کمال نے کہا اور تصدیق دانت پٹیتا ہوا نیچے اتر گیا۔ پلہ۔" کمال نے کہا اور چپ آگے بڑھ گئی۔

"یہ تو اچھا نہیں ہوا۔" شکیلہ نے پریشانی سے کہا۔

"ٹھیک ہے افشاں باہنی۔ آپ فکر نہ کریں۔" کمال نے جواب دیا۔ تصدیق کئی دوسری گاڑی میں نہیں بیٹھا تھا۔

خویر صاحب کا ہاتھ لگایا تھا۔ اس نے ہمیں کہا۔ اس ایک

اٹلی پاسے کی تفریح گاہ بنانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی تھی۔

سہ منٹ پہلے اٹلی مکان، خوب صورت روٹیں۔ بعض مقامات کو سب حد حسین شکیں دی گئی تھیں اور پھر کھانے پینے کا عمدہ بندوبست۔ تصدیق کے واقعات سے طبیعت کچھ کدر ہوئی تھی لیکن بہر حال دوسرے لوگوں کو کوئی تکمیل نہیں معلوم تھی اور پھر یوں بھی تصدیق کی کوئی خاص حیثیت نہیں تھی اس لیے کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ لڑکیوں نے ٹولیاں بنالیں۔ لڑکوں نے اپنی انگ ٹولیاں بنالیں۔ ماسا کا پروگرام بنایا گیا پھر دوسرا عام ہو کھانا۔

خالوت کو سہ منٹ پہلے حد پسند آیا تھا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد پھر ماسا کا پروگرام بنایا گیا اور ہم سہ منٹ پہلے میں اتر گئے۔ یوں شام کے تقریباً چار بج گئے تب کمال نے واپسی کی تیاری کی تجویز پیش کی۔

"پاکلی! ہم نے تائید کی۔"

"پادوسب کو اطلاع کرو۔" کمال نے کچھ ملازموں سے

کہا اور ملازم باغ میں دور دور تک پھیلے ہوئے لوگوں کو اطلاع دینے دوڑ گئے۔ ساری ٹولیاں یک جا ہونے لگیں اور تھوڑی دیر کے بعد سبھی واپس آ گئے۔

"شکیلہ کہاں ہے؟" خالوت نے کہا اور میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"شکیلہ کہاں ہے کمال؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ افشاں باہنی کہاں ہیں؟" کمال بھی ادھر ادھر دیکھنے لگا اور پھر میں دوسروں سے شکیلہ کے بارے میں

معلوم کرنے لگا اور پھر عجیب سی پوزیشن ہو گئی۔ پتہ چلا کہ شکیلہ کو کئی دیر سے کسی نے نہیں دیکھا۔

نہ جانے کیوں میری چمن جس کسی کو بڑا اعلان کرنے کی۔

اور پھر سب ہی پورے باغ پھیل گئے۔ ایک ایک گوشہ چھان مارا گیا لیکن کسی جگہ شکیلہ کا پتہ نہیں چل سکا۔ جہاں

غیب پوزیشن تھی۔ آخر شکیلہ کہاں گئی؟

سب ہی خوف زدہ ہو گئے تھے۔ رات ہو گئی لیکن شکیلہ کا کوئی پتہ نہیں چل سکا۔

"عارف! خالوت نے ایک گوشے میں جا کر کہا۔

"کیا شکیلہ کی گمشدگی میں تصدیق کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔"

خالوت ہونٹ پیچ کر بولا۔

"تصدیق! میں چوک پڑا۔"

"ہاں۔ وہ کہنے، اگرت انسان ہے۔ ممکن ہے اس نے کسی انتہائی جذبے کے تحت ایسی کوئی حرکت کی ہو۔"

"میں نہیں سمجھتا لیکن یہ ثابت کرنا سخت مشکل ہوگا۔"

مکتا بیات، بیاد، بلی کے شتر

کرے۔ مگر کوئی اندازہ نہیں ہوتا۔ آخر یہ ہو کیا رہا ہے۔
آخر یہ ہو کیا رہا ہے۔ "تویر صاحب پریشانی سے بولے "تم
نے کوئی اندازہ لگا یا عارف!"

"بڑی عجیب صورت حال ہے تویر صاحب۔ پہلے بھی
مجھے شک تھا کہ افشاں صاحب کی شہدگی میں کسی ایسے شخص
کا ہاتھ بھی ہے جو یا تو اس خاندان سے کوئی لاش رکھتا ہے یا
پھر کسی حیثیت سے وہاں موجود ہے۔"

"اے۔ یعنی کیا مطلب؟" تویر صاحب چونک پڑے۔
ان کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھرا آئے تھے۔

"میرا بھی اندازہ ہے۔"
"مگر شکلیہ، شکلیہ کے انوا کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟"

"بڑی پریشانی کی بات ہے لیکن کیا تمہارے ذہن میں
کسی آدمی کا نام ہے؟" تویر صاحب نے پوچھا۔ اس سے قبل
کہ ہم کوئی جواب دیں، تصدیق اندھی دھوٹان کی طرح کمرے
میں داخل ہوا۔ اس کا حلیہ بڑی طرح بگڑا ہوا تھا۔ تویر
صاحب چونک پڑے۔

"کیا بد تمیزی ہے؟" تویر صاحب بڑبڑائے "تم نے
اندرا نے کی اجازت کیوں نہیں لی؟"
"صورت حال دوسری ہے۔" تصدیق نے قہر آلود انداز
میں ہمیں گھورتے ہوئے کہا۔

"اے ہر جاؤ۔ دروازے پر رک کر اجازت طلب کرو پھر
اندرا آؤ۔" تویر صاحب غصے سے
"پانی سر سے گزر چکا ہے۔ آج کچھ نہیں سنوں گا۔"
تصدیق نے چیخ کر کہا۔

"بالکل ہی باگلی ہو گیا۔ مجھے پہلے ہی شبہ تھا۔"
"میرے ایک سوال کا جواب دیں۔" تصدیق نے کہا۔
"پوچھ بھائی۔ پوچھ۔" تویر صاحب نے جانے کیوں نرم
پڑ گئے۔

"کیا میں نے یہاں پرورش نہیں پائی؟"

"جانی ہے۔"

"میں غدار ہوں؟"

"غور نہیں کیا۔"

"اب غور کریں۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ میں غداری کرنے جا رہا ہوں۔ میں یہاں
دو خون کروں گا۔" تصدیق نے پستول نکال لیا۔
"خوب! تویر صاحب اسے غور سے دیکھتے گئے۔

"ان دونوں نے مجھے مارا ہے۔" اس نے پستول کا رخ
ہماری طرف کر لیا۔

"اے۔" تویر صاحب نے بولنا شروع نہیں دیکھا۔ کمال
اپنی جگہ سے ہٹ کر رہا تھا۔ اس نے اپنی جگہ بدل کر بھی
پستول کی زد سے نکل گیا تھا۔

"کمال ہے!" طاہر بولا۔

"کیوں مارا تھا؟" تویر صاحب نے پوچھا۔

"ان سے پوچھو۔" تصدیق نفرت سے بولا۔

"کیوں بھئی۔ کیا بات ہوئی تھی؟"

"تصدیق صاحب کو شاید کوئی ذہنی صدمہ پہنچا ہے۔ یہ
ہمارے لیے قابل احترام ہیں۔" طاہر بولا۔

"کیا مطلب؟" تویر صاحب نے پوچھا۔ "تصدیق بولنا کر بولا۔"

"میں کیا عرض کروں تویر صاحب۔ کیا یہ شے کے نادبی
ہیں؟" طاہر نے پھر سے کہا۔

"نہیں چھوڑوں گا۔ خدا کی قسم نہیں چھوڑوں گا۔"

تصدیق نے کہا اور پستول سیدھا کر لیا لیکن دوسرے لمحے کمال
نے وہ پستول اس کے پستول والے ہاتھ پر ماری جس نے
قرب شاید وہ اسی ارادے سے کھڑا ہو گیا تھا۔

اور تصدیق کی چیخ نکل گئی۔ پستول اس کے ہاتھ سے نکل
کر دور جاگرا تھا۔ تویر صاحب نے جلدی سے آگے بڑھ کر
پستول اٹھایا اور پھر وہ خون خوار نگاہوں سے تصدیق کو دیکھتے
ہوئے بولے۔

"اب اب کیا کہتے ہو۔ تم میرے سامنے خون خرابے
پر آمادہ تھے۔"

"میرے ساتھ۔ میرے ساتھ ظلم ہوا ہے۔ ان لوگوں
نے مجھے مارا ہے۔ سب میرے خلاف کھڑے ہو گئے ہیں۔

میں۔ میں کس سے فریاد کروں۔" تصدیق نے کہا۔

"میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ یہ سب کیا ہو رہا
ہے۔" تویر صاحب پریشانی سے بولے۔ ہم لوگ اپروانی
سے کھڑے ہوئے تھے۔ تویر صاحب نے ہماری طرف دیکھا
اور پھر تصدیق کی طرف۔ پھر وہ آہستہ سے بولے "تصدیق! تم
والہیں جاؤ۔ میں تم سے پھر بات کروں گا۔"

اور تصدیق ہاتھ پکڑے باہر نکلیں گیا۔ اس نے کمال کو
بھی قہر آلود نگاہوں سے دیکھا تھا پھر تویر صاحب ہمیں سالک
لے کر بولے "آپ لوگ محسوس نہ کریں۔ میں شرمندہ ہوں۔
مگر میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کا دماغ کیوں الٹ گیا۔"

"دوہا تو پہلے ہی الٹا ہوا تھا۔ ویسے تویر صاحب! شکلیہ
کو ضرور مل جاتا چاہیے اور اس کے ساتھ ہی یہ اجازت بھی

کے ہم اپنے طور پر اس کا سراغ لگانے کے لیے آزاد ہیں۔"

"ہاں۔ ہاں یقیناً! آپ لوگ بھی میری وجہ سے تنہیت
کا شکار ہوئے ہیں۔"

"تب براہ کرم۔ آپ فرمائیں گے کہ کیا تصدیق کے پاس
اس پستول کا سٹنس موجود ہے؟"

"اے۔" تویر صاحب اچھل پڑے "ارے۔ پستول۔
یہ پستول کہاں سے آیا؟"

"تصدیق کا ہے۔" میں نے کہا۔

"تصدیق کے پاس پستول نہیں تھا؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ تصدیق اور پستول دو متضاد
چیزیں ہیں۔ ارے اس نے پرورش ہی یہاں پائی ہے۔ بڑا
بڑول سا انسان ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"بہر حال تویر صاحب۔ آپ اس سے پستول کے بارے
میں معلوم کریں گے۔ سنئے ہم دونوں آپ سے پورے پورے
تعاون کے لیے تیار ہیں لیکن بہر حال شکلیہ کی تلاش بھی ہمارا
فرض ہے۔"

"یقیناً۔ یقیناً۔ ویسے دوستو! میں واقعی تم سے شرمندہ
ہوں۔ میں تو تمہیں سہماں بھی نہیں کہہ سکتا کہ تمہارے سہماؤں
کے ساتھ یہ سلوک نہیں ہوتا۔ ویسے میں تم سے کچھ اور
مہنگو بھی کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی فرمائیے!"

"میں بذات خود ہر گاؤں پر گیا تھا۔"

"اوہ! اب تویر صاحب؟" ہم دونوں چونک کر بولے۔

"بس دل کو تو تھکی ہوئی تھی۔ ظاہر ہے مہر آئے کا سوال
ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"یقیناً۔" میں نے ہمدردی سے کہا۔

"چنانچہ جس کام سے گیا تھا وہ مکمل کیا اور پھر اپنے چند
ساتھیوں کو لے کر درگاہ پور پہنچ گیا۔ درگاہ پور میں تو حال ہی
میں بہت سی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ وہاں کی حکومت تک بدل گئی
ہے۔ چنانچہ میں نے نہایت احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ
اپنا کام شروع کر دیا اور بہت جلد مجھے شکلیہ کی کمالی معلوم
ہو گئی۔ وہی کمانی درست ہے جو تم نے خانی تھی۔"

"آپ نے وہاں مسلمانوں کے خلاف کیا کیا تھا؟"

طاہر نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہاں۔ بڑی پر اسرار روایات سننے میں آتی ہیں۔ لوگوں
نے بتایا کہ آسمان سے ایک فرشتہ اتر آیا اور وہ درگاہ پور کے
مسلمانوں کی قسمت بتی بدل گیا۔ اس سے قبل وہاں ان کی
کوئی حیثیت نہیں تھی۔ ان پر مظالم کیے جاتے تھے لیکن

ہمارے ظالم عجیب سی موت مر گئے اور اب نئی حکومت نے تو
مسلمانوں کو اتنی آسائیاں اتنے حقوق دیے ہیں جو وہاں کے
ہندوؤں کو بھی حاصل نہیں ہیں۔"

"اوہ!" میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میری بہن اور
میرے دوست قول کے بچے تھے۔ طاہر بھی متاثر نظر آ رہا
تھا۔

"بہر حال شکلیہ کی داستان سنی۔ بلاشبہ وہ میری افشاں
نہیں ہے۔ نہ جانے میری افشاں کہاں ہے؟"

"آپ ہم سے باز رہیں نہ کریں تویر صاحب! ہم آپ
کو تھیں دلاتے ہیں کہ افشاں کا یہ ضرور لگائیں گے۔"

"باز پرس سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"ہم بڑبڑا کر رہے ہیں۔ اس کے بارے میں کوئی پوچھ
مجھ نہ کی جائے بلکہ اسے منسلک سمجھا جائے اور اب تو یہ
ضروری ہو گا۔ مجھے شبہ ہے کہ افشاں کو غائب کرانے والے
ہی شکلیہ کو بھی اغوا کر لے گئے ہیں۔"

"مگر عارف میاں۔ عارف میاں! کیا تمہیں کسی پر شبہ
ہے؟"

"ابھی نہیں۔ بہر حال جس طرح دوسرے لوگ کام
کرتے ہیں۔ ہمیں بھی کام کرنے دیا جائے۔"

"میری طرف سے مکمل اجازت ہے۔ میرے لیے جو بھی
خدمت ہو فوراً آجائیں۔" تویر صاحب نے کہا۔

"شکریہ! اس جڑے ہوئے سانڈ کو آپ سمجھا دیں۔
ورنہ شاید ہم بھی خود پر قابو نہ پاسکیں۔"

"میں ات آن ہی باغ روانہ کر دیتا ہوں۔ وہ یہاں
رہے گا ہی نہیں۔"

"میں درست ہے۔" میں نے کہا اور طاہر چونک کر
میری شکل دیکھنے لگا۔ بہر حال پھر ہم تویر صاحب سے اجازت
لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے کمرے میں آ گئے۔ طاہر
کسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ کچھ سوچتا ہوا ایک کمرے پر بیٹھ
گیا۔ میں بھی خاموش تھا پھر ہم دونوں نے ہی ایک دوسرے
کی شکل دیکھی اور طاہر نے کہا۔

"کیا تصدیق کا کوئی بھی ہے چلا جاتا مناسب ہو گا؟"

"انتہائی مناسب۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"کیا مطلب؟" طاہر نے چونک کر بولا۔

"اس طرح وہ کھلی کر سامنے آ جائے گا۔ ہم اس کا
غائب کریں گے۔ وہاں وہ غیر محتاط ہو جائے گا اور آسانی سے
اس کی شخصیت کھل جائے گی۔"

"ہوں۔" طاہر نے کسی خیال میں ڈوب گیا پھر چند
کتابیات دیکھیں۔

کتابیات دیکھیں۔

کتابیات دیکھیں۔

کتابیات دیکھیں۔

کتابیات دیکھیں۔

کتابیات دیکھیں۔

کتابیات دیکھیں۔

کتابیات دیکھیں۔

کتابیات دیکھیں۔

کتابیات دیکھیں۔

کتابیات دیکھیں۔

کتابیات دیکھیں۔

کتابیات دیکھیں۔

کتابیات دیکھیں۔

کتابیات دیکھیں۔

کتابیات دیکھیں۔

کتابیات دیکھیں۔

ساعت کے بعد گردن اٹھا کر بولا "یہ بھی تو دیکھتا ہے عارف کہ ہم بلا وجہ اس پر ٹیک کر رہے ہیں۔ ممکن ہے ان معاملات سے اس کا کوئی تعلق ہی نہ ہو۔"

"ہاں۔ ممکن تو ہے۔"

"پھر کیا ہوگا؟"

"کوئی شش کرتے رہیں گے طاہرات ابا! جو کچھ خدا کی مرضی ہوگی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن عارف! شکلیہ کو مٹا چاہیے۔"

طاہرات کی آواز میں غراہٹ تھی "خدا اس کے لیے تجھے اپنی سطح سے گرا کر پڑے۔ خدا اس کے لیے تجھے ابا حضور سے فریب کر پڑے۔"

"ابا حضور! میں نے چونک کر پوچھا۔"

"ہاں عارف! وہ گرا کر پڑے جو میں نہیں چاہتا۔" طاہرات پر خیال انداز میں بولا۔

"مجھے بتانا پسند کرو گے؟"

"ہاں عارف! بعض اوقات میں مختلف انداز میں سوچنے لگتا ہوں۔ میں تم جانتے ہو میں ہمیشہ و عشرت کی زندگی نہیں گزارنا چاہتا لوگوں پر فوقیت میری زندگی کا مقصد نہیں ہے لیکن تمہاری اس دنیا میں کھڑا فریب کے اتنے جال پیچھے ہوئے ہیں قدم قدم پر ایسے ذہریلے ٹانگے بچھا کر رہے ہیں کہ ان کے درمیان سانس لینے کے لیے طاہرات کی ضرورت ہے۔ طاہرات کے بغیر یہاں زندہ رہنا ناممکن ہے۔ جب تک میں اپنی حیثیت میں رہا میں نے کھڑا فریب کے یہ جال توڑے لیکن میری طاہرات چھین گئی اور آج میں شکلیہ جیسی مظالم لڑکی کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ میں اپنی طاہراتیں دوبارہ حاصل کر سکتا ہوں لیکن اس کے ساتھ کچھ مشکلات ہیں۔"

"کیا طاہرات؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے اپنی دنیا میں واپس جانا پڑے گا۔ مجھے ابا حضور کے سامنے سر نہ کاٹنا پڑے گا اور پھر ممکن ہے وہ مجھے دوبارہ اس دنیا میں آنے کی اجازت نہ دیں۔ ممکن ہے میرے اوپر کچھ ایسی بندشیں لگا دی جائیں کہ میں یہاں واپس نہ آسکوں۔"

"نہیں نہیں طاہرات! ہم ایسے ہی گزارا کر لیں گے۔ میں تمہیں تمہارے والدین سے دور تو نہیں رکھنا چاہتا لیکن میں خود بھی تم سے دور نہیں رہوں گا۔ میں بھی اب تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا میرے دوست۔"

"میں جانتا ہوں اور تمہیں کب عارف! میں خود بھی تم سے غلہ و رہنا پسند نہیں کرتا۔ بس شکلیہ کے مسئلے میں ہے کسی پر

میں سہ جتا ہوں۔"

"ہم دوسری طرح اسے تلاش کریں گے۔"

"نہ جانے کیوں عارف! اس تصدیق کو بھولنے کو دل نہیں چاہتا۔"

"کیا مطلب؟"

"میرے ذہن کی گھڑائیوں میں یہ ٹھیک ہے کہ شکلیہ کے اغوا میں اسی کا ہاتھ ہے۔"

"ہم اسے چھوڑیں گے تو نہیں۔" میں نے کہا اور طاہرات خاموش ہو گیا۔ کافی دیر تک ہم یونہی خاموش بیٹھے رہے پھر طاہرات نے بیزارانی سے کہا۔

"اٹھو یار! آواز دگڑی کر رہے ہو۔ یہاں تو خوشگوار رہی ہوگی۔" اٹھو۔ "اور میں اٹھ گیا۔ ہم دونوں کسی سے کچھ کے بغیر باہر نکلیں آئے اور پھر آواز دگڑی کرتے ہوئے کہیں سے کہیں نکل گئے۔

اپنا خاصا شہر تھا۔ بہت پرانے تھے لیکن یہ وہ وقت کی ساری ضروریات سے آراستہ تھا۔ چھوٹے چھوٹے خوب صورت رستوران جگہ جگہ موجود تھے۔ رہائشی بوسوں بھی کئی کئی منزلہ تھے۔ ہم پیدل چلتے رہے اور پھر میرے چہرے محسوس کرنے لگے۔

"طاہرات! میں نے ایک گہری سانس لے کر اسے پکارا۔

"ہوں۔"

"کیا ارادے ہیں بھائی۔ کب تک سڑجاری رہے گا؟"

"تک گئے؟" طاہرات مسکرایا۔

"اگر تم کوئی دیر اور اسی طرح چلتے رہے تو پہلے بیٹھوں گا پھر لیٹ جاؤں گا اور تمہیں اپنی سفر جگہ کھدے پر لاد کر ملے کر پڑے گا۔"

"اوہ! تو پھر آؤ سامنے چلتے ہیں۔" اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ چار منزلہ ہوٹل کی خوب صورت عمارت میری نگاہوں کے سامنے تھی جس پر نلاؤ۔ نلایا کا کینہ سانس نظر آ رہا تھا۔

"ہلو۔" میں نے کہا اور چند منٹ کے بعد ہم ہوٹل کے شفاف بالی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کافی خوب صورت ہوٹل تھا۔ بال بال کن گولی تھا۔ داخلی دروازے کے دونوں سمت اوپر جانے کے لیے لٹیکس کئی ہوئی تھیں۔ رہائشی کمروں میں رہنے والے اوپر بیٹھے آج رہتے تھے۔ طاہرات نے کھانے پینے کی کچھ چیزوں کا آرڈر دے دیا۔ آرڈر سہ ہوا جانے کے بعد ہم کھانے میں مشغول ہو گئے۔ طاہرات کا مود کافی خراب تھا وہ

پرستور سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں بھی سر جھکائے کھانے میں مشغول رہا۔

اچانک میں نے طاہرات کے ہاتھ سے چپہ کرتے دیکھا اور میں نے چونک کر اس کی شکل دیکھی۔

"نہ۔ ناممکن۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ وہ ہل کے داخلی دروازے کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی۔ ابھی واپس آتا ہوں۔" طاہرات پھرتی سے کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ٹیکس پینچا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں حیران رہ گیا تھا۔ ایسی کون سی چیز دیکھ لی اس نے۔ بہر حال میں نے وہیں رک کر اس کا انتظار کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ تیزی سے ایک لفٹ میں داخل ہو گیا تھا۔ دوسری لفٹ اوپر تھی ہوئی تھی۔

میں اپنے طور پر اندازے لگا رہا تھا۔ طاہرات نے ضرور کسی کو اوپر جاتے ہوئے دیکھا ہے مگر کون؟ کیا تصدیق؟ لیکن وہ اتنا حیران نہیں تو نہیں ہو سکتا۔ نہ جانے کون تھا۔ میں نے کافی کا آخری گھونٹ لیا اور پھر دیر کو اشارہ کر کے ٹی مٹا دیا۔ بھائی تھرک کی رقم بھی خاصی موزوں تھی۔ میں نے ٹی ادا کیا اور طاہرات کا انتظار کرنے لگا۔

تقریباً دس منٹ کے بعد طاہرات لفٹ سے اترا اور میرے پاس پہنچ گیا۔ اس کے چہرے سے حیرت چمکی ہوئی تھی۔ وہ کرسی ٹھیک کر بیٹھ گیا اور پھر میری آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا "مگر انہیں ایک سوسائٹج؟"

"کیا بتا رہا ہے؟"

"وہ اسی میں داخل ہوئی ہے۔"

"کون؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"شکلیہ! طاہرات کا جواب میرے لیے واقعی دھماکا خیز تھا۔ میرا کمال! کمال! وہ کیا۔"

"تمہیں یقین ہے؟" میں نے کئی منٹ کے بعد پوچھا۔

"میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔" طاہرات نے جواب دیا۔

"تھا تھی؟"

"ہاں! لیکن عارف! میری ذہنی کیفیت عجیب ہو رہی ہے۔" طاہرات نے اٹھتے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیوں؟"

"وہ بالکل مطمئن اور پرسکون تھی۔ اس نے ایک عمو لیاں پہنا ہوا تھا۔ اس کے پیرے پر ذرا سی انہیں یاد رہی ترور نہیں تھا۔"

"اوہ! تو تمہارا مطلب ہے۔"

"ہاں! میرا مطلب کچھ نہیں ہے۔ آؤ اس سے ملیں۔ صاف صاف بات کریں گے عارف! اگر وہ اپنی مرضی سے آئی ہے۔ اگر اس نے اپنے اس اقدام کے بارے میں کوئی قابل قبول بات نہ بتائی تو ہم اسی وقت اس سے تعلقات منقطع کر لیں گے اور پھر یہاں سے چل دیں گے اور اس کے بعد فیصلہ کریں گے کہ آئندہ کسی کو دل سے قریب نہیں آئے دیں گی۔ کون سی بھوری تھی جس نے اسے خاموشی سے چلے آئے پر اسکا۔ کوئی بھی مسئلہ تھا اسے ہمیں بتانا چاہیے تھا۔"

"یہ ٹھیک ہے۔" میں نے بھی الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"تب اٹھو! طاہرات نے کہا اور میں اٹھ گیا۔ ٹی تو ادا کر دو۔"

"کروا ہے۔"

"خوب! آؤ۔" طاہرات دوبارہ دروازے کی طرف بڑھ گیا اور پھر لفٹ سے ہم تیسری منزل پر پہنچ گئے۔ تیسری منزل کے کارڈیور میں چلتے ہوئے ہم کرا انہیں ایک سوسائٹج کے سامنے رک گئے۔

طاہرات نے ٹی مل دیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔

"کون؟" دروازے کے قریب سے شکلیہ کی آواز سنائی۔

"وہی! میں نے جلدی سے آواز بدل کر کہا اور دروازہ کھل گیا۔ میں آگے ہی تھا اس لیے شکلیہ کی نگاہ پہلے شہ پر ہی پڑی۔ شوہر صاحب کے ہاں آنے کے بعد اس نے جدید لباس پہننا شروع کر دیے تھے اور خاصی فیشن ایبل رہنے لگی تھی۔ اس وقت بھی وہ ایک عمدہ لباس میں تھی اور کافی خوب صورت نظر آ رہی تھی۔ ہمیں دیکھ کر وہ چونک پڑی اور پھر اس کے چہرے پر خوشنودی پھیل گئی۔

"فریاد؟" اس نے نہایت کھردرے لہجے میں کہا اور ہم دونوں خوب سے اس کی شکل دیکھنے لگے۔ اس کے لہجے سے بڑی دل کشی ہوئی تھی اور طاہرات کے ہونٹ سکڑ گئے۔

"خوب! غالباً تم ہمیں پہچان نہیں سکتی؟" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"جی۔ میں تمہیں پہچان سکتی۔" اس نے فور سے ہم دونوں کی شکلیں دیکھتے ہوئے کہا اور شاید ہمیں ہم شکل دیکھ کر اسے یہ بھی ہوئی تھی۔

"اس کے باوجود ہم تمہیں انہما کر لے جائیں گے اور

"ماحول جان نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ بارش میں جا کر رہے۔ میرا خیال ہے چلا گیا۔"

"اوہ! تو میرا صاحب کہاں ہیں؟ کیا کہیں باہر چلے گئے؟"

"نہیں۔" ایس پی صاحب کے ساتھ ہی باہر نکل گئے تھے۔ کمال نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔ ان کی چائے ختم ہو گئی اور ہم دونوں اس جگہ سے اٹھ گئے۔ دوسرے لوگ بھی اپنے اپنے نمکناؤں پر چل پڑے تھے۔

ہم اپنے کمرے میں آ گئے۔ طاہر نے کمرے میں داخل ہو کر میری شکل دیکھی "کس سوچ میں ڈوب گئے عارف؟"

"پولیس کے ان ایس پی کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"کیا؟"

"بہر حال، یہ میرا وطن ہے۔ پولیس کا سامنا کسی طور مناسب نہیں ہے۔"

"میرا خیال ہے اب یہاں سے چلو۔ ٹھیکہ کی وجہ سے یہاں پڑے ہوئے تھے۔ اب اس سے ہمارا کوئی واسطہ بھی نہیں رہا۔ اب یہاں ٹھہر رہے سے کیا فائدہ۔ تو میرا صاحب شریف آدمی ہیں۔ ہمیں ان سے ہمدردی ہے۔ خدا کرے ان کی لڑکی مل جائے، ٹھیکہ بھی اپنے بارے میں فیصلہ کر لے گی اور اگر وہ۔"

اسی وقت دروازے پر کسی نے دستک دی اور طاہر خاموش ہو گیا۔

"کون ہے؟ دروازہ کھلا ہوا ہے۔" میں نے بوجھل آواز میں کہا اور دروازہ کھل گیا۔ سب سے آگے پولیس کی وردی ہی نظر آئی تھی اور یہ وردی ایس پی کی تھی۔

ایس پی نے ہم دونوں کو دیکھا اور ہم نے ایس پی کو اور میں ساکت رو گیا۔

یہ آفتاب تھا۔ انسپکٹر آفتاب، جو اب ایس پی بن گیا تھا۔ اس شخص سے تو ہماری کئی جھڑپیں ہوئی تھیں۔ مجھے پہچانتے ہی اس نے پھوٹل نکال لیا اور اس کے مونہ سے ہونٹیں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میرا اندازہ درست تھا تو میرا صاحب۔" ایس پی نے میری طرف رخ کیے کیے کہا اور تو میرا صاحب بھی اس کے پیچھے اندر آ گئے۔ ان کے ساتھ تصدیق بھی موجود تھا اور اس کے ہونٹوں پر طنز مسکراہٹ تھی۔

"یعنی کہ۔ یعنی کہ۔" تو میرا صاحب بولے۔

"ان میں سے ایک عارف ہے۔"

"جی ہاں!۔"

"اندر آ جاؤ۔" ایس پی نے باہر رخ کر کے کہا اور انسپکٹر اندر گھس آئے۔ "دونوں کی تلاش کی اور ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دو۔" ایس پی نے حکم دیا۔ ہم نے نہایت خاموشی سے ہتھکڑیاں پہن لی تھیں۔

"لیکن میں۔ میں یہ بات تسلیم نہیں کر سکتا۔" تو میرا صاحب پریشانی سے بولے۔

"یہ ایک مسلم حقیقت ہے تو میرا صاحب! مسٹر تصدیق نے اس وقت پولیس کی ایسی مدد کی ہے کہ ہم ان کا شکریہ نہیں ادا کر سکتے۔ آئیے، میں آپ کو ان دونوں کی تفصیل بتاتا ہوں۔"

"لیکن میں انہیں اپنے مکان سے گرفتار نہیں ہونے دوں گا۔" تو میرا صاحب بولے۔

"برا آدمی کہہ دیتا ہوں۔ آپ یہ حد تک انسان ہیں اور یہی نیکی آپ کو ایسی جگہ لے دو گی کہ آپ اپنی بھی نہیں مانگ سکتے۔ پہلے ان کی حقیقت سن لیں، اس کے بعد فیصلہ کریں۔"

"چھر بھی، ان کی ہتھکڑیاں نکال دیں۔ میرا خیال ہے یہ مزاحمت نہیں کریں گے۔"

"آپ صرف مزاحمت کی بات کرتے ہیں، مجھے خطرہ ہے یہ دو چار خون کر کے یہاں سے نکل جائیں گے۔"

"اوہ!۔" تو میرا صاحب خشک ہونٹوں پر زبان پیچھرنے لگے۔

اور پھر ہمیں ایک دوسرے بڑے کمرے میں لے جایا گیا۔ ہم دونوں خاموش تھے۔ میں تو خیر فکر مند اور خوف زدہ تھا لیکن طاہر کے چہرے سے لاپرواہی اور بیزارگی کا اظہار ہو رہا تھا۔

ہال میں سب بیٹھ گئے۔ کمال بھی اندر آیا تھا اور اس کا چہرہ حواں ہو رہا تھا۔ لگتا تھا جیسے رو دے گا۔

"بات زیادہ پرانی بھی نہیں ہے۔" ایس پی نے کہا "ایک فرم بھی حشمت برادرزہ۔ ایک جعل ساز نے وہاں بہت بڑا ڈاکہ ڈالا اور فرار ہو گیا۔ سب حد جالاک انسان ہے یہ۔ اس نے بہت سی جگہوں پر جعل سازی کی اور پولیس کو اتنے جکڑ دے کہ اسے پسینہ آ گیا۔ اس نے درختوں پر چل کیے ہیں۔ پولیس کو ہدایت تھی کہ اسے جہاں دیکھیں، گولی مار دے۔"

بہر حال اس کم بخت نے کہیں سے اپنا ایک ہم شکل

تلاش کر لیا۔ اس کی مدد سے یہ کامیابی سے فراز کرتا رہا اور میرا دھوکا ہے کہ یہ آپ کے ہاں بھی کسی خاص پروگرام سے داخل ہوا تھا اور وہ لڑکی، ممکن ہے وہ ان کی میری ساتھی ہو۔ اور بات کسی حد تک میری سمجھ میں آ رہی ہے۔ ممکن ہے اس نے مس افشاں کی تشدد کی خبر سنی ہو۔ وہ آپ کی اگلی صاحب زادی ہیں۔ ممکن ہے یہ اس لڑکی کو اس لیے لایا ہو کہ اسے افشاں بنا کر آپ کی دولت پر قبضہ کر لے۔"

"نہیں، مجھے اس سے اختلاف ہے۔" تو میرا صاحب بے ساختہ بولے۔

"کیوں؟"

"اگر یہ لوگ چاہتے تو اس لڑکی کو افشاں کی حیثیت سے پیش کر سکتے تھے، بلکہ انہوں نے اس کی مخالفت کی بھی اور اس لڑکی کی صحیح حیثیت کا میں اندازہ لگا چکا ہوں۔" تو میرا صاحب بولے۔

"یقیناً کوئی کمزور چال سوچی ہوگی اس نے۔ آپ نہیں سمجھتے۔ اس نے اس امکان کو بھی مد نظر رکھا ہو گا کہ اصلی افشاں وہاں بھی آ سکتی ہیں۔ ممکن ہے انہوں نے سوچا ہو کہ اصلی افشاں کے قتل کے بعد اپنا اصلی کام کریں گے۔"

"نہیں نہیں!۔" تو میرا صاحب تھیرا اڑا دے۔

"اور یہ اصلی افشاں کی تلاش میں ہوں۔"

"نہیں۔"

"یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ افشاں کو بھی انہوں نے ہی غائب کیا ہو۔"

"میں نہیں مان سکتا۔"

"بہت جلد سب کچھ سامنے آ جائے گا۔" ایس پی نے کہا۔

"لیکن آپ کو ان پر شبہ کیسے ہوا؟" تو میرا صاحب نے پوچھا۔

"تصدیق صاحب نے دو ہم شکل کے بارے میں بتایا اور کہا کہ وہ بڑے جنسی ساز مصلوم ہوتے ہیں تو یونہی میرا ذہن ان کی طرف پھا گیا۔ میں نے پرانے قاتل متنازع کر کے تصدیق کو ان کی تصاویر دکھائیں تو اس نے تصدیق کر دی۔"

"لیکن نہ جانے کیوں نہ جانے کیوں میرا دل نہیں مانتا۔" تو میرا صاحب بولے۔

"یہ ان کی خوبی ہے۔ کیوں دوستو!۔" ایس پی نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا۔

"ممکن ہے۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم دونوں میں عارف کون ہے؟" ایس پی نے کہا۔

"میں کسی وقت ان کی قاتل لے کر حاضر ہوں گا، آپ

"کیوں بھی۔ ہم دونوں میں سے عارف کون ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پتہ نہیں۔" طاہر بیزارگی سے بولا۔

"تم لوگ ایس پی کی بات کی تردید کیوں نہیں کرتے۔"

تو میرا صاحب نے بے چینی سے کہا۔

"اور نہ اسے بڑے افسر کی بات کی تردید کیا کریں۔"

میں نے ہنس کر کہا۔

"اور پھر اللہ نے ان کی سنی ہے۔ ہم سب پارے کی ترقی کی راہ میں کیوں آئیں۔" طاہر بولا۔

"ہاں اور کیا۔ اللہ انہیں ڈی آئی پی بنا دے۔"

"ایسا سچ نہیں ہے۔" تو میرا صاحب پریشان ہو کر بولے۔

"مجھے دعا میں دے رہے ہیں بے چارے۔ رتبہ دیں۔" ایس پی ہنس کر بولا۔

"کیا یہ درست ہے کہ تم یہاں کوئی سازش کرنے آئے تھے؟" تو میرا صاحب بولے۔

"صحیح بات میرا بھائی بتائے گا۔" میں نے طاہر کی طرف اشارہ کیا۔

"نہیں۔ ہمیں شرم آتی ہے۔" طاہر نے دانتوں میں انگلیاں دبائیں اور ایس پی نے قہقہہ لگایا۔ دوسرے لوگ البتہ شہید، بلکہ پریشان تھے۔

"ارے اس میں شرم کی کیا بات ہے۔" میں بولا۔

"تم ہی تارو۔" طاہر بھی ہنسی اٹھاتا تھا۔

"نہیں تم!۔"

"برگز نہیں کہہ۔" طاہر شرم سے دہرا ہو کر بولا اور ایس پی نے پھوٹل کا رخ طاہر کی طرف کر دیا۔

"سیدھے رہو۔ تمہاری کوئی حرکت کامیاب نہیں ہوگی۔"

"ایسا مطلب؟" تو میرا صاحب بولے۔

"خاشا! اچھی طرح دیکھو!۔" ایس پی نے تو میرا صاحب کی بات کا جواب دینے کے بجائے کہا۔

"جج جی ہاں۔ جی ہاں۔"

"پھر یہ بتانے کی کوشش کیوں کر رہا ہے؟"

"اور دیکھتا ہوں سر۔" انسپکٹر نے کہا اور پھر اس نے طاہر کی اچھی طرح تھوپی لی۔

"بکھ نہیں ہے۔"

"کیا یہ لوگ اتنے ہی خطرناک ہیں؟" تو میرا صاحب بولے۔

"میں کسی وقت ان کی قاتل لے کر حاضر ہوں گا، آپ

کتابیات پبلیکیشنز

خود دیکھ لیں۔"

"اچھا۔" تویر صاحب قہقہہ سے ہنسے۔

”تو اجازت؟“ ایس بی نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"نہ جانے کیوں دل دگھ رہا ہے۔"

”آپ نیک انسان ہیں، لیکن کبھی کبھی نیکیاں لے دو جتنی ہیں۔ اچھا خدا جانے۔“ جیلے حضرات! ”ایس جی نے کہا اور ہم شرافت سے انہی کہنے پر دوش معاملہ اب ہمارے بس ت

باہر تھا اس لیے کوئی فضیل حرکت بیکار رہی تھی۔

باہر چپ کھڑی تھی۔ ہمیں چپ میں سوار کر دیا گیا۔
تنویر صاحب اور کمال افسر وہ تھے۔ تصدیق مسکرا رہا تھا۔ چپ
اشارت ہو کر باہر نکلی آئی اور تنویری دیر کے بعد ہم پل لیس
ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے۔

تہم دونوں کو لاک اپ میں بند کر دیا گیا لیکن صدمہ
حال یہ تھی کہ لاک اپ کے چاروں طرف مسلح پولیس
تعینات کر دی گئی تھی اور پولیس والے باتھ روم پر نگار رکھے
ہوئے تھے۔

الاک اپ کو زمین پر بیٹھتے ہوئے میں نے گھبرائی سانس لی اور غیور باز آنکھوں سے طاقت کی طرف دیکھنے لگا۔
 "کیسا خیال ہے، بھائی خروشا؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اتھیں جگہ ہے بھائی تریوزہ۔“ کلاوت مسکراتے ہوئے
 بولا۔

”ہاں۔ یہاں بڑی مہمان نوازی ہو رہی ہے۔“
 ”خوب! لیکن ابھی تک انہوں نے چائے کے لیے بھی نہیں پوچھا۔“
 ”پوچھیں گے، ضرور پوچھیں گے۔ اچھی طرح پوچھیں

”میں نے جتنے ہوئے کہا۔“
 ”تم بار بار کیوں جس رہتے ہو؟“
 ”بس یاد رکھی۔ ابھی میرا تماشہ دوڑے۔ ویسے یہ جگہ
 ہمیں راس نہیں آتی۔“

”کیا تم اسے ہو گا؟“
”میرا خیال ہے الٹا نکا دیں گے اور پھر مارا جائے گا۔“
”کیا اس مت کرو۔“ طاہرات غریبا اور میں مسکرائے نکلا۔

خاموشی سے زہر مار کر لیا۔

دوسرے محنتی اور پھر تقریباً چار بجے کا وقت تھا کہ پولیس کا
پورا دستہ لاگ اپ پر آیا اور ہمیں نکال کر ایک کمرے میں
لے جایا گیا۔ یہاں بہت سی شہنشاہ جے ہوئے تھے۔ ان میں
بڑے بڑے افسر بھی تھے جو خصوصی طور پر آئے تھے۔

”ہاں!“ ہم دونوں بیک وقت ہوئے۔

”کیونکہ شہتِ برادرِ زتِ معین کرنے والے عارف کا تو کوئی بھائی نہیں تھا؟“
 ”وہ کوئی اور ہو گا! خلاوت ہو۔۔۔“
 ”تو اس مت کرو۔ شہتِ تم بہت زندہ دل ہو۔“ ڈی

”ہاں! ہم تو پورے زندہ ہیں، صرف دلی کی بات تو نہیں ہے۔“ خلوت نے جواب دیا۔

”تم میں سے نارف کون ہے؟“ ذی ”آئی بی نے پوچھا۔

"ہم دونوں ہی عارف ہیں۔" طاہر نے جواب دیا۔
 "مسٹر آقاب! زنی آئی بی خواتین ہوتے ہو!"
 "نہیں سر!"
 "ان کی دماغ درست کرو۔"

”نہیں۔ یسٰی سر“ آفتاب نے ایک اسپینر کو اشارہ کیا اور اسپینر نے طاقت کا گریبان پہننا شروع کر دیا۔ اسے سمجھنے سے پہلے کہ ایک طرف لے گیا۔ میرے بدن میں اینٹھن اڑنے لگی تھی۔

”خار کون ہے؟ جواب دو۔“ اسپینر نے کہا۔

"میں؟" "خالات نے سکون سے جواب دیا۔
 "سچ کہہ رہے ہو؟"
 "جی ہاں کیوں بولوں گی۔"
 "اور اس کا نام کیا ہے؟" انکھن نے میری طرف اشارہ

کیا۔
 "نارن!"
 "پھر حرا پی پی!" انسپکٹر نے ایک زنٹے دار تھمپر
 ملاوٹ کے ڈبل برسد کر دیا اور میرے بدن میں بھلانا دوڑ

"سنو!" میں نے غراتے ہوئے کہا "میں نارف ہوں۔"
 "ناطفہ میں نارف ہوں۔" خالوت ہوا۔
 "نہیں۔ تم خاموش رہو۔ ہاں تو نارف میں ہوں۔"

”اے واپس کیوں خاموش رہو۔ عارف تو ہمیں

✽ ”نیلی چیتھی“ ایک صدیوں پرانا اور پر اسرار علم۔

✽ ”نیلی میتھی“ ایک ایسا علم جس کو دیکھ کر انسان ہر چیز حاصل کر سکتا ہے۔

”ٹیٹی بیٹی“ ایک ایسا علم جس کی جیسے انسان پر اسرار قوتیں حاصل کر سکتا ہے اور دوسروں کے ذہنوں پر حکومت کر سکتا ہے۔

ٹیلی پیٹھی کے موضوع پر ② ناور اور نایاب کتابیں

سُلی پیٹھی اور مستقبلِ ہمی

٢٠٢٤-٢٠٢٥

آیت ۴۵-۴۶

سُناں میتھی۔ یکے اپنے اور دوسروں کے مستقبل کو جانے

عین شیش کی حد پر تحریکات (انصاری)

ہوں، سمجھو شہت برادرز سے نہیں میں نے کیا تھا اور سارے جراثیم۔
 "براہ کرم" جھوٹ مت بولو۔ ذی آئی جی صاحب!
 عارف میں ہوں۔
 "میں تم دونوں کو بچانیوں گا" سمجھو۔
 "سمجھو گئے" یہی ٹھیک رہے گا۔ "خلوت نے جواب دیا۔

"جنم میں جاؤ تم میں سے جو بھی عارف ہے۔ بتاؤ تم لوگ تو یہ صاحب کے یہاں کیوں داخل ہوئے تھے؟"
 "تو یہ صاحب نے نہیں بتایا؟"
 "کیا؟"

"یہ کہ ان کی محترمہ خود ہمیں اپنے گھرائی تھیں۔"
 "تم نے چال ہی ایسی چلی تھی کہ وہ تمہاری طرف متوجہ ہوں۔ تم جان بوجھ کر ان کے کپار منٹ میں داخل ہوئے تھے اور افشائ کی ہم شکل لڑی تمہارے ساتھ تھی۔"
 "یہ بھی ٹھیک ہے۔"
 "تمہارا پروگرام کیا تھا؟"

"میرا خیال ہے فضول باتوں سے پرہیز کیا جائے۔ ہمارے خلاف جو کرتا ہے کیا جائے۔" میں نے کہا۔
 "خوب! تم ہمیں ہدایت دے رہے ہو۔ تمہارا پورا مگر وہ ہے یا تھا؟" ذی آئی جی نے کڑک کر کہا۔
 "مگر وہ ہے پورا۔" میں نے بڑا افزاؤ پر مشتمل "خلوت نے جواب دیا اور انسپکٹر نے پھر اس کا گریبان پکڑ کر اس کے ایک پیٹھ مارا۔ خلوت کے منہ سے خون نکلی پڑا۔
 "گھٹاں سمجھو اس کی۔ مار مار کر بوتل کے قتل ہی مت چھوڑو۔ مارو۔" ذی آئی جی شاید خلوت سے بہت ناراض ہو گیا تھا۔ انسپکٹر نے خلوت کے منہ پر دو گھونٹے مارے اور خلوت کافی زخمی ہو گیا۔
 "انسپکٹر!" میں انسپکٹر کی طرف دوڑا اور میرا گھونٹ انسپکٹر کے منہ پر پڑا۔ انسپکٹر اچھل کر دیوار سے ٹکرایا اور وہاں سے نیچے پھنسی پڑا۔ تمام لوگوں نے پتھریل ہونے لگے تھے اور مجھے اپنا گھونٹ یا دھکیلا خلوت کا یہ تھکا ہوا ہاتھ میرے پاس موجود تھا۔

"پکڑو اسے۔ پکڑو۔" ذی آئی جی دباؤ اور ہمت سے لوگوں نے دو دو گھٹے پکڑ لیا پھر چاروں طرف سے انہیں پھنسر اور گھونٹے برستے لگے۔ میں نیچے گر گیا تھا۔ دوسری طرف خلوت نے بھی جدوجہد شروع کر دی اور اس کے ساتھ بھی وہی سلوک شروع ہو گیا۔

عجب بدنامہ شروع ہو گیا تھا۔
 تب۔ اچانک ایک خوفناک گڑگڑاہٹ سنائی دی۔
 دیوار میں جلی جھکی تھیں۔ سب لوگ دہشت زدہ ہو گئے اور پھر کمرے میں خوفناک تاریکی پھیل گئی۔ تیز دواہس کی آواز اور تاریکی پھر نہ جانے کیسے رنگ پھیل گئے۔ عجب ہی کیفیت پیدا ہو گئی تھی اور پھر یہ تاریکی میرے حواس پر چھٹی گئی۔
 ذہن عجیب سے انداز میں سو گیا تھا۔

اور پھر آگے کھلی تو عجیب سا محسوس ہوا۔ ذہن پر ایک نو شگوار کیفیت طاری تھی۔ بدن پھل کی طرح سبک سبک معلوم ہو رہا تھا۔ میں نے چند ساعت چہمت کو گھورا "ایک حسین خانوں روشن تھا پھر احساسات کچھ اور جاگے اور بدن کے نیچے گداز محسوس ہوا۔ میں نے گردن کھنائی۔ میرے برابر ہی خلوت سو رہا تھا۔ سفید ملکہ کے ہنتر "حسین لباس میں بیٹھیں۔ میرے بدن پر بھی وہی لباس تھا۔

"انہیں ہوش آیا ہے مار ملکہ!" ایک ترغیب سنائی دیا اور میں چونک پڑا۔ میں نے جلدی سے دوسری طرف دیکھا۔ ایک حسین شکل لڑکیوں کے سامنے تھی۔ قدیم طرز کے لباس میں۔ بڑا پر سحر جہت تھا۔

اور اس کے بعد کسی کے لباس کی سرسراہٹ۔ کوئی میرے قریب پہنچ گیا۔ میری پیشانی پر بار بھرا ایک ہاتھ آ رہا۔

"یوسف عبران!" ایک بار پھر تو آواز سنائی دی اور میں نے سر ہاتھ کھڑی محسوس کی طرف دیکھا۔ تب میرا دماغ خام ہو گیا۔ یہ چہرہ اپنا پچا تھا۔ یہ شکل یہ خصل! "عبران بیٹے!" عورت نے پھر پکارا اور میں اچھل پڑا۔ ہاں! یہ شکل میں نے اس وقت دیکھی تھی "جب میں دہشت برادرز کے یہاں سے لوٹی، دولی رقم لے کر زمین سے سڑ کر رہا تھا اور۔ اور پھر مجھے انہو لگایا گیا تھا۔ اودا یہ تو۔ یہ تو خلوت کی دانتھیں۔

میرا دماغ خام ہو گیا۔
 "کیسی طبیعت ہے میرے لعل؟" عورت کی آواز میں بے پناہ ہوا تھا۔

"میں۔ میں آپ کا بیٹا نہیں ہوں ہاں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"اے!؟" بڑی مٹی عورت کی آواز سنائی دی۔
 "ہاں۔ میں آپ کا عبران نہیں ہوں۔ آپ کا بیٹا وہ ہے۔" میں نے خلوت کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ ہے۔" عورت آہستہ سے ہون اور پھر اس نے

سوئے ہوئے خلوت کا سینہ کھول کر دیکھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے آثارات پھیل گئے۔ اس نے خلوت کا سینہ دیکھا اور پھر مسکرائے لگی۔

"تم بھی۔ تم بھی میرے بیٹے ہو۔ میرے بیٹے۔ تم بھی میرے عبران کے ہم شکل ہو!" اتنے ہم شکل کہ ماں بھی دھوکہ کھائی۔ ماں بھی دھوکا کھائی مگر عبران کو کیا ہوا ہے؟
 اب میں کیا جواب دیتا "میرا تو دماغ خام ہو گیا تھا۔ یہ سب کچھ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

میں دیوانوں کی طرح منہ پھاڑے مہراں عورت کو دیکھ رہا تھا۔ خلوت ابھی تک یا تو بے ہوش تھا یا کمری خند سو رہا تھا۔ مار ملکہ کی نگاہیں ہم دونوں کو بار بار دیکھ رہی تھیں پھر انہوں نے قریب کھڑی ہوئی کینز کو مخاطب کیا۔

"شہینی۔ زرا دیکھو تو۔ اگر سینے کا نشان نہ دیکھو تو کیا تم شناخت کر سکتی ہو کہ ان میں سے یوسف عبران کون ہے؟"
 "تخت مشکل ہوگی مار ملکہ!" شہینی نے جواب دیا۔

"ارے لیکن میرا عبران ابھی تک کیوں نہیں جاگا۔ اسے بچو شہینی۔" مار ملکہ نے کہا۔

"آٹھنا آٹھنا! جلدی سے پر سیدنا لاؤ۔ جلدی جاؤ۔"
 "ابھی لائی۔" ایک دوسری کینز نے مستعدی سے کہا اور ایک طرف دوڑ گئی۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے میرے لعل؟" ملکہ میری طرف مخاطب ہو کر میری بولی۔

"ہاں! میں اب ٹھیک ہوں مار مہراں!" میں نے جواب دیا۔

"لیکن میرے عبران کے چہرے پر یہ زخم کیسے ہیں؟ خدا را مجھے ان زخموں کی روداد سناؤ۔" ملکہ نے بے چینی سے کہا۔

"کچھ لوگوں نے آپ کے یوسف عبران کو مارا ہے۔"
 "زمین کے انسانوں نے؟" ملکہ غضب ناک ہو کر بولی۔

"ہاں۔"
 "شہینی! ملکہ نے غصے سے لرزتی آواز میں شہینی کو پکارا۔

"مار ملکہ۔" شہینی نے لرز رہے۔ ہاتھ جوڑ دیے۔
 "شہشان کو بلاؤ۔"

"جو حکم۔" شہینی بھی باہر دوڑ گئی۔ ملکہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ اتنی دیر میں آٹھنا ایک سفید پرلے آئی۔ ایسا حسین پر تھا کہ میں نے آج تک نہیں دیکھا تھا۔ ملکہ نے خلوت کی طرف اشارہ کیا۔ اور آٹھنا وہ پر خلوت کے چہرے

سے رگڑنے لگی۔ چند ہی لمحات گزرے تھے کہ خلوت کو ایک چمکنے والی اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔
 اور آنکھیں کھولتے ہی اس نے آواز لگائی "عارف۔!"

"میں یہاں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہمناک چلو۔ گڑبڑ ہو گئی۔"

"کیا ہوا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میرا خیال ہے آگئے۔" خلوت بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"کون آگئے؟"

"بڑے سار۔"

"ہوش میں آؤ خلوت۔ دیکھو تو سہی تم کہاں ہو۔" میں نے کہا اور خلوت خاموش ہو گیا۔ اب پہلی بار اس نے ارد گرد کے ماحول کو دیکھا تھا اور پھر اس نے جلدی سے آنکھیں پینچ لیں۔

"عارف۔!" وہ مضحکہ خیز آواز میں بولا۔

"ہاں خلوت؟"

"مارے گئے بیٹے۔ یہ تو اپنا ہی قبیلہ معام ہوتا ہے۔"

"یوسف عبران!" مار ملکہ نے اسے آواز دی اور خلوت نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں پھر اس نے ماں کی طرف دیکھا اور پھر اچھل پڑا۔

"ہاں۔" دوسرے گئے اس نے مستعدی سے مسری سے چٹانک لگادی اور مار ملکہ سے لپٹ گیا۔

"میرے بیٹے۔ میرے بکر کے کتے۔" مار ملکہ نے بھی اسے بازوؤں میں سمیٹ لیا اور ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی تھڑی لگ گئی۔ خلوت بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ کئی منٹ کے بعد دونوں علیحدہ ہوئے تھے۔

"نیچے میری یاد بھی نہیں آئی میرے لعل۔" ملکہ نے شکایتی انداز میں کہا۔

"بار بار۔ مگر تمہاری تصویر میرے دل میں تھی جب چاہتا دیکھ لیتا تھا۔" خلوت نے فوراً جواب دیا۔

"مجھ تجھ سے بڑی شکایت ہے عبران۔ میں تیرے لیے تڑپتی تھی۔"

"کیوں ماں؟"

"میری آنکھیں تیری صورت کو ترستی تھیں۔"

"کیوں۔ کیا تمہارے دل میں میری تصویر نہیں تھی؟"

خلوت نے اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"ماں سے چلائی کی باتیں کرتا ہے عبران۔ کاش تو ماں

کا دل دیکھ سکتا۔

"مجھے معاف کر دو مادر مریاں۔ لیکن تم نے بھی تو میری خواہش پوری نہیں کی تھی۔"

"تو چاہتا ہے تصور میرا نہیں۔"

"ابا حضور بہت سخت گیر ہیں۔"

"اور ان کی سخت گیری کی سزا تو نے مجھے دی۔ کیوں؟"

"میں معافی مانگ چکا ہوں۔"

"اب تو نہ جانے گائے چھوڑ کر؟" انہوں نے پوچھا۔

"ماں۔ میں نے نیچے کی دنیا میں رہ کر جھوٹ بولنا سیکھ لیا۔"

"سبہ۔ یہاں مجھ سے کوئی ایسا وعدہ نہ لو کہ مجھے جھوٹ بولنا پڑے۔ میرا دل ابھی اس دنیا سے نہیں بھرا ہے۔"

"طاہرات نے صاف کوئی سے کہا۔"

"وہ۔" ماں نے سر جھکا لیا۔ اتنی دیر میں شبی واہس آگئی۔ اس کے ساتھ ہی ایک ٹوناک شکل کا دیہ قسمت

فہمیں تھا۔ ملکہ است دیکھتے ہی غصہ ناک لہجے میں بولی

"شہ شہان جاؤ زمین پر معلوم کرو میرے بچے کو کس نے مارا ہے۔ اس کے خاندان کو نسبت دیا دو کرو۔ ایسی سزا دو اسے کہ مرے کے بعد بھی یاد رکھے۔ جاؤ۔"

"جو حکم بادشاہ۔" شہ شہان نے سر جھکا دیا۔

"ارے ارے! حضور شہ شہان۔" انھوں نے۔" طاہرات

بوکھائے ہوئے انداز میں بولا اور شہ شہان رک گیا۔" ماں۔

ان کا دل کو تم کو رہے دو۔ زمین کے حالات۔ بہت اچھے ہوئے ہیں۔ براہ کرم ان حالات میں تم وہاں نہ دو۔"

"میں عمران۔ میں تمہارے زخم نہیں دیکھ سکتی۔ اس کی جرات لے کر بولی تھی۔"

"بات کچھ اور بھی ماں۔ خدا را میری بات مانو۔ میں

تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ شہ شہان اچھا جاؤ آرام کرو۔"

"کیا حکم ہے ملکہ عالیہ؟" شہ شہان نے پوچھا۔

بادشاہ ملکہ کچھ دیر تک طاہرات کو دیکھتی رہی پھر اس نے

وجھے لہجے میں کہا۔ "جب عمران تیار نہیں ہے تو رہنے دو۔"

"جو حکم۔" شہ شہان نے گردن ہٹا کر اور واہس چاہا۔

"بال بال بچا مجھے مسٹر مارف۔ خیر کیا یاد کریں گے۔"

طاہرات میری طرف دیکھ کر بولا۔

"شبھی! ماں نے پھر تو از روں۔"

"بتی ملکہ عالیہ۔"

"یوسف عمران کے زخموں پر مرہم لگاؤ۔ تم بہت تھ تو

نہیں محسوس کر رہے میرے بچے۔" ماں کے لہجے میں بے

قراری تھی۔ میں اس سے بہت متاثر ہوا۔

"اور! بائیں نہیں ماں۔ انسانوں کی زمین پر تو یہ زخم مام

ہیں۔ کوئی انسان آپ کو زخموں سے خالی نظر نہیں آئے گا۔"

طاہرات نے جواب دیا۔

"جسم میں جاں سارے کے سارے۔ انہوں نے

تمہارے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا؟"

"وہ سب ایک دوسرے کے ساتھ یہی سلوک کرتے

ہیں۔ یہ ان کا دلچسپ مشغلہ ہے۔"

"انوکھا مشغلہ ہے اور تجھے ایسے لوگوں سے دلچسپی

ہے۔"

"دلچسپی اپنی جگہ ہے ماں۔ بہر حال وہاں ایسے ایسے

منظر دیکھنے کو ملتے ہیں جو ہماری دنیا میں نہیں ہوتے۔"

"اور تو ان کے درمیان رہنا چاہتا ہے۔ دل نہیں آتا؟"

تیرا ان سے؟"

"وہ دنیا ایسی ہی ہے ماں۔ کون ہے شے دکھ نہیں ہے

لیکن وہ دنیا چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہے۔ یہ اس دنیا کی خوبی ہے۔

ماں۔"

"نہ جانے تجھے کیا ہو گیا ہے میرے بچے۔" مادر ملکہ نے

گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر میری طرف دیکھتے ہوئے

بولیں "یہ وہی بچہ ہے جسے پہلے تیرے دھوکے میں لے لیا گیا

تھا؟"

"ہاں۔" طاہرات نے جواب دیا۔

"کیا تجھے بھی یہ دنیا پسند نہیں آتی میرے بچے؟" مادر

ملکہ نے مجھ سے پوچھا۔

"یہ سکون کی دنیا عظیم ہے ماں۔ میری دنیا میں یہ سکون

کسماں۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کے باوجود یہ اس دنیا میں خوش نہیں رہے گا۔ یہ

زندگی میں رہنے سے چاہتا ہے۔ اس کا دل اپنی دنیا ہی میں تلے

گا۔" طاہرات نے جلدی سے جواب دیا۔ وہ مجھے غور رہا تھا۔

"میں میرے بچے۔ کیا عمران ٹھیک کہہ رہا ہے؟"

"بتی۔ ماں۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

"عجب بات ہے۔ عجب عجب ہو تم دونوں۔"

شبھی! اپنی اور طاہرات کے زخموں پر مرہم لگایا گیا۔

"ہاں ٹھیک ہیں۔ لیکن تیرنی جدائی سے خوش نہیں

تھے۔"

"مجھ سے تو ناراض ہوں گے۔"

"ہاں۔"

"میرے بارے میں اطلاع کس نے دی؟"

"اسی نے جین راسم نے نہ جانے کیوں وہ تیرا ساتھ

چھوڑ کر واپس آ گیا تھا۔"

"اوہ۔ آپ کو اس بارے میں کچھ نہیں معلوم؟"

"نہیں۔ شاید شہ شہان، اعلیٰ نظم نے راسم کو منع کر دیا تھا۔"

"شبھی۔" اس بار طاہرات نے شبھی کو آواز دی۔

"شہزادے حضور۔" شبھی نے آگے آکر گردن جھکا

دی۔

"راسم کو خاش کر کے نہ بلدی۔"

"ابھی انی شہزادے حضور۔" شبھی جلدی سے باہر نکل

گئی۔ مادر ملکہ پھر بیٹہ لگی تھیں۔ ایک انتہائی خوش ذائقہ

مشروب سے ہماری قیاس کی گئی۔ اس مشروب کو پینے کے بعد

بدن میں قوت آتی تھی اور طبیعت بڑی بکلی محسوس ہونے لگی

تھی۔ تقریباً دس منٹ کے بعد راسم آگیا۔ آتے ہی وہ طاہرات

کے قدموں سے لپٹ گیا تھا۔

"میرے آج۔ میرے شہزادے۔" وہ طاہرات کے پیروں

سے ہنر کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"چھوڑو! تو بھی بس یونہی نکلا۔"

"میری مجبور ہیں پر نگاہ کریں شہزادے۔ میری مجبور ہیں

کو نظر انداز نہ کریں۔ آپ کو کیا معلوم؟" راسم پر دن رات

کس طرح کڑوتے ہیں۔ راسم تو کبھی لے آپ سے دور نہیں

رہا۔"

"ہمارا کوئی دوسرا بھی نہیں کر سکتا تھا؟"

"شہ شہان حضور نے سختی سے منع کر دیا تھا کہ میں آپ کے

معاہدے میں مانگ نہ ازادوں۔" راسم نے گردن جھکا کر کہا۔

"پھر ہمیں یہاں کیوں لایا گیا؟" طاہرات نے ناگوار

لے کہا۔ اس بات کا راسم نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"ابا حضور نے ہمارے ساتھ پیشہ ختی کا سلوک کیا ہے

انی۔ آپ زمین کے لوگوں کو سزا دینے پر تیار ہوئی ہیں۔ کیا

میرے بارے میں آپ ابا حضور سے بات نہیں کر سکتیں؟"

طاہرات نے کہا۔

مادر ملکہ خاموشی سے سر جھکائے۔ سچی وہیں پھر انہوں

نے ہماری سانس لے کر کہا "راسم ہمیں حقیقت بتاؤ۔"

"کیا عرض کروں ملکہ حضور۔ آپ جانتی ہیں کہ میں اس

وقت سے یوسف عمران کا خادم ہوں۔ جب ان کی اور میری

مہرتیں سال تھیں۔ یوسف عمران نے مجھے کبھی خادم نہیں

سمجھا اور ایک دوست کا درجہ دیا۔

چنانچہ جب وہ زمین پر گئے تو میں ان کے ساتھ تھا۔ اس

طرح میں بھی شہ شہان کی نگاہوں میں محبوب تھا۔ حالات

درست چلے رہے لیکن پھر ایک بد معاش ماہو نے چٹائی

سے عمران کو ایک ٹکٹ میں گرا دیا اور ان کی ساری قوتیں سلب

ہو گئیں۔ یہ عام انسان رہ گئے۔ چنانچہ اب میری آواز ان

کے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔

پھر جب یہ مزید پریشانوں میں پھنسے تو میں مجبوراً شہ شہان

کے حضور حاضر ہوا۔ میں نے درخواست کی کہ شہزادے کی

مدد کی جائے۔ تو شہ شہان حضور نے مجھے قید کر دیا۔ انہوں نے

کہا کہ میں بھی ان کا قیدی ہوں۔

طوین مرست کے بعد یہ قید ختم ہوئی اور مجھے یوسف

عمران کے حالات معلوم کرنے کی ہدایت کی گئی۔ سو میں نے

زمین پر دیکھا کہ چند لوگ ان کے ساتھ سختی کر رہے ہیں۔ میں

نے شہ شہان کو اطلاع دی تو انہوں نے کچھ لوگوں کو بھیج کر

انہیں یہاں بلایا۔"

"ہوں۔" ملکہ نے گردن ہٹائی پھر بولیں "تم کیا چاہتے ہو

عمران؟"

"کچھ نہیں ماں۔ میں زمین کی سختیاں برداشت کرنے کو

تیار ہوں! نہیں وہاں جاؤں گا ضرور۔"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ تم کچھ توقف کرو۔"

"نہیں مرہان ماں۔"

"آخر کیوں؟"

"زمین کے حالات میں میں نے وہاں کچھ لوگوں سے

دراختہ قیام کیا۔ میری بھی زبان ہے۔"

"تم ان لوگوں کی نشان دہی کرو۔ وہاں ان کی مدد کی

جائے گی۔"

"مجھے قبول نہیں۔"

"تم اپنے باپ کی مانند ضدی ہو۔" ملکہ نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

"میں شرمندہ ہوں۔"

"خیر۔ ہم شہ شہان سے گفتگو کریں گے۔"

"اور وہ گفتگو میرے حق میں ہوگی۔"

"ماں سے ملاؤ تو قیام رکھتے ہو۔"

"پر کر نہیں۔" طاہرات نے جواب دیا۔

کالی دیر تک ملکہ عالیہ ہم دونوں سے گفتگو کرتی رہیں اور

پھر وہ کینوں کو ہماری خبر گیری کی ہدایت کر کے چلی گئیں۔

طاہرات نے ایک گہری سانس لے کر میری طرف دیکھا

"بتی۔" وہ آہستہ سے بولا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب

نہیں دیا تھا "فرماں برداری کے سارے دیکارڈ آپ ہمیں نہ

توڑیں۔ کیا سمجھ؟"

مکتوبات باہر پبلیکیشنز

"کچھ نہیں سمجھا پاؤں۔" میں نے بے بسی سے کہا۔
 "آپ نے ملکہ کی بات سے کوئی اختلاف نہیں کیا۔ بلکہ اس سکون کی دنیا میں بھی رہنے پر آمادہ تھے۔"
 "یار طاہرات! خدا کے واسطے ان حالات سے بچنے جس قدر دور رکھ سکو، رکھنا۔ میں نے زندگی میں کبھی ماں نہیں دیکھی۔ ماں کی آنکھوں سے چمکتی ہوئی مٹاؤں کے مظلوم کروڑی ہند میں باؤف ہو کر رہا ہوں۔ ہنر سے کوئی بات کرائی تو وہ غلط ہی ہوگی۔"
 "نیک ہے بھائی! میں اکیلا ہی پھنسا ہوا ہوں۔"
 "مگر اب ہو گیا کیا؟"
 "لوگوں آئے گا مگر تک ہوگی، نتیجہ اس کے بعد ہی ظاہر ہوگا۔"
 "خدا محفوظ رکھے۔ حالات فلاح میں بھی اختیار کر سکتے ہیں۔"
 "نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم پروا نہ کرو۔ آخر میں وہی ہو گا جو میں چاہتا ہوں۔ ہاں ایک امید بندھ گئی ہے۔"
 "کیا؟"
 "اگر حالات موافق ہو گئے تو ممکن ہے میری بادشاہت بچنے مل جائے۔"
 "خدا کرے ایسا ہی ہو۔" میں نے خلوص دل سے کہا اور پھر ہم دونوں خاموش ہو گئے۔ ہماری تکلیف ایسی نہیں تھی کہ ہم ہنسنے پر آمادہ رہتے لیکن ہر حال میں کا حکم تھا اس لیے ہمیں رات تک بستر پر رہنا پڑا۔
 "ہاں رات کو ملکہ خلیہ پر غصہ نہیں ہمارے پاس آئیں۔" میں نے ہنسنے پر آمادہ ہو کر کہا۔
 "ماں کی دعا ہے۔" میں نے جواب دیا۔
 "کھانے کے کمرے میں چل سکو گے؟"
 "ہم بالکل نیک ہیں ماں۔ صرف آپ کے حکم سے ہسٹروں پر رہتے ہیں۔"
 "شکر ہے خدا اے قدوس کا۔"
 "ماں! طاہرات آہستہ سے بولا۔
 "ہوں۔" ملکہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
 "بایا حضور سے گفتگو ہوئی؟"
 "ہاں۔"
 "کیا موصوفہ؟"
 "بہت خراب۔"
 "اوہ! پھر میں کھانے کے کمرے میں نہیں جاؤں گا۔"

طاہرات جلدی سے بولا۔
 "نہیں۔ چلو تو بستر پر۔ ہر حال میں ان کا سامنا کرنا ہے۔ یوں بھی وہ تم سے ملنے کے لیے بے چین ہیں۔"
 "عارف! طاہرات نے مجھے پکارا۔
 "جی۔" میں آہستہ سے بولا۔
 "میرے لیے ایک کام کر سکتے ہو؟"
 "کر سکتا ہوں۔" میں نے مستعدی سے کہا۔
 "پہلے کام میں لو! پھر فیصلہ کرنا۔ معمولی کام نہیں ہے۔"
 "طاہرات نے سحرانہ انداز میں کہا۔
 "دل چاہے سادہ۔ ہر حال میں آمادگی کا اظہار کر دینا ہوں۔" میں نے پرسکون سے کہا۔
 "تو میرے بھائی! اکام یہ ہے کہ ہم دونوں کیسا لباس پہن کر باہر حضور کے سامنے جا سکیں گے۔ ابتداً ان کے غصے سے ہوگی، وہ وقت تم ان کے سامنے گزارنا۔ اور جب ان کا غصہ اتر جائے تو بتا دینا کہ تم یوسف عبران نہیں بلکہ عارف ہو۔"
 "ملکہ جس پرزے "ہوئے خود غرض دوست ہو عبران! دوست کے سر مصیبت ڈالنا چاہتے ہو۔"
 "ہم لوگ اپنی مصیبتیں تقسیم کر لیتے ہیں ماں۔ کچھ مصیبتیں برداشت کرنے میں" میں باہر ہوں اور کچھ میں عارف۔ اب یہ مصیبتیں کی نوعیت ہوتی ہے کہ کون کون سی مصیبت آسانی سے برداشت کر سکتا ہے۔"
 "اچھا۔ شرارت نہیں جلدی تیار ہو جاؤ۔"
 "ہاں! خدا کے واسطے مجھے اس منزل سے گزر جانے دو۔ عارف میری مدد پر آمادہ ہے، تم اسے نہ روکو۔"
 "یہ تو سوچو عبران کہ وہ ہمارا سہارا ہے۔"
 "بعد میں سوچیں گے۔" طاہرات شرارت سے بولا۔
 "جی جی جی تم لوگوں کی مرضی۔ تمہارا دوست ہے، تم جانو۔" ملکہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور طاہرات نے میرے شانے پر ہاتھ مارا "تیار ہو جاؤ استاد!"
 "تیار ہوں بھائی۔ ایک بات کا وعدہ کرو، قرانی ہے پہلے کی دعا دے تمہیں۔"
 "بالکل بالکل! تمہاری قرانی حلال ہوگی، پروا مت کرو۔"
 "اچھا! تم لوگ تیار ہو کر آ جاؤ۔ میں کھانے کے کمرے میں تمہاری منتظر ہوں۔" ملکہ نے کہا اور باہر نکل گئیں۔
 "آپ وعدہ کر رہی ہیں ماں کہ آپ اس معاملے میں خاموش رہیں گی۔" طاہرات چیخ کر بولا۔

اس کے بعد ہم تیاریاں کرنے لگے۔ ہم دونوں نے یکساں لباس پہنا، مشاطاؤں نے ہمیں سنوارا اور پھر ہم دونوں شبی کے ساتھ کھانے کے کمرے کی طرف چل پڑے۔ طاہرات کی نہ جانے کیا کیفیت ہو، حالت میری بھی خراب تھی۔ کھانے کے کمرے میں شمشاد سوہو دھند تھو غصہ کا پیکر، کشادہ پیشانی پر غمی پڑی پڑی آنکھوں میں سرخی، دیکھ کر ہی حالت خراب ہوئی تھی۔ لیکن ہم دونوں کو کیسا دلچسپ کر تھوڑی سی الجھن صاف محسوس کی گئی اور پھر میری بدبختی کہ مخاطب بھی مجھے ہی کیا گیا۔
 "اوہر آؤ۔ بیٹھو۔" ادولوں کی گرج لگنے لگی۔
 "عالی تھی، جو نہ بیٹھا، نہ اٹھتا، نہ ہو،" اس نے "ہو، ہو، ہو" اعتراف کر دیا۔
 "جی۔" میں نے سسے ہوئے انداز میں جواب دیا۔
 "مجھے احمق سمجھتے ہو؟"
 "جی نہیں۔" میں جلدی سے بولا۔
 "دیکھیں ہوں تمہارا؟"
 "ہرگز نہیں۔"
 "پھر تم نے مجھ سے فریب کیوں کیا؟ مجھ سے نا فرمانی کیوں کی؟ کیا میں تمہیں سزا نہیں دے سکتا؟" میں خاموش رہا۔ دیکھ لیا اس دنیا کو جو تمہاری نگاہوں میں بہت خوب صورت تھی۔ کیا پایا؟ کیا اب بھی وہ تمہارے لیے دلکش ہے؟
 "میں نے۔" میں نے کچھ نہیں کیا۔ "میں نے آہستہ سے جواب دیا۔
 "پھر کس نے کیا۔ بولو۔ پھر کس نے کیا؟ میں نے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم چل جاؤ۔" شمشاد پر بالال انداز میں بولے۔
 "جی نہ۔" وہ۔ "میرز حالت واقعی خراب ہو رہی تھی۔"
 "بس۔ کب اس بند کرو۔ تم نہایت نا فرمان ہو۔ تم نے حکم عدولی کی ہے۔ تم نے تماش کرنے والوں کو بے وقوف بنایا ہے۔ تم نے وہ کچھ کیا ہے جو تمہیں نہیں کرنا چاہیے تھا۔" میں خاموش ہو گیا۔ شمشاد نے غصے میں بہت کچھ کہا اور عبران کا غصہ ٹھنڈا ہونے لگا۔ وہ نرم ہو گئے اور پھر انہوں نے دوسرے لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "کھانا شروع کرو۔"
 اور بے نادوشی سے کھانے میں مشغول ہو گئے۔

کھانا نہایت خاموشی سے کھایا گیا۔ کھانے کے بعد شمشاد بالکل پرسکون تھے۔
 "وہ کون تھا جس نے تمہاری قوتیں چھین لیں؟"
 "جی۔ میرز۔" میں نے پھر گہرائے ہونے انداز میں کہا۔
 "اور وہ کون تھے جو تمہیں اذیت دے رہے تھے۔ کیا چاہتے تھے وہ تم سے؟" شمشاد نے پوچھا۔
 "نہیں۔ وہ غریب ہدف ملامت رہے گا؟" بلا غرملہ سے میری حالت نہ دیکھی تھی۔
 "کیا مطلب؟"
 "ہمارے یہاں اس سے قبل سمانوں کے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا گیا۔" ملکہ نے کہا۔
 "آپ کی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی ملکہ۔ یہ سمان کہاں سے آیا؟"
 "یہ سمان ہی ہے۔"
 "کیوں۔ کیا یہ پھر وہی جانے کا ارادہ رکھتا ہے؟"
 "نہیں۔ یہ جانو تو کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔" ملکہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "پھر سمان کیوں؟"
 "اس لیے کہ اس کا نام عارف ہے۔"
 "کیا مطلب؟" شمشاد چونک کر بولے۔
 "اپنے اپنے کچھ بھی نہیں پہچانتے آپ اپنے غصوں کی پور بھی نہیں محسوس کر سکتے۔ کیسے باپ تیار کیا۔" اس نے کہا۔ کیا مطلب ہے اس بات کا کہ کون ہو جی تم؟" اس نے بار شمشاد نے براہ راست مجھ سے سوال کیا۔
 "عارف۔" میں ملکہ کی بات نہیں بتلا سکا تھا۔
 "اور عبران۔ وہ۔ وہ۔ وہ۔" شمشاد حیرت سے بولے۔
 "جی۔" میں نے جواب دیا اور شمشاد بے ساختہ مسکرا پڑے پھر وہ بخیر ہو کر گھڑے ہو گئے۔
 "اور۔" اور یہ باقی خاموشی پیشا رہا۔
 "بایا حضور۔" طاہرات نے ذکر شمشاد کے قدموں سے لپٹ لیا "اب آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ دوپہار است آواز نہ دیں، دوبارہ نا راض نہ ہوں بایا حضور!"
 "ارے اس نے اس کے کچھ بولا۔" "کوئی حق نہیں ہے۔ میں نے اسے پہلے ہی تیار کر لیا تھا۔"
 "معاف کرنا بیٹے۔ میں نے تمہیں۔ معاف کرنا۔"
 شمشاد نرم لہجے میں بولے۔

"جی۔ کوئی بات نہیں ہے۔"

"مگر تم نے بھی تو نہیں بتایا۔ اوقہ تم دونوں اس قدر ہم شکل ہو کہ ہم دھوکا کھا گئے۔" شہنشاہ مسکراتے ہوئے بولے۔

"کوئی بات نہیں ہے بابا حضور! وہ فراخ دلی سے کہہ رہا ہے۔" طاہرات بولا۔

"تم نہایت پلازق ہو۔ کیا سمجھو۔" شہنشاہ استغنا کر بولے "آؤ۔ تم بھی ہمارے سینے سے لگ جاؤ۔ تم ہمارے ہی بیٹے ہو۔ تمہاری سعادت مندی سے ہم بہت خوش ہوئے" لیکن بیٹے! تم درمیان میں بدل کیوں نہیں پڑے کہ تم عمران نہیں ہو۔"

"بول کیسے پڑنا تمہارے شریر بیٹے نے اس سے کہہ دیا تھا۔"

"کیا؟"

"سچی کہ اس کے بدلے ذانت دہن سن لے۔"

"اوہ! اس کا مطلب ہے کہ عمران کا ہم شکل اعلیٰ ظرف کا انسان اور ایک اچھا دوست ہے۔" شہنشاہ مسکراتے ہوئے بولے۔

"اور کیا" کیا آپ کا بیٹا زمین کی تندے انسانوں کو دوست بنا تا پھرے گا بابا حضور۔" طاہرات جلدی سے بولا۔

"ہاں تم نہایت پلازق ہو۔"

"راسم کو بابا نہیں بابا حضور اور اس سے معلوم کر لیں کہ میں نے زمین پر کتنی غلا لٹیاں کی ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"میں دوبارہ زمین پر واپس جانا چاہتا ہوں بابا حضور!" طاہرات نے کہا۔

"میرے سننے کو آواز نہ دو عمران۔"

"میرا جانا احد ضروری ہے بابا حضور۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ جو کام میں نے وہاں شروع کیے ہیں وہ ادھر پڑے ہیں۔"

"کیسے کام؟"

"انسانیت کی فلاح کے کام۔ راسم آپ کے سامنے جھوٹ بولنے کی جرات نہیں کر سکتا اس سے پیچھے زمین پر جا کر میں نے کیا کیا ہے۔ میں نے اپنی قوتوں سے تمہاری کام کیے ہیں۔ میں نے زمین پر کھینچے ہوئے انسانوں کے دکھ دور کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کیا بابا حضور۔ اور ابھی بہت سے

ایسے ہیں جنہیں میری ضرورت ہے۔"

"عمران بیٹے! زمین بہت وسیع ہے۔ اس کے رہنے والے عجیب ہیں۔ انہوں نے اپنے لیے خود ساختہ پیدا کیے ہیں۔ تاریخ کا ریکارڈ دیکھو۔ زمین کیا تھی؟ اس کے رہنے والے کسی قدر سکون تھے۔ آسمان سے رزق اترا تھا۔ انہوں نے وہ رزق کھو دیا اور اپنے لیے گونا گوں دشواریاں پیدا کر کے رہے۔ تم ان میں سے کس کس کا دکھ بانٹو گے۔ دنیا تو انہوں کی آبادی ہے۔"

"جس قدر بھی ہو سکے بابا۔ جو بھی سامنے آجائے آپ کا کما ٹھیک ہے۔ انسانوں نے خود اپنی مٹی پلیدی کی ہے لیکن ان میں بہت سے ایسے بھی ہیں جو بے گناہ ہیں۔"

"ٹھیک ہے لیکن یہ ہمارا کام نہیں ہے بیٹے۔"

"آپ نے مجھے معلوم تو یہی دی ہے بابا حضور کہ جس قدر نیکیاں سمیٹ سکتے ہو، سمیٹ لو۔ وہ صرف تمہاری کوشش ہوگی اور تمہارے کام آئے گی۔" طاہرات نے کہا۔

"ہاں۔ ٹھیک ہے۔ لیکن کیا بنیادیں کی ہیں تم نے زمین پر؟" شہنشاہ کے انداز میں پھر جھجھکت پیدا ہونے لگی تھی۔ طاہرات نے ان کی خوب گرفت کی تھی اور وہ لاجواب ہونے لگے۔

"بنیادیں مٹی کی نہیں جاسکتیں بابا حضور۔ بس اتنا عرض کروں گا کہ جو سرنام رسا ہونے والے تھے، میں نے انہیں رسا نہ دئے دیے۔ جو سفاک اور ظالم انسان کی قید میں تھے، میں نے انہیں ان کی قید سے چھڑایا۔ آپ کو اگر اپنے دیئے ہوئے سبق پر اعتماد ہے تو آپ سمجھ لیں کہ میں نے مظلوم کو نظر انداز نہیں کیا۔"

"لیکن عمران بیٹے۔"

"اور آج بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جن کی آنکھیں میری طرف مکی ہوئی ہیں۔ ان کا رواں دواں مجھے پکار رہا ہو گا۔ میرا انتظار کر رہا ہو گا۔"

"کون ہیں وہ؟"

"وہ جنہیں میں نے امداد کی آس دلائی ہے۔"

"لیکن یہ دنیا۔ میرا مطلب ہے۔" شہنشاہ زیر ہونے جا رہے تھے۔

"آپ کی دنیا سکون کی دنیا ہے۔ آپ نے اپنی دنیا کو سکون دینے کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی ہے۔ میں اس بے سکون دنیا کے چند لوگوں کی مدد کر رہا چاہتا ہوں تو آپ مجھے روک رہے ہیں بابا حضور۔ آپ مجھے منع کر رہے ہیں۔"

"میں نے کب منع کیا؟" شہنشاہ ہنسا کر بولے۔

"پھر یہ بری کیوں ہے یہ تارا نکلی کیوں ہے؟"

"کیا میں تمہارا باپ نہیں ہوں؟"

"بہنشل نکلتی۔ میں ایک انجلی نسب کا بیٹا ہوں۔"

"یہ تیری ماں نہیں ہیں؟"

"ہاں بابا حضور۔"

"میں تیری ضرورت نہیں ہے۔ ہم تجھے نہیں دیکھنا چاہتے؟"

"آپ کی محبت سراٹھوں پر۔ لیکن کیا آپ کو اس بات سے مسرت نہیں ہوتی کہ آپ کا بیٹا کبھی انسانیت کی خدمت کر کے اپنا فرض انجام دے رہا ہے۔"

"دنیا میں جا کر ٹوٹے اور جو بیٹہ بھی کیا ہو عمران! بہرحال توجہ پر زبان ضرور ہو گیا ہے۔ بائیس بہت اچھی بنالیتا ہے۔" بانٹا نر شہنشاہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں نے جو کچھ کہا ہے ٹھیک کہا ہے۔"

"لیکن عمران! ہمارا کیا ہو گا؟"

"اگر آپ بخوشی مجھے اجازت دے دیں تو میں ایک تجویز پیش کر سکتا ہوں ماں۔"

"کیسی تجویز؟" شہنشاہ نے کہا۔

"میں دنیا کے کسی بھی حصے میں نہوں! ہر ماں کی دو راتیں اپنی دنیا میں گزاروں۔"

"اوہ۔" شہنشاہ نے محسوس کر کے دیکھا "کتنی چٹاناک ہو گیا ہے یہ ملک۔"

"ہاں۔ میں نے محسوس کیا ہے۔"

"پھر آپ کا کیا مشورہ ہے؟" شہنشاہ نے پوچھا۔

"اس کی تجویز مناسب معلوم ہوتی ہے۔"

"تو سنو یوسف عمران۔ جس روز چاند ڈوبے، تم یہاں پہنچ جاؤ۔ چاند کی ڈوبنے والی رات اور نکلنے چاند کی رات تم یہاں گزار دو گے اور سختی سے اس دن کی پابندی کرو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔"

"ٹھیک ہے تب میں تمہیں اس دنیا میں جانے کی اجازت دیتا ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ بابا حضور۔ براہ کرم ہم دونوں کو وہیں پہنچا دو۔ یہاں سے اٹھنا تھا۔" طاہرات بولا۔

"کیوں؟ وہ لوگ تو تمہارے ساتھ زیادتی کر رہے تھے۔"

"اگر وہاں نہ پہنچے اور دوبارہ پکڑے گئے تو وہ لوگ اس سے زیادہ زیادتی کریں گے، بڑے خطرناک لوگ ہیں۔"

"مگر پکڑے ہی کیوں جاؤ گے؟"

"اس لیے بابا حضور۔ کہ اب میں بھی ایک عام انسان سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔"

"اوہ! دو کوں تھا جس نے تمہیں آگ میں ڈالا تھا؟"

"ایک ہندو سا دھو۔ تاکا!"

"کیا وہ زندہ ہے؟"

"نہیں۔ اسے میرے ہم شکل دوست نے قتل کر دیا۔"

"انسان بہرحال انسان ہے" شرف الختوات بولے۔ دیکھ لو تم سے وہ ہوا جو اس نے کر دیا تھا۔ بہرحال پیرا پوزاس کے پاس چلے جاؤ، وہ تمہاری مدد کرے گا۔" شہنشاہ نے کہا اور طاہرات نے اگلے کمران کے ہاتھوں کو بوت دیے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے واپس آئے۔ طاہرات نے آنکھ دباتے ہوئے کہا۔

"کیسی رقی استاد؟"

"لا جو اب کمال کیا ہے تو نے بد معاش انسان۔"

"نہن کمون۔" طاہرات بولا۔

"یہ پیرا پوزاس کون بزرگ ہیں؟"

"بڑے کام کی چیز ہیں۔ بس میں جلدی سے دو آؤں۔ ویسے تمہیں میرے معاملے پر اعتراض تو نہیں ہے؟"

"کون سا معاملہ؟"

"وہ ڈوبے چاند کی رات والا۔"

"اوہ۔ نہیں طاہرات۔ اعتراض کی کیا بات ہے۔ میں تو بہت خوش ہوں۔ اس طرح تمہارے والدین بھی خوش رہیں گے۔ دو دن کی بات ہی کیا ہوتی ہے۔" میں نے غلو ص سے کہا۔

"جی پوچھو تو یہ اتنی عمدہ بات ہوئی ہے جس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اس سے مجھے بڑی مرامات مل جائیں گی۔"

"یقیناً۔"

"اچھا تو میری جان اجازت۔ لیکن ہے کچھ وقت لگ جائے۔"

"خدا حافظ۔" میں نے کہا اور طاہرات چلا گیا۔ میں ایک کمری سانس لے کر اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ اور پھر میں ایک صمیری پر دروازہ ہو کر کمری سوچ میں ڈوب گیا۔ میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

اور پھر جانے خود کی آنکھیں میں ذہنی طور پر اتار کھڑا کیا۔ کوئی احساس ہی نہ رہا۔ پیشانی پر ایک نرم دھندلا سی گرہا بہت کا احساس ہوا تو آنکھیں کھلی گئیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک لطیف خوشبو ناک میں گھس گئی تھی۔ آنکھیں کھلیں تو ایک

دھندلا سیات پہنچ گئی۔

رنگین بدن خود پر ہنسنے لگا۔ چودہ طبق روشن ہو گئے۔ جلدی سے اس کے پیچھے سے سرگھرا لٹھ کھینچا۔

"عمران! اس کی حشرن آواز ابھری اور میں نے گہری سانس لی۔ وہی معاملہ تھا "میں نے سنا ہے عمران" تم نے وہاں جانے کی اجازت حاصل کر لی ہے۔" اس نے کہا۔

"ہاں۔"

"میرے دل کی آواز تن تک تمہارے کانوں میں نہیں پہنچی عمران۔" حسین خدو خال والی لڑکی نے اس کو دیکھ کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو خراب۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا انسانوں کی آبادی میں کسی سے دل لگا دیتے ہو؟"

"نہیں۔" اس نے کہا۔

"تو میری محبت کیوں قبول نہیں کر لیتے۔ کیا تمہیں تن تک احساس نہیں ہوا کہ میں تمہیں کس قدر چاہتی ہوں۔"

"مجھے غور ہی نہیں کیا۔"

"آپ کیا میں اس قابل نہیں ہوں؟"

"آپ کی قابلیت پر بھی میں نے غور نہیں کیا۔"

"کیوں۔ آخر کیوں؟"

"اس لیے کہ میں عمران نہیں ہوں۔" میں نے ذرا پستین کر دیا اور وہ اچھل پڑی۔ پہلی پہلی آنکھوں سے مجھے گھورتی رہی اور پھر دونوں ہاتھ سے چہرہ چھپا کر ہر بھاگ گئی۔

"آہ۔" میں نے مصروفی دکھائی اور سر ہلانے لگا۔

ابھی اور نہ جانے کتنے دلچسپ واقعات پیش نہیں گئے۔ میں نے سچا۔ یہاں بھی عشق و محبت کے جراثیم کافی مقدار میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ قانون بھی عمران سے عشق کرتی ہیں۔ ہر صورت کوئی انہی بات نہیں ہے۔ ہم لوگ تو بڑے بچاری ہو کر رہ گئے ہیں۔

اور پھر میری ذہنی رو شکتی پر کی طرف ہلک گئی۔

شکیلہ کا معاملہ بے حد پراسرار ہو گیا تھا۔ آخر وہ کیا تھی۔ اور اس نے ہمارے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا تھا اور پھر اچانک ہی میرے ذہن میں ایک دھماکا ہوا اور میں اچھل کر باہر بیٹھ گیا۔ اوف اوف۔ اس انداز میں پہلے کیوں نہیں سوچا تھا۔

"کیسی غلطی ہو گئی۔"

"ظالوت۔ ظالوت! کہاں دیا۔ جلدی آؤ۔" میں نے کہا۔

"ہم یہاں ہیں ہماری جان۔" کارنس سے طاہرات کی آواز آئی اور میں اچھل پڑا۔ کارنس پر ایک خوب صورت پرندے کا مجسمہ رکھا ہوا تھا۔ "آجائیں۔" پرندے نے چونچ ہلاتے ہوئے کہا اور میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔ میں پہنچی پہنچی بچا ہوں سے مجھے کو گھور رہا تھا۔ دوسرے کئے دھات کے بنے ہوئے جیسے نے پر کھولے اور کارنس سے پرواز کرنا ہوا میری آنکھوں میں آ بیٹھا۔

میں اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"اے سید حائیم۔ کیا اچھل کو چاہا ہے۔" پرندے نے پھر کہا۔

"ظالوت۔ ظالوت۔" میں نے سرسراہٹ آواز میں کہا۔

"اور نہ لے۔" جیسے نے کہا اور دوسرے کئے طاہرات میرے سامنے تھا۔ مجسمہ پھر بے جان ہو گیا تھا۔

"ارے باپ رے۔ یہ سب کیا ہے؟" میں نے کہا۔

"سب کچھ ہے میری جان۔" سنے سازو سامان سے آواز آئی۔

"ظالوت آپ کی خدمت میں۔"

"وہ۔ تو تو تمہاری تو میں واپس مل جائیگی؟"

"پھر سائیں زندہ باد۔" باا حضور نے مخصوص ہدایات کے ساتھ تو بھیجا نہیں تھا۔ چنانچہ جو چاہا مانگ لیا۔

"سارک دیوار۔" دلی مبارک باد۔

"جیسے کیوں پکار رہے تھے؟"

"جس ذہن میں ایک خیال آیا تھا۔"

"کیا خیال؟" طاہرات نے میرے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

میں اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ طاہرات کے چہرے کی رنگت سے اندازہ ہو رہا تھا جیسے وہ بہت خوش ہے۔ ظاہر ہے اس کی کوئی بڑی دولت اسے مل چکی تھی۔

"جوئی میں نہیں شکیلہ کی تھی۔"

"ہاں۔"

"اور اس کے انداز میں انہیبت تھی۔"

"ہاں۔"

"کیا وہ جیتنا اجنبی نہیں دیکھتی؟"

"کیا مطلب؟"

"یاد رکھیں وہ انشان تو نہیں تھی۔"

"اور۔" طاہرات بھی ہکا بکا رہ گیا۔ کئی منٹ تک وہ خاموش رہا پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "یہ حقیقت ہے عارف! جب گردش کرتی ہے تو انسان کا ذہن بھی ڈانٹ دیا جاتا ہے۔ یہ بات ہم نے پہلے نہیں سوچی تھی۔"

ہو گا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ملکہ عالیہ اور شہشاہ کے حضور پہنچ گئے اور طاہرات نے ان سے اجازت طلب کی۔

"جتنی جلدی کیا ہے عمران۔ ایک آدھ دن اور رکو۔"

"میں حسب وعدہ حاضر ہو جاؤں گا اور مرہان۔ کچھ معاملات ایسے ہیں جن کی جیسے جلدی ہے۔ اجازت دیں۔" نہایت شکر گزار ہوں گا۔"

"نہیک ہے لیکن ایک بار پھر تمہارا وعدہ یاد دل رہا ہوں۔" چاند ڈوبنے والی رات تم یہاں ہو گے۔ اس وعدے میں کبھی گزرب نہیں ہوئی چاہیے۔" شہشاہ نے کہا۔

"آپ مطمئن رہیں یا حضور۔" طاہرات نے جواب دیا اور عمار اس نے آگے بڑھ کر ماں اور باپ کے ہاتھ چوسے۔ ملکہ نے میرے سر پر بھی ہاتھ پھیلا۔ شہشاہ نے مجھ سے مصافحہ کیا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔

"راسم ساتھ نہیں جائے گا؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں نہیں۔" طاہرات نے کہا اور پھر آواز دی۔

"راسم۔"

"حاضر۔" راسم نے بائیں سمت سے جواب دیا۔

"کیا اختتام ہوئے؟"

"جو کچھ۔" راسم نے جواب دیا۔

"تب میرا خیال ہے اہتمام کی ضرورت نہیں۔ وہ اپنا تھک کر کہاں ہے؟"

"حکومت ہر کے بغاوت میں۔"

"کیا کر رہا ہے؟"

"سو رہا ہے۔" راسم نے جواب دیا۔

"ہوں۔" طاہرات نے آہستہ سے کہا اور پھر اس نے میری طرف دیکھا۔ "میرے نزدیک آ جاؤ عارف۔" اس نے کہا اور میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں جانتا تھا کہ وہ اب کیا حرکت کرنے والا ہے۔ اس نے میرا ہاتھ ادھکا اور میں گرنے سے شکیلہ کے لیے تیار ہو گیا لیکن راسم نے ہاتھ نیچے کیا اور میرا سر پکڑا گیا۔

پھر میں نے سر بزدل دھت و کچھ کر گہری سانس لی تھی۔

"شکیلہ میں تھوڑی سی تبدیلی ہے۔" طاہرات مسکراتے ہوئے بولا۔

"نہیک ہے بھائی۔" شکار ہوں تمہارا۔" میں نے غنڈی سانس لے کر کہا۔

"غلط۔ ہمارا شکار تو بھائی تھک کر گیا۔"

"زیارت کریں۔"

"پودر گرام کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"جو سکتا ہے میرے دوست۔ ہو سکتا ہے یہی بات ہو لیکن اگر وہ انشان تھی تو اس کا مطلب ہے کالی چالاک لڑکی ہے اور کسی مصیبت میں نہیں ہے۔ اسے تم نے محسوس نہیں کیا۔"

"ہاں۔ یقیناً۔"

"پھر تو وہ جان بوجھ کر گھر سے غائب ہے۔"

"ابھی قیاس آرائی مناسب نہیں ہے۔ وہاں چل کر ہی غور کریں گے۔"

"جس اب یہاں سے بھاگو۔" طاہرات نے کہا۔

"یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ اجازت لے لی؟"

"جس اجازت ہی لیتا ہے۔ دیے یار۔ تم نے ذہن ہلا کر رکھ دیا ہے۔ یہ بات میں ممکن ہے کہ وہ انشان ہی ہو۔ ہم بے جا رہی شکیلہ کی طرف سے پوئی بدگمان ہو گئے تھے۔"

"مگر پھر شکیلہ کہاں گئی؟"

"تھک۔ وہی تھک۔" اوہ تھک ہے۔ سنبھلو۔ اب تمہاری شامت آتی تھی۔ دیکھ لوں گا۔ دیکھ لوں گا تمہیں اچھی طرح۔" طاہرات نے گھونہ ہاتھ ہاتھ ہوئے کہا اور میں ہنس پڑا۔ درحقیقت بے چارے تصدق کی تو اب شامت آتی تھی۔

"آؤ عارف! اب مادر ملکہ اور شہشاہ سے اجازت لے لیں۔ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔"

"تمہاری غیرحاضری میں ایک خاتون یہاں تشریف لائی تھیں۔" میں نے کہا۔

"خاتون! طاہرات نے میری طرف دیکھا۔"

"ہاں۔"

"کیا فرماتی تھیں؟"

"عشق۔"

"اللہ اکبر۔ پھر تم نے معذرت کر لی؟"

"ہاں۔" میں نے تصحیح کر دی کہ میں یوسف عمران نہیں بلکہ عارف ہوں۔ چنانچہ فرار ہو گئیں۔"

"نہایت مناسب۔"

"کون خاتون تھیں؟"

"میں کیا جانوں؟" طاہرات نے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"کیا مطلب؟"

"جس ایک آدھ ہو تو یاد بھی رکھوں نہ جانے کون کون ہے؟" وہ برا سامنے ہاتھ ہاتھ بولا اور میں خاموش ہو گیا۔ ظاہر ہے وہ شہزادہ تھا۔ اس معاملے میں مجھوت نہیں بول رہا تھا۔

"تحفظ آدمی ہے بھائی تیرک کو۔"

"یار۔ یہ بی بی کیسے رہی ہے؟"

"بہشت آتی رہے گی۔ اب اس کا پرانام تصدق دم دار ہے صاحب۔" طاہرات نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

"ہم دونوں کچھ ٹائٹل سے اسے دو کچھ رہے تھے۔ اس بے چارے کے حواس ابھی تک درست نہیں ہوئے تھے۔ اسے شاید یقین نہیں آ رہا تھا کہ ہم اسے پھوڑ کر پھیل گئے۔ وہ اب اپنی ذرا سی تہمت پر چونک کر پاروں طرف دیکھنے لگتا۔

"ایک بات ہے طاہرات!" میں نے کہا۔

"کیا؟"

"ہم اس سے شکلیہ کے بارے میں تو کچھ بھی نہیں پوچھ سکتے۔"

"پوچھ لیں گے" ذرا دم لے لینے دو! اب اسے پھوڑے گا کوں۔" طاہرات نے ہنستے ہوئے کہا اور تارنی نگاہ پھر تصدق کی طرف اٹھ گئی۔ وہ اپنا لباس درست کر رہا تھا اور پھر وہ ایک طرف چل پڑا۔ نہ جانے کہاں جا رہا تھا۔ طاہرات نے مجھے اشارہ کیا اور ہم دونوں اس کے پیچھے چل پڑے۔

"تصدق شاید ہمارے قدموں کی چاپ بھی نہیں سن پارہا تھا۔ بہر حال چند منٹ کے بعد وہ درختوں کے درمیان کھڑی ایک لینڈ روڈ پر ٹپک پڑ گئی۔ ہم اس کا قصد سمجھ گئے تھے۔ پھر تھکا لینڈ روڈ میں دو اگلیاں کھیں: دو تاہم بھی اس کے ساتھ تھے اور اس کی پشت پر بیٹھ گئے تھے۔ تصدق لینڈ روڈ کی سیٹ پر بیٹھا اور پھر اچھل پڑا۔ اس نے پشت پر ہاتھ مارا اور بالوں والی دم اس کے ہاتھ میں لپکی۔ تصدق کی بے ساختہ دھڑلہ زوردار تھی۔ شاید وہ دم کو سانس سمجھا تھا۔

اس نے سیٹ سے چٹانگ لگائی اور سگے ہوئے دروازے سے باہر جا پڑا۔ بری طرح گرا تھا لیکن دم اس کے ساتھ تھی۔ اسے غصوں کے تصدق نے پھر بچھا دی اور زور سے کھینچ کر خود اسے اٹک کر اٹھا۔

لیکن پھر دوسری چیز بھی غلطی تھی۔ ایک بار پھر وہ گر پڑا تھا۔ تب اس نے سبیل کی دم کو ہاتھ میں پکڑ کر دیکھا اور اس کا چہرہ فٹ ہو گیا۔ اس نے اچھی طرح دم نزلی اسے چہرے کے قریب کر کے دیکھا۔

"ارے۔ ارے۔ یہ۔ یہ کیا ہو گیا۔ ہائے۔ یہ کیا ہو گیا۔" وہ روٹی آواز میں بولا "ارے باب رہے۔ اب کیا کروں۔ دم نکل آئی اور پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر روئے لگا۔ عجیب سیٹھک خیر انداز میں وہ ہاتھ اور پھر چپ بھی اچانک سی ہو گیا۔ شاید کوئی خیال آ گیا تھا۔

"ارے باب رہے!" ایک بار پھر وہ کہنے ہوئے انداز میں چٹا اور پھر جلدی سے لینڈ روڈ میں گھس گیا۔ اس نے ہلکے سے دم سمیت کرسی طرح ایک طرف رکھی اور لینڈ روڈ اشارت کر کے اندھا دھند ریورس کی اور بائیں سے کچن بھاگا۔ ہم دونوں نے سنیں مضبوطی سے پکڑ لی تھیں۔ تصدق پانچوں کے سے انداز میں ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ بائیں سے کئی دور آکر وہ کسی حد تک سنبھلا اور اس نے رفتار تھوڑی ست کر دی۔ دور سے کار آتی نظر آ رہی تھی۔ تصدق نے لینڈ روڈ کی رفتار کچھ اور ست کر دی۔

کار لینڈ روڈ کے قریب سے گزری اور پھر اس سے ایک تیز نسواری آواز ابھری "ہائے تصدق!" اور تصدق نے بوکھلائے ہوئے انداز میں بیک لگے دیے۔

دوسری طرف جانے والی کار بھی رک گئی تھی اور پھر وہ بڑی تیزی سے ریورس ہو کر تصدق کی گاڑی کے برابر پہنچ گئی اور ایک بار پھر ہمارے ذہن کو بھنکا۔ وہ شکلیہ تھی۔

"تصدق ساکت و جامدا ہے دیکھ رہا تھا۔" "ارے تصدق! کیسے تو جب کہاں بھاگ رہے ہو؟" لڑکی مسکراتے ہوئے بولی۔

"افغان بی بی!" تصدق نے آہستہ سے کہا۔ "کیوں کیا مجھے پچانے میں دقت ہو رہی ہے؟" لڑکی نے کہا۔

"آپ آپ انہیں افغان بی بی؟"

"ہاں۔ میں نے جنہیں افغان بی بی تھی۔"

"اطلاق تو بی بی تھی افغان بی بی لیکن۔ لیکن آپ نے مار دیا مجھے۔ میں تو بے موت مارا کیا افغان بی بی۔ مارا کیا خدا کی قسم میں تو بے موت مارا گیا۔"

"ارے۔ ارے۔ کیا ہوا تصدق؟ اور اب جا کہاں رہتے ہو؟ پلاؤ اپس چلو۔"

"کہاں؟" تصدق اچھل پڑا۔ "بائیں میں!"

"بائیں!" تصدق غیر انتہائی طور پر چٹا اور افغان کمری سانس لے کر اسے گھورنے لگی۔ "کچھ اور کھنک گئے ہو شاید۔" لڑکی اسے گھورتے ہوئے بولی۔

"میں کیا بناؤں۔" تصدق رو پائی "واؤ میں ہوا۔"

"نور! کچھ تو تباہ کچھ تو تباہ! تصدق!"

"کیسے بناؤں!" تصدق نے بے چارگی سے کہا۔

"کیوں۔ کیا تمہارے حلق میں تکلیف ہے؟" لڑکی نے کہا اور تصدق نے گردن جھکی۔ دیئے ہم دونوں ہی کمری ہنگاموں سے لڑکی کا جائزہ لے رہے تھے۔ پاشہ دہی ممیلا جو دہل میں لی تھی۔ یہ بات ذہن میں تو آتی تھی لیکن اب یقین ہو گیا تھا کہ وہ شکلیہ نہیں، افغان ہے۔ لیکن افغان اور تصدق کی باتیں سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔

"کیوں سڑک روکے کھڑے ہو۔ میں کبھی دہل باغ میں کیوں نہیں چلتے۔ وہاں سکون سے مہنگو دوگی۔"

"نہیں نہیں۔ باغ میں نہیں۔ خدا کی قسم باغ کا نام نہ لیں، میرا ہارٹ ٹیل ہو جائے گا۔" تصدق پھر سے ہوئے گئے میں بولا۔

"ارے تو خدا کے بندے، نہیں تو مر۔ کیا میں کھڑے رہو گے۔"

"آپ۔ آپ میری گاڑی میں آجائیں افغان بی بی۔"

"اور اپنی گاڑی کا کیا کروں؟"

"میںیں کھارے کر دیں پھر واپسی میں آپ کو اسی جگہ لے آؤں گا۔"

"اور باؤں کے کہاں؟"

"کیسے بھی نہیں۔ بس کسی پر سکون جگہ گاڑی روک کر باتیں کر لیں گے۔"

"میںاں کیا سمیت آ رہی ہے۔ یہ جگہ بھی تو پر سکون ہی۔ گاڑی ساڑا کر کے نیچے آؤ۔ درخت کے نیچے چل کر بیٹھتے ہیں۔ نہ جانے باغ کے نام سے تم پر کیوں وحشت سوار ہے۔"

"بس میں آپ کو بتا نہیں سکتا افغان بی بی۔"

"نہ پتاؤں جنم میں جاؤ۔ اب اترو تو۔"

"افغان بی بی۔ افغان بی بی! میں اترو بھی نہیں سکتا۔" تصدق نے جلدی سے کہا۔

"ارے ارے۔ ارے۔ تم واقعی بائیں ہو گئے۔ میں سوچ رہی ہوں کہ تمہاری دماغی حالت پر اعتبار بھی کروں یا نہ کروں۔"

"اب جو کچھ بھی چاہیں سمجھ لیں۔ آپ اسی گاڑی میں آجائیں۔" تصدق بھڑائی ہوئی آواز میں بولا اور افغان نے ایک کمری سانس لی پھر اس نے گاڑی اشارت کی اور ایک جھٹکے سے اسے آگے بڑھا کر سڑک سے اتار دی اور پھر دروازہ کھول کر نیچے اتری اور لینڈ روڈ میں آئی تھی۔ تصدق اس دوران دم چپانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے حق انکان دم چھپائی تھی۔

افغان نے گاڑی میں داخل ہو کر اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا "بھار تو کوئی تبدیلی نہیں نظر آتی۔ البتہ کھوپڑی ضرور کھٹک گئی۔"

"میں کچھ نہ کہوں گا افغان بی بی۔ کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔"

"اچھا۔ اب چلو جہاں چاہیے ہو۔"

"بچی پارک چلوں۔ یہاں سے زیادہ دور بھی نہیں ہے۔"

"اوہ فضول آدمی! جہاں دل چاہے چلو۔" لڑکی نے کہا اور تصدق نے پھر کڑی آگے بڑھا دی۔ ہم دونوں کی دلچسپی عروج پر تھی۔ اس دقت تو واقعی لطف آ گیا تھا۔ کیسے انوکھے انکشافات ہوئے تھے اچانک! اور اب۔ اب ان دونوں کی مصنفیت سے یقیناً بہت سے رازوں کا انکشاف ہو گا۔ ممکن ہے شکلیہ کا یہ بھی چل جائے۔

چنانچہ ہم بھی خاموشی سے کبھی پارک کا انتظار کرنے لگے۔ افغان بار بار تصدق کی شکل دیکھتے لپکتے تھے لیکن تصدق کی نگاہیں سامنے تھیں اور اس کے چہرے پر شدید بیجان کے آثار تھے۔

راستے میں خاموشی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد لینڈ روڈ پر کبھی پارک کے نشان ملے۔ داخل ہو گئی پھر ایک جگہ گاڑی روک کر تصدق کمری کمری سانس لینے لگا۔

افغان اب بھی خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "تمہیں کیا ہوا ہے تصدق؟" آخر وہ ناہیز آکر بولی۔

"طویل داستان ہے افغان بی بی!"

"شاید میری طویل جدائی نے تمہارے اندر کافی تبدیلیاں پیدا کر دی ہیں۔" افغان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں تو پیدا ہی مذاق اڑانے کے لیے ہوا ہوں افغان بی بی! آپ کا دل خوش ہو جائے۔ بس یہی میری خواہش ہے۔"

"بھئی تمہارا انداز ہی ایسا ہے کہ بے اختیار زبان میں کھلی ہوئے لگتی ہے۔"

"میری بد قسمتی کہ میں آپ کو کبھی متاثر نہ کر سکے۔"

"اچھا اب فضل باؤں سے پرہیز کرو۔ گھر کے حالات بتاؤ۔"

"بے حد خراب ہیں۔ آپ نے برا ظلم کیا ہے افغان بی بی۔"

"کیوں؟"

"بڑی ماں کوئی بار موت کے منہ سے نکلی ہیں۔ ان کا ذہن تو ازان بگڑ گیا ہے۔"

کتابیات پبلیکیشنز

طاہرات

66

طاہرات

"ارے! افغان تھے ہونے انداز میں بولی۔
"ایسی دیکھی محبت آئی سے یہاں کیا کیا تاؤں۔ تنویر
صاحب بے چارے زندہ درگور ہو گئے ہیں۔"
"اوہ! تصدق! اچھے اس حد تک حالات مجز جانے کی
امید نہیں تھی۔"

"لیکن آپ غائب کہاں ہو گئی تھیں افغان بی بی؟ آپ
نے تو وعدہ کیا تھا کہ آپ اپنے ہر ایشیئن سے رپورٹ دیں
گی۔"
"خانہ! وہی تھی تصدق! اچھے امید نہیں تھی کہ تم اس
قدر ثابت قدم رہو گے۔ میں نے سوچا اگر میں نہیں اپنے
لوگوں کے بارے میں بتاتی رہی تو ایک روز ڈیڑی تھیں گے
اور مجھے پکڑ لے جائیں گے۔"
"میں نے شدید ترین حالات میں بھی زبان نہیں
کھولی۔"

"واقعی تم نے احسان کیا۔"
"احسان کی بات نہیں افغان بی بی! ابراہیم راجا چاہے کہ
آپ کے بارے میں بتا دوں لیکن اس سے فائدہ اٹھائے اس
کے کہ آپ کا راز دار ہونے کی وجہ سے میری مصیبت
آجائی۔"
"واقعی میری وجہ سے تم بڑی الجھنوں کے شکار رہے ہو
تصدق!"

"میں آپ کو کیا بتاؤں افغان بی بی! ایسے ایسے حیرت
انگیز واقعات ہوئے ہیں کہ بس۔"

"اب کیا حالت ہے ابی کی؟"
"نہرواؤں! میں بے چارہ ہوں بس میں کیا بتاؤں۔"
"افسوس۔ افسوس۔ میں نے اس حد تک حالات مجز
جانے کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ اب کیا کروں تصدق؟"
"صورت حال بے حد سنگین ہے افغان بی بی۔"
"میں تفصیل بعد میں سنوں گی تصدق! ابراہیم کرم مجھے
فوری طور پر ان کے پاس لے چلو۔"

"مگر مگر افغان بی بی! آپ کس طرح کس حیثیت سے
ان کے سامنے جائیں گی؟"
"تمہاری کوئی حرکت بتاؤ تصدق! امی کی حالت سن کر میرا
تو ذہن ماؤف ہو گیا ہے۔"

اور تصدق گہری سوچ میں ڈوب گیا "حالات۔۔۔ آپ کو
سہما کر بھی ضروری ہے افغان بی بی! لیکن میرے خیال میں
فوری طور پر اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بعد میں آپ کو
تفصیل بتا دوں گا۔ ابھی آپ اس سے باخبر رہیں تو بہتر

ہے۔ میری باتیں تو آپ ایک کام کریں۔"
"ہاں۔ ہاں۔ تاکہ۔"
"آپ واپس محل پہنچ جائیں۔"
"ہاں۔ پھر کیا کریں؟"

"آپ ایک کمائی ستائیں۔ آپ تنویر صاحب کو بتائیں
کہ آپ کو چند خطرناک لوگوں نے اغوا کیا۔ آپ کو کوئی
احساس نہیں کہ وہ آپ کو کہاں کہاں لے گئے۔ آپ پر ہمیشہ
بے ہوشی طاری رہتی تھی پھر اب آپ کو ہوش آیا تو آپ
کسی بدو فروش کے چنگل میں تھیں۔ اس نے آپ کو
فروخت کر دیا اور آپ کسی عیاش آوی کی خواب گاہ میں پہنچ
گئیں۔ اسی عیاش آدمی نے آپ پر دست دراز کی تو آپ
نے اسے قتل کر دیا اور اس کے قتل کے الزام میں آپ کو سزا
ہو گئی۔ آپ بتا دیں کہ وہ کوئی بیوقوف ہی اغویق ریاست تھی پھر
اس کی چنگل میں بغاوت ہوئی اور آپ اور سرے قیدیوں کے
ساتھ فرار ہو کر یہاں تک پہنچ گئیں۔ انہی میں کسی راجہ دل
قیدی نے آپ کے مدد کی تھی۔"
"دعوت قتل! افغان! اچھل کر بولی "دوبری کدہ تصدق!
تمہارا ذہن تو ابھی طرح کام کرتا ہے۔"

"آپ کو دیکھنے کے بعد تو ساری ذہنی قوتیں نمودار آتی
ہیں۔" تصدق نے جواب دیا۔
"پھر تھوڑی دیر تک ایسی ہیکی ہیکی باتیں کیوں کر رہے
تھے؟"

"ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ میں نے کہا تا کہو تنبیہات۔"
تصدق پر پھر حواس طاری ہو گئی۔
"ارے۔۔۔ یہ۔ یہ تمہارے بچے کیا دیا ہوا ہے؟" افغان

چونک پڑی۔
"اے۔۔۔ اے۔۔۔ تصدق! سانس پھولے گا۔"
"ارے! ہنو۔ ہنو۔ ہنو۔" افغان نے تصدق کی دم
پکڑ لی۔

"خدا کے لیے۔ خدا کے لیے۔" تصدق گھٹکیا۔
"اٹھو تو پاگل! یہ کیا دیا رکھا ہے؟" افغان نے اس کی
دم کو زور سے گھٹکیا اور تصدق کے حلق سے چیخ کھل گئی۔
پوری دم پھر اس کے پیچھے سے نکل آئی تھی۔

"آخر یہ ہے کیا؟" افغان اسے دیکھتے جا رہی تھی۔ اس
نے پوری قوت سے جھٹکا دیا تو تصدق اونچا ہوا اور اس بار
اس کی چیخ کے ساتھ افغان بھی چیخ مچی۔
"دم!"

"افغان بی بی! تصدق روہنے والے انداز میں ہوا۔

"تمہاری ہی ہے! افغان بے ساختہ بولی۔
تصدق نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا اور افغان
نے زوردار قہقہہ لگایا۔

"خدا ارادہ خدا! میرا مذاق نہ اڑائیں افغان بی بی!۔"
"مبارک ہو۔ مبارک ہو تصدق! اب تم محل
ہو گئے۔" افغان بے اختیار قہقہے لگا رہی تھی۔
"بڑے افسوس کی بات ہے افغان بی بی! آپ میری
مصیبت پر ہنس رہی ہیں۔"

"یہ مصیبت کس دم ہے تصدق! افغان نے پھر
قہقہہ لگایا۔
"ابراہیم کرم خادوش۔ دو جاگیر۔ ورنہ۔ ورنہ میں خود کشتی
کروں گا۔"

"کچھ بھی ہو تصدق! بڑی خوب صورت۔ سمجھتے اور
سیاہ چمک دار بالوں سے زخمتی ہوئی۔ اندھ لہنی دم سب کو
دے۔" افغان بھی اتنا ہی بے رحم معلوم ہوتی تھی۔

"افغان بی بی! تصدق غرایا۔ اس نے لینڈ روور کا
دروازہ کھول لیا تھا۔

"ارے! ارے! کہاں چلے تصدق؟"
"میں۔ میں اب کسی کو مدد نہیں دیکھاؤں گا۔ سمجھیں
آپ۔ ہمیشہ کے لیے۔ ہمیشہ کے لیے کہیں چلا جاؤں گا۔"
"تو کیا ابھی دو سرے لوگ اس کے ویدارت محروم
ہیں؟"

"اڑالیں۔ اڑالیں آپ میرا مذاق۔ میں۔ میں ہمیشہ
آپ کا وفادار رہا ہوں اور آپ۔ آپ میرے ساتھ یہ
سلوک کر رہی ہیں۔"

"ارے تو کیا میں نے تمہارے دم نکال دیا ہے۔ مجھ پر
کیوں بارش ہو رہے ہو۔ ویسے تصدق! یہ نکل کیسے آئی؟"
افغان بمشکل تمام ہنس روکتے ہوئے بولی۔

"کاش۔ کاش! تصدق بڑی طرح تھلا رہا تھا۔
"ہاں۔ ہاں۔ تاکہ۔" افغان نے اسے تسلی دی۔
"افغان بی بی! ابراہیم کرم میرا مذاق نہ اڑائیں۔ اگر
خدا نخواستہ اگر آپ کے ساتھ بھی کوئی ایسا حادثہ ہو جائے؟"
"یعنی دم نکل آئی میرے؟"
"ہاں!"

"مہو! آج تاکہ خدا کی قسم سزا آج تاکہ میں انباری
نہاں ہوں کو طلب کرتی۔ انہیں اپنی خوب صورت دم نہ کھائی
اس کی تصویریں اخبارات میں چھپیں اور پھر میں دم کے
سنگھار کا سامان خریدی۔ بال بال موتی پروتی اس میں۔ ایسی

سجائی کہ بتتے لوگ اسے دیکھتے خود بھی دم کی آواز دہ کرنے
لگتے۔ میری حیثیت ہی کچھ اور ہوتی۔"
"اڑا لےجئے اڑا لےجئے بتا دوں جاے مذاق۔ تصدق تو پیرا
ہی اس لیے ہوا ہے۔" تصدق نے افسردگی سے کہا۔

"اچھا تصدق! اب چلو۔ تم سے پھر تفصیلی بات چیت
ہو گی۔ مجھے میری کار تک چھوڑ دو وہاں سے میں اپنے ہوش
بڑھوں گی۔ میرے ساتھ بھی عجیب واقعات پیش آئے ہیں۔
میرا فرصت سے ان کا پتلا کریں گے۔"

اور تصدق نے لینڈ روور اسٹارٹ کر کے واپس موڑ
دی۔ افغان بار بار اس کی دم ٹوٹنے لگتی تھی اور تصدق اس
طرح بکے کتا بیٹے، درحقیقت یہ دم ہمیشہ سے اس کے بدن کا
حصہ رہی ہو۔

پھر لینڈ روور اس کار کے پاس پہنچ گئی اور افغان کی زوی
سے اتر گئی۔

"تم کب پہنچو گے تصدق؟" اس نے اپنی گاڑی کی
طرف پڑتے ہوئے پوچھا۔
"نہیں کہہ سکتا۔ کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"کیوں؟"
"آپ نے تنبیہ کی تھی میری اس مصیبت پر غور ہی
نہیں کیا افغان بی بی۔"

"یعنی دم کی مصیبت؟"

"ہاں!"

"تو کیا یہ نئی ہے؟"

"میں آج ہی اس مصیبت میں پھنسا ہوں۔"

"ارے۔" افغان حیرت سے بولی "تو کیا دو سرے انہی
اس کی زیارت سے محروم ہیں۔" وہ پھر ہنس پڑی اور تصدق
نے جھلکات میں لینڈ روور اسٹارٹ کر دی۔

"عارف! طاقتور نے میرے کان میں سرگوشی کی۔
"ہوں!"

"میرا خیال ہے اب ہمیں افغان کے ساتھ سفر کرنا
چاہیے۔ تصدق سے پھر بات چیت کر لیں گے۔"

"بھئی تمہاری مرضی!"

"نہیں! تمہارا کیا خیال ہے؟"

"ٹھیک ہے۔"

"تو آؤ۔ افغان کی گاڑی میں چلیں۔" حادثہ نے میرا
ہاتھ پکڑا اور ہم دونوں لینڈ روور سے اتر گئے پھر ہم افغان کی
گاڑی میں پہنچ گئے۔ افغان بھی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی
تھی اور پھر اس نے بھی کار اسٹارٹ کر کے واپس موڑ دی۔

"انفرنگی داستان سے غافل!" طاہر نے ایک کمری سانس لے کر کہا اور میں اچھل پڑا۔ میں نے افغان کی طرف دیکھا لیکن افغان خاموشی سے ڈرائیو تک کمری تھی۔ اس نے شاید طاہر کے الفاظ نہیں سنے تھے۔
 "تمہارا کیا خیال ہے؟" طاہر نے پھر بولا۔
 "طاہر!" میں نے آواز بھیج کر کہا اور طاہر نے چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔
 "کیوں؟"

"وہ وہ سن لے گی۔" میں نے افغان کی طرف اشارہ کیا۔
 "نہیں سنے گی۔ کیوں۔ کیا تم ہماری آواز سن رہی ہو؟"
 طاہر نے صبح بھاڑ کر چنچا لیکن افغان کے کان پر جوں تک نہیں رہ سکی تھی۔ تب میں نے ایک کمری سانس لی۔
 "میری بھی نہیں سنے گی؟"
 "وہ مکمل طور پر بہری ہے۔"
 "کمال ہے۔ بہر حال میں تم سے متفق ہوں۔ حالات واقعی عجیب ہیں۔"

"یہ بات تو طے ہے کہ یہ وہی لڑکی ہے جس نے ہمیں بولی میں سب دوش کیا تھا۔"

"ہاں۔"
 "پھر شک کیا کیا ہے؟"
 "مجھے نہیں ہے اس کا جواب تصدیق ہی دے سکے ہو۔"
 "وہ حشر کروں گا اس خاکہ یاد ہی کرتے ہو۔" طاہر نے وانت پر سر بولا۔ "اور اس کو مزید کو بھی کچھ سزا دی جائے؟"
 اس نے افغان کو گھورتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے اسے موت کرو طاہر۔" ظاہر نے وہ ہمیں نہیں جانتی تھی اور ہم نے اسے پکڑ کر تو یہ صاحب کے سامنے لے جانے کی دھمکی دی تھی۔ میں نے کہا۔
 "اس منار ش کے پیچھے کچھ ہے؟" طاہر نے شرارت آمیز لٹا ہونے دیکھا۔

"یہ ارب صرف۔" کچھ اس مت کر۔ "میں یاد کر رہا ہوں۔"
 "خیر خیر یوں بھی بھائی تھیک اس کے عاشق ہیں۔"
 "لو پچ بات ہے۔" میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ چھنی۔

اور ہم خاموش ہو گئے۔ افغان کی کار ایک اور بونٹ کے سامنے دھک مٹی۔ اس نے دروازے بند کیے اور کار لاک کر کے نیچے اتر آئی۔ ہم اس کے پیچھے پیچھے تھے۔

افغان کے کمرے میں بھی ہم اس کے ساتھ ہی داخل ہوئے تھے۔ افغان نے کھنٹی بجا کر دیر کو بلایا اور پھر اس سے بونٹ کے سپرائز کو "سنو" میں بونٹ پھونک رہی ہوں لیکن میرا سامان چند روز میں رہے گا۔"
 "کرا آپ کے نام رہنے دیا جائے میڈم۔ آپ اسے لاک کریں۔"
 "تھیک ہے۔ ایسا ہی کرو۔ یہ ایڈوانس رکھو اور رسید بنالو۔"

"بہتر ہے۔" میں نے سپرائز کے اوپر سے جواب دیا اور پھر نوٹ سنبھال کر افغان نے اپنے لباس میں سے ایک مڈولی سا لباس نکال کر کیا اور پھر اپنے کپڑے اتارنے لگی۔

"بند کرو۔ جلدی سے بھڑکنا۔" طاہر نے میری آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔ "دو تاریں موجود ہیں۔ تم نے اس لیے نہیں یہ غیر اخلاقی حرکت نہیں کرنی چاہیے۔"
 "تھیک ہے یاد۔" میں نے سر جھلایا۔

اور پھر افغان تیار ہو گئی۔ اس نے اپنا سامان ہاؤس میں بند کیا اور پھر کمرے سے نکل آئی۔ ہم سب بونٹ کے ساتھ تھے۔ آٹا لگا کر وہ نیچے اتر آئی۔ چابی کا پتھر گھڑی دی اور پھر کار کی چابی اور کچھ نوٹ اس کے حوالے کر دی۔ بونٹ۔

"سزا براؤ کم میری کار اس کی تپہ کی گواہی کر دیں۔" یہ آج تک کا کرایہ۔ "اس نے نوٹ ٹھک کی طرف سرکا دیے اور پھر ایک نوٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔
 "اور یہ تمہارا اتفاق ہے!"

"شکر ہے میڈم!" ٹھک کے نوٹ سے کہا اور افغان بڑبڑاتی ہوئی۔ "اب ہر گز اس سے ایک نیکی روکی۔"
 "اب کیا نوٹ کے طاہر؟" میں نے پوچھا۔
 "کیوں؟" طاہر نے میری طرف دیکھا۔
 "نیکی میں ہم اس کے ساتھ بیٹھیں گے؟"

"پہلے بھی کچھ چلو۔" طاہر نے عجیب سے لہجے میں بولا۔
 "آؤ۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر قدم آگے بڑھا دیے۔ بیٹھیں اشارت ہو کر چپ چاپ لیکن عجیب بات تھی، ہم قدم مناسب انداز میں اٹھا رہے تھے لیکن نیکی ہم سے آگے نہیں نکلی۔
 "ہی تھی۔" کچھ اس کی رفتار کافی تیز تھی لیکن سڑک مارے قدموں کے نیچے پختہ ترین ہو گئی تھی۔
 یہاں تک کہ ہم تھیر چل پڑے۔

میں نے ایک کمری سانس لی تھی "اس بار تم ضرورت سے زیادہ ہی نے آئے طاہر!" میں نے کہا۔ طاہر نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ افغان کی سب سے پہلی ملاقات کمال سے ہی ہوئی تھی۔ وہ نیکی دیکھ کر گرجا تھا اور پھر وہ تھکی طرح ٹھیک کی طرف لگا۔

"ارے۔" میں ٹھیک لگا۔ "آپ۔ آپ۔ آپ۔ آپ۔" وہ سر سے ہٹا۔
 "کمال!" افغان نے "آپ" کے پڑ کر اس کے ہاتھ پکڑ لیے۔
 "کیسے ہو کمال؟"

"میں تھیک ہوں۔ مس ٹھیک لگا۔ لیکن۔"
 "کیا کچھ اس ہے؟" تم میرا نام کیا لے رہے ہو؟"
 "تھیک کیا؟"
 "بھول گئے۔ دو بجے یا پانچ بجے ہو گئے؟" افغان اسے گھورتے ہوئے بولی۔

"آپ! افغان بانی!"
 "ہاں۔ ہاں بھول جاؤ۔ کمال چیکو کچھ نہیں سے کہیں کہیں گے۔"
 "افغان بانی!" کمال دوڑ کر اس سے لپٹ گیا۔

افغان نے بھی اسے لپٹ لیا تھا۔ "آپ۔ آپ۔ کمال بانی مہی تمہیں افغان بانی۔" انہ۔ آپ۔ آپ۔ اس کی زندگی نوٹ آئی۔ ہم سب گھروں کی سی زندگی گزار رہے تھے۔ آپ کمال بانی کی تھیں افغان بانی!"
 "اسی نہیں ہیں کمال؟ جلدی سے مجھے ان کے پاس لے جاؤ۔"

"آئیے۔ آئیے۔ آئیے۔ افغان بانی۔ آئیے۔" اور کمال نے شور مچا دیا۔ ہم تو وہی دیو میں سارے گھر میں کھراچ گیا۔ افغان نے افغان آئی۔ تو یہ صاحب بھی وہی دیکھ۔ ان کے چہرے پر ایک سے تاثرات تھے۔ ایک بار انہوں نے افغان سے پوچھا۔
 "کیا تمہیں کچھ افغان ہو؟"
 "نہیں! یہ کچھ ہے۔ کمال نے بھی مجھے ٹھیک کر کر مطالبہ کیا تھا۔"

"بہت کچھ ہے۔" کچھ ہو جائے گا ہمیں۔ "اور پھر افغان نے تصدیق کی تھی۔ وہی کمالی دہرا دی۔ اس نے اس چالاکی سے یہ کمالی سنائی تھی کہ ہمیں نہ کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوا تھا۔ بہر حال پھر وہی بھڑکے ہوئے رہے۔ تو یہ صاحب نے ایس بی آفاب کو بھی بلایا تھا۔ آفاب نے افغان سے اس کے بیانات لیے اور پھر تو یہ صاحب کی بیٹی کی

باز بانی پر مبارک باد بھی دی۔
 لیکن ایس بی صاحب! میں اس بیٹی کی باز بانی بھی چاہتا ہوں۔ اور افغان کی ہم شکل تھی۔ مجھے اس سے بھی ہر روزی ہے۔"

"میرے خیال میں اب اس کا کچھ مشکل ہے تو یہ صاحب! اس کے ساتھ تو نہیں کو جمل دے کر فٹل گئے۔ یقیناً وہ بھی ان کے ساتھ ہوگی۔ ممکن ہے بھی تینوں ایک ساتھ ہی ہاتھ لگ جائیں۔"

"نہ جانے کیوں۔ آج بھی میرا دل انہیں جرم سمجھنے کو تیار نہیں ہے۔" تو یہ صاحب بولے۔
 "آپ ٹھیک دل انسان ہیں۔ بعض مجزوں کی شکلیں بے حد معصوم ہوتی ہیں۔ اب اجازت دیں۔" ایس بی صاحب نے مجھے۔ ہم لوگوں نے بھی ان کا ساتھ چھوڑا اور ایک۔ انسان جگہ پر بچے آئے۔
 "جی! طاہر نے کمری سانس لے کر مجھ سے کہا۔
 "فرمائیے!"

"ہمارے تو کوئی بچہ کچھ اب یہاں ممکن نہیں ہے۔ میرا خیال ہے بچہ میں ہیں کر کمال کا بندہ دست کیا جائے؟"
 "بندہ سب بھجوا۔"

"یہ پھر راسم سے منگالیتے ہیں۔" طاہر نے کہا اور راسم کو توار دی۔ دوسرے نے راسم کو دبوچا تھا۔
 "کھانا کچھ ہے؟" راسم نے پوچھا۔

"جو حکم آتا!" راسم نے مسکراتے ہوئے کہا اور تو وہی دیر کے بعد کھانے کی خدمت ہمارے سامنے تھی۔ میں نے اور طاہر نے اٹھنا ان سے کھانا کھا لیا اور فارغ ہو گئے۔
 "آؤ اب ذرا بھائی تھیک کو تلاش کیا جائے۔"

"ارے ہاں۔ وہ نظر میں آیا۔"
 "اس کے کان میں دیکھتے ہیں۔" طاہر نے کہا اور ہم دونوں تصدیق کے دیکھنے کی طرف چل پڑے۔ لیکن دروازے سے کچھ دور ہی ہم ٹھک گئے۔ افغان تصدیق کے دروازے پر دستک دے رہی تھی۔

طاہر نے میری طرف دیکھا اور پھر ہم خاموشی سے دروازے کے نزدیک پہنچ گئے۔ افغان نے پھر دروازے پر دستک دی۔

"انہوں نے بھگ بھگ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" اندر سے تصدیق کی آواز آئی۔
 "دروازہ کھلا! تصدیق! میں افغان ہوں۔" افغان نے کہا اور پھر نہر کے بندہ دروازہ کھل گیا۔ تصدیق عجیب

تہ لہذا میں کھڑا تھا۔ ہم دونوں جیکے سے اندر داخل ہو گئے اور پھر تصدق کی کمرہ ٹھہری دیکھ کر جیکے جیسی آہنی تصدق نے اپنی دم اس طرح پلٹ کر باندھ لی تھی کہ وہ ٹھہری جی بن گئی تھی۔

"آئیے افشاں بی بی!" اس نے او اس آواز میں کہا۔

"کیسے ہو تصدق؟"

"خدا کے واسطے میرا مذاق نہ اڑائیں۔ میں سخت پریشان ہوں۔"

"دم کہاں تھی؟" افشاں نے جبکہ کراہت دیکھا اور تصدق اچھل پڑا۔ وہ جلدی سے پیچھے ہٹ گیا تھا اور پھر اس کے چہرے پر جنون کے آثار نظر آئے تھے۔

"افشاں بی بی! اگر آپ میرا مذاق اڑانے آئی ہیں تو میں درخواست کرتا ہوں براہ کرم یہاں سے چلی جائیں۔ میں اس وقت کسی کو برداشت نہیں کر سکتا۔" اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ! نہیں تصدق! لیکن براہ کرم تم مجھے اپنی پریشانی کے بارے میں بتاؤ۔" افشاں نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں اس سلسلے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔"

"خیر تمہاری مرضی۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ بڑی مشکل سے آئی ہوں۔ کچھ ضروری باتیں مجھے بتا دو۔" وہ ایک کرسی پر بیٹھنے سے پہلے کہتی تھی۔

"تصدق نے بھی ایک کرسی پر بیٹھنے سے پہلے کہا لیکن دم گوجر سے وہ بے چین تھا۔

"یہ شکایت کون ہے۔ بہت سوں کی زبان سے اس کا نام ملتا ہے۔"

"آپ کی ہم شکل تھی۔ حیرت انگیز طور پر ہم شکل، نون میں بڑی ماں کو مل گئی تھی۔ اس کے ساتھ اس کے ساتھ۔

وہ ہم شکل لوگ تھے شیطان منہ۔ سب نے اسے افشاں سمجھا تھا لیکن میں حقیقت جانتا تھا۔"

"اوہ! کیا وہ نہایت بہت اپنی تھی؟"

"انہی کہ شناخت ناممکن تھی۔"

"انکال ہے تمہو کو جی کہاں؟"

"نہ جائے کہاں۔" تصدق کی آواز میں ٹیپ سی کیفیت تھی۔

"اور اس کے ساتھ؟"

"وہ دونوں بڑا مٹ پٹ تھے، میں نے انہیں گرفتار کرنا دیا۔"

"نہیں؟"

"جی ہاں تصدق! تم نے میرے ساتھ دو تعاون کیا ہے اس کے لیے شکر گزار ہوں۔ میری طرف سے دل میں کوئی خیال نہ لانا لیکن دم کے مسئلے میں میرا دم انکار ہے گا۔"

"میں میرے لیے دعا کریں۔ خدا مجھے موت دے دے۔"

"آہیں۔" افشاں نے بے ساختہ کہا اور پھر جلدی سے بولی "ارے نہیں نہیں، بایوس: دے کی ضرورت نہیں۔ تم اسے کڑا بھی سکتے ہو۔"

"چلی جائے۔" خدا کا واسطہ چلی جائے۔" تصدق جھانک کر کہتا ہوا کہتا۔

"ارے۔ ارے۔ میں تم کو قتل دے رہی ہوں جبکہ تم نے ابھی تک مجھے پوری طرح جاننے نہیں ہے۔

دیکھاؤ تو۔ شاید میں ہی جیسے کوئی مانجھا ہو۔"

"افشاں بی بی۔" افشاں بی بی! میرے ساتھ تم کھائے۔

پلٹے اس وقت چلی جائے۔"

"اچھا۔ خدا حافظ۔ جیسی تمہاری مرضی۔" وہ کہنے سے پہلے کہتی تھی۔

"افشاں بی بی! اندھ کر دوڑنے سے پہلے تم کو قتل دے رہی ہوں۔"

ہم دونوں کمرے میں ہی رہے۔۔۔ تصدق نے جھانک کر سنے آگے بڑھ کر دوڑا وہ بند کر دیا۔ طاقت اس دوران کارروائی کر چکا تھا اور اب ہم نگاہوں کے سامنے تھے۔

تصدق چلا اور بری طرح اچھل پڑا۔

"ختم۔ تم۔ تم۔" اس نے خوف زدہ نگاہوں سے ہمیں دیکھا پھر اس کی آنکھوں میں خون خوار تاثرات ابھر آئے لیکن پھر ان کی جگہ بے بسی نے لی اور پھر وہ پڑا۔

"نجات دلا دو۔" خدا کے لیے مجھے اس سے نجات دلا دو۔ میری زندگی تباہ ہو جائے گی۔ میں یہ موت مرنا نہیں چاہتا۔

تمہیں خدا کا واسطہ مجھے اس سے نجات دلا دو! میں سخت پریشان ہوں۔"

"اور تم نے جو ہماری زندگیوں خاک میں ملا دیں تصدق! میں نے کہا۔"

"میں خرمندہ ہوں۔ میں تم سے دلی طور پر خرمندہ ہوں! اگر میں تمہاری زندگیوں کو اپنا دلا سکتا تو ضرور دلا دیتا۔ مجھے صاف صاف کہو۔ میں تمہارے ساتھ جوڑتا ہوں۔" وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر زمین پر بیٹھ گیا۔

طاقت [3]

"ایک شرط ہو گی تصدق! باقی خطا طالت نے کہا۔

"پیارے۔ ہمارے میں ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔"

"افشاں کی کہانی سناؤ۔"

"اوہ! تصدق نے بے بسی سے ہمیں دیکھا پھر ہماری سانس لے کر بولا "سناؤ گا خواہ کچھ بھی ہو جائے تم پہلے مجھے اس سے نجات دلاؤ۔"

"کیا کہانی۔ لیکن جی!"

"اب تمہارے سامنے کیا جھوٹ بولوں گا۔"

"تو پھر شہید ہو جاؤ۔"

"دراصل افشاں بی بی غیر مسالک کی سر کرنا چاہتی تھیں۔"

"اچھا۔ پھر؟"

"تقریباً صاحب نے کسی طور انہیں اجازت نہیں دی۔ میں ان سے محبت کرتا ہوں۔ انہوں نے مجھے اکلہ کار بنایا۔

میرے ذریعے ہی انہوں نے پاسپورٹ وغیرہ بنوایا اور دوسرے ضروری کاغذات تیار کرائے۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ ان کا دورہ مختصر ہو گا اور وہ جہاں بھی ہوں گی مجھے آگاہ رکھیں گی۔ ہماری تیاریاں کرنے کے بعد ایک روز وہ یونیورسٹی گئیں اور وہیں سے امپورٹ چلی گئیں۔

اس کے بعد سے ان کا پتہ نہیں چل سکا۔ انہوں نے مجھے بھی جیل دے دیا تھا۔ یہاں کے حالات بے حد بگڑ گئے لیکن اب میں زبان کیسے کھول سکتا تھا، خود میری شامت آجاتی۔ بے چارہ کہانی۔"

"اوہ! میں نے طویل سانس لی۔"

"ایک سوال اور تصدق؟"

"وہ بھی پوچھ لو۔" تصدق نے عاجزی سے کہا۔

"شکلیہ کہاں ہے؟"

"میں نے ایک دوست کے ہاں ہے۔ یقین کرو اسے میں نے کوئی خوف نہیں ہونے دی ہے۔"

"اسے انہو کیا تھا؟"

طاقت [3]

"تم لوگوں نے بھی تو میری جہنم کر دی تھی۔ میرا جینا حرام کر دیا تھا۔ تم لوگوں نے جتنا بے عزت مجھے کیا اس سے قبل میں کبھی نہیں ہوا۔ میں تم لوگوں سے نفرت کرتا تھا۔"

"تو اس کا انتقام تم نے شکلیہ سے لیا؟"

"نہیں۔" تصدق نے جھلٹی ہوئی آواز میں کہا۔

"پھر؟"

"میں نے اسے اس لیے اغوا کیا کہ تم یہاں سے دفاع نہ دو جاؤ۔ تم اسے تلاش کرتے پھرو اور میری جان چھوٹ جائے۔ یہاں تمہاری پوچھ گچھ صرف اس کی وجہ سے تھی۔

اس کے بعد تمہارے یہاں رہنے کا کوئی جواز نہیں رہتا۔"

"لیکن کیا یہ جرم نہیں تصدق؟"

"ہاں میں انہی ہی عاجز آ گیا تھا۔"

"ہوں! اس کے بعد تم نے پولیس کو ہماری نشان دہی کر دی لیکن تمہیں ہمارے بارے میں علم کیسے ہو گیا؟"

"تقریباً طور پر۔ میں نے اخبار دیکھے تھے ان میں تمہاری فہرست اور تفصیل مل گئی تھی۔"

"خوب! میں نے طاقت کی شکل دیکھی۔ وہ بھی میری طرف دیکھ رہا تھا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "اب ہم تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں تصدق؟"

"میں قتل کر دو۔ میں مرنا چاہتا ہوں۔"

"خودکشی کیوں نہیں کر لیتے؟" طاقت نے بے رحمی سے پوچھا۔

"نہیں کر سکتا۔ کر سکتا تو اب تک کر چکا ہوتا۔ کسی کو مٹ دیکھانے کے قابل نہیں رہا۔"

"ہم کھانے کے قابل تو ہو۔" طاقت مسکراتے ہوئے بولا۔ تصدق نے بے بسی سے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنا شروع کیا۔

"کیا خیال ہے؟" میں نے اسے گھورا۔

"میں۔ میں کچھ نہیں کر سکتا۔"

"ہم تمہاری خواہش پوری کیے دیتے ہیں تصدق۔ اسے قتل کر دو۔" میں نے کہا اور طاقت نے دونوں ہاتھ پھیلا دیے تصدق نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"لیکن تمہو پہلے اس سے شکلیہ کے بارے میں تو معلوم کر لو۔" میں بولا۔

"شکلیہ کہاں ہے؟" طاقت اسے گھورے ہوئے بولا۔

"انکل روز کے مکان نمبر ستو میں چھوڑی اسماعیل نامی ایک شخص ہے میرا دوست ہے۔ وہ شریف آدمی ہے۔ بس

کھانا پانی پلے کے پتھر

73

جاسوسی ڈائجسٹ کے مقبول سلسلے کتابی شکل میں دستیاب ہیں

ڈاک خرچ فی حصہ 23 روپے

شکاری

(20 حصے مکمل)

مکمل سیٹ ایک ساتھ منگوانے پر رعایتی قیمت صرف -/1000 روپے

ڈاک خرچ فی حصہ 23 روپے

مجاہد

(10 حصے مکمل)

مکمل سیٹ ایک ساتھ منگوانے پر رعایتی قیمت صرف -/600 روپے

ڈاک خرچ فی حصہ 23 روپے

گمراہ

(8 حصے مکمل)

ڈاک خرچ فی حصہ 23 روپے

مفرور

(6 حصے مکمل)

ڈاک خرچ فی حصہ 23 روپے

صدیوں کا بیٹا

(5 حصے مکمل)

کسی بھی کتاب کے چار حصے ایک ساتھ منگوانے پر ڈاک خرچ (29 روپے) کسی بھی قسم کی رعایت حاصل کرنے کے لئے رقم پیشگی بذریعہ می آر ڈر ارسال کریں

پوسٹ بکس 23

کراچی 74200

کتابیات پبلکیشنز

فون: 5802552-5895313-5802551

Kitabiat1970@yahoo.com

میری دوستی سے مجبور ہو کر اس نے شکلیہ کو رکھ لیا ہے۔ بڑا کرم اسے پتہ نہ کہتا۔ تم کسی طرح بھی اسے وہاں سے نکال سکتے ہو۔" تصدق نے جواب دیا اور خانوت نے ایک لمبی سانس لی۔

"تم انہیں کھول دو تصدق!" وہ بولا اور تصدق نے آنکھیں کھول دیں۔ "تمہاری ایک شرافت کی وجہ سے ہم نے تمہاری جان بخشی دی۔"

"شرافت؟"

"ہاں۔ تم نے شکلیہ کا پیہ آسانی سے چاڑھا۔ اگر تم اس پر سوسے بازی کرتے تو پھر ہم شاید تمہیں معاف نہ کرتے۔"

"میں زندگی سے عاجز آ گیا ہوں۔ اس دم کی۔ وہ زندگی میں میں زندہ درگور ہو گیا ہوں۔" تصدق رو پڑا۔

"تو ان ہی دم کی بات کر رہے ہو؟" خانوت نے کہا۔

"ہی۔ ہی۔" تصدق نے ہنساتے ہوئے انداز میں پشت پر ہاتھ مارا اور پھر بولے: "میں نے اپنے انداز میں پھر اس نے اوجھڑا دیا۔" تصدق نے دیکھا۔ "مجھے جھانکنا دیکھو۔" تصدق نے اس کے ہاتھ کی طرف دیکھا۔

"تبت۔ تبت۔ تو کیا۔ کیا واقعی تم نے مجھے معاف کر دیا؟"

"تم نے نہیں سے ہی ہمارے ساتھ غلط سلوک کیا تھا تصدق! تم نے اپنی وقت سے ہماری دشمنی مول لے لی تھی۔ دہرہ ہم تم سے دشمنی ہی کیوں کرتے۔" خانوت نے کہا۔

"مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔"

"کوئی بات نہیں میری جان۔ ہم تو بارہوں کے یار ہیں۔ تم نے ہماری دشمنی دیکھنا اب دوستی بھی دیکھو۔"

"لہ۔ لیکن۔ تم تو۔ تم تو مر چکے ہو۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" خانوت نے ااپروائی سے کہا۔

"کیا مطلب؟" تصدق پھر حیران ہو گیا۔

"ارے ہم تو اکثر مرتے رہتے ہیں۔ دس ہیں بارہ مرتے سے کوئی اثر نہیں پڑتا۔"

"تبت تو۔ تم واقعی زندہ ہو۔" تصدق نے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"تمہیں کیسے نظر آ رہے ہیں؟"

"اروہ دم؟"

"ارے وہ تو ایک شعبہ تھا۔ ایسا ہی شعبہ جیسے ہم تمہانے سے کھل بھاگے تھے۔"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔" تصدق نے کہا۔

74

لے کر کہا "تمہارے لیے تو بڑی مشکلات پیش آجائیں گی۔"

"کیوں؟"

"لیکن تمہاری تلاش میں ہے۔"

"تمہاری دوستی کب کام آئے گی؟"

"میں کیا کر سکتا ہوں؟"

"ہمیں نہیں چھپانے کا بندوبست نہیں کر کے؟"

"چھپانے کا۔" اس نے فکر مند انداز میں کہا اور پھر کسی منت تک سوچا رہا پھر اس نے ایک طرف سانس لے کر کہا "انتہر صاحب کا باغ عمو جگہ ہے۔ میں وہاں تمہارے لیے ساری سہولتیں مہیا کر دوں گا۔ یوں بھی وہاں میری اطلاع کے بغیر کوئی نہیں جاتا۔ مانی سے کہہ دوں گا میرے عزیز ہیں۔"

تصدق نے کہا۔ خاص انسان بن گیا تھا وہ اور انسانوں سے بہر حال ہماری کوئی دشمنی نہیں تھی۔

چنانچہ ہم خاموش دھڑکے تھوڑی دیر کے بعد گاڑی مطلوبہ جگہ پہنچ گئی اور تصدق نے اپنے اتر گیا۔ "میں ٹھیکہ کو لے کر آتا ہوں۔ براہ کرم اگر دو گئے تو اس کی ٹاکہ دوں میں میری پوزیشن خراب مت ہوئے ورنہ اسے نہیں معلوم کہ اسے کس نے اغوا کیا ہے۔ میں نے اسے بے ہوش کر کے اغوا کیا تھا۔"

"جاؤ۔ لے کر آؤ۔" طاہر نے کہا اور تصدق اس مکان میں پہنچ گیا۔ ہم دونوں انتظار کرتے گئے "بھائی حیرت تو میدان چھوڑ گئے عارف! اب کیا کیا جائے؟" طاہر نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ابھی تو بہت سی دلچسپیاں ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاؤسدار۔"

"ٹھیکہ آجائے" اس کے بعد پروگرام ہمیں ملے۔

"میراں سے کہاں چلا جائے؟ کیا تصدق کی پیشکش قبول کر لی جائے؟"

"یہ تو دلی؟"

"ہاں۔"

"میرا خیال ہے ضروری نہیں ہے۔ ہم کسی ہوٹل میں بھی رہ سکتے ہیں اس شکل میں کہ صرف ٹھیکہ نظر نام پر رہے اور ہم دونوں دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہیں۔"

"ویری گڈ۔ اچھا آئیڈیا ہے۔" طاہر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "منقولہ سے نہیں۔"

"سو فیصلہ! اس نے کہا اور ہم خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد تصدق ٹھیکہ کے ساتھ باہر آیا۔ وہ دونوں بڑی

تیزی سے قدم اٹھا رہے تھے اور پھر لینڈ روور میں پہنچ کر ٹھیکہ ہم دونوں سے بٹ گئی۔ وہ سسکیاں لے رہی تھی۔

"ارے۔ ارے۔ ارے۔" اسے ٹھیکہ! اس کی کیا ضرورت تھی۔

ارے۔ ارے۔ طاہر نے ہنسنے ہوئے انداز میں اسے قہقہے دینے لگا۔

"میری نظریں میں کیا سب کچھ وہ کیا ہے؟ ہٹ! کیا میں زندگی بھر خوشی غلو تھی؟ ہٹ! کیا میں؟"

"برگزشتہ۔ برگزشتہ۔" ہمیں غلطی سے انوا کر لیا گیا تھا۔ اب کچھ نہیں۔ تصدق نے کہا۔ "اب تم بالکل فکرت کرو۔" تصدق نے ٹھیکہ کو نہ ہوش کرانے میں کامیاب ہو سکے۔

تصدق احمقوں کی طرح گردن ہلاتے رہتا تھا۔ اس کے ہرے پر عجیب سے تاثرات تھے "تو بڑا بڑا ہے؟" میں نے اسے آواز دی اور وہ چونک پڑا "میں کسی مرد سے ہوش میں لے چلو۔"

"ہو۔ دلی کیوں؟"

"دلی اللہ کی پروگرام ہے۔ تمہارے پروگرام پر عمل کریں گے۔"

"نہیں۔" تصدق چٹکایا۔

"فکرت کرو۔ سب ٹھیک ہے۔ ہم پروگرام نہیں کرتے۔"

"طاہر نے کہا اور تصدق نے فوری اعتراف کر دی۔

"آپ لوگ مجھے تک کیسے پہنچے؟" ٹھیکہ نے سوال کیا۔

اب وہ سنبھلتی گئی تھی۔

"تصدق صاحب کے ذریعے۔ انہوں نے تمہارا کھنچ لیا تھا۔"

"او! میں تصدق صاحب کی شکر گزار ہوں۔" ٹھیکہ نے ممنونیت سے کہا اور تصدق کی گردن شرم سے جھک گئی۔

"ویسے ان لوگوں کی قید میں جہتیں تکلیف تو نہیں دیتی؟"

"انوکھی قید تھی۔ سب لوگ اس طرح میری خدمت کرتے تھے جیسے میں شہزادی ہوں۔ میری ذرا سی بات پر سب دوڑ پڑتے تھے سوائے اس کے مجھے اور کوئی تکلیف نہیں تھی کہ میں ایک کمرے تک محدود تھی۔"

"شکر ہے تم تمہارے لیے بہت پریشان تھے۔"

ایک خوب صورت سے ہوٹل کے سامنے تصدق نے گاڑی روک دی اور ہماری طرف رخ کیے بغیر ہوا "یہ ہوٹل بہت عمدہ ہے۔"

"شکر ہے تصدق! اس اب تم واپس جاؤ۔ ہم پھر ملاقات

کر رہے تھے۔

"میرے لیے اور کوئی خدمت؟"

"تیش کرو چارے ٹھیک ہمارے یہاں موجودگی کے بارے میں کسی کو معلوم نہ ہو۔"

"اب آپ بے فکر رہیں۔ تصدق کا وہاں رہاں آپ کا غلام ہے۔ مجھے پورا پورا احساس ہے کہ میرے دہلے نے ہی آپ کو میرا دشمن بنایا تھا۔ غلطی میری ہی تھی۔" تصدق نے شرمندگی سے کہا۔

"میں بس میری جان تصدق! ہمارا دل صاف ہو گیا۔ آج سے تم دوستوں میں ہو۔" طاہر نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ میں نے بھی تصدق سے مصافحہ کیا اور تصدق واپس چلا گیا۔

"ٹھیکہ! طاہر نے ٹھیکہ کو پکارا۔

"جی! دو آہستہ سے بولی۔

"اب تم ٹھیک ہو جاؤ۔ ہماری ہدایت واپس مل گئی ہے۔ اندر چلو۔ ہم کہیں رک جائیں گے۔ تم یہاں تین افراد کے لئے کمرے حاصل کرو۔ ذرا شان سے۔ کہہ دینا دو شہزادے کا قیام کریں گے تم ان کی نظراں ہو۔"

"او! ایس؟"

"ہاں! ہاں۔ یہ نوٹ کاؤنٹر پر ڈال دینا۔" طاہر نے بڑے نونوں کی ایک گڈی ٹھیکہ کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"او۔ اتنے سارے ٹھیکے یہ سب؟"

"کاؤنٹر پر جو بھی دو اس سے کہہ دینا نوٹ رکھے صاحب بعد میں جو جائے گا۔"

"اچھا! ٹھیکہ نے کمری سانس لی 'نوٹ سنبھالے اور دلی چل پڑی۔ ظاہر ہے معمولی سے طاقت کی لڑکی تھی۔ لیکن بہر حال ہم نے اسے دو کچھ سمجھایا تھا اس نے اس کی کیا تھا۔ واپس آئی تو دو پورٹرس اس کے ساتھ تھے۔

"اس کے بارے میں یہ اس نے کیا نوٹ کر ڈالی؟" طاہر نے بڑے ہوشیارانہ انداز میں کہا۔

"اس کے بارے میں وہ وہاں چارے کیا کر سکتی تھی۔" میں نے لطفی سانس لے کر کہا "کچھ اب؟"

"میں ان کے پاس جاتا ہوں۔ جاؤں؟"

"جاؤ یا نہ لڑکی ابھی سیدھی ہے۔" طاہر نے ایک ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا اور میں ان دونوں کی طرف خود ہی بڑھ گیا۔

"تم لوگ کمرے کا شہزادہ دلی اللہ سالانہ دیرہ نہیں

آیا آجائے گا۔" میں نے کہا۔

"بہتر بنائیں۔" پورٹرس نے کہا اور پھر وہ کمرے تک ہماری رہنمائی کرنے چل پڑے۔ طاہر بھی ساتھ ہی آ رہا تھا لیکن بہر حال وہ پورٹرس کی نگاہ میں نہیں تھا۔ ہوٹل والی خوب صورت تھا۔ بڑے کمرے میں تین بڑے کمرے تھے۔ ضرورت کا سارا سامان موجود تھا۔ طاہر آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے لگا اور ٹھیکہ اس کی شکل دیکھنے لگی۔

"کیوں کیا بات ہے؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" ٹھیکہ ٹھیکہ۔ ظاہر ہے اس دوران کے واقعات سے تو ہم ناگوار رہی ہوئی۔"

"ظاہر ہے۔"

"چنانچہ پہلی اہم اطلاع یہ ہے کہ افشاں واپس آگئی۔"

"او! افسوس! کچھ عمو کہاں تھی تھی؟"

"میرے کمرے۔"

"ایسا؟" ٹھیکہ نے تعجب سے بولی اور میں نے اسے فوری تفصیل بتادی "بڑی عجیب لڑکی ہے۔" ٹھیکہ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ چونک کر بولی "لیکن آپ لوگوں نے میرا کیا کیا؟"

"میں اسی دن سے تمہاری تک و دو میں گئے ہوئے تھے۔"

"لیکن یہ کون لوگ تھے جنہوں نے مجھے اغوا کیا تھا؟"

"جو رام پشہ۔" ظہیر صاحب سے کچھ وصول کرنا چاہتے تھے لیکن بہت جلد ان کی غلط فہمی دور ہو گئی۔ "میں نے جواب دیا اور ٹھیکہ گردن ہلاتے کئی پھر وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"کچھ اس سے اب ہماری چینی؟"

"بظاہر تو قیام بات ہے۔"

"بظاہر کی بات؟"

"یعنی دو لوگ بد اخلاق ہو سکتے ہیں ہم نہیں۔ بہر حال سلام دعا سے ملاقات تو ضرور کریں گے۔ ویسے اگر تم بہت کچھ تو ایک دلچسپ کھیل کھیلا جاسکتا ہے۔"

"کیسا کھیل؟"

"ٹھیکہ نے پوچھا اور ہم اسے کھیل کی تفصیل بتاتے گئے۔ "وہ لیکن میں۔" خاصا مشکل کام ہے۔"

"اگر کچھ تو تفریح رہے گی۔ ہم تمہاری پوری پوری مدد کریں گے۔"

"شکر اس سے فائدہ؟"

"صرف تفریح اور کیا نہ ہو سکتا ہے۔"

"مناسب رہے گی یہ تفریح؟" ٹھیکہ نے کہا۔

"صریح بھی کیا ہے۔ پہلے ظہیر صاحب صرف ایک کتابیات پسند ہیں۔"

افشاں کے لیے سرگرداں تھے، اب انہیں دو در سے بھگتنا پڑے گا لیکن شرط یہی ہے کہ تم خوبی سے اپنا کردار نبھا دو۔"

"میں کو شش کروں گی۔"

"نعل سے واقف ہی دو۔ جن معاملات میں انہو کی کسی نہ کسی طرح تمہارے کان میں وہ بات پہنچا دی جائے گی۔"

"لو لپچ پویشن رہے گی۔" شکلیہ ہنس پڑی۔

"ہاں۔ لیکن اسی شکل میں جب تمہارا کردار کامیاب رہے۔"

"آپ بے فکر رہیں۔ میں پوری پوری کو شش کروں گی۔"

"بس تو کل صبح یہ ڈراما شروع ہو جائے گا۔" طاہر نے کہا اور میری طرف دیکھنے لگا۔ میں ہنس پڑا تھا۔ طاہر کو اس کی زندگی والی شکل کی بھی اور اس کی سوئی ہوئی شرارتیں بھی جاگ اٹھی تھیں۔

بہر حال یہ پروگرام طے ہو گیا۔ شکلیہ جس انداز سے ہوئی تھیں داخل ہوئی تھی اس نے ہوش و ہوشوں پر بڑا اثر ڈالا تھا۔ کئی دیشوں نے دروازے پر دستک دے کر کسی ضرورت کے بارے میں پوچھا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد طے ہوا کہ کھانا کھایا جائے اور میں نے شکلیہ سے دیکر کو بٹانے کے لیے کہا۔ شکلیہ نے نعل نبادی تھی۔

"کھانا ہم لوگ ہمیں کھائیں گے۔" شکلیہ بولی۔

"اور خاقان کیا آپ کے ساتھی؟" دیش نے پوچھا۔

"ہاں۔ ہاں۔ تین آدمیوں کا کھانا لگاؤ۔" شکلیہ نے کہا۔

"جی ہمت۔ ہمت۔" دیش نے جواب دیا اور بارہا ہنس گیا۔

"یہ بوکھلایا ہوا کیوں تھا؟" شکلیہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہمت نہیں۔" طاہر نے گہری سانس لے کر گردن ہلا دی۔ دیش کھانے کی ٹرائی لے آیا تھا اور پھر اس نے کھانا میز پر لگا دیا لیکن وہ بار بار چاروں طرف گردن گھما کر ہمیں تلاش کر رہا تھا۔ ہم دونوں تو اس وقت شکلیہ کے سوا کسی کو نظر نہیں آ رہے تھے۔ کھانا لگا کر دیش ایک طرف گھڑا ہوا گیا۔

"میں جاؤں۔ کھانے کے بعد کافی لے آؤں۔"

"جی ہمت۔" دیش نے پھر چاروں طرف دیکھا اور باہر نکل گیا۔

"یار عارف!" طاہر نے ڈانٹتے ہوئے نعل کی کرسی ہٹا دیا۔

"شکلیہ تیرے گریز زیادہ نہ چل سکے گی۔ اسے اس پیکر کے بارے میں کیا بتاؤ گے؟" میں نے چونک کر شکلیہ کی شان

دیکھی۔ لیکن وہ بے چاری ہماری ہمنشین سے اس قدر غلطی کے لیے یہ کیوں ہی مشکل بات تھی۔ جب چاہتا کسی کی آنکھوں اور کانوں پر ہاتھ پیرسکتا تھا۔

"ہاں۔ اگر اس لڑکی کو ساتھ رکھتا ہے تو اسے رازدار بنانا ہوگا۔"

"مگر ساری باتیں بتا دو گے؟"

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"نہ بتاؤ تو ہمت رہے۔ کوئی اور ترکیب کرو۔" طاہر نے کہا اور شکلیہ کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ چاروں طرف سے گھومتی تھی۔

"میں بات کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"شروع کریں۔" شکلیہ بولی اور گردن گھما کر میرے پاس بڑھ کر آئی۔

"شکلیہ کھانے کے دوران بولی۔

"یہ سب یوسف کی شرارت ہے۔" میں نے کہا۔

اور شکلیہ میری شکل دیکھنے لگی۔

"کیوں۔ یوسف صاحب کی شرارت کیوں ہے؟"

"عجیب وغریب انسان ہے یہ۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"تمہارے والا کوئی معمولی انسان ہو سکتا ہے۔"

"تمہارے تو آپ نے نعل کیا تھا عارف صاحب!۔"

"اس کی مدد کے بغیر کیسے ممکن تھا؟"

"میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا عارف صاحب۔" شکلیہ نے کھانا ختم کرتے ہوئے کہا۔

"جی ہمت۔ سمجھ لو اس وقت ہم دونوں میں سے کوئی دیش کو نظر نہیں آ رہا۔"

"کیا مطلب؟"

"اگر وہ بتاتے کیوں نہیں پوچھ۔" میں نے ہنسنے کی طرح پر بھلائے ہوئے کہا اور پھر خود ہی بولا "اور اصل یوسف ایک بہت بڑا شہید ہوا ہے۔ اسے بہت سے غم آتے ہیں۔ چھپ چھپ کر انہوں نے اپنے شہدوں سے نفرت دہنی تھی۔ ہر شکل تمام میں اسے اتار کیا کہ وہ ہجرت اس دنیا میں آجائے۔ اس جہاں میں جو جتنا بڑا شہید ہو کر ہے اتنی ہی کامیاب ہے۔"

"لیکن دیش والی بات؟" شکلیہ حیرت سے بولی۔

"کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ یہی معمولی بات ہے۔ تم نے یوسف کی شہید ہو گئی نہیں دیکھی۔"

"مگر اسے یہ کیسے ممکن ہے؟" شکلیہ بڑبڑانے لگی۔

"میں تم دیکھتی ہوں۔ لیکن کسی بات پر حیرت کا اظہار نہیں کروں گی۔"

"لیکن یہ معمولی شہید ہو کر نہیں ہے کہ آپ دونوں اسے نظر نہیں آ رہے۔"

"ان معاملات میں یوسف اپنا کافی نہیں رکھتا۔ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔"

"میں واقعی یزانہ ہوں۔ اگر یوسف صاحب ایسے ہی شہید ہو کر تھے تو اتنے دن تک کیوں خاموش رہے۔"

"وہ خاموشی کا دور تھا۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا۔"

"دیش کی حرکات دیکھ لیتا لیکن کچھ بولتی نہیں۔"

شکلیہ دھیمی سے گردن ہلاتی تھی پھر ہمارے کھانا ختم کرنے کے بعد اس نے جلدی سے دیش کو بٹانے کے لیے کھینچی تھی۔ چند منٹ کے بعد دیش اندر آ گیا۔ اس نے اندر آتے ہی چاروں طرف دیکھا تھا۔

"ہر جن احوال دیکھا اور کافی ہوا۔"

"جی ہمت۔ دیش نے گردن ہلاتی پھر ہنسنے کے پاس پہنچ کر وہ بار بار چونک پڑا۔ اس نے چاروں طرف دیکھا اور پھر بولا "کافی کتنی ناؤں تھیں؟"

"تین۔" شکلیہ نے جواب دیا۔

"تین؟" دیش نے سرسراہٹ بولی تو انہیں کہا۔

"ہاں۔ کیوں؟"

"جی ہمت۔ ایک بات پوچھوں۔" دیش نے ہمت کر کے کہا۔

"آپ کے۔ آپ کے دوسرے ساتھی کہاں ہیں؟"

شکلیہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے اندیش چھل رہے تھے۔ تب طاہر نے شکلیہ سے کہا "تو اسے لے آؤ۔ کچھ کہہ سن کر وہ ہمیں دیکھ سکتا ہے۔"

"اگر وہ اسے لے آئے۔"

دیش نے پھر دیش کی طرف دیکھا۔ اس کے انداز سے ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے اس نے طاہر کی آواز بھی نہ سنی ہو۔

"تو اب کافی لے آؤ۔" شکلیہ نے اس سے کہا اور دیش کی طرف دیکھنے کی طرف چل پڑا لیکن وہ محسوس محسوس کر رہا تھا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔" شکلیہ نے کہا۔

"مجھے کی بات نہیں ہے شکلیہ۔ یہ یوسف کا فن ہے۔"

"انتہائی حیرت انگیز ہے۔ اور اس کے ساتھ آپ بھی عارف صاحب!۔"

"ہاں بھائی اس نے مجھے بھی رنگ دیا ہے۔"

"میرے لیے سخت حیرت انگیز انکشاف ہے بہر حال۔"

"ہاں۔ اس بات پر مجھے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ اعصاب پر قابو رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً غریب صاحب کے مکان میں زراعت کے دوران ہم تمہارے ساتھ موجود ہوں گے۔ لیکن دوسرے لوگ ہمیں نہیں دیکھ سکیں گے۔ تم ہرے طور سے مطمئن ہو کر کام کرنا۔ ہم ہر لمحے تمہاری مدد کو موجود ہوں گے۔"

"بہر حال مجھے حیرت ہے۔"

اتنی دیر میں دیش کافی لے آیا۔ اس گدھے کو بھی حیرت تھی۔ شکلیہ نے اسے دیش کی اجازت سے دی اور پھر اٹھ کر دروازہ بند کر دیا پھر اس نے تین بایوں میں کافی پانی اور ہم سب کافی کی چٹکیاں لے لے گئے۔ اس کے ساتھ ہی ہم غریب صاحب کے باں ڈارے کا پرگرام ترتیب دیتے رہے تھے۔ آخر کافی بھی ختم ہو گئی۔

"دیش اس پروگرام کی ابتدا کب ہو؟" شکلیہ نے پوچھا۔

"کچھ صبح، بلکہ علی الصبح۔ دیش موزوں رہے گا۔"

طاہر نے جواب دیا۔

"نیک ہے۔" شکلیہ نے گہری سانس لے کر کہا اور پھر سرکاری "اس شخص تصدیق کا کیا حال ہے؟"

"اب تو دوست بن گیا ہے بے پارہ۔"

"اور۔"

"ہاں۔ غریب کو بہت پریشان کر دیا۔"

"وہ افشاں کی کمانی عجیب ہے۔"

"ہاں۔ سیاحت کے شوق نے اسے خراب کیا تھا۔"

"اور تصدیق بھی خوب گھبراہٹ ہو گیا۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے اور ظاہر ہے تمہیں دیکھ کر اس کی حالت ہی سب سے زیادہ خراب ہوئی ہے۔"

"افشاں واقعی میری اس حد تک ہم شکل ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ لو لپچ مشابہت ہے۔ آج تک ہم دونوں ہی خود کو انوکھا سمجھتے تھے۔ لیکن تم دونوں بھی حیرت انگیز طور پر یکساں شکل کی مالک ہو۔" اس کے بعد شکلیہ کافی دیر تک افشاں کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کرتی رہی۔ وہ دل ہی دل میں اس ڈرامے کے تصور سے خوب لطف اندوز ہو رہی تھی۔

بہر حال دوسرے دن منہ اندھیرے اٹھ گئے، شکلیہ ابھی

سوری تھی۔ حالات نے مجھے جگایا اور میں بھی جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"تیار ہو عارف؟"

"آئی۔ ہاں ٹھیک ہے۔"

"ٹھیک ہے بارے میں بتاؤ۔"

"کیا؟"

"اسے چکا کر لے چلیں یا ایسے ہی؟"

"جگاؤ گے تو باقاعدہ جانا پڑے گا۔"

"میں سوچ رہا تھا۔"

"ویسے ہی لے چلو۔ وہاں چکا لیں گی۔"

"حیرانی کی وجہ سے اپنا کردار نہ بھول جائے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"میرا خیال ہے اس پر کسی حد تک مکمل جاؤ۔ جگاؤ اسے۔" حالات نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی پھر میں نے ٹھیکہ کو سمجھوڑا اور ٹھیکہ جاگ گئی۔ وہ جلدی سے بستر سے اٹھ آئی تھی۔

"چلو کی نہیں ٹھیک ہے؟"

"اتنی صبح؟"

"ہاں۔ ذرا نہ بستر سے ہی شروع کر دیا جائے۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔ چلیں۔ میں منہ ہاتھ دھو لوں۔"

"لیکن اس کی کیا ضرورت ہے۔ وہاں جا کر بھی تو بستر پر لیٹ جاتا ہے۔"

"لیکن وہاں تک جائیں گے کیسے؟"

"اس ظالم کے شعبہ کے کس دن کام آئیں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"آج صبحیں بند کرو۔"

"اس سے کیا ہو گا؟"

"یہ ہوئی ہے؟"

"ہاں پھر؟"

"میں تو انھیں بند کر لو۔ اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو۔" حالات نے کہا اور ٹھیکہ نے مسکراتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔ حالات نے میرا بھی ہاتھ پکڑا۔ اور دوسرے لمبے ایک لمبی سی سنسناہٹ ہوئی۔ یہ سنسناہٹ بھی صرف میں نے محسوس کی تھی۔ تب حالات کی آواز ابھری۔

"میں حضرات آنکھیں کھول دیں۔ کیا کھڑے کھڑے سونے کا ارادہ ہے۔" اور ہم نے آنکھیں کھول دیں۔ تو خیر صاحب کے مکان کو ہم صاف پہچان گئے تھے ٹھیکہ شدت حیرت سے ہلک ہو گئی تھی۔

کتابیات پبلیکیشنز

"حیران ہونے کی نہیں ہو رہی ٹھیکہ۔ اب اپنا کردار انجام دینے کو تیار ہو جاؤ۔" حالات نے کہا۔

"حیرت انگیز کیا ہم اسے صرف شعبہ کہیں گے۔" ٹھیکہ آہستہ سے بولی۔

"جو کتنا ہو گا۔ بد میں کس لیں گے۔ آؤ۔" حالات نے کہا اور ہم آگے بڑھ گئے۔

"کیا ہمیں دیکھ نہیں لیا جائے گا؟" ٹھیکہ نے کہا۔

"نہیں۔"

"اور مجھے؟"

"تمہیں بھی کوئی نہیں دیکھ چکا۔"

"میرے خدا۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔"

"لڑکیوں میں بس یہی خرابی ہوتی ہے جب تک سمجھ نہیں لیتیں کچھ نہیں کرتیں۔ اب اگر تم کوئی طرح سمجھنے کی کوشش کرتی رہیں تو کام ہو گیا۔ کوئی کام بغیر اس کے بھی کر لو تو کیا حرج ہے۔" حالات نے جھٹکے ہوئے کنبے میں کہا۔

"اوپ۔ اچھا۔ میں اب ٹھیک ہوں لیکن کیا میری صورت فطری نہیں ہے؟"

"ہاں ہاں فطری ہے، سو فیصد فطری ہے۔"

"آئیے۔" ٹھیکہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ہم اندر کی طرف چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم افشاں کی خواب گاہ کے سامنے تھے حالات نے اندر بھاٹکا۔ افشاں سوری تھی اور دروازہ اندر سے بند تھا۔

"تم رکھو۔ میں دروازہ کھولتا ہوں۔" حالات بولا اور پھر وہ خواب گاہ کے عقب میں چلا گیا۔ ہمیں نہیں معلوم وہ اندر کہاں سے گھسا لیکن ہر حال چند ساعت کے بعد اس نے دروازہ کھول دیا۔

"آؤ۔" اس نے کہا اور میں اور ٹھیکہ اندر داخل ہو گئے۔ افشاں سامنے ہی ایک خوب صورت مسیڑ پر سوری تھی۔ اس کے بدن پر شب خواں کا لباس تھا۔

"میں نے اس پر ہاتھ پھیر دیا ہے، تم انکم ڈیرہ کہنے تک نہ اٹھ سکے گی۔ ٹھیکہ۔ تم الماری سے اس کا شب خواں کا لباس نکال کر پہن لو۔ ہم اسے مسیڑ کے نیچے ملا دیتے ہیں۔ لباس پہن کر لیٹ جانا اور تھوڑی دیر کے بعد۔"

"یہ ہے۔"

"لیکن دیکھو۔ پوری ہوشیاری ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔" ٹھیکہ نے کہا اور ہم مطمئن ہو کر افشاں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ہم دونوں نے پکڑ کر خوب

طالوت 3

صورت لڑکی کو احتیاط سے مسیڑ کے نیچے ملا دیا اور پھر باہر نکل آئے۔ ٹھیکہ نے دروازہ بند کر لیا تھا۔

"دیکھی رہی استاد؟" حالات نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میں تمہاری شرارت۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"ابے دلچسپی رہے گی۔" حالات ہنستے ہوئے بولا "آؤ۔"

ذرا قرب و دُور کی سیر کریں۔ دیکھنا یہ ہے کہ مس ٹھیکہ اپنا کردار کس طرح انجام دیتی ہیں۔"

کافی دیر تک ہم تو خیر صاحب کے محل میں آوارہ گردی کرتے رہے پھر خاصا دل نکل آیا۔ یہاں کے معمولات ہمیں معلوم تھے۔ اس لیے اب سب لوگ جاگ سکے ہوں گے۔

ہم نے افشاں کے کمرے کا رخ کیا تھا۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ گویا ٹھیکہ جاگ گئی ہے۔ ایک ملازمہ اندر سے نکلی۔ میں نے ٹھیکہ کے کمرے میں بھاٹکا۔ ٹھیکہ لباس تبدیل کر چکی تھی۔ درحقیقت وہ بے حد پر سکون تھی۔ بڑے اطمینان سے اس نے بال درست کیے اور پھر باہر نکل آئی۔

ہم دونوں نے خود کو اس پر ظاہر نہیں کیا تھا۔ خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑے۔ ٹھیکہ بھی اس کو نمی سے اچھی طرح واقف تھی۔ وہ ناشتے کے کمرے کی طرف جارہی تھی۔ ناشتے کی میز پر تو خیر صاحب، بڑی ماں، نکال اور دوسرے لوگ موجود تھے۔ ٹھیکہ بھی ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور ناشتا شروع ہو گیا۔ ناشتے کے دوران لمبی پھلکی گفتگو بھی جاری تھی۔

"بہت خوب۔ یہ لڑکی تو بہت عمدہ جارہی ہے۔"

"ہاں یار، حیرت انگیز۔" میں نے بھی اعتراف کیا۔

ٹھیکہ نے حد پر سکون بھی اور نہایت اطمینان سے ناشتا کر رہی تھی لیکن سبشی خیر مناظر شروع ہونے میں دیر نہیں لگی۔ میں نے ناشتا ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ دروازے سے افشاں داخل ہوئی۔ اس نے لباس بدل لیا تھا لیکن بال وغیرہ یونی ٹھیکہ کے جوتے تھے۔ سب سے پہلے تو خیر صاحب کی بگم اس پر پڑی اور چاہتی ہی پائی ان کے ہاتھ سے گرتے گرتے پئی۔ ان کا منہ خیر خیر مل گیا تھا۔

"ہوں۔ تو ناشتا شروع ہو گیا؟" اس نے کمرہ دونوں ہاتھ رکھ کر غصے انداز میں کہا۔ اور اس کی آواز پر نکال اور بڑی ماں نے بھی چونک کر اوجھڑا دیا۔

دونوں کی حالت بدل گئی تھی۔

"ارے مس ٹھیکہ۔ آپ۔" نکال ایک دم اٹھ کھڑا

ہوا۔

ٹھیکہ نے بھی گھوم کر دیکھا۔ اور پھر افشاں کو دیکھتے

حالات 3

ہوئے حیرت سے بولی "ارے۔ یہ کون ہے؟"

افشاں کمرہ ہاتھ رکھے اسی طرح کھڑی تھی۔ لیکن ٹھیکہ کو دیکھ کر اس کی حالت بھی بدل گئی "ارے۔ ارے۔" وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں آگے بڑھ آئی۔

"یہ۔ یہ۔ یہ۔" افشاں متحیرانہ انداز میں بولی۔

"آپ کب آئیں مس ٹھیکہ؟" نکال نے کہا۔

"کیا بگواس ہے؟" افشاں غرائی۔

تو خیر صاحب خاموشی سے دونوں لڑکیوں کو دیکھ رہے تھے۔ ٹھیکہ کے اطمینان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ وہ جیسی لگا ہوں سے افشاں کو دیکھ رہی تھی۔

"ارے۔ کھڑی ہو جاؤ۔" افشاں ٹھیکہ کے قریب پہنچ کر ٹھکانا لیتے ہیں۔

"یہ کون بدترین ہے؟" ٹھیکہ نے بھی منہ دکھ کر کہا۔

"وہی لڑکی جس کے بارے میں میں نے تمہیں بتایا تھا۔"

تو خیر صاحب سنجیدگی سے بولے۔

"آپ کیا کہہ رہے ہیں ابو؟" افشاں تنک کر بولی۔

"میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" تو خیر صاحب نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا آپ۔ آپ سب کا داغ خراب ہو گیا ہے؟"

افشاں تنک کر بولی۔

"کیا کچھ ہو؟" ٹھیکہ غرا کر کھڑی ہو گئی اور پھر وہ نکال کی طرف رخ کر کے بولی "یہ کوئی بھی ہو اس کے بال پکڑ کر باہر نکال دو۔"

"میں تیری شکل بگاڑ دوں گی۔" افشاں غرا کر ٹھیکہ کی طرف لگی لیکن ٹھیکہ بھی اس وقت نکال کر رہی تھی۔ اس نے لپک کر میز پر سے جھری اٹھائی۔

"ارے۔ ارے۔" یہ کیا بدترین ہے؟" تو خیر صاحب اور دوسرے لوگ بھی گھبرا کر کھڑے ہو گئے تھے۔

"میں کتنی ہوں اسے باہر نکال دو۔" ٹھیکہ چیخ کر بولی۔

"نکال۔ اسے باہر لے جاؤ۔" تو خیر صاحب نے کہا۔

"آپ۔ آپ سب میری توین کر رہے ہیں۔ آپ۔"

"آپ۔" افشاں رد پڑی۔

"میں باہر آکر تم سے بات کرنا ہوں۔" تو خیر صاحب نے کہا اور نکال تمام افشاں کو باہر لے گیا۔ تو خیر صاحب تشویش ناک لگا ہوں سے دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"یہ کیا کیا جا رہی ہے؟" ٹھیکہ نے کہا۔

"خدا معلوم؟"

"اور یہ آپ کو ابویں کہہ رہی ہے؟"

کتابیات پبلیکیشنز

81

"آؤ تم بھی آؤ۔ لیکن برا کرم خود پر قابو رکھنا۔" تنویر صاحب نے کہا اور پھر سب کمرے سے نکلتے۔
در حقیقت لطف آلیا تھا۔ ہم دونوں بھی سب کے پیچھے تھے۔
دوسرے کمرے میں افشاں زادہ انتظار دور رہی تھی اور کمال اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"یہ ہے؟" آپ کی بیٹی۔ میں نہیں ہوں۔ مجھے بھول جائے۔ میں نا۔" وہ ہنسنے لگی۔
"ٹھیک ہے! تنویر صاحب نے اسے غلط کیا۔
"میں کہتی ہوں میں خود کشی کر لوں گی۔" افشاں خروانی۔
"کیوں کریں؟"

"اس لیے کہ میں افشاں ہوں۔ یہ ٹھیک ہے۔"
"خوب ابو اس سے پوچھتے ہیں کیا چاہتی ہے؟" ٹھیکہ نے کہا۔

"ہاں۔ تم جانتی ہو تم افشاں نہیں ہو اور اس سے قبل تم بھی کہتی آئی ہو کہ تم افشاں نہیں ٹھیکہ۔ اب اچانک تمہارا رادہ کیوں بدل گیا؟" تنویر صاحب نے کہا۔
"میں کہتی ہوں ہمارا آجائیں آپ لوگ! افشاں دانت پس کر رہی۔"

"تم بھی بوش میں آ جاؤ۔ ہم تمہیں پولیس کے حوالے بھی کر سکتے ہیں۔" ٹھیکہ نے کہا۔
"تو خاموش ہو جا۔" ٹھیکہ نے کہا۔

"ابو آپ سن رہے ہیں؟" ٹھیکہ نے کہا۔
"لڑکی۔ میں اب بھی تمہارے ساتھ نرمی برتنا چاہتا ہوں۔ مجھے بتاؤ تم کیا چاہتی ہو؟" تنویر صاحب نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں یہاں سے چلی جاؤں۔ یہی چاہتے ہیں آپ؟" افشاں بولی۔
"میرا خیال ہے جانے کی کوشش کے باوجود تم نہیں جا سکو گی۔" تنویر صاحب نے اسی سنجیدگی سے کہا۔
"کیوں؟"

"اس لیے کہ تمہارے دونوں ساتھی پولیس کو بل دے کر کھنڈے میں ہیں اور اب تمہارے ہاتھ میں پولیس کو اٹھانا دینا میرا فرض ہے۔ مجھے ایس۔ پی نے بھی کہا براہ راست کی تھی۔"

"آپ۔ آپ اپنی بیٹی کی تیز نہیں کر سکتے ابو۔" افشاں بولی۔
"ہاں۔ میں تمہیں چرچا ہوں۔ مجھے اس ذرا سے کا قصہ بتاؤ؟"

"امی آپ بھی۔" افشاں بولی ماں سے بولی۔
"تم کوئی بھی ہو۔ مجھے تم سے ہمہ روی ہے لیکن تم یہ سوائنگ کیوں رچا رہی ہو؟" بڑی ماں نے کہا۔
"میرے خدا! میں کیا کروں؟" افشاں سر پٹ کر رہی۔
"میں تجھیں مشورہ دے سکتا ہوں۔" کمال نے جواب دیا۔
"نیک خاموش تھا وٹل دیا۔"

"جی۔ فرمائیے ابھی؟"
"بہتر یہ ہے کہ تم اب حقیقت پر آ جاؤ۔ ہمیں بہر حال تم سے ہمہ روی ہے۔"
"نہم میں جاؤ تم سب۔" تنویر صاحب نے کہا۔

دینی افشاں نے۔ میں جا رہی ہوں۔
"یہ جاسکو گی لڑکی۔" تنویر صاحب نے کہا۔
"پھر یہاں کیا جنگ ماروں؟"

"چند باتیں بتا دو۔" وہ تنویر پولیس کے پاس سے گئی۔
"میں نے تم سے کہا تھا۔" تنویر صاحب نے کہا۔
"اب اسے شل میں تم مجھے صورت حال بتاؤ تاکہ میں صحیح فیصلہ کر سکوں۔"

"اللہ۔" افشاں ایک کمرے میں گر پڑی۔
"تمہیں کس نے انوکھا کیا تھا اور تم ان کے چنگل سے کیسے بچو گی؟"

"دیکھیے ابو! اچھا نہ ہوگا۔ دیکھیے میں کہتی ہوں اچھا نہیں ہوگا۔" افشاں پھر کہنے لگی۔
"میرا خیال ہے تمہارے ساتھیوں نے ہی تمہیں آزاد کرایا ہوگا۔ اور اب شاید ان ہی کے کسی یہ دیگر کام کے تحت تم یہاں آئی ہو۔"

"درست ہے۔ بالکل درست ہے۔" افشاں نے کہا۔
"وہ تم سے کیا چاہتے ہیں؟"
"نہیں بتاؤں گی۔ آپ پولیس کو فون کر دیں۔ بلائیں پولیس۔ بلائیں۔"

"تم شاید مجھے اتنی سمجھتی ہو۔ اگر تم افشاں ہو تو یہ کون ہے؟"
"مجھے اجازت دے دیں۔ خدا کی قسم مجھے اجازت دے دیں۔ ابھی اس سے پوچھ لوں گی۔"

"اے! میرے منہ مت لگو تمہیں تم ان لوگوں کا شوق ہو میرا نہیں۔ ایسا ٹھیک کروں گی کہ زندگی بھر یاد رکھو گی۔" ٹھیکہ نے کہیں نکالتے ہوئے کہا۔
"ار۔ تو آؤ نا۔ چور کیس کی۔ آؤ ٹھیک کرو۔" افشاں آستین چھانوائے ہوئی لیکن کمان سے است پکڑ لیا۔

"تصدیق سے کو پولیس کو فون کرے۔" ایس۔ پی: "غالب کو فوراً طلب کرے۔" جاؤ۔" تنویر صاحب نے کہا اور ملازم دوڑ گیا۔ میں نے طاوت کی طرف دیکھا۔
"اب۔" میں نے سرگوشی کی۔
"کیا ہوا؟"

"پولیس آ رہی ہے محترم!"
"تو پھر؟" میں میری جان! ایس۔ پی صاحب فیصلہ نہ کر سکیں گے۔ طاوت نے ہنسنے ہوئے کہا۔
"پھر بھی۔" اگر ٹھیکہ کر رہا ہو؟"
"ایسے ہی کر رہا جاؤ گی۔" ہم دونوں اس کی مدد کو موجود ہیں۔ طاوت نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔

تنویر صاحب اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ کاشا بھی کھلائی میں پر کیا تھا۔ اصلی افشاں کا غصے کے مارے برا حال تھا لیکن ٹھیکہ کے انداز بھی خراب تھے۔ یہ جانے کس طرح یہ منہ کی داسی اتنی عمدہ اداکاری کر رہی تھی۔

"آؤ۔ تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔" انہوں نے کہا۔
"میں نہیں نکلیں گی۔ میرے ہی گھر میں میری اتنی توہین ہو رہی ہے۔ اس سنجیدگی کو۔ آپ لوگوں نے۔" افشاں نے روئے ہوئے کہا۔

"اس سے قبل تم شاید کسی تحویل میں اداکاری کرتی ہو گی کیونکہ اس وقت بھی عمدہ اداکاری کر رہی ہو۔ یہاں کس لیے داخل ہوئی ہو؟" ٹھیکہ نے سنجیدگی سے کہا۔
"ارے یہ تمہارا۔" فرمائیں گی۔"

"ابو۔ اب کی بار اگر اس نے زبان سے کوئی بد تمیزی کی تو میں اس کے منہ پر کوئی چیز دوںے بارہوں گی۔ خدا کی قسم رعایت نہیں کروں گی۔" ٹھیکہ نے آٹ بولا۔ ہوتے ہوئے

"آؤ! افشاں بیٹے۔ تم اپنی امی کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلی جاؤ۔ پلیز جاؤ۔" تنویر صاحب نے کہا اور کمان سے پکڑ لیا۔
"نیکہ! وہ کون ہے؟" میں نے کہا۔
"ٹھیکہ! وہ کون ہے؟" میں نے کہا۔

"ٹھیکہ! وہ کون ہے؟" میں نے کہا۔
"ٹھیکہ! وہ کون ہے؟" میں نے کہا۔
"ٹھیکہ! وہ کون ہے؟" میں نے کہا۔

"ٹھیکہ! وہ کون ہے؟" میں نے کہا۔
"ٹھیکہ! وہ کون ہے؟" میں نے کہا۔
"ٹھیکہ! وہ کون ہے؟" میں نے کہا۔

"نکھنیں کام ہے لیکن اس کے باوجود انسان ایسے راستے اپنانے کی کوششوں میں مصروف رہے۔ لیکن یہ کہ یہ تمہاری اپنی سازش نہیں ہے بلکہ ان دونوں نے اب کوئی نئی چال چلی ہے۔"

"یہ کہ دونوں نے؟" افشاں نے ساختہ بولی۔
"تمہارے ساتھیوں نے۔"
"ابو۔ ابو۔ دیکھیے میں کہتی ہوں: بوش میں آ جائے۔ میں سب سے نمٹ سکتی ہوں۔ میں ان سب کو ٹھیک کر سکتی ہوں لیکن یہ تو تمہیں یہ بات میرے لیے کس قدر تکلیف دہ ہے کہ خود میرے والدین دھوکا کھا گئے۔"

"اس کے علاوہ۔" تنویر صاحب اس کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے بولے "اس کے علاوہ میں ان دونوں کو بھی برا نہیں سمجھتا تھا۔ لیکن کرو۔ دلی مصدمہ ہوا تھا۔ دلی قتل ہوا تھا ان کی گرفتاری۔ لیکن ان کے بارے میں تفصیلات معلوم کر کے ششدر رہ گیا تھا۔ لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"ابو۔" افشاں سر پکڑ کر بولی۔
"تم لوگوں نے پہلے ہی یہ ڈراما کیوں نہیں کیا پہلے تو تم افکار کرتی رہیں کہ تم افشاں نہیں ٹھیکہ۔ ہو۔"
"ہوں۔ تو آپ کو یقین ہے کہ میں افشاں نہیں ہوں۔"

پھر آخر افشاں عاجز آ کر بولی۔
"اب اس کی موجودگی میں تو کچھ نہیں سوچا جا سکتا ٹھیکہ۔" تنویر صاحب نے جواب دیا۔
"آپ نے پولیس کو بلایا ہے؟"

"ہاں۔"
"نہیں ٹھیک ہے آپ مجھے پولیس کے حوالے کر دیں۔"

افشاں نے کہا۔
"لیکن میں یہ نہیں چاہتا۔"
"کیوں۔ آخر کیوں؟ جب میں افشاں نہیں ہوں۔"

"مجھے تم سے ہمہ روی ہے پولیس تمہارے اوپر سخت کرے گی۔"
"کیوں سختی کرے گی؟"
"وہ تم سے ان دونوں کے بارے میں پوچھے گی۔"

مظاہر پالیس تمہیں تکلیف نہ پہنچائے۔

"انت ہے۔" افشاں دانت میں کمر بولی اور غور صاحب کمرے سے نکل گئے لیکن جاتے وقت وہ کمرے کا دروازہ بند کرنا نہیں بھولے تھے میں نے ایک گہری سانس لی اور خالوت کی طرف دیکھا۔

"اب پولیس آئے گی۔" خالوت مسکرایا۔

"ہاں۔"

"اور افشاں کو پکڑ لے جائے گی۔"

"لیکن یہ تو اچھا نہیں ہو گا خالوت! میں نے کہا۔"

"کیوں؟"

"اس نے چاری کا کیا تصور ہے؟"

"اس۔" خالوت نے کان سمجھاتے ہوئے کہا "ہاں۔ اس کا تصور تو نہیں ہے۔"

"تو کبھی میری طرف سے کوئی امید نہ ہو جائے۔"

"خدا تو ہے۔" خالوت نے افشاں کی طرف دیکھا۔

جس کے چہرے پر پتھروں کی سی خاموشی تھی "تو کی کے چہرے پر خطرناک آثار ہیں۔ کوئی غلط قدم نہ اٹھائیے۔"

"ہاں جی ہاں ہے۔"

"پھر کچھ کیا جائے؟" خالوت پر خیال انداز میں ہوا۔

"کیا کرو گے؟"

"اے افشاں بٹے دیتے ہیں اور شکلیہ کو داپس۔"

"اوہ اتنی آسانی ہے؟"

"ہاں نہیں نہیں۔" خالوت نے کہا اور پھر اس نے ایک ہاتھ کی منجھی بند کی اور پھر افشاں کی طرف کھول دی۔

وہ کمرے سے افشاں کے بدن پر ایسا ہی لباس تھا جیسا شکلیہ کے جسم پر۔ لیکن افشاں کو اس کا ذرا بھی احساس نہ تھا۔ اس کے بعد اس تختہ انگیز شخص نے مجھے اشارہ کیا اور دونوں ہی میں اس کے نزدیک پہنچا اس نے میرے کندھے پر سے کوئی چیز ہٹا دی۔ میں چونک کر اپنے کندھے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

لیکن دوسرے سے ہمہ روزانے سے باہر تھے۔

"آؤ۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم شکلیہ کی تلاش میں چل پڑے۔ شکلیہ بڑی ماں کے ساتھ تھی۔ بڑی ماں آنکھیں بند کیے ایک کرسی پر دروازہ تھیں۔

خالوت ظاہر ہو گیا اور پھر اس نے ہاتھ سے شکلیہ کو اشارہ کیا۔

شکلیہ نے ہمیں دیکھ لیا اور پھر اس نے بڑی ماں کی طرف دیکھا اور پھر خاموشی سے اٹھ کھڑی لیکن بڑی ماں چونک پڑیں "کہاں جا رہی ہو افشاں؟"

"ابھی آئی امی جان!"

"اس لڑکی کی طرف نہ جاؤ۔ نہ جانے کس ارادے سے آئی ہے۔"

"نہیں۔ وہاں نہیں جاؤں گی امی۔" شکلیہ نے کہا اور باہر اٹھ آئی اور دونوں ہی وہ باہر لڑکی خالوت نے اس کے سر پر ہتھ دیا۔ شکلیہ مسکراتے لکھی تھی۔ وہ بے چاری کچھ بھی نہ سکتی کہ خالوت نے کیا کر دیا۔

"جی؟" شکلیہ نے کہا۔

"آؤ کھیل ختم۔" خالوت نے کہا۔

"اوہ اچھا۔" شکلیہ نے ایک لمحہ کی سانس لی۔

"کیوں نہ کھیل جاری رکھتے؟ تو تو تو؟"

"نہیں۔ لیکن میں کیسی رہتی؟"

"شان دار۔" خالوت نے کہا۔

"شکر ہے۔ اب کیا پروگرام ہے؟"

"ابھی تو ان لوگوں کو دیکھیں گے۔ کیا نہیں رہتی ہے۔"

"خدا تو ہے۔" خاص طور سے آپ لوگوں کو دیکھ لیں۔

"ارے دیکھا جائے گا۔ تم آؤ۔ ابھی پولیس آنے والی ہے۔"

"پولیس کے سامنے میرا کیا رویہ رہتا چاہیے؟" شکلیہ نے پوچھا۔

"تمہیں پولیس کے سامنے آنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟" خالوت نے کہا۔

"اوہ۔" شکلیہ نے گردن ہلا دی اور پھر وہ ایک دم چونک پڑی "ارے تویر صاحب آ رہے ہیں۔ اوہ شاید انہوں نے مجھے دیکھ لیا ہے۔"

"اعظیان رکھو۔ ان کی بیانی اتنی تیز نہیں ہے۔"

خالوت نے کہا۔

"ارے۔ وہ وہی طرف آ رہے ہیں۔"

"آئے دو۔" خالوت نے کہا اور پھر شکلیہ کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ تویر صاحب ہمارے نزدیک سے گزرتے چلے گئے۔ شکلیہ منہ پیچاڑے انہیں دیکھتی رہ گئی۔

"انہیں کیا ہو گیا؟" وہ عجیب سے بولی۔

"وہ نہ صرف اندھے بلکہ برے بھی ہو گئے ہیں۔"

خالوت ہوا۔

"ارے نہیں۔" وہ ایک دم بولی۔

"تویر صاحب۔ اب او تویر صاحب بھائی تویر

طالوت

طالوت

طالوت

طالوت

طالوت

طالوت

صاحب۔" خالوت نے زور زور سے آواز میں لگائیں لیکن تویر صاحب کے کان پر جوں تک نہ رہی تھی۔

"دیکھ لیا تم نے؟" خالوت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔" شکلیہ نے پریشانی سے کہا۔

"آؤ۔ سمجھا نہیں تمہیں بھی۔" خالوت نے کہا اور واپس بلٹ پڑا۔ شکلیہ کے چہرے پر ابھرنے لگی۔ ہم لوگ تویر صاحب کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔

تویر صاحب ڈرائنگ روم کی طرف بارے تھے۔

ڈرائنگ روم کے دروازے کے باہر پولیس والے کھڑے تھے۔ شکلیہ کا سانس پھول گیا "پولیس! اس نے سرسرا کر آواز میں کہا۔

"چلی آؤ۔ ان بے چاروں کو بھی دن میں نظر نہیں آتا۔"

آجائو۔" خالوت نے کہا۔ شکلیہ کے ہاتھ پاؤں سرور ہو گئے تھے۔ ہر حال ہم توں بھی تویر صاحب کے پیچھے ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئے۔ ڈرائنگ روم میں تصدیق کمال اور دو انجینئروں کے ساتھ ایس۔ بی آفتاب بھی موجود تھے۔

"اوہ تویر صاحب خیریت؟" آفتاب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خیریت نہ سمجھیں۔ آفتاب میاں!"

"کیا بات ہے؟" آفتاب نے پوچھا۔

"بڑی ڈپسپ چوہنیشن ہے۔"

"اب اس لڑکی نے بھی افشاں ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔"

"افشاں کی ہم کونسی تھیں؟"

"پولیس! نی انجیل پڑا! عمرو کہاں ہے؟"

"وہ کمرے میں بند کر آیا ہوں۔"

"تو تو کچھ؟"

"آؤ! میں نے وہی دور قتل۔ افشاں ہی کے لباس میں ہے۔"

اور ایسی اولاد کا کہہ رہی ہے مجھے افشاں وہی ہو۔ اور اصل افشاں فرار ہو۔"

"لیکن اس شخص نے کیا کیا؟"

"خدا معلوم ہے۔"

"اس بارے میں وہ کیا کہتی ہے؟"

"میں بارے میں؟"

"اپنے انوکھے سلسلے میں۔"

"مجھے وہ خود کو شکلیہ تسلیم کب کر رہی ہے۔"

"اوہ! ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔ آپ نے اسے بند کر دیا۔"

طالوت

طالوت

طالوت

طالوت

طالوت

طالوت

"ہے؟"

"ہاں۔"

"بہت اچھا کیا آپ نے تویر صاحب! ہم اس سے ان دونوں کا یہ بھی معلوم کر سکیں گے۔ افوہ! میں نے ایسے خطرناک لوگ نہیں دیکھے۔ ممکن ہے اب وہ اس لڑکی کو افشاں بنا کر یہاں رکھنا چاہتے ہوں۔ اس طرح وہ آپ کی دولت پر ہاتھ صاف کرنے کے پکڑ میں ہوں گے۔"

"ایک بات ضرور کہوں گا۔ آفتاب میاں۔" تویر صاحب بولے۔

"جی۔"

"میرے خیال میں وہ ایسے لوگ نہیں تھے۔"

"کہاں ہے یعنی سب کچھ جاننے کے باوجود؟"

"یقیناً۔ درمیان میں کوئی غلط فہمی ضرور ہے۔"

"یہ لوگ اسی طرح متاثر کر لیتے ہیں پھر بعد میں انہماں پڑتا ہے۔ ہر حال یہ پولیس کا کام ہے۔"

"اس کے علاوہ اگر وہ چاہتے تو پہلے ہی شکلیہ کو افشاں کہہ سکتے تھے۔"

"اس میں بھی کوئی مصلحت ہوگی۔"

"خدا جانے۔ بس اہل ان بچوں کے لیے کرتا ہے۔ نہ جانے کیوں؟" تویر صاحب نے کہا "خیر۔ اس لڑکی سے مل لو۔ لیکن تم اس کے ساتھ سختی نہیں کرو گے۔"

"آپ بے حد نرم دل ہیں۔ خیر۔ آئیے۔ میں اسے زیادہ پریشان نہیں کروں گا۔ آپ آئیے۔" اور سب اٹھ گئے۔ ہم بھی حسب معمول سب کے پیچھے تھے۔

"عارف صاحب خدا کے واسطے کچھ تو بتائے۔ اس وقت ہماری پوزیشن کیا ہے؟" شکلیہ میری آستین پکڑتے ہوئے بولی۔

"کیا مطلب؟"

"کیا یہ سب اندھے ہو گئے ہیں۔ ہم ان کے ساتھ ہیں۔ اور یہ ہماری طرف توجہ ہی نہیں دے رہے۔"

"بہنوں کے میرے کی کیا کیفیت تھی؟"

"اوہ تو تو۔"

"ہاں۔ اس وقت بھی وہی شہدہ کار فرما ہے۔"

"آپ صرف شہدہ کہیں گے عارف صاحب!"

"پلو شہدہ سے ہے کچھ آگے بڑھاؤ۔"

"کہا مجھے صحیح بات نہیں بتائی جائے گی؟" شکلیہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"صحیح بات سے تمہاری کیا مراد ہے شکلیہ؟"

کتابیات پبلیکیشنز

کتابیات پبلیکیشنز

کتابیات پبلیکیشنز

کتابیات پبلیکیشنز

کتابیات پبلیکیشنز

کتابیات پبلیکیشنز

کتابیات پبلیکیشنز

کتابیات پبلیکیشنز

کتابیات پبلیکیشنز

"اس وقت تو ہم یہیں آرام کریں گے شام کو شوہر صاحب سے ملاقات کی جائے گی۔" طاہر نے آخری بات کہی۔

"آرام کہاں کرو گے؟"

"ہمارے بیٹے روم موجود ہے۔" طاہر نے کہا اور پھر ہم اٹھ کر روم والے کمرے میں داخل ہو گئے۔ انتہائی کشادہ کمرہ تھا اس میں تین نہایت آرام دہ بستر تھے۔ بستر کے لیے ان کمرے سے ابھی نہیں تھا۔ پہلے انہیں دیکھ چکا تھا۔ کبارہ روم تھا۔ دنیا بھر کا کٹھن کبارہ پر تھا۔ نونا پھونکا فریج اور دو سراسمان۔

ٹیکہ طاہر کے لیے اسے محمد بیٹے روم بتایا کون سی بڑی بات تھی۔

ٹیکہ بھی ایک دور کے بستر پر جا پڑی۔ میں اور طاہر دو برابر برابر بستر پر لیٹ گئے۔

"یہ لڑکی اب پور کرنے لگی ہے۔" طاہر نے سرٹوٹی کی۔

"انسان ہے طاہر!"

"کیا مطلب؟"

"اور پھر عورت ہے۔ تجھ تو فطری ہے اور پھر وہ لوگ جن کے سوا اب دنیا میں اس کا اور کوئی نہیں ہے۔ یہی انوکھی بات ہے کہ وہ ان کی حقیقت سے بھی ناواقف ہے۔"

"مطلب کیا ہے تمہارا؟"

"قسم لے لو مطلب کچھ نہیں ہے۔ میں صرف یہ بتا رہا ہوں کہ اس سے پور مت ہو۔ اس کی یہ ناراضگی فطری ہے۔"

"تو کیا اسے تادیب جائے؟"

"نہیں۔ میں یہ تو نہیں کہتا۔"

"ہوں بھی تو سوچو عارف اگر ہم اسے اپنے راز میں شریک کر لیں تب بھی تو وہ برداشت نہیں کرے گی۔ اب سب تمہاری طرح پتھر تھوڑی ہوتے ہیں اور پھر تمہاری دنیا کے لوگ تو ہمارے نام سے ہی کان پر ہاتھ رکھتے ہیں۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔ میں اس بات پر اصرار نہیں کر رہا۔"

"اس کے باوجود اگر تم مناسب سمجھو تو اسے بتا دو۔"

"نہیں۔ کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔"

"اس کے علاوہ ایک بات اور بتاؤ؟"

"ہوں۔"

"اس کی طرف کچھ زیادہ ہی مائل ہو؟" طاہر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب میں تمہارا مطلب پوچھوں گا۔"

"میں صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ مطلب وغیرہ تم خود اخذ کر لیتا۔" طاہر نے کہا۔

"کون سی بات؟"

"راج ہنس بلاشبہ ایک پرکشش لڑکی تھی پھر جب وہ ٹکلیہ بنی تو نہ جانے میرے دل میں اس کے لیے کیسا جذبہ پیدا ہو گیا۔ میں اس سے ایک خوب صورت لڑکی کی حیثیت سے متاثر نہیں ہوں۔ چنانچہ اگر تم اسے پسند کرتے ہو تو میری طرف سے مکمل آزادی ہے۔"

"تمہارے ذہان میں کچھ ایسا بھی ہے؟" میں نے جواب دے ہوئے کہا۔

"کیوں؟"

"ٹکلیہ کی حیثیت نہیں ہے کہ ہم دو بستر سے کوئی اس کے بارے میں اس انداز سے سوچے۔"

"وہ خود سوچ سکتی ہے۔" طاہر نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"یاد میں بڑی بیکار باتیں کر رہا ہوں۔ لیکن وقت نہ جانے کیوں یہ خیال ذہن میں آیا۔"

"اب یہ خیال تمہارے ذہن میں آئی کیا ہے طاہر؟"

"اجازت دو تو ایک بات میں بھی پوچھ لوں۔"

"ہر گز؟"

"اگر ٹکلیہ تمہارا قرب چاہے؟"

"مشکل ہے۔" طاہر نے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"میرے حالات میں کیا کر سکتا ہوں؟"

"اس سے شادی۔"

"ارے تو بہ تو بہ۔ یہ تم مجھ سے دشمنی پڑیوں۔"

"ہوئے۔"

"کیوں؟"

"بادوچ مجھ شریف آدمی کی شادی کرا دینا چاہتے ہو۔"

"طاہر ہنس کر بولا۔"

"میں آج کی بات نہیں کر رہا طاہر۔ لیکن زندگی کے کسی لمحے میں تو تم اس بارے میں سوچو گے؟"

"ہاں۔ اس وقت کوئی عمر رسیدہ بڑی بی بی نہیں تو نور کون جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

"تو کیا ٹکلیہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"مجھے معلوم ہے طاہر۔ تمہارے ذہن میں راج ہنس

کروں جگ۔"

دہرایا۔

"ہاں بھئی۔ میرا تعلق تمہاری دنیا سے نہیں ہے۔"

"یقیناً؟" شکلیہ عجب سے بولی۔

"میں اس پوشیدہ دنیا کا انسان ہوں جسے تم لوگ نہیں دیکھتے ہو۔"

"اے! شکلیہ یہ دونوں پر زبان پھیر رہی تھی۔"

"لیکن میں ہوں۔"

"نہیں۔" شکلیہ نے اپنی آواز میں ہنس پڑی۔

"خوف زدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ تم لوگوں نے ہماری طرف سے ایک بے نیاز خوف خاری کمر کھاتے ہو پورے اور مستعارانہ اب پوری کمانی آپ ستادیں۔"

اور میں نے نہایت سنجیدگی سے شکلیہ کو ساری تسلیل بتا دی۔

"خدا کی قسم یہ کمانی جہاں نہیں ہے اور تم اس میں جکڑ کر رہے ہو۔" میرے خاموش ہونے کے بعد طاہرات ہوا۔

شکلیہ نے انہیں پکار کر طاہرات کو دیکھ رہی تھی۔ تب طاہرات نے راسم کو تہانہ دی اور دوسرے راسم اٹھ اٹھ کر گئے۔

"انہیں مختلف شکلیں بنا کر رکھو۔ یہ میرا غلام ہے شکلیہ۔"

اور پھر راسم نے وہ تماشے دکھائے کہ اتنی بار شکلیہ کی چٹینیں دھکی گئیں۔ تب طاہرات نے راسم کو روک دیا "بس اب جاؤ۔" اس نے راسم سے کہا اور راسم نگاہوں سے اوٹ چل گیا۔

"اب بتاؤ۔ کیا تم مجھ سے خوف زدہ ہو؟"

"نہیں۔" شکلیہ نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

"وہ نہر قل۔ تب تمہیں اپنے بارے میں بتا کر کوئی افسوس نہیں ہوگا۔"

"اس سے قبل تم نے کوئی اٹھریزی بولے کہ وہاں دیکھا ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور شکلیہ خوف زدہ انداز میں مسکرائے گئی۔

"چنانچہ شکلیہ تمہیں یہ بھی عارف کی زبانی معلوم ہو گیا کہ اس وقت جب تمہیں میں مٹھوس جٹکا کا شمار ہو گیا تھا لیکن اب خدا کا شکر ہے، سب ٹھیک ٹھاک ہے۔ ایسی صورت میں یہ غریب صاحب وغیرہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

اب یہ بتاؤ اب تمہارے ذہن میں کوئی میل ہے۔"

"خدا کی قسم نہیں۔ لیکن میں کافی دنوں تک حیرت زدہ رہوں گی۔"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" طاہرات نے مسخرے پن سے کہا "قواب میں کہ رہا ہوں کہ ہم غریب صاحب پر

نہا ہر دو بائیں۔"

"کیا حرج ہے۔" شکلیہ نے سینہ ڈکال کر کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ اسے کو قوال۔" میں نے ٹکڑا لگایا اور شکلیہ مسکرائے گئی۔

"جاؤ مارو۔ باہر کی فضا دیکھو۔" طاہرات نے کہا۔

"تم ایک میں ڈرو گی تو نہیں اس جہن سے؟"

"میر تو نہیں۔ یہ ہمارے اپنے ہیں۔" شکلیہ نے کہا۔

"لہذا اس اپنا ہے۔" قرار دے۔ "میں نے مسخرے پن سے کہا اور جلدی میں ڈھکی ڈھکی کر گیا۔ میں جانتا تھا کہ میں دوسروں کی نگاہوں سے پھرتا ہوں اس لیے میں اطمینان سے کونجی کر رہا تھا۔ ایک سے ایک سے میں کچھ کھما کھمی تھی۔ بہت سے لازم ایک سے ایک کر کے میں گئے ہوئے تھے۔"

لازموں کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ یہ وہاں آ رہے ہیں۔ میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ طویل چوڑی کالی دیوڑھی پہنی ہوئی اور شکلیہ بائیں کر رہے تھے۔

"کیا پوچھ رہی ہے؟"

"نہیں۔"

"کوئی خاص بات تو نہیں؟"

"کوئی نہیں۔" اس نے اس کے کونجی میں پتہ چھانک دیا۔

آرہے ہیں اور ہوا اتھام ہے۔"

"خوب صاحب مودود ہیں۔"

"شاید نہیں۔"

"خیر جلدی نہیں کیا ہے۔ اب آرام کرو۔"

"آرام؟"

"ہاں! تھوڑی دیر سو جاؤ۔" میں نے تم لوگ بھی سو جائے۔" طاہرات نے گھوٹ بدلی۔ شکلیہ اپنی مسہری پر چل گئی تھی اور پھر سچے سچ سب سو رہے تھے۔ آج کل کی تو خاصا رات ہو چکی تھی۔ پورے گھر پر گھمکی مار کی مسکراتی تھی۔

ہاتھ کو ہاتھ نہیں بٹھائی دے رہا تھا۔ آٹھ گھنٹے کے بعد چند ساعت تک تو باؤل کا انداز بتا رہا ہوا۔ "اور جب سب پتہ چل گیا تو میں نے طاہرات کو آواز دی۔

"بانگ مئے عارف!" طاہرات کی آواز سنائی دی۔

"بانگ۔ لیکن یہ اندھرا؟"

"رات ہو چکی ہے۔" طاہرات نے جواب دیا۔

"روشنی تو کراؤ؟"

"راسم!" طاہرات نے راسم کو آواز دی "بلکی روشن۔" اس نے راسم کو ہدایت کی اور کمرے میں ایک کئی

دان روشن ہو گیا۔ بلکی روشنی میں ہم نے شکلیہ کی مسہری کی طرف دیکھا۔ شکلیہ ابھی تک سو رہی تھی۔

"ان طاہرات کو بھی بگایا جائے۔"

"ہاں۔ آواز دو۔" طاہرات نے کہا اور میں نے شکلیہ کو آواز دی۔ خاصا گھمکی مار کی مسکراتی تھی۔ کئی آوازوں نے جاگے۔ اور پھر گھمکی مار جلدی سے مسہری سے پیچھے اتر گئی۔

"کیا ہوا۔ کیا ہو گیا؟"

"رات۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ارے کیسے؟" شکلیہ نے اور پوچھا۔

"میں خود بخود ہو گئی۔" میں نے جواب دیا اور طاہرات بٹھ گئی۔

"اب؟" شکلیہ نے ایک تھوڑی سا سانس لی۔ اب اسے اپنی پھر وہی کا احساس ہوا تھا اور وہ بھی مسکرائے تھی "واپسی۔"

خوب رات ہو گئی۔ یہ جانتے کیا ہو گا؟"

"اب؟" شکلیہ نے ایک تھوڑی سا سانس لی۔ اب اسے اپنی پھر وہی کا احساس ہوا تھا اور وہ بھی مسکرائے تھی "واپسی۔"

خوب رات ہو گئی۔ یہ جانتے کیا ہو گا؟"

"اب؟" شکلیہ نے ایک تھوڑی سا سانس لی۔ اب اسے اپنی پھر وہی کا احساس ہوا تھا اور وہ بھی مسکرائے تھی "واپسی۔"

خوب رات ہو گئی۔ یہ جانتے کیا ہو گا؟"

"اب؟" شکلیہ نے ایک تھوڑی سا سانس لی۔ اب اسے اپنی پھر وہی کا احساس ہوا تھا اور وہ بھی مسکرائے تھی "واپسی۔"

خوب رات ہو گئی۔ یہ جانتے کیا ہو گا؟"

"اب؟" شکلیہ نے ایک تھوڑی سا سانس لی۔ اب اسے اپنی پھر وہی کا احساس ہوا تھا اور وہ بھی مسکرائے تھی "واپسی۔"

خوب رات ہو گئی۔ یہ جانتے کیا ہو گا؟"

"اب؟" شکلیہ نے ایک تھوڑی سا سانس لی۔ اب اسے اپنی پھر وہی کا احساس ہوا تھا اور وہ بھی مسکرائے تھی "واپسی۔"

خوب رات ہو گئی۔ یہ جانتے کیا ہو گا؟"

"اب؟" شکلیہ نے ایک تھوڑی سا سانس لی۔ اب اسے اپنی پھر وہی کا احساس ہوا تھا اور وہ بھی مسکرائے تھی "واپسی۔"

"کو؟ کسی دنگل میں نہیں۔"

"یہاں کے دنگل شریف لوگوں کے نہیں ہوتے۔"

میں نے کسی قدر ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"تو ہم ہی کون سے شریف ہیں۔ تو؟" طاہرات نے کہا اور ہم چڑوں "سی باگ" کی طرف بڑھ گئے۔ خاصا بڑی غارت تھی۔ باہر سے خوب صورت بھی نظر آ رہی تھی۔

ایک چوڑے زینے سے گزرتے گزرتے ہم رنجر مسٹ ہال میں پہنچ گئے۔ ہال میں خاصا روشن تھی۔ سگریٹوں کے دھوئیں پکڑا رہے تھے۔ ان میں نشہ آور سگریٹوں کی بو بھی شامل تھی۔

گندی ہوا باہر پھینکنے والے بجھے چل رہے تھے لیکن پھر بھی ناموار ہو پائی تھی۔ زیادہ تر مکی اور غیر مکی ملاحی نظر آ رہے تھے۔ غور تو میں بھی نہیں لیکن شریف عورتوں کی نہیں جھٹک بھی نہیں تھی۔ یہ سب کی سب شکاری تھیں جو خاص طور سے غیر لکھنؤ کا شکار کرتے آتی ہیں۔

"مادول! پچھلے بے طاہرات۔" میں نے کہا۔

"تو پچھلے؟"

"شکلیہ بھی ہمارے ساتھ ہے۔"

"ہائے! اللہ۔ میں مرچاؤں۔" یار تم میرے سامنے ایسی باتیں نہ کیا کرو۔" طاہرات نے کہا اور اس کو نے کی ہیر کی طرف بڑھنے کا دعائیہ نظر آ رہی تھی۔

بہر حال ہم کرسیاں گھٹیت کر بیٹھ گئے۔ بے شمار ہڈیوں ہمارے طرف تھیں۔ ان میں زیادہ تر خطرناک چرت تھے۔

مجھے ابھی ہونے لگی۔ اس نے باگ ماحول میں کوئی بنگارہ ضرور ہو گا۔ میرے دل نے کہا لیکن مجھے حیرت اس شکلیہ کی پائی ہوئی تھی۔ مجھ سے زیادہ اسے طاہرات پر اعتماد ہو گیا تھا۔ وہ بے حد مطمئن نظر آ رہی تھی۔

وہ بڑے سروں پر پہنچ گیا۔

"کافی۔" طاہرات نے ہمدانی آواز میں کہا۔

"صاحب! دیکھو جھک کر لو۔"

"ہوں۔" طاہرات نے پوچھ کر اسے دیکھا۔

"آپ کسی جہاز سے آئے ہیں؟"

"نہیں۔ کیوں؟"

"شریت آئے ہیں؟"

"ہاں۔"

"تب میں آپ کے لیے کمرے کا بندوبست کر رہا ہوں۔ رات بھر میں مگر یہاں صرف میں دوپٹہ ہو گا۔ یہاں بیٹھنا چھک نہیں ہے۔"

"اچھا۔ کیوں؟" طاہرات نے پوچھا۔

"یہاں اچھے لوگ نہیں آتے اور پھر اس وقت ہاں میں بہت بہت بڑے لوگ وجود ہیں۔"

"تم کافی اونگے اور اس کے ساتھ ساتھ ان بڑے بڑے لوگوں کی ایک فہرست بھی لے آؤ۔ میں سب کو ٹھیک کر دوں گا۔"

"آپ کی مرضی صاحب میں نے آپ کو آگاہ کر دیا ہے۔" پیرا چلا گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے کافی سرو کر دی۔ تھوڑے دالے اب بھی ٹھیکہ گھور رہے تھے ان کی نگاہیں اس بہت بہت ہی نہیں رہی تھیں۔

اور پھر گڑبڑ شروع ہو گئی کہ کسی سے اٹھنے والا شخص ہاں مہمان ہونے سے اس وقت تہہ نہ رکھتا تھا۔ ہاں اس لحاظ سے مونا نہیں تھا لیکن تہہ درست ضرور تھا۔ سفید قمیص اور سفید چٹوڑ پہنے ہوئے تھا۔ گریبان بیت تک کھلا ہوا تھا اور بالوں سے صاف سینہ نظر آ رہا تھا۔ آنکھیں آٹھ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ ویسے وہ کسی غیر محکم سے ہی تعلق رکھتا تھا۔ نہ جانے کہاں کا تھا۔

"ہیلو۔" اس نے ہمارے قریب ڈگر دوں ہاتھ میز پر رکھ دیے اور جگہ کیا۔ طاوت گراں ہو گئے تھے پتہ رہا۔ لہذا آدمی براہ راست ٹھیکہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیا یہ دونوں تمہارے دوست ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"جی۔" فرمایا۔ "میں نے کہا۔"

"اودہ تم ناموش درود۔ مجھے بات کرنے دو۔ کیوں وارفتہ؟"

اب ٹھیکہ کسی حد تک نرم ہوئی۔ اس نے زردیہ نظروں سے طاوت کو دیکھا۔ وہ بڑی شرافت سے کافی کے پھولے چھوئے رکھتے رہا تھا۔

"میرا نام کیس ہے؟" انکار دوا کا بیڑا اسی ہوں۔ یہاں مجھے سب جانتے ہیں۔ کیا تم تھوڑی دیر میرے ساتھ بیٹھو گے؟"

اب طاوت نے کافی قسم کٹی تھی پھر اس نے ہونٹ خشک کرتے ہوئے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔ "میوہ کیس؟"

اس نے بڑے پیار سے کہا۔

"اودہ۔ ہیلو۔ تمہاری ساقھی مجھے بے حد پسند آتی ہے دوستو! صرف آج کی رات اتنے مجھے دے دو۔ میں تمہارا دوست بن جاؤں گا۔"

"فکر تم جیسے مرض لوگوں کو ہم دوست نہیں بناتے۔ تم بانس کی طرح لپے اور بے گتے ہو۔ اے تم تو تیز ہوا میں قدم بھی نہ جمایا کرتے ہو۔ جاؤ جاؤ۔"

"اٹھو لوکی! اتم بندوگا کے شیشہ کمر نہیں جانتیں۔ میں خوش ہو گیا تو قسمت سنو جائے گی۔" لیکن نے ٹھیکہ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور پھر چونک پڑا۔

نہ صرف اس نے بلکہ میں نے اور ٹھیکہ نے بھی محسوس کیا کہ اچانک اس کا نیک ہاتھ غائب ہو گیا تھا۔ لیکن نے دوسرے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالا۔ اور پھر اس کی پیچ نکلی تھی۔

بہت سے لوگ چونک کر کھڑے ہوئے تھے۔

"رہن! میرا ہاتھ۔ میرا ہاتھ۔ میرا ہاتھ۔" لیکن پیچ رہا تھا اور پھر اچانک ایک ایک طرف لڑکھ گیا۔ اس کی ایک ٹانگ پھولی ہوئی تھی۔ جب وہ لوگ دیکھا اور اس نے مدت سے بیویکھ ماری۔

ہرے ہال میں بیٹھا۔ اور ٹھیکہ کی کسی شے کی طرح اچھل کود اور جاگ رہا تھا۔

میں نے کمری سانس لی۔ لوگ کسی کی طرف متوجہ تھے۔ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ ہارن طرف سے کچھ نہیں ہوا۔ ہم تو خاموش بیٹھتے تھے۔ نہ جانے کیسے کوئی نکلا تھا۔ ٹھیکہ کھنکھار کر گھبرا کر پڑی پھر اس نے کافی کی پیچ پکڑ لی۔

"میرا خیال ہے انھو ہی بائیں یہاں سے آئے ہوں۔"

"نئی کی رقم رکھ دو عارف! طاوت نے کہا اور میں نے جب سے چند نوٹ دہل کر پیچ ڈال دیے۔ لیکن کے کردہ تقریباً سارے ہی ہال کے لوگ پیچ ہوئے تھے۔ دروازہ خالی تھے۔ ہم احمیتان سے دروازے سے نکل آئے۔ ہمیں روکنے والا کوئی نہیں تھا پھر ہم اس دوش سے ہی کافی دراصل آئے۔ ہمارا رخ سمندر کے ساحل کی طرف تھا۔

"اب اس کا کیا ہوگا مسٹر یوسف! ٹھیکہ نے پوچھا۔

"کچھ نہیں ہوگا۔ بس ایک ہاتھ غائب اور ایک ٹانگ چھوٹی۔"

"اودہ ہمیشہ رہے گی؟"

"ہاں۔"

"میرا خیال ہے بہت سخت مہرا ہے۔"

"اب دے دینی گئی۔ کچھ نہیں ہو سکتا۔" طاوت نے جواب دیا۔ ہم چلتے دے پھر چلتے چلتے طاوت نے رفتار دست کر دی اور میرے کندھے کو دبا دیا۔

"ہوں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"یار۔ تھوڑی سی تباہی دے دے۔"

"اودہ دیری گڈ۔ واقعی؟" میں نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔" طاوت نے گردن ہلا دی۔

"دیکھ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہم آگے بڑھتے رہے پھر ہم سمندر کے خالی حصے میں پہنچ گئے۔ یہاں چاروں طرف ٹھنڈی ٹھنڈی ریت اور ٹھنڈی ٹھنڈی چاندنی چھری ہوئی تھی۔

"طاوت! میں نے اسے تو ازادی۔"

"ہوں۔"

"میں تو اس نیلے پر لپٹ کر ماضی کا سفر کروں گا۔ ٹھنڈی ریت مجھے بھیجے تہیں سے پسند ہے۔"

"اودہ کیا بچوں والی حرکت ہے۔ آؤ چھل قدی کریں گے۔"

"تم لوگ کرو۔ مجھے تھوڑی دیر کے لیے تنہا چھوڑ دو۔"

میں نے کہا۔

"تمہاری مرضی۔" آؤ ٹھیکہ۔" طاوت نے کہا اور پھر وہ ٹھیکہ کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ میں ریت پر لپٹ کر ان دونوں کو دیکھنے لگا۔ سچی بات ہے ٹھیکہ بہت خوب صورت تھی۔ میرے دل میں اس کے لیے جگہ تھی لیکن دل لگانے کا کاروبار تو میں نے عرصہ دراز سے چھوڑ دیا تھا۔ اب تو اس کی ضرورت بھی نہیں رہی تھی۔

چنانچہ طاوت کو اس کی طرف مائل دیکھ کر مجھے کوئی احساس نہیں ہوا بلکہ اس اتفاقات میں مجھے خود کو چھی محسوس ہونے لگی۔ ویسے عجیب تھا یہ جن زاوہ بھی۔ خود مجھے اس سے عشق کا شور دور رہا تھا اور اب۔

میرے دونوں پر مسکراہٹ بھیل گئی اور پھر نہ جانے کیوں مجھے ذہن میں ماضی کی کچھ تصویریں ابھرنے لگیں۔ کیسی عجیب ذہنی ہے میری بھی۔ ترو سے پاک۔ لیکن اعتراف کروں تو یہ۔ دونوں خیال ایک دوسرے کے نفی۔ شاید احساس ہو سکے کہ میں وہ زندگی نہیں گزار رہا جو میرے آباؤ اجداد نے چاہتے آئے ہیں۔ اور وہ زندگی۔ سکون کی زندگی۔ مجھے یہ دل دور ہے۔ میں ہی کے کاندھے کے سارے چل رہا ہوں۔ اب اس کی وقت بھی یہی سارا ہاتھ سے نکل سکتا ہے۔

نہ جانے کب تک خیالات میں گم رہا۔ پھر طاوت کی آواز نے ہی خیالات کا ختم توڑا۔

"میں نے کہا مولانا۔ پھر سوئے کیا؟"

"نہیں جاگ رہا ہوں۔" میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ طاوت اور ٹھیکہ بھی میرے پاس ہی بیٹھ گئے تھے۔

"کیا سوچ رہے تھے؟"

"کوئی خاص بات نہیں۔"

"کیا خیال ہے واپس چلیں؟"

"ہیلو۔"

"چھل قدی کا موزا تو اب نہیں ہوگا۔ چنانچہ ہوا کی سواری کی جائے۔"

"ٹھیک ہے۔"

"چنانچہ تم دونوں آنکھیں بند کرو۔" طاوت نے کہا اور پھر آنکھیں خوب عملی میں کیوں نہ کھلتیں۔ ہم اسی کمرے میں تھے۔

"یہ کیا سفر ہے یوسف صاحب! ہمیں اپنے جسم تک متحرک نہیں معلوم ہوئے۔" ٹھیکہ نے کہا۔

"ہوا کے ایک ذرات ہمارے بدن منتقل کر دیتے ہیں۔" اس سے زیادہ تفصیل میں خود نہیں جانتا۔ مجھے صرف قفل آتا ہے تصور ہی نہیں۔" طاوت نے جواب دیا اور پھر مجھ سے بولا۔ "آؤ عارف۔ ایک بار پھر باحول کا جائزہ لیں۔ ٹھیکہ اتم آرام کرو۔"

"آؤ۔" میں نے کہا اور ہم دونوں کمرے سے نکل آئے۔

"میرا خیال ہے مجھ کو ہم تو بہت صاحب سے بات کر لیں اور پھر یہاں سے نکل چلیں۔" کہیں اور چلیں گے۔"

"بہت سی تمہاری مرضی۔"

"یار۔ ایک اور خاص بات میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔"

"کی؟"

"میں اس لڑکی کو پسند کرتے لگا ہوں۔"

"مبارک ہو۔ دل سے مبارک ہو لیکن اچانک کیسے؟"

"بس یار جو کچھ ہوا اچانک ہی ہوا لیکن تمہیں طاوت کی قسم کھانی پڑے گی۔"

"کیس بات؟"

"جو کچھ کہو مجھے سچ کہو گے۔"

"ہاں۔ ہاں۔ پوچھو کیا بات ہے؟"

"نہیں بھلے قسم کھاؤ۔" اور پھر طاوت نے پیچے ذکر مجھے قسم کھلائی پھر بولا "اگر میں اس لڑکی سے رادہ درم برہاؤں تو تمہیں دیکھ تو نہیں ہوگا؟"

"طاوت کی قسم! نہیں۔"

"اودہ شکر ہے میرے دوست! تمہارے الفاظ میں غلوں اور سچائی ہے۔ مجھے اعتماد ہے۔ سنو وہ بھی مجھے چاہئے گی۔"

جائیں۔“
 ”یہ گفتگو کا وقت ہے؟“
 ”ہم جیسے لوگوں کے لیے ایسے ہی اوقات مناسب ہوتے ہیں۔“
 ”ہوں۔“ کوہ؟“ ”خویر صاحب بولے۔
 ”کیا آپ کے رویے کی یہ تبدیلی مناسب ہے؟“
 ”کیا مطلب؟“
 ”ہماری ذات سے آپ کو دکھ پہنچا ہے کوئی؟“
 ”نہیں۔“ ”خویر صاحب نے کہا۔
 ”پھر آپ کے رویے کی یہ تبدیلی سبھ میں نہیں آتی؟“
 ”معمولی سی بات ہے تم لوگ جراثیم پشہ ہو اور پولیس تمہاری تلاش میں ہے تم نے کئی بار پولیس کو دھوکا دیا ہے اور میں بہر حال ایک شریف شہری ہوں۔“
 ”تو نہیں، خویر صاحب۔ میں صرف یہ عرض کروں گا کہ ابتدا سے آج تک پولیس غلط فہمی کا شکار رہی ہے۔ اس شخص کا نام عارف ضرور ہے، لیکن یہ وہ نہیں جو پولیس کا مجرم تھا۔ ہمارا گفتگو ایک بیازنی ریاست سے ہے۔ ہم یہ تو قریح کی غرض سے لکھتے تھے لیکن حالات کا شکار ہوئے۔ آپ کے یہاں کی پولیس نے ہمیں مجرم سمجھا اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ ہم اسے باور کراتے رہے لیکن شاید وہ شخص بھی ہمارا ہم شکل ہی تھا جو مجرم تھا۔ ایسی شکل میں ہم کیا کریں۔“ ”خالوت نے تپ ماری۔
 ”یہ تم پولیس کو باور کرا سکتے ہو۔“
 ”محبت ہے یہ کہ کوئی نہیں مانتا۔“
 ”اور وہ جمل ساز لڑکی؟“
 ”میں نے کوئی جمل سازی کی آپ سے؟ کیا اس نے ابتدا میں مجھے افشاں کہا۔ جب آپ لوگوں نے ہمیں مجرم سمجھ لیا تو پھر ہمیں بھی تھوڑی سی تفریق کی۔“
 ”بہر حال یہ جمل ساز پولیس کا کام ہے۔“
 ”ہمارے بارے میں جس فیصلہ کرنے کا حق صرف ہمیں ہے یہ حق کسی کو نہیں دیا جائے گا۔ آپ کے پاس ہم صرف اس لیے آئے تھے کہ آپ اپنے ذہن سے یہ بات نکال دیں کہ ہم مجرم ہیں۔“
 ”میرے ذہن سے نکال دینے سے کیا ہوگا؟“
 ”صرف دل مطمئن ہو جائے گا اور کچھ نہیں۔“
 ”ہوں۔“ ”خویر صاحب کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے۔
 ”یہ وہی دونوں ہیں ابو؟“ ”افشاں نے پوچھا۔
 ”اے۔“ ”ہاں۔“ ”خویر صاحب چونک کر بولے۔

”جہ۔“
 ”عزاف کیا اس نے؟“
 ”ہاں۔“ ”خالوت نے بھونڈے انداز میں شراب کی ادکاری کرتے ہوئے کہا اور میں نے اس کی پشت پر ایک دھپ رسید کر دی۔ خالوت ہنسنے لگا تھا۔
 ”یار عارف! کیوں نہ ہم زندگی میں تھوڑی سی تبدیلی لائیں؟“
 ”کیسی تبدیلی؟“
 ”ہم دونوں شادیوں کر لیں۔“
 ”سو اب تو عورت ذہن پر؟“ ”میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”یہ بات نہیں ہے۔ خدا کی قسم یہ بات نہیں ہے۔ بس ایسے ہی سوچ رہا تھا۔“
 ”بہر حال میں تمہیں منع نہیں کروں گا۔“
 ”اور تم؟“
 ”میری اور بات ہے۔“
 ”کیوں؟“
 ”یار۔ میں شادی نہیں کروں گا۔“
 ”آخر کیوں؟“
 ”تم خود سوچ سکتے ہو میری زندگی ہی کیا ہے۔ سولی پر تو لٹکا رہتا ہوں بیشہ۔ تمہاری بات دوسری ہے۔ تمہاری ساتھی بیشہ پیش کرے گی اور میں جس وقت بھی تم جہ سے جدا ہو گئے میری حیثیت دو گڑی کی ہو جائے گی۔“
 ”کیا کہہ رہے ہو عارف خالوت شہید ہو گیا۔“
 ”اس میں کون سی بات غلط ہے میرے دوست؟“
 ”گو یا تمہیں خالوت پر اعتماد نہیں ہے۔“
 ”جہ۔ لیکن۔“
 ”سن میرے یار۔ اپنے باپ کی قسم کھاتا ہے جب تک وہ زندہ ہے خالوت کچھ بھی ہو جائے گا۔ وہ مجھے نظر انداز نہیں کرے گا۔ وہ بیشہ تیری بہتری کی تلاش میں رہے گا۔“
 ”وہ تو ٹھیک ہے خالوت لیکن۔“
 ”اب بھی لیکن کی گنجائش وہ کتنی ہے؟“ ”خالوت نے شکایتی انداز میں کہا۔
 ”نہیں۔ میرا مطلب ہے ابھی تو میری نگاہ میں۔“
 ”میں سمجھ گیا۔ بہر حال ہم تلاش شروع کر دیں گے۔“
 ”تمہیں اجازت مل جائے گی؟“ ”میں نے سوال کیا۔
 ”ہاؤں گا ہی نہیں دباں۔“
 ”میرا خیال ہے خاصی خطرناک بات رہے گی۔“

آپ لوگ جو بے حد سوسور سمیٹیں ہیں - سن - سی - ڈی

کتابیات پبلیکیشنز:

96

طالوت ③

(۵) مکتبہ اہل بیت پر ایک کتب خانہ

باعث بنا۔ بہر حال میں یہاں آیا ہوں تو سچہ عرصہ ضرور رہا ہوں
کا لیکن اس کو بھی میں نہیں جانتا پولیس ورائے تھیں آئی
ہو۔"

”یہ تصور تو میرا ہے جلال بھائی!“ تو صاحب بولے۔
نواب ذیل الدین حد سے زیادہ مجھ سے تھے سب ہی
اون کے پیچھے رہ گئے۔ خاص طور سے انشاں اور بڑی ماں اور
خدا خدا کر کے نواب صاحب کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ اس کے
ساتھ ساتھ تاشا بھی ٹھنڈا ہو گیا تھا۔
از سر نو تاشا کا دنیا اور نواب صاحب ت تاشا کرنے
کی درخواست کی گئی۔

”ہم اجازت چاہیں گے۔“ طاہرات نے کہنے سے دوڑ کر کہا اور ایک بار پھر سب چونک پڑے۔ میں اور شکیلہ بھی کہنے سے دوڑ گئے تھے۔

”ارے۔ ارے۔ اب“ ”کمال نے کہا۔
نواب جلال اندین خاموشی سے ہماری شکلیں دیکھ رہے
تھے۔

”آپ تجویز صاحب کے مسمان میں نواب صاحب اور
جمہورہ، جنہیں دعوے میں رکھ کر تجویز صاحب گرفتار کرانے

کے چکر میں تھے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم میں اس وقت حواہیات میں ہوتے۔ لیکن غفلت میں اب ہمارے لیے کیا معجزہ نکلتا ہے۔ کیا ہم جانتا اس لیے کریں کہ آپ نے ہماری تمنائیت کی ہے۔" طاہرات نے کہا۔

”جواب دو تیرے۔“ ”نواب صاحب ہو۔“
 ”میں تم دونوں سے۔ تم سب لوگوں سے معافی چاہتا
 ہوں۔ میں سخت شرمندہ ہوں یہ خدا کے لیے ناشائستہ لڑلو۔ مجھے
 الجھنوں میں نہ ڈالو میں سخت پریشان ہوں۔“

اور پھر خاموشی سے ناشتا کیا گیا۔ بڑی عجیب سی کیفیت رہی تھی۔ سیمیں اور احسان باہمی طرف دیکھے جا رہے تھے۔ درحقیقت ان کے حلقے سے نرالی نہیں اتر رہے تھے۔ بالآخر ناشتا ختم ہو گیا اور سب نوک خاموشی سے اٹھ گئے۔

”آپ میرے ساتھ آئیں گے جہاں بھائی؟“ تنویر صاحب نے عاجزی سے کہا۔

”مصرف میں؟“ جلال الدین نے پوچھا۔
 ”ہاں۔ مجھے آپ سے گفتگو کرنی ہے۔“

”مجھے افسوس ہے۔ میں شہزادہ عادل اور شہزادہ سائیم کی موجودگی کے بغیر کوئی حلفیہ کرنے کو تیار نہیں ہوں۔“ نواب صاحب نے کہا۔

مکتوبات ابوابیہ کی مشیت:

”لیکن میں۔“ خیر صاحب نے پریشانی سے کہا۔
 ”توہم بات سمجھ نہیں رہے۔ میں کسی ارے
 کو گول کو جانتے ہوں۔ یہ ایک ایسی ریاست کے خزانے
 ہیں جو اگر چاہے تو ہمیں اور تمہیں خرید کر کسی قیمتی خانے کو
 وقف کرے۔ نہ جانے تم نے انہیں کیا سمجھا ہے اور کیوں
 ان کی بے عزتی پر آمادہ ہوئے ہو۔ مجھے انداز ہے کہ میں تم
 سے سخت دوگیا ہوں لیکن میرا ان سے کوئی اتنا قدرتی ہے
 کہ میں اس کی تہمتیں نہ کر سکتا۔“

ماتھے کے کمرے میں جو بونہوڑے لوگ ہتھیں چماڑ
چماڑ کر نہیں دیکھ رہے تھے۔ فی کمال کے چہرے پر بھی عجیب
ماثرات تھے، بہر حال وہ اب جانائی ہوئی تھیں کہ ہم کسی ریاست
کے شہزادے تو کیا، کسی بہت بڑی ٹیکر کے سربراہ بھی
ہو سکتے ہیں، چنانچہ وہ بہر حال دوسروں کی طرح یہ ان نہیں
تھیں۔

"تب آئیے۔ لیکن دوسرے لوگوں کی ضرورت ہے۔"

”نیک ہے لیکن ان کے بغیر میں کوئی مشق نہیں کر سکتا۔“

”غواب صاحب قبل اب تک جو کچھ ہوا“ وہ آپ کی محبت اور تدبیر صاحب کی نفرت پر مبنی تھا، ہم کچھ نہیں بولے لیکن ضروری تو ہمیں تھا کہ ایس کی آفتاب ہمیں گرفتار ہی کر لیتے۔ اس سے پہلے بھی تدبیر صاحب کے جان سے کوشش ہو چکی تھ۔ اپنی دانست میں ان حضرات نے ہمیں پچاس کے قریب تک پہنچایا تھا لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟ آفتاب صاحب آپ کی محبت سر آٹھنوں پر لیکن میرے خیال میں تدبیر صاحب کی بہت سی کوششیں ناکام بھی ہو سکتی ہیں۔ آپ اگر چاہیں تو ان سے منظر کریں۔ جہاں تک ہمارا معاملہ ہے ہم دنیا گردی کرنے چلتے ہیں تو انی حفاظت بھی کر سکتے ہیں۔“

انسانی تو نہیں ہے نہ اتنا کم عمر ہے کہ انسانوں کو بچانے کی صلاحیت نہ رکھے آپ آئیے تو سہی۔" اور ہم دو دلوان کے ساتھ چل پڑے۔ تویر صاحب کے چہرے سے شرمندگی نیک رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ان کی آنکھوں سے سخت الجھن ترش ہوئی۔ ہم چاروں ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ تویر صاحب نے سب کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور تویر صاحب تھکے تھکے سے انداز میں سب سے میلہ بیٹھ گئے۔

10

”جہاں بھائی“ میں سخت پریشان ہوں۔ اتنا بد باطن بھی نہیں ہوں۔ دراصل میری ذہنی کیفیت اس قدر خراب ہو گئی ہے کہ میں کچھ سوچنے کیلئے نہیں رہا۔ بڑا کریم تارا فتحی ذہن ہے لیکن میری الجھنوں کو سن کر۔“

”ہو۔“ نواب جلالی اندین نے مگروں بلائی۔ ہم دونوں بھی ان کے ساتھ ہی صدقوں پر بیٹھ گئے ”تب پھر میں تم سے زیادہ سوالات کروں گا۔ میرے بچے، مجھے اجازت دو۔“ ”ہاں، ہاں ضرور۔“ طاہر نے کہا۔

”آپ انگوٹوں کی! اوقات کہاں ہوئی؟“ جابل الدین نے پوچھا۔

”اس کو بھی میں۔ یہ دونوں ہیں اس لڑکی کے ساتھ جو
افغان کی ہم شکل ہے۔ قرن میں سفر کر رہے تھے کہ یکم کو مل
گئے۔ افغان کی تشدد کی کھیل میں نے تمہیں کبھی سمجھی۔
یکم کی ذہنی کیفیت درست نہ تھی۔ اعتد و غیرہ نے ان
لوگوں سے ساتھ آنے کی درخواست کی تاکہ یکم کی ذہنی
کیفیت کچھ سنبھل جائے اور یہ یہاں آگئے۔ ان سے پوچھو
ان کے ساتھ میرا سلوک برا نہ تھا لیکن جب مجھے معلوم ہوا
کہ یہ دونوں بڑے خطرناک مجرم ہیں تب میں الجھ گیا اور

بہر حال کچھ بھی ہو، میرا اشار شریف شہزیوں میں ہے۔ میں قانون کا احترام کرتا ہوں۔ یہ قانون کو جلد دے کر کھل بھاگے سیتے اور جب یہ دروازہ میرے ہاتھ آئے تو پولیس کو اختراع دینا میرا فرض تھا۔"

”نیکین تم نے ان سے بھی کچھ نہ چھپا؟“

میں نے کہا: "کیا تصدق وغیرہ کی دو درخواست پر تمہاری بیسٹ کے پاس یہ لوگ تمہاری کوٹھی میں نہ آئے تھے۔ کیا تمہارے اپنے مکان کا یہ احسان نہ تھا۔ کیا یہ تمہارا فرض نہ تھا کہ تم ان کو بھی ان کے بارے میں معلوم کر لیتے۔"

”تمہیں خواب کا صحابہ شاید آج ہی بہت سے ہمارے بارے میں حکم دے گا۔ ہم نے تمہاری بہت تفصیل بتا دی۔ اس کے بعد ہی تم کو اس کا اظہار دینی پڑے گی۔“

”یہ درست ہے۔“ اس نے مجھے گھبراہٹ سے باقاعدہ پریشان نہیں آتا تھا۔ ”خبر صاحب نے کہا۔

”تھک ہے۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔“ طاہرات ہلا۔
 ”شیراز وانا! اسے تو پر کچھ احق بھی ہے۔ مجھے اجازت
 دیں کہ میں کسی حد تک آپ کے بارے میں بتا دوں، میرا
 خیال ہے آپ اس کی اس حالت فیہر ترس کما میں مگے۔“

”اُدھو۔ نہیں۔ تویر صاحب ہمارے لیے بھی قابل

01

احترام ہیں۔" خالوت نے مگرمی سانس لے کر کہا اور میری طرف دلیہ کر آگئے۔ ماری۔ مویا اشارہ کر رہا ہوا ٹھیک ہے، ہونے دو۔"

"تو سنو ٹویر۔ یہ دونوں ایک چاڑھی ریاست کے شہزادے ہیں۔ میڈیا سیاحت کے شوقین۔ ریاست کا خزانہ اٹنا عظیم ہے کہ اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکا اور اس کے ساتھ ہی ان دونوں کی شخصیت میں جو اشت ہے، جویر تم اس کا بیانی تلاش نہیں کر سکو گے۔ میرے بارے میں تم جانتے ہو، میں کسی قسم کا انسان ہوں لیکن سنو میرے دوست۔ اگر شہزادہ عادل اور شہزادہ صائم میری کھال کی جوتیاں بنا کر پس لیں تو میں اسے اپنی خوش بختی تصور کروں گا۔ نہ صرف میں بلکہ میری اولاد، میری بیوی، میرا روال، روال ان کے احسان کے پوجو تلے دیا ہوا ہے۔ اس سے زیادہ تفصیل میں نہیں بتا سکتا گا۔"

تو پر صاحب شہد و عابدوں سے نواب جلال الدین کی شکل دیکھ رہے تھے۔ بلاشبہ انہیں احساس تھا کہ نواب جلال الدین جیسا غرور انسان، جو کسی کی تعریف بھی کرنے میں احتیاء کرتا ہے، جو شاید صرف احسان کرنا جانتا ہے، احسان

لیتا نہیں۔ اس کے منہ سے ان ادھوگوں کے لیے یہ الفاظ کوئی
میٹیت ہی رکھتے تھے۔

کئی سنت تک خاموشی رہی پھر تنویر صاحب آہستہ سے
 بولے "کیا ان لوگوں نے تو اپنے نام عارف اور یوسف
 بتائے تھے؟"

”ہمیں بھی ان کی اصلیت بہت بعد میں معلوم ہوئی۔
ظاہر ہے یہ اپنی پہچان کے لیے نہیں نکلتے۔“

”نہیں، یہ تو ایسا عجیب سا سوال ہے۔“

نوم سیکر۔ بڑی سے بات کروں گا، میرا دوست ہے۔“
 ”اور میرے لیے کیا سزا تجویز ہوتی ہے۔“ تنویر صاحب

”یہاں طلب؟“ تو اب جلال الدین بولے۔

”مجھ سے بڑی کستانی ہوئی ہے یکن اعلیٰ میں۔ اس سے قبل شہزادہ عادل کو کوئی شکایت نہ ہوئی ہوگی۔“

”بس معاف کروا دیجئے۔“ خور صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا خیال ہے شہزادہ کا؟“
”جائے تمک ہے شہزاد صاحب کو بھی ناظرہ تھم رہی ہے۔“

(۱) کتابیات پبلک کیسٹ

بہر حال پولیس کو مطمئن کرنا ضروری ہے اور یہ کام آسان نہ ہوگا۔

"میں ابھی جاتا ہوں۔ دو سیکریٹری سے ملاقات کروں گا اور اس سلسلے میں ساری تفصیلات طے کروں گا۔" نواب ہنابل الدین نے کہا اور پھر مسکراتے ہوئے ہم دونوں کی طرف دیکھ کر بولے "بھئی میرا غصہ تو ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ تم لوگ بھی اپنی کیفیت سے آگاہ کرو ماکہ ہنگامہ کا موضوع بدل رہا ہے۔"

"نہیں نہیں،" نواب صاحب بہر حال بڑے انسان نہیں ہیں، اس کا اندازہ ہم پہلے سے کر چکے ہیں۔"

"بہت خوب۔ تو اب آپ شہزادگان عالی یہ فرمائیں کہ ریس کے گھوڑے آپ کو کہاں لے گئے تھے؟" نواب ہنابل الدین نے پوچھا اور ہم دونوں کے دونوں پر مسکراہٹ آگئی۔

"نہ جانے کہاں کہاں نواب صاحب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ بچی کون ہے جو افشاں بھائی کی ہم شکل ہے؟"

"نواب صاحب خود بھی اس کے بارے میں تصدیق فرما

چکے ہیں۔" میں نے نواب صاحب کی طرف اشارہ کیا۔

"مجھے اور شرمندہ نہ کریں مسٹر صاحب ویسے آپ لوگوں کی شخصیت آج بھی میرے لیے سخت پراسرار ہے۔ ہنابل بھائی کے سامنے میں کچھ کہنے کی جرات نہیں کر سکتا۔"

"لیکن کیا؟"

"میں عرض کر چکا ہوں تاکہ میں خود پریشان ہوں۔ بلاشبہ مجھے آپ کی شخصیتیں جراثیم سے بالاتر نظر آتیں لیکن پولیس نہ جانے اسے اتنی شدید غلط فہمی کیوں دیتی؟"

"ہاں بھئی۔ بعض اوقات عجیب و غریب واقعات پیش آتے ہیں۔ بہر حال نواب صاحب نے ان لوگوں پر خود سے زیادہ بھروسہ ہے۔ تم احسان اور نسیم یا ہنابل تبار کے کسی بھی فرد سے پوچھ لو۔ ہر ایک تمہیں ان دونوں کی محبت میں ذرا نظر آئے گا۔"

"آپ شاید کہتے ہیں گے! "نواب صاحب نے کہا۔

"بہر حال۔ اب ان دونوں کی شان میں کوئی کستاہی نہ ہونے پائے۔"

"نہیں ہوگی۔"

"میرے لیے گاڑی تیار کرو۔ دو سیکریٹری سے میں خود ملوں گا، میرا خیال ہے گھر پر ہی ان سے ملاقات ہو جائے

کی تم مجھے ڈانٹ سکتی رہنا ذرا۔"

"میں ابھی بھجواتا ہوں۔" نواب صاحب نے کہا اور اٹھ گئے پھر وہ باہر نکل گئے اور نواب ہنابل الدین ہم دونوں کو دیکھ کر مسکراتے گئے۔

"مجھ سے کوئی شکایت ہوگئی تھی شہزادہ صائم؟"

"اور نہ نہیں۔ کیوں؟" میں نے کہا۔

"پھر مجھے تو بتانا چاہیے تو زکریا کیوں طے آئے تھے؟"

"آپ خود پوچھیں نواب صاحب۔"

"کیا مطلب؟"

"ہم لوگوں کے درمیان رعیت اتنی بڑی تھی کہ اگر ہم باقاعدہ وہاں سے آئے گا تو شاید تو شاید لوگ بغاوت کے لیے کھانا پینا چھوڑ دیتے اور ہڈیاں وہاں سے اتنا ضروری تھا۔"

"بار۔" نواب ہنابل الدین نے ایک لمحہ ہی سانس بھری "اور اب تم پھر مل گئے۔ بڑی شکل سے دل کو سمجھا رہا تھا۔ اب کیا کریں گی؟"

"ہم شرمندہ ہیں نواب صاحب۔ لیکن یہاں آپ کو غم ہو گیا ہے۔ ہم خود میاں نہیں آتے۔"

"میرے ساتھ داجی بلو گے۔"

"کہاں؟"

"جہاں آباد۔" نواب صاحب نے جواب دیا۔

"مشکل ہے نواب صاحب۔ براہ کرم ہماری بیویوں کی ذہن میں رکھیں۔" طاہر نے صاف گوئی سے کہا اور نواب ہنابل الدین نے گہرے جھکاؤ پر کمر کی منت کے بعد آہستہ سے بولے۔

"ہاں۔ ٹھیک ہی ہے لیکن تمہاری ریاست کا کیا حال ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ اب تو اب حضور سے رابطہ قائم ہو گیا ہے۔ ایک طوفان عرصے کے لیے ان سے اجازت مل گئی ہے۔ ریاست سے واپس آتے رہتے ہیں اور ابو حضور کی طرف سے تحائف لاتے رہتے ہیں۔"

"اس لڑکی سے تعارف نہیں ہوا۔ کہاں سے ملی؟ اور اس دوران تم کہاں رہے؟"

"میں آوارہ گردی، صائم نے ایک قسم کی کمپنی قائم کی تھی پھر وہاں سے سرحد کی طرف نکل گئے اور وہاں سے ایک ہندو ریاست دو گنا پور۔ یہاں یہ مقلوم اور بے سارا لڑکی ملی۔ یہ اس قدر بے بس تھی کہ ہم نے اسے ساتھ ہی رکھ لیا۔"

"اور ہاں تم لوگ بے حد رحم دل ہو۔ تمہارا پاؤں آج بھی میری گردن پر ہے۔" نواب صاحب نے کہا اور طاہر نے جلدی سے اپنے دونوں پاؤں اٹھا کر دیکھے اور پھر میرے پاؤں دیکھنے لگا۔ نواب صاحب کے دونوں پر نیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"بڑا نہ محسوس کرو ایک بات اور پوچھ لو؟"

"ضرور ضرور۔" طاہر نے فرار میں بولی۔

"یہ پولیس کا کیا چکر ہے؟"

"تفصیلی تو نہیں معلوم۔ بس ایک ذائقہ تکلیف دہین گیا۔" طاہر نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"شاید ہم دونوں کا ایک تیسرا ہم شکل بھی موجود ہے۔ جو کوئی بدل ساز تھا اور اس کا نام عارف تھا۔ ہمیں چونکہ حقیقت نہیں معلوم تھی۔ اسی لیے کسی نے کہا کہ ہم نے خود کو عارف تسلیم کر لیا اور پھر پولیس چکر میں پڑ گئی۔"

"اور۔" نواب صاحب نے گہری سانس لی۔ بہر حال میں دو سیکریٹری سے بات کر کے سب ٹھیک کر دیوں گا۔"

"نہ بھی کریں نواب صاحب تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"میں نہیں سمجھتا۔"

"مقصود یہ کہ پچھون جیل کی بوا کھائیں گے۔"

"میری زندگی میں یہ ناممکن ہے۔"

"اب پھر ابو حضور کو لکھ دیں گے اور ہماری ریاست کے بارے میں سچ بتا دیں گے۔ حکومت کو جواب دی مشکل ہو جائے گی۔" طاہر نے جواب دیا۔

"اب اس ضرورت ہی کیا ہے؟ میں تمہارا کوئی نہیں ہوں۔" نواب صاحب نے اپنا ہاتھ سے کہا۔

"بہتر ہے۔" طاہر نے گہری سانس لی اور پھر نواب صاحب کی آواز دور سے سنائی دی۔

"اندازہ لگتا ہوں۔"

"ہاں ہاں۔ تو۔" نواب صاحب نے بولے۔

"کوئی تیار ہوئی ہے؟"

"اب تم مجھے شرمندہ کر رہے ہو۔" نواب صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا "یہ اطلاع کسی مائزہم کے ذریعے بھی پہنچ سکتی تھی؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ اصل میں میں بہت شرمندہ ہوں۔ کسی نے کسی طرح شرمندگی تو کم ہو۔"

"اچھا غصہ! تمہا مت کرو۔ میں چتا ہوں صائم

میاں۔" نواب صاحب اٹھتے ہوئے بولے اور ہم سب ساتھ ہی باہر نکل آئے۔ نواب صاحب نواب صاحب کے ساتھ باہر ملے گئے۔ سامنے ہی ہر گروہ ہماری آگ میں تھا ان میں شکلیں بھی شامل تھیں۔ ہمیں تنہا ہمارے طرف لپکا اور سب ہارے گرد اکٹھا ہو گئے۔ ان میں کمال، تصدق، افشاں، نسیم، احسان اور دو سری پندرہ لڑکیاں تھیں۔ سب کے سب حیرت اور شرارت کی نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے پھر افشاں آگے بڑھی۔

"اور یہ بات ہم سے کیوں چھپائی گئی؟" افشاں نے شرارت آمیز انداز میں کہا۔

"خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ صرف خدا بہتر جانتا ہے کہ معاملہ کیا ہے۔" تصدق نے گھوڑی بھجواتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔ کیا آپ کو خالو جان کی باتوں پر یقین نہیں ہے؟" افشاں نے ٹھیکس نگاہوں سے تصدق کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ بات نہیں ہے۔" تصدق نے گہری سانس لے کر کہا۔

"آئیے عادل بھائی، صائم بھائی۔ کہیں بیٹھ کر گفتگو کریں۔ آپ سے بہت سی شکایات ہیں۔"

"سوری تھیں باجی۔ آپ میرے سمانوں سے شکایات وغیرہ نہیں کر سکتیں، اس کے لیے آپ کو تحریری اجازت لینا پڑی۔"

"کس سے؟" نسیم نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نی افشاں میں اور کمال ہی میوان ہیں لیکن ہمارے پاس اجازت نامے تیار نہیں ہیں۔ اس کے لیے آپ کو انتظار کرنا ہوگا۔" نسیم نے کہا اور پھر شکلیہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی "آئیے شکلیہ۔ کس بیٹھ کر کسی مشروب کا دور چلے۔"

اور پھر پورا گروہ عقی بان کی طرف چل پڑا۔ باغ کے ایک خوشنما گوشے کو نشست کے لیے منتخب کیا گیا اور سب بیٹھ گئے۔ میں نے مسکراتے ہوئے احسان کی طرف دیکھا اور احسان بھی مسکرا دیا۔

"کیسی گزور رہی ہے احسان؟"

"میں الفاظ میں نہ جاسکوں گا عادل بیٹا۔"

"اور۔ کسی مناسب وقت لکھ کر دے رہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ میں بھائی بہت سخت ہے۔"

"ہاں منظور۔" منظور۔ یہ بھائی وغیرہ کا چکر نہیں چلے گا، مجھے بس کی حیثیت سے ہی ناز کرنے دیں۔" نسیم نے جلدی سے کہا اور ہمارے دونوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ارے سیمیں۔ اپنی بوا کا کیا حال ہے؟"

"نہک ہیں۔" تیس بیس بیس پڑی "تیس کریں نماز پڑھ کر تپ کے لیے دعا کرتی تھیں اور ابو جان تو بنتوں کا ٹھکانہ کی طرح دیر انوں کی خاک چھاتے پھرتے ہیں۔"

"کیوں؟"

"ان کا خیال تھا کہ خدا نخواستہ کھوڑوں نے آپ کو نقصان نہ پہنچا دیا ہو۔"

"اور؟" حالات نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور ہاں سیمیں، وہ اپنے شمشیر اندلہ ان کی خیمہ بھی معلوم ہو سکتی؟"

"شادی ہوئی ہے ان کی۔"

"ارے! حالات اچھل پڑا "واقعی؟"

"ہاں۔ اور سنا ہے اپنی ریاست میں بھی نہیں ہیں۔"

"واپس چلے گئے؟"

"نہیں۔ واپس کہاں جاتے۔ کوئی کاروبار کر لیا ہے۔"

سیمیں نے جواب دیا۔

"بہت خوب۔ گویا کام کا ادوی بن گیا ہے وہ بھی۔ لیکن وہ بے چاری کون ہوئی جس سے اس نے شادی کی ہے۔ کیا تم لوگ اس شادی میں شریک نہیں ہوئے؟"

"بایا تھا ہمیں بھی لیکن ابو حضور نے بنا پند نہیں کیا۔"

"بہت خوب! حالات پر خیال انداز میں مسکراتا ہوا ہوا "بہر حال عمدہ بات ہے۔"

"اب آپ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے؟"

"ارے ہم کیا چاہیں۔ افغان کے دیس میں مظالم کا شکار ہوتے رہے ہیں بس! خود کو اتنی بڑی کوٹھی میں کتنی کنجاش ہے لیکن ہم نے کہاڑ خانے میں پو روز گزارے ہیں۔"

"اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے، اس لیے میں شرمندہ بھی نہیں ہوں۔" افغان نے ڈھٹائی سے کہا۔

"ہاں واقعی۔ یہ تو درست ہے۔ سارا چکر تصدق کا چلایا ہوا ہے۔"

"مجھے اس کی بھرپور سزا مل چکی ہے۔" تصدق جلدی سے بولا۔

"کیا مطلب؟"

"افسوس۔ مطلب نہیں بتایا جا سکتا۔ ارے ہاں افغان بی بی، وہ مشروب کی کیا رہی؟" تصدق شاید بات بدلنے کے لیے بولا۔

"ہاں۔ سب لوگوں سے معلوم کیا جائے۔ کیا پند کریں گے۔"

"میں تو کافی کے حق میں ہوں۔" سیمیں بولی۔

"الطاف دے جائے گی۔"

"اور پتہ لوگ؟"

"کافی کافی۔ کافی۔ کتنی آوازیں ابھر رہی۔"

"آپ لوگ کیوں خاموش ہیں؟" افغان نے ہماری طرف دیکھا۔

"ذر رہے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیوں؟" افغان حیرت سے بولا۔

"وہ۔ بول والی کافی ایک کڑی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور افغان بے اختیار مسکرا کر کہنے لگا۔

"دیکھیے اب مجھے زیادہ شرمندہ بن کر رہے۔"

"اوہو۔ اس میں شرمندگی کی کیا بات ہے کافی ہی خراب ہوئی، لیکن نادل بھائی؟"

"ہاں۔ ہاں۔ ہو سکتا ہے۔"

"لیکن یہ آپ لوگوں نے نام کیوں بدل ڈالا؟"

"اتنے خوب صورت نام ہیں اور آپ نے۔" نکال بولا۔

"ہم لوگ تو نہ جانے کیا کیا کرتے رہتے ہیں۔"

"وہ۔" حالات نے ہماری سانس لے کر کہا۔ تصدق کافی کے لیے کہنے چلا گیا اور خوش گیلیاں ہوتی رہیں۔ ہم سے ہماری ریاست کے بارے میں معلومات حاصل کی جانے لگیں اور ظاہر ہے ان کا شاپ بکنے کے خواہ ہم کیا کر سکتے تھے حالات اس میں پیش پیش تھا۔

"تصدق کافی لے کر ہی آیا تھا۔ کافی کا دور چلا۔ سیمیں اور انسان بے حد خوش تھے۔ جلال آباد کی باتیں ہونے لگیں اور بننے والے رنگ رو گئے۔ یوں دوپہر ہوئی اور پھر بجے کے لیے طلحی ہوئی۔ کھانے کی میز پر نواب جلال الدین اور خوبر صاحب موجود نہیں تھے۔

"نہ جانے یہ لوگ کس الجھن میں پھنس گئے تھے۔ لچر قہقہے جاری رہے اور پھر آرام کی گھڑی۔ ہمارے لیے ڈکھاڑ گودام اور خوب صورت بیڈ روم کیسا لذیذ دیکھتے تھے۔ شکایت ہمارے ساتھ نہ تھی۔

"حالات نے ایک گھری سانس لی اور مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا "ہاں۔ اب کیا پروگرام ہے؟"

"پروگرام۔" میں نے جواب دیا۔

"کیوں۔ اس میں بیٹنے کی کیا بات ہے؟"

"یار۔ یہ پروگرام جتنے ہیں اور کتنوں پر عمل ہوتا ہے۔"

میرا خیال ہے ہمیں اپنی مرضی سے کوئی پروگرام بنانا ہی نہیں چاہیے۔"

"کیا بات تو نہیں ہے۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"میں کچھ بھی نہیں چاہتا۔" میں نے گھری سانس لے کر کہا۔

"افغان کو بھی نہیں؟"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے۔ افغان، افغان۔" حالات شرارت سے مسکراتے ہوئے بولا۔

"انہو اس کے موافق ہو۔" میں نے براہ راست بنا کر کہا۔

"ہرگز نہیں۔ میں بالکل سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔ یار یقین کر میں نے اس کی آنکھوں میں تیرے لیے پسندیدگی کے جذبات بٹائے ہیں۔"

"حالات۔" میں نے اسے سرزنش کی۔

"تو اس میں ہر بات ہی کیا ہے۔ مولانا اب زیادہ ادکاری مت کرو۔ آخر برائی کیا ہے اس میں؟"

"میں نے اس انداز میں سوچنا ہی چھوڑ دیا ہے حالات۔"

"کیوں۔ کسی پناہ پر بس جانے کا ارادہ ہے کیا؟"

"نہیں۔ یہ بات نہیں۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"میں ایسے ہی اور پھر یہ افغان ہمارے ذہن میں کیوں کھس آئی ہے؟"

"سیرے ذہن میں نہیں آئی۔ بلکہ میں اسے ہمارے ذہن میں تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"میں حالات۔ میری زندگی اب ان بچہ خموں کی تانی نہیں رہی۔"

"کیوں۔" میرا محسوس کر رہے ہو؟"

"ہاں۔ کوئی گھر میں بوڑھا ہو گیا ہو۔"

"انہو اس کے موافق ہے۔" میں نے سکڑے "اگر تم نے بوڑھا ہونے کی کوشش کی تو میں تمہیں کوئی مار دوں گا۔ میرے خیال میں تو زندگی صرف جوانی کا نام ہے۔ جب انسان کے ذہن میں بوجھ ہے کا تصور پیدا ہو جاتا ہے تو اسے خود کشی کھنسا چاہیے۔"

"تمہاں اب تم فضول باتیں مت کرو۔"

"میں یار۔ فضول باتیں نہیں۔ یہ میری خواہش ہے۔"

"یہ۔" کیا خواہش ہے۔ آپ کی؟"

"بویکھو۔ ہم اور تم ہم شکل ہیں۔ افغان اور شکیلہ اور تمہیں پتہ ہے شکیلہ۔ میرا مطلب ہے، شکیلہ۔ چنانچہ اب افغان بھی ہم سے الگ نہیں ہوئی چاہے۔"

"بندہ خدا! انہی چند چٹھوں کی پولیس کے پتھر سے بچے ہو۔ نیکی کام آگئی کہ نواب جلال الدین یہاں موجود تھے ورنہ پھر الجھنوں میں پھنسا پڑتا اور پھر ابھی خوبر صاحب کا زہن بھی ہماری طرف سے صاف نہیں ہے پھر یہ افغان کہاں سے درمیان میں آگودی۔ سیرے خیال میں تمہاری یہ سوچ فضول ہے اور اب ہمیں یہاں زیادہ عرصے تک رہنا بھی نہیں چاہیے۔"

"کیوں؟ کیا تکلیف ہے آپ کو یہاں پر؟"

"معلوم ہوتا ہے تمہارا دل خوب تنگ کیا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"صرف شکیلہ سے۔" حالات جلدی سے بولا۔

"وہ تو جہاں ہم دوں گے۔ ہمارے ساتھ ہوگی۔"

"بالکل ٹھیک۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ وہ تنہا ہمارے ساتھ نہ ہو۔" افغان بھی بولی تو لطف دو لانا ہو جائے گا۔ ورنہ تمہاری سرد آہیں خواہ خواہ موسم خراب کرتی رہیں گی۔"

"وعدہ کرنا ہوں، آپ نہیں بھولیں گے۔"

"میں یہ وعدہ نہیں مانتا۔ بلکہ وعدہ کرو کہ اگر افغان کی طرف سے کچھ اٹھارہ ہوا تو اسے نظر انداز نہیں کرو گے۔"

"وعدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ ناممکن ہی نظر آتا ہے۔"

"یہ تم براہ راست میری توہین کر رہے ہو؟"

"تمہاری کیوں؟"

"اس لیے کہ میری شکل تم سے الگ نہیں ہے۔"

"سنجیدگی سے سوچو حالات، واقعی اب کچھ ہوتا ہی چاہیے۔ یہاں زیادہ دل میں تنگ رہا۔"

"افغان۔ افغان۔ افغان۔" کہے دیتا ہوں ابھی یہاں سے نہیں جاؤں گا۔"

"اور اگر پولیس سے بات نہیں بن سکی۔"

"خارفہ۔" حالات نے آنکھیں نکالیں۔

"کیا ناکہ ان بچہ خموں سے۔"

"تم واقعی بوڑھے ہو گئے۔ میرا خیال ہے میں تمہاری گردن دبا کر تمہیں سارے جھگڑوں سے نجات دلا دوں۔"

"مجھے انکار نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ اسی وقت کسی ملازم نے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے؟ اندر آ جاؤ۔" اور ایک ملازم اندر آ گیا۔

"صاحب نے بھیجا ہے۔ کما ہے دیکھ توں؟ آپ جاگ رہے ہیں یا سو رہے ہیں۔" ملازم انتظار انداز میں بولا۔

"سو رہے ہوں۔ تم نے ہم لوگ۔ تم نے دروازہ کیوں نہ بھلیا؟"

"نہ بھلیا تو دیکھنا کیسے جناب۔"

"خیر اب دیکھ لیا۔" میں نے درمیان میں مداخلت کی۔

"جی۔" ملازم نے انتظار انداز میں گردن بٹا دی اور واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔

"سنو۔" میں نے ملازم کو آواز دی۔ ملازم رک گیا۔

"نواب جلال الدین واپس آگئے؟"

"ہاں صاحب انہی انہی آئے ہیں۔"

"اوہ۔ اچھا۔ یہیں بلایا تو نہیں ہے؟"

"نہیں صاحب۔ بس یہی کہا تھا۔" ملازم نے جواب دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔" بناؤ۔" میں نے کہا اور ملازم واپس چلا گیا۔

"خلاوت آؤ نواب جلال الدین سے مل لیں۔ دیکھیں کیا کر کے آئے ہیں۔"

"چلو۔" خلاوت نے ایک کمری سانس لی اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم نواب جلال الدین کے سامنے تھے۔

خیر صاحب مجھ ان کے پاس ہی موجود تھے۔

نواب صاحب نے مسکراتے ہوئے ہمارا استقبال کیا۔

"ارے میں خود تم دونوں کے پاس آ رہا تھا۔ بے وقوف ملازم نے کیا کہہ دیا۔"

"کوئی بات نہیں۔ آپ بزرگ ہیں۔" خلاوت نے جواب دیا۔

"میں نے ہوم سیکرٹری سے بات کر لی تھی۔ برا کھرا سلسلہ ہے۔ مجھے انہوں نے اس کیس کی فائس بھی دکھائی تھی۔ تصویر بھی ملتی ہوئی تھی اس میں۔ حیرت انگیز بات ہے شہزادہ صاحب اس قسم جنت کی شکل تم دونوں سے اس قدر ملتی ہے کہ وہ شخصیتوں کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ہوں تبہ لو کہ جیسے عادل اور تم اور وہاں بھی وہی کردار کھتے ہیں۔ ایک کا نام عارف ہے۔ دوسرا گناہ۔ دونوں نے مل کر ایسی خونخوار اور آدمیوں کی جس کو پولیس پریشان ہو کر رو رہی۔ اغوا قتل و غارتگری، پولیس کو دھوکا دینے اور ایسے بہت سے دوسرے جرائم جن کی وجہ سے پولیس ان کی سخت دشمنی ہے۔ یہاں تک کہ آخر میں اداکامات صادر کیے گئے کہ انہیں جہاں بھی دیکھا جائے کوئی مار دی جائے۔ یہی جنت تو شہید

حیرت ہے۔ ہم شکاروں کا ایسا شکار بن کر رہے ہیں۔ دیکھا۔ غم اور غائلہ سب کے لیے بخوبی بن گئے تھے۔ ہم تمہیں دیکھ کر ہی حیران تھے کہ یہ افغان اور شکیلہ کا مسئلہ نہیں آیا اور اب دو اور دو چار یعنی سائیکس پائیکس اور دو دوں بد معاش۔ کیا اتنے سارے ہم شکاروں کو اکٹھا کر دو تو تمہیں چکر نہیں بن جاؤ گے۔ دوم سیکرٹری نے مجھے تصویریں دکھائیں اور کہا کہ میں فرق تلاش کروں۔ ایمان کی بات ہے کہ میں کوئی فرق نہ نکال سکا۔ بڑی پریشانی میں۔ بلاخر ایک بات پر فیصلہ ہو گیا۔" نواب جلال الدین نے غصہ من بھائی۔

"کسی بات پر؟" میں نے پوچھا۔

"پولیس کے ریکارڈز میں عارف کے فکریہ زہرنت اور ہتھیاروں کے تفصیلات موجود تھیں۔ وہ تو مجھے بھی ملے۔ درخواست کی ہے کہ تمہارے ہاتھوں کے اداکامات ان کے پاس بھجوا دیے جائیں۔ میں نے انہیں تجسین بولا ہے۔ دیکھو کہ آپ لوگوں کو اس پر تیار کرواں گا۔ اس کے علاوہ بھی میں نے ہوم سیکرٹری سے کہا کہ وہ پولیس ڈیپارٹمنٹ کے اعلیٰ آفیسر کو سادہ لباس میں توہین کی کوئی پریشانی نہ ہو۔ اپنے سامنے فکریہ زہرنت لے۔ چنانچہ ایک فرسٹ کلاس تھنرٹ اور ڈی آئی پی پولیس انہی میاں آگئیں گے اور آپ کے پاس لے لیں گے۔ شہزادہ صاحب اور عادل میری اس جہالت پر آپ پر ہم تو نہ ہوں گے؟"

میں نے بونگھائے ہوئے انداز میں خلاوت کی طرف دیکھا۔

"تمہیں نہیں۔ بہر حال اس ہتھیار سے ٹکٹے کے لیے ہمیں تعاون کرنا ہی ہو گا۔" خلاوت نے جلدی سے جواب دیا اور میں ایک کمری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

"بہر حال عجیب معاملات ہیں۔ میرا خیال ہے ہم شکاروں کا اتنا بڑا بیگانہ بن جائیں گے کہ وہاں سے اس سلسلے میں جتنا شرمندہ و ناچار ہے میں ہی جانتا ہوں۔" خیر صاحب نے کہا۔

"نہیں نہیں اس میں شرمندگی کی کیا بات ہے۔" خلاوت جلدی سے بولا۔

"شہزادہ عادل، جلال بنائی نے مجھے دیکھ بتایا ہے، میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ بہر حال یہاں آپ کے ساتھ جو کچھ گستاخیاں ہوئی ہیں میرے پاس ان کا ازالہ کرنے کے لیے کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اداکامات معافی کے۔"

"ہیں اب آپ شرمندہ نہ کریں خیر صاحب، جو بات تھی ختم ہوئی۔" خلاوت نے کہا اور خیر صاحب ایک

خندہ سانس لے کر رہ گئے۔

"وہ لوگ کس وقت آئیں گے؟" میں نے پوچھا۔

"شام کی چائے پر بالکل دوستانہ انداز ہو گا۔"

"ٹھیک ہے۔" خلاوت ملاپ دالی سے بولا۔

"کہنا کھانا آپ لوگوں نے۔" خیر صاحب نے پوچھا۔

"ہاں۔ آرام کر رہے تھے۔ اجازت۔"

"بہت بہت شکریہ۔ اب شام کی چائے پر ملاقات ہوگی۔ آپ آرام کریں۔" نواب جلال الدین نے کہا اور ہم دونوں واپس نکل آئے۔

"میں جانتا ہوں فکریہ زہرنت کے معاش میں بھی تم کوئی پکڑ چلاؤ گے۔ لیکن اب یہاں رکنے سے قاعدہ بنا۔"

"یار کیوں پور کر رہے ہو۔ دل ٹک رہا ہے اور کیا۔ تم اگر زیادہ سی پور کر رہے ہو تو پھر چلو۔"

"تمہارا دل بالکل نہیں چاہ رہا؟"

"ہاں۔ میں تو یہاں پندرہ روز رہتا چاہتا تھا۔" خلاوت نے کہنے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"تب ٹھیک ہے۔ یہی تمہاری مرضی۔" میں بستر میں گر گیا۔ خلاوت بھی بہتے آثار کمر میں پریشان ہو گیا۔ کئی منٹ تک ہم دونوں خاموش رہے پھر خلاوت نے شہرت آئینہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم نے شکیلہ کے بارے میں مجھے بدایات دی تھیں اور میں نے تسلیم کر لی تھیں۔ یوں سمجھو کہ تمہاری بدایات پر میں نے اس سے عشق کیا اور اب تمہیں میری بات ماننی پڑے گی۔"

"میں تو یہاں سے نہیں چلاؤں گا۔"

"خیر صاحب تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ ہم تو یہاں سے عشق و عاشقی کر رہے ہیں۔ اوستہ بھائی ہم کے آویں۔ یہ تو کیا رکھا ہے۔"

"یار شہزادہ! تمہیں تو شکیلہ سے عشق ہے؟"

"ہاں تو ہو گیا۔"

"وہ عشق؟"

"ہاں۔"

"چلو۔ خدا تم پر رحم کرے لیکن مجھے کیوں مرنا پڑا ہے۔"

"یہ ممکن ہے کہ خلاوت کسی مرض میں مبتلا ہو اور خندہ سانس لے کر رہے ہو۔"

"خلاوت نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔"

"خدا کی پناہ۔" میں نے ایک کمری سانس لی۔

"چنانچہ مسٹر عارف، آپ کو حکم دیا جاتا ہے کہ شام کی چائے پر آپ افغان سے نظربازی شروع کر دیں گے اور پھر رات کے کھانے پر آپ اس کی کمری کے بائبل سامنے دو جائیں گے۔ آپ کی آنکھوں میں ایک تجربہ کار عاشق کی طرح محبت کے جذبات ہوں گے۔ تم از کم اس حد تک کہ افغان انہیں محسوس کر لے۔ گویا آئینہ آپ اپنا کام شروع کر دیں گے اور از آئیں مجھوں کے اندر اندر آپ دونوں کو غفلت طور سے ایک دوسرے پر عاشق ہو جانا ہو گا۔" خلاوت کے انداز پر مجھے ہنسی آئی۔

"یہاں اداکامات آپ افغان پر بھی صادر کر سکتے ہیں۔" دیکھو دیکھو یہ بات مت کرو۔ یہاں اس بے چاری کو بدنام کرانے کی فکر میں۔ ورنہ انہی پانچ منٹ کے اندر اندر وہ پوری کوٹھی میں ہائے حسرت دے سائیکس پائیکس کے تجربے کرے گا۔"

"ارے نہیں نہیں، ایسا مت کرنا۔" میں نے گھبرا کر کہا۔ جی بات یہ ہے کہ خلاوت جیسے بد معاش کے لیے یہ کام مشکل نہ تھا۔

"دیر کی گزرتی ہو گی۔ گویا ثابت ہوا کہ تمہارے دل میں بھی اس کے لیے کچھ ہے۔" خلاوت مسکراتے ہوئے بولا۔

"کیوں نہیں ہے۔"

"کیا ہے؟" خلاوت دلچسپی سے بولا۔

"انسانی ہمدردی۔"

"رحمت تیرے کی۔ خیر بیٹے، بہر حال تمہیں از آئیں محبت کا وقت دیا گیا ہے۔ انسانی ہمدردی کے تحت ہی عشق شروع کرو۔"

مجھے بھی آرتی تھی۔ عجیب احمق آدمی ہے۔ یہ بھی خلاوت کوٹ بول کر لیت کیا تھا۔ اس کے بعد کافی دیر تک اس نے بات نہ کی۔ خیر سانسوں کی آواز سے اندازہ ہوا کہ وہ سو گیا ہے۔ میں نے بھی خاموشی اختیار کر لی اور خیالات کی ریل چمک چمک کرتی چلی پڑی۔

میں نے زہرنت، زکریا رحمانی، شیکھر کی فراہم کر دیے۔ شاد لڑکیاں، بیٹھی انجیل، خلاوت کی دنیا میں نئے والی حیدر کی اور نہ جانے کون کون۔

لیکن عشق کا تصور تو کب کا نہیں سے زائل ہو چکا تھا۔ شاید زہرنت کے بعد ہی۔ اب کوئی لڑکی دل کے دروازے پر دستک نہیں دے سکتی تھی لیکن خلاوت کی خندہ عجیب تھی۔ خود

بھی پھنسا تھا اور مجھے بھی پھنسانے کے دورے تھا اور اس بار ایسا نظر آ رہا تھا جیسے کوئی تیرہ کاؤ گرنے دوکے کیا کرنا چاہتا ہے یا افغان۔ لڑکی تو اچھی ہے لیکن شہزادی سے کہ وہ بھی مجھ سے عشق کرتے اور پھر اتنے اعلیٰ گھرانے کی لڑکی۔ طاہرات نے مجھے کچھ بھی بتایا تو لیکن بہر حال تمہاری شخصیت پر اور زکا ایک کلرک ہی۔ طاہرات کی مناعت کے ذریعے میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ طاہرات کے اکامات کی پابندی کرنے آیا تھا۔ اسی میں میری بہتری تھی۔ لیکن انوکھا قسم افغان میری آنکھوں میں ابھرتی تھیں۔ یہ قسم کا عوار تو نہیں محسوس ہو رہا تھا۔ افغان حسین ہے کیا حرج ہے؟ اگر۔ اگر۔ اور میری آنکھوں میں آدھیاں گھرنی دینی گئیں۔ مجھے خند آئی تھی۔

پھر شام کو پانچ بجے طاہرات ہی نے دیا۔ وہ شاید فہم کر کے آیا تھا۔

"دن کے ذریعہ اب اتنے نہیں ہوتے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا "بس اب اٹھ جاؤ۔ افغان صاحبہ ابھی چند منٹ کے بعد ناشتے کی میز پر نظر نہیں کی۔" میں مسکراتے ہوئے "تم تو کالج کے نوجوان لڑکوں کی طرح عشق کے ابتدائی طالب علموں کی سی حرکتیں کر رہے ہو۔"

"اور تمہیں کچھ اس کرنے کا مرض لاحق ہو گیا ہے۔"

اور پھر ان لوگوں سے چند لمحات کی مہذرت طلب کی اور طاہرات کا بازو پکڑ کر ایک طرف لے گیا۔

"حضرت چاہتے ہیں یہ میز پر روانہ کی ابتدا کیٹنسل۔ تم سہجہ ملے ہو گے کہ سامان کون ہیں؟"

"وی لوگ!" طاہرات نے جواب دیا۔

"یار طاہرات۔ ہاتھوں کے نشانات دکھائی کر رہے؟"

"کیا چاہتے ہو؟"

"میرے فٹرز پر پٹ پولیس بیٹہ آفس میں موجود تھے۔"

میں نے جواب دیا۔

"تھر مت کرو۔ جس فٹنڈ پر وہ تمہارے ہاتھ کا نشان لیں گے۔ اس پر گھر سے کے کھر کی تصویر آئے گی۔" طاہرات نے بے فکر کی ت کہا۔

"میں یار! ایسی کوئی حرکت بھی انصاف نہ ہوگی۔ میرا خیال ہے کوئی سیدھی سادی بات ہو جائے تاکہ میری جان بچے۔"

"ٹھیک ہے۔ ان کے فرشتے بھی تمہارے ہاتھ کے موجود۔ نشانات کو پہلے نشانوں سے نہ ملا سکیں گے۔"

"یہ مناسب ہے۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

دیسے میں کسی مدد تک سرور تھا۔ اس معاملے کے بعد میری شخصیت بدل رہی تھی۔ اور اپنے ہی وطن میں اب میری حیثیت ایک نجوم کی نہ رہ گئی۔ بہر حال یہ سرت کی بات تھی۔

ہم واپس دوسرے لوگوں میں پہنچ گئے اور سب ناشتے کے کمرے کی طرف چل پڑے۔ ناشتے کے کمرے میں ذوال ہلال الدین، تنویر صاحب اور دوسرے لوگ موجود تھے۔

سب لوگوں کے بیٹھ جانے کے بعد چائے کا پرکھت دور شروع ہو گیا۔ منے آئے والے لوگوں نے کمرے انداز میں بار بار جانچتے رہے تھے اور میں نے ایک پولیس آفسر کو صاف پہچان لیا تھا کہ وہ میرے کو ہم نے ایک دن پولیس بیٹہ آفس میں کافی پریشان کیا تھا۔

بہر حال ہم سنجیدہ شخصیت بنائے ہوئے اور جانے کے دور ان غیر فطری سی خاموش طاقی رہی۔ بالآخر چائے کا دور ختم ہو گیا اور ذوال ہلال الدین نے کہا۔

"ذوال میاں اور صائم میاں! یہ حضرات آج کچھ خصوصی گفتگو کرنے کے خواہش مند ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ذرا رنگ دہم میں چلیں۔"

"بھیا آپ پتہ نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ لوگوں سے مہذرت۔" ذوال صاحب نے چون

میں نے اٹھرائی لیتے ہوئے جواب دیا اور پھر اٹھ کر بائیں طرف بڑھ گیا۔

"جی نہیں۔ ابھی آپ سارے میں افغان سے گفتگو فرما رہے تھے اور خاصی روایتی گفتگو تھی۔"

"یار طاہرات! تمہارے اوپر تو واقعی مجھے حیرت ہونے لگی ہے۔ اچانک تمہاری شخصیت ہی بدل گئی۔ تمہارے ذہن پر تو صرف وہان ہی روانہ سوار نظر آتا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں اس سے انکار نہیں کروں گا بلکہ اعتراف کر رہا ہوں۔" طاہرات نے جواب دیا اور میں گردن جھٹک کر ہاتھ

روم میں داخل ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں تیار ہو کر کمرے سے باہر نکلیں آئے۔ یہ لڑکے لڑکیاں تو پیسے ہر وقت

ہی ہماری ٹانگ میں رہتے تھے۔ ساتھ ہی موجود تھے۔ انہیں دیکھ کر طاہرات کے ہونٹوں پر مسکراہٹ چھیل گئی اور وہ سب

ہمارے قریب پہنچ گئے۔

"کیا آپ نے ہمارے قدموں کی آہٹ سن لی تھی؟"

کمال نے پوچھا۔

"جی نہیں۔ البتہ دل کی آہٹ سن لی تھی۔" طاہرات

طاہرات

طاہرات

طاہرات

طاہرات

طاہرات

طاہرات

طاہرات

طاہرات

طاہرات

طاہرات

طاہرات

طاہرات

نے افغان کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اوہ۔ یہ تو انوکھی ایک دلی کی تھی؟" غازیہ جلدی سے بولی۔

"جی ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ نے سنی تھی؟" غازیہ شرارت سے بولی۔

"نہیں۔ مجھے عادل نے بتایا تھا۔"

"آواز کس کے دل کی تھی؟"

"خاتون غازیہ کے دل کی!" میں نے بڑبڑت کہا۔

دوسرے لوگوں نے قہقہہ لگایا اور غازیہ کسی قدر جھنجھکی۔

"بھئی باقی گفتگو چاہتے ہیں؟" افغان نے یہ بیان کی حیثیت سے کہا۔

"اور۔ چائے کی میز پر اور وقت قید خانہ کی حیثیت

رہتی ہے۔" ایک لڑکی بولی۔

"کیوں؟"

"انکس خبر کے کچھ صمان چاہتے ہیں۔"

"اچھے ہیں؟" میں نے بے ساختہ پوچھا۔ میں سمجھ گیا

تھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔

"ہاں۔ میں چار افراد ہیں لیکن کوئی ہرج نہیں ہے۔ ہم

جلدی چائے کی میز پر آئے جہاں گے۔" افغان نے جواب

دیا۔ میں نے ایک جھنجھکی سانس لے کر طاہرات کی طرف دیکھا

کی طرف دیکھا اور پھر تنویر صاحب، ذوال ہلال الدین اور نو

دار و حضرات ہمارے ساتھ ذرا رنگ دہم میں آ گئے۔ پولیس

آفسر ذوال ہلال الدین صاحب کے احترام میں خاموش تھے اور نہ میں

ان کی باتوں میں۔ کیونکہ قوی صاف دیکھی تھی اور پھر وہ

حضرت بول رہی تھی۔ انہیں ہم نے پولیس بیٹہ آفس میں

پریشان کیا تھا۔

"یار طاہرات! میرے بھی پہچاننے سے انکار کریں گے مسٹر۔"

ان کے اٹھانے میں طر تھا۔ ذوال ہلال الدین صاحب بڑا شٹ نہیں

کرتے تھے۔

"یار طاہرات! میرے بھی پہچاننے سے انکار کریں جس کی آپ کو ہدایت

کی تھی ہے۔" انہوں نے پولیس آفسر کو ٹوک دیا۔

"میں نے کوئی بات نہیں کہی تھی۔ مجھے میں تیار ہی ہے

جناب۔ میری آنکھیں دھوکا نہیں کھاتیں۔ میں ان دونوں

سے اچھی طرح واقف ہوں۔" پولیس آفسر نے کہا۔

"تو پھر آپ کیا چاہتے ہیں؟" ذوال ہلال الدین نے ہنست

پہنچ کر بولے۔

"کچھ نہیں۔ میں صرف آپ کو سچا کرنا چاہتا ہوں۔"

آپ کوئی بڑا آدمی نہ اٹھا جائیں۔"

"میرا آپ سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اس لیے آپ میرے بارے میں فکر مند ہونے کے بجائے صرف اپنا کام کریں۔" ذوال ہلال الدین صاحب نے کہا اور پولیس آفسر ہتھملا کر خاموش ہو گیا۔

بہر حال ہمارے ہاتھوں کے اور انہوں کے خفاشات لے لے گئے۔ میرے دل میں ہلکی سی کچکپاہٹ تھی لیکن طاہرات

لا پرواہ تھا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد بمشوریت اور پولیس

آفسر پہنچ گئے۔

ذوال ہلال الدین صاحب نے گہری سانس لی تھی۔ چند منٹ

خاموشی رہی پھر ذوال ہلال الدین صاحب بولے "دراصل قصور ان کا

بھی نہیں ہے۔"

"جی؟" تنویر صاحب نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔ جی۔ یہ روایتی مشابہت ہے۔ تصویر دیکھ کر میں

خود دیکھ رہا تھا۔"

"بہر حال اب بات صاف ہو جائے گی۔"

"ہاں۔ جی۔ چھوڑو! اس تذکرے پر ہی لنت بھیجیو۔

ویسے تنویر اب تم غریب کا درباری بن کر رہ گئے ہو۔" ذوال

صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں سمجھا بھائی صاحب؟" تنویر صاحب شریف

انسان تھے سادگی سے بولے۔

"نہ سیر نہ شکار۔ بچے ہیں، ان کے لیے کوئی بھی

پرگرام نہیں بنایا ہے؟"

"تھا کیا بتا۔ اب آپ تشریف لاتے ہیں ہمارے بھی

دن اتھے گزر جائیں گے اور پرگرام آپ سے اتنے کون بنا

سکتا ہے۔ آپ بھی ان طاہرات سے اچھی طرح واقف ہیں۔"

"ہاں۔ جی۔ کچھ سوچو۔ صائم اور عادل میاں کی موجودگی

ان پر دو گراموں میں چار چاند لگا دے گی۔ تم تعین کرو، ہلال

آباد میں انہوں نے جو دن گزارے وہ ایک یادگار حیثیت

رہتے ہیں۔ ویسے عادل میاں آپ نے وہ ٹھوڑے کماں

پھوڑے؟"

"ریاست واپس بھجوا دیے تھے۔" طاہرات اب بصوت

بولے میں ہار ہو گیا تھا۔

"ادھر تو عادل صاحب اور صائم صاحب کو بھی ریس کا

شوق ہے؟" تنویر صاحب دلچسپی سے بولے۔

"تم صرف شوق کی بات کرتے ہو۔ ان کے گھوڑوں کا

مالیاتی مشکل سے ملے گا۔" ذوال ہلال الدین نے فخر سے

بولے۔

"کمال ہے۔"

"ابھی تم نے ان کے کمال دیکھے کہاں ہیں۔ تم تو بس انہیں بھڑکانے پر قن گئے تھے۔"

"براہ کرم بھائی صاحب۔ یہ کس کرمیرا دل نہ دکھائیے۔ میں اتنا برا انسان نہیں ہوں۔ بس حالات ہی ایسے ہو گئے تھے۔ اب اندازہ لگائیے۔"

"خیر اب تو سب سچم ٹھیک ہو گیا۔ ہاں تمہارے مکھڑوں کی کیا کیفیت ہے؟"

"افشائ کی شہدگی نے سارے شوق ختم کر دیے تھے۔ گھوڑے اسطبل میں مودود ہیں لیکن حرمت سے نہیں دوڑتے ہیں۔ اب تو روز نا بھی بھول گئے ہوں گے۔"

"اوہ۔ مگر گھوڑے تھے نا کارہ کر دیے تم نے۔ میرے پاس ہی بیچ دیجئے۔"

"بیس مجبوریاں۔"

"ہاں۔ بھولیں باتیں اپنے بس سے باہر ہوتی ہیں۔ یہاں رہیں وہ ضرور کی کیا کیفیت ہے؟"

"بات قعدہ سالانہ رہیں جی ہوئے ہی والی ہے۔"

"اوہ۔ وہ تو کتنی بڑی رہیں ہوتی ہے؟"

"اٹھ۔"

"تکب ہوگی۔ معلوم کرو۔"

"بہتر۔"

"بہر حال ایک آدھ دن میں سید تفریح کا کوئی پروگرام بنائیں گے اب تو تمہارے ذہن پر کوئی بوجھ نہیں رہا۔"

"ہاں۔ خدا کا شکر ہے سارے معاملات ہموار ہو گئے۔ خیر صاحب ہمیں عجیب سی ٹکاہوں سے دیکھتے ہوئے پڑے۔"

"اؤ پھر انہیں اور ہاں ہاڑوں کو ہدایت کرو کہ ان کے ہاتھ صاف کرادیں۔"

"نہیں۔ ہم خود صاف کر لیں گے۔ تھوڑی دیر کے لیے اجازت دیں۔" میں نے کہا اور پھر میں طاہوت کے ساتھ اس کمرے سے نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنے کمرے میں تھے سب سے پہلے ہم نے ہاتھ صاف کیے اور پھر میں تولیہ سے ہاتھ خشک کرنا ہوا طاہوت کے سامنے آ بیٹھا۔

"جی حضور۔ اب کیا حکم ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی پہلے حکم کی تعمیل کہاں ہوئی ہے؟" طاہوت نے شبیدہ شکل بناتے ہوئے کہا۔

"آپ نے کوئی بفر عیش کھول رکھا ہے؟"

"یوٹھی سچو لو۔" طاہوت نے جواب دیا۔

"یار۔ میری مائو تو بس چلو یہاں سے۔ اب دل نہیں لگ رہا۔"

"دل کی بات کیوں کرتے ہو یار۔ جی بات کرو۔ دل تو نوب لگ رہا ہے مگر اس کے ساتھ ذرا بھی لگ رہا ہے۔"

"ذرا کس بات کا؟"

"پولیس کا۔ اور کس کا؟"

"چلو یوٹھی سمجھ لو۔ یہ بے عزتی اچھی لگ رہی ہے۔ ویسے باقیوں کی کیفیوں کا تم نے کیا کیا؟"

"سب بدل دی ہیں۔"

"ہمارے یہاں کے فنگر میں ایک ہیٹ بے حد ذہین ہوتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"اور میں تو جیسے مگر حابوں کے لیے ایک طاہوت آ رہی ہیں نکال کر دلا۔"

"یہ بات نہیں۔"

"بس پھر کوئی بات نہیں ہے۔ فنگر باقیوں سے بہتر ہے۔"

"طاہوت ہاتھ اٹھا کر پوچھا اور بڑے ہی اطمینان سے کہنے لگا۔

"وامت نکالنے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں کچھ نہیں پڑے گا۔"

"طاہوت نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"اب میں کیا جواب دوں۔ بہر حال کوشش کروں گا۔"

"لیکن اس کا نتیجہ میری سچو میں نہیں آیا ہے۔" میں نے کہا۔

"نتیجہ جب نکلے گا تب تب ہی آئے گا۔ ابھی سے کیسے آئے گا؟"

"لیکن تمہیں آخر اس سے کیا دلچسپی ہے طاہوت؟"

"وٹیکو غار۔ طاہوت شوق سے کہنے لگا۔ تم بھی کرو گے۔"

"طاہوت شادی کرے گا تو تم بھی شادی کرو گے۔ بس اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں کہتا چاہتا۔"

"اچھی زبردستی ہے۔"

"بس اب زیادہ بے نیکی کو شش مت کرو۔ میں تمہاری پر رسانی سے واقف ہوں۔ اب وہ ایسی بڑی بھی نہیں ہے۔"

"پارساتو میں نے خود تو کبھی نہیں کھا طاہوت!"

"شبیدہ ہونے کی کوشش مت کرو۔ باؤ گھن سے ذہم کرو۔ کامیابی ہوگی۔"

"بہت بہتر ہو رہا ہے۔"

"یہ شبیدہ کہاں ہے بہت غیر حاضری ہے مکی ہے۔"

"لما کر اؤں۔" میں نے کہا۔

"نہیں خود آجائے گی۔ میرا جذبہ شوق دیکھنا چاہتے ہو؟" طاہوت پوچھا۔

"ضد درکشاں" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ران جن۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔" طاہوت چست کی طرف منہ اٹھ کر بولا اور میں مسکراتے لگا۔

"ذہب۔ تو کیا آپ اسے چار سے ران جنس کہتے ہیں۔"

"اچھا نام ہے۔ مجھے پسند ہے۔" طاہوت نے کہا اور اسی وقت دروازے پر دستک دہی پھر شبیدہ کی آواز سنائی دی۔

"میں اندر آ سکتی ہوں؟"

"تشریف لائیے۔" طاہوت نے جواب دیا اور شبیدہ مسکراتی ہوئی اندر چلی۔

"میں باہر بیٹھتا ہوں؟" میں نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"ارے۔ ارے خیریت؟ یعنی میرے کتے ہی؟" شبیدہ نے کہا۔

"جی۔ میں مناسب بھی ہے کیونکہ آج کل آپ ہمارے قریب رہنا چاہتے ہو۔" میرے بجائے طاہوت نے جواب دیا۔

"لیکن آپ لوگ تو ان کے ساتھ تھے اس لیے اور پھر یہ افشائ کی ایک۔ جو تک بن گئی ہے ایک لٹے کے لیے نہیں چھوڑی۔ اس نے میری شکل سے اپنی سیلیدوں کو دھوا دینے کے درجنوں منصوبے بنا ڈالے ہیں۔ بس عجیب امتقان کرتی کرتی رہتی ہے۔ وہ تو بس دیوانی ہو کر رہ گئی ہے۔"

"میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے۔ جس طرح ایک لٹے کے دو بادشاہ نہیں ہو سکتے تھے اسی طرح ایک طاہوت بنانے نہیں ہو سکتے۔" طاہوت نے کہا۔

"جی۔ ہو سکتی۔ اس نے گھبراہٹ ہوئی ٹکاہوں سے میری طرف دیکھ کر میں نے اس کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ البتہ میں نے اسے اپنے بڑے طاہوت سے پوچھا۔

"اوہ۔ ان کا وہ کون کون ہے؟"

"اتفاق سے قمر کے پاس گئی پھر نہیں ہے۔ ورنہ میں اتنا خفا کرتا کہ سارے مارا۔ تب ہمیں اندازہ ہوا کہ وہ سارا دینا کون ہے۔" طاہوت نے کہا۔ ویسے میں تمہیں شکل سے پوچھا نہیں نظر آتا۔"

"بہت سے نظر آتے ہو؟" میں نے کہا۔

"لیکن میرا سر کیوں چھوڑا جا رہا ہے؟"

"اس لیے کہ تم ابھی تک باہر نہیں گئے۔" طاہوت نے کہا۔

"جارا ہوں۔ جارا ہوں۔ مجھے علم ہے کہ محبت میں انسان بے حد خود غرض ہو جاتا ہے۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا اور دروازے سے باہر نکل آیا۔ شبیدہ کی گردن بھی ہلکی تھی۔

بہر حال میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ اس بار طاہوت شبیدہ کی سے مرض عشق میں گرفتار ہو گیا تھا لیکن اس بار میں اسے منع بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ شبیدہ کوئی بڑی لڑکی نہیں تھی اور بہر حال یہ طاہوت کا اپنا فعل تھا۔ اگر وہ کسی شریف لڑکی کو پسند کر کے اس سے شادی کرنا چاہتا ہے تو میں اسے کیسے روک سکوں گا۔ میں تو اب اسے سمجھا بھی نہیں سکتا۔ یہ بات میری خود غرضی پر محمول تھی باقی میں اپنی حفاظت کی خاطر اسے روکنے کی کوشش نہیں کر سکتا تھا۔

"خدا کرے یہ محبت کامیاب ہو۔" آج تو طاہوت نے سب کچھ کراخان کر دیا تھا اور شبیدہ کے چہرے کی سرفری اور شرم اس بات کی گواہ تھی۔

لیکن وہ احق مجھے بھی پھنسا رہا تھا۔ افشائ شبیدہ کی ہم شکل تھی خوش مزاج تھی، اعلیٰ خاندان سے تھی لیکن ضروری تو نہیں تھا کہ وہ بھی مجھے پسند کر لے۔ طاہوت نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ چاہے تو افشائ بچوں کی مانند میرے لیے معرا کر دی کرنے لگے لیکن یہ فیصلہ بات تھی۔ دل کے سوؤں میں میں طاہوت کی مدد نہیں چاہتا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں اور بھی بہت سے خیالات تھے۔ میں اپنی حیثیت سے اچھی طرح واقف تھا۔ ایک نہ ایک دن بہر حال طاہوت کا طلسم ٹوٹا تھا۔ اس کے بعد اس کے بعد میری کیا حیثیت ہوگی۔ ممکن ہے میں طاہوت کے چلائے ہوئے پتھر کی وجہ سے پولیس کے جنگلوں سے بھی نقل جاؤں لیکن دنیا کو میری حقیقت پہ چل گئی تو کیا ہوگا؟

لیکن اپنا یہ خیال مجھے خود سچا نہ لگا۔ طاہوت بہر حال ایک خاص انسان تھا۔ اس نے انہی لوگوں کے لیے اتنا کچھ کیا تھا تو میرے لیے وہ کیا کچھ نہ کرے گا۔

میں نے ایک کمری ماسٹری اور پھر مقب سے تینوں کی آواز سن کر چونک پڑا۔ "ارے۔ صائم بھائی۔ کہاں گھوم رہے ہیں؟"

اور میں رک گیا۔ ہمیں احسان اور افشائ آ رہے تھے اور پھر وہ میرے قریب پہنچ گئے۔

"ہمیں باجی۔" افشائ نے ہمیں کو پکارا۔

"ہوں۔"

"آپ کو تعین ہے کہ یہ صائم صاحب ہیں؟"
 "ہاں۔ کیوں؟" سیمیں مسکراتے ہوئے بولی۔
 "براہ کرم مجھے ان دونوں کی کوئی نمایاں پہچان بتاویں۔"
 "ہاں کی، انہیں کھول لو افشاء۔ مشکل نہ رہے گی۔"
 سیمیں نے جواب دیا۔

"یہ جذباتی بائیس ہیں سیمیں باجی۔ خدا کی قسم میں ان دونوں میں تمیز نہیں کر سکتی۔" افشاء نے کہا۔
 "جذبات ہی تو زندگی کا اظہار کرتے ہیں افشاء۔ خدا کی قسم میں صرف دل سے انہیں پہچانتی ہوں۔ ورنہ میرے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔"
 "لیکن میرا خیال ہے حضرات آپ کو غلط فہمی پوری ہے۔ میں غافل ہوں۔" میں نے شرارت سے کہا۔
 "صائم بھائی آپ کی سیمیں دھوکا نہیں کھا سکتی۔"
 "اور احسان بھی۔" احسان نے کہا۔
 میں جسے لگا "کیا یہ سچ ہے؟" افشاء نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

"کیا افشاء صاحبہ۔"
 "آپ۔ آپ صائم صاحب ہی ہیں؟"
 "جی۔ اے۔"
 "تب تو سیمیں باجی قتل واد ہیں۔"
 "میں نے دل کی آنکھوں کی بات کی تھی افشاء۔"

"لیکن سیمیں ہیں۔ سب آپ کا سوال کہاں سے انہیں گئے اور پھر آپ سے جو قوت ہے آپ اسے افشاء صاحبہ پر کیوں مسلط کر رہی ہیں؟" میں نے کہا۔
 افشاء دوسری طرف دیکھنے لگی۔ سیمیں نے مسکراتے ہوئے اس کی شکل دیکھی اور بولی "ہاں۔ میری نگاہ سے اگر کوئی دیکھے تو میں کہوں کہ تم کیا ہو۔ غافل کہاں ہیں؟"
 "عبادت کر رہے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔
 "کیا مطلب؟"

"عبادت۔ میرا خیال ہے عام فہم لفظ ہے۔"
 "مگر اس وقت؟"
 "عبادت کے لیے کوئی وقت تو تعین نہیں ہے۔ جب دل چاہے جب دل طلب کرے۔" میں نے جواب دیا۔
 "مگر اس سے قبل تو۔ ہیں کہاں؟"

"اپنے کمرے میں۔"
 "آؤ۔ ذرا دیکھیں تو سہی۔"
 "آپ چلے۔" میں ابھی حاضر ہوا ہوں۔ "میں نے کہا اور وہ سب طاہرات کے کمرے کی طرف بڑھ گئے اور پھر میں

نے دور سے انہیں طاہرات کے کمرے میں جمائے ہوئے دیکھا۔ پھر سب کے سب دروازے سے کان لگا کر کمرے ہو گئے تھے۔ میرے سینے میں قہقہے چل اٹھے۔ اور میں انوازہ لگانے لگا کہ طاہرات کو جب میری شرارت کا پتہ چلے گا تو وہ کتنا سچ پا ہوگا۔ بہر حال خود میں نے اس وقت وہاں جانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ پھر میں نے ان سب کو طاہرات کے کمرے میں داخل ہوتے دیکھا اور کان دیا کہ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

بات چت زیادہ ہی آگے بڑھ گئی تھی۔
 اور پھر میں جان بوجھ کر ادائیگی کے کمانے تک طاہرات کی فکارتوں سے اوجھل رہا۔ نواب باجی ان سے آپس آپ ہنسنا رہا تھا پھر نواب صاحب کا ٹیلی فون آگیا۔ وہ اندر کرکٹ گئے۔ تب قصد حق اور کمال باجی تک پہنچ گئے۔ رات گئے کمانے پر سب ساتھ تھے۔ نواب صاحب کا کمانا تھا کہ

سرخ زور ہاتھا۔
 "حضرات! انہوں نے کمانے کی میز پر سب کو کھانا کیا۔" مشکل تمام میں نے اب تک مہربانیاں کی ہیں۔
 میرا بیٹا اس افشاء سے خالی نہیں ہو جائے گا۔ میں نے کہا۔
 "نہیں کھاسکوں گا۔ اس لیے آپ ایک خوش خبری سنئے۔"
 "خبریت؟"
 "ہوم سیکرٹری صاحب نے بطور خاص مجھے ٹیلی فون کیا تھا۔"

"اوہ!" خیر صاحب نے خشک دونوں پر زباننا پھیر کر۔
 "ظاہر ہے انہوں نے میری درخواست پر خصوصی ہدایات جاری کی تھیں۔ چنانچہ کام بھی نہایت چھری سے ہوا ہے۔ جس شخص نے ایک فرم خشک برادری سے تعین کیا تھا اور پھر جس نے اپنی حق سہی کیے اور پولیس سے فراوانی۔ اس کا نام عارف ہے۔ وہ شہزادہ خاں اور شہزادہ سالم کا ہم شکل بندو ہے لیکن اس کا کوئی تعلق ان دونوں حضرات سے نہیں ہے۔ فکر یہ ہے کہ شہزادہ خاں نے قصد حق کر دی ہے۔ وہ کوئی اور ہی شخص ہے۔ چنانچہ ہوم سیکرٹری نے فحش کی ہے کہ پولیس ہائیلڈ۔ خانی مانگ سکتی ہے اگر یہ دونوں حضرات چاہیں تو اور سرکاری طور پر ان کی رہائش کا بندوبست بھی کیا جاسکتا ہے لیکن میں نے ان دونوں کی طرف سے کہہ دیا ہے کہ ہمیں کسی شے کی ضرورت نہیں ہے۔"

نواب صاحب کے خاموش ہوتے ہی پر زور آئیاں بھیجیں۔ سب نے خوش ہوا اظہار کیا تھا۔

"میرے اوپر معافی خاص طور سے فرض ہو گئی ہے۔"

خیر صاحب شرمندہ لہجے میں بولے۔
 "ارے نہیں خیر۔ بس بات ختم ہو گئی۔ خدا کی قسم ان کے کھرف سے واقف ہو جاؤ گے تو انہیں کسی اور ہی دنیا کا انسان پاؤ گے۔"

"مجھے اعتراف ہے۔" خیر صاحب نے کہا۔
 "بس اب کھانا شروع کیا جائے۔" نواب صاحب بیٹھ گئے اور کھانا شروع ہو گیا۔ کمانے کے دوران میں نے کئی لکھنویوں سے طاہرات کی شکل دیکھی وہ نارمل تھا۔ ایک آدھ بار میں نے اس سے آنکھیں بھی ملائیں لیکن اس کی آنکھوں میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ تب میں نے سکون کا سانس لیا گویا وہ مجھ سے ناراض نہیں ہے۔

"بجٹی اب کوئی عمدہ سا پروگرام بن جائے خیر۔"
 نواب صاحب کمانے سے فارغ ہو کر بولے۔
 "میں حاضر ہوں بھائی صاحب۔"

"میں حاضر کیا ہوں۔ پروگرام بنائے۔"
 "میرا خیال ہے کہ کل کا دن میرے باغ میں گزارا جائے۔ سو نمٹک وغیرہ کی جائے اور پھر وہیں بیٹھ کر کوئی دوسرا پروگرام بنائیں گے۔"

"خیر ہے۔" نواب صاحب نے کہا "اور ہاں تمہارا دوا صلیب بھی تو وہیں کہیں ہے۔"
 "باغ سے تھوڑی دور ایک عمارت میں ہے۔ لیکن بھائی صاحب میرے گھر سے بس اب نام کے ہیں۔"
 "خیر۔ خیر۔ تو یہ طے ہے۔"

"جی۔ اے۔"
 "اب رات کا کیا پروگرام ہے۔"
 "خیر۔ خیر۔"
 "میں تو شطرنج کھیلنا چاہتا ہوں۔ چلک کی کیا رائے کریں گے؟"

"چلو۔" نواب صاحب نے کہا اور سب کمانے کے کمرے میں چلے گئے۔
 "اگر آپ حضرات کو شوق ہو تو میں پائیس باغ میں موسیقی کا بندوبست کروں؟" افشاء نے پوچھا۔
 "واہ۔ یہ بھی پوچھنے کی بات ہے۔" سیمیں اور احسان نے کہا۔

"تب مجھے تھوڑی دیر کی اجازت دیں۔ تو قصد حق۔ تو کمال۔" افشاء نے کہا۔

"ہم بھی لباس وغیرہ تبدیل کر آئیں؟" طاہرات نے کہا۔
 "ضرور!" اور پھر ہم دونوں واپس چل پڑے۔ میں خاموش تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو عارف؟" طاہرات نے حسب عادت پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔"

"خوش نہیں ہو؟"

"کیوں نہیں۔"

"ساری زندگی کے لیے جان جھوٹ گئی۔ ویسے یار تمہارے ہاں کا قانون بھی عجیب ہے۔ جب انسان مجرم ہوتا ہے تو اس سے کوئی نہیں پوچھتا۔ اور جب نہیں ہوتا تو سب اس کی جان کو آجاتے ہیں۔"

"ہاں طاہرات۔ بہر حال اچھا ہی ہوا۔" میں نے گہری سانس لی۔

"میرے لباس تبدیل کیے اور پھر یاہر نکلیں۔" میں نے کہا۔

افشاء بیٹھ کر "تیار ہو گئے آپ لوگ؟" اس نے پوچھا۔
 "ہاں۔ کچھ خاص تیاریاں کئی تھیں کیا؟" طاہرات نے پوچھا۔

"ارے نہیں۔ بس ایسے ہی پوچھ رہی تھی۔"
 "دوسرے لوگ بیٹھ گئے؟"

"ہاں۔ سیمیں باجی اور احسان بھائی کو روانہ کر کے آئی ہوں۔"

افشاء نے جواب دیا اور طاہرات نے گردن ہادی۔ پھر ہم لوگ پائیس باغ کے اس خوب صورت حصے میں پہنچ گئے جہاں درختوں کی جڑوں میں روشنیاں چھپی ہوئی تھیں۔ رنگین کرسیاں چھپی ہوئی تھیں۔ درمیان کی بیڑوں پر خوش رنگ بھلوں کے برتن رکھے ہوئے تھے۔ تمام لوگ پہنچ چکے تھے۔ روشنیاں اس قدر مدھم تھیں کہ شکلیں صاف نہیں نظر آ رہی تھیں۔ تاہم پہل رہا تھا کہ کون کون ہے۔

"آئیے حضرات۔" سیمیں کی آواز سنائی دی "افشاء تم نے تو پندرہ منٹ میں ہی سب کچھ کر ڈالا۔"

"نہیں سیمیں باجی۔ ہم اکثر یہاں یہ پروگرام رکھتے ہیں۔ میں آپ کو بڑی عمدہ چیزیں سنوا رہی ہوں۔" افشاء نے کہا اور درحقیقت افشاء بے حد باذن تھے۔ درختوں ہی میں مانگ چھپے ہوئے تھے۔ ہواؤں کی سرسراہٹ کے ساتھ انسانی سرگوشیاں ابھر رہی تھیں۔ کسی نوجوان کی آواز سنائی دی۔ ایک روح کی مانند۔ سکھتی ہوئی روح کی مانند۔ اور پھر عجیب سا ساں بندھ گیا تھا۔ اور پھر ایک زخمی نغمہ پھر پڑا۔

سب خاموش تھے اور بہت غور سے سن رہے تھے۔ نذر جباری رہا اور پھر خاموش ہو گیا۔ کئی منٹ تک سکتے سا بھاری رہا۔ سب متاثر تھے پھر جب دوش آیا تو تالیاں گونج اٹھیں۔
”یہ افشاں اتنا اعلیٰ ذوق رکھتی ہے۔ معلوم نہیں تھا۔“
احسان نے کہا۔

”واقعی افشاں کمال کردیا لیکن آوازیں کس کی تھیں؟“ ہمیں نے پوچھا۔
”میں نے ایسے بہت سے دیکھ کر یاد کرائے ہیں باقی۔ ان میں مختلف آرشوں کی آوازیں ہیں۔ آواز کے چند کرداروں کو سنیں گی؟“
”اوہ! ہاں ضرور۔“

”تو سنئے۔ یہ زب انسا ہے اور دوسرا اس کا محبوب نواب عاقل خاں۔“ افشاں نے کہا اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ خلیہ دور کی سورتی تصویر ابھر ہوئے گئی۔ کینڑوں کی چمکیں۔ خداؤں کی دست بستہ آئیں اور خواجہ سراؤں کی آوازیں۔ اور پھر زب النساء کی شیریں آواز۔ فارسی کا ایک شعر اور اس کے بعد ایک غزل۔ دو مشاعرے کے انداز کی تھی۔ واقعی کمال کردیا تھا۔

ظالوت بھی بڑی دلچسپی سے سن رہا تھا۔ موسیقی کا یہ پروگرام اس قدر حسین تھا کہ بس داد نہ دی جا رہی تھی۔ الیہ طریقہ نقیوں کے لیے ایک خاص ماحول پیدا کیا جاتا تھا اور اس کے بعد نئے کا لطف۔ بس دل موہ لیتا تھا۔

”اب بھی تم اس پر عاشق نہیں ہوئے؟“ ظالوت نے سرگوشی کی۔

”کیا مطلب؟“ میں نے حیرت سے چونک کر پوچھا۔
”مطلب یہی ہو چھوگے؟“ ظالوت رانت نہیں کر دیا۔
”یار تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔“
”دماغ خراب ہو گیا ہے تو سر پر پتھر داروں تاکہ عقل آجائے۔“

”کیوں مرجیں چار ہے ہو؟“ میں نے ہنس کر کہا۔
”تھکا کی قسم“ ٹھیکہ پر عاشق نہ ہوا ہوتا تو اس وقت افشاں کے ذوق پر ضرور عاشق ہو جاتا۔“ ظالوت نے کہا۔

”اوہ! میں نے طویل سانس لی۔“
”میں تمہاری ہڈیاں تو زردوں گا۔“ ظالوت غرایا۔
”لیکن کیوں میرے بھائی؟“
”تم نے ابھی تک اس سے اٹھار عشق نہیں کیا؟“
”یار ظالوت۔“

”ہاں ہاں۔ بگو۔“
”بہت نہیں پڑتی۔“
”دیکھو۔ میرے سامنے نقیوں باتیں کیں تو اچھا نہ ہوگا۔“
”قسم لے لو۔ ایسے دیسے ماحول کی دوسری بات تھی۔ اس شریف لڑکی سے کچھ کہتے ہوئے ہانکا سا خوف محسوس ہوتا ہے۔“

”اب کدہ قزو۔ نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔“
”کل ہم چمک ستارے ہیں۔“
”ہاں۔ پھر؟“
”دعہ کرنا، دہوں ہاں۔“
”آخری دفعہ؟“ ظالوت نے پوچھا۔

”ہاں یار۔ آخری دفعہ۔“ میں نے کہا۔
”نہی آوری تھی۔ ظالوت کسی خیال میں پڑ گیا۔
چونکہ کرگروں انٹائی اور ٹھیکہ کی طرف دیکھنے لگا۔
”ہلاؤ؟“ میں نے شرارت سے کہا۔
”ہل تو چاہ رہا ہے مگر رہے رے یار۔ آج دن میں ہی۔“
”بڑا دھڑکی ہوئی۔“
”کیا مطلب؟“

”تم گھنے تو یہ غول بیابانی آدھ کا۔“ ظالوت نے کہا۔
”اوہ! اچھا۔“ میں نے بڑی سنسنی محسوس کی۔ اس کا

مطلب ہے کہ حضرت کو میرے اوپر شبہ نہیں ہوا تھا۔ بہر حال یہ عمدہ بات تھی ورنہ میری جان کو تباہ آتا۔“
”میرا خیال ہے انہوں نے چھپ کر ہماری باتیں بھی سنی تھیں۔“
”اوہ۔ تو کیا۔“

”ہاں اور پھر چانک سب اندر ٹھس آئے۔ صاف تو نہیں کہا، لیکن اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے بہت کچھ سن لیا تھا۔ ان کی کواں اس سے اندازہ ہو جاتا تھا۔“

”اوہ! لیکن تمہارے درمیان گفتگو کیا ہو رہی تھی؟“
”جکو بہت۔“ ظالوت ہونٹ بیچ کر فرمایا اور میری ہنسی چھوٹ گئی۔ ظالوت خوں خوار لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔
”ٹھیک ہے۔ چاہے دوسروں کو سب معلوم ہے۔“ میں نے شکایتی انداز میں کہا۔ ظالوت نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ پر خیال انداز میں گردن ہلا رہا تھا۔ یہ نغمہ بھی ختم ہو گیا اور پھر شاید انٹول ہو گیا۔ افشاں نے سب کو فروٹ اور شروب کی دعوت دی۔ چائیں چائیں چھوٹے گلیں۔ دیسے اتنی خوب صورت رات سب نے افشاں کو مبارکباد دی۔

”آپ کو نمی پسند آیا یہ پروگرام۔ یا نہیں؟“ اس نے ہم دونوں سے پوچھا۔
”دوسرے لوگوں نے جتنی داد دی ہے۔ ہماری طرف سے ات دس سے ضرب دے لو۔“ ظالوت نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”اور آپ کا کیا خیال ہے صائم صاحب؟“ اس نے میری طرف دیکھا۔
”ضرب ہی کی بات ہے تو میری طرف سے آپ پچیس سے ضرب دے دیں۔“ میں نے جواب دیا۔
”اوہ۔ آپ لوگ بڑی فراخ دلی کا ثبوت دے رہے ہیں۔“ میں مسخوڑا ہوا جوں کی فروٹ کھینچے گا۔“ وہ ہمارے سامنے بیٹھ گئی اور پھر اس نے چونک کر اوجھر اوجھر دیکھا۔
”ارے ٹھیکہ۔ کہاں ہو۔ یہاں آؤ بھی۔“ افشاں کے انداز میں ہلکی سی شرارت تھی، ظالوت نے سر جھکیا تھا، لیکن وہ فوراً سنبھل گیا۔

”دیسے میں آپ کی غلط فہمی دور کردوں محترم۔“ آپ عادل کو صائم کہہ کر مخاطب کر رہی ہیں۔“ وہ بولا۔
”ہرگز نہیں۔“ افشاں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”کیوں؟ کمال ہے۔“ ظالوت نے کہا۔
”اب کوئی کمال نہیں ہے۔“ افشاں شرارت سے بولی۔

”کیا مطلب؟“
”ٹھیکہ نے مجھے آپ کی خاص پہچان بتا دی ہے۔“
”افشاں نے کہا اور ظالوت جیج جیچ پکڑ گیا۔ اس دوران ٹھیکہ وہاں پہنچ گئی۔

”کیا باتیں ہو رہی ہیں؟“ اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
”میں تو پہچان کی باتیں ہو رہی تھیں۔ جیج بتا ٹھیکہ کیا تھیں۔“ میں نے پوچھا کہ پچانے میں کوئی دقت ہوئی؟“
”ہاں۔ ابتدا میں کی بات۔“ ٹھیکہ نے سادگی سے کہا۔
”شکر ہے بات اچھی ہو گئی تھی۔“ افشاں ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

”کیا مطلب؟“ ٹھیکہ نے پوچھا۔
”اب کیا میں اتنی بھلی ہوں کہ ہر بات مطلب سے کروں گی۔“ افشاں پوری طرح شرارت پر آمادہ تھی۔
”اوہ۔“ ٹھیکہ ہنسنے لگی۔
”دیسے واقعی بڑی انوکھی چیز ہیں۔“ فرض کر دو کوئی شخص کسی کو چاہتا ہے اور اس سے اٹھار عشق کرتا ہے اور

اس کا جواب اس کے ہم شکل سے ملتا ہے۔“
”میری ایک درخواست ہے مس افشاں۔“ ظالوت بولا۔

”فرمائیے۔ فرمائیے۔“ افشاں ڈھٹائی سے بولی۔
”آپ اپنے گلے میں کوئی نشانی لٹکا لیجئے۔“
”اوہ۔ آپ ٹکرنہ کریں۔ آپ اگر کبھی غلط فہمی کا شکار ہوئے تو میں برا نہ مانوں گی اور جلدی سے اپنا نام بتا دوں گی۔“

”خیر اب میری آنکھیں۔۔۔ اتنی کچی بھی نہیں ہیں۔“ ظالوت نے طویل سانس لے کر کہا۔
”یہ نہ کہیں عادل بھائی۔ ہم آپ کو دھوکا بھی دے سکتے ہیں۔“
”چلیج کر دو مجھے۔“ ظالوت نے کہا۔
”جائے دیں۔ ہمیں کسی کو پریشان کرنے سے کیا فائدہ۔ کیوں ٹھیکہ؟“

”مہم میں مجھے کیا معلوم۔“ ٹھیکہ نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔
”کیا ہوا بھی۔ یہ انڈول کب ختم ہوگا؟“ احسان نے ہانک لگائی۔

”نہیں احسان بھائی۔ ابھی دوسرا دور شروع ہو جائے گا۔“ افشاں نے جواب دیا اور پھر وہ چند لمبٹ کی معذرت طلب کر کے اٹھ گئی۔ ظالوت شرارت آمیز نگاہوں سے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا پھر اس نے ٹھیکہ کی طرف رخ کر کے کہا۔

”ٹھیکہ تمہارا اس لڑکی کے بارے میں کیا خیال ہے؟“
”کون لڑکی؟“ ٹھیکہ بیسے کسی خیال سے چونک پڑی۔
”اوہ۔ کہاں ہیں آپ؟“ میں بھی چپ نہ رہا۔
”میں۔ ہاں ہاں ہیں۔“ ٹھیکہ اذیتاں انداز میں بولی۔
”افسوس۔ ابھی خاصی لڑکی تھی۔“
”کون؟“ ٹھیکہ بدستور گھبرائی، ذکی تھی۔
”ٹھیکہ کی بات کر رہا ہوں۔“ میں نے جواب دیا اور ٹھیکہ ہیکے انداز میں مسکرا دی۔

”مس ٹھیکہ! آپ اس شخص کی باتوں پر توجہ نہ دیں۔ میں آپ سے افشاں کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔“ ظالوت نے کہا۔
”ہلاؤں اسے؟“
”جی نہیں۔“ ظالوت نے گہری سانس لی ”آپ بد خواص نہ ہوں۔“

"میں ابھی حاضر ہوئی!"
 "ہاں۔ ہاں۔ آپ شریف رکھئے۔ میں غائب ہوا جاتا ہوں۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا اور نگلیہ جینے پئی۔
 "رفع ہو جاؤ۔" طاقتور غرایا اور میں ہنساؤ آگے بڑھ گیا۔

موسیقی کا پروگرام خاصی رات مجھے جاری رہا۔ کسی بزرگ نے بچوں کے مشاغل میں دخل نہیں دیا تھا۔ پھر جب سب تھک گئے تو مشفق طور پر پروگرام بند کر دیا گیا اور سب آرام کرنے اپنے اپنے کمروں کی طرف چلے گئے۔

"دوسرا دن صبح"۔ لیکن تویر صاحب باغ کی ہنگ تیاروں میں مشغول تھے۔ صبح کا ہوا تھوڑی سی گہرائی اور ٹائٹ کے نور ابد سب لوگ گاڑیوں میں سوار ہو کر باغ کی طرف چل پڑے۔ جہاں تصدق پہلے ہی پہنچ گیا تھا۔

بلند زندہ دل لوگ تھے۔ تویر صاحب نے بہترین ارتقاات کیے تھے۔ بزرگ ساتھ ضرور تھے لیکن نواب بال الدین اور تویر صاحب ایک گوشہ میں شطرنج کی بازی لگا کر بیٹھ گئے۔ نو جوانوں کے کسی گھٹل میں انہوں نے دخل نہ دیا۔ کچھ لوگ سو نمٹک کر رہے تھے اور کچھ میوہ فروش۔ طاقتور نہ جانے کہاں تھا۔ نگلیہ بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں سب کے ایک درخت کے نیچے کھڑا کروں اٹھائے خوش رنگ تیار ہو کر کچھ رہا تھا کہ افشاں میرے پاس پہنچی۔

"جی۔؟" اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔
 "اوہ۔ فرمائیے مس افشاں۔" اسے تنہا کر میں کسی ندر کر دیا گیا۔

"کیا مطلب؟" افشاں حیرت سے بولی۔
 "مطلب یہی آپ ہی بتا دیں۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔
 "کیا گڑبڑ ہے یہی؟" افشاں اچھے ہوئے انداز میں مسکرا دی۔

"بھئی اچھے نہیں معلوم۔"
 "آپ نے مجھے ہای نہیں تھا؟"
 "یہ پیغام کس نے دیا آپ کو؟"
 "عادل بھائی نے۔"

"تب ٹھیک ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
 "گو کیا آپ نے نہیں بلایا تھا اور یہ ان کی شرارت تھی؟"
 "بہر حال مجھے یہ شہادت پسند آئی۔"
 "آپ سو نمٹک نہیں کریں گے؟"

"پانی سے ڈر گتا ہے۔"
 "کیوں؟"
 "ذوب جاؤں گا۔"

"ارے نہیں۔ سو نمٹک اپنا اتکا گھرا نہیں ہے۔" افشاں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اس کے بعد ہم دونوں خاموش ہو گئے۔ میں اپنے آپ کو ادنیٰ ذہن محسوس کر رہا تھا۔ درختوں اور گلیاں میرے نزدیک آج بھی نہیں لیکن خود کو اتنا نرمی سے دیکھ بھی نہیں محسوس کیا تھا۔

"آپ صائم صاحب۔ چلیں۔"
 "کہاں؟" میری آواز جیتے ہوئے تھی۔
 "سو نمٹک اپنی پر۔" افشاں کی طرف اشارہ کرتی سی لڑکھائی تھی۔

"اوہ۔ اگر آپ محسوس نہ کریں۔ تو میں چلو واپس دوسروں سے الگ گزارنا چاہتا ہوں۔"
 "اوہو۔ معاف کیجئے۔" کیا عادل بھائی کی شرارتیں آپ کو حقیقت ہوئی۔
 "نہیں، حقیقت؟"

"میں نے یاد دہانی آپ کی تمنا میں مداخلت کی۔"
 "اگر تا کو خاطر نہ ہو تو شریف رکھیے۔" مس افشاں۔
 "آپ کی مداخلت میرے لیے ناگوار نہیں ہے۔"

افشاں خاموش ہو گئی۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی سرخی چھنی تھی، لیکن ہنگ تھی جس اور وہ میری طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔ میری توجہ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس سے کیا بات کہوں؟ اچھا خاصا احمق بن گیا تھا۔ اور خاموشی بھی بڑی ٹھیک رہی تھی۔ میرا خیال ہے مس افشاں ہم نے آپ لوگوں کو خاصا پریشان کیا ہے؟

"کیوں؟" افشاں نے سناٹا بولی۔
 "بھئی ایک طرح سے زبردستی کے سامنے ہیں۔"
 "یہ صرف آپ کا احساس ہے صائم صاحب۔ براہ کرم مجھے بتائیے کیا آپ نے کسی کے انداز میں ناگواری محسوس کی ہے؟"

"ارے نہیں نہیں افشاں صاحب۔ آپ لوگوں کے بارے میں یہ سوچنا بھی گناہ ہے۔" میں نے جلدی سے کہا۔
 "تب پھر آپ کے الفاظ؟"

"میں یونہی۔" افشاں نے تنہا بھی ہے کہ زیادہ بار نہ بنا جائے۔ میں نواب بال الدین اور تویر صاحب سے اجازت لینے کی سہ رہا ہوں۔"

افشاں نے کروں بھاگی۔ اس کے ہونٹ کچکپانے لگے اور میں نے اس کی آنکھوں میں نمی دیکھی۔
 "ہم آپ کو روک بھی کس طرح سکتے ہیں؟ ہماری آپ کی حیثیت میں بڑا فرق ہے۔ بد قسمتی سے ہمارے پاس کوئی بھی تو ایذا دہانہ نہیں ہے کہ ہم آپ سے دگ جانے کے لیے کہیں۔" وہ لڑکئی انداز میں بولی۔

"اوہ۔ اوہ۔ افشاں صاحب۔ آپ سنجیدہ ہو گئیں۔"
 "ہاں۔ اس تصور سے رکھ دو نا ہے کہ آپ یہ رو نہیں سیتے۔" بائیں گئے۔
 "چاہا تو وہ کبھی افشاں صاحب۔"

افشاں چند ساعت خاموش رہی پھر بولی۔ "نگلیہ میں اور بہت میں کتاب پڑا کرتی ہے۔ یہ میری ہم شکل ہے لیکن خوش قسمت ہے۔ میں اس کی شکل حاصل کر کے بھی اس جیسی قسمت نہ پا سکتی۔"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔
 "افشاں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ناش مجھے بھی بچپن میں انہما کر لیا جاتا۔ میں بے بس ہوتی، مظلوم ہوتی۔ میرے اوپر ترس گھایا جاتا اور پھر مجھے اس قدر اذیت دے دی جاتی کہ میں اس کے بوجھ تلے دب کر رہ جاتی۔" ناش میں بھی کوئی راز نہیں ہوتی۔ آئیے صائم صاحب۔ پلیس؟"

"ابھی نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن افشاں کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ چکے۔
 "ارے۔ ارے۔ ارے۔" افشاں۔ افشاں صاحب۔ یہ کیا؟"

"خوش ہو رہی ہوں۔ آپ کے لیے زحمت نہ تھی۔" وہ اٹھ گئی۔
 "مجھے تو کوئی براہ کرم نہیں۔"

"جی۔؟"
 "کیا آپ نہیں کہیں گے؟"
 "کیسے روک سکتی ہوں؟" اس نے لڑکھائی نگاہوں سے مجھ کو دیکھا۔

"نہیں تو کسی ایک باب۔"
 "رک جائیں گے آپ؟"
 "زندگی بھر کے لیے۔"
 "صائم صاحب۔" افشاں کی شرمیلی آواز ابھری۔
 "سچ افشاں۔ آپ کہیے تو کسی۔"
 "تو پھر رک جائیے۔" افشاں نے رخ بدل کر دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ لیے۔

"بیٹھ کے لے؟"

"ہاں۔" اس نے کہا اور تیزی سے دوڑ گئی۔
 میں خاموشی سے کھڑا اسے جانتے دیکھتا رہا۔ میں نے اسے آواز نہ دی۔ بس ایک عجیب سی کیفیت میرے ذہن پر طاری تھی۔ عمر کے اس دور میں نہ تھا کہ نو جوانوں کی طرح دوزکرات پکڑ لیتا۔ بے قراری سے اسے آواز میں دیتا۔

محبت کی بے چینی کا اظہار کرتا۔ عورت کی دنیا میں یا انسان نہ تھا۔ بے شمار لوگ قریب آئی تھیں۔ پیار بھرے منہ بھی سے تھے۔ اظہار عشق کے نت نئے انداز بھی دیکھتے تھے۔ لیکن بدن کے اندرونی حصوں میں یہ لگی ہوئی کھک اس سے پہلے بیدار نہ ہوئی تھی۔ کسی کی شرمیلی آواز نے دگ دپے میں سرور کی یہ لہریں نہ دوڑائی تھیں۔ دور تک اسے دیکھنا ہوا اور جب وہ نگاہوں سے اوچھل ہو گئی تو دل کی ایک تیز دھڑکن نے اسے آواز دی۔ قدم خود بخود آگے بڑھ گئے۔
 "نہیں اس کی تنہا کرنے لگیں اور جب حواس یک جا ہوئے تو میں سو نمٹک پول کے نزدیک تھا۔"

سو نمٹک پول میں عجیب تماشا تھا۔ بنائی خوبو خان موڑ میں تھے۔ ساکت پانی پر پانی مارے ٹپٹپے ہوئے تھے۔ اور کناروں پر کھڑا کھنکھنایا ہوا مجھڑا کرانہیں دیکھ رہا تھا۔ مجمع میں نگلیہ بھی تھی۔ طاقتور کی محبوبہ اور محبوبہ کی موہوہ بھی میں سرور فتن چڑھتی بھی دنیا کے سب سے بڑے

احسن نظر آتے تھے۔ چنانچہ اپنا پانی پانی اسے دینا تھا تو کوئی بڑی بات تھی۔

میں نے افشاں کو بھی ایک کنارے پر دیکھا اور بے دھڑک اس کی طرف بڑھ گیا۔ اس سے ابتداء دوسروں پر اظہار میں جاتا۔ افشاں نے بھی ہنستے دیکھا۔ ہلکی سی کھیراہٹ چہرے پر ابھری پھر اس نے بھی شاید میری انداز میں سوچا اور پرسکون ہو گئی۔

"یہ کیا ہے صائم صاحب؟" اس نے سو نمٹک پول کی طرف اشارہ کیا۔

"عادل ہی ہے۔"
 "مگر یہ پانی پر ٹپٹپے ہوئے ہیں۔"
 "اس نے میری کا اعلیٰ ترین اعزاز حاصل کیا ہوا ہے۔" ادنیٰ ریاست میں۔
 "لیکن یہ میرا کی کوئی قسم ہے؟" افشاں حیرت سے بولی۔
 "کچھ بھی نہیں ہے یہ تو۔ اگر آپ کہیں تو وہ پانی پر دوڑ سکتا ہے۔" میں نے بڑے وقوف سے کہا۔

"میں نہیں مانتی صائم صاحب۔"

"مجھے بتائیے۔ میرا لباس خود بخود تیسے بدل گیا۔ شکلیے نے میری جگہ کیسے لے لی اور پھر وہ انوکھے سے واقعات۔"

"اقتال نے اچھے سے انداز میں کہا۔"

"ارے ہم لوگ کالے جاوے کے اہل ہیں۔"

"جی نہیں۔ سفید جاوے کے۔"

"اقتال ایک بار بھری مسکراہٹ سے ہنسی۔"

"کیوں۔ کیوں۔" میں نے پوچھا۔

"اگر آپ کالے جاوے کے اہل ہوتے تو کالے ہوتے۔"

"لوہ۔" میں ہنسنے لگا۔ اسی وقت طاووت کی نگاہ ہم دونوں پر پڑی اور وہ اچھل کر پانی پر کھڑا پھر تیزی سے دوڑا ہوا اس کنارے تک آیا جہاں ہم دونوں کھڑے ہوئے تھے اور اچھل کر کنارے پر چڑھ گیا۔

"جی ہاں۔ میرا نام۔"

"اقتال نے ہنسنے لگا۔"

"اقتال نے ہنسنے لگا۔"

"اقتال نے ہنسنے لگا۔"

"اقتال نے ہنسنے لگا۔"

"اقتال نے ہنسنے لگا۔"

"اقتال نے ہنسنے لگا۔"

"اقتال نے ہنسنے لگا۔"

"اور اپنی باتیں بھی چھپاتا چاہتے؟"

"نہیں۔ مجھے انوکھے واقعات میں مداخلت نہیں کروں گی۔"

"میں خاموشی کھڑا کر دیتی تھا اور پھر اچانک مجھے احساس ہوا کہ میں نے واقعی طاووت سے زیادتی کی ہے۔ مجھے یہ لمحہ نہیں اختیار کرنا چاہیے تھا اور پھر اس بے ایمان سے تو پتو چھپانا بھی حماقت ہے۔"

"میں تیزی سے آگے بڑھنا لیکن طاووت نے اشاروں سے روک دیا تھا۔"

"میں تیزی سے آگے بڑھنا لیکن طاووت نے اشاروں سے روک دیا تھا۔"

"میں تیزی سے آگے بڑھنا لیکن طاووت نے اشاروں سے روک دیا تھا۔"

"میں تیزی سے آگے بڑھنا لیکن طاووت نے اشاروں سے روک دیا تھا۔"

"میں تیزی سے آگے بڑھنا لیکن طاووت نے اشاروں سے روک دیا تھا۔"

"میں تیزی سے آگے بڑھنا لیکن طاووت نے اشاروں سے روک دیا تھا۔"

"میں تیزی سے آگے بڑھنا لیکن طاووت نے اشاروں سے روک دیا تھا۔"

"اور وہ تو ذرا صاحب۔"

"اباں ہاں۔ قیامت؟"

"اباں۔" قیامت؟

"اباں۔" قیامت؟

"اباں۔" قیامت؟

"اباں۔" قیامت؟

"اباں۔" قیامت؟

"اباں۔" قیامت؟

"اباں۔" قیامت؟

"اباں۔" قیامت؟

حالات نے کہا اور دونوں بزرگ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔
 "کیوں بھی کیا خیال ہے؟" نواب جہاں الدین بولے
 اور خیر صاحب ہنس پڑے۔
 "قبیلہ ٹھیک ایک ہفتے کے بعد اگر کوئی صُخو اِس
 مھوڑے کو ہراساں تو میں اس کے مالک کی خدمت میں ایک
 ہزار مھوڑے پیش کروں گا۔" حالات انتہائی سنجیدگی سے
 بولا۔

تہ کوئی اس محوڑے کو ہرانے والا۔ اور پھر ریس
کو دس میں اگر شمشیر الدوا کے محوڑے بھی: دن تو۔؟
خالتو کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی طاری تھی لیکن
محوڑے کی ہیئت دیکھ کر اور اس کے بارے میں ریس کے
ایک شان دار محوڑے کا تصور کرنے سے ہنسی نہ رک سکتی
تھی اور خالتو کے الفاظ کو ایک شرارت آمیز طنز کے علاوہ
اور کچھ نہیں سمجھا جاسکتا تھا لیکن ظاہر ہے میں ان الفاظ کو
شرارت نہیں سمجھ سکتا تھا۔ خالتو، خالتو تھا۔ وہ جانتا تو
کسی گدھے کو بھی ڈرلی جتا سکتا تھا۔ بہر حال دونوں بزمیوں کی
سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس دلچسپ بات کو حقیقت سمجھیں
یا مذاق لیکن خالتو کی بے پناہ سنجیدگی بھی انہیں الجھا رہی
تھی۔

”پھر کیا خیال ہے۔ کیا مجھے اس کی تربیت کی اجازت ملی جائے گی؟“ چند منٹ کے بعد طاہرات نے پوچھا۔
 ”اوہو۔ اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ سارے گھوڑے آپ کی نذرِ عادل میاں۔“ خیر صاحب نے جواب دیا۔
 ”تیس۔ مجھے صرف یہ قیمتی گھوڑا اور کار ہے۔ ہاں، ذرا اس شخص کو بلوایے جس کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ اسے لاسے والا وہ ہے۔“
 ”اچھا۔ اچھا۔“ خیر صاحب نے کہا اور تصدیق کو سائیس کو بلانے پہنچا دیا۔
 ”میں اس ٹایپ گھوڑے کا شجرہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“ طاہرات بولا۔
 ”مجھے یقین ہے یہ کسی گدھے کی ذلت کی طبع کا نتیجہ نکلتے گا۔“ خیر صاحب بولے اور نواب حاجی اللہ دین نے زور دار قسمہ لگایا۔

”نواب صاحب! مجھے آپ پر حیرت ہے۔“ خالوت نے کہا ”آپ گھوڑوں کے سلسلے میں اچھی خاصی مہارت رکھتے ہیں۔ آپ بھی اس کا مذاق اڑا رہے ہیں۔“

طالوت [3]

رہے تھے۔
 "تم یہ گھومنا چھوڑو، مجھے سائیس!" غلامت نے انہیں نظر انداز کر کے فرمایا۔
 "اس کی کیا حیثیت سرکار۔ خادم ہیں آپ کے؟"
 "کون قیامت لوگے اس کی؟"
 "چشمہ نہیں مائی باپ۔ یہ ہے کس کا نہیں۔"
 "اودھ رو وقت۔ اس عظیم المرتبت گھوڑے کی تو جہن مت کرو۔ تم کیا جانو اس کے بارے میں۔ غریب رمضان کو بھی زبردست خسارہ ہوا ہے لیکن کسی کے ساتھ نا انصافی نہیں ہونی چاہیے۔ میں اس کی حیثیت مقرر کر رہا ہوں۔ صاحب بھائی! آپ کی جیب میں بیس ہزار روپے ہوں گے؟ غلامت نے اچانک بیٹھتے ہوئے پوچھا اور میں ہلکا کیا۔
 "کیا؟" نواب صاحب اور تویر صاحب بیک وقت بولے۔

”اور“ میری پس منہ میں چمے تو نہیں لایا۔“ میں نے بھیجیں
 ٹوٹے ہوئے کہا۔
 ”آپ اسے تلاش کب تہوئے حاتم بھائی کہ آپ
 کی جیبوں میں دس بیس ہزار بھی نہ تھیں، دیکھیے تو سی۔“
 طاہرات کے لیے میں ایک خاص انداز تھا۔ میں نے طوٹ
 سانس لے کر جھیں ٹوٹیں اور بھلا میری جیبوں میں گڈیاں
 کیوں نہ ہو تھیں۔ میں نے وہ گڈیاں نکال لیں۔ طاہرات نے
 نہیں میرے ہاتھ سے ایک لیا تھا۔

”یہ دس ہزار روپے رمضان کی کو بھجوا دو۔ کسی غریب کی خدمت کے لیے ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے۔ اسے اس کے مال کی قیمت ملنی ہی چاہیے۔“

”تو یہ صاحب چپن ہو کر بولے۔

”اوپر دس ہزار تمہارے۔ میرا خیال ہے کہ تھوڑے کی خدمت کرنے کے لیے ٹھیک کرنے کا یہ معاوضہ کم میں ہے۔“

”طاووت نے تو یہ جوابی کے احتجاج پر توبہ دے بغیر کہا۔

”سائیکس کا جو ایک نسخہ ہو گیا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے تھے۔ اس نے اس کا مذاق اڑا دیا۔ ایک۔ ب۔ کی شکل دیکھی جیسے یہ سب اس کا مذاق اڑانے آئے ہوں۔

”میں گھبرا گیا یہ رقم کم محسوس ہو رہی ہے۔ پھر تم بتا دو۔

”جی ہاں لو گے؟“ طاووت سائیکس سے بولا۔

”غافل میان! یہ غلط ہے۔ نہیں نہیں یہ غلط ہے۔“
 محمود! آپ کی خیر کیا جا چکا ہے براہ کرم پیسے واپس لے
 لیں۔“ تنویر صاحب نے آگے بڑھ کر دخلت کی۔
 ”اوہ، تم کو اب کو یہ سودا منظور نہیں ہے؟“ طاہرات

کتابیات یبیکیشنز

[illegible]

"جو رہا ہے، دوںے دو اور خوشی سے ہونے دو۔"
"لیکن بھائی صاحب! کیا یہ اس گھوڑے کی قیمت ہے۔"
"صاحب بھائی! طاقت نے مجھے پکارا۔"

"فرمائیے۔"
"ایک گڈی اور دو گڈی؟"
"یقیناً۔" میں نے بیس میں ہاتھ ڈال کر ایک گڈی اور نکال لی۔

"پندرہ ہزار دونوں کے۔ اب تو ٹھیک ہے غور صاحب۔"
"غور۔ میں کہتا ہوں مداخلت مت کرو۔" نواب جلال الدین بولے "شہزادوں کو جو چیز پسند آتی ہے وہ اسے شایان شان قیمت ادا کر کے ہی خریدتے ہیں۔ اے لو میاں! یہ رقم ملے تو۔ لیکن رمضان کو پندرہ ہزار رقم ہی بیچ جائے گا۔ اس سے معلوم کر لیا جائے گا۔" نواب جلال الدین بولے۔

اور غور صاحب خاموش رہ گئے۔ ٹوٹ لپٹے ہوئے سائیکس برقی طرح کانپ رہا تھا۔ تب طاقت نے کہا "ہاں" آپ سے ایک رعایت ضرور طلب کروں گا غور صاحب! "ہاں ہاں ضرور۔" غور صاحب پچھسی پچھسی آواز میں بولے۔

"یہ گھوڑا بیس ہزار پر ہی رہ گیا۔ میں بیس ہزار ہی اس کی قربت کروں گا اور اسے آئندہ بیس کے لیے تیار کروں گا۔" "ضرور۔ ضرور۔ اس میں پچھسی کی کیا بات ہے۔"

"تو پچھسی آواز سے تم اس کی کتنی سوسپن کرانی کر گئے اور اس کے لیے دو ہزار میں تجویز کروں اسے باقاعدگی سے دو گئے۔" طاقت سائیکس سے ہوا۔ سائیکس کی تو آواز ہی بند ہو گئی تھی۔

"آئیے تو اب صاحب نہیں۔" طاقت نے کہا اور سب واپس چل پڑے۔ غور صاحب بے حد خبیثہ ہو گئے تھے۔ راستے میں نواب جلال الدین نے ان کی شکل دیکھی اور ہنس پڑے۔

"کیا ہو گیا غور؟" انہوں نے مشکہ خیر انداز میں پوچھا۔
"کچھ نہیں بھائی صاحب۔"

"میں اس حق پر نہ رہے۔" نواب صاحب بولے "کیا تم نے سنا نہیں تھا کہ سائیکس نے کیا کیا تھا۔"
"کیا؟" غور صاحب چونک کر بولے۔
"اس نے کہا تھا 'رمضان' رمضان کے پاس دو سرا گھوڑا

خریدنے کے لیے پیسے نہیں تھے اور اس کے بیٹے بھوتے مر رہے تھے۔ کیا پندرہ ہزار سے اس کی زندگی میں سدھر جائے گی اور کیا تمہارا سائیکس اس رقم سے اپنے سارے دلچسپ دور نہیں کر لے گا۔ کیا تمہارے خیال میں اس وقت میں اس کے ہاتھ ان لوگوں کے گم گناہار ہوں۔"

"خدا کی قسم۔ خدا کی قسم۔ میں نے ان لوگوں کے ساتھ جو کیا ہے اس پر زندگی بھر شرمندہ رہوں گا۔" غور صاحب نے ہڈیاں لپٹے میں کہا۔
"آپ زیادتی کر رہے ہیں نواب صاحب! طاقت نے بدانت کی۔"

"کیا عادل نہیں؟"
"یہ تمہارے کرتے آپ میرے کرتے نہیں۔" طاقت نے توڑیں کرہ تے ہیں۔"
"اور وہ۔" جانی چاہتا ہوں۔" جانی چاہتا ہوں۔" نواب صاحب ہتے ہوئے بولے۔ غور صاحب نے پچھسی پچھسی ہنسی میں رہے تھے۔

ہم واپس اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے پہلے ہم دوام لوگ ہمارے منتظر تھے اور ہر دور ہوتے تھے۔ بہر حال وہیں پر دوکر ہم بنا اور اس طرح یہ وہ پہلے پہلے ختم ہو گئی۔ لیکن وہاں ہی۔ ہڈی اور نواب صاحب کے آگے۔

بروقت قیمت کو بخیر رہتے تھے۔ چنگ کی جگہ، یا حرا۔ پہلے پروگرام بن رہے تھے۔ خاص طور پر تب سے افغان سے میری بات ہوئی تھی۔ نہ جانے کیوں میرا دل بھی میاں لگنے لگا تھا۔ حالانکہ میری کیفیت سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ دنیا کی ساری دلچسپیاں حاصل، دلچسپی میں اور عورت میرے لیے کوئی نئی چیز نہیں تھی۔ عورت ہی نے میری زندگی میں کائنات ہونے لگے اور سچ بات یہ ہے کہ عورت ہی میری زندگی میں نہ لگے۔

دور لائی تھی ورنہ شاید آج تک حشر بردار درمیں کھڑک ہوتا۔ لیکن آج پھر عورت مجھے اپنی اپنی جگہ دی تھی۔ آج پھر میرے دل میں وہ پاکیزگی اور تقدس لیے جلوہ گر ہو گئی تھی۔ کن پھر میں نے افغان کی آنکھوں سے لڑکتے ہوئے موتیوں میں محبت پائی تھی۔ دیکھیں یہ محبت راس نبی آتی ہے یا نہیں۔ اور یہ بہر حال طاقت کی بد معاشری تھی۔ اس نے مجھے زبردستی عشق کروایا تھا اور پھر یہ حاشی نے کس چٹاکی سے میرے من سے سب کچھ اکھٹا کیا تھا لیکن۔ یہ جانے کیون۔ اس کے بعد اچانک یہ دنیا زیادہ حسین لگنے لگی تھی۔

مجھے طاقت کی ناراضگی کا احساس تھا اور بہر حال میں بولتا۔

لیکن آج پھر عورت مجھے اپنی اپنی جگہ دی تھی۔ آج پھر میرے دل میں وہ پاکیزگی اور تقدس لیے جلوہ گر ہو گئی تھی۔ کن پھر میں نے افغان کی آنکھوں سے لڑکتے ہوئے موتیوں میں محبت پائی تھی۔ دیکھیں یہ محبت راس نبی آتی ہے یا نہیں۔ اور یہ بہر حال طاقت کی بد معاشری تھی۔ اس نے مجھے زبردستی عشق کروایا تھا اور پھر یہ حاشی نے کس چٹاکی سے میرے من سے سب کچھ اکھٹا کیا تھا لیکن۔ یہ جانے کیون۔ اس کے بعد اچانک یہ دنیا زیادہ حسین لگنے لگی تھی۔

مجھے طاقت کی ناراضگی کا احساس تھا اور بہر حال میں بولتا۔

اس ناراض نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ جو منی موقع ملا میں نے اسے گھیر لیا "تو آپ مجھ سے ناراض ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"جی نہیں۔" طاقت منہ ہلکا کر بولا۔
"یاد رہی ناراض ہو گئے۔" میں نے اس لیے میں کہا اور طاقت چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔
"لو کیا رہے ہو؟" اس نے کہا۔

"میں طاقت میں تمہاری ناراضگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ خدا کی قسم! دنیا میں تمہارے علاوہ میرا ہے بھی کون۔ اگر تم ناراض ہو گئے ہو تو معافی چاہتا ہوں۔ لیکن کرو تمہارے کہنے سے تو میں اس طاقت پر آمادہ ہو گیا ہوں ورنہ عورت میری زندگی میں جو حیثیت رکھتی ہے نہیں معلوم ہے۔ تم انہی طرح جانتے ہو طاقت، عورت نے مجھے کہاں پھنسا دیا تھا۔ نیکل میں سڑا ہوا یا پھر پھنسی پا چکا ہوتا۔ میری تو پوری زندگی ہی دو سڑوں کے سارے ہے۔ اگر تم مجھے نہ سنبھال لیتے تو عورت مجھے کہاں پھنسا چکی ہوتی۔ اس لیے کسی کے معاملے میں خبیثہ ہونے کو تیار نہ تھا۔"

"افغان ایسی نہیں ہے۔" نے کہا۔
"میں اس پر الزام نہیں لگاؤں گا لیکن تم میرے زخموں کا احساس کیوں نہیں کرتے؟"

"مجھے احساس ہے۔"
"ہاں یہ بات تھی کہ میں کسی کے معاملے میں خبیثہ ہونا نہیں چاہتا۔"

"اب یوسف عمران خبیثہ ہو گیا ہے تو تمہیں بھی خبیثہ ہونا پڑے گا۔"

"جی نہیں۔ تمہاری بات سے کب انکار کیا ہے طاقت۔"

"مگر پھر یہ تو میری ناراضگی کا عشق نہیں ملے گا۔ تمہیں خبیثہ ہونا پڑے گا۔"

"اور اگر پھر اور پھر مجھے طاقت تو۔"
"میرا خیال ہے میں نہیں کہ خدا کی قسم! اور لڑکی بہت اچھی ہے۔"

ہوں۔" طاقت نے مجھے سمجھ کر سینے سے لگایا اور اسی وقت نکالنے دووازے پر دستک دی۔
"آج کون ہے؟"

"قاصد۔" کمال اندر داخل ہو کر مسکراتے ہوئے بولا۔
"کیا پیغام ہے کس کا پیغام ہے؟"
"کمانے کی میز پر انتظار ہو رہا ہے۔" کمال نے جواب دیا۔

"ارے کمانے کا وقت ہو گیا۔" طاقت چونک کر بولا اور ہم دونوں کمال کے ساتھ کمرے سے نکل آئے "میں کمانے کے لیے مسدودیت کچھ زیادہ ہی رہتی ہے۔" راستے میں طاقت نے کہا اور کمال ہنسنے لگا۔ کمانے کی میز پر ہمارے علاوہ سب پہنچ چکے تھے۔ نواب صاحب وغیرہ نے مسکراتے ہوئے ہمارا خیر مقدم کیا۔ سب دلچسپی سے ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔

"نیٹھو بھی! اس وقت تمہارے گدھے کا تذکرہ ہو رہا تھا۔" نواب صاحب مسکراتے ہوئے بولے۔
"ارے بیٹے یہ دولت کیوں لٹاتے پھر رہے ہو۔ سنا ہے تم نے تیس ہزار روپے کا ایک گدھا خریدا ہے۔" بڑی اماں ہماری طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔

"میں بڑی ماں! دو ایک مظلوم گھوڑا تھا۔ آپ دیکھیں نا، بعض اوقات اعلیٰ خاندان کے لوگ اپنی مجبوریوں کے ہاتھوں اس قدر لاچار ہو جاتے ہیں خود انہیں اپنی اعلیٰ کسبی پر شک ہونے لگتا ہے۔ دوسرے لوگ انہیں خاطر میں نہیں لاتے اگر آپ انہیں پہچان کر انہیں ان کی صحیح جگہ دے دیں تو یہ کیا بڑی بات ہے؟" طاقت نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔" بڑی ماں بولیں۔
"میں نے اس ستم رسیدہ گھوڑے کے ساتھ کبھی کیا ہے۔" طاقت نے کہا اور ستم رسیدہ گھوڑے پر سب ہنس پڑے۔

"افسوس! آپ اس گھوڑے کی عظمت نہیں پہچان سکے۔ لیکن خیر۔ نہ گھوڑا دور ہے نہ میدان۔" طاقت خبیثگی سے بولا اور سب ہنسنے لگے۔

"وہ تو ٹھیک ہے یعنی لیکن تم نے میرے ہاتھ سے سائیکس نکلوانا۔" غور صاحب بولے۔
"کیا مطلب؟"

"ارے اس کی جیب میں پندرہ ہزار روپے ہیں۔ اب وہ گھوڑوں کو کھا خاطر میں لائے گا۔"

تقدیر کے قائل نہیں ہیں؟“
 ”ہوں۔ جی۔ اچھی طرح ہوں اور تم سے بحث بھی نہیں کر سکتا۔ میرا خیال ہے کہنا شروع کیا جائے۔“ تو میرا صاحب نے کہا اور کہنا شروع ہو گیا۔
 کھاتے کھاتے میری نگاہ افغان کی طرف اٹھ گئی اور میرے ذہن میں سہو کی لگی سی لہر دوڑ گئی۔ افغان میری طرف ہی دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سا تار تھا جو اس سے گل نہیں نظر آیا تھا۔ مجھ سے نکلیں مٹے ہی اس کے دونوں شرمیلیں انداز میں مٹنے لگیں اور انہیں جھک گئیں۔
 ”ہاں۔“ میں نے دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے کہا۔
 خاتون! شاید آپ کی زندگی میں محبت کا کھیل پہلا بار ہی آیا ہو لیکن یہ شرم یہ مسکراہٹ میں کئی بار دیکھ چکا ہوں اور اس کے بارے میں میرا تجربہ خاصا وسیع ہے۔ کچھ اچھے خیالات نہیں رکھتا۔ خدا کے واسطے آپ میرے ان خیالات کی تجدید نہ کریں بلکہ جب قدم بڑھایا ہے تو کسی منزل تک ہی پہنچا دیں ورنہ اس کے بعد خود کو جینے کے لیے تیار نہ کر سکیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ ہی میری موت کا سبب بن جائیں۔
 کھانا جاری رہا اور پھر ختم ہو گیا۔ سب لوگ اٹھ کھڑے۔ یہاں کے لوگوں میں یہ عمو بات تھی کہ عمر کے تقین کے ساتھ ہی ساجھی متعین کر لیتے تھے۔ حالانکہ تو میرا صاحب اور نواب جلال الدین ہم دونوں سے کافی بے تکلف تھے لیکن وقت کو مددگار دیکھتے ہوئے وہ زبردستی ہم میں کسی کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ اس وقت بھی نوجوانوں کو کتنا چھوڑ دیا گیا اور ہم لوگ ایک گروہ کی شکل میں بن گئے۔
 ”ہاں تو خواتین و حضرات! کیا حکم ہے؟“ افغان نے سب کی طرف باری باری دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”ارے تمہیں کون حکم دے سکتا ہے۔“ سہیں مسکراتے ہوئے بولی۔
 ”نہیں سہیں باجی! بیڑے تائیے کیا موڑے پینک کا؟“
 ”کس بارے میں پینک؟“
 ”قل کے پروگرام کی تجدید کی جائے یا کوئی اور پروگرام؟“
 ”پینک کی رائے تو پینک ہی سے پوچھنی چاہیے۔“
 ”جی میرا تو خیال ہے آج ہم لوگوں نے خاصی آوارہ گردی کی ہے۔“
 ”نہیں سہیں سوار ہے۔“ کیوں نہ آج کے اس خوب صورت پروگرام کو ذہن میں بسائے ہوئے ہستروں میں پہنچ جائیں اور اسی کے خوابوں میں سو جائیں۔ ویسے یہ اس ناچیز کی نانی رائے ہے اور اگر خواتین و حضرات کا اس پر

تیری بھی ہے۔“
 ”الحمد للہ! میں خیریت سے ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔
 ”تو اس مرتبہ۔ کیا آج ہی نسل ہو جانا چاہتے ہو؟“
 ”کیوں؟“
 ”کیا تمہارے خیال میں اسے آسانی سے ختم آجائے گی؟“
 ”کسے؟“
 ”افغان کو۔“
 ”کیوں۔ کیا وہ بے خوابی کی مرید ہے؟“
 ”دیکھو عارف۔ مجھے غصہ مت دلاؤ۔ تمہیں چاہیے اس کے کمرے کی قہمی کھڑکی پر جاؤ دسک دو اور اسے باغ میں چٹکی پینچ کر دو۔“
 ”واہ! انا ہی استاد۔ رہے تاجن کے جن۔ پہلے ہی مرٹلے پر سوار ہو گئے۔“
 ”کیا مطلب؟“
 ”صاحب زادے! خوش نصیب ہو کہ ریڈی میڈ عشق مل گیا۔ کچھ کوشش کرنا پڑی تو یقیناً منہ کی کھاتے اڑے وہ ایک شریف لڑکی ہے اور یہ حرکت قطعی غیر شرفانہ۔ کیا سوچے گی وہ اپنے دل میں؟“ میں نے کہا۔
 ”میں یہی سوچے گی کہ عجیب عاشق ملا ہے جو دن بھر اطمینان سے مارے گستاخ اور رات کو آرام سے سو جاتا ہے۔“
 ”کچھ بھی سوچے؟“ میں ایسا نہیں کروں گا۔ ویسے کیا ٹھیکہ لگائے گی؟“
 ”نہیں نہیں آئے گی۔ میں کوئی کچا عاشق ہوں۔“
 ”تو مجھے تب میں باغ میں چلا جاتا ہوں۔“
 ”تو آج تو نہیں آئے گا؟“ حالات جیسے ہوئے انداز میں مسکراتے ہوئے بولا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ پھر میں نے کھاتے سے نکل آتا ہوں عشق و محبت کی باتیں ہمیں درمیان میں ہوں دخل دیتا۔ ویسے دونوں کے کردار سے میں پوری طرح مطمئن تھا۔ حالات ایک محسوس کردار کا نوجوان تھا اور ٹھیکہ استانی یا کیزہ فطرت۔ ان دونوں کی تھانی میں شیطاں کبھی نہیں داخل ہو سکتا تھا چنانچہ میں باغ کی طرف چل پڑا۔
 چاند نہیں اٹھا لیکن اس کے آثار آسمان کے آخری سرے پر نمودار ہوئے تھے۔ باغ کی فضا بے حد خوشگوار تھی۔ فرحت بخش ہوائے جھوگے روح کو مہل کر رہے تھے۔

”بڑا دبوہا اس ہے۔“
 ”کوئی خاص فرق نہیں محسوس ہوتا آپ دونوں میں۔“
 ”اب تو آپ پہچان لی ہیں۔“
 ”ہاں۔“ افشاں نے ایک شرمیلی مسکراہٹ سے کہا۔
 میں بھی مسکراتے لگا۔ اس وقت دل سے ساری محرمیاں
 دھلی گئی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے دوبارہ پیدا ہوا ہوں۔
 دوبارہ جوان ہوا ہوں اور افشاں میری زندگی کی پہلی لڑکی ہو۔
 اس سے قبل اتنی فرحت، ایسا انوکھا چین محسوس نہیں کیا تھا۔
 اس کے بعد ہم دونوں کئی منٹ تک خاموش رہے۔
 افشاں گردن جھکائے گھاس کر رہے تھے۔
 ”اب آپ نے مجھے دیکھ لیا تھا جس افشاں؟“

"کہاں ہے؟"
 "بھڑکی میں کھڑی تھی۔"
 "کہیں؟"
 "میں نہیں آ رہی تھی۔"
 "میں نے جواب دیا۔"
 "آپ نے اس وقت کیوں نہ کہا کہ آپ کو خیر نہیں
 آ رہی۔ کوئی پردہ گرا رہا ہے۔"
 "تو جانی کو دل چاہ رہا تھا۔"

”ادو۔ تب تو میری بات درست ہے، یعنی میں نے
 مخالفت کی ہے۔“
 ”افشان۔ گستاخ رونے کو دلی جاؤ رہا ہے۔ اگر اجازت
 دیں۔ آپ کی آمد نے تو وہ غایر گردیا ہے جس کے پُر ہونے کی
 دل میں بار بار آرزو کی تھی۔“ اور افشان کے چہرے پر تنہید کی
 پھیل گئی۔ دو خوشامیسی سے گھاس کر یہی دسی پھر نہایت صاف
 ترہے میں پڑی۔
 ”سائیک صاحب۔ آپ کے خیال میں میری عمر کیا
 ہوگی؟“

میری عمر تیس سال ہے۔ کسی حادثے کے تحت نہیں بلکہ قدرتی طور پر میرے خیال میں میں اپنی عمر تیس سال آگے بڑھ چکی ہوں۔ اگر آپ پرانے مناخیں تو میں یہ کہوں کہ میری عمر تیس سال ہے۔“

”امشاء اللہ!“ میں نے کسی قدر روشنی سے کہا۔
 ”اور یہ عمر کس میں ہوئی سنا تم صاحب!“
 ”ظاہر ہے بڑھاپے کی آمد آمد ہوئی ہے۔“ میں نے
 جواب دینے لگا۔

”میں ایک مشرقی لڑکی ہوں اور بے حد خود سر یوں لیکن اگر آپ یسوعیوں کو بتا دوں کہ میں نے بہت سے ممالک کی سیر کی بہت کچھ دیکھا لیکن ضمیر پر کوئی داغ نہیں لگنے را اور میں آج بھی مذہب کو فخرت شہرت کہہ سکتی ہوں۔ البتہ میں نے کچھ تجربات ضرور کیے ہیں۔ میں نے کچھ حاصل بھی کیا ہے۔“

”وہو! انسان کی بنیاد، عقیدہ میں بھی بنیاد ہوگا۔“
 ”ہاں صاحب! میں نے سیکھا ہے کہ پاکیزگی کی
 دو زمینیں ہوتیں۔ تعمیر اگر مسکن ہے تو زندگی بوجہ نہیں
 بلکہ نگاہ کے راستے پر قائم ہوتی ہے۔“ اور ان کے
 تمام تک پہنچنے پہنچنے انسان اپنی زندگی کو بے مقصد سمجھنے پر
 روزِ جانا بہتہ و دروچا ہے اب کیا کرے؟ میرے بوجھل
 دل کی اسے عذاب کتنے کتنے تھے۔ اور اس نے ایک سالک ہی
 ہے۔ انسان اگر زندہ بھی رہے تو قیصری کی جھلک بننا
 سے منقلب رکھتی ہیں۔ صاحب صاحب میرے نہیں ہو سکتی
 تیرے نہیں۔ صاف ہوں تو اس قدر کہ والدین کی کڑی نگرانی
 ان سے چھپ کر نیکہ خزانہ انداز میں سیاحت کی شوقین
 برآکیا۔ چرب زبانی سے کام نہیں لے رہی، اپنی شخصیت کو
 پیاں کر رہی ہوں۔ مشرق کی حیا اپنی جگہ زمین زلزلہ کے
 ہی نوازش کے اظہار کو بے حیالی نہیں سمجھتی۔ میں آپ کی
 گل و صوموت، آپ کے کردار اور آپ کی شخصیت سے بے
 مدد متاثر ہوں۔ خدا کی قسم اگر کسی بہت بڑے ملک کے
 شہزادے بھی ہوتے تو میرے قتلِ افتخار سے لیکن آپ اپنی
 ہی شخصیت، اسی کردار کے ساتھ کسی دفتر کے معمولی خُزُر
 ہوتے اور کسی طور میری آپ سے ملاقات ہو جاتی تو اپنی پائندہ
 کے اظہار سے باز نہ رہتی۔ صاحب! اسے میرا اظہار
 عشق سمجھ لیں، میری آرزو سمجھ لیں بلکہ میری بے حیائی۔ یہ
 سب کچھ میں آپ سے صرف ایک بار کہوں گی، اس خوف
 سے بے نیاز ہو کر آپ میرے بارے میں کیا سوچیں گے۔“

بڑی سلجھی ہوئی بڑی اونٹنی اور بڑی جذباتی ہتھکڑی۔
 ایک ایک لفظ میرے دل پر نقش ہو رہا تھا۔ میں حیرانی سے
 اس سچی عمر کی جوان دیدہ بڑی کو دیکھ رہا تھا۔
 ”میں آپ کو پسند کرتی ہوں صائم صاحب! میں آپ
 سے چھپ چھپ کر نہیں ملوں گی۔ ہم ایک دوسرے سے گھٹیا
 طور پر دو زبان نہیں کریں گے۔ بلکہ۔۔۔ بلکہ اگر۔۔۔ آپ کے
 حالات اجازت دیں تو ہر چلو سے سوچ کر ہر خطرات ہر
 الجھن کو مددگار رکھ کر مجھے بتائیں کہ۔۔۔ کہ کیا آپ مجھے
 زندگی بھر کا ساتھی منتخب کر سکتے ہیں؟“

یہ سوال میرے لیے خاصا سنسنی خیز تھا۔ شہورہ کس سے
گزر رہا تھا۔ غلطی بد معاشی میرا سب کچھ تھا لیکن اس نے تو
مجھے اس کے لیے مجبور کیا تھا اور اب یہ لڑکی میری زندگی کا
ایک اہم کردار بن گئی تھی۔ چنانچہ اب اگر غلطی بد معاشی
اس سے شادی کرنے سے باز رکھنے کی کو مشق کرتا تو میں اس
سے محروم کر لیتا۔ ہاں میری زندگی اب ایک مخصوص حیثیت
انتہا رکھ گئی تھی۔ ضمیر پر جھوٹ کا داغ بھی نہ تھا لیکن خدا کی
سربانی سے میں بھی زندگی کو دارنے کے قابل بن گیا تھا اس
لیے اس سلجھی ہوئی لڑکی کو زندگی کا ساتھی بنانے کا تصور
میں قابل تھا۔ تاہم میں نے کچھ اور باتیں کرنا مناسب
سمجھیں۔

”آپ کے جذبات میری خوش بختی ہیں انشاء اللہ اپنی
چند پیاریوں کو دیکھ کر میں آپ سے چند سوالات کروں
گی۔“

”بہرحال نوٹش!“ افغانوں نے کھٹا دل سے کہا۔
 ”فرض کریں میرے والدین اس کی اجازت نہ دیں۔“
 ”یہ فیصلہ آپ کریں گے۔“ افغان نے جواب دیا۔
 ”فرض کریں آپ سے شادی کے بعد مجھے پتہ لاش ہو جائے۔“

”میرے فیصلے پر اثر نہیں پڑے گا۔ میں آپ کو ہر حیثیت میں قبول کر لوں گی۔“

”بہت شکریہ لیکن میں افغان! انگو، آپ اس سلسلے میں کس قدر ثابت قدم رہیں گی؟“

"میں آپ کے پاس نکلتی ہوں۔"

"تو تو ایک بہت حسین تصویر صاحبہ!"

"یہ ہے والدین کی روشن خیالی میں۔"

"میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے، تو خراب نہیں ہے؟"

”جی ہاں، میں نے اسے دیکھا ہے۔“

”افش! آپ سن لیں، میں آپ کے غاوم کسی سے
شادنی نہیں کریں گا۔“

اور افشاں کے چہرے پر افشاں بکھر گئی۔ اس کی پلکیں
 جو قبل ہر حرکت تک پلکیں "آپ... آپ سوجی سمجھ کر یہ بات
 کہہ رہے ہیں، سامع صاحب؟"
 "ہاں افشاں!"

طالوت

”آپ کی جانب سے کسی تعرض کی گنجائش؟“
 ”ہرگز نہیں۔“
 ”تب مجھے وہاں دس کہ تین کامیاب ہو جائیں۔ جب میں
 آپ سے درخواست کروں، اس وقت آپ ناول لکھائی کے
 ذریعہ یا پھر نواب جلال الدین کے ذریعے ابو سے کہلو
 دیں۔“

"تمیل ہوگی۔"
 "مناجم صاحب! انشان شرابی سی انھ کھڑی ہوئی۔"
 "ارے۔ ارے! بیٹھو انشان۔"

”قرب نہ بیٹھ سکوں گی۔“ اس نے سر جھکائے جیسے
 کہا اور ایک دم چاند فکس آیا۔ چاند نے میں بھی جھکی، شرمیلی
 شرمیلی لڑکی۔ یہ حد حسین تک رہی تھی۔
 ”دیکھو!“ میں نے بے قرااری سے پوچھا۔

”سائِم صاب! میں نے ہر حال شرفی بھی ہوں۔
اب مجھے شرم آ رہی ہے۔“ افغان نے کہا اور بھرہو تیزی
سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ میں اسے جاتے دیکھتا رہا۔ اس کے
بعد میں نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی لیکن روغن میں
بالیدگی اثر آئی تھی۔ چاندنی بیشہ سے زیادہ روغن ہوئی تھی
اور میں جیسے ایک نئی دنیا میں سانس لے رہا تھا۔ یہ دنیا بیشہ
سے زیادہ حسین ہوئی ہے۔ روح کو سارا مل جائے تو ایسا ہی
ہوگا ہے۔

نے جانے کتنی دیر تک میں وہاں بیٹھا رہا، وقت کے گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا تھا پھر طاووت کو اپنی طرف آتے دیکھ کر میں چونک رہا۔ طاووت نے جھپٹے دیکھ لیا تھا۔ چہرہ منٹ کے بعد دو میرے قریب پہنچ گیا۔ اس کے چہرے پر کسی قدر شرمندگی کے آثار تھے۔

”اے۔ تم تنہا ہی بیٹھے ہو؟“ اس نے کہا۔
”ہاں!“ میں مسکرایا۔

”یہ اس وقت تو زیادتی ہو رہی تھی تمہارے ساتھ۔ میں نے سوچا تھا کہ تم کسی طرح اپنا کام چلاؤ گے۔“

”نہیں ملاؤ! زیادتی کیسے ہو رہی ہے۔“

”کہا مطلب؟“

"کون پہل گیا تھا اور ضرورت سے زیادہ تپن چل گیا۔"
 "کیا کہہ رہا ہے یار۔ صاف صاف کہہ۔"
 "انشاء اللہ، کچھ عرصہ، درجہ پھر گھٹ جائے۔"

نہیں کیا۔" خالوت میرے کندھے پر ہاتھ مار کر نزدیک بیٹھ گیا۔

کتابیات میلادی:

کورس میں خصوصی نشستوں کا بندوبست کیا گیا تھا۔ طاوت نے خود ہی کسی بجلی کا بجی انتظام کر لیا تھا اور جب رئیس کورس میں طاوت کا گھوڑا آیا تو چاروں طرف اچھل پھل گئی۔ طاوت نے اس کے پورے بدن کے بال صاف کرادیے تھے اور اس کی رگوں میں رگھوڑا تھا۔ انتہائی مضبوط ہو گیا تھا وہ بال صاف ہو جانے سے اس کی ساری پسلیاں نظر آ رہی تھیں اور شکل کچھ اور بیک مانتی نظر آئے تھی تھیں۔ چاروں طرف سے اسے دیکھ کر قہقہے اٹھ رہے تھے۔ طاوت نے ان دونوں حضرات کو متنبہ کر دیا تھا کہ اپنے گھوڑے اس ریس میں نہ رہیں جس میں "تقسیم المرتبت" دوڑ رہا ہو۔ بہر حال ان لوگوں نے اس کی بات مان لی تھی لیکن وہ بالکل غلط تھے کہ آج کی سب سے بڑی ریس میں رہنمائی کرانے والے تھے۔ اس ریس میں سارے قافیہ گرائی گھوڑے دوڑ رہے تھے ان کی جماعت اور شان دیکھنے کے قاش تھی۔

لیکن سب میں نے جبکی کو دیکھا تو ایک طویل سانس لی۔ جبکی کے لباس میں راسم تھا جو خود بھی گھوڑے سے کھینچا خیر نہیں نظر آ رہا تھا۔ اچھا خاصا مزاج پرور گرام میں گیا تھا۔ طاوت سارے انتخابات کرنے کے بعد واپس ہم لوگوں میں آیا اور نواب جلال الدین اسے دیکھ کر قہقہے لگنے لگے۔ طاوت بے حد شجید تھا۔

"نہیں! وہ کیا گھوڑا ترتیب دیا ہے اور اس کے رنگ کیا خوب؟" کیا خوب۔ "نواب صاحب نے پھر ایک قہقہہ لگایا۔

"اور جبکی۔ آپ نے جبکی نہیں دیکھا نواب صاحب؟" خود صاحب نے بھی اس مذاق میں حصہ لیا۔ اس سے آتش کہ طاوت کوئی جواب دیتا "اپنا ک احسان کی حیرت زدہ آواز سنائی دی۔

"اے بھائی! اور سب پرچک پڑے۔

"کہاں ہے؟" نواب جلال الدین بولے۔

"وہ رکھتے۔" احسان نے اشارہ کیا اور اسی وقت شمشیر کی نگاہ بھی ہم لوگوں پر پڑی۔ وہ بھی چونک پڑا۔ ایک لمحے کے لیے وہ اپنی سوت سے گھرا ہوا لڑکھانہ اور چہرہ کر گیا۔ طاوت بھی اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"زعمہ بار! آپ لوگوں نے جس قدر ہوز خراب کیا تھا شمشیر کو دیکھ کر اتنی ہی فرحت ہوئی ہے۔"

"اس نے بھی نہیں دیکھ لیا ہے۔" نواب جلال الدین بولے۔

"دیکھیں مخاطب تو نہیں ہوئے اور۔" سیمیں نے کہا۔

"اے تو کیا ہم اتنے بے اخلاق ہیں کہ اس سے ملاقات ہونے پر ہتھکڑی نہیں کریں گے؟"

"اور وہ اوہ خاتون شاید ان کے ساتھ ہیں۔" احسان نے کہا۔

"نہیں! اس کی بیوی ہے۔"

"ہائے! چاروی۔ اگر بیوی ہے تو بد نصیب ہے۔ صورت سے تو بڑی بہاری لگ رہی ہے۔" سیمیں نے کہا۔

"رستہ سامان تمام کیا دیکھ رہے ہیں؟" نواب شمشیر الدولہ کو۔ "طاوت نے کہا اور میں نے بھی طرف پر دیکھا۔"

"یہ شمشیر صاحب آپ یہاں۔ بڑی صورت ہوئی آپ کو دیکھ کر۔"

"خوب! تو کیا تم لوگ ابھی تک اس خانہ میں تھے؟"

"نہیں! ہم اس قدر بے حرمت نہیں ہیں جتنے آپ تھے۔ مجھے تو بات کر خیر ملی۔ آپ نواب صاحب آپ کو یاد کر رہے ہیں۔" سیمیں نے شمشیر کا غٹری کر کہا۔

شمشیر کی سامنے خاتون دلچسپی سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے ان کی طرف دیکھا تو شمشیر نے کہا، "اگر ان کو کما یہ سہ شمشیر ہیں۔"

"اور اچھا! آداب۔" میں نے خوش اخلاقی سے کہا۔

"آداب! خاتون کی آواز بے حد شیریں تھی۔

"آئیے بیگم۔ نواب جلال الدین سے ملیں۔" صاحبان آپ کا تعارف ہے؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ وہ خوب صورت خواتین انہی کے ساتھ ہیں؟" خاتون اچھی ہوئی بولیں اور نواب شمشیر الدولہ اپنی بیگم کے ساتھ نواب صاحب کے پاس پہنچ گئے۔

نواب صاحب اور دوسرے لوگوں نے بڑے تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا۔ شمشیر کی بیوی بلاشبہ خوش اخلاق اور توجہ دہن تھیں۔ اس کے چہرے کی منظر اہمیت سب کی کو بھلی تھی۔

"بڑے عرصے کے بعد نیاز حاصل ہوئے۔" شمشیر الدولہ نے رشتہ کیا۔

"ہاں میاں تم نے تعلقات ہی ختم کر لیے۔ آؤ بیٹھو۔"

نواب جلال الدین نے شمشیر کے لیے بھی جگہ بنا دی اور شمشیر بیٹھ گیا۔ اس کی بیوی کو لڑکیوں نے حیرایا تھا۔ سب ایک دوسرے سے تعارف حاصل کرنے لگے۔

"اور سناؤ کیا شافل ہیں؟"

"بڑی کر رہا ہوں اور اس شرف کا کامیاب ترین تاجر ہوں۔" شمشیر انکر بولا۔

"انشاء اللہ۔ انشاء اللہ بڑی مسرت ہوئی۔"

"لندن کا بیوت از کیا؟" نواب صاحب بولے اور شمشیر تحیر آمیز انداز میں ہنسنے لگا۔

"بہر حال بڑی خوشی ہوئی تھیں دیکھ کر اور سناؤ گھوڑے وغیرہ بھی رکھے ہوئے ہیں کیا؟"

"ہاں! بڑی ریس میں میرا بلرہوڑ رہا ہے۔"

"بظاہر اہمیت نواب۔ بڑا خوشگام گھوڑا ہوگا؟"

"ہاں! بڑے وہ سیاہ گھوڑا آپ نے دیکھا ہوگا جس کے سینے پر سفید نشان ہے؟"

"جی ہاں! وہ بھی واہ۔ شاندار گھوڑا ہے۔ کتنے گھوڑے ہیں آج کل؟"

"چار۔ لیکن میں نے صرف بڑی ریس میں حصہ لیا ہے۔" شمشیر الدولہ نے جواب دیا اور پھر خیریت انداز میں ہوا۔

"تک میں آپ کا نام بھی نظر آیا تھا؟"

"ہاں! جی! لیکن کوئی خاص پروگرام نہیں تھا۔ البتہ شہزادہ عادل نے ایک گھوڑا تیار کیا ہے جو تھمارے نظر سے متاثر کرے گا۔"

"کیوں سا؟" شمشیر الدولہ چونک کر بولا۔

"تقسیم المرتبت! نواب صاحب نے کہا اور ہنس پڑے۔

"اور وہ رگھوڑا؟" شمشیر نے کہا۔

"ہاں۔"

"لیکن قبل مسرت فی معاف کیا آپ جیسے پیچیدہ لوگوں کو یہ خیالیں زیب دیتا ہے؟ یہ گھوڑا تو کسی آگے سے نکلا ہوا ہے۔"

"میں نے تمام لوگ دیکھے ہیں۔"

"میں نے دم توڑ کر دیکھا ہے کہ نواب شمشیر الدولہ! طاوت نے اور شمشیر زہری نے انہوں سے اس کی طرف دیکھ کر کچھ کہا۔"

"سب پرچک پڑے۔ شہزادہ عادل! میں نے کہا۔"

"شہزادہ عادل! طاوت جلدی سے بولا۔

"اگر نظر اس ریس میں بار جائے تو میں اسے کوئی مار دوں گا اور آپ سے تو میں یہ بھی نہیں کہوں گا کہ اس کو کو ہلاک کریں۔ اس سے فرق بھی کیا پڑے گا۔ ہاں وہ دیکھیں کہ اس کے بعد آپ ریس نہیں کھیلیں گے۔"

"نہیں! طاوت نے جواب دیا۔

"رستہ جی یہ کیا گفتگو شروع ہو گئی۔ شاید وہ نہیں ہوگی۔ تحشیر بیٹے۔ اسے اچھے لوگوں سے ملنا ہے۔ دلی ہے کچھ اچھی گفتگو کریں۔" شمشیر کی بیوی نے درمیان میں مداخلت کی۔ گھوڑے دوڑے چاہیں جنم میں۔" اور شمشیر طنز انداز میں مسکرائے گا۔

"آپ نے مجھے اب تک افشاں سے کیوں نہیں مانا تھا؟"

"اور وہ۔ بس کاروباری مصروفیات۔" شمشیر کسی قدر رام ہو گیا تھا۔

"بڑے اچھے لوگ ہیں یہ اور انہیں تو دیکھو یہ افشاں اور شکیلہ بڑاواں ہمیں نہیں معلوم دو تیس؟" بھئی عجیب بات ہے۔ یہ دو ہم شکل لڑکیاں اور دو ہم شکل صاحب زادے۔ سرور فرقی نہیں ہے ان میں۔"

"پانچواں ہم شکل گھوڑا نہیں دیکھا آپ نے؟" شمشیر نے جانے کس طرح یہ خوب صورت ہنسا کر دیا۔ وہ بہر حال بد تمیزی تھی لیکن اس کی بدتمیزی نے ماحول خراب نہ ہونے دیا۔

"ہاں! کبھی حیرت کی بات ہے۔ اگر شمشیر کو ایسے ہی رگھوڑے میں رنگ دیا جائے تو لوگ سوچنے لگیں کہ شاید یہ بھی ریس میں دوڑیں گے۔" طاوت نے جواب دیا۔

"اچھا بھئی! یہ گفتگو ختم۔ دیکھو یہ ریس تیار ہے۔" اور گھوڑے واقعی ختم ہو گئے۔ ریس چھوٹی اور شمشیر الدولہ پانچوں کی طرح چھٹنے لگا۔ ریس کے خاتمے پر وہ خوشی سے ناچنے لگا تھا۔

"میں نے ستارہ پر داؤ لگایا تھا! اسی ہزار بیٹا۔" وہ چٹخا اور نواب صاحب اور دوسرے لوگ ہنسنے لگے لیکن شمشیر بیٹے پر بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

اس کی بیوی لڑکیوں سے گفتگو کر رہی تھی۔ کافی خوش اخلاق معلوم ہوئی تھی اور سب سے تامل مل گئی تھی۔ ہم لوگوں سے بھی وہ کبھی کبھی گفتگو کرتی تھی۔ دوسری تیسری اور چوتھی ریس بھی ختم ہو گئی۔ شمشیر کی خوشیوں کا انکاز نہیں تھا کیونکہ اس نے چاروں ریسیں جیتی تھیں اور چوتھی طور پر اب تک تقریباً پانچ لاکھ روپے جیت لیے تھے اس لیے اس کا مودہ بہت ہی خوشگوار تھا اور اب پانچویں ریس کے انتخابات ہو رہے تھے جس میں شمشیر اور طاوت کا گھوڑا دوڑنے والا تھا۔ سب لوگ ریس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ گھوڑے اشارہ رنگ پوائنٹ پر پہنچ گئے۔ طاوت نے واقعی پانچ سو روپے جیتے۔ گھوڑے کے رنگ گھمگھم کو

بر کی طرح چہرہ رہے تھے اور وہ شان دار مگھوڑوں کے درمیان
بے حد عجیب رنگ رہا تھا لیکن میں اس خوفناک کھوڑے سے
انجلی طرح واقف تھا کیونکہ ایک قواس پر طاقت کا سایہ تھا
اور پھر طاقت ہی کی نسل کا پر اسرار راسم اس پر ساری کر رہا
تھا۔ گویا وہ آتش۔

قادر ہوا اور دلیس پھوٹ گئی۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ
ایک چھوٹا سا درختیں خیر اس طرح اٹھا بیٹھتا ہوا وہ دلی سے کوئی
نقعی سبب سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کی منتی یا غلبہ ہیں۔
اس وقت جب کھوڑے پہلے راؤنڈ پر تھے وہ دوسرا راؤنڈ کر اس
کر رہا تھا اور جب کھوڑے دوسرے راؤنڈ پر پہنچے تو عظیم
الترتیب و جنگ ہارٹ کے نزدیک تھے اور دلیس گورس میں
ایسی خاموشی ایک تاریخی حیثیت رکھتی تھی۔ پتہ چلا کہ یہ
قتلے ضرور سے ملے لیکن چاروں طرف کی خاموشی حیرت
ناک تھی اور حیرت کی بات ہی تھی کھوڑے نے اس طرح یہ
دلیس منتی تھی کہ قتلے قتل نہیں کرتی تھی۔ اس کی رفتار کا
کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا۔

نواب ہنڈل الدین اور دوسرے لوگوں کے منہ حیرت
سے کھلے ہوئے تھے۔ یہ وہ طاقت کی طرف دیکھ رہے تھے
اور کبھی کھوڑے کی طرف، جسے بے شمار لوگوں نے گھیر رکھا
تھا اور اس حیرت سے چاروں طرف سے نڈول رہے تھے تین
اس کے کل برزے نماش کر رہے تھے۔

"وہی ہو گیا وہ شہزادہ نڈول نے کہا تھا۔" بلاخر نواب
ہنڈل الدین نے کہا۔ شہشیر الدولہ پریشانی سے اٹھا ہو گیا۔
اس کا گھوڑا آنکھیں نہر پر آیا تھا۔

"بہر حال میں شہزادہ عادل کو مبارک باد دیتا ہوں۔"
"میں اس کھوڑے کا میڈیکل چیک اپ کراؤں گا۔ میں
اسے چیلنج کروں گا۔" شہشیر الدولہ نے خراشے ہوئے کہا۔

"ارستہ اسے آپ کو کیا دوا؟"
"اوہ تم نہیں جانتیں ذہب ایہ لوگ۔۔۔ اٹھو! شہشیر
نے اپنی بیوی سے کہا۔

"یہ تو بڑی بد اخلاقی ہے شہشیر، سنو تو۔" اس کی بیوی
نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن شہشیر الدولہ نہیں رکا۔
"تم بیٹھنا چاہتی ہو بیٹھو۔" اس نے کہا اور تیزی سے
آگے بڑھ گیا۔

"میں آپ لوگوں سے معذرت چاہتی ہوں۔ نہ جانے
شہشیر کو کیا ہو گیا ہے۔ میں میں انکس۔ میں آپ کی خدمت
میں پھر حاضر ہو جاؤں گی۔" شرف عورت بے حد بے نظر
آ رہی تھی۔ سب کو رنج ہوا۔ بہر حال طاقت کے کھوڑے

کے جیت جانے سے سب حیران تھے لیکن طاقت سنجیدہ تھا۔
"جی بڑی اپیل ہے۔" اب لوگوں کو سنبھالنے کا شکل
دوبانے گا۔ میرا خیال ہے انباری پر روز ہمارے پاس
شہزادہ آئیں گے۔" تنویر صاحبہ جو ہم کی حالت دیکھ کر
ہولے کھوڑے کی دھڑا دھڑ تصویریں بنائی جا رہی تھیں اور
لوگوں نے تنویر صاحبہ کے خیال کو گھیر لیا تھا۔

"آپ نے مجھ سے کہا؟" طاقت ہوا۔
"ہاں دیکھو۔ میرا خیال ہے خیر بے خوف ہمارے طرف
اشارہ کر رہا ہے۔" تنویر صاحبہ نے غبر آ رہے۔
"لیکن اس کھوڑے کے قتلے کوئی قتل نہیں ہے۔"
"کیا مطلب؟"

"یہ کھوڑا تو سائیس کا بیٹا ہے جسے آپ کو اس کی
شخصیت سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔" طاقت نے
کہا۔ کسی کی سمجھ میں اس کی بات نہیں آ رہی تھی۔ بہر حال
اوجوں کے ذریعہ ہم وہاں سے ہٹ گئے۔ لیکن بعد کی
دلیس کی تیاریاں دہانے لگی تھیں۔ اس کے لوگوں کی حیرت
انڈیز کھوڑے کے ہانکوں سے ملے نہیں آئے اور اس کے چہرے پر
"صوف ہو گئے۔

ہم نے بھی گھر کا رخ کیا لیکن راستے میں اس حیرت
واقف رہے تبصرہ ہوتا رہا تھا۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ
کھوڑا کیسے جیت گیا۔ میں جانتا تھا یا شگال۔ اور بس انگریز
صاحب قواس قدر حیران ہوئے تھے کہ انہوں نے فیئر کو فون
کیا کہ کھوڑے کو کو بھی لے آئے۔

"آخر تم نے اسے دلیس میں دوڑنے کے کاغذ کیسے
بنا دیا؟" تنویر صاحبہ نے پوچھا۔

"قابل تو وہ خود تھا۔ بس میں نے ذرا اس کی غذا وغیرہ کا
خیال کیا تھا اور کھوڑے ہی سزا گشت کرا دیتا تھا۔"
"لیکن اس کی ہمارت تو دلیس تھی۔ خاصا لاغر نظر آ رہا
تھا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے میں نے اسے مضبوط کر کے
دلی غذا میں دی تھیں۔"

"جی جی بات ہے نہ جانے کیوں، ہمیں تبھی تم دونوں
مجھ سے حد پر اسرار معلوم ہوتے ہو۔ تمہارے واقعات اس
قد حیرت انگیز ہوتے ہیں کہ قتلے انہیں تسلیم نہیں کرتی۔"
"حالانکہ ان کا قتلے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔" کھوڑا
کو خفیہ پر لٹایا اور نور میں تک اس جوئے کو دیکھنے لگیں
جس میں بظاہر کوئی خاص بات نہیں تھی صرف اس کی دوڑ
حیرت انگیز تھی وہ دن شکل پر اب بھی پورکار برس رہی تھی۔

"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"

"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"

"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"

"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"

"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"

"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"
"نہ ات دیکھتے ہوئے گردن ہانکی۔"

"یہ کیسے ممکن ہے اپنا شیر اسی شرمیں ہوا اور ہم اس
سے ملاقات نہ کریں بلکہ کرتے رہیں۔"
"اب اس کی زندگی بدل گئی ہے طاقت۔"
"لیکن عادت نہیں بدلی میرے یاد رکھی۔"
"اس کی بیوی تو خاموشی کی عورت معلوم ہوتی
تھی؟"

"تیسری فریب بھی تو سنیے کی تھی وہ دیر نصیب بھی کسی
پکر میں ہی پھنسی ہوئی۔"
"ہاں۔ تین ممکن ہے۔"
"بہر حال مجھے اس کے حالات سے کافی دلچسپی ہے۔"
طاقت نے کہا۔

"لیکن اس کی پتہ وغیرہ تو معلوم ہی نہیں ہو سکا۔"
"یہ کون سی بی بی بات ہے۔ اپنا جیسی کس دن کام آئے
گا۔"

"ارے ہاں یہ راسم کو تم نے جیسی خوب بنایا۔" میں
نے ہنستے ہوئے کہا۔
"ہائے اپنے عظیم المرتبت کی باتوں میں تو جان ہی نہیں
تھی۔ راسم اگر ان کی شخصیت نہ جانتا تو وہ قواب چلنے پھرنے سے
بھی معذور ہو چکے ہوتے۔" طاقت نے گراہتے ہوئے کہا اور
میرے حلق سے قہقہہ اٹھ پڑا۔

"جی کہہ رہا ہوں عارف! وہ کھوڑا اب دو چار دن سے
زیادہ کا زمانہ نہیں ہے اور بہر حال اس کا زمانہ ہی بہتر ہے۔
اس طرح اس کا شاندار کارنامہ تو زندہ رہے گا۔ وہ خود زندہ
رہا تو اس کے کارنامے پر پائی پھر جائے گا۔"
"یار تم پتہ بڑا معاشی روئے زمین پر نہیں ہو گا۔"
میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ممکن ہے۔ ویسے میرے قبیلے میں بہت سے مل جاتیں
ہے۔ ہاں یار۔ چاند ڈوبنے کی رات آ رہی ہے۔"
"میں بھی سوچ رہا تھا۔"
"کیا وہ راسم رہے گا؟"
"پوچھا تو ہاں۔"

"بس پوچھا تو کیا بناتا ہے۔ وہ دن کی قوت ہی ہے لیکن
ہم یہاں کسی سے نہیں کہیں گے کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔"
"کیا مطلب؟"

"آپ اپنی ریاست جانے کی بات کی تو ممکن ہے کوئی بڑے
خاص انسان میرے والد صاحب سے ملاقات کی خواہش ہی
کر دے۔"
"ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔"

"بہر حال کوئی ہمانہ کر دیں گے۔"
 "ہاں۔ وہ مشکل بات نہیں ہے لیکن ٹھیکہ؟"
 "اس سے میں کہہ دوں۔"
 "ساتھ نہیں لے جاؤ گے؟"
 "ارے نہیں۔ ابھی نہیں۔ سواؤ گے کیا۔ ویسے اس بار میں والدہ محترمہ سے گفتگو ضرور کروں گا۔"
 "مناسب!"

"خیر اب کل کا پروگرام سچو۔"
 "کوئی خاص پروگرام؟"
 "یاد۔ اپنے بھری دوست کو بار بار کیوں بھول جاتے ہو۔ کیا شمشیر الدولہ کی حسین صورت نگاہوں سے اور بھول جکتے ہو؟"
 "اچھا۔ ہاں تو یہ تو بات اس کے پہنچے ہی گئے۔"
 "ہاں۔ وہ چیز ہی ایسی ہے۔ خصوصاً اس کے بارے میں تفصیلی معلوم کرنا ہوں۔" طاہر نے کہا اور پھر اس نے راسم سے شمشیر الدولہ کا کیا پڑا بیان کر دیا۔
 "ہمانہ کے ایک 'سورف بازار' میں اس کی تائید کی بہت بڑی فرم ہے اور شکر کے ایک خوب صورت مانتے ہیں اس کی خوشی ہے جہاں وہ اپنی بیوی کے ساتھ رہتا ہے۔"
 "ہوں۔" طاہر نے کمرے خیال میں ڈوب گیا۔ اس نے راسم کو ابھی کا اٹھا۔ گروا تھا۔ کافی دیر تک خاموش رہنے کے بعد وہ بولا "ہم اس کی فرم ضرور دیکھیں گے اور مارنٹا کیا تمہیں کسی کاروبار سے دلچسپی نہیں ہے؟"
 "کیوں نہیں لیکن تمہارا مطلب کیا ہے؟"
 "یاد۔ شمشیر الدولہ کی فرم کے ساتھ اگر دارا شوروں نہ ہو تو چوبی بات ہی کیا ہے۔"
 "اوہ! طاہر نے اس کی روزی پر۔"
 "یاد میں تقریباً وہ چنگ جائے۔ نہیں کون سا کاروبار کرتا ہے۔" میں خاموش ہو گیا۔ طاہر نے مینے بہ حاشیہ کو کون روک رکھا تھا۔

دوسرے دن ناشتہ کے بعد وہ اجازت لے کر نکلیا۔ آج وہ ٹھیکہ لے کر بھی ساتھ نہیں لے گیا تھا۔ پھر شام ہی کو واپس آیا۔ اس نے دن بھر کی مصروفیات کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ وہاں شام کی چائے پر اس نے "دولی انداز میں" تذکرہ کیا جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ کچھ کارروائی کر کے آیا ہے۔ یہ تذکرہ اس نے تو بہ صاحب سے گفتگو کرتے ہوئے کیا تھا۔
 "آپ کا شکر ہے کہ خوب صورت ہے تو بہ صاحب!

میں نے والد صاحب سے اجازت منگوائی تھی کہ کیوں نہ یہاں کوئی کاروبار کیا جائے۔"
 "اوہ۔ عمدہ خیال ہے پھر کیا اجازت مل گئی؟"
 "ہاں۔ انہوں نے نہیں بتا کر دیا ہے۔ دراصل ہم تو پیشہ کے آوارہ گرد ہیں۔ حکومت کے حکام سب سے بڑے بھائی نے سنبھال رکھے ہیں اس لیے ہمیں کھلی آزادی ہے۔ بلکہ سالم بھائی نے تو اس شہر میں رہنے کی اجازت بھی لے لی ہے۔"

"بہت خوب! ابھی تو دلی مسرت ہوئی ہے سن کر۔"
 "تو بہ صاحب کے دادہ تو شمشیر الدولہ نے بھی خوشی کا اظہار کیا۔" اس طرح کچھ انہوں نے ان کے نگاہوں سے اوٹ بھلے ہوئے کا خوف تو نہیں رہتا تھا۔
 "تو پھر آپ لوگوں کی اجازت ہے؟"
 "اجازت کا کیا سوال ہے۔ اس سے تو بہ صاحب کی بات کیا ہوئی لیکن کیا کاروبار کرنا چاہتے ہیں؟"
 "ہاں۔"
 "بہت خوب! ابھی تو دلی مسرت ہوئی ہے سن کر۔"
 "غیر مالک سے تائید کی تجارت عمدہ رہتی ہے۔"
 "اوہ! اسی سے مشورہ کیا ہے؟"
 "ہاں! آج بھی اسی سلسلے میں کیا تھا۔"
 "بہت عمدہ! ابھی بڑے عملی انسان ہو پھر کیا رہی؟"
 "یہاں کے ایک خوب صورت خاندان میں میں نے آج ایک بزنس کا سودا کیا ہے۔ نہایت حسین بلڈنگ ہے۔ ابھی تعمیر ہوئی ہے۔"
 "پورا ہی بزنس خرید لیا ہے؟" تو بہ صاحب حیرت سے بولے۔
 "ہاں۔ میرا شوروم، ہمارے شاہان شائن ہو گا۔"
 "طاہر نے کہا اور میں نے کمری سانس لی۔"
 "کیا وہ بزنس برائے فروخت بھی؟"
 "جی نہیں۔ لیکن میں نے اس کے مالک کو اتنی رقم کی پیشکش کی کہ وہ یہ خواہ ہو گیا۔ اس نے فوراً ہی ان لوگوں سے رابطہ قائم کیا جو اس میں تھے اور انہیں اپنی دولت کی پیشکش کی کہ تقریباً سبھی تیار ہو گئے۔ اتنی دولت وہ کاروبار میں محنت کر کے دس سال تک بھی نہیں کما سکتے تھے۔"
 "بھئی وہ کہاں ہے؟ ہمیں بھی تو اس کے بارے میں بتاؤ۔" تو بہ بلال الدین نے کہا۔
 "صرف چند روز انتظار کریں۔ میں اس کی اصل شکل آپ کے سامنے پیش کروں گا۔" طاہر نے جواب دیا اور

میں نے والد صاحب سے اجازت منگوائی تھی کہ کیوں نہ یہاں کوئی کاروبار کیا جائے۔"
 "اوہ۔ عمدہ خیال ہے پھر کیا اجازت مل گئی؟"
 "ہاں۔ انہوں نے نہیں بتا کر دیا ہے۔ دراصل ہم تو پیشہ کے آوارہ گرد ہیں۔ حکومت کے حکام سب سے بڑے بھائی نے سنبھال رکھے ہیں اس لیے ہمیں کھلی آزادی ہے۔ بلکہ سالم بھائی نے تو اس شہر میں رہنے کی اجازت بھی لے لی ہے۔"

"بہت خوب! ابھی تو دلی مسرت ہوئی ہے سن کر۔"
 "غیر مالک سے تائید کی تجارت عمدہ رہتی ہے۔"
 "اوہ! اسی سے مشورہ کیا ہے؟"
 "ہاں! آج بھی اسی سلسلے میں کیا تھا۔"
 "بہت عمدہ! ابھی بڑے عملی انسان ہو پھر کیا رہی؟"
 "یہاں کے ایک خوب صورت خاندان میں میں نے آج ایک بزنس کا سودا کیا ہے۔ نہایت حسین بلڈنگ ہے۔ ابھی تعمیر ہوئی ہے۔"
 "پورا ہی بزنس خرید لیا ہے؟" تو بہ صاحب حیرت سے بولے۔
 "ہاں۔ میرا شوروم، ہمارے شاہان شائن ہو گا۔"
 "طاہر نے کہا اور میں نے کمری سانس لی۔"
 "کیا وہ بزنس برائے فروخت بھی؟"
 "جی نہیں۔ لیکن میں نے اس کے مالک کو اتنی رقم کی پیشکش کی کہ وہ یہ خواہ ہو گیا۔ اس نے فوراً ہی ان لوگوں سے رابطہ قائم کیا جو اس میں تھے اور انہیں اپنی دولت کی پیشکش کی کہ تقریباً سبھی تیار ہو گئے۔ اتنی دولت وہ کاروبار میں محنت کر کے دس سال تک بھی نہیں کما سکتے تھے۔"
 "بھئی وہ کہاں ہے؟ ہمیں بھی تو اس کے بارے میں بتاؤ۔" تو بہ بلال الدین نے کہا۔
 "صرف چند روز انتظار کریں۔ میں اس کی اصل شکل آپ کے سامنے پیش کروں گا۔" طاہر نے جواب دیا اور

ٹوٹ خاموش ہو گئے لیکن میرے توجہ میں باغی پک رہی تھی اپنا بچہ ذرا سی خنائی میں سے اٹھ کر نکلا۔
 "اور یہ عمارت یقیناً شمشیر الدولہ کی فرم کے سامنے والی ہوگی۔"
 "یقیناً!"
 "اور تم نے اس کے مالک کو اتنی ہی رقم کی پیشکش کی ہوگی کہ وہ باطلی خواست تیار ہو گیا؟"
 "یہ بھی ممکن ہے۔"

"بہر حال، تمہیں کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔ اب کیا پروگرام ہے؟"
 "کچھ دوسرے اختیارات میں نے راسم کے سپرد کر دیے ہیں۔ وہ کچھ کر رہا ہے۔" طاہر نے جواب دیا اور میں سمجھ گیا کہ طاہر یقیناً بہت لمبا پیر چلا رہا ہے اور شمشیر الدولہ کی شامت ہی ہو گئی ہے۔
 "بہر حال شیب و روز گزرتے رہتے۔ طاہر نے حد مصروف تھا۔ ٹھیکہ بھی اس کے ساتھ ہوئی تھی۔ وہ دلی مسرت ہوئی تھی کہ ان دنوں انہوں نے ایک خوفناک کھیل شروع کر رکھا تھا جس میں کسی حد تک ہو کھلا گیا تھا۔ لیکن مجھ سے بڑا، طاہر طاہر کا اظہار اور اس انداز میں کہ وہ سب کی بات کر رہا تھا۔ میں اس چارنگ ٹوکی کا قصہ سمجھ گیا تھا۔"

طاہر نے کہا اور میں نے کمری سانس لی۔
 "کیا وہ بزنس برائے فروخت بھی؟"
 "جی نہیں۔ لیکن میں نے اس کے مالک کو اتنی رقم کی پیشکش کی کہ وہ یہ خواہ ہو گیا۔ اس نے فوراً ہی ان لوگوں سے رابطہ قائم کیا جو اس میں تھے اور انہیں اپنی دولت کی پیشکش کی کہ تقریباً سبھی تیار ہو گئے۔ اتنی دولت وہ کاروبار میں محنت کر کے دس سال تک بھی نہیں کما سکتے تھے۔"
 "بھئی وہ کہاں ہے؟ ہمیں بھی تو اس کے بارے میں بتاؤ۔" تو بہ بلال الدین نے کہا۔
 "صرف چند روز انتظار کریں۔ میں اس کی اصل شکل آپ کے سامنے پیش کروں گا۔" طاہر نے جواب دیا اور

ٹوٹ خاموش ہو گئے لیکن میرے توجہ میں باغی پک رہی تھی اپنا بچہ ذرا سی خنائی میں سے اٹھ کر نکلا۔
 "اور یہ عمارت یقیناً شمشیر الدولہ کی فرم کے سامنے والی ہوگی۔"
 "یقیناً!"
 "اور تم نے اس کے مالک کو اتنی ہی رقم کی پیشکش کی ہوگی کہ وہ باطلی خواست تیار ہو گیا؟"
 "یہ بھی ممکن ہے۔"

احسان کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ تھی۔
 "سالم بھائی! آپ سو نہیں سمجھتے؟"
 "نہیں!"
 "حالانکہ خاصی رات ہو چکی ہے۔"
 "ہاں، نیند نہیں آئی۔"
 "خدا کا شکر ہے۔" احسان نے شرارت سے کہا۔
 "کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔
 "تو یہاں یہاں بھی نیندیں آئی ہوئی ہیں۔" احسان مسکراتا ہوا بولا۔
 "خوب! کوئی کسی شرارت کا پروگرام بنا کر آئے ہیں سب حضرات۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "تو یہ تو بہ! اس گستاخی کی جرات تو کتنی ہے سالم بھائی۔" سمجھنے کے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔
 "پھر کیسے تشریف آئی؟" میں نے پوچھا۔
 "ایک خاص مسئلے سے گفتگو کرنے حاضر ہوئے ہیں اور اس تصور کے ساتھ کہ آپ کے کوئی ہیں اور آپ پر حق رکھتے ہیں۔"
 "اوہ۔ تو کوئی جذباتی مسئلہ ہے؟"
 "ہاں۔ یونہی سمجھ لیں۔"
 "مسئلہ پیش کیا جائے۔"
 "میلے کہیں کہ خدا کی قسم جو کچھ کون سا کچھ کہوں گا۔" تنہا شہزادہ سے بولی۔
 "میں بھوت نہیں ہوں گا۔"
 "آپ کو تنہا کی قسم سالم بھائی! اچھوت نہ بولیں۔"
 "ارے ارے احسان! کیا ہو گیا ہے اتنے؟" میں نے اچھے ہوئے انداز میں کہا۔
 "اشاء اللہ خاصی ذہین ہو گئی ہیں بھائی جان۔"
 "اچھا! جن صاحب! اب آپ فرما دیں کیا مسئلہ ہے؟"
 "یہ افغان بیگم کس موڑ میں ہیں آج کل؟" سمجھنے کے کہا۔
 "اوہ۔ آپ ان کے سوا کے بارے میں پوچھنے آئی ہیں۔"
 "جی۔"
 "لیکن آپ سے کس نے کہا کہ میں ان کا پرانیہ رست سیکر ہری ہوں؟"
 "سیکر ہری نہ ہوں بھائی جان لیکن پرائیویٹ ضرور ہیں۔" تنہا نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "سمجھیں!"

"خدا کی قسم بھائی جان۔" سیمیں ہی نہیں، سب نے یہ بات محسوس کی ہے۔ نہ جانے انشاں کو کیا ہو گیا ہے۔ حالانکہ خاصی سنجیدہ لڑکی ہے۔

"یہ بات آپ نے انشاں سے کیوں نہیں پوچھی؟"

"اس سے بھی پوچھیں گے۔"

"جو کچھ معلوم ہو مجھے بھی بتا دینا اور اب میرے کان نہ کھاؤ۔" میں نے کہا۔

"میری قسم پر بھی نہیں بتائیں گے بھائی جان۔" سیمیں نے کہا۔

"سیمیں! افضل باتوں سے پرہیز کرو۔" میں نے خشک لہجے میں کہا اور اچانک سیمیں کا چہرہ اتر گیا۔ اس کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور پھر اس نے بے بسی سے احسان کی طرف دنگھا۔ احسان پریشان سا ہو گیا تھا۔

"بھائی جان کی نیند خراب کر دی ہے تم نے سیمیں۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا یہ سونے کا وقت ہے پھر بھی سہی۔ آؤ۔ بھائی جان کو سونے دیں۔" احسان نے سیمیں کا بازو پکڑا اور پھر وہ دونوں مڑ گئے "واقعی" تباہت، دلی صائم بھائی۔ ہم دونوں ملانی چاہتے ہیں۔" احسان نے مڑ کر کہا اور پھر وہ سیمیں کا بازو پکڑ کر کھینچتا ہوا دروازے کی طرف مڑ گیا۔

مجھے ایک دم اپنے خشک لہجے کا احساس ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی میرے دل پر ایک گھونسا سا پڑا۔ ان دونوں کو غلط فہمی ہو گئی اور اب یہ شرمندگی سے داہیں جا رہے تھے۔ میں تیزی سے آگے بڑھا اور چٹا گنگا گنگا دروازے پر ہتھ مارا۔ میں نے ان دونوں کا راستہ روک لیا تھا۔ کہاں جا رہے ہو تم دونوں؟"

سیمیں کی آنکھوں سے آنسو نپک پڑے۔ احسان نے بے قراری سے اس کے رخسار صاف کر دیے تھے۔ اس سے اس کی بے پناہ محبت کا احساس ہوا تھا اور پھر اس نے بے بسی سے میری طرف دنگھا۔ ہونٹ بے لپن آواز نہیں نکلی۔ "چلو۔ واپس بیٹھو۔" میں نے پھر اسی طرح ڈپٹ کر کہا اور احسان کے ہونٹوں پر پھینکی سی ہنسی آگئی۔ اس نے بے بسی سے سیمیں کی طرف دنگھا۔

"بس ہم نہیں بیٹھیں گے۔ آؤ چلو۔ ہم نہیں بیٹھیں گے ٹھیک تو ہے۔ ہم ہیں کون۔ ہمارا شہر ہی کیا ہے۔ صرف زبان سے۔ ذہن سے۔ بن یا بھائی کہہ دینے سے خون تو نہیں مل جاتا۔" وہ ہچکیاں لے کر رونے لگی اور جذبات سے میرا سینہ بھینے لگا۔

اس دیوالی، کیا معلوم تھا کہ مجھ سے بہن کی محبت ملی تھی

نہ بھائی کا پیار نہ ماں کی مبتلائی تھی نہ باپ کی شفقت۔ یہ محبت تو میرے لیے انمول تھیں۔ میں جذبات سے اندھا ہو کر آگے بڑھا اور میں نے سیمیں کو بازوؤں کے ملنے میں لے لیا اور پھر میں نے اس کی پیشانی پر، آنکھوں پر، رخساروں پر گردن پر، بالوں پر، بازوؤں پر اسے پیار کیے، اتنے پیار کیے کہ سیمیں بوکھلا کر رونے لگی۔ وہ شدید رو رہی تھی۔ احسان بھی بھونکنا ہو کر بیٹھ دیکھ رہا تھا اور میں سیمیں کو زور زور سے بچھڑ رہا تھا۔ میرا پورا بدن لرز رہا تھا۔ نہ جانے کسی کیفیت طاری ہو گئی تھی اور میری آنکھوں سے آنسو اگلنے لگے تھے۔ سیمیں نے میرے بازوؤں کے ملنے کو شش نہیں کی نہ ہی وہ کسمپاسی اور میں اسے شدت سے پکڑ رہی تھی۔ چوستا ہا پھر میں اندھا ہوا۔ میرا اور میں نے آہستہ سے سیمیں کو ہاتھ لگایا۔

"بھائی جان۔ بھائی جان!" احسان نے دھال سے میرے آنسو خشک کرتے ہوئے کہا "کیا ہو گیا آپ کو بھائی جان۔"

"صائم بھائی۔ صائم بھائی۔" سیمیں نے سیمیں کی باتیں ہاتھ دال کر اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا۔

"مجھ سے غلطی ہو گئی تھی سیمیں۔ لیکن میں نے اسے اجنبیت نہیں برتی تھی۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"اورے کوئی بات نہیں۔ خدا کی قسم! میرا دل صاف ہو گیا۔" سیمیں جلدی سے بولی۔

"مجھ سے میری اس کیفیت کے بارے میں کچھ مت پوچھنا احسان۔ میں تمہارا شکر گزار رہوں گا۔ صرف اتنا سمجھ لو کہ سیمیں کے غلوں نے، سیمیں کی اپنائیت نے مجھے۔ مجھے۔" میں کوئی الفاظ نہ تلاش کر سکا۔

"جانے دیں بھائی جان کوئی بات نہیں۔ آپ خواہ مخواہ سنجیدہ ہو گئے۔ سیمیں! اس وقت تو بڑی گزربو ہو گئی۔ ہم کیا سوچ کر آئے تھے کیا ہو گیا۔"

"بیٹھو تم لوگ۔ بیٹھ جاؤ!" میں نے کہا اور سیمیں اور احسان بیٹھ گئے اب ان کے چہرے پر شرمندگی کے آثار نظر آرہے تھے۔ سیمیں کی گردن جھکی ہوئی تھی۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ مسکراہٹیں بکھیرنے والے بھی زندگی کے کسی دور میں اس قدر سنجیدہ ہو سکتے ہیں۔ خدا کی قسم میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔"

"آئی ایم سوری سیمیں۔ سوری احسان! میں نے تم لوگوں کو بھی کبیدہ کر دیا۔"

"صائم بھائی! خدا کے واسطے شرمندہ نہ کریں۔ ہم ہی کچھ غلط ہو گئے تھے۔"

"بات یہ ہے احسان۔ کہ میں تم لوگوں کو بہت چاہتا ہوں۔ ہم لوگ بھی مکمل نہیں ہیں۔ ہمیں بھی بہت سی چیزوں کی کمی محسوس ہوتی ہے اور ہمیں تم سے اپنائیت اور محبت ملی ہے۔ ہمارے لیے وہ پکار شے نہیں ہے۔"

"بے شک بھائی جان! ہم بھی خدا کی قسم آپ پر جان دیتے ہیں۔"

"مجھے احساس ہے۔" میں نے جواب دیا "اب ہمارا تم کس پروگرام سے آئے ہو؟"

"جانے دیں بھائی جان! سیمیں کی عادت تھی۔" احسان نے کہا۔

"اور خود بے چین نہیں تھے؟" سیمیں بولی۔

"تھا تو سہی!" احسان نے اعتراف کیا۔

"پھر؟"

"مگر اب اس کی کیا گنجائش رہی؟" احسان نے کہا۔

"ہاں! ماحول کچھ خراب ہو گیا۔" سیمیں نے میری شکل دیکھتے ہوئے کہا۔

"جانے دیں بھائی جان! اس موضوع پر پھر گفتگو کریں گے۔"

"تم لوگ میرا سے نکل نہیں سکتے۔" میں نے غراتے ہوئے کہا اور دونوں بس پڑے۔

"لیکن ہمارے تو بہت سے پروگرام تھے؟" سیمیں بولی۔

"تو پھر اب کیا ہو گیا؟"

"اس ذرا تضاد مل گیا۔ وہ چڑیاتی نہیں رہ گئی۔"

"سب کچھ وہی ہے۔ پچھلے کچھ منٹ ذہن سے خارج کر دو۔ جذبات میں تباہت کی باتیں ہوئی جاتی ہیں۔"

"جذبات مناسب بات ہے۔" احسان نے کہا۔

"جذبات شرط ہے بھائی جان۔" سیمیں شرارت سے بولی۔

"چلو وہ بھی یاد کرو۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"وہ لحاظ تو نہیں لے رہے تھے۔ نکال دیے ہیں اور ان میں سے کچھ کام بھی لے لیا۔ آپ ہمیں ان کے استعمال کی اجازت دیں گے؟"

"بہت شریر ہو۔ اب جلدی سے بک دو کیا کتنا چاہتی ہو؟"

حملہ سخت ہو تو حقوق شوہریت استعمال کرنا۔ میرا مطلب ہے زخمی نہ ہو جائوں۔"

"میں ایک لمحے کے لیے بوکھلا گیا تھا لیکن پھر سنبھل گیا۔"

انشاں نے اپنے رویے سے یہ راہروں کی نگاہوں تک پہنچا رہا تھا۔ وہ خود ہی اس کی بدبو پوٹی نہیں چاہتی تھی تو پھر میں کہاں تک اسے پوشیدہ رکھتا۔

"احسان! کیا پوزیشن ہے؟" سیمیں نے آنکھیں بند کیے پوچھا۔

"مارشل!" احسان نے جواب دیا۔

"درشن غنیش د غنیش میں تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔ مسکرا رہا ہے۔"

"خدا کا شکر ہے۔" سیمیں نے آنکھیں کھولیں، کیا بندی کو اس گستاخی پر عاف کر دیا گیا ہے؟

"آخر یہ کیسا کر گیا ہے؟"

"آپ کو سیمیں کی قسم بھائی جان! اپنی بہن سے کچھ نہ چھپائیں۔"

"اؤ! مگر مسئلہ کیا ہے؟ کیا ہو گیا اتنی رات مجھے تم دونوں کو؟"

"ہمیں انشاں ہو گئی ہے۔" سیمیں بولی۔

"خفناک مرض سے علاج کراؤ۔" میں نے کہا۔

"اسی لیے تو آپ کے پاس آئے ہیں۔"

"سیمیں کی بی بی باز نہیں آؤ گی۔" میں نے مصنوعی طور پر آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا۔

"ہرگز نہیں بھائی جان۔ ماری گئی تو شہادت کا درجہ ملے گا۔"

"احسان! یہ کیا کیواں کر رہی ہے؟" میں نے احتجاج کیا۔

"میں دخل نہیں دے سکتا بھائی جان۔"

"کیا تم بھی اس سازش میں شریک ہو؟"

"الحمد للہ!" احسان نے سر جھکا کر کہا۔

"میں مارٹینوں کا تم لوگوں کو نہ"

"تو کیا ہو گیا افشاں کو؟"

"بھائی جان! وہ قتل کی باتیں نہیں کر رہی۔ براہ کرم اب سنجیدہ ہو جائیے۔" سیمیں نے بھی سنجیدہ ہو کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"بھئی آپ نے اس کے رویے کو محسوس نہیں کیا؟"

"قتل کر رہا تو۔"

"آپ ناراض تو نہیں ہوں گے؟"

"نہیں ہوں بھائی۔"

"وہ آپ کی طرف بے پناہ محبت ہے۔ آپ کو خدا کی قسم آپ بتائے کیا آپ نے محسوس نہیں کیا؟"

"ہاں کیا ہے۔"

"وہ بچپن کر رہی ہے۔ تمام لوگ اسے غور سے دیکھتے تھے۔"

"ہاں شاید۔"

"لیکن بھائی جان! خدا کے واسطے یہ بتائیے کہ اس کا ہونا کیا؟"

"سیمیں! یہ مجھ سے پوچھ رہی ہے؟"

"ہاں۔ آپ بتا سکتے ہیں۔ صرف آپ!"

"وہ کس طرح؟"

"افشاں جرم کر رہی ہے وہ قاتلات کر رہی ہے۔ ایسا نہ ہو بھائی جان کہ وہ دنیا کی بچاؤ میں آجائے۔ اور اس کے بعد اسے رسوائی کے سوا کچھ نہ ملے۔"

"وہ کس طرح؟"

"اسے اس احساس ہو جانا چاہیے کہ... کہ وہ آپ کے قاتل نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ اس کی حیثیت آپ سے کہیں کمتر ہے۔ وہ آخر آپ کو کیسے اپنا سکتی ہے؟"

"سیمیں! آپ کیسے بولتے وقت حشر کچھ چھیتی ہو۔ بولے جارہی ہو کہ غور بھی کر رہی ہو۔" احسان نے درمیان میں دخل دیا۔

"کیا مطلب؟"

"ارے تم بھائی جان کے جواب بھی سن رہی ہو؟"

"ہاں سن رہی ہوں۔"

"خاک سن رہی ہوں۔ بلکہ کھنوں کے ساتھ دماغ بھی استعمال کر رہی ہو۔ غور کرو۔ ابھی ابھی بھائی جان نے کیا کہا ہے؟"

احسان مسرت سے سرخ ہوتے ہوئے بولا اور اس کی اس بوکھاہٹ پر کچھ ہنسی آئی۔

کتابیات پبلیکیشنز

"تو خبر ہو کیا احسان؟" سیمیں نے حیرت سے کہا۔

"تم نے کیا تھا؟" اس احساس ہو جانا چاہیے کہ وہ بھائی جان کے قاتل نہیں ہے تو بھائی جان نے کیا سوال کیا تھا؟"

"اس بار وہ کچھ یاد نہیں۔"

"کبھی تو کہہ رہا ہو۔ کم ہوا زاد سوچو۔"

"ارے تو بتاؤ؟" سیمیں ہنک کر بولی۔

"انہوں نے کہا تھا کیوں؟"

"تو پھر؟"

"خدا کی پناہ! اس کیوں نہ ہو تو سیمیں۔ اس کا مطلب ہے بھائی جان سوال کر رہے ہیں کہ وہ میرے قاتل کیوں نہیں ہے؟ کوئی ہے۔" احسان نے اس کے لیے اچھل پڑی۔

"ارے خدا کی قسم! ہاں خدا کی قسم! ٹھیک تو ہے تو؟"

میں نے غور نہیں کیا۔ یا رے بھائی جان! آپ کو میری قسم بتا دیں۔ کیا آپ سیمیں کو قبول نہیں کر سکتے؟"

"کیوں۔ کوئی خرابی ہے کچھ نہیں؟"

"آپ میں۔ ارے نہیں۔ اوروہ۔ احسان۔ یہ۔ یہ کیا ہو۔ ارے احسان! بھائی جان تیار ہیں۔" سیمیں مسرت سے چلتے ہوئے بولی اور احسان نے بلندی سے اس کا منہ دبا دیا۔

"تھوڑا دیر احسان! پھوڑو۔ وہ جاؤں گی۔ ہاں چھینے دو مجھے۔"

"پھر انہیں دس روپے ملیں۔ میں نے اپنا راز تمہیں اس لیے بتایا ہے کہ سب کو بتا دو۔"

"لہذا بھائی جان۔ ایک بار اور کہہ دیں۔ آپ افشاں کو اپنے پر تیار ہو جائیں گے؟" سیمیں فرما مسرت سے پاگل ہوئی جاری تھی۔

"ہاں بھی میرے زور دہشتی کے راز ادا ہو۔"

راز دہشتی راز ہے جب تک کوئی محرم نہ ہو۔ کھل گیا جس دم تو محرم کے سوا کچھ بھی نہیں چھتا پچھ اب سارے معاملات تمہارے سپرد لیکن دیکھو۔ کوئی فریب نہ دے دینا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خدا کی قسم! جان لا دوں گی۔ سمجھا کیا ہے آپ نے۔ اپنے بھیا کے لیے جان نہ دے دوں گی۔ میرے لیے اس سے بڑی۔ مارت اور کیا ہو سکتی ہے اور پھر تو یہ اکل کو ایسا ادا کماں سے ملے گا۔ ایسا!"

"بڑی بھولی ہو سیمیں! راز یہ یہاں تک ہے لیکن ہر حال زور سے اور بہت سی باتیں داریاں توڑی ہیں۔"

احسان نے پوزھوں کے ساتھ انداز میں کہا۔

"چھا۔ اب اب بھاگو تم لوگ! نیٹے سونے دو۔" میں نے کہا اور دونوں گتے لگاتے رست۔

احسان اور سیمیں خوش خوش اپنے اپنے گتے لیکن میری نیند اڑ گئی تھی۔ شست پر اور زکا ایک ٹکرک! ایک مٹولی سا انسان! اتنی ہی خوشی سے دو چار ہونے جا رہا تھا۔ کیسی انوکھی بات تھی میرے لیے! خلاوت کے ساتھ ایک طویل عرصہ گزارا تھا! ایک انوکھی زندگی گزاری تھی لیکن یہ حقیقت تھی۔ میں نے اس پوری زندگی کو اٹھ لپکے کی ایک رات سمجھا تھا! جس کی سیج ہوگی۔ آنکھ ضرور کھلے گی اور آنکھ کھلنے کے بعد میں قاتل ابوالحسن کے علاوہ کچھ نہیں ہوں گا۔

لیکن میں تو ابوالحسن کی مانند بھی نہ ہوں گا۔ وہ وہاں تو آزادی سے سڑکوں پر پھرتا تھا۔ میرے لیے تو سخت محدود رہنے کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ جو میری گردن کو لپکا کر دے گی۔ زبان اور ہنسی بھر نکل آئیں گی۔ ہاں الف لیلہ کی اس حسین رات کے حسین واقعات کے بعد میری آنکھ کھلے گی تو ہوش کے لیے بند ہونے کے لیے اور یہ خوفناک تصور میں نے ذہن کے آخری گوشوں میں غماز رکھا تھا۔ یہ تصور جس دم ابھر آیا میرے پورے بدن کے مساوات چلنے لگی۔

میں تو کسی نے کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔ اپنے اس خوف کو کسی کے سامنے بیان بھی نہیں کر سکتا تھا۔ جان گرنے کے لیے تھا کون سا انسان خلاوت کے اور خلاوت ان باتوں کو سن کر ناراض ہو جاتا تھا۔ اسے یہ بے اختیار ہی پسند نہیں تھی۔ اس کا کتنا تھا کہ وہ سب کچھ مشکل تھا جو خلاوت سوچ رہا تھا۔ میرے علاوہ کچھ نہ ہوگی۔ سچی بات ہے کچھ نہیں تھا۔ خلاوت کی تو کبھی مسلم نہیں لیکن میری دنیا اس کی دنیا سے کچھ مختلف تھی۔ وہ سب کچھ مشکل تھا جو خلاوت سوچ رہا تھا۔ جہاں قانون کے اجیر بھی چلوں گے اسے زمین بدل سکے ہیں۔

لیکن میں تو ابوالحسن کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ انداز میں

نہ ملے تھے کہ شاید کوئی اتنی وہ میری بیوی ہو تو۔ ہمارا ایک چھوٹا سا گھر ہوتا اب تک وہ چار گتے ہوتے۔ ذرا نہ بھی شاید گھرانے کو خوش حال رکھنے کے لیے ملازمت کر رہی ہوتی۔ نہ جانے کیسی زندگی ہوئی۔ اپنے طور پر میں پورے دوش سے کہہ سکتا ہوں کہ میں ایک اچھا شہر! ایک اچھا باپ ہوتا۔

لیکن ایک عورت کی بے وفائی نے میری صورت بدلی دی تھی۔ اگر قسمت یاد نہ ہوتی تو قاتل میں سزا رہا ہوتا۔ اگر بات صرف تین تک ہی رہتی اور اگر حالات زیادہ سنگین قتل اختیار کر جاتے تو پھر اب تک میں کبھی کاموت کی انوش میں جاسوتا اور میری زندگی کے زبان میں میرا کوئی تصور نہ ہوتا۔

کیسی انوکھی بات ہے! انسان سیدھا چار رہتا چاہتا ہے! دنیا اور اعلیٰ دنیا کے ساتھ مصالحت اور محبت کی زندگی کا خواہش مند ہوتا ہے لیکن بعض اوقات یہ دنیا والے اس کے پاس کچھ بھی نہیں دیتے۔ اس کا خلوص اس کی محبت اس کی سادگی جاتی سب چھین لیتے ہیں۔

کاش! ایجادات کرنے والے! کاش! جہاز بنانے والے! راکٹ اڑانے والے! چاند پر اترنے والے! چاند سے ملنے اس زمین کے مساوی مل کر سکتے۔ کاش! وہ کوئی ایسا آلہ! کچھ ایجاد کر دیتے جو صحیح جرم کی تشخیص کر سکتا جو ہتاسا کو معاشرے کو تباہ کرنے والا دیکھ سکتے۔ جس نے کسی کی گردن کاٹ دی ہے۔ اصل جرم وہ ہے جس نے اس جرم کی طرف تحریک دلائی ہے جس نے اسے جرم پر مجبور کیا ہے۔ کاش لیکن۔ لیکن میں نے ایک ٹھنڈی ماس نہیں۔

خیالات کا رہا! اس طرح آیا تھا کہ وقت کا تعین ہی نہیں ہو سکا۔ دور کہیں کھڑا ہوا نے دو بجائے۔ میں نے آنکھوں میں نیند حاش کی لیکن دور دور تک اس کا نشانہ نہیں جاتا تھا۔ میں نے بے چینی سے گڑبڑ دی اور پھر افشاں کی حسین چٹکی میری نگاہوں میں دوڑ آئی۔ ہر طرح سے ایک ٹھنڈی ٹھنڈی "نوش مزاق" خوش مذاق! سنجیدگی سے محبت کرنے والی۔ کتنی صاف ستھری! کتنی ہی اس سے سنجیدگیوں سے نزدیک! "نوش مزاق" جس میں تلاش کے باوجود قریب نہیں تھا۔ اس کے علاوہ باہر میں بھی محبت بھی رکھتی تھی۔ بلاشبہ بیوی کی حیثیت سے وہ اپنا مالی نہیں رکھتی تھی۔

حالانکہ وہ حادثات کچھ پیش آئے تھے! ان میں بہت سی لڑکیوں کا گوارا تھا۔ غمزدگی اور دوسری کئی لڑکیوں نے مجھے متاثر کیا تھا لیکن اس وقت حالات دوسرے تھے۔ میں نے ان پر توجہ ہی نہیں دی تھی۔ اس وقت نو میری حیثیت

احسان نے پوزھوں کے ساتھ انداز میں کہا۔

"چھا۔ اب اب بھاگو تم لوگ! نیٹے سونے دو۔" میں نے کہا اور دونوں گتے لگاتے رست۔

احسان اور سیمیں خوش خوش اپنے اپنے گتے لیکن میری نیند اڑ گئی تھی۔ شست پر اور زکا ایک ٹکرک! ایک مٹولی سا انسان! اتنی ہی خوشی سے دو چار ہونے جا رہا تھا۔ کیسی انوکھی بات تھی میرے لیے! خلاوت کے ساتھ ایک طویل عرصہ گزارا تھا! ایک انوکھی زندگی گزاری تھی لیکن یہ حقیقت تھی۔ میں نے اس پوری زندگی کو اٹھ لپکے کی ایک رات سمجھا تھا! جس کی سیج ہوگی۔ آنکھ ضرور کھلے گی اور آنکھ کھلنے کے بعد میں قاتل ابوالحسن کے علاوہ کچھ نہیں ہوں گا۔

لیکن میں تو ابوالحسن کی مانند بھی نہ ہوں گا۔ وہ وہاں تو آزادی سے سڑکوں پر پھرتا تھا۔ میرے لیے تو سخت محدود رہنے کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ جو میری گردن کو لپکا کر دے گی۔ زبان اور ہنسی بھر نکل آئیں گی۔ ہاں الف لیلہ کی اس حسین رات کے حسین واقعات کے بعد میری آنکھ کھلے گی تو ہوش کے لیے بند ہونے کے لیے اور یہ خوفناک تصور میں نے ذہن کے آخری گوشوں میں غماز رکھا تھا۔ یہ تصور جس دم ابھر آیا میرے پورے بدن کے مساوات چلنے لگی۔

میں تو کسی نے کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔ اپنے اس خوف کو کسی کے سامنے بیان بھی نہیں کر سکتا تھا۔ جان گرنے کے لیے تھا کون سا انسان خلاوت کے اور خلاوت ان باتوں کو سن کر ناراض ہو جاتا تھا۔ اسے یہ بے اختیار ہی پسند نہیں تھی۔ اس کا کتنا تھا کہ وہ سب کچھ مشکل تھا جو خلاوت سوچ رہا تھا۔ میرے علاوہ کچھ نہ ہوگی۔ سچی بات ہے کچھ نہیں تھا۔ خلاوت کی تو کبھی مسلم نہیں لیکن میری دنیا اس کی دنیا سے کچھ مختلف تھی۔ وہ سب کچھ مشکل تھا جو خلاوت سوچ رہا تھا۔ جہاں قانون کے اجیر بھی چلوں گے اسے زمین بدل سکے ہیں۔

لیکن میں تو ابوالحسن کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ انداز میں

نہ ملے تھے کہ شاید کوئی اتنی وہ میری بیوی ہو تو۔ ہمارا ایک چھوٹا سا گھر ہوتا اب تک وہ چار گتے ہوتے۔ ذرا نہ بھی شاید گھرانے کو خوش حال رکھنے کے لیے ملازمت کر رہی ہوتی۔ نہ جانے کیسی زندگی ہوئی۔ اپنے طور پر میں پورے دوش سے کہہ سکتا ہوں کہ میں ایک اچھا شہر! ایک اچھا باپ ہوتا۔

لیکن ایک عورت کی بے وفائی نے میری صورت بدلی دی تھی۔ اگر قسمت یاد نہ ہوتی تو قاتل میں سزا رہا ہوتا۔ اگر بات صرف تین تک ہی رہتی اور اگر حالات زیادہ سنگین قتل اختیار کر جاتے تو پھر اب تک میں کبھی کاموت کی انوش میں جاسوتا اور میری زندگی کے زبان میں میرا کوئی تصور نہ ہوتا۔

کیسی انوکھی بات ہے! انسان سیدھا چار رہتا چاہتا ہے! دنیا اور اعلیٰ دنیا کے ساتھ مصالحت اور محبت کی زندگی کا خواہش مند ہوتا ہے لیکن بعض اوقات یہ دنیا والے اس کے پاس کچھ بھی نہیں دیتے۔ اس کا خلوص اس کی محبت اس کی سادگی جاتی سب چھین لیتے ہیں۔

کاش! ایجادات کرنے والے! کاش! جہاز بنانے والے! راکٹ اڑانے والے! چاند پر اترنے والے! چاند سے ملنے اس زمین کے مساوی مل کر سکتے۔ کاش! وہ کوئی ایسا آلہ! کچھ ایجاد کر دیتے جو صحیح جرم کی تشخیص کر سکتا جو ہتاسا کو معاشرے کو تباہ کرنے والا دیکھ سکتے۔ جس نے کسی کی گردن کاٹ دی ہے۔ اصل جرم وہ ہے جس نے اس جرم کی طرف تحریک دلائی ہے جس نے اسے جرم پر مجبور کیا ہے۔ کاش لیکن۔ لیکن میں نے ایک ٹھنڈی ماس نہیں۔

خیالات کا رہا! اس طرح آیا تھا کہ وقت کا تعین ہی نہیں ہو سکا۔ دور کہیں کھڑا ہوا نے دو بجائے۔ میں نے آنکھوں میں نیند حاش کی لیکن دور دور تک اس کا نشانہ نہیں جاتا تھا۔ میں نے بے چینی سے گڑبڑ دی اور پھر افشاں کی حسین چٹکی میری نگاہوں میں دوڑ آئی۔ ہر طرح سے ایک ٹھنڈی ٹھنڈی "نوش مزاق" خوش مذاق! سنجیدگی سے محبت کرنے والی۔ کتنی صاف ستھری! کتنی ہی اس سے سنجیدگیوں سے نزدیک! "نوش مزاق" جس میں تلاش کے باوجود قریب نہیں تھا۔ اس کے علاوہ باہر میں بھی محبت بھی رکھتی تھی۔ بلاشبہ بیوی کی حیثیت سے وہ اپنا مالی نہیں رکھتی تھی۔

حالانکہ وہ حادثات کچھ پیش آئے تھے! ان میں بہت سی لڑکیوں کا گوارا تھا۔ غمزدگی اور دوسری کئی لڑکیوں نے مجھے متاثر کیا تھا لیکن اس وقت حالات دوسرے تھے۔ میں نے ان پر توجہ ہی نہیں دی تھی۔ اس وقت نو میری حیثیت

احسان نے پوزھوں کے ساتھ انداز میں کہا۔

"چھا۔ اب اب بھاگو تم لوگ! نیٹے سونے دو۔" میں نے کہا اور دونوں گتے لگاتے رست۔

احسان اور سیمیں خوش خوش اپنے اپنے گتے لیکن میری نیند اڑ گئی تھی۔ شست پر اور زکا ایک ٹکرک! ایک مٹولی سا انسان! اتنی ہی خوشی سے دو چار ہونے جا رہا تھا۔ کیسی انوکھی بات تھی میرے لیے! خلاوت کے ساتھ ایک طویل عرصہ گزارا تھا! ایک انوکھی زندگی گزاری تھی لیکن یہ حقیقت تھی۔ میں نے اس پوری زندگی کو اٹھ لپکے کی ایک رات سمجھا تھا! جس کی سیج ہوگی۔ آنکھ ضرور کھلے گی اور آنکھ کھلنے کے بعد میں قاتل ابوالحسن کے علاوہ کچھ نہیں ہوں گا۔

لیکن میں تو ابوالحسن کی مانند بھی نہ ہوں گا۔ وہ وہاں تو آزادی سے سڑکوں پر پھرتا تھا۔ میرے لیے تو سخت محدود رہنے کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ جو میری گردن کو لپکا کر دے گی۔ زبان اور ہنسی بھر نکل آئیں گی۔ ہاں الف لیلہ کی اس حسین رات کے حسین واقعات کے بعد میری آنکھ کھلے گی تو ہوش کے لیے بند ہونے کے لیے اور یہ خوفناک تصور میں نے ذہن کے آخری گوشوں میں غماز رکھا تھا۔ یہ تصور جس دم ابھر آیا میرے پورے بدن کے مساوات چلنے لگی۔

کیا تھی لیکن اب میں نے حسرت بھرے انداز میں سوچا۔
اب تو میں اپنے ہی وطن میں اسی بیکہ جہاں میں مملوک و
مطلوبہ ہوا تھا، سرخ رو تھا۔ میرے اوپر سے الزامات بہت
بکے تھے۔ خاص طور سے افغانوں کے نشانہ والے کمال
نے سارے اندیشے بے بنیاد ثابت کر دیے تھے اور ہر حال یہ
طاہرات کا ایک کارنامہ تھا۔ جس نے مجھے بہت دھڑکی تھی۔
قواب ویسے تو میرا صاحب اس سلسلے میں کوئی اعتراض
نہیں کریں گے، خاص طور سے قواب جلال الدین کی موجودگی
میں۔ اگر انہوں نے ہمارے بزرگوں کو طلب کیا تو قواب
جلال الدین موجود ہیں۔ افغان کے سامنے میں کسی فریب
سے کام نہیں لیتا چاہتا تھا لیکن اپنی شخصیت کا ثبوت تو
ساری زندگی بھاتا ہوا تھا۔ خدا مجھے معاف کرے۔ میں اس
مقصود لڑکی کے سامنے بھی حقیقت نہیں بیان کر سکتا تھا، مجھے
بہت تجربہ نہ تھا۔

میر کا بوجہ ایک مسلم حقیقت رکھتا ہے لیکن حالات
شاید وہ ہیں کہ بعض اوقات سچ اور ظہور بھی اس دنیا کے
قابل قبول نہیں ہوتا۔ میری تو پوری زندگی ہی اس تجربے کا
نچوڑ تھی چنانچہ میں نے فیملی کرلی کہ یہ بوجہ ہمیشہ برداشت
کریں گے۔ عورت میرے لیے نئی نہیں ہوئی لیکن افغان کو
میں ہمیشہ اپنی زندگی کی نئی عورت سمجھوں گا۔

اور اس وقت خند میرے نزدیک آنے کو تیار نہیں
تھی۔ میں نے بار بار خیالات کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کی
لیکن افغان کی تصویر نگاہوں میں جی ہوئی تھی۔

اور جب نیند کی کوئی صورت نہیں رہی تو میں اندہ کیا
اور اپنے کمرے سے نکلی آیا۔ اس وقت میرے مژدہ اور اس
کوٹھی میں کون جاگ رہا ہوگا۔ میں نے سوچا۔ کون میری
ماندہ روئے اندہ ہے۔ چنانچہ کسی سے ملنے یا گفتگو کرنے کا ترس
ہی نہیں پیدا ہوا پھر اس وقت باغ کی ٹھنڈی ہوا ہی سکون
بخش ہوئی۔ کسی کو شبہ کرنے کا موقع دینا بھی حماقت ہے۔
چنانچہ میں دسے پاؤں باغ میں نکل آیا۔ درحقیقت باغ کی فضا
اس وقت بے حد حسین تھی۔ ہر طرف تاریکی چھا چکی ہوئی
تھی۔ بادلوں کی مدھم مدھم روشنی چاند کی پوری کرنے کی ملامت
کوٹھی میں مصروف تھی۔ دواپس رہی تھی۔

میں نے حوض کے کنارے ایک بچہ پر بند کر مری سانس
لی اور بچہ پر لٹ کر نہاں اس پر کھڑا ہوا۔ ٹھنڈے پھرنے سے حد
سکون بخشا لیکن پھر کسی کے قدموں کی چاپ سن کر میں ہلکا
چلا۔

یقیناً انسانی قدموں کی چاپ تھی اور میں نے گہرا اثر

کر دیکھا اور پچھلے لیا۔ میرا دل حسرت سے دھڑک اٹھا
کیونکہ وہ افغان تھی۔

اس وقت افغان ذہن کے گوشے گوشے سے حسرت
پھوٹ پڑی۔ اس تباہی میں کسی مونس کی ضرورت شدت
سے محسوس ہو رہی تھی اور وہ اگر افغان تھی تو پھر اب باقی کیا
رہ گیا تھا۔

میں سکرات کے عالم میں اتار دیکھتا رہ گیا۔ اس کے
بدن سے اٹھنے والی خوشبو مجھے اس کے قرب کا احساس دلا
رہی تھی۔ افغان میرے قریب کھڑی ہو گئی۔ وہ بھی
خاموش تھی۔ اس کے جذبات میں اس کی گویائی سلب
کر رہے تھے۔ میں نے دوبارہ کال لگائی اور بادلوں کی
چھاؤں میں کھڑی افغان کو دیکھنے لگا۔

والہی عجیب چوہن تھی۔ جذبات سے بے خبر لیکن
زباں اس طرح خاموش ہوئی تھی جیسے بولنا ہی نہیں جاتی
ہوں، حالانکہ ہم دونوں عملی دنیا کے انسان تھے۔ حقیقت
پہندی کو جذباتیت پر ترجیح دیتے تھے لیکن اس وقت اس
وقت نہ جانے کیا ہو گیا تھا بولنے کو دل ہی نہیں جا رہا تھا۔
افغان شب خوابی کے لباس میں تھی اس کے بال
انہی الجھے نظر آ رہے تھے۔

نہ جانے کتنی دیر گزر گئی۔ افغان کسی سگڑاش کے
شاہکار کی مانند خاموش کھڑی تھی اور میں بچہ لے لیا تھا پھر شاید
ہم دونوں کو ایک ساتھ ہی ہوش آیا۔ اوجھر افغان کے تنہا
میں حرکت ہوئی۔ اوجھر میں کھڑے ہوئے انداز میں اٹھ
پہنایا۔ افغان ایک قدم اور آگے بڑھ آئی۔ اب وہ سنبھل گئی
تھی۔

"یہ کیا ہو رہا تھا؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"اوہ۔۔۔ اوہ۔۔۔ کہاں؟" میں نے خود کو سنبھالنے

دوئے پوچھا۔

"خیر لیتے تھے یہاں؟"

"ہاں پر سکون تھہ ہے افغان!" میں نے گہری سانس

لے کر کہا۔

"آغا اچھے نہیں ہیں۔" افغان مسکراتی ہوئی بولی۔

"کیا مطلب؟"

"جب تمنا میں سکون لے گئے گے جب انسان راتوں

کو جاگنے لگے۔ تو نہ جانے کیا ہوتا ہے۔"

"مجھو افغان!" میں نے بڑی اہمیت سے کہا اور افغان

اور آگے بڑھ آئی۔

"جگا۔۔۔" اس نے کہا اور میرے برابر بچہ پر تکی۔

حکایت ۱۴۱

اس کے حالات بھی زیادہ اچھے نظر نہیں آ رہے تھے۔

"بہن تم نہیں سوئیں افغان؟" میں نے پوچھا۔

"جی نہیں کیا سزا دے؟" اس نے شرارت سے پوچھا۔

"میرا مطلب ہے تم کیوں نہیں سوئیں؟"

"آپ کو نیند کیوں نہیں آتی؟"

"تم شرارت کے موز میں ہو۔" میں نے گہری سانس

لے کر کہا۔

"تعلی نہیں! لیکن آپ نے میرے سوال کا جواب

نہیں دیا۔"

"ایک ایک سوال، ایک ایک جواب۔" میں نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

"سہوکار! اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"بہن اللہ۔" میں نے کہا۔

"آپ یہاں کس وقت آئے؟"

"زیادہ دیر نہیں ہوئی۔"

"آپ سوال کریں گے۔" افغان نے کہا۔ اس کی

آنکھوں میں شرارت تاج رہی تھی۔

"اجازت؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"جان کی امان دی جاتی ہے۔"

"آپ کیوں جاگ رہے تھے کل سہائی؟" میں نے

سوال کیا۔

"ہمارے بستر میں کھل ہو گئے تھے۔" افغان نے جواب

دیا اور ہنس پڑی۔

"خام جھوٹ کی تحقیق ضرور کر سنا ہے عائی جاہ، اس

کی ترویج کی جرات نہیں۔"

"اوہ۔۔۔ نہایت بڑول غلام ہے خیر ہم بچہ جانے دے

دیں گے۔" وہ زہینہ کا دور تازہ ہو گیا ہے۔"

"خاموشی کی تکرار بھی ہوئی ہے۔"

"جی ہاں! شک ہوئی چاہیے۔ ہم نے ایک خواب

دیکھا تھا۔"

"نہیں! آپ کو کیا تھا؟"

"دیکھئے! یہ خواب۔۔۔ رات خواب پر مسکرائیں گے۔"

"دارا نے انا انا میں گے۔ تنہید کے استیں گے اور اس پر

یقین کریں گے۔"

"خیال ارشاد ہوگی۔" میں نے جواب دیا۔

"ہم نے خواب میں آپ کو دیکھا تھا۔"

"زبہ نصیب۔"

"ہم نے دیکھا آپ تھا کھڑے ہیں اور اس ہیں۔ آپ کی

حکایت ۱۴۲

آنکھیں خلاؤں میں نہ جانے کیا تلاش کر رہی ہیں پھر ہم نے
دیکھا آپ بے چین ہیں آپ بہت غبار آ رہے ہیں۔ ہم نے
آپ کو آواز دی اور آپ چونک پڑے۔ پھر ہم آپ کے پاس
پہنچ گئے۔ ہم نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور۔۔۔ اور آپ ٹھک
ہو گئے۔ خدا کی قسم! ہم نے جھوٹ نہیں بولا۔ ہماری آنکھ
کھل گئی اور پھر ہم بے چین ہو گئے۔ جب ہمیں چین نہیں آیا
تو ہم یہاں نکل آئے اور یہاں آپ کو اس انداز میں دیکھ کر
ہم کتنے میں رہ گئے تھے۔"

میں خاموشی سے افغان کی شکل دیکھ رہا تھا۔ اس کے
خاموش ہونے پر بھی میں کچھ نہیں بول سکا۔ نہ جانے دل کی
کبھی کیفیت ہو گئی تھی۔

"اب اتاری باری ہے۔" افغان پھر ہنس پڑی۔

"دیکھیے جناب یہ بے ایمانی ہے۔"

"پلیز افغان! مجھے معاف کر دو۔"

"ہرگز نہیں۔ ہم سے پوچھ لیا اور اب خود ہرگز نہیں

جناب ہرگز نہیں۔"

افغان بچوں کی طرح منہ کرنے لگی۔ میں بے بسی سے

اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ میں اس سے بچ نہیں بول سکتا تھا۔

میں اپنے اندر سچ بولنے کی جرات نہیں پا رہا تھا۔ میرا چہرہ

یقیناً نقصان پہنچا تھا تھا۔ بلاشبہ افغان نے عورت کی فطرت

سے بغاوت کی تھی۔ اس نے ہمارے غلوں سے میرے

سامنے وہ سب کچھ سچ کھرا تھا جو عورت ذہن میں رکھنے

کے باوجود کبھی نہیں کہتی۔

لیکن جو کچھ میں کتا وہ افغان کے ذہن کو منہ کر دینے

کے لیے کافی تھا۔ میں اس کی طرح سچ نہیں بول سکتا تھا۔ ہمارا

میں اس سے کیسے کتا، افغان میری بے یقینیاں کچھ اور

ہیں۔ بحیثیت عورت تم میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں

لیکن میں خود کو بھولنے کی کوشش کر رہا ہوں! میں اپنے آپ

سے اجنبی بن کر خود کو تیار کر رہا ہوں کہ عورت کی دنیا کے

پہلے انسان کی مانند تمہیں جانوں اور اپناؤں۔

"صائم صاحب! افغان نے مجھے پھر ڈک دیا۔

"ہوں! میں خیالات سے چونک پڑا۔

"آپ کی یہ خاموشی شرار کی خلاف ورزی ہے۔"

"میں خلاف ورزی نہیں کرنا چاہتا افغان۔"

"میں آپ کو اچھا انسان تسلیم کرتی ہوں۔" افغان نے

میرے ذہن پر ایک اور تازیانہ لگایا لیکن میں خود کو کسی حد

تک تیار کر چکا تھا۔

"شکریہ! میں نے کہا۔"

کتابیات پبلیکیشنز

"اللہ! ہمیں بھی سزا دیں۔" افشاں نے کہا۔

"کسی حد تک دردناک بھی۔"

"روئیس کے تھوڑا سا۔" افشاں مسخرے پن سے بولی اور میں اس کی شرارت پر مسکرا پڑا۔

"تمہاری مرضی۔ دراصل افشاں! ہم ریاست سے نکالے ہوئے ہیں۔ ہمارا کوئی تصور نہیں تھا بلکہ والد صاحب غلطی کر بیٹھے تھے۔ ہوں سمجھو کرتے ہی رہے تھے عادل میرا سگا بھائی نہیں ہے۔ ہاں دوسری بھی۔ ایک ماں سے میں دوسری سے عادل بھائی لیکن ہم دونوں کی ماں کے بعد والد صاحب نے تیسری بھی کر لی اور وہ ہاں! ہم دونوں سے بے پناہ نفرت کرنے لگی۔ اتنی نفرت کہ کبھی ہمارا اس نے ہم دونوں بھائیوں کو زبردستی کرنا نہ کر سکی۔ والد صاحب کے علم میں ساری باتیں تھیں لیکن وہ بیویوں سے ڈرنے کے عادی ہیں اور یہ عادت انہوں نے آج تک ترک نہیں کی۔"

"عادت؟"

"ہاں۔ میری اور عادل کی ماں سے بھی وہی طرح ڈرتے تھے۔"

"اوہ! افشاں مسکرا پڑی۔

"چنانچہ وہ اس نئی ماں سے بھی اتنے ہی خوف زدہ تھے اور اس کے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کرتے تھے پھر جب ہمارے بچ جانے کے بعد ہماری ماں موت کے دوسرے منصوبے بنائے گئی تو والد صاحب نے ہم سے رابطہ قائم کیا اور کہا کہ جان بچاؤ۔ تجوڑیکے ملے پانی کا ہم دنیا گردی کرنے نکل جائیں۔ دولت کی تو کوئی پروا ہی نہیں ہے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ ریاست کی حکمرانی کے لیے وہ نئی اولاد پیدا کر لیں گے اور اگر یہ تیسری ماں مرضی اور چرچی ابھی عادت کی ثابت ہوئی تو وہ ہمیں واپس لایں گے لیکن اگر وہ بھی غلط ہوئی تو انہوں نے ہم سے وعدہ لیا کہ ہم اس سیرے بھائی کو بھی اپنے ساتھ ہی رکھیں گے جو تیسری ماں سے پیدا ہوگا۔"

افشاں نے بے اختیار تہہ لگایا۔

"تم اس دردناک کہانی پر ہنس رہی ہو؟"

"اللہ! کیا یہ حقیقت ہے؟" افشاں ہنسنے لگی۔

"ہاں۔ ایک دردناک حقیقت۔" میں نے ٹانگ سے شوں شوں کرتے ہوئے کہا اور افشاں بھی ہنسنے لگی۔

وجہ سے تنہید ہو گئی۔

"اچھا۔ پھر کیا ہوا؟"

"چنانچہ ہم چل پڑے۔ ملے یہ پایا ہے کہ عادل بھائی ہر

ماہ خفیہ طور پر والد صاحب سے ملاقات کرتے رہیں گے۔ چنانچہ وہ ان سے ملنے جاتے ہیں۔"

"اوہ! تم نہیں جانتے؟"

"نہیں۔ میں سینئر ہوں اس لیے میری کوئی حجب نش نہیں ہے۔"

"تیسری ماں کا کیا حال ہے؟" افشاں نے پوچھا۔

"زندہ بھی ہے اور صحت مند بھی۔ اب تو والد صاحب بھی واپس ہو گئے ہیں۔" میں نے ہنس کر کہا۔

اور افشاں نے پھر تہہ لگایا۔

"مگر اس کا میرے ہاں کوئی پروا نہیں ہے۔"

"شاید نہیں۔" میں نے ہنس کر کہا۔

افشاں میری غم زدہ شکل دیکھ کر ہنس رہی تھی۔

مسکراہٹ چھیل پائی اور بھی وہ تنہید دینے کی کوشش کرتی پھر وہ ہنسنے لگی۔

"اللہ! اب بس بھی کریں یہ اداکاری طویل ہو گئی ہے۔"

آپ نے مجھے نہایت خوب صورت طریقے سے بتا دیے تھے۔"

"بڑا ہے۔ قسم کھا کرتا نہیں۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"افشاں! میں تم سے بیعت نہیں بول سکتا۔ یہ حقیقت ہے۔"

ہم نے پھر کچھ کہا کیا ہے۔ وہ اس انداز میں کہا گیا کہ موسم اور ماہولی خراب نہ ہونے پائے۔

میں نے انہوں کو داد نہیں دی۔

"سوری! اگر یہ بات ہے تو مجھے افسوس ہے۔"

افشاں نے تنہید سے کہا۔

"کس بات پر؟"

"آپ کے ساتھ واقعی زیادتی ہوئی ہے۔"

"ہم نے اتنی زیادتی نہ کی تھی جتنا چھوڑا ہے۔"

افشاں نے کہا۔

میں نے کہا۔

میں نے کہا۔

میں نے کہا۔

میں نے کہا۔

میں نے کہا۔

میں نے کہا۔

میں نے کہا۔

میں نے کہا۔

"واقعی! تو کبھی داستان ہے۔ کسی حد تک افسوس ناک بھی لیکن آپ کے سامنے کے انداز نے اس کا تاثر بدل دیا ہے۔"

"تکیریں پینے سے کیا ملتا ہے۔"

"ہاں واقعی! آپ کو خوش رہنا چاہیے۔"

افشاں نے بڑی اپنائیت سے کہا اور پھر بولی۔

"بس ایک بات اور ذہن میں ابھی رہ گئی ہے۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"اس روز کیا ہوا تھا میرا مطلب ہے جس دن شکستہ نے

افشاں ہونے کا دعویٰ کیا تھا؟"

"اوہ! عادل بھائی کی شرارت تھی۔" میں نے بھاری

اس سوال کو زیادہ اہمیت نہ دیتے ہوئے کہا لیکن اگر غور کیا

جائے تو خوفناک سوال تھا۔ گویا افشاں کے ذہن میں یہ سب

کچھ تھا۔

"مگر یہ کیسی شرارت تھی؟"

"ویسی ہی! اس دن تم نے میرا کی سلسلے میں دیکھی تھی۔"

کیا پالی پروڈکٹ معمولی بات ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ آپ لوگوں کی ان انوکھی قوتوں پر سب

خیران ہیں۔ دوردہ وہ مرلے تھوڑا بھلا رہیں میں دوڑنے کے

قابل تھا۔"

"اور اصل ہماری ریاست کے ایک بزرگ بابا صادق

شاہ بچپن سے اس پر مہمان تھے اور بابا صادق شاہ کے بارے

میں مشہور تھا کہ جس پر ان کی نگاہ ہو جائے وہ بہت کچھ بن

جاتا ہے۔"

"اوہ تو کیا تمہارے خیال میں؟"

"یہ خیال صرف میرا ہی نہیں بلکہ بہت سے لوگوں کا

ہے۔ بابا صادق شاہ نے عادل کو کچھ دیا ہے لیکن ایسی باتیں

انہوں نے مجھے سے بھی چھانی جاتی ہیں۔ عادل خوش طبیعت ہیں

اس لیے ان کی بھی ایسی حرکتیں کر جاتے ہیں۔ دوردہ یہ باتیں تو

کسی کے علم میں آتی جانتیں۔"

"اوہ! افشاں نے تنہید سے کہا۔

اس بات سے ناواقف ہیں؟"

"نہیں! واقف تو نہیں ہوں لیکن تفصیل بھی نہیں

جانتا۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں! لیکن عادل نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"بہر حال حیرت انگیز بات ہے۔"

"میرے لیے اب نہیں رہی ہے۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں؟"

"ہاں

کے اعتراض کی کیا گنجائش ہے۔ دوسری بات یہ کہ بہر حال ہمارا آپ کا ذہنی رابطہ ہے۔ آپ کوئی راہ گری نہیں ہیں۔ وہ ہیں جن کے ساتھ میں گزارنے کا فیصلہ کیا تھا اور میں بہر طور اس فیصلے پر عمل درآمد کر اؤں گی۔ اس طرح خود آپ کی اپنی ایک شخصیت ہے اور جو مجھے اس وقت اس جگہ آپ کے ساتھ دیکھ کر اعتراض کرتا ہے اس کا مطلب ہے وہ آپ کی شخصیت کو تسلیم نہیں کرتا اور ایسا شخص بہر حال میرے لیے قابل اعتبار نہ ہوگا خواہ اس کا مجھ سے کوئی بھی رشتہ ہو۔ "افغان نے انتہائی مضبوط جیسے میں کہا۔

اور میں افغان کی شکل دیکھنے لگا۔
"اچھا خدا حافظ۔ شب بخیر!" افغان نے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدموں سے آگے بڑھ گئی۔ غارت کے دروازے پر پہنچ کر اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا اور اندر چلی گئی۔
میں بھی واپس اپنے کمرے میں آیا اور پھر بستر پر لیٹ گیا۔ خیال اس بار بھی آنکھوں سے دور نہیں لیکن اب ذہن میں کوئی الجھن نہیں تھی۔ افغان کے بارے میں اندازے اس کے الفاظ کے ذہن کی ایک نیا رنگ بھرا تھا۔ بالمشافہ افغان جیسا سامنے تو زندگی کی ساری باتوں کو اپنی ایک مسکراہٹ میں سمیٹ سکتا ہے اس پر عمل آ رہا تھا کیا ممکن ہے۔

(پیرو)

دوسرا دن حسب معمول تھا۔ افغان پورے انداز سے میرے سامنے آئی تھی۔ ہاتھ کی بیڑ پر بھی اس نے اپنی کتابیں رکھ رکھی ہیں۔ میں بخل ہو رہا تھا لیکن افغان کی پیشانی پر کوئی نشان نہیں تھا۔ ہاں سب سے زیادہ احسان ذرا لب مسکرا رہے تھے لیکن اس طرح کہ ان کی مسکراہٹ کوئی محسوس نہ کر سکے۔

"شہزادہ عادل کی غیر موجودگی بری طرح محسوس ہو رہی ہے۔" تنویر صاحب نے کہا۔

"میرے منہ کی بات چھین لیا۔ صائم میاں اور عادل میاں ہم شکل ہیں لیکن ان دونوں میں ایک فرق نمایاں ہے۔ عادل کی آنکھوں اور دانتوں پر پیشہ شہزادگی مسکراہٹ رہتی ہے۔ اس کے برعکس صائم میاں کی آنکھوں میں خجندی اور وقار ہے اور یہ دور ہی سے بڑے بھائی نظر آ جاتے ہیں۔" نواب جلال الدین بولے۔

"والہی۔ برا خوش مزاج بچہ ہے۔" بڑی ماں بھی بولیں۔

"آپ کو پسند ہے بڑی ماں؟" سیمیں نے پوچھا۔

کتابیات پبلیکیشنز

"مجھے تو دونوں پیارے لگتے ہیں۔" بڑی ماں نے جواب دیا۔
"نہیں۔ زیادہ کون اچھا لگتا ہے؟"
"نکر زیادہ کی بات مت کرو۔ اب تو یہ بچے بھی کوئی الگ تھوڑی ہیں۔ جیسی افغان، ویسے تم لوگ ویسے ہی ہاں ہے یہ سوال مت کرنا کہ اسے اپنا کون سا بچہ زیادہ پیارا لگتا ہے۔ اس کے لیے یہ سوال دینا کاسب سے مشکل ہوگا جس کا وہ بھی جواب نہ دے سکے گی۔" بڑی ماں نے جواب دیا۔

سیمیں مسکراتے لگتی تھیں۔
"اچھا۔ بخیر تو صائم میاں کو کچھ یاد ہے؟"

تنویر صاحب نے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔ بس عادل کا بھائی ہوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

اور اس نے لفظ تنویر صاحب کو پیش کر دیا۔

"کیا ہے؟" تنویر صاحب نے پوچھا۔

"نئی گرام ہے صاحب!" "افغان نے اتفاقاً یہ نام دیا۔"

تنویر صاحب نے لفظ قبول لیا۔ پھر وہ ایک عجیب سی نظر دیا۔

۔۔۔۔۔

"بشید آ رہے ہیں۔"

"ارے ارے۔" بڑی ماں اچھل پڑیں۔ "آپ؟"

"آج ہی پہنچ جائیں گے۔"

"مگر کس وقت؟"

"سازشے کیا رہے گی۔"

"ارے واہ! اللہ تعالیٰ اس کی زندگی رکھے" اب تو وہ خوب برا ہو گیا۔ "بڑی ماں محبت بھرتے انداز میں بولیں۔"

"ہاں بخیر! افغان سے پانچ سال بڑے ہیں۔ شہید میاں۔" تنویر صاحب نے کہا۔

"انکل یہ وہی شہید ہیں؟" حسیم پوچھا۔ "تینوں نے پوچھا۔"

"ہاں ہاں بھئی! میرے بھائی کا بچہ ہے۔ بھائی بان تو ولایت بانگرب کو بھول گئے۔ بھائی بان کا زہر مت تھان پر مگر یہ بچہ اللہ رکھے پیشہ سے محبت کر رہا ہے۔ اس کے خدا آتے ہی رہتے ہیں مگر اس نے اجاگ آئے کا پروگرام کیسے بنالیا؟" بڑی ماں کے لیے یہ بچہ پیار ٹپک رہا تھا۔ تنویر صاحب کا چہرہ کچھ ساٹ ساٹا تھا۔

"چلے اچھا ہے ہم لوگ بھی موجود ہیں! بات نہ ہو جائے گی۔" سیمیں نے کہا۔

طاہرہ

طاہرہ

طاہرہ

طاہرہ

طاہرہ

طاہرہ

طاہرہ

سیمیں آپ اپنے لیے کبھی خوف زدہ نہ ہوں گی۔ اب یہ ذہن واریاں میں نے سنبھال لی ہیں۔"
"افغان! تمہاری اس اپناتیت نے زندگی بھر کی خردیاں دھو دی ہیں۔"
"داخل در معقبات۔" دروازے سے خشک کی آواز سنائی دی اور میں چرک پڑا لیکن افغان کے چہرے پر کوئی تغیر نہیں پایا۔
"اب تم یہ نام قبول کر رہی بیٹی ہو تو آ جاؤ۔" افغان نے کہا۔

"مذرت خواہ ہوں لیکن اس خیال سے اندر آنے میں کوئی قیادت نہیں سمجھی کہ بہر حال آپ کی گفتگو پر ایوینٹ نہیں ہوگی۔" خشک نے کہا۔

"خیر خیر! اب باتوں میں کیا رکھا ہے۔ آؤ۔" افغان مسکراتے ہوئے بولی اور خشک اندر آئی۔

"چونکہ میرا دل صاف ہے اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے اس لیے میں پوچھ سکتی ہوں کہ آپ دونوں کے درمیان کیا گفتگو ہو رہی تھی؟" خشک نے کہا۔

"پھر عادل بھائی کہنے لگے۔ خشک! یقیناً میری زندگی میں اس سے کل کوئی لڑکی نہیں آئی۔ اب تم آئی کی ہو تو اللہ مالک ہے جو ہوگا دیکھا جائے گا۔" افغان کہنے لگی۔

میں مس پڑا اور خشک بیٹھ گئی۔

"خوب! اچھا کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"ارے ارے۔ آپ بھی اس افغان کی بچی کی باتوں میں آ گئے۔" خشک نے کہا۔

"انہو! تم ہماری گفتگو میں دخل مت دو تو بھر۔"

افغان نے کہا اور خشک جلدی سے واپس مڑی لیکن افغان نے ایک کمرے سے پوچھا۔

"بیٹیو بھی خشک کی بیٹی۔ تمہارے دل میں تو کوئی چر نہیں ہے۔" افغان ہنسنے ہوئے بولی۔

"ہاں ہاں نہیں ہے لیکن تم بھگنا جا رہی ہو۔" خشک نے کہا۔

"ارے نہیں۔ تم کو تو میں یہ موضوع بدل دوں؟"

"چلو بدل دو افغان کوئی اور بات کرو۔" میں نے کہا۔

"اچھا! ہاں لیا۔"

"بیکر نہ ہوگی۔" خشک نے آہستہ سے کہا۔

"اچھا! اچھا! پھر شروع دینی دوں۔"

"یہ جہشید صاحب کون ہیں افغان! جن کے بارے میں کہا نے کی میز پر تذکرہ ہوا تھا؟" میں نے خشک کی مدد کرتے

"ہاں یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔"
"ارے اتفاقاً بتا رہا ہوں تو کمر ساڑھے کیا رہے اس لیے بھی جاتا ہے۔" بڑی ماں نے کہا۔ "اور ہاں! اس کے لیے ایک کمر بھی درست کرنا ہے۔ ہانگس والا طرز پر نہ جانے وہاں ان کا طرز رہا کس کیا ہو۔ یہاں اسے کوئی کئی نہیں ہونی چاہیے۔ پھوپھی کے ہاں اللہ رکھے بارہ سال بعد آ رہا ہے۔" بڑی ماں پیار کے عالم میں بولتیں رہیں لیکن میں نے تنویر صاحب کے چہرے پر کوئی خاص تاثرات نہیں دیکھے پھر نواب جلال الدین سیمیں احسان اور بڑی ماں جہشید اور اس کے والدین کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ میں بھی رسمی طور پر اس گفتگو میں شریک تھا۔ تنویر صاحب نے کسی مصروفیت کا ذکر نہیں کیا اور اٹھ گئے پھر میں نے بھی اجازت مانگی اور اپنے کمرے میں آیا۔

شاید افغان بھی میرے پیچھے ہی اٹھ گئی تھی کیونکہ چند ہی منٹ کے بعد وہ بے تکلفی سے میرے کمرے میں آ گئی۔

افغان کی اس بے تکلفی سے میں کسی حد تک خوف زدہ تھا لیکن اس سے کچھ کہنے کی نہ تھی نہیں رکھتا تھا۔ وہ جس گاہک کی قسم مجھے اندازہ نہ ہو رہا تھا چنانچہ اس کی خود اعتمادی کو توڑنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔

"آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہیں سبیل قسم کی لڑکی ہے؟" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"اور! ان پر تکلف بملوں کی ضرورت کیوں پیش آتی؟"

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ بس اپنے ہی گھر تھا۔ ظاہر ہے آپ ابھی ناخنے

کھانے سے اٹھ کر آئے ہیں اور پھر میں یہاں آئی۔"

دراثر میں نے ذہن میں یہ احساس تھا کہ آپ تمہاں میرا

مطالعہ ہے۔ دل بھائی موجود نہیں ہیں۔"

نواب جلال الدین نے غمازی تو محسوس کر رہا تھا لیکن آپ کے قرب سے میں خوف زدہ نہ ہو رہا تھا۔

"نہیں۔"

"کوئی بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بات سے خوف زدہ رہتا ہے کہ کسی دو چرخ نہ جائے۔ میرے ذہن میں کئی وسوسے جاگتے لگتے ہیں۔ لیکن یہ وہ تمہارے ذہن تک نہ پہنچ سکیں۔"

"اور آپ یہ خوف اپنے ذہن سے نکال دیں۔ اس کی پوری پوری ذمہ داریں ہوں گی۔ آئندہ آپ خوف کے عالم میں نہیں رہیں گے۔ میں اب اس سے زیادہ بے باک نہیں بن سکتی کہ آپ۔ آپ اپنی شخصیت پر اب صرف اپنا حق نہ

مکملات

مکملات

مکملات

مکملات

مکملات

مکملات

مکملات

مکملات

مکملات

مکملات

دوے موضوع بدل دیا۔
 "میرے! میں زاد بھائی ہیں۔ امریکا میں رہتے ہیں۔
 ماموں جان کا کوئی کاروبار ہے۔"
 "اوہ! میں نے گھروں بڑائی! کتنا عرصہ قتل گئے تھے؟"
 "طویل عرصہ ہو گیا۔ ماموں جان کافی مغرور انسان ہیں۔
 اب انہیں پسند نہیں کرتے۔"
 "میں نے محسوس کیا تھا۔"
 "بہر حال اسی جان کے تو بھائی ہیں۔ اسی ان سے کافی
 محبت کرتی ہیں۔"
 "کیسے انسان ہیں؟"
 "ذہان! وہ بہن؟"
 "نہیں! شید صاحب!"
 "اتنا مرہ۔ ہو گیا کہ اب تو میں شکل بھی قبول مانی ہوں۔
 چھوٹے سے تھے جب دیکھا ہے۔ دیسے امریکا سے خط آتے
 ہیں وہ بھی اردو میں! گستا ہے بیٹے تیسری کا اس کے بچے نے
 لکھے ہوں۔"
 "اوہ! ظاہر ہے وہاں اردو تو پڑھ نہیں رہے ہوں
 گئے۔" میں نے کہا۔
 "ہاں۔" افغان بولی۔
 "بہر حال! دیکھیں کس قسم کے آدمی ثابت دوست
 ہیں۔"
 "اور ثابت بھی ہوتے ہیں یا نہیں۔" افغان نہیں پڑی۔
 "اوہ! تمہارے ماموں زاد بھائی ہیں۔" میں نے کہا۔
 "لیکن ماموں جان کے بارے میں جو کچھ سنا ہے اس
 کے تحت میں بھی ابو جان کی ہم خیال ہوں۔" افغان نے کہا
 اور پھر بھائی کی طرف دیکھ کر بولی، "ارے! تم بہت اداس ہو
 چکے؟"
 "ہائیں ہائیں! اچھی خاصی تمہیں! چڑی سے کیوں اتنے
 گھٹیں۔" فکلی نے کہا۔
 "خوب! خوب تو یہ! یہاں کا فرض دوری ہے۔ موضوع
 کیا ہے ہم بھی تو شیں۔" دردنا سے سے سیمیں اور احسان
 انہ راغل ہو گئے اور ہم چوک پڑے۔
 "سیمیں باجی! کتنا سستی نہ تصور کریں تو ایک بات
 بتائیں۔"
 "پوچھو؟"
 "دن یا رات کا کوئی لمحہ ایسا بھی ہوتا ہے جب آپ
 دونوں ساتھ نہ ہوں؟"
 "ارے۔ واہ۔ میں شاید نکل ہوا ہوں۔" احسان ملے

تے پرانے۔
 "نہیں۔ احسان بھائی۔ پلیز۔ میں تو یہ بچہ چھاپا ہوا تھا
 کہ آپ دونوں کو کتنا سریش استعمال کرتے ہیں؟"
 "فکرت کر کے، ہم تمہارے لیے بھی مشکو ادیں گے۔"
 "تمہیں اسے جلد ہی بت کما۔
 "لیکن یہ دکا میں کیسے؟" شکلیہ کو موقع مل گیا۔
 "جو بھی ساتھ پر گیا۔" "تمہیں اپنے شرارت سے کما۔
 میں افغان کے بالکل ساتھ تھا۔"
 "اللہ بانی! ایک شیشی فوری طور پر لے آؤ گے۔" "لیے بھی
 مشکو ادیں۔ دیکھیں نہ بے چارے! شیشی اور کڑا۔" "مگر سریش
 دو آؤ۔" "افغان بہت تیز تھی۔ سب نہیں چڑھے۔ شکلیہ اور
 ملاوت کی بات اب کسی سے چھپی ہوئی نہیں تھی۔ شکلیہ نے
 قبول کر رکھی تھی۔
 "بس بس افغان! امیرین شکلیہ کو زیادہ تنگ سے نہ کر
 کیا تم سمجھتی ہو کہ اس کا کوئی بدلہ نہیں ہے؟" "نہیں۔
 مگر کیا؟" "یہ سب تو میں گما۔
 "یہ سنی دلچسپ منہ کو، دوتی رہی اور سب قہقہے لگاتے
 رہے۔
 "تم تم بھائی! میں خاص طور سے آپ کو ایک نوش
 خبری دینے آئی تھی۔"
 "اوہو۔ پھر اتنی دیر تک آپ خاموش کیوں رہیں؟"
 "بول تو رہی تھی شکلیہ کی خفاحت کے خیال سے سب
 سچے بھول گئی تھی۔"
 "ہائے! شکلیہ کا ماضی کتنی جلد آپاٹے گا۔" "افغان پھر
 بولے۔
 "افغان! تم خاموش نہیں رہو گی۔ ساتھ بھائی آپ ہی
 اسے خاموش کرائیں۔" "نہیں بہت تیز ہو جی تھی۔
 "رو خوشخبری تو سنا؟ تمہیں!"
 "آج ماشاء اللہ تمام ماٹوں کی آمد آمد ہے۔ بوا بھی دس
 بجے والی ٹرین سے پہنچ رہی ہیں۔ اکیلی ٹھہرا رہی تھیں بے
 چاری لیکن ان کا خط دیر سے ملا۔"
 "ارے۔ ٹرین تو آج بھی چلی ہو گی۔ دس تو بج رہے
 ہیں۔"
 "خط ابھی تھوڑی دیر پہلے ملا۔ قصداً کو روانہ کر دیا گیا
 ہے۔"
 "ویری گڈ۔ طبیعت خوش ہو گئی۔ اس کا خطاب ہے کہ
 اس کو بھی میں ایک نئی زندگی دوڑنے والی ہے۔"
 "یہ بوا کو ہیں؟" شکلیہ نے پوچھا۔

[illegible]

"یہ بولوا۔ سلام!"

"آئے جیتی رزو۔ چلو چلو۔" "ہوا" تمہیں کی طرف لگیں اور پھر احسان اور سہیلیوں کو گلے لگالیا۔

"ہم بھی تو ہیں ہوا۔" "افشاں آگے بڑھ آئی۔"

"آئے جیتی رزو میری بچی۔ کون ہے یہ بچی؟" "ہوا نے افشاں کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔"

"آپ ہی کی بچی ہے ہوا۔" "بڑی ماں نے کہا۔"

"اے! ہوا چونک پڑی۔ پہلے حیرت سے بڑی ماں کو دیکھتی رہیں پھر یہ لیں۔" "آئے مذاق کر رہی ہو۔ میری خوشامدی بھی نہیں ہوتی۔" "اور ان کی اس بات پر زور وار قہقہہ پڑا۔"

"اے! یہ طالب ہے" یہ تحریر بھائی کی بچی افشاں ہے۔" "اب صاحب جلدی سے بولے" "کیا یہ آپ کی بچی نہیں ہوتی ہوا۔"

"آئے یہ مطالب ہے۔ کیوں نہیں کیوں نہیں۔ خدا سلامت رکھے۔ امیں۔ یہ بھی ہے۔ ہائے۔ جڑواں معلوم ہوویں ہیں۔ دونوں۔" "ہوا کی نگاہیں شکلیہ پر پڑ گئیں۔ ان کے ساتھ ہی انہوں نے مجھے بھی دیکھ لیا اور ان کا منہ بھاڑتا سا کھلی ہوا۔"

"سلام ہوا۔" میں نے کہا لیکن ہوا کو تو جیتے سنا ہے۔ کیا تھا۔ وہ سب کے عالم میں مجھے غور رہی تھیں۔

نواب بالال الدین بھی خاموشی سے مسکراتے رہے پھر ہوا نے انہیں لیں اور ان کے منہ سے نکلا "یا اے! کیا میں ڈراؤں دیکھ رہی ہوں۔"

"کیا ہو گیا ہوا؟" "تمہیں نے پوچھا۔"

"آئے۔ یہ وہ نہیں ہیں۔ وہ؟"

"کون؟"

"آئے وہی۔ اسے لی لی، زار خور سے دیکھو۔"

"میں نے دیکھ لیا ہوا۔" "تمہیں نے کہا۔"

"ان کی شکل نہیں ہیں۔"

"کون کی؟"

"آئے رہی اپنے سامنے میاں اور ماہل میاں۔"

"وہی ہیں۔" "تمہیں نے ہنستے ہوئے کہا۔"

"آئے میرے رب۔ یہ کہاں سے آئے۔ ہاں تم تو رب کو تڑپا گئے جانا۔" "ہوا دوڑ کر بچو سے پلٹ گئیں۔ بعد میں تیار سے تعاقبات ہوا سے بہت اچھے ہو گئے تھے ہوا محبت کی ماری روئے گئی تھیں۔"

"بس ہوا، آپ کی یاد دوبارہ کھینچ لائی۔"

"ہائے تمہیں تو کمزورے لے گئے تھے۔" "ہوا روتے

ہوئے پولیس۔
 "ہاں، پھر وہ نہیں سناں پھر وہ گئے۔"
 "وہ بھی آیا نہیں گئے۔"

"آئے اللہ جوڑی سلامت رکھے۔ ہائے ان بچوں کے لیے کیسا کایہ کنا ہے میرا۔ دو بھتیجی بن گئے تھے آنکھوں کی۔ بی خوش ہو گیا ہے تمہیں دیکھ کر میرے بچے۔" ہوا بھی دور رہی تھیں کبھی نہیں دہی تھیں اور ہندوں نے انہیں نہیں دیکھا تھا وہ اس ٹوبہ کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ تصدق بھی براہ انکرا ہوا تھا۔

کئی منٹ کے بعد ہوا متعلیٰں، چھپے نہیں تصدق سے نکرا تھیں۔ انہوں نے تصدق کی شکل دیکھی اور آگ بولہ بدگشس "ہاں ہاں آج آج چڑو چڑو سیرت اور۔ اسے میں کہوں تیرا مان ٹھیک ہے۔"

"ارے ارے ہوا کیا ہوا؟" خواب صاحب جلدی سے بولے۔
 "اسے یہ کون ہوا۔ نیان کا نیان۔ گاڑی میں بھی سیرت پاس ہی آئی۔ ڈرائیور کے برابر کی سیٹ خالی پڑی تھی مگر میرے پاس ہی تھی مرا تھا اور بار بار سرک رہا تھا میری طرف۔ ارے یہاں بھی سراسر کم بخت ارے۔" اور تصدق دھکا کر کے تدم چھپے بٹ گیا۔

"ارے ارے ان سے ان بی بی کو نہ جانے مجھ سے کیا دشمنی ہو گئی ہے۔" دو جھٹکائے ہوئے انداز میں ہوا۔
 "تم نے کوئی بد تمیزی کی ہوئی تصدق۔" بڑی مان پولیس۔

"ارے نہیں بڑی مان۔ انہوں نے میرے بڑی زور سے نوجا تھا۔ تصدق ران سارے ہوئے ہوا۔
 "آئے بائے نوجا تھا۔ تو بار بار مجھ سے کیوں چٹا جا رہا تھا؟" ہوا پولیس۔

"میں جیت رہا تھا؟" تصدق آنکھیں نکال کر ہوا۔
 "تو کیا میں جیت رہی تھی مجھ سے ملے صورت حرام۔ ادنی ایسی دیکھی مت سیجھو۔ ہاں۔ کچا چٹا جاؤں گی۔" ہوا سرے ماتے پر آمادہ ہو گئیں۔
 "یہ زبانتی ہے بڑی مان۔ تصدق فرما کر کہتے ہوئے ہوا۔ لوگوں کے پیٹ میں درد ہوا بار بار جھٹکتے جھٹکتے۔ یہاں تک کہ بڑی مان بھی نہیں رہی تھیں۔

"ارے تو تو بیٹھی کیوں تھا پیچھے۔ اب تیار ہو جا جلدی سے" امپرورٹ چلتا ہے۔
 "آئیے ہوا آپ اندر چلے۔" خواب ہلال الدین ہنستے

ہوئے بولے اور ہوا کا شان پکڑ کر اندر لے چلے۔ ہم سب بھی ان کے پیچھے ہی چلے پڑے تھے۔
 "غضب کی چیز ہیں یہ ہوا۔" افغان بولے۔

"تصدق کے فوج کیا۔" ٹھیک پھر نہیں پڑی اور ہم سب ہنستے ہنستے دوت ہو گئے۔ خواب صاحب ہوا کو لے کر اندر چلے گئے اور پھر انہوں نے باری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
 "میں ہوا کے قیام کے لیے ہندوستان کو آنکھیں ہوئی آئی ہیں۔"

"آئیے ہوا۔" افغان نے کہا اور گروہ افغان اور ہوا کے پیچھے چلے پڑا۔ "ہوائی کم بخت تصدق بھی۔ اب ہائے ہوائے پیچھے ہی رہ گیا۔"
 "اسے دیکھنا ہی ٹھیک کروں گی نے انہوں نے کہا۔" بے کون؟

"ملازم ہے ہوا۔" افغان نے جواب دیا۔
 "پورا سر چھانے مگر مجھ سے مجرا تو ٹھیک نہ ہوئے۔" ہوا نے ہوا کی گاڑی کو اشارہ دے کر کہا "اب یہ ہوائے کے ملازم ہونگے رہیں۔ ارے ٹھیک کروں گی۔"
 "مگر آپ ہوا کی کمان دہی ہیں ہوا۔" افغان بولے۔
 "ارے رہتے دو۔ نیل۔ اب کیا رکھا ہے۔ کبھی دیکھتیں۔" ہوا نے شہر بارگما۔

"اب بھی دیکھ رہے ہیں ہوا۔" افغان نے کہا اور پھر ایک کمرے کے دروازے کے سامنے رک گئی۔ "یہ سرائیکیا ہے ہوا۔ دیکھ لیں آپ کو پسند ہے؟"
 "اسے بھی ٹھیک ہے۔ نیل۔ میرا کیا۔ فصل خان ہے اس میں؟" ہوا نے پوچھا۔

"سنگھار نہیں رہی رہی ہے۔" افغان نے جواب دیا۔
 "اللہ خوش رکھے۔ میں ذرا نمازوں کی۔ اب تم دو گم آرام کرو۔" ہوا نے کہا۔

"ہاں ہاں بالکل۔ تصدق جو قریب زندہ گیا تھا۔" افغان نے کہا اور پھر ہم واپس چلے پڑے۔ لوگیاں ہنستے ہنستے مری جا رہی تھیں۔ سیکس بھی ان میں شریک تھی۔
 "ارے خدا کی قسم سیکس ہائی۔ اب تک کہاں تھیں۔ کہاں چھپا رکھا تھا اس بیابانے کو؟"
 "کہاں کی ہیں ہوا بھی۔" سائمن بھی یاد ہے۔ "سیکس ہنستے ہوئے بولی۔

"ہاں سیکس یاد ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔
 "کیا کیا؟" میں نے بھی پوچھا۔ "ٹھیک ہے۔" کہا۔
 "سب سے چلی ملاقات ہم لوگوں کی گریں میں ہوئی تھی

اور ہوا۔" بس ہوا کو یقین ہو گیا کہ یہ دونوں بھائی ان پر مرتے ہیں اور مابل بھائی خدا کی پناہ ان کا تو جواب نہیں۔ ہنستے ہوا کا نام لے کر آپس جھرتے رہتے تھے اور ہوا کی زندگی مذاہب ہو گئی تھی اور سائمن بھائی۔ سب مابل بھائی نے ہوا کو شادی کا پتہ نام دیا۔

"شادی کا پیغام بھی دیا۔" افغان نہیں پڑی۔
 "ہوڑا بھی ہوا تھا سائمن کا اور پڑا بھی دیا تھا ہوا کو ہوا بھی پڑا غیر مراثی ہو گئی تھیں۔" سیکس نے بیان اور قدموں کا طوفان دیر تک اسنے گا رہا۔

"خدا کی قسم آج کل ہنستے کھٹ آ رہا ہے۔" ہوا نے ہنسی اس کو بھی میں ہوا ہے اس سے قہقہے بھی نہیں ہوا تھا۔
 "افغان نے بھونٹے ہوئے کہا۔
 "جھا اب کچھ دیر کی تھیں۔" ہوا پھر کو کھانے پر تیار ہوا ہے۔ "سیکس نے کہا۔

"کبھی برا عدم وقت نہ ہے۔" ٹھیک نے کہا۔ اسی وقت ایک ملازم افغان کے پاس آئی۔

"بی بی! بڑی مان بارہی ہیں۔" کہہ رہی ہیں اب۔
 "پورٹ نہیں چس رہیں؟"
 "ارے۔ میں جان کر گیا کروں گی۔ انی جا رہی ہیں؟"
 "ہاں۔"

"ان سے کہہ دیں وہ چلی جائیں۔ میں ذرا بیہوش ہوں۔" سیکس ملاقات کروں گی۔

"بی بی نیل۔" ملازم چلی گئی۔
 "آجیا بھئی۔" افغان نے کہا اور پھر میری طرف دیکھا۔
 "تو زور دیر کی اجازت۔" اور پھر سب منتظر ہو گئے۔ میں بھی اپنے کمرے میں آ گیا تھا لیکن زیادہ دیر نہیں گزرنی تھی افغان پھر تھیں۔

"ایک اجازت لینے آئی ہوں۔" اس نے اچھے ہوئے ہوا کو دیکھا۔

"خیریت؟"
 "ابھی میری عمر ہیں کہ میں بھی امپرورٹ چلوں۔ میں نے بہت باتیں کہہ دی ہیں کہ ذرا بیہوش کیا خیال کریں۔"
 "آپ ضرور چائیں افغان۔"
 "آپ کی اجازت سے۔" افغان نے متکراتے ہوئے کہا۔

"آپ نے مجھے اتنی عزت بخشی تو میں بدوش میں نہیں رہوں گا افغان۔" میں نے فوراً سرسرت سے کہا۔

"ارے اب کائنات میں آپ کے ہاں رکھا گیا ہے۔" افغان نے ایک ادا سے گردن گھمائی کر کے کہا اور مسکراتی ہوئی ہاں بھی گئی۔ میں دوڑا دوڑا دیکھتا رہ گیا تھا۔

میرے کینٹے ہوئے تھیں۔ اس افغان نے تین دہائی کی دنیا ہی بدل دی تھی اور پھر خیالات کا پتہ جا رہی تھی ہوا تھا کہ کسی نے کدھ سے پتہ نہ رکھ دیا۔ اصل پڑا۔ طاقتور مسکرا رہا تھا۔

"ارے! منہ حیرت سے کھل گیا۔"
 "بیٹے زور بیٹے جیتے رہو۔ استاد کا نام روشن کر رہے ہو۔ کیا حال مارا ہے۔" دشمن چادوں شانے پت! "طاقتور نے میری مگر کو غصہ ہونے لگا۔
 "استاد کے بچے! اس طرح آنے کی کیا تک تھی۔" میں نے اسے تینے سے لپٹاتے ہوئے کہا۔
 "میری مرضی۔" لیکن چاہتا تھا کہ میرا ہونا شاکر دیکھا کر رہا ہے۔

"دیکھو کیا؟" میں نے دوت بھیج کر پوچھا۔
 "اچھی طرح مگر خوب ہے بھائی۔ یہ تو ان پکڑ چل گیا ہے۔ زندہ ہوا افغان لی۔ زندہ بار۔" طاقتور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اپنی داسی کی خیر خواہ۔ چہرہ اتر گیا ہے۔"
 "ہائے میں مر جاؤں کہاں ہیں؟" طاقتور سخر۔ میں سے ہوا۔
 "پتے کمرے میں ہوں گی۔"

"جبار ہوں۔" طاقتور مسرتے ہوئے ہوا لیکن میں نے اسے پیچھے سے پکڑ لیا۔
 "بڑا بے حرمت انسان ہے۔ ابو حضور اور انی کے بارے میں تو بتاؤ۔"
 "ابو حضور کچھ بیمار ہیں۔ امی ٹھیک ہیں۔ تمہارے کے بغیر تمہارا مقام ان دونوں تک پہنچا دیا ہے۔ داسی ہے انہوں نے اور پھر؟

"ہاں۔ ٹھیک کے بارے میں مٹنگو ہوئی۔"
 "یار کھن کر تو بہت نہیں پڑ سکی ہو لی ہاں تھیں کہتی ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔
 "پوچھتے تھیں آخر کب تک بڑی بھنستا پھر ہوں گا۔ شادی و میہو بھی کوئی لگا نہیں۔ میں نے جواب دیا کیوں نہیں۔ خوش ہو گئیں۔ پوچھا کہ گوشش کی ہائے تو ہیں نے کہا نہیں۔ کتنے نہیں کیا مطلب؟ تب میں نے کہا اسی حضور!

کتابیات پبلیکیشنز

آپ نے میری ساری خوشیاں پوری کر دی ہیں ایک اور کردیں۔ کتنے لکھنوں کی تو میں نے جواب دیا کہ کسی ذہین لڑکی سے ہی شادی کی اجازت دے دیں۔ بس دیکھتی رہ گئیں۔ اس کے بعد کسی انتھک کاموں کی نہیں مل سکا اور بس۔ اب جانے دو۔

"سنو تو بار!" میں نے کہا۔
"بچھڑا ہو جائے گا بس" اب جانے دو۔ مہر نہیں ہو رہا۔" طاہر نے کہا۔

"میں بلا کر آتا ہوں" میں نے کہا۔ ممکن ہے اس کے پاس کوئی توری موجود ہو۔"

"جی نہیں۔ میں بھگا دوں گا" آپ فکر نہ کریں۔" طاہر دانت نکال کر ہوا اور کمرے کے دروازے سے باہر نکل گیا۔ میں نے کمری سانس لی تھی۔ بہر حال طاہر کی کئی شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ ابھی اسے بہت سی باتیں نہیں معلوم ہوئی لیکن بہر حال دلچسپی رہے گی۔ مجھے حضرت حبیب کی آمد کا بھی شدت سے انتظار تھا۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیا چیزیں لے کر آئے ہوں گے جیسے تھے، کسی قسم کی الجھن نہ تھی کہ شش نہ کریں۔

لیکن اس بار میں زیادہ فکر نہیں تھی۔ اپنا پار سوار ہونے لگا دے گا اچھی طرح اور پھر افشاں بھی خاصی بول رہی تھی اسے زیر کرنا آسان کام نہیں ہو گا۔ مجھے وہ رہ کر شمشیر یاد آ رہا تھا۔ میرا بھی پتہ ایسی ہی چیزیں ہو سکتی تھیں لیکن آنے والے موصوف بھی اگر شمشیری کی مانند ہوں تو گویا ایک بار بازی پھر تم جانے کی۔

ساز سے کیا رہ بج گئے تھے۔ یقیناً طیارہ آ گیا ہو گا۔ طاہر نے بھی ٹھیکلے کے پاس جا کھسا تھا۔ میرے پاس اس وقت کوئی مشغلہ نہیں تھا۔ بہر حال میں باہر نکل آیا اور پھر وہی آوارہ گردی کر رہا۔ ٹھیکلے کے کمرے کی طرف میں نے جانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

اس وقت افشاں سے میں بیرونی حصے کی طرف نکل آیا تھا۔ میں نے خوب صاحب کی شاندار کارکنیت سے اندر داخل ہوتے دیکھی۔ دوسرے لوگ سب اندر تھے کسی کو بھی بڑی ماں اور ان کے پیچھے کے آنے کی خبر نہیں ہوئی تھی۔ کارپوریکو میں رک گئی اور بڑی ماں جلدی سے دوڑا نہ کھول کر باہر نکل آئیں۔ یہی حرکت افشاں نے کی تھی۔ تصدیق آگے ڈرائیور کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اطمینان سے نیچے اترا اور پھر اس نے پیچھے دروازے میں منہ ڈال کر کسی سے پتہ کیا۔

ویسے مجھے کوئی نظر تو آ رہا تھا لیکن صاف نہیں اور پھر گاڑی سے ایک بڑے ہر تھم ہوا۔ سنا ہوا رنگ، سر کے بال خشک اور ٹیکہ روز کی مانند کھنکھالیے ایک خاص تراش کے ساتھ انیس درمیان سے بلند کیا گیا تھا۔ سفید لباس کے جن کی آستینیں آگے سے کھلی ہوئی تھیں، کمر میں چاندی کی پیلٹ بندھی ہوئی اور غرارہ نما پتلون جس کے دونوں سائے بڑا خوب صورت کام ہوا تھا۔ ہاتھ پر پٹی بندھی ہوئی اور کانوں میں بڑے بڑے بالے بڑے ہونے لگے۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں غریبہ کی وہ جھلک تھی۔

"جیتا!" میرے ذہن نے پہچان لیا اور میں جلدی سے آگے بڑھ آیا۔ افشاں منہ ہائے کھڑکی کی اور بڑی ماں کا چہرہ اتر رہا تھا۔

افشاں مجھے دیکھ کر قریب آتی "خدا کی شاندار کائنات نے کیا ہوا؟"

"ایسا بدبو دار شخص میں نے زندگی بھر نہیں دیکھا۔" وہ آواز سے گرا کر خال ہو گیا۔

"سبحان اللہ! اچھا اب میرا کیوں کھڑی ہو۔ آئیے بڑی ماں۔

ماں۔ مہمان کو اندر لے لیں۔"

"آؤ حبیبہ! میں!" بڑی ماں نے کہا۔

"بیک منت، بیک منت، مہمان مہمان جلدی کی کھول۔" جلدی کا آؤ۔" حبیبہ نے چٹکی بجا کر حرکت کی۔

تھاٹھ تصدیق سے کیا۔

"ارے سامان۔" ب۔ حفاظت سے پہنچ جائے گا تم فکر مت کرو۔" بڑی ماں نے کہا۔

"اوہ! ناممکن، ناممکن ہائے گاڑی میں تم نے نہیں اس سے جد کر دیا۔ ہم تو پلن میں بھی اسے ساتھ رکھا۔ کنارے ہزارا دوستی جانم جانم کا ہائے اس کے بغیر ہمارا شخصیت ہائے۔"

"حبیبہ نے جواب دیا۔ اس دوران اس کے پاؤں ہاتھ اور کولھے پلٹے رہے تھے وہ پیشہ رقص کی کیفیت میں رہنے کا عادی تھا۔

"ارے! کولو تصدیق! اس کی سادگی نکال کر اسے دے دو۔" بڑی ماں نے کہا۔ وہ اپنے انداز میں بھی اسے ساتھ رکھا۔ کنارے کی کھول کر ایک لباس سنا کر نکال لیا۔ جو کئی منٹ حبیبہ کو نظر آیا، دو دیوانہ دار اس کی طرف لپکا اور اسے تصدیق کے ہاتھوں سے لے لیا۔

"اوہ جان من، ہم کو معافی دینا، ہم سے ناراض مت ہونا۔" اس نے کنارہ کو چہرے سے ہونے کہا۔

"اسی جان! اب پلیس بھی۔" افشاں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"تصدیق! تم اسے ساتھ لے کر آؤ۔" بڑی ماں نے کہا اور اوپری کے لیے مڑ گئیں۔

"آئیے عالم صاحب!" افشاں بولی اور میں بھی ان دونوں کے ساتھ چل پڑا۔

"اب کیا ہو گا اسی جان!" افشاں نے مسخرے انداز میں کہا۔

"کیا ہو گا؟" بڑی ماں نے پوچھا۔

"ان حضرت کو کہاں رکھیں گی؟"

"ذائقہ مت اڑاؤ افشاں! یہ بھائی جان کی بھڑی ہوئی تقدیر ہے۔ بہر حال میرا خون ہے۔ آیا ہے تو بیس رہے گا۔ میں جانتی ہوں مجھے کیسی کیسی نگاہیں برداشت کرنا پڑیں گی۔"

"اف اللہ! ایدو بھئی کھی گاڑی میں۔"

"نہ جانے تم بخت امریکا میں ایک آدمہ بار نہایا بھی ہے یا نہیں۔"

"اسی جان! معاف کریں۔ ان حضرت کو اس انداز میں تو ہم نہیں نہیں دے سکتیں گے۔ ہاتھ کیسے برداشت کریں گے۔ لوگ میرا مذاق بھی اڑائیں گے کہ یہ افشاں کا ماںوں زاد بھائی ہے۔"

"اس وقت بات مت کرو افشاں۔ میرا دماغ خود پکڑا رہا ہے۔ اللہ کے واسطے۔" بڑی ماں نے اچھے ہوئے انداز میں کہا اور میں نے افشاں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

میری طرف آ رہے تھے تاکہ ہم شامل ہو جائیں۔ تب بڑی ماں نے کہا۔

"بڑی ماں نے کہا۔" بڑی ماں نے کہا۔

"بڑی ماں نے کہا۔" بڑی ماں نے کہا۔

"بڑی ماں نے کہا۔" بڑی ماں نے کہا۔

"بڑی ماں نے کہا۔" بڑی ماں نے کہا۔

"بڑی ماں نے کہا۔" بڑی ماں نے کہا۔

"بڑی ماں نے کہا۔" بڑی ماں نے کہا۔

تمہارا نام؟" اس نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا اور میں نے اس کا ہاتھ ہاتھ میں لے لیا۔ یہ وہی ہاتھ تھا جسے بے پناہ طاقت دے دی گئی تھی۔ میں نے زور سے حبیبہ کا ہاتھ دبایا اور حبیبہ نے ایسی بھیانک پنج ماری کہ میں خود ڈر گیا۔ میں نے جلدی سے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"ارے! ارے! کیا ہو گیا؟"

"ہائے! مارا گیا۔ مارا گیا۔" وہ ہاتھ دبا کر دہرا ہوا گیا اور پھر وہ زمین پر پلٹی مار کر چبھ گیا اور اختلالی سرٹے لیتے میں مارا گیا۔ مارا گیا کی گردان کرنے لگا۔

شامت کی ماری پوانہ جانے کہاں سے نکل آئیں اور ہمارے پاس ہی پہنچ گئیں۔ "اے! ہائے میرا ہے یہ۔ دل بھلانے کو بولایا ہے وہاں سے۔" وہ دانت نکال کر بولیں اور حبیبہ ہاتھ کی تکلیف بھولی گیا۔

"ہم میرا کئی مطلب سمجھتا ہائے امریکا میں بہت سا کبڑا چاہا ہے۔ ہم میرا کئی نیکار ہائے پوزھا عورت تم غلط سمجھا اور دیکھو۔" حبیبہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ منار کھینچا اور پھر منار کی آواز میں گونجتے تھیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ رقص بھی کر رہا تھا۔ پوانہ نے پیچھے کھینکے کی کوشش کی لیکن حبیبہ نے انہیں ٹھیکر لیا اور ان کے چاروں طرف ناچ ناچ کر منار بھانے لگا۔ بولاد حواس ہو گئی تھیں۔ وہ خود بھی اچھل اچھل کر اس کے دائرے سے نکلنے کی کوشش کر رہی تھیں لیکن حبیبہ نے انہیں پوری طرح ٹھیکر لیا تھا۔

"اے! اے! اے! بولاد حواس میں کہ رہی تھیں اور افشاں کا بھئی کے مارے پر حال ہو رہا تھا۔" اے! بھئی کا کہ نہیں سنے مارے۔ اماں نہیں ہیں کیا۔ اے! دیکھو۔ اے! اے! بولاد حواس میں کہ رہی تھیں۔ کئی بار انہوں نے حبیبہ کے دو ہاتھ مارنے کی کوشش کی لیکن بہر حال وہ پھرتا تھا۔

"اے! کوئی شرافت ہے جسے دیکھو پرانی بیٹیوں کے پیچھے لگ رہا ہے۔ عزت محفوظ ہی نہیں ہے۔ اے! بہت جا مونڈی کا سبب تیرا ستیاناس!"

"تم نے دیکھا پوزھا عورت! میرا کئی اور فنکار میں کیا فرق ہوتا ہے۔" حبیبہ نے کہا۔

"تمہارے پھرے تیری شکل پر۔ مجھے جانے دے ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔" بولانے کہا۔ اور بالآخر وہ حبیبہ کے نرے سے نکل ہی نہیں لیکن کنارہ کی آواز پر سب ہی نکل آئے تھے۔ یہاں تک کہ طاہر اور ٹھیکلے بھی۔ سب دلچسپی سے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔

حبیبہ نے گردن جھکا لی اور منار بند کر دیا۔ بولابھائی کر

کے کتابیات پبلیکیشنز

3 طاہر

153

3 طاہر

152

3 طاہر

152

3 طاہر

کتابیات پبلکیشنز (54)

اور اس کے لئے چاہئے کہ اسے یہ مایہ بے گوارا ہے

کتابیات سلکسٹ

الدول سے عاجز ہوئی اور پھر سے الیٰ مصیبتوں میں گرفتار ہو جائے گی۔

"اگر وہ اچھی ہوئی تو ہم اسے مصیبت میں نہیں پھنسا رہے ہیں۔ اگر کشمیر ٹھیک ہو گیا ہو تو کوئی بات نہیں تھی۔ وہ اب بھی انتہائی شیرخوار ہے جس سے سیدھا کر لیں اور پھر عارف میرے ذہن میں ایک اور خیال بھی ہے۔"

"ہاں؟"

"میں چاہتا ہوں تم کوئی کاروبار نہالو۔ اب حالات دوسرے ہو گئے ہیں۔ خیر صاحب کی بیٹی سے شادی کرنے کے لیے ان کا ہم پہلے بلکہ ان سے کچھ آگے ہونا ضروری ہے۔"

"ارے ہاں خالوت! میں نے افشاں کو ایک کمائی شادی تھی۔"

"بڑا نرم سنجیدگی سے سنو۔ اس کے سوالات خاصے پریشان کرنے والے تھے۔ میں نے بڑی ذہانت سے ایک کمائی ترتیب دی ہے۔ تم بھی سو ان کو تاکہ اس کی روشنی میں بات کر سکو۔"

"سنو! خالوت نے کہا اور میں نے اسے سوتیلی ماں کی کمائی کی تفصیل سنا دی۔ خالوت مسکراتے ہوئے گردن ہلاتے لگا "وہ حقیقت تم نے بڑی ذہانت سے یہ کمائی ترتیب دی ہے۔ سارے تھامے پورے کر دیتی ہے۔ تم نے مجھے اس سے آگاہ کر دیا۔ یہ اچھا ہوا۔ ہاں تو کاروبار کے سٹے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"جب تم نے میری شخصیت ہی بدل دی ہے تو میں اس بارے میں کیا گفتف کروں۔ جیسی تمہاری مرضی۔"

"ہم تو خیر صاحب سے بدلیں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اس غارت کو بھی دیکھنے چلیں گے۔ خیر صاحب کچھ کاروباری ضروریات کو نوچ کر اس میں ہماری مدد کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور خالوت خاموش ہو گیا پھر ہم دونوں نے غسل کر کے تیاریاں کیں۔ عہد لباس پہنے اور دوپہر کے کھانے کے لیے تیار ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد بلاوا آگیا۔ کمرے سے نکلے ہی تھے کہ بوا بل گئیں۔

"خالوت کو کچھ کرود خوشی سے اچھل پڑی تھیں۔"

"ماشاء اللہ! بڑی اچھی ہوئی۔ اللہ سلامت رکھے۔ تم دونوں کو دوبارہ دیکھ کر کتنی خوشی ہے کیا کہوں۔" انہوں نے ہم دونوں کی باتیں لیتے ہوئے کہا۔

"کیسی ہیں بوا؟ خالوت نے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں میرے بچے۔ بس تھیں دعائیں دیتی ہیں۔"

"سنائے آپ کے ساتھ یہاں بڑی زیادتی ہوئی ہے۔ آخر کیا سمجھ رہا تھا میں ان لوگوں نے ہماری بوا کو۔"

"کس کی بات کر رہے ہو میاں؟"

"ارے وہ کم پختہ طلب میرا۔ ذرا دیکھو بد نظریے کی باتیں۔ گاڑی میں بٹھو تے چڑھا رہا تھا۔"

"اور اس جو کرتے ہوئے کو دیکھتے ہی ناچنا شروع کر دیا تھا۔"

"بوا تو ہم ہی نرالا ہے۔ یہاں اس بڑے تحرائوں کا سنا ہے بڑے آدمی کا بیٹا ہے۔ پریشان کن بہت نے کیا بیٹا تھا۔ ہم نے تو ایسے بڑے آدمی کا بیٹا تھا۔ ہاں اللہ وسایا کے سرکس میں وہ سوئے ہنسنے والے آئے۔ اس بڑے بڑے تھے۔ مجھے تو وہ دی لگ رہا تھا۔" بوائے کا نام بھی بتنے لگیں۔

"بہر حال بوا آپ کے آنے سے ہمیں بہت خوشی ہوئی ہے۔ اب اطمینان سے بیٹھیں گے تو باتیں کریں گے۔"

"اچھا میاں۔" بوائے نے سر ہلایا اور ہم دونوں کھانے کمرے کی طرف چل پڑے۔ کمرے میں بھی دو دودھے حضرت نبی شایر اچھی داخل ہوئے تھے لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ ان کے ساتھ ان کا شمار بھی تھا۔

خیر صاحب بہت غور سے اسے دیکھ رہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر وہ مسکرائے اور بیٹھے کا اشارہ کیا۔

"ماشاء اللہ! تم سے مل کر بڑی مسرت ہوئی ہشید میاں۔" خیر صاحب نے کہا۔

"میں بھی آپ لوگوں سے ملنے کو بہت ترجیح دیتا تھا۔ انکل۔ کتنا نذر نفل ہے آپ لوگ۔ اوہ! جتنے مشرق کا ملک بہت پسند ہائے آپ دیکھا میں آپ لوگ کو اردو میں خط لکھتا۔ میرا مادری ٹیکہ ہاؤسٹ۔"

"بٹھو اور اسے ایک طرف رکھ دو۔ کھانے کے کمرے میں اسے ان کی کیا ضرورت تھی۔" خیر صاحب نرمی سے بولے۔

"اور یہ ذک سوت انکل۔ موسیقی میری جان ہائے اور یہ شمار ہے مجھے سوت ملی ہے نا تھا۔ ٹی کا ٹاف چنگ دار آنکھوں میں سلی۔ اوہ سلی! دار انکل!"

"کیا تم اسے بھی لٹچکراتے ہو؟" خیر صاحب نے پوچھا۔

"کے۔۔۔" خیر صاحب نے منہ چھڑا کر پوچھا۔

"بچے گناہ کر۔"

"اوہ نہیں۔ نہیں انکل۔ آپ مذاق بولنا مگر یہ آل عالم ہمارے ساتھ رہتا۔ یہ ذک دار جان ہائے ہم اسے بیڈر ساتھ لے کر سوتا۔"

"ماشاء اللہ! بکر کرسی پر کیسے بیٹھو گے؟"

"بیٹھ جائیں گا۔ بیٹھ جائیں گا۔ ایسا مانگہ۔" ہشید کرسی پر بیٹھ گیا۔ گناہ اس کی گود میں تھا لیکن دونوں طرف بیٹھے ہوئے لوگوں کو کرسی چھوڑ دینی پڑی تھی۔ کیونکہ شمار کی لمبائی ساثر ہو رہی تھی۔

"دوسری کرسیاں ڈنواؤ۔" خیر صاحب سنجیدگی سے بولے۔ بڑی ماں کے چہرے پر خجالت کے آثار تھے۔ دیسے شکر تھا کہ جیشہ نہالیا تھا اور اب اس کے بدن سے وہ بدبو نہیں اٹھ رہی تھی۔ دہن کھانے کی میز پر کسی سے نہ بیٹھا جاتا لیکن اس کی کرسیاں کے کھانے کے انداز نے پوری گروہی نہایت بد نظری سے کھنا رہا تھا۔ اسے ہنستا کھانے کھانے کا طبع ہی نہیں آتا تھا۔ اس کی بہت سی حرکتیں مسکراہٹوں کا مہیب نہیں۔ اوپر سے خیر صاحب کی سنجیدگی سونے پر ساکھ تھی۔ وہ خود اس لشکر کا جائزہ لے رہے تھے جو دونوں ہاتھوں سے کھانا اس طرح سمیٹ رہا تھا جیسے آدمی آنے والی ہو۔

"بہت مزے کا کھانا ہے۔ ہمیں پسند آیا۔" اس نے اسے آخر میں کھانا ختم کرتے ہوئے کہا۔

"ہماری خوش بختی ہے۔" خیر صاحب بولے "اور سناؤ خالوت بلی کیسے ہیں؟"

"کالچن ہاؤس اب ہم نہیں جانتا۔" جیشہ بولا۔

"اور انکل! آپ بولنا ہائے کروڑی کا دوست اس کو شیدوب بولنا اچھے سر شیدوب!"

"ماشاء اللہ! انکل! خیر خیر! بولے۔ کاروبار کیا چل رہا ہے تمہارا؟"

"اوہ میں نہیں جانتا انکل۔ یہ ہپ کا ورک ہے۔ دی جاتا۔ میں تو بس میز پر کھانا کھاؤں۔ آپ بولو تو سناؤ۔"

جیشہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"ابھی نہیں ابھی نہیں ابھی کھانا کھایا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے پھر سناؤں گا۔ جب آپ کا موڈ ہو میں گاہ سناؤں گا۔ اوہ! انکل آپ نہیں جانتا آپ کا بھتیجا راک میں بیٹھ ہائے جدھر کھل جائیگا لوگ اسے کس مارا۔ ایک دم دور سے آتا اور کس مارا۔"

"اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔" خیر صاحب نے کہا اور

ہماری طرف دیکھ کر بولے "آپ لوگ ذرا احتیاط رکھیں۔" سب کی ہنسی کھنکھاتی تھی "اور مسٹر جی! آپ بھی ذرا خیال رکھیں یہ بھٹا راک نہیں ہے۔"

"نظر آتا ہے۔ اور تو کچھ نہیں ہائے ہم ایئر پورٹ سے اصرح تک کا شمار دیکھا۔"

"اچھا بھئی۔ آئیے جلال بھائی اور آپ بھی مسٹر عادل اور صاحب۔" خیر صاحب نے کہا اور ہم چاروں باہر نکل آئے۔

"یہ شاداب میاں کی ادا دے خیر۔ کیا ہو گیا شاداب کو؟" باہر نکل کر۔ "جلال الدین نے کہا۔"

"اللہ تعالیٰ رحم فرمائے شاداب میاں کے اعمال کون سے اچھے تھے۔ آپ کو تو معلوم ہے جلال بھائی اور اللہ تعالیٰ کسی کو چھٹی نہیں دیتا۔ شاداب کے اعمال کی سزا آپ کے سامنے ہے۔ کیا خوب بنا ہے۔ باب کی ریزہ کی بڑی!"

"لیکن کیا کہا جا سکتا ہے خیر۔ ممکن ہے شاداب اپنے اس چہرے کے بدلے میں سے خوش ہو؟"

"ٹھیک ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔" خیر صاحب بولے اور پھر، دی طرف دیکھ کر کہنے لگے "آپ لوگ اس چڑیا گھر سے بدولت ہوں شہزادہ صاحب اور شہزادہ عادل!"

"اوہ نہیں جنتاب۔ ایسی کوئی بات نہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"ارے بھئی یہ عادل میاں تو بڑے ستم کھنک ہیں۔ شمشیر الدولہ جب انگلیٹ سے واپس آیا تھا تو وہ بھی پچھترنی صد پانچ تھا لیکن عادل میاں نے اس کے داغ درست کر دیے تھے۔" جلال الدین نے کہا۔

"اوہو۔ لیکن ٹیکم کے اکلوتے بھائی کی ادا دے اس لیے ذرا احتیاط رکھنا ہوگی۔ میں اس مردود کو کھڑے کھڑے کھانے کے کمرے سے نکال دیتا جس کا گناہ ہر وقت اس کے ساتھ ہوتا ہو لیکن بیکر خود ہی شرمندہ نظر آ رہی تھیں "ان کی غم انگیز خاموشی نے مجھے بھی خاموش کر دیا۔ نہ جانے بے چاری کیا کیا خیالات ہائے بھی تھیں۔ یہ لشکر تو ان کے تصور میں بھی نہ ہوگا۔"

"خیر چھوڑو۔ آئیے تن کے لیے ہے۔ چلا جائے گا۔"

نواب جلال الدین نے کہا۔

"اوہ بھئی! نہیں بیٹھے ہیں۔" خیر صاحب نے کہا اور پھر وہ ہم سب کو لے کر لٹ کے کمرے میں پہنچ گئے "آپ کے والدین کیسے ہیں عادل میاں؟"

"ٹھیک ہیں۔"

"کاروبار ریاست کیسٹا چل رہا ہے؟"
"بائیں ٹھیک۔" خالوت نے جواب دیا اور پھر بولا "مجھے آپ سے کچھ ضروری گفتگو کرنی ہے انکل۔"
"اب اس بیٹے ضرور کیا بات ہے؟"
"میں نے آپ کو بتایا تھا کہ میں نے ایک غارت خریدی ہے۔ میں نے اسے تین تین بنی کر لیا ہے۔ دو ایک دن میں کام مکمل ہو جائے گا اس کے بعد میرا پروگرام ہے کہ میں یہاں کاروبار کروں۔"
"تمہاری غارت کیا ہے؟" تو میرا صاحب خوش ہو کر بولے۔

"اس ٹیٹا میں مجھے آپ سے کچھ دیا ہے۔"
"ہر طرح سے جاننے والے بیٹے۔" گویا
"کاروباری امور میں گورنمنٹ کے کام ہوتے ہیں وہ آپ کو کرائے دیں گے۔ میرا مقصد ہے فرم کو بہتر بنانے وغیرہ کیلئے پورے انٹرنس اور ایسے ہی دوسرے کام۔"
"سب سے پہلے کاروبار کیا کریں گے؟"
"تیل دیں گا۔" خالوت نے جواب دیا۔
"ابو۔" نواب جلال الدین مسکرا اٹھے "اور یہ کاروبار یقیناً شمشیر اللہ کے مقابلے پر ہوگا۔" خالوت جتنے انکل۔

"بہر حال میری مالی خدمات حاضر ہیں۔" تو میرا صاحب نے کہا "میں کئی ایسے کاروباری مشیر کو بتاؤں اور اس سے فرم کے حالات تیار کرا لیتا ہوں۔"
"بہت بہت شکریہ!" خالوت نے جواب دیا۔ اس کے بعد کافی دیر تک ہم لوگ گفتگو کرتے رہے پھر نواب جلال الدین نے اجازت چاہی۔
"میں اپنے کچھ دوستوں سے ملنے جا رہا ہوں۔ ممکن ہے شام کی چائے پر ہوں۔ آپ لوگ خیال نہ کریں۔"
"ٹھیک ہے۔ آپ بھی آرام کریں۔" تو میرا صاحب ہم دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولے اور ہم دونوں ان دونوں بزرگوں سے رخصت ہو کر اپنے کمرے میں آگئے۔ خالوت جوئے اتار کر بستر پر دراز ہو کر بیٹھا۔

"تو یہ ہیں حالات۔ ایک بات یاد رکھنا۔ اب ہم اس کو بھی میں کب تک رہیں گے؟"
"کیوں؟"

"مجھے یہاں رہنے کا کیا دراز ہے۔" مہمان داری کی ایک انتہا ہوتی ہے۔ کیوں نہ ہو دیکھ دیکھ دیکھ دیکھ دیکھ خیال ہے قرب و جوار میں کوئی نوب صورت سی کو بھی تلاش

کر لی جائے۔ پاس بھی ہوں گے اور انکل بھی۔"
"اب خیال تو برا نہیں ہے۔ رات کو یہ تجویز تو میرا صاحب کے سامنے رکھ دیں گے۔"
"یہ شخص لوگ اجازت نہیں دیں گے لیکن بہر حال اب تو ہم کاروبار بھی کر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے غارت سے کوئی خرید لی جائے اور پھر انیس اطلاع دے دی جائے۔" "ٹھیک ہے لیکن یہاں سے جا۔" کا فیصلہ کچھ لوگوں کے مشوروں سے کیا جائے گا۔
"یعنی۔ یعنی؟" خالوت نے پوچھا۔
"افغان سے اجازت لینا ضروری ہے۔"
"اللہ اکبر۔ اللہ اکبر!" خالوت غلطی از می پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

"تمہارا کیا ہے استاد؟ تمہاری راج میں کتنا ہے؟" ایک اشارے پر تمہارے ساتھ ہو کر لیکن میری غارتی افغان اور تو ابھی نہیں کے بس میں ہے۔"
"حق اللہ!" خالوت نے زور سے غصہ دکھایا "اب تمہاری پیدائش ماضی طوم ہو رہا ہے۔"
"سب تمہاری حرکت ہے۔"
"جی ہاں۔" حق آپ کر رہے ہیں شادی آپ کریں گے اور حرکت میری ہے۔ دیتے میرا خیال ہے کچھ ہو ہی جائے چاہیے۔ کیوں کہ میں براہ راست نواب جلال الدین سے بات کروں۔"

"چند روز تک جاؤ۔ زرا کاروبار شروع کر لیں اس کے بعد کچھ کریں گے۔"
"ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔" خالوت میری سانس لے کر بولا۔
"تقریباً چار بجے تک ہم لوگ اپنے کمرے میں رہتے۔ یہاں کے لوگ دوپہر کو سونے کے غاری نہیں تھے لیکن بہر حال ہر وقت تو سب ایک دوسرے میں نہیں تھے رہتے تھے۔"

سوا چار بجے کے قریب کسی نے دروازے پر دستک دی اور میں نے اندر دروازہ کھول دیا۔ "ٹھیک! افغان! تمہیں اور احسان کے ساتھ دو دو لڑکیاں اور بچے۔"
"سو رہے ہیں آپ لوگ؟" افغان نے کہا۔
"ہرگز نہیں۔ ہم دن میں کبھی نہیں سوئے۔"
"پھر یہاں کیوں تھے؟" بولے ہیں؟
"معاذ مجھوری۔" خالوت نے جواب دیا۔
"کیوں کیا مجھوری؟"

"مجھے آپ لوگ نہ جانے کہاں تھے کیا کر رہے تھے۔" تم نے سوچا ہر وقت تو آپ کے سر پر سوار رہنا مناسب نہیں ہے۔"

"کھلف کی باتیں نہ کیا کریں۔ آئیے ذرا بھائی! بشید! میرا مطلب ہے جی عرف ہم کی خدمت میں چلیں۔ ان سے تفصیلی بخلاف تو ہوا ہی نہیں۔" افغان نے کہا۔
"جو صبح ذرا لباس بدل لیں۔"

"ابھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ شام کی چائے پر دیکھا جائے گا۔" افغان بولی اور خالوت نے شانے باندھ لیے پھر ہم دونوں بھی اس گہرے میں شامل ہو گئے اور یہ شیطانی فنی اور ہم کی نواب کاہ کی طرف چل پڑی۔ وہ بے پاؤں سب لوگ دروازے پر پہنچے اور چابی کے سوراخ سے باری باری اندر جھانکنے لگے۔

"ارے خدا کی پٹا!" ہمیں بولی۔
"کیا ہوا کیا ہوا۔" افغان نے ہمیں کے شانے پکڑ کر اسے چابی کے سوراخ سے ہٹایا اور اندر۔ کچھ اس پر لکھی اور پھر اس نے مشکل میں روکی۔
"بات کیا ہے؟" ٹھیک لے گا۔
"اللہ کھڑا ہے اتنی کہیں گا۔" افغان نے کہا "اور صرف زیر جامہ پہنے ہوئے ہے۔"

"ہائے کرات ہوا کیا؟" افغان کراہی۔
"تمہارا کزن ہے افغان! کچھ تو خیال کرو۔" ہمیں مسکراتے ہوئے بولی۔
"اوہ ہاں۔ چلو اسے سیدھا کریں۔" افغان بولی۔
"ارے افغان! کیوں نہ اچانک اندر گھس جائیں! لڑکے جانے گا۔" ٹھیک نہیں تبیدہ لڑکی کے ذہن میں نہ جاسکتا تھا اسے شرارت گھس آئی۔
"تو تو دروازہ تو اندر بند ہے۔"

"تو تو دروازہ تو اندر بند ہے۔" تو نے کہا اور وہ بے جا ہوا۔ ایک ایک فٹ ذن سے تجوری توڑنے کی کوشش کی۔ دروازہ بے کواز مکمل سکھا ہے۔ خالوت آگے بڑھ کر۔
"تو تو کھلے۔" افغان نے سرگوشی کی اور خالوت نے دکھاوے کے لیے ایک مٹی کی بیب سے نکالی۔ وہ نہ یہ بات تو میں بھی جانتا تھا اور ٹھیک بھی کہ دروازہ ایک اشارے سے کھل سکتا تھا۔

بہر حال مکمل باہر نکل آئی اور دروازہ کھل گیا۔ تب اچانک ہم سب نے اسے زور سے دھکا دیا اور دونوں پٹ کھل گئے۔ بشید بری طرح انچھل پڑا لیکن یہ بات صرف میں

کھل سکتا تھا۔

ہی دیکھ سکتا تھا کہ خالوت نے اپنی ایک انچی اوپر کر دی تھی۔ اب اس کا تھمہ کیا تھا۔ ابھی میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ بشید کی آنکھ کھلی ہوئی تھیں۔ اس نے ہمیں دیکھ کر بھی سیدھا ہونے کی کوشش نہیں کی۔ البتہ اس کے پاؤں خالوت میں سائیکل چلانے والے انداز میں حرکت کر رہے تھے۔
"وہاں مسٹر جیم! کیا ہو رہا ہے؟" افغان نے پوچھا لیکن بشید کے منہ سے آواز نہ نکلی تھی۔ البتہ پاؤں کی حرکت تیز ہو گئی تھی۔

"میں نے کہا جی بشید بھائی! آپ بتانا اگلے ہو گئے ہیں۔" افغان پھر بولا۔
"مہم۔" مجھے سیدھا کر دیا۔ "بشید کی آواز اب بھی۔" اس کے چہرے پر بہت زیادہ دکھاوٹ نظر آ رہی تھی۔
"انکا کیا ہم نے کیا تھا؟"
"میں خود دانتا تھا۔"

"پھر سیدھے بھی خود ہو جائیے۔"
"نہیں ہو سکتا۔"
"کیوں؟"

"میں جانتا تھا۔" وہ گھبراہٹ میں سیدھا نہیں ہو سکتا۔
"اللہ کی قسم! ہم کیا کر رہے ہیں؟" افغان شانے اچکا کر بولی "تمہارے آپ کیا کر رہے تھے؟"
"بات۔" بشید نے جواب دیا۔

"جہاں اللہ! خالوت بہت پر ہاتھ پھیلا رہا ہوا۔" اور میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ بات کسی حد تک سمجھ میں آ رہی تھی۔ جیہذا اپنی مرضی سے ہوا تھا لیکن بد معاش خالوت کی موجودگی میں اپنی مرضی سے سیدھا نہیں ہو سکتا تھا اور بے اختیار میری ہنسی نکلی تھی۔
جیہذا نے اب سائیکل چاڑھا بند کر دی تھی۔ وہ اب ساکت ہم سب کی شکایتیں دیکھ رہا تھا اور اس کے چہرے پر ہر طرف کے آثار تھے۔ کئی منٹ گزر گئے تھے۔ میں نے خالوت کی طرف دیکھا۔ وہ اسی طرح بے تعلیق تھا۔
"بشید بھائی! ہمیں نے آواز دی۔"

"آئی ایم سوری لیڈیز۔ میں آپ نوک کو اتار رہی ہوں۔" آئی ایم سوری۔ "وہ بھائی! وہی آواز میں ہوا۔"

"مگر آپ سیدھے تو رہیں۔" افغان نے کہا۔
"نہیں۔" تو بھی ٹھیک ہوں۔ آج عبادت میں گز رہا ہوں۔ اب جب تک کوڑا مرضی ہو تو میں گھر آتا ہوں گا۔" جیہذا نے ایسی بے جا دہائی سے کہا کہ سب ہنس پڑے۔ میں

"خدا ہی بہتر جانتے۔ ویسے کیا اس کی بے ہوشی مسنونہ تھی؟"
 "ہرگز نہیں۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں۔" طاہرات
 بولا۔
 "تب کہہ رہے ہیں عادل بھائی تو پھر ٹھیک ہی ہو چکا لیکن آخر یہ ہے کیا کردار؟"

"میرے خیال میں کوئی ذہنی مرض۔" میں نے کہا۔
 "اور پھر امریکا جیسا ملک۔" میں نے امراتوں کو دیکھا
 کیے جاتے ہیں۔ بچے ذہنی کا ایسا ہی ہو جاتا ہے جو اپنی شخصیت
 ان لوگوں میں کھو بیٹھا۔ شمشیر الدولہ دوسری قسم کا انسان تھا
 چالاک اور بد فطرت لیکن جیشید اس سے مختلف فطرت کا
 مالک ہے۔"

"نکمر ہے خوب۔" میں نے گردن ہٹائی۔
 "میرا خیال ہے اس کی حماقتوں پر گمراہی نہیں نہ لیا
 جائے۔"
 "اور اس کے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہ کیا جائے جو
 اسے تہفیف پہنچائے۔"
 "اٹے رہی۔"

"لیکن وہ بے ہوش کیوں ہو گیا تھا؟"
 "یہ تو کوئی ڈاکٹر ہی بتا سکے گا۔" طاہرات نے شانے
 ہلاتے ہوئے کہا اور ہم کسی تینپہر نہیں پہنچ سکے۔ ہاں جیشید
 نے ہماری ہمدردیاں حاصل کر لی تھیں۔ اس کے بعد سب
 منتشر ہو گئے۔ طاہرات، شکیلہ کے کمرے میں قہقہے لگاتے تھے۔ اب
 وہ مختلف کاناؤں میں رہا تھا۔ افغانی، تصدق کے ساتھ کہیں
 چلی گئی تھی۔ میں اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ کوئی خیال ذہن
 میں نہیں تھا۔ یونہی بے خیالی کے عالم میں بیٹھا ہوا تھا کہ
 دروازے پر آہٹ سنائی دی۔

"اے عادل بھیا، حاتم میاں لاکو کی ہے؟" آواز بوا کی
 تھی۔ میں جلدی سے تنہل گیا۔
 "آئیے بوا۔ آئیے۔" میں نے کہا اور بوا کہہ رہے
 داخل ہو گئیں۔ ان کے دونوں پر مسکراہٹ تھی اور
 آنکھوں میں حیرت کے آثار۔ "دیکھیں بوا، کیسی ہیں؟" میں
 نے کہا اور بوا بیٹھ گئیں۔

"ٹھیک ہیں۔" عادل میاں کہاں گئے؟"
 "اوہ بوا! عادل تو ہیں۔ ہوں۔ آپ غالباً حاتم کی بات
 کر رہی ہیں۔" میں نے کہا۔
 "اے بوا! حیرت سے بولیں۔ مجھے گھورتی رہیں پھر کہنے
 نہیں۔" نا بیٹا، محبت کے ماروں سے مذاق نہیں کرتے۔ میا

یاد کی آنکھیں کسی ہی کمزور کیوں نہ ہو جائیں، اندازہ کو
 پہچانتے ہیں دھوکا نہیں کھاتیں۔ میں تم لوگوں کی سچی نہیں
 ہوں لیکن تم دونوں ایسے پیارے بچے ہو کہ بس اپنے ہی لگتے
 دو۔ بتاؤ یہ کیا نہیں تو نہیں کہہ دی؟"
 "نہیں بوا۔ آپ بے حد مہربان ہیں۔ میں حاتم ہی
 ہوں۔"

"اللہ زندہ سلامت رکھے۔" بوائے دل سے دعا میں
 دیر اور پھر میں ان سے دوسری باتیں کرنے لگا۔ باتوں کے
 دوران بوا بول اٹھیں۔ "لیکن چائیاں کا ماحول میری توجہ میں
 نہیں آیا۔"

"کیوں بوا؟"
 "ہاں اچھا نہیں لگے۔ تو نے کچھ بڑیاں پروخت
 ایک دوسرے میں گھسے ہی جی کرتے رہے ہیں۔ ایک سوا
 مرانی ہے جو امریکا سے آیا ہوا ہے۔ نوکر ہیں تو بڑیاں اڑ
 رہے ہیں۔"

"ارے بوا۔ وہ تصدق بہت کینہ انسان ہے۔"
 "کیوں تصدق؟"
 "وہی جو آپ کو لینے آئیں گے۔"

"ارے اس جھانڈو پھرے کی بات مت کرو۔ بڑا ہی
 کینہ ہے۔ لوگوں کی ہوشیوں کے قواسے قریب بھی نہ کھڑا
 کیا جائے۔"

"واقعی۔ اب دیکھو تمہارے بارے میں ہی کیا کتا پھر
 رہا ہے۔ وہ تو مجھے احسان نے روک دیا۔" ورنہ اسے مار
 بیٹھتا۔"

"میرے بارے میں؟" بڑی لڑچکی پر۔
 "ہاں بوا۔ جانے دو بے غیرت کو۔"

"ارے مگر کہہ کیا رہا تھا بوا پھر؟"
 "ہاں بوا، انٹی سیدھی باتیں۔ لڑکیاں تو حیران رہ
 گئیں۔"

"بتاؤ بے بیٹا۔ تجھے میری قسم بتاؤ۔" بوا اُٹھ کر
 لگتیں۔
 "ہاں یہی اسٹیشن سے آنے کی باتیں کر رہا تھا۔ کہنے لگا،
 خود تو بار بار میری ران میں نوج نوج کر بیٹھے متوجہ کر رہی
 تھیں۔ میں نے توجہ نہیں دی تو بگڑنے لگیں۔"

"ہائے میں مر رہا ہوں۔" بڑی لڑچکی سے حیرت سے کھل
 گیا۔

"کہہ رہا تھا مجھے دیکھ کر آنکھیں نیلی پائی ہیں۔" بڑی
 لڑچکی سے بول رہا تھا۔

"ارے مجھ بھل پڑے منہ پر۔ کوڑھی ہو کرے کالیا۔
 ہے کہاں سیتا پانی یاد رکھو جلد نہ بگاڑوں تو عام نہیں۔"
 بوا بڑی طرح ہنسنے لگی۔
 "ارے ارے اس قدر ناراض نہ ہو بوا؟" میں نے
 کھڑا کیا۔

"ارے ناراض نہ ہوں۔ کم ہنست پرائی ہو بیٹیوں کو
 غیب دکاتا ہے۔ ارے آؤ جانے کیا کہاں؟" بوا اُٹھ کر
 دروازے کی طرف بڑھی۔

"بوا۔ بوا۔ وہ ہے نہیں۔ افغانی بی بی کے ساتھ کہیں
 گیا ہے آجائے تو اپنا غصہ نکال لیجئے گا۔" میں نے بوا کو
 روکے ہوئے کہا۔ "آئیے بیٹھتے۔"

"ارے نہیں بیٹا۔ اب نہیں بیٹھوں گی۔ کم ہنست نے دو
 کوڑی کی عزت کر دی۔ اب کس منہ سے تمہارے سامنے
 بیٹھوں۔ اب تو جب تک دل نہیں دے دو جائے گا میں نہیں
 بیٹھوں گی۔" بوا کہتے سے کھل نکلیں اور میرے حلق میں
 ٹیکوں دیتے چل اٹھیں۔ اٹھی شامت بے چارے تصدق
 کی۔

بہر حال بوا کے جانے کے بعد میں کمرے سے باہر نہیں
 نکلا۔ کسی کو اس شرارت کے بارے میں بتانا مناسب نہیں تھا
 لیکن تقریباً پانچ گھنٹے کے بعد کا پچاس ایسا نہیں تھا کہ میں
 کمرے میں مسافر رہتا۔ بوا کی تیز آواز میں سر پر اندازہ
 بھی ہو گیا تھا کہ بی بی تصدق مر رہا ہے!

باہر نکلی کر دیکھا تو وہی صورت حال تھی جس کا میں فحش
 ہو چکا تھا۔ بوائے نے جانے کس طرح تصدق کی مائی پکڑ لی اور
 اب تصدق تاج رہا تھا اور بوا زری کے کام کی جوتی پہنا پت

بہر حال بھی
 "بیٹھ بیٹھ، ڈیل خاندان! آنکھیں بند ہو گئی ہیں کیا؟"
 عمر بھی نہیں سمجھتی تھی ماں کے برابر ہوں۔ ہائے ان
 بچوں کے سامنے مری کیسی مٹی پاؤں کی ہے۔ "بیٹھ
 بیٹھ بوائے اپنے کمرے کے ساتھ جوتیوں کا میز دکھایا اور پھر
 شام ہو گئیں۔ "ارے بوا! بیٹھتے تو کیسے؟"

تصدق کی ایسی حالت تھی کہ منہ سے آواز نہ
 نکال رہی تھی۔ اس کے تن و قوت کے آگے بوا کوئی حیثیت
 نہیں رہتی تھی لیکن اس وقت اس کی پوزیشن بڑی کمزور
 تھی۔ اچانک پائی ٹھیک سے گرہ لگ ہو گئی تھی اور وہ کافی
 تکلیف میں مبتلا تھا۔

بوا کی جوتیوں کے رخ پر وہ تاج رہا تھا۔ صورت حال تو
 کسی کو مدح نہیں تھی۔ بس یہ بندر کا تاج سب کے لیے

بوا کی جوتیوں کے رخ پر وہ تاج رہا تھا۔ صورت حال تو
 کسی کو مدح نہیں تھی۔ بس یہ بندر کا تاج سب کے لیے

دکھل تھا اور چاروں طرف سے قہقہے ابل رہے تھے۔
 صورت حال اس قدر خطرناک ہو جانے کی مجھے اس کا
 احساس نہیں تھا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ بوا کو روکنے اور یہ
 تماشا ختم کرنے کے لیے کوئی تیار نہ تھا۔ پھر تصدق کی مشکل
 قدرتی طور پر حل ہو گئی۔ نواب جلال الدین کی طرف سے
 آنکھ تھپتھپا۔

"ارے ارے بوا۔ ارے بوا۔ کیا ہو گیا؟ ارے یہ کیا
 کر رہی ہو؟ چھوڑو اسے۔" نواب جلال الدین دوڑتے ہوئے
 ان کے قریب پہنچ گئے۔ نواب صاحب کا حکم تھا اس لیے بوا
 نے مائی کو چھوڑ دی لیکن منافع کے طور پر وہ چار جوتیاں اور
 بڑا سا دیں اور پھر دو بیٹے سے منہ دھانچ کر روئے گئے تھیں۔

"جان دے دوں گی یہاں، عزت نہیں گنواؤں گی۔
 ہائے ہائے ساری عمر تمہاری ڈیوڑھی میں گزار دی۔ آؤ
 اٹھا کر مٹی کو دیکھا؟ پانچواں جوتی کاٹ دی، ابھی انکھی نہ اٹھی
 اور اب اس بڑھاپے میں ہائے اس بڑھاپے میں۔" بی بی
 نے جھٹکا میں بیٹھ کر اٹھائی اور تصدق نے چھانک لگا دی۔
 "ارے رک تو سہی مراد۔ کھانا کروں تو عام
 نہیں۔" بوا لگا لگی۔

"میں منع رہا ہوں بوا، آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہا۔"
 نواب صاحب فیصلے انداز میں بولے۔
 "نکرتے کرو میاں مگر عزت نہیں گنواؤں گی۔"

"ارے مگر کیا ہے؟" نواب صاحب جھٹکا کر رہے۔
 "اے بیٹا، پتھو۔ اسی سے پتھو میاں۔ ارے دو
 کوڑی کا کھانا ہے بیٹھ۔"

"تمہارا تو دل خراب ہو گیا ہے بوا۔ تصدق! تم میرے
 ساتھ آؤ۔" نواب صاحب بے چارے تصدق کو بازو سے
 تھام کر ایک طرف لے گئے اور بوا دو بیٹے سے منہ دھانچے
 روٹی رہیں۔ ہم سب بوا کو سمجھانے لگے۔ ویسے اصل بات
 اتنی بوا کے اور میرے درمیان ہی رہی تھی لیکن ظاہر ہے
 اس کا بھانڈا اچھوٹنے ہی والا تھا۔

سب لوگ بوا کو پکڑ کر ایک کمرے میں لے گئے۔ بوا
 اب بھی زار و قطار رو رہی تھی۔

"اللہ کے واسطے بوا! اب چپ بھی ہو جائیے۔ بتائیے تو
 سنی آخر ہو کیا؟" میں نے ناجائز اثر چھایا۔
 "نہیں بی بی۔ ہرگز نہیں۔ اللہ کے واسطے مجھے یہاں
 سے واپس بھجوا دو۔ میں اب یہاں نہیں رہ سکتی۔ اللہ مجھے
 ساتھ خیریت کے گھر بھجوا دو۔ ہائے اس دنیا کو کیا بولیں۔"

"اب آپ تصدق کو پتھو کر دنیا کی باتیں کرنے

تکس۔

"ارے چھوڑو! تمہاری اس مراد کو۔ لو اور سنو" کیا سمجھ رہے تھے؟

"اللہ تعالیٰ کی جان پر رحم کرے۔" ہمیں نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"اے!" ہوا چونک پڑی۔ تکس کی شکل دیکھتی رہیں اور پھر جو انہوں نے آسمان سر پہ اٹھایا تو یہی پہلی۔ وہ زار و تھار رو رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں "تیس دن پہلے یہ امید نہیں تھی۔ اللہ کی قسم تم سے یہ امید نہیں تھی۔ ہائے گودوں میں پروان کیا ہے، تو ترے دھوئے ہیں تمہارے اور آج یہ دن ہے تم میرے دشمنوں کی خیر مالک رہی ہو۔ ہائے تکس بیٹا۔ تم سے یہ امید نہ تھی۔ تم سے۔"

"ہوا۔ ہوا۔ ہوا۔ کیا ہو گیا ہے آپ کو۔ اب میری جان کو آگ نہیں۔" ہمیں ہلکا کر بول۔

"ارے اب کچھ ہی بوجھ ہے جب اس نے بیگنے بوجھے، تو کسی سے کہنے سے کیا فائدہ۔" ہوا دہرائی کہ پھر سب نے لاکھ پوچھا لیکن ہوا نے کسی کو کچھ نہیں بتایا۔ وہ صرف دہرائی رہیں اور سب تنک آگے پیچھے اور لطف آگیا۔ جیشید صاحب کو نہ جانے کیا سوچیں تھیں مگر آگیا۔ اس نے آدوں پہ انگلیاں پھیریں اور ہوا کی توازن کو بریک لگ گیا۔ وہ دوڑتے دوڑتے ایک دم چپ ہو گئیں اور پھر انہوں نے جلدی سے دیکھ کر سر لرزے لیا۔

ہم سب بھی ایک دم جیشید کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ "اوہ۔ سینڈ سٹین ہے۔ کیا ہوا؟" ابراہیم نے کہا ہوا؟ "اس نے ہوا۔ پوچھا۔ ہوا شاید اس کی اردو نہیں سمجھ سکی تھیں۔"

وہ ایک دم واپس کے لیے مڑیں اور افشاں بول پڑی "ارے ارے ہوا! کہاں چلی گئی؟"

"اے بیٹی میرا بھائی تھیک ہے۔ ایسا باتیں دیکھی نہ سنیں۔ اسے ایک سے ایک بدحواسی ہے اس گھر میں۔ یہ ہوا مرانی کیا کہی ہے کہ ہے۔"

"تم پھر اس کو مرانی دنا پڑا عورت۔" جیشید پر ایمان کر بولا۔

"کیا کیا کہا تو نے؟ پانی عورت! ہوا کو نہ آتیا۔"

"تم میرے کو پرانی بول؟" جیشید نے ہنسی بھری نظر سے "ارے۔ مرانی بھانڈا اور نہ جانے کیا کیا۔" ہوا نے بھی ہنسی بھری نظر سے کہا۔

"ہوا۔ ہوا۔ اب بھی آپ کو کچھ نہ کہوں، بڑی ماں سنیں کی تو کیا کہیں گی۔ جیشید صاحب ان کے پیچھے ہیں۔" ہمیں نے کہا اور ہوا کی آنکھیں ایک دم پھیل گئیں۔ "اے! یہ؟"

"تو اور کیا۔ آپ سمجھتی تھیں نہیں۔ جودل چاہتا ہے بولتی چلی جاتی ہیں۔"

"اور لو! کچھ کیا معلوم تھا۔ اے ہمیں مگر یہ کیسے پتہ ہے؟" ہوا ہانک پر انگلی رکھ کر کہتی تھی۔

"لیں جیشید صاحب ہائے فکار ہیں۔" ہمیں نے کہا۔

"خدا انہی کہوں بابا۔ برا مانا تو کیا جانتا تھا۔ آج نہیں اس لوٹنے کی بھی، ابھی نہیں ہیں۔" ہوا نے کہا۔

"افشاں۔ مانی کزن۔ جیشید میرے کو بتا رہے ہیں۔ جیشید کیا ہوتا؟"

"بہت برا ہوتا۔" خالوت ٹھنڈی سانس لے رہی تھی۔

"اور پھر عورت۔ تم میرے، مرانی بول رہی تھیں۔" ہوا نے کہا۔

ہوا نے کہا۔ "جیشید نے جیب سے ایک بڑا چاقو نکالا اور ہوا نے ایک لمبی چھانک لگائی۔ اس عمر میں اتنی بھڑکی سے دوڑنا بوجھ تھا۔ جیشید ایک بجلی دے کر روک گیا تھا۔

ہوا اتنی تیزی سے دوڑی تھیں کہ ان کی تن میں ٹکاؤں سے قائب ہو گئیں۔ البتہ جب ہم جیشید کی طرف مڑے تو وہ انتہائی انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"میرے کو بتانا ہوا! ابراہیم عورت بہت اچھا لگتا۔" وہ شرابے ہوئے انداز میں بولا۔

"جہان اللہ! اسان نے کئی سانس لے کر کہا۔

"بائی کوڑ۔" معلوم ہوا کہ انہوں نے جیشید مرانی جاکر پڑا۔

جیشید نے پھر کہا۔ "اور حضور نے یہ چاقو کس خوشی میں نکالا تھا؟" خالوت نے پوچھا۔

"ہمیں اس کو بھانڈے دیکھا تھا تھا۔"

"لیکن باب! یہ مرکا نہیں ہے۔"

"ہاں نہیں ہے۔ ہم جانتا تھا۔"

"اور اس ساڑ کا چاقو جہان میں جرم ہے۔"

"ہاں تو۔ اتنی نو۔ مگر یہ فحش ہے۔ دیکھو اصل کا ہانک مگر فحش۔" جیشید نے چاقو ہمارے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ درحقیقت دو ٹواٹے ہانک تھا۔ سب کی ٹیپ کیفیت تھی۔

ان لوگوں کے لئے جو بصورت کامیابی کے شوقین ہیں

ہزاروں دلوں کی دھڑکن

حی الدین زب

کی خوبصورت کامیابیوں کے تین دکش مجموعے

8 بہترین

کامیابیوں کا مجموعہ

قیمت - 100/- روپے ڈاکٹج - 25/- روپے

ایمان کا سفر

10 خوبصورت

کامیابیوں کا مجموعہ

قیمت - 150/- روپے ڈاکٹج - 25/- روپے

آدھا چہرہ

پہلا طویل

معاشرتی ناول

قیمت - 250/- روپے ڈاکٹج - 25/- روپے

کمپیوٹر رائٹنگ کی کتابیں دکش طباعت مضبوط جلد

تین کتابوں کے لئے ایک ہی قیمت

تین کتابیں ایک ساتھ خریدیں: ڈاکٹج - 450/- روپے بذریعہ آرڈرنگل ارسال کریں

کتابیات پبلکیشنز

23 بکس

کراچی 74200

فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802554

Kitublat1970@yahoo.com

کبھی نہیں رہے تھے، کبھی سنجیدہ ہو جاتے تھے۔
"خوب چڑا گھر بنایا ہے افشاں صاحب۔" احسان ہنستے ہوئے بولا۔

"ایمان سے بتائیے احسان بھائی مزہ نہیں آ رہا۔" افشاں کی آنکھوں میں ہنستے ہنستے آنسو آگئے تھے۔
"بے حد۔"

"ارے آئیے اس بے چارے کی حالت تو دیکھیں۔" "تصدق کی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" افشاں نے جواب دیا اور ہم تصدق کی تلاش میں چل پڑے۔ تصدق، ثواب جلال الدین کے کمرے میں ملا۔ عجیب سی شکل بنائے بیٹھا تھا اور ثواب صاحب اسے سمجھا رہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر وہ سنبھل گئے۔
"بھئی کیا قصہ تھا؟ تم ہی کچھ بتاؤ۔"

"پتہ نہیں ابو۔ تصدق صاحب کیا جانتے ہیں؟" ہمیں نے کہا۔

"اس بے چارے کو کچھ نہیں معلوم ہوا ہے اسے کیوں بار؟" ثواب صاحب بولے۔

"کمال ہے! ادھر ہوا کچھ نہیں جانتیں۔" "ہوا کتنی ضعیف ہو گئی ہیں۔ مجھے ان کی دماغی صحت پر بھی شبہ ہونے لگا ہے۔ تم انہیں سمجھا دو سیکس! ورنہ مجھے ان کے ساتھ سخت سلوک کرنا پڑے گا۔ آئی ایم سوری تصدق! تم اس بات کو ٹال دو۔"

"میں اب یہاں کس منہ سے رزوں کا جناب! میں شرمندہ ہوں۔ مجھے معاف کریں۔ اب میں یہاں نہیں رہوں گا۔"

"میں ایک بار تصدق ڈیرے میری وجہ سے معاف کر دو۔ سیکس! ابو! کو میرے پاس پہنچ دو بلکہ اسی وقت بلاؤ۔" ثواب صاحب نے کہا۔

"میں بلا کر لاتی ہوں۔" ہمیں نے کہا۔

"نہیں براہ کرم رہتے رہیں۔ میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔" تصدق نے گھبرا کر اسے بولے کہا اور پھر وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔ ثواب صاحب نے اسے نہیں روکا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولے۔

"کوئی تھپلا ضرور ہے۔ تصدق خود بھی ہوا کے ساتھ نہیں دکانا چاہتا۔ بہر حال، ہوا کو اس حد تک نہیں جانا چاہیے تھا۔ بھئی تم میں سے تو کسی نے شرارت نہیں کی ہے؟" ثواب صاحب مسکرا کر بولے لیکن کسی نے کوئی جواب نہیں دیا پھر سب ثواب صاحب کے کمرے سے نکل آئے۔ پورا

دن دلچسپ ہنگاموں میں گزرا تھا۔ رات کو میں اور طاہرات تھماہوئے تو طاہرات نے پوچھی۔
"یہ بڑی بی بی نے تصدق کی اس قدر پٹائی کیوں کر ڈالی؟" سمجھ میں نہیں آیا؟"

"گمز بڑی دماغی تھی طاہرات۔" میں نے کہا۔
"کیا مطلب؟"

"اور میں نے طاہرات کو تفصیل بتادی۔ طاہرات خوب ہنسا تھا۔" خیر کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن تم نے مجھے بھی نہیں بتایا تھا جو کوئی کارروائی کر لیں۔" میں نے بتا دیتیں تو؟"

"ہاں یاد میری تو رزوں میں تھی۔" میں نے کان پکڑتے ہوئے کہا۔

"مگر عارف۔ یہ جوشیدہ دن میں انکار کیا ہے۔" "کیا مطلب؟"

"اس آدمی کے بارے میں فیملہ کر دے۔" "میں نہیں سمجھا طاہرات؟"

"یہ کیا شے ہے؟" "کوئی دماغی کیس۔" میں نے جواب دیا۔

"نہ جانے کیوں عارف۔ بعض اوقات یہ عجیب سے کانی ذہن لگتا ہے۔" طاہرات پر خیالی انداز میں بولا۔

"ذہن! میں نہیں پڑا۔" "نہو نہیں۔ کیا اس کی کیفیت میں ایک انوکھا پن نہیں محسوس ہوتا؟"

"مگر کیسا انوکھا پن میری جان۔ میں تو نہیں تلاش کر پایا۔"

"میں دل اندر سے کہتا ہے کوئی بڑا ضرور ہے۔ اس کی آنکھوں سے شوقی چمکتی ہے اور اس کی حرکتوں میں ایک باقاعدہ سی شرارت ہوتی ہے اگر وہ بے حد چاناک اور مضبوط اعصاب کا مالک نہیں ہے تو پھر میرے لیے بہت عجیب ہے۔"

"چاناک؟ مضبوط اعصاب کا مالک؟"

"ہاں۔ وہ الٹا کھڑا تھا۔ میں نے اسے متعلق کر دیا لیکن وہ صرف چند سینکڑاں اضطراب میں مبتلا رہا اور پھر سکون ہو گیا۔

معدولی بات نہیں تھی عارف! اس حیرت انگیز بات پر اسے پریشان ہو جانا چاہیے تھا۔"

"لیکن طاہرات اس طرح پر سکون ہو جانا اس کے ذہنی عدم توازن کی دلیل بھی ہو سکتی ہے۔ تم مشکل نانے والا واقعہ بھول گئے ہو؟"

"نہیں۔ میں نہیں بھولا۔ میں نے اس کے پورا پن اتار

دیا تھا لیکن وہ بے ہوش ہی تھا اور اسی بات پر میں نے اسے معصوم قرار دے دیا تھا۔"

"پھر؟ اور کوئی بات ہوئی؟"

"ہاں!" "کیا؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"چاقو ڈالی بات۔ تمہاری شرارت سے بڑی بی بی نے تصدق کی پٹائی کی اور تمہارا کوئی جوشیدہ کے سلسلے میں بھی کوئی شرارت کر سکا تھا لیکن اب بڑی بی بی کی بہت نہیں پڑ سکتی کہ وہ جوشیدہ کے ساتھ کوئی برا سلوک کریں۔"

"اوہ! تم بہت گمراہی میں سوچ رہے ہو طاہرات۔"

"ہاں۔ میرا خیال تھا۔"

"بظاہر ایسی بات نظر نہیں آتی لیکن اگر کوئی گمز بڑے تو بہر حال ہم سے کہاں پھپھکے گا وہ۔"

"اہ۔ ٹھیک ہے۔ میں نے سوچا تھا لیکن پن والی بات مصنوعی نہیں تھی۔" طاہرات نے کہا۔

"یقیناً۔ اس کے بدن میں جیش بھی نہیں ہوئی تھی۔" "بہر حال چھوڑ دو۔ ویسے تو یہ صاحب کی کوئی ایک دم دلچسپ تقریرات کا مرکز بن گئی ہے لیکن اس کے باوجود بھائی شہرہ خور نظر انداز کرنا مناسب نہیں ہو گا۔"

"اوہ! ہاں۔ اب کیا پروگرام ہے؟" میں نے کہا۔

"کا رو بار۔ میں چاہتا ہوں کہ آئندہ چند روز میں کام شروع ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ عمارت میں کام مکمل ہو گیا؟"

"نہیں میں کون سی دیر لے گی۔ میرا خیال ہے کام مکمل ہو جائے گا۔" طاہرات نے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔

تک ہم بڑی بی بی کے تصدق کے معاملے پر ہنستے رہے پھر طاہرات نے موضوع بدلا۔ "اب تم افشاں کی بات سناؤ۔"

"افشاں! میں نے تمہاری سانس لی۔"

"ہاں۔ میری آنکھوں پر نہیں ہے۔ بات بہت آگے ہو رہی ہے۔" طاہرات نے مسکراتے ہوئے بولا۔

"میں اس سے انکار نہیں کروں گا طاہرات! بات واقعی بہت آگے ہو گئی ہے۔ تم نہیں کرو بعض اوقات تو میں پریشان ہونے لگتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"کیوں؟ پریشانی کی کیا بات ہے؟" طاہرات نے چونک کر پوچھا۔

"بہت سی باتیں طاہرات! جو تم نے حق دوستی کی انتہا کر دی ہے، یعنی اپنے ہی شہر میں، میں سرخ رو ہو گیا ہوں۔ اب میرے وطن والوں کو بخیر یہ شبہ نہیں رہا ہے اور میں

باغزت لوگوں میں شمار ہونے لگا ہوں لیکن ضمیر کبھی کبھی حقیقت کا احساس دلاتا ہے۔ اس وقت سوچنے لگتا ہوں کہ اگر کبھی لوگوں کے سامنے حقیقت کھل گئی تو کیا ہو گا؟"

"خود کشی کر لیتا، کون سی بڑی بات ہے۔" طاہرات نے بڑے سکون سے کہا۔

"اے! میرے منہ سے حیرت زدہ آواز نکلی۔"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔ "بات مکمل جائے تو کچھ ہی ہسپتال دیکھ کر کوئی مار لیتا۔"

"طاہرات! تمہیں تم مذاق کر رہے ہو لیکن۔"

"اچھی گفت ہے مذاق کرنے والے پر۔ عارف! تم درحقیقت ایک بزدل انسان ہو۔ مستقبل کے موسموں میں

پھنسنے رہنے والے اور ایسے لوگ زیادہ دانش مند نہیں ہوتے۔ مستقبل کی فکر میں ہم اپنا حال خراب کرتے رہتے ہیں۔ احمق انسان اس وقت تمہارے سر پر کون سوار ہے؟

چاروں طرف سے ہر سکون ہو۔ اب اور کیا چاہتے ہو۔"

"اوہ! طاہرات! میں ضمیر کی بات کر رہا ہوں۔ دیکھو نا! افشاں نے ہمارے والدین کے بارے میں سوال کر لیا اور

مجھے چوڑے جھوٹ بولنے پڑے۔ نہ جانے آئندہ بھی کتنے جھوٹ بولنے پڑیں گے۔"

"اور جناب بس دلی ہو جانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ کیوں؟" طاہرات نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"دلی تو نہیں لیکن۔"

"آخری بار مشورہ دے رہا ہوں عارف! خدا کی قسم آئندہ اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ تم غور نہیں کرتے۔

تمہاری یہ باتیں میری براہ راست توہین کے مترادف ہوتی ہیں۔ گویا میں ایسا ہی بے وسیلہ انسان ہوں کہ ایک دنیاوی انسان کے لیے کوئی نفوس اور مضبوط کام نہیں کر سکا اور

رسی تمہارے ضمیر کی بات تو تم مجھے بتاؤ! کسی دور میں تم نے کلر کی کرنے کے بارے میں کیوں سوچا تھا۔ کیسی زندگی گزار

رہے تھے تم آخر کیوں؟ تنہا ذات کے مالک تھے زندگی کی ابتدا کسی عمدہ سے ڈاکے سے کیوں نہ کی۔ وہی باتیں ہوتیں یا تو پکڑے جاتے اور ایک لمبی سزا ہوتی یا پھر۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو طاہرات۔" میں نے متغزل سی آواز میں کہا۔

"حالات نے تمہیں اس طرف دھکیلا تھا اس لیے ضمیر کی تکلیف کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"یا طاہرات! تم درحقیقت عمدہ دوست ہو۔"

افشاں کا ذکر کر لیا جانتے ہیں تو اس میں کامیاب نہیں ہوں گے، بے فکر رہیں۔" طاہرات نے کہا اور میں ہنس پڑا۔
 "نہیں میری جان، میں اس کا ذکر کر رہی ہوں کہ اس کا تم سے نہیں کھولوں گا۔
 تم سے نہیں کہوں گا تو کس سے کہوں گا اس کی بات۔"
 "تو پھر کھڑا لے لے۔" طاہرات نے مسخرے پن سے کہا۔
 "یار۔ یہ لو کی بڑی ہراسہ تو توں کی مانگ ہے۔"
 "ہاشا! اللہ! اجرات نہ اس کا نام؟"
 "میں طاہرات! مذاق نہیں۔ بے حد باہمت ہے۔
 انتہائی محسوس کردار کی مالک۔ یقین کرو ان ملاقات میں نہیں بزدل انسان نہیں ہوں۔ شیکر کے ساتھ گزارا، دوئی زندگی تمہارے علم میں ہے۔ اس کے علاوہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ بہت سی عورتیں میری زندگی میں تھیں ہیں لیکن افشاں ان میں سب سے اعلیٰ ہے۔"
 "تو نے بیان اللہ! ایکوں نہ ہو میری راج نہیں کی ہم شکل ہے۔" طاہرات نے مسخرے پن سے کہا۔
 "وہ مکمل کرید ان میں جتنی ہے۔" میں نے افشاں کی بات والی ملاقات اور اس کی گفتگو کی تفصیل طاہرات کو بتائی اور طاہرات بڑی دلچسپی سے سنتا رہا۔ میرے خاموش ہونے کے بعد اس نے کہا۔
 "میرا بھی اس لو کی کے بارے میں یہی خیال تھا۔ وہ صاحب کردار ہے۔ پس عارف کسی مناسب وقت اس کے سامنے میں کام بوجہ چاہیے۔ میں اسے اپنی بھائی بنانے کے لیے بے چین ہوں۔"
 "میں من و مہر سے بے اختیار کرنا ہو گیا۔"
 "ہاں! یہی اور پھر تم اپنے پیروں پر تو کھڑے ہو جاؤ۔ چار پیسے تو لکھو۔ اس کے بعد ہی سارے کام ہو سکیں گے۔"
 "طاہرات نے بوجھوں کے سے انداز میں کہا اور میں ہنس پڑا۔
 "جتنی بات نہیں۔" طاہرات بڑا "میں خجندیہ سے جلد از جلد اپنا کام شروع کرنا چاہتا ہے۔"
 "تو میں نے کب سنتا تھا۔"
 "میں کل ضروری ہدایات جاری کر دیں گے۔"
 "کام تانوں کا بھی ہو گا؟"
 "سو فیصد۔ ویسے، واسم نے پوری دنیا میں آواز دے ڈالے ہیں۔ مال جتنے والا ہو گا۔"
 "تم شیر الدوا کی چٹنی؟"
 "ہاں۔ مقابلہ تو اسی سے ہے۔"
 "بے چارہ۔" میں نے کہا۔
 "بے چارہ۔" طاہرات آٹھیں اٹھ کر بولا۔ "بے اسے"

تو ایسی جگہ مارا جائے جہاں پانی بھی نہ ہو۔ ہاں ایک خیال میرے ذہن میں آیا ہے۔"
 "یہ کیا؟"
 "کیوں نہ ہم خیر صاحب سے کہہ کر تصدیق کو مانگ لیں؟"
 "کیا مطلب؟"
 "کام کا تو یہی ہے پار اور پھر اس کے ساتھ زیادتی بھی ہوئی ہے۔ اس کی مثالی اس کی حیثیت بدل کر کی جاسکتی ہے۔"
 "مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"
 "اکل بات کر لیں گے۔" طاہرات نے کہا اور سامنے کے لیے کھڑی ہو گئی۔
 "اے مسز! ایسے نہیں سنے دو۔" میں نے کہا۔
 "کیا مطلب؟"
 "دو عالمی کارروائی، مجھے خلیفہ کے بارے میں خبر ہے۔"
 "اے اپنے راج نہیں کی کیا بات ہے؟" میں نے کہا۔
 "یک جاں دو قاتل ہو چکے ہیں۔ ذہنی طور پر ہم نے اسے دوسرے کو پوری طرح بھول کر لیا ہے۔ مذہبی طور پر بھی ہو جائیں گے۔ پس وہ لوگوں کو ہمارے گردوں۔"
 "بڑی خوشی ہوئی ہے طاہرات یہ سب ہو سوچ کر۔"
 "میں اب تم اپنی افشاں کو اور میں اپنی راج نہیں کو آنکھوں میں بھا کر مہیاں، میں طاہرات ہو گی۔" طاہرات نے کہا اور آٹھیں بند کر لیں۔ میں نے بھی مستقبل کے خواب آنکھوں میں سجائے اور سو گیا۔ دوسری صبح حسب معمول خوشگوار تھی۔ خیر صاحب کی عظیم الشان کوٹھی چاروں طرف مرکز تھی۔ اسے سارے لوگ قن ہوئے تھے جس قدر بھی دلچسپیاں تو تھیں کم تھیں۔ خاص طور سے بوا اور جیشہ۔ جیشہ آج نہایت خجندیہ تھا اور لائف کی بات ہے کہ اس کا شمار بھی قن ٹانٹے کے کمرے میں اس کے ساتھ نہیں تھا۔ اس بارے میں تو اب ہائل الدین نے پوچھ ہی لیا۔
 "جیشہ! میں! تمہارا شمار کہاں ہے؟"
 "کمرے میں چھوڑ دیا۔" میں نے انھیں۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ اوپر میرے کمرے کا کوئی کارڈ نہیں ہائے۔ آپ لوگ میرے کمرے کو مٹاؤ۔ بولو۔ میزک سے بہت دور ہے۔"
 "ہاں۔ یہ تو حقیقت ہے۔ ہم کمرے میں کھونے کے مادی نہیں ہیں۔" تو اب صاحب ہو گئے۔
 "اوہ! انھیں۔ کمرے کا منسلک مت کرو۔ مگر آسمان سے آتے ہیں۔" میں نے کہا۔
 "اے طاہرات! آٹھیں اٹھ کر بولا۔" بے اسے

رشتہ پر اور راست روح سے دو تہا ہے مگر آپ چھوڑو۔"
 "تم نے کسی دن کھانا بنایا بھی تو نہیں ہے۔" تو اب صاحب ہو گئے۔
 "کیا شائے اکل۔ جب تک کارڈاں نہ ہو کیا فائدہ؟"
 "میرا خیال ہے آج شام کو جیشہ بھائی سے کھانا بنا جائے۔" افشاں نے کہا۔
 "ہاں! یہی دیکھیں تو شاداب نے بیٹے کو کیا فن دیا ہے۔" تو اب صاحب ہو گئے اور بڑی ماں نے ٹانٹے سے ہاتھ روک لیا۔ انہوں نے خاموشی نگاہوں سے شوہر کو دیکھا اور اچانک ہی خیر صاحب کو احساس ہو گیا۔ وہ پوچھا۔
 "لیکن براہ راست بیگم کو مخاطب کرنے کے بجائے انہوں نے دوسرے طریقے سے۔ حائل ہوا کرنا چاہا۔"
 "جیشہ! میں! تم نے ہاتھ کہاں تک بیٹے؟"
 "جہاں تک چڑھا جا سکا۔ انھیں مگر مجھے میزک سے عشق تھا۔"
 "اچھی بات ہے بیٹے لیکن عملی زندگی بھی ضروری ہے۔ ابھی تک تم نے عملی زندگی کے لیے کیا کیا؟ مستقبل میں کیا کرنے کا ارادہ ہے؟" خیر صاحب گھبرا گئے تھے اور چور کاہوں سے بیگم کو دیکھ رہے تھے۔
 "زندگی کسی کے لیے کیا کرتا ہے؟ اکل! جو زندگی کے لیے کچھ کیا جائے۔ مجھے اس بے وقافتے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" جیشہ نے جواب دیا اور اس انوکھے جواب پر سب حائل ہو گئے۔
 "تو اب کیا نوب! اپنی کیا مطلب ہے تمہارا؟" تو اب حائل ہو گئے۔
 "میں کب بات نہیں مانگ۔ زندگی کسی کا نام نہیں! پھر زندگی کا کیا کیا ہو جائے۔ آپ میرا مطلب سمجھو۔ انھیں۔ جب یہ بیگم نے آنا ہے اپنی مرضی سے جانا ہے تو پھر ہم ان سے بات کریں گے۔"
 "لیکن اس کے بعد تو تم اس کے لیے اہتمام کرتے ہو۔" خیر صاحب نے کہا۔ جیشہ نے ایک پلٹ بڑی ماں کی طرف پوچھا۔
 "بیگم! آپ نے یہ تو کیا ہی نہیں۔" اور ان کی گفتگو نے بڑی ماں کو کسی قدر مطمئن کر دیا تھا اس لیے انہوں نے انکار نہ کیا۔
 "اہتمام نہیں اکل! اس کے لیے کدوئی ہو لو۔ دیکھو۔ ہم اس کے لیے کچھ نہیں کیا۔ ہم پیٹ بھرتا۔ بے شمار جاتا ہے اور مست ہو جاتا ہے۔"

"انوکھی سطق ہے! واٹھ! اذہن کو ابھا دینے والا۔" تو اب الدین ہو گئے۔
 "بہر حال بیٹے! تمہارا خیال درست ہے لیکن پھر بھی سانسوں کو خراج دینا ہوتا ہے۔ پورے ہنگامہ مغرب زندگی سے بھنگ رہا ہے۔ وہ حقیقتوں کی خفاش میں گمراہی کی طرف بار بار ہے۔ تم مشرق کے بیٹے ہو۔ وہاں وہ کبھی اپنی تہذیب کا خیال رکھو۔" خیر صاحب ہو گئے اور جیشہ کھانا پڑا۔
 "جیشہ! ختم ہو گیا اور سب ٹانٹے کے کمرے سے اٹھ گئے۔ تب میں نے خیر صاحب سے کہا۔ "خیر صاحب! آج ہم لوگ اپنے شوہر کو کاجازہ لینا چاہتے ہیں۔ میرا خیال ہے ہمارا کام مکمل ہو چکا ہے۔"
 "اور۔" ساٹھ میاں! واقعی آپ لوگ اس معاملہ میں اس قدر متنبہ ہیں؟"
 "ہاں! اکل! ہم کام شروع کر چکے ہیں۔ بہت سے ممالک کو تانوں کا راز بھی دیا جا چکا ہے۔"
 "کمال ہے اور یہ کام تم کس وقت کرتے ہو؟"
 "فی الحال تو ہمارے چند کارندے یہ کام کر رہے ہیں۔ اب ہم بھی توجہ دیں گے لیکن آپ سے ایک درخواست ہے۔"
 "ہاں! ہاں! کو۔ میں بھی پورے طور سے تمہارے کام میں مددگار ہوں۔ میرے سپرد بھی کوئی نہ مت کرو۔"
 "میں آپ کی سرپرستی کی ضرورت ہوگی۔ فی الحال اگر پسند کریں تو تصدیق نہیں دے دیں۔"
 "تصدیق! خیر صاحب! مجھ سے ہو گئے۔"
 "ہاں۔ ہم اسے انتظامی امور سونپیں گے۔"
 "اگر وہ تیار ہو تو ہمیں اعتراض نہیں ہے۔"
 "میں بات کر لوں گا۔" میں نے کہا اور خیر صاحب نے گردن ہلا دی۔
 "پھر ہم نے تصدیق کو پکڑ لیا۔ بے چارے کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ میں اور طاہرات اسے اسے کمرے میں لے گئے۔ کیا بات ہے تصدیق کافی ست نظر آ رہی ہے؟"
 "بہر حال! میں! ساٹھ صاحب!"
 "کیوں؟"
 "میں یہ احساس ہونے لگا ہے کہ میں پیدا ہی دو سروں کے جوئے کمانے کے لیے ہوا ہوں۔"
 "خلا احساسات کو ذہن میں کیوں لگا دیتے ہو؟"
 "اس لیے کہ عمل ماننے آتا رہتا ہے۔"
 "ہوا یوں بھی بزرگ ہیں پڑ چڑی ہیں۔ تمہاری عزت

کم نہیں ہوگی۔
"بات صرف ان کی نہیں ہے۔"
"پھر؟"

"آپ ہی بتائیں میرا کیا مستقبل ہے؟"
"بڑا بگڑے؟" میں نے پوچھا۔
"چاہتا تو کیسی ہوں۔"

"کاروباری صلاحیتیں رکھتے ہو؟"
"پیدا کر سکتا ہوں۔ آج تک موقع ہی نہیں مل سکا۔"
"ہم ایک فرم کھول رہے ہیں تم پسند کرو تو اس کے
نظم بن جاؤ۔ ابتدائی تنخواہ تین ہزار روپے ماہوار اور منافع
بھی دو فیصد۔ میرا خیال ہے بھاری رقم بن جائے گی۔"
ظالوت نے کہا۔
"بھلا میری حسرتوں کو اجاگر نہ کریں۔" تصدق درود سے
ہوا۔

"پانچ سال کا معاہدہ ایک کار اور رہائش مفت۔"
ظالوت ہوا۔

"عارف صاحب! میں درخواست کرتا ہوں کہ۔"
"کچن کی طرف سے ذرا تیز رہیں۔ شادی کو گے تو ایک
لاکھ روپیہ ملے گا اور تنخواہ میں دو ہزار کا اضافہ کر دیا جائے
گا۔" ظالوت پھر ہوا اور تصدق ہاتھ لی کر رہ گیا۔

"بولو منظور؟" میں نے کہا۔
"صاف بھائی! آپ سمجھ۔" تصدق نے پھینکی سی ہنسی
سے کہا۔

"سنو بہن کر رہے ہیں تم سے کیوں؟" میں نے آنکھیں
نکال کر کہا۔

"کیا یہ حقیقت ہو سکتی ہے؟"
"تم اس کے لیے تیار ہو؟"
"مجھے اور کیا چاہیے۔" تصدق نے کہا۔
"گویا تم تیار ہو؟"

"جی ہاں!"
"تب تمہیں نئی ملازمت مبارک ہو۔ چلو تیار ہو جاؤ۔
تھوڑی دیر کے بعد ہم ملیں گے۔"
"کہاں؟"

"ہمارا شوروم تیار ہو رہا ہے اس کا جائزہ لیں گے۔ کام
تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ بس کل سے باقاعدہ کام شروع کر دو۔"
تصدق کی آنکھوں میں شگفتگی کے آثار تھے۔ ہر حال وہ
کردن پا کر چلا گیا اور ہم دونوں پر خیال انداز میں اس کی
طرف دیکھنے لگے۔

"کاروبار شروع کرنے کے بعد ہمیں یہاں سے رہائش
بھی بدلنا ہوگی" آخر تو یہ صاحب کے مہمان کب تک رہیں
گے۔" ظالوت ہوا۔

"ہاں۔ میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"
"پتہ مترو ہو؟" ظالوت مسکرایا۔
"نہیں!"

"یاروں سے جھوٹ! ظالوت شرارت سے ہوا۔
"نہیں ظالوت! تم سے جھوٹ کیا بولوں گا۔ افشاں سے
دور ہونے کا کچھ ہوگا۔"

"دن رات بیس گزاریں گے پھر اس میں بھی
زیادہ وقت تو نہیں لگے گا۔ دیئے ہوئے پالا تھا افشاں سے شادی
سے پہلے تمہیں یہاں سے جانا پڑے گا۔"

"ہاں۔ ظاہر ہے۔"
"ویسے! میں خوش نصیب ہیں۔" ظالوت ہنسنے لگا ہوا
"اپنی راج ہنس کو ساتھ ہی لے جائیں گے اور ان سے
بعد۔"

"تم تو ہر لحاظ سے ہی خوش نصیب ہو ظالوت!"
"اور تم؟"

"ہاں تمہارے نصیبوں کے ساتھ جراثیم اپنے نصیب
میں بھی داخل ہو چکے ہیں۔ اب کیا پروگرام ہے؟"

"میں تصدق آجائے چلتے ہیں۔" ظالوت نے کہا اور
میں نے گردن ہلا دی۔ تصدق تیار ہو کر آیا۔ اس کی نگاہوں
میں اب بھی ایسے ہی تاثرات تھے جیسے ہم ایک زوردار قہقہہ
لگائیں گے اور بات ختم کریں گے لیکن ہم نے اس بات پر
کچھ نہ کہنا۔ زور خاموشی سے باہر نکلتے آئے اور پھر خاموشی سے
ہی ہم نے شوروم تک کا سفر کیا۔

"مکرم الشان عمارت بھی ابھی تک ہم نے فرم کے نام
کا پورہ نہیں لگایا تھا لیکن عمارت پوری طرح مکمل ہو گئی
تھی۔ مکرم الشان آئینے اور ان کے پیچھے ہاتھی دانت کے
باریک کام کی دیواریں۔ ڈیکوریشن کی ایسی ایسی ٹیاب چیزیں
کہ دیکھ کر آنکھیں مکمل جاگیں۔ پوری عمارت ایر کنڈیشنڈ
تھی۔ کام کرنے والوں نے ہمارا استقبال کیا۔ چیکے دار موجود
تھا۔

"کیا کیفیت ہے؟"
"سارا کام مکمل ہے جناب۔ ابھی ابھی الیکٹریکل
ڈیکوریشن والے آئے تھے تھوڑی دیر کے بعد وہ کام شروع
کر دیں گے۔ صرف شینڈلنگ رہ گئی ہے۔ وہ شام تک ہو جائے
گی۔ میں نے پوری صفائی کرا دی ہے۔"

"آؤ۔" ظالوت نے کہا اور ہم چلے دار کے ساتھ
عمارت کے مختلف حصے دیکھنے لگے۔ کیا بات تھی اس عمارت
کی۔ ڈائریکٹر کے لیے دو دفتر بنایا گیا تھا اس میں فرنچیز تک
آ گیا تھا۔ بلاشبہ ظالوت نے ایسی عمارت بنادی تھی کہ پورے
شہر میں اس کا ثانی ناممکن تھا۔ تصدق کی تو خیر بات ہی کیا تھی
میں بھی ششدر تھا۔

"اس کے بعد جو تبدیلیاں تم پسند کرو۔" ظالوت نے
کہا۔

"تبدیلیوں کی کیا گنجائش ہے ظالوت!" میں نے آہستہ
سے کہا اور ظالوت کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"تمہارے شایان شان ہے میرے دوست؟" ظالوت
نے پیار سے پوچھا۔

"میں روپڑوں کا ظالوت۔" میں نے جذباتی انداز میں
کہا۔

"ارے میری جان۔ تمہارے لیے تو میں نہ جانے کیا
جذبات رکھتا ہوں۔ یہ تو میری جوتیوں کی خاک کے برابر بھی
نہیں ہے۔ بس مجھے پسند آ گیا میری محنت وصول ہو گئی۔"

"تمہیک سے تمہیکدار۔ تم اپنے حسابات بٹاؤ۔ ہم یہاں
موجود ہیں اور انجلی کر کے ملیں گے۔" ظالوت نے کہا اور ہم
سایا بار اپنے شان دار آفس کی کرسیوں پر بیٹھے۔ ظالوت نے
خصوصی طور پر مجھے پرہیزگار کرسی کی طرف کی تھی۔ تصدق
بھی تک حواس میں نہیں آیا تھا۔

تب ہم نے اسے مخاطب کیا "کیا خیال ہے تصدق!
میں نے یہاں بھی خامی نظر آئے تو بتاؤ۔"

"میں کیا عرض کروں جناب؟" تصدق پھنسی
پڑی اور ہنسنے لگا۔

"میں نے دیکھا ہے داری بھی لو تصدق! فرم کے پہلے کارکن
کی حیثیت کو نہیں سمجھتے ہو۔ تمہارے کندھوں پر پوری پوری
ذمہ داری ہے۔"

"میں اتنی محنت کروں گا جناب جو آپ کے تصور میں
بھی نہیں ہوگی۔" تصدق زور سے آواز میں ہوا۔
"انسان کی حیثیت سے جتنا کام کر سکتے ہو۔ کو۔ ہمیں
اشاف کی فہرست بنانا ہے اور اس کے بعد تم اشاف بھرتی کر
گے۔"

"جی ستر! تصدق نے جواب دیا اور پھر اس کے چہرے پر
کسی قدر ہچکچاہٹ پھیل گئی۔
"کیوں تصدق! کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

"جی!"

"کیا بات ہے؟"
"تو یہ صاحب اس مسئلے میں اجازت دے دیں گے؟"
"تمہارے بارے میں؟"
"ہاں۔"

"ان سے اجازت لے لی جائے گی تم فکر مت کرو۔
کاروبار کی نوعیت سمجھ لو۔ فی الحال ہم دنیا کے بہت سے
ممالک سے تالین در آمد کر رہے ہیں لیکن بہت جلد ماہرین کی
تعمرائی میں اپنے کارخانے لگوا دیں گے۔ ساتھ ہی کشمیر
ایجنڈ ہے ہمارا مقابلہ اس سے ہے۔ ملک بھر کی کمپنیوں
تعمرائی فرموں، بیکنوں، سفارت خانوں اور ایسی تمام جگہوں پر
ہمارے ڈیزائنوں کی کتا ہیں بیچ جانی جائیں جو تالین سے متعلق
کرتی ہیں یہیں کم سے کم رقمی جائیں اور ہر قیمت پر سپلائی
قبول کر ل جائے۔ کشمیر ایجنڈ کو بالکل ڈاؤن کرنا ہے۔ نقصان
کی فکر نہ کی جائے۔ اس کے علاوہ فرم کی پبلسٹی کے لیے ملک
کی بہت بڑی ایڈورٹائزنگ کمپنی سے رابطہ قائم کرو۔ پبلسٹی
کے سارے ذرائع پر اخراجات کیے جائیں۔ تم میرا مقصد
سمجھ گئے ہو گے تصدق؟ کمپن کوئی فائدہ ایسی نہ چھوڑی جائے
جو اس کے لیے ضروری ہو اور اخراجات کی کوئی پروا نہ کی
جائے۔"

"آپ دیکھیں گے جناب میں نہایت خوش اسلوبی سے
یہ سارے کام انجام دوں گا۔" تصدق نے خوشی سے ہاتھ ملتے
ہوئے کہا۔

"بس ہم کی چاہتے ہیں۔ کیا خیال ہے چلا جائے؟"
"چلو۔" ظالوت نے کہا اور ہم لوگ عمارت سے نکل
آئے۔ تصدق کی کیفیت عجیب سی ہو رہی تھی۔ اس کے وہم و
گمان میں بھی نہیں تھا کہ جو ہم کہہ رہے ہیں وہ ایک ٹھوس
حقیقت ہے۔

"اس کے لیے ابھی بہت ساری چیزوں کی خریداری کرنا
ہوگی۔ مثلاً تصدق کے لیے کار۔ اپنے لیے مکانات وغیرہ
وغیرہ۔" راستے میں ظالوت نے کہا۔

"میں دفتر تک سے آنا شروع کروں جناب؟" تصدق
نے پوچھا۔

"بس تصدق۔ اب یہ سارے معاملات تمہارے ذمے
ہیں۔ بہت جلد ہم افتتاح کریں گے۔ سارے کام جس قدر
جلد مکمل کر سکتے ہو کر لو۔ کل تمہارے نام سے اکاؤنٹ مکمل
جائے گا۔ جہاں سے تم اخراجات پورے کر سکتے ہو۔"
"بہت ستر جناب!" تصدق نے جواب دیا۔
"ویسے اس عمارت کے بارے میں تمہارا کیا خیال

ہے؟“
 ”میں کیا عرض کر سکتا ہوں جناب! میں نے تو تصور بھی نہیں کیا تھا۔“
 ”کوئی خایہ ہو، تصدیق، تمہیں اس درست کرنے کا اختیار ہے اور ہاں ابھی دوسرے لوگوں کو اس کے بارے میں تعلیمات نہیں، علوم، دینا چاہئیں۔“
 ”بہت بہتر!“

تھوڑی دیر کے بعد ہم گھر واپس آئے۔ بچے کا وقت ہو گیا۔ سب موجود تھے۔ ہماری غیر موجودگی میں اور کوئی دلچسپ واقعہ نہیں پیش آیا تھا۔ بچہ پر افسانہ لکھنے پر شدید اور سب سے زیادہ غور موجود تھا۔ بزرگ بھی تھے اس لیے کسی قدر تنہید کی بے قرار رہی۔ ویسے جلد ہی بے لگتی باتیں اور بے لگتی حرکتیں بدستور جاری تھیں جس کی وجہ سے مسکراہٹیں باہمی رہیں لیکن بڑی اماں کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے کسی نے کوئی بھرا نہیں کیا تھا۔

بچے کے بعد سب باہر نکل آئے اور سب ہی ایک جگہ بیٹھ گئے۔

”کیسے حضرات کوئی خاص مسئلہ درپیش ہے؟“ احسان نے کہا۔

”ہاں احمس بنائی!“ افشائے کہا۔
”کیا بات ہے؟“

”یوں آیتا ہے جیت ذہن سناں جوئے: وں۔“ مولیات
میں کوئی تبدیلی ہی نہیں ہے۔“

"ہونی چاہیے۔ ہونی چاہیے۔" احسان نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”یہ فیصلہ سب کریں گے۔“

"میں نے مسکے درپیش کر دیا ہے اب فیملہ کیا جائے۔"
"کوئی پکنک نہ جائے۔" شکیلہ بولی۔

"اس کی نہیں، ورتسی عادل بھائی، دوسرے بھی ہیں۔"

”اے جان۔ عساکرم بہیا! جلدی سے کوئی تجویز پیش کر۔“

بے نیچہ کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ بہر حال غاسی کرنا

وان مقرر کیا گیا تھا۔ آج رات جو شید کے تھار کا پروگرام رکھا گیا تھا۔

”یہی ہی ہوتے چھوٹے۔ بہت چھوٹے۔“ ہرشید نے ایک ہاتھ اشارہ کیا۔

”تمھوڑا سا اور۔“ کھالوت بولنا اور جھشید نے یرا سا منہ

"تھوڑے سے اور بڑے نہیں رہتے؟"

پوچھا اور مجھے بے سزا نہ نہیں پہنچی "پلیٹے ٹھیک ہے مسٹر
 ڈشدا اب کو ایچ ڈا سٹمر کر لیا کہ "ڈا سٹمر" ڈا سٹمر ہے۔

”ایک دم۔ ایک دم!“

پریس پختہ ہائے پورستری میں کٹرؤ کان پائے اور رات

”اب اسے ملاوہ اور ہیرا لکس نہیں دوتا۔“ ہشید نے کہا۔
 ”خوب ہے، وہ دو کہاں سے لکھی؟“ میں نے کہا۔

"اومہ۔ مسٹر شیڈو جب پیشہ انٹرنش بوتا۔ محکمہ میں مہی کے

نہ لے چکا اور جوشیہ کی حالت خیر ہو گئی۔ چہرے پر سرخی دور ہوئی۔

۱۳۱

”دوستی نہیں تھی؟“
 ”اگر تیرا دوست ہو تو کہ اب یہ کیا؟“

نہیں بچھوڑنا چاہیے۔ میں نے جسمی لڑکی سے ادھر دوسری نہیں کیا مسٹر! امی کو کبھی شکایت نہیں ہوا۔"

ایون پتا، جنگ کھاتا، کانجا پتا اور ایسا ہی دوسرا چیز۔ ہم نے بھی ٹیسٹ کیا مگر می بلو یہ ٹھیک نہیں تب ہم چھوڑ دیا۔"

میں نے بھی دیکھا تھا۔ وہ کسی فلم میں جتنا تھا "سہارا کیا دنیاں ہے مسٹر صاحبکم؟" خالوت نے مجھ سے پوچھا۔

”آپ لوگ۔ آپ لوگ۔ بس میرے کو اچھا لگتا ہے۔“

”کچھ بولتا مائے؟“ مشم خوش ہو کر ہوا۔

"نصرت اور نصرت کا"۔

وہاں ہے۔ لھر کا فریغ پریشہ پرانا خریدتا ہے۔ اس کا بس
میں پتا ورنہ وہ کھانے کا واسطے بھی ہونوں کا پناہ و اکھانا

اور سستی نہیں پاسدہ لوگ بھی اسے بیٹے بولتا اور

۱۰۰۰ کے سوا کسی اور نمبر پر نہیں ملتا۔ جب اس پر دوبارہ دیکھیں

کو وہاں پہنچا دیں گے۔" احسان نے جواب دیا اور سب ہنس پڑے۔

"دنڈر نفل۔ دنڈر نفل۔ جی جی اور کھڑا کھول بہت اچھا ہے۔"

چائے لگ گئی اور سب کرسیوں پر بیٹھ گئے جشید کی نگاہ خاص سیمیں پر تھی اور تھوڑی دیر کے بعد دونوں میں اسے محسوس کر لیا گیا تھا لیکن سیمیں اب پہلے جیسی سیدھی سادی لڑکی نہیں تھی اب وہ ایک جہاں دیدہ اور شادی شدہ عورت تھی۔ اس بات کو محسوس کرنے کے باوجود وہ گھبرائی نہیں تھی۔

پھر چائے کے بعد سب اٹھ گئے اور پھر اس گھر سے براہ راست پیشکش کر دی۔

"مس شی بی ابراہم کرم کیا آپ میرے ساتھ آئیں گے؟"

"کیا مطلب؟" سیمیں حیرت سے بولی۔

"میرے کو آپ سے کچھ ضروری بات کرنا ہے۔"

سیمیں نے احسان کی طرف دیکھا اور احسان نے اسے آنکھ سے اشارہ کر دیا۔ سیمیں نے گردن ہچکادی اور پھر آہستہ سے بولی "کہاں چلوں جشید صاحب؟"

"اور باغ کا بیچنا حصہ ٹھیک ہے۔"

"جلیہ" سیمیں نے کہا اور جشید نے اسے ایک بازو کی پیشکش کی لیکن سیمیں ایک دم پیچھے ہٹ گئی تھی اور پھر وہ دونوں آگے بڑھ گئے۔

"یہ ایک بات اسے کیا ہو گیا؟" احسان نے کہا۔

"اللہ نہیں جانتی پر تم کہہ۔" شکیلہ نے کہا۔

"مگر ہو کیا ہے؟"

"تم نے سیمیں کو اشارہ کیا تھا؟" طاہر نے پوچھا۔

"ہاں۔ میں نے کہا تھا دیکھیے تو سہی کیا ہوا ہے اس امریکن کہنے کو۔" احسان نے جتنے ہوئے کہا۔

"اسے تو آؤ ہم بھی دیکھیں گے۔" طاہر بولا اور ہم سب ایک دوسرے راستے سے ان دونوں سے پہلے عقبی باغ میں پہنچ گئے۔

سیمیں اور جشید باغ میں داخل ہوئے تھے اور پھر جشید نے ایک جگہ منتخب کر لی۔ ہم سب لوگ بھی اسی طرف ٹھہر گئے۔

کچھ گھنٹے کے بعد پھر ہم سب نہایت خاموشی سے ان دونوں کی پشت پر پہنچ گئے۔

"جی فرمائیے جشید صاحب؟" سیمیں نے کہا۔

"اوہ" مس شی بی ابراہم بولے "جی میں تم کو کیا بولے۔ پلیز تم خود سمجھو مجھے کاکوش کہو۔"

"لیکن کیا سمجھو جشید صاحب؟"

"ہم اس ڈریس میں امارت لگتا؟"

"جی ہاں۔"

"تب ہم پورا لائف کی ڈریس پہنے گا۔ باقی کچھ ہم دول لائف۔"

"کیرے پڑ جائیں گے اس لباس میں اور آپ کے بدن میں بھی۔" سیمیں نے جواب دیا اور ہم نے ہنسنے لگیں۔

"اوہ اب پہنچ کرے گا، جی۔"

"ہاں" سیمیں صاحبہ نے اور سیمیں نے کہا۔

"مس شی بی! آپ کو بھی ہم سے ملنے کو چاہیے؟"

"جی؟" سیمیں نے نہ بھانڈتے ہوئے پوچھا۔

"یو سی۔ آئی میں، تم ہم سے پہنچ کر کہو۔"

گاز۔ تمہارے ساتھ لائف کتا بیوی نفل گزرتی ہے جشید نے آنکھیں بند کر کے کہا۔

"تو آپ مجھ سے محبت کرنے لگے ہیں؟"

گردن ہلائی۔

"ایک دم ایک دم" جشید اچھلی کر بولا۔

"اور آپ مجھ سے شادی کریں گے؟"

"شور آف کورس!"

"لیکن میں تو شادی شدہ ہوں۔" سیمیں نے کہا۔

"میں لیا مطلب شادی شدہ ہوں میں سیر؟"

"تب کو نہیں معلوم؟"

"تمہارا بیڑہ نہ کہہ رہا ہے، ہم اس کو نہیں دیکھا؟"

"احسان صاحب کیا آپ کے شوہر ہیں؟" سیمیں نے کہا اور اس بار واقعی اپنی رہنمائی سے مشکل ثابت ہوا تھا۔

جشید منہ چھانٹے سیمیں کو دیکھتا رہا تھا اس کی آنکھوں میں پہلے حیرت اور پھر پتلی پھر غم اور تھوڑی دیر کے بعد ان سے غم جھانکنے لگا تھا۔

سیمیں بھی اس کی کیفیات سے بے خبر نہیں تھی اور غور سے جشید کو دیکھ رہی تھی تب جشید نے بائیں پاؤں سے تھمکتے ہوئے کہا "گوئی بات نہیں شی بی! اب ہم دونوں ایک دوسرے کو کوکرتاؤں پاؤں کا کیا اہمیت ہے تم اپنے شوہر سے علیحدہ ہو جاؤ۔ میں تم سے شادی کر لیں گا۔"

سیمیں کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے سخت فیس کے آثار نظر آئے لیکن نہ جانے کس طرح اس نے پروا نہ کی اور پھر تپ کو پرسکون بنا کر بولی۔

"میں آپ کی بات مان سکتی ہوں مسٹر جی! لیکن آپ

کو مختلف مراحل میں میری تین شرطیں پوری کرنا ہوں گی۔"

"اوہ" شرطیں۔ شرطوں کی طرح؟ دنڈر نفل۔ میں نے مشقی شرطوں کی کہانیاں پڑھی ہیں۔"

"کیا سمجھ لیں۔"

"میں تیار ہوں۔" جشید نے کہا۔

"تب آپ یہاں اسی جگہ ایک گھنٹے تک اٹنے کھڑے رہیں۔ کوئی آپ سے کچھ بھی کہے" آپ سیدھے نہ ہوں۔ یہ میری پہلی شرط ہے اگر آپ ایک گھنٹے سے پہلے سیدھے ہوئے تو۔"

"اوہ تو تو۔ شی بی! میں وعدہ کرتا ہوں ایک گھنٹے سے پہلے سیدھا نہیں ہوں گا۔" جشید نے کہا اور پھر وہ الٹا کھڑا ہو گیا۔ تب سیمیں جھک کر بولی۔

"اسی طرح کھڑے رہو تم میں ابھی آئی۔"

"اوکے اوکے تم بالکل فکر مت کرو۔" جشید نے جھٹکے ہوئے لبوں میں کہا اور سیمیں وہاں سے چل پڑی۔ جونی وہ باغ کے اعلیٰ سے نکلی، ہم اوکوں نے اسے گھیر لیا۔ احسان بھی بس رہا تھا۔

لیکن سیمیں کے چہرے پر سنجیدگی تھی "ارے، سیمیں! یہ تمہاری شکل پر بارہا کیوں ج رہے ہیں؟" طاہر نے کہا۔

"تو آپ لوگ سن رہے تھے؟"

"ناراض ہو؟"

"کیا میری توہین نہیں ہوئی ہے؟" سیمیں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا بے وقوفی ہے سیمیں۔ ایک اچھی خاصی تفریح پر مجھے جوڑی ہو۔ یعنی جو کچھ کر کے آئی ہو اس کی تردید معاف کرنا چاہیے۔"

"میں نے یہاں تک سختی سے نہیں جانی اگر آپ نے میرا نام لیا تو اچھا نہ ہوگا میری جانب سے اس گھر کو درخت سے الٹا لگا دیں۔ بد بانی ہوں گی ان کے معاملے میں تو صرف اسی مجھے گدھوں گھنے کوئی دلچسپی نہیں ہے خواہ وہ کوئی ہو۔" انشائ نے کہا۔

"سیمیں! پلیز سنجیدہ نہ ہو۔ تم کیوں معاف کر رہی ہو۔ اب دوسری اور تیسری شرط تمہارے شوہر سے پیش کر دو گی۔" بہر حال بڑی مشکل سے سیمیں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آسکی۔

"معذرت! اگر آپ لوگ اجازت دیں تو ایک مزاحیہ

پروگرام میں پیش کر دوں؟" طاہر نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"اس تفریح میں تمہارا سا اضافہ!"

"ضرور عادل جانائی۔" انشائ نے کہا۔

"تب آپ لوگ خاموشی سے انتظار فرمائیے ہم ابھی حاضر ہوئے۔" طاہر نے کہا اور میرا بازو پکڑ کر بولا "آؤ سامنے!" اور ہم دونوں چل پڑے۔

"کیا سوچتی؟" میں نے راستے میں کہا۔

"یار جشید معصوم ضرور ہے لیکن تھوڑی سی تفریح ضرور کیا حق ہے۔"

"ارے مارا جائے گا بے چارہ" میں نے ہمدردی سے کہا۔

"نہیں۔ کوئی زیادہ خطرناک بات نہیں ہے۔ تو یار پروا نہ کریں اور باج۔" طاہر نے کہا۔

"مگر ارادہ کیا ہے؟"

"یو اگ چاہیں گے" طاہر نے جواب دیا۔

"جشید کے خلاف؟"

"ہاں آ۔"

"یار مگر یو خطرناک خاتون ہیں۔"

"افوا! اب زیادہ گزرتا ہے کہ اسے اس تلاش کیا جائے۔" اور پھر ایک دو ملازموں کے دھمکے سے ہوا کا پتہ چل گیا اور ہم دونوں پریشان سی شکلیں بنا کر بڑا کے قریب پہنچ گئے۔ ہم نے ایسا انداز اختیار کر لیا تھا جیسے انہیں دیکھا ہی نہیں ہے اور ان کے قریب سے گزرنے لگے تب طاہر نے کہا۔

"یو اب مدد تک مل خاتون ہیں۔"

"یقیناً! میں نے کہا۔"

"کیا انہیں نہ بات نہ بتائی جائے؟"

"اوہ! یو اگر اس ریچھ کے چنگ میں پھنس گئیں تب بھی تو ہمیں ہی دکھ ہوگا۔"

"یہ تو ٹھیک ہے" میں نے کہا۔ ہم نے محسوس کیا تھا کہ ہوائے بخولی ہماری آنکھوں سے ہے اور پھر دوسرے لمحے عقب سے ہوا کی آواز سنائی دی۔

"سامنے میاں! اے عادل میاں!" اور ہم دونوں ایسے لپکے جیسے اب تک ہوا کو دیکھا ہی نہ ہو۔

"ارے یو اب۔" طاہر نے کہا۔

"اے لو! میں تو تمہارے پیچھے آ رہی تھی، تمہیں پتہ بھی نہیں چلا۔" یو اب بولیں۔

"یقین سے اس وقت ہم آپ کے بارے میں ہی باتیں کر رہے تھے۔"

"میں نے سنی ہیں میاں محراب میں نہیں آئیں۔"

"ہم تو بڑی انجمن میں بیٹھے ہیں بوا۔"

"بوا کیا میاں؟"

"بیادوں کا نام؟" خلافت نے پوچھا۔

"جناور۔"

"ہاں۔ بوا سے پہچاننا بھی تو ٹھیک نہیں ہے۔ آخر ہمارے ان سے اتنے گہرے تعلقات ہیں وہ ہمیں اپنے بچوں کی طرح سمجھتی ہیں۔" خلافت نے کہا۔

"اے جلدی بناؤ میرے بچہ مجھے بول چڑھ رہا ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا بوا، آخر یہ سب کچھ بخت آپ کے پیچھے ہی کون بیٹھے ہیں؟"

"اے کون کیاں؟"

"تصدق نے بھی آپ کے ساتھ ہی بد تمیزی کی تھی اور اب یہ۔"

"اب کون؟" بوا نے حیرانہ انداز میں پوچھا۔

"خبردار! آپ نے کچھ نہ کیا تو کہیں گزیر نہ دے جاکے۔"

"اے بیاد تو کسی کیا کون؟ کیا ہو گیا ہے؟"

"جشید! خلافت نے بھی بولی آواز میں بولا۔

"یا بوا اس نے مرانی کو؟" بولی نے پوچھا۔

"ایک ایک کے سامنے آپ کو بدنام کرنا چکر رہا ہے۔ ہائے عشق! وائے عشق کے نعرے لگا رہا ہے۔"

"عشق؟"

"ہاں!"

"مگر کس سے؟"

"آپ سے بوا۔ اس نے تو مجھ سے اودھم مچا رکھا ہے۔ کہتا ہے رات کو آپ کو خواب میں دیکھا تھا اس وقت سے عاشق ہو گیا۔ سب نے سمجھا مگر نہیں مانتا اور اس وقت تو اس نے غضب ہی ڈھا رکھا ہے۔"

"کیا؟" بوا ہنسی بھری آواز میں بولیں۔

"کہتا ہے کسی بہت ہی پیٹنے دے ہو بزرگ کے پاس گیا تھا۔ انہوں نے ایک دھنپہ تیار کیا ہے مشق کو قبضے میں کرنے کا۔ اب وہ باغ میں الٹا کھڑا دھنپہ بچہ رہا ہے اور کہتا ہے رات بوا اس کے قدموں میں آکر بیٹے۔"

"اے میرے مولا! بوا گھبرا کر بولیں۔

"اگر آپ نے اس کا دھنپہ ختم نہ کر لیا تو آپ اس کے چپٹل میں پھنس جا جائیں گی۔ یہ بہت برا ہو گا بوا۔ براہ

کرم کچھ کریں۔"

"وہ باغ میں دھنپہ بچہ رہا ہے؟"

"وہ بھی الٹا کھڑا ہو کر۔" خلافت نے کھڑا کیا۔

"ہائے انگ۔ میں کیا کروں؟" بولی نے پریشانی سے بولیں۔

"دماغ درست کریں اس کا۔ کچھ طرح دماغ درست کریں۔ تاکہ قیود کسی شریف عورت کو بدنام نہ کرے۔"

"ارست ضرور قیود از دست بوا۔ ہاتھ نکال لیتا ہے۔"

"آپ بھی بہت سیدھی ہیں۔ بولی نے دو تو ہلوانے کا چاقو تھا۔ آپ نے فوراً ہی نہیں کیا اور بولی نے بڑا بڑا انسان ہے۔ بھی تنگ نہیں مار سکتا۔ بولی نے بولی کو دیکھا۔

"خلافت نے کہا اور نتیجہ فاطمہ خاتون کے ہونے کو دیکھا لیکن پھر کچھ سوچ کر بولیں۔

"مگر وہ تو وہ تو بولی نے ہی جانتا تھا ہے۔"

"کوئی بھی بولے۔ آخر عزت سب کی ہوتی ہے۔"

"بیاد تو میرے اس کے منہ پر ابھی تانی ہوں۔"

"اے بوا! بوا خیر تیار ہو گئیں اور تیزی سے بیٹنی تھی اور طرف بڑھ گئے اور ان کے باہر شفق تھی ہم دونوں بھاگے اور بوا سے پہلے جشید لوگوں کے پاس پہنچ گئے جو ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر سب مسکرائے گئے۔"

"مور ہے۔ سمجھالیں۔ حضرات جلدی۔ بھائی کس پوزیشن میں ہیں؟"

"خلافت نے پوچھا۔

"میں چارہ۔ اسی طرح کھڑا ہے۔" شکیلہ نے کہا۔

"ہی؟" ہم نے انہیں نکال کر اسے دیکھا۔

"ارست اور۔ کیا بوا سامنے بھائی؟" شکیلہ گھبرا کر بولی۔

"اے بوا چارہ ہے۔ بدردی محسوس ہو رہی ہے اس سے؟" ہم نے کہا۔

"اے بوا اور کیا۔ کسی سیدھے ساتھ انسان کو سمیٹ میں پھنسانے سے کیا فائدہ؟" شکیلہ نے کہا۔ اسی وقت بولیاں میں داخل ہو گئیں۔ خلافت کے بیان کی تصدیق ہو گئی۔ جشید صاحب اپنے گھڑت تھے اور بوا عزت فطریہ میں دیکھ کر سب کچھ بھول گئیں۔ انار پی پازل سے جونی اور جشید کے پاس پہنچ گئیں۔

"سیدھا ہو۔ میں کہتی ہوں سیدھا کھڑا ہو جا ورنہ جوتال مار مار کر دماغ ٹھیک کر دوں گی۔"

"اوب بوا۔ میڈم بوا۔ پلیز۔ آپ واپس چلا جاؤ۔ میں ضروری کام کر رہی ہوں۔" جشید نے کہا۔

"ارے میا بوا کے لیے کرنا یہ ضروری کام سیدھا ہو۔ وہ سیدھا۔" بوا نے جج ایک جونی شید کی کمر میں جڑ دی۔

"توبہ عاقل بھائی! آپ بڑے ستم ظریف ہیں۔ اب میں سمجھتی ہوں۔" انہوں نے کہا۔

"کیا؟" خلافت نے پوچھا۔

"تصدق کی بیٹی بھی آپ نے ہی کرائی ہوگی۔" انہوں نے ہنسنے لگے۔

"ارست توبہ توبہ! خلافت نے کان پکڑتے ہوئے کہا۔ دوسری طرف کی پوزیشن بہت عمدہ تھی۔ بوا جشید کو سیدھا کرنے کی کوششوں میں مصروف تھیں اور جشید جی پٹا رہا تھا مگر سیدھا نہیں ہو رہا تھا۔ ہاتھ بڑا کرنے ایک بار زور لگایا تو جشید گر پڑا اور پھر وہی جگہ سر پکڑ کر رہ گیا۔

"شرم نہ آئی تھی۔ بولی ماں کے برابر ہوں۔" بوا نے کہا۔

"میں تمہیں ماں ہی سمجھتا ہوں پرانا عورت! جشید نے کہا۔

"اے بوا! اب چو نکلیں۔ اسی وقت خلافت نے اشارہ کیا اور ہم سب بھاگ کر بولی میں گئے۔ جشید ہمیں دیکھ کر بھی اسی طرح جھینا رہا تھا البتہ بوا چونک پڑی تھیں۔

"کیا بوا بوا؟" انہوں نے پوچھا۔

"کچھ نہیں مس افغان! بوا کو میں نے ماں بنالیا ہائے اور یہ ہیں بھی میری ماں کی برابر۔ جیسا کچھ کر ڈالت رہی ہوں۔"

"اے بوا! افغان نے معنی خیز انداز میں گردن ہائی "آپ بتاؤ۔"

"اے بوا! ایک ہی تو کہہ رہا ہے۔" بوا نے بوکھلائے ہوئے کان اٹھائے۔

"جشید! ہمیں آہستہ سے بول۔"

"ہوں؟"

"آپ میری بولی کی شرط پوری نہ کر سکتے اب کیا ہو گا؟"

"سواری کس شئی! اب میں تمہارے کو کچھ نہیں بولیں گا۔ جشید نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تم میرے ساتھ آؤ جشید! میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور میں اسے دوسروں کے غرے سے نکال لے گیا۔ دوسرے لوگ مجھے دیکھتے ہی رو گئے تھے جشید نہایت سعادت مندی سے میرے ساتھ چل رہا تھا۔ میں

اسے سیدھا اپنے کمرے میں لے آیا اور پھر میں نے بڑے احترام سے اسے بٹھرایا۔

"بڑے کہنے لوگ ہیں۔ ایک ٹیک اور سیدھے سادے انسان کے ساتھ کتنا برا سلوک کیا جا رہا ہے۔" میں بولا لیکن جشید انہوں کی طرح جھینا رہا۔ اس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

"مگر تم انہیں کیوں کھڑے تھے؟"

"شرط پورا کر رہا تھا۔"

"کیسی شرط؟" میں نے پوچھا اور جشید نے پوری تفصیل بتا دی۔ میں تو بہر حال اس تفصیل سے واقف تھا۔ چنانچہ میں نے نہایت انصاف کا اظہار کیا اور ہمیں کو برا بھلا کہنے لگا پھر میں نے کہا "بہر حال اس سے ایک بات معلوم ہو گئی جشید!"

"کیا؟" جشید نے پوچھا۔

"تمہیں احسان سے شادی کرنا چاہتی ہے" وہ اسی سے محبت کرتی ہے۔"

"تو کیا۔ تو کیا اس کی شادی نہیں ہوئی؟"

"ہاں نہیں۔ ہم میں سے تو کسی نے اس کے بارے میں نہیں سنا۔ تمہاری زبانی معلوم ہوا ہے کہ احسان اس کا شوہر ہے لیکن وہ بے حد چالاک ہے۔ تمہیں الٹا کھڑا کر کے سیدھا بوا کے پاس لے گیا اور انہیں نہ جانے کیا کیا پڑھا کر لائی۔"

"شئی خود گئی تھی؟" جشید نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں!"

"اے اب تو توبہ توبہ۔ جشید گردن ہٹانے لگا۔

"یہ تو کیاں بہت چالاک بولی ہیں لیکن شکیلہ کا چہرہ دیکھا تھا ہے؟"

"شاکھی لا۔ نہیں۔ کیوں؟"

"تمہاری اس دولت پر وہ بہت غم زدہ نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تھے۔"

"آنسو بہا ہائی؟ کیوں؟"

"مجھے یقین ہے جشید وہ ہمیں چاہنے لگی ہے۔"

"اے اسیٹ شاکھی لا۔ میں نے بھی اس کا طرف ایسے نہیں دیکھا سزا۔"

"اس وقت سب خوش تھے سوائے اس کے۔ تمہارے ساتھ ہونے والے سلوک پر سب سے زیادہ رنج اسے ہوا ہے۔"

"تب تو ہم سے غلطی ہوا مسٹر مائرا!"

"کیا ہو گیا؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

کتابیات پبلیکیشنز

آواز میں کہا اور پھر وہ ہماری قدموں سے ہمارے ساتھ چل پڑا۔ حالات ہم دونوں کے پیچھے آ رہا تھا۔ تھوڑی دور چل کر میں رک گیا۔ جلدی سوائے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔
 "تم تمام جا رہے ہو جلدی! میں آہستہ سے بولا۔
 "نکڑ۔ نکڑ۔ میں تو ادھر کھڑا مسرہ" جلدی نے جیت سے کہا۔

"میری مراد ٹھیک سے ہے۔"
 "شام کی لاکھیا ہوا؟" جلدی نے اسی انداز میں کہا۔
 "شریف لڑکیوں کے پیچھے اس طرح نہیں پڑتے۔"
 "میں نہیں سمجھتا، تم کیا بولنا سسرہ؟"
 "میں سمجھتا ہوں میری جان! حالات قریب پہنچ گیا۔
 "ادھ۔ میں نہیں۔ ٹھیک۔ یو۔ ٹھیک۔ یو۔" جلدی اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"منہ کھولو۔" حالات نے کہا اور جلدی نے سمجھنا انداز میں منہ کھول دیا۔ "بس اب بند مت کرنا۔" حالات بولا اور پھر وہ میرا ہاتھ پکڑ کر واپس چل پڑا۔ جلدی اسی طرح منہ کھولے کھڑا رہ گیا تھا۔

"ارے۔ ارے۔" سر ہانے کا بے چارہ! میں نے سفاک کی۔
 "خاموش رہو۔ میں نے رعایت برتی ہے۔" حالات نے غزالی ہوئی آواز میں کہا۔
 "تمنا میں جانے کا بے چارہ!"

"میں جانے دو۔" ہمیں معلوم نہیں وہ کسی کی محبوبہ ہے۔ اس سے بد تمیزی کا نتیجہ تو وہ نکلے گا کہ زندگی بھر یاد رکھے گا۔ بس یاد تم زیادہ نہ بولو ورنہ میں تم سے بھی ناراض ہو جاؤں گا۔" حالات ہنسنے سے اکڑ گیا تھا اور اب اسے سنبھالنا بے حد مشکل تھا۔ میں بے چارے جلدی کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ نتیجے میں میں دایں آگیا۔

"یہاں کی محفل یونی شاپ پر تھی۔ قہقہے لگ رہے تھے۔ انٹاش اور ٹھیکہ کسی بات پر ہنس رہی تھیں۔ بوا بھی درمیان میں تھیں۔ ہم دونوں بھی دوسرے لوگوں میں شامل ہو گئے۔

"اللہ صائم بھائی آپ ہی بوا سے سفارش کریں۔" ٹھیکہ نے کہا۔

"مسکے کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔
 "ہم سب کی دلی خواہش ہے کہ بوا سے گناہیں۔"
 انٹاش بولی۔
 "اے دیوانی ہوئی ہوئی بی۔ میں بھلا گویں گی۔" بوا شرما

کر لولی۔
 "تو سبیں جھوٹ بول رہی ہیں کیا؟" انٹاش نے کہا۔
 "مذاق کر رہی ہیں۔"
 "بوا آپ مجھے جھوٹا کرنا دے رہی ہیں۔" سبیں نے برا ماننے ہوئے کہا۔

"اے سبیں بی بی! اللہ کے واسطے میرا مذاق مت بگاڑو۔" بوا گڑ گڑائی۔

"لکھیا ہم لوگ آپ کے لیے اس قدر انجمن ہیں۔ اتنے برے ہیں ہم لوگ، آپ ہمیں اپنی قابل بھی نہیں سمجھتیں۔ ٹھیک ہے بوا۔ ٹھیک ہے۔" انٹاش نے منہ پھلانا شروع کر دیا۔

"یا اللہ! کیا کروں؟" بوا ہانکا ہوتے ہوئے کہیں۔
 "سنا بھی دیں بوا! کہنے لوگ کہہ رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں بوا۔ ہماری بھی خواہش ہے۔" حالات نے بوا کو لکھیا اور بوا سوچ میں ڈوب گئیں پھر خود بخود شرما گئیں۔
 "مگر صبا! مجھے نئے زمانے کے گانے کہاں آدے ہیں؟"

وہ نیم راضی ہو گئی تھی۔
 "لا حول ولا قوتہ نئے زمانے کے گانے بھی کوئی گانے ہوتے ہیں۔ جو آپ گائیں گی بوا وہ کلاسک چیز ہوگی۔" میں نے کہا اور بوا کی ہمت بندھ گئی۔

"جیسی تم سب کی مرضی! بوا نے کہا۔ ان کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا تھا اور وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی تھیں جیسے کوئی گانا یاد کر رہی ہوں۔

"ہرا۔" سب نے فہم لکھنا اور سب بوا کے گرد جمع ہو گئے۔ "بلاؤ" جلدی بھائی کو۔ وہ گٹار بجائیں گے۔" انٹاش نے کہا۔

"ارے ہاں جلدی صاحب۔ جلدی صاحب! احسان نے آواز لگائی۔

"کیا بجاویں گے؟ بوا پھر ہرک گئیں۔
 "اپنا بابا بجاویں گے بوا۔ مزہ آئے گا۔" سبیں نے کہا۔

"اسے نہ بلاؤ بھیا۔ بوا بے نظار ہے کم بخت کیس کا۔ نہ بھیا۔ وہ آئے گا تو میں نہیں گاؤں گی۔" بوا نے کہا۔

"سبیل ہے کسی کی جو ہماری بوا کی طرف بری نگاہ سے دیکھ جائے انہیں نکال لیں گے۔" کمال نے کہا۔ "جلدی صاحب۔ جلدی صاحب! کمال نے زوردار آواز لگائی اور حالات نے اور میں نے چور نگاہوں سے جلدی کی طرف

دیکھا۔ غریب منہ کھولے چلا آ رہا تھا۔ چند ساعت کے بعد وہ قریب پہنچ گیا۔ کسی نے اس کے کھلے ہوئے منہ کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔

"جلدی بھائی ابوا کہیں گی۔ کیا آپ گٹار بجا سکتے ہیں؟" سبیں نے کہا۔ کمال نے کہا اور جلدی نے یونی منہ کھولے کھولے گردن ہلا دی اور پھر اس نے گٹار اٹھالیا۔ اب بھی کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔

میرے دل میں بے اختیار اس کے لیے ہمدردی پیدا ہو گئی۔ درحقیقت وہ غریب عقل سے پیدا تھا ورنہ ایسا عجیب و غریب پوٹیشن پر بھلا کسی کے حواس قائم رہتے ہیں۔ میں جانتا تھا کھلے منہ سے اسے کس قدر تکلیف ہوگی لیکن وہ اس حالت میں بھی گٹار بجانے کے لیے تیار تھا۔ میں نے حالات کی طرف دیکھا۔ حالات بھی گٹار نکالوں سے جلدی کا چہرہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے ٹھنڈی سانس لی اور اچانک بوا شروع ہو گئیں۔

"نہو ہارنگی اور ہیرے کی گئی مرانا۔" آہستہ سے سری اور بے تکی آواز اور نہ سمجھ میں آئے والا گانا اور پھر ادب سے جلدی کا جھوم جھوم کر گٹار بجانا۔ جس کی وجہ سے بے چارہ بوا کو جھج جھج کر گانا بڑا رہا تھا۔ لوگوں کی ہنسی دوسرے دوسرے بری حالت ہو گئی لیکن بوا نے بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ اب شروع کیا ہے تو ختم کر کے ہی دم نہیں لیں گی۔

"عارف!" حالات نے آہستہ سے میرے کان میں کرکوش کی۔
 "ہوں!"

دیکھو وہ بوا اس گدھے کو۔ اسے اپنے کھلے منہ کا کوئی نہیں ہے۔
 "زوردار حالات! اس کی اس بات سے ہی اندازہ لگاؤ کہ وہ کیا ہے۔"

"بند کر دو۔" حالات نے کہا۔ میں نے چونک کر اس کی شکل دیکھی۔ مجھے سے نہیں کے مجھے تھے اس لیے میں نے جلدی کی طرف دیکھا اور پھر ایک گٹار سانس لی۔ جلدی ٹھیکہ ہوا منہ بند ہو گیا تھا لیکن درحقیقت یا تو یہ شخص بے پناہ فوادی اعصاب کا مالک تھا یا پھر بالکل ہی پاگل۔ اس نے اب بھی کوئی پروا نہیں کی تھی۔ گٹار اسی طرح بج رہا تھا اور بوا اب تک گاد رہی تھیں۔

"خدا کے لیے بوا! اب بس کریں ورنہ کوئی نہ کوئی ضرور مرجائے گا۔" سبیں نے کہا اور پھوٹ پڑی پھر کیا تھا چادریں طرف سے بھی کاٹھن اٹھ پڑا۔ سب ہی بری طرح ہنس رہے تھے۔

تھے اور ان کے ساتھ بوا کی بکلی ہوئی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"اسی لیے انکار کر رہی تھی۔ دیکھا تھا۔ مذاق اڑا رہے ہو سب مل کر۔" قہقہے میں نے تمہاری خاطر گایا اور تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔"

"ادھ یہ کلاسک نہیں سمجھتا بوا! عورت۔ بولی گاؤ۔ ہمارا درج خوش ہو گیا۔ تم گانا گانا تو ایسا لگتا تھا جیسے آسمان سے شراب برس رہا ہو۔ چادریں طرف مٹی پھیل گیا تھا۔" جلدی نے ہمدردی سے کہا۔

"دیکھو تو نہ بولو! بس۔" کے دے رہی ہوں ہاں! ورنہ اپنی اور تیری جان ایک کر دوں گی۔" بوا آہستہ چڑھا کر لوٹیں اور جلدی خوف زدہ انداز میں پیچھے ہٹ گیا۔
 "تو پھر کیا ہم بھی ہنسنے؟" اس نے پوچھا۔

"ہنس لے۔ تو بھی نہیں لے۔ تو اور سنو۔ ان لڑکے لڑکیوں نے مجھے سمجھ کیا رکھا ہے خدا کی مارت۔" بوا تیزی سے آگے بڑھ گئیں۔ سب انہیں دوسرے دیکھ گئے لیکن اب وہ کسی کی نہیں سن سکتی تھیں۔

رات خاصی گزر گئی تھی اس لیے تھوڑی دیر کے بعد نشست پر خاست ہو گئی اور سب ایک دوسرے سے رخصت ہو کر اپنے اپنے کمروں میں آگئے۔ حالات ٹھیکہ سے گفتگو کرتا ہوا آیا تھا پھر اس نے ٹھیکہ کو خدا حافظ کہا اور میرے پاس آگیا۔ میں نے اسے اور ان بائیں وغیرہ تبدیل کر لیا تھا۔

حالات نے بھی سونے کی تیاریاں کیں اور ہم دونوں اپنے اپنے بستر پر لیٹ گئے۔ حالات خاموش تھا پھر اچانک اس نے کہا۔ "وہی اس گدھے نے ٹھیکہ سے پتلیں بیچا ہے کی کرشن کی تھی۔"

"کوئی کہہ رہا تھا؟"

"کوئی خاص بات تو نہیں۔ بس ٹھیکہ نے محسوس کیا تھا۔"
 "بوا! تو کتنا انسان ہے۔"

"پاگل ہونے میں تھوڑی سی کمرانی ہے لیکن میں اس کا یہ پاگل پن بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ تم اسے سمجھا رہا۔ آئندہ اگر میں نے اسے ٹھیکہ کے گرد بندھلائے دیکھا تو اس کے سر پر درخت لگا دوں گا۔"

"وہ بے چارہ خاموشی سے سر جھکانے بجائے پھرے گا اور زبان سے اف بھی نہیں کرے گا۔"

"اب تو کیا ٹھیکہ ہی رہی تھی؟" انٹاش بھی توجہ۔
 "اے سسرہ حالات! عقل کی بات کریں ورنہ انہما نہیں

"تم نے کہاں کہاں کو شش کی؟" طاہرات نے پوچھا۔
 "پلے شش کی زانی کیا؟" اس کا معاملہ سمجھ میں نہیں
 آتا۔ کبھی لوگ بولا وہ احسان کا دائف ہے۔ میرے کو نہیں
 معلوم۔"

"دوسرے نمبر کون تھا؟"
 "شاکی لا محروہ میرے کو دیکھ کر راست چھوڑتا ہاں۔
 میں اس کو بھی زانی نہیں کر سکتا۔ تیسرے نمبر میری کرن
 افشاں ہے مگر میرے کو گستا وہ بھی میرے کو گفت نہیں دیکھ
 گا۔"

"تھک لگتا ہے۔" میں نے جلدی سے کہا اور طاہرات
 بے اختیار ہنس پڑا۔
 "پھر میں کیا کرے؟" جشید نے درد بھرے انداز میں
 کہا۔

"عشق کرنا ضروری ہے؟" طاہرات نے پوچھا۔
 "ہاں! وہ بے جا دلی سے بولا۔
 "دیری گند، لیکن آخر کیوں؟"

"مسٹر سائلم! ہم آپ کو کیا بولے۔ بس آپ یوں سمجھو
 ہمارا جیسا مسٹر شیدوب ہے حد عجیب آدنی ہاں۔ اس نے
 اوھر کو شش کیا کہ کسی راج لڑکی سے ہمارا صیغ ہو جائے مگر
 اوھر کسی نے ہمارے ساتھ صیغ نہیں بنایا۔ اب اس نے
 ایک اسٹیٹ بنایا اور ہم کو اوھر بھیجا۔ اس نے بولا۔ اوھر کا
 لڑکی لوگ لو کر آ ہاں۔ اوھر کسی اللہ لڑکی سے لو کرو۔
 شادی کرو۔ اوہ مسٹر عاڈلی، بالی گاڑ ہم لو کرنا نہیں، ہنگام
 بند۔"

"تو مسٹر شاداب دولت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟"
 طاہرات نے پوچھا۔
 "ہاں۔"

"خود ہاں ان کی کیا پوزیشن ہے؟"
 "بہت کمزیر۔ ایک دم خراب۔ بہت ساقض ہاں۔
 وہ خود اچھا آدمی نہیں ہاں۔ ہم سب لوگ کو بھی خراب کیا
 مگر لاوا اوھر ہم کسی کو نہیں بنائیں گا۔"

"اس کے علاوہ دولت حاصل کرنے کا اور کوئی ذریعہ
 نہیں ہے؟" طاہرات نے پوچھا۔

"ہمارا سمجھ میں نہیں آتا۔ ہم تو یوں نکل میں ہے۔ ہم
 یہ سب کچھ نہیں جانتا۔"
 "آدنی برسے نہیں ہو یا۔ مگر کوئی تمہارے لیے کیا
 کر سکتا ہے؟" طاہرات نے کہا۔

"ہم اپنے چپا سے پریشان ہائے درد کوئی بات

نہیں۔"
 "ہم تمہاری کیا مدد کر سکتے ہیں؟" طاہرات نے پوچھا۔
 "کچھ نہیں۔ کچھ نہیں۔ بس آپ لوگ کا دوستی ٹھیک
 ہائے۔"

"دوست بناؤ گے؟" طاہرات نے پوچھا۔
 "اگر آپ میرے کو چاہیں دیں گے تو ضرور بنائیں گا۔"
 جشید نے کہا۔

"کیا خیال ہے بھی؟" طاہرات نے پوچھا۔
 "تھک ہے آدمی نہیں۔"
 "لیکن کچھ شرائط ہوں گی۔ مسٹر جشید۔" طاہرات نے
 کہا۔

"منکرو ہائے منظور ہائے۔"
 "سے بغیر۔"
 "بالکل۔ بالکل۔ آپ لوگ بہت اچھے آدمی ہوئے گا
 اچھا بولے گا۔"

"پھر بھی میں لو۔ ساری لڑکیاں اچھی لڑکی ہوں۔
 کہ سمجھیں، افشاں اور فلیٹ۔ تم ان میں سے کسی سے
 لڑنے کی کو شش نہیں کرو گے۔"
 "بالکل نہیں کریں گا۔"
 "بس یہی اور آخری شرط یہی ہے۔"
 "میرے کو منظور ہائے۔"

"تب ہاتھ ملاؤ۔" پلے میں نے جشید سے ہاتھ ملایا اور
 پھر طاہرات نے جشید سے خوش نظر آ رہا تھا۔ اس کے چہرے
 پر بڑی معصومیت تھی اور ہم بھی اب اس کے لیے غم
 نہ کر رہے تھے۔

"تصدق نے کافی تکلف کیا تھا۔ بہر حال ہم نے خوب کھایا
 ہاں۔ جشید بھی ہمارے ساتھ شریک تھا پھر ہم وہاں سے واپس
 چل پڑے۔ سچ کو غمی میں ہی کیا۔ رات کے کھانے پر تویر
 صاحب نے ہماری مصروفیات کے بارے میں پوچھا۔

"کارپٹ سینئر تکمیل کے مراحل سے گزر رہا ہے۔ بہت
 جلد ہم اس کا افتتاح کرنے والے ہیں۔" میں نے کہا اور پھر
 طاہرات بولا۔

"اس کے علاوہ تویر صاحب اب آپ ہمیں اجازت
 بھی دیں گے۔"

"کیا مطلب؟" سب چونک پڑے۔
 "مسٹرم ہائی میاں مستقل رہائش چاہتے ہیں۔ اس کے
 لیے ضروری ہے کہ مہمان تواری خدمت کر دی جائے۔"

"تم یہاں مہمان تو نہیں ہو مسٹرم! تویر صاحب مجھے

مطالبہ کر کے بولے۔
 "یقیناً۔ یہ درست ہے لیکن میں چاہتا ہوں ہم اپنی کوئی
 رہائش گاہ بھی بنائیں۔"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے تویر۔" نواب جلال
 الدین نے دخل دیا۔
 "وہ تو ٹھیک ہے لیکن یہ کچھ بھی کریں، اگر قیام یہاں
 رہے تو کیا حرج ہے۔ ان لوگوں کی وجہ سے یہاں جو دو تھیں
 مٹ آئی ہیں، میں انہیں کھانا نہیں چاہتا۔"

"ہم یہاں سے دور نہیں جائیں گے تویر صاحب! ہر
 لمحے آپ کے قریب ہوں گے۔"
 "میں تمہیں روکنے کا کوئی جواز نہیں رکھتا سوائے اپنی
 محبت کے۔" تویر صاحب سنجیدگی سے بولے اور پھر کافی دیر
 تک اس موضوع پر بحث ہوئی رہی۔ بالآخر تویر صاحب کو
 بھی ماننا پڑا تھا۔

"لیکن کھانے کے کمرے سے باہر نکلتے ہی افشاں نے
 میری ٹانگ پکڑ لی۔
 "مسٹرم صاحب! وہ بڑی سنجیدگی سے بولی۔

"جی۔ کیا بات ہے افشاں؟" میں نے چونک کر پوچھا۔
 "زرا تشریف لائیجے۔" وہ سنجیدگی سے بولی اور میں اس
 کے ساتھ چل پڑا۔ باغ کے ایک سنان گوشے میں پہنچ کر وہ
 رک گئی اور پھر مجھے گھاس پر بیٹھنے کے لیے کہہ کر خود بھی بیٹھ

گئی۔
 "کیا بات ہے افشاں! اتنی سنجیدگی۔ میرا دم گھٹ رہا
 ہے۔" میں نے بے چینی سے کہا۔
 "میں کچھ کہنا چاہتی تھی۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔
 "میں نے یہاں سے جانے کے بارے میں؟"
 "جی ہاں۔"

"تویر صاحب کی آئی ہوگی؟"
 "جی نہیں۔" میں نے پوچھا۔
 "جی ہاں؟" میں نے پوچھا۔
 "جی نہیں۔" میں نے پوچھا۔

"جی نہیں۔" میں نے پوچھا۔
 "جی ہاں؟" میں نے پوچھا۔
 "جی نہیں۔" میں نے پوچھا۔
 "جی ہاں؟" میں نے پوچھا۔

"جی نہیں۔" میں نے پوچھا۔
 "جی ہاں؟" میں نے پوچھا۔
 "جی نہیں۔" میں نے پوچھا۔
 "جی ہاں؟" میں نے پوچھا۔

"کیا مطلب؟"
 "اگر حضور کی یہی خواہش ہے تب مجھے اعتراض نہیں
 ہوگا۔ میں تیار ہوں لیکن ہر لڑکی کے دل میں اپنے گھر کی آرزو
 ہوتی ہے اور میں آپ کے لیے ایک گھر بنانا چاہتا ہوں۔ اب
 بتائیجے۔"

"لیکن ابھی کیا ضرورت ہے؟" افشاں نرم نرمگی۔
 "نہیں۔ کیا حضور کی خواہش ہے کہ خادم جس تنا تجربا
 رہے اور دور دور سے ہی حضور کی قربت کی آج محسوس کرنا
 رہے۔ افشاں جگمگایا یہ علم نہیں ہے؟"

اور افشاں مسکرا دی۔ "ابست آپ۔"
 "جی نہیں۔ فرمائیجے۔"
 "لیکن مکان کہاں خریدیں گے؟"

"ایک ہزار مکانات خریدیں لیکن آپ کے قدموں
 سے دور جانا کون پسند کرے گا۔ ہاں کل لوگ یہ نہ کہہ سکیں
 کہ صاحب زادے کے پاس سر چھپانے کا ٹھکانہ تو ہے
 نہیں۔"

"بس خاموش ہو جائیجے۔"
 "آپ کی فرم شاید اسی بات سے کام شروع کر دے۔ اس
 کا افتتاح بھی آپ ہی فرمائیں گی۔"
 "پلیز ایسا نہ کریں۔"

"کیا مطلب؟"
 "مجھے شرم آئے گی۔ مگر آپ نے ابھی تک ہمیں تو اپنی
 فرم دکھائی ہی نہیں۔" افشاں کی پیشانی کی ٹانگیں مٹ گئی
 تھیں۔

"حضور کے شایان شان تیار تو ہو جانے دیں ورنہ پھر
 ناراضگی کون برداشت کرے گا۔" میں نے یاد بھرے انداز
 میں کہا اور افشاں نے گردن جھکا کر پھر کئی منٹ کی خاموشی
 کے بعد بولی۔

"بس آپ مکان خریدیں یا کچھ کریں، آپ کو رہنا نہیں
 ہوگا۔"
 "شادی کے بعد بھی؟"

"نہیں۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپایا اور
 میں سحر زدہ لگا ہوں سے افشاں کو دیکھنے لگا۔ کیسی اچھی لگ
 رہی تھی وہ۔ میں نے سوچا اب تک کیا تھا خواب محسوس
 ہو رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے عورت اپنی ساری جھڑپاؤں
 کے ساتھ زندگی میں پہلی بار میرے سامنے آئی ہو۔

افشاں منہ چھپائے کھڑی رہی اور میں کافی دیر تک
 بہت کھڑا اسے دیکھتا رہا پھر افشاں کو ہی پر اسرار خاموشی کا

خواص و سوت کہانیوں کے شائقین کیلئے

جائے بچا نے قلم کار

(محمد صغیر صدیقی)

کے بیچ محل کی کشمکش

حسادت
آراؤں

شیطان ازم
خوں آشنائی
ارواح ماجر ائم
طنز و مزاح

اور ایڈیٹر جیسے موضوعات پر
غیر متوقع انجام کی ۴۵

کالم کہانیاں

قیمت - 30/- روپے

ڈاک خرچ - 23/- روپے

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر یا بینک برانچ کریس

مکتبہ نفسیات

فون: 5802552-5495313 فکس: 5802551
کیرالہ: 74700
kiranblat1970@yahoo.com

کتابوں کی قیمتیں اور ڈاک خرچ معجزہ ہیں
ان بعد کسی بھی وقت تبدیلی ہو سکتی ہے
01-03-2006

رہتے ہیں۔"

"جس میں۔ فضول کو اس سے پرہیز کرو۔ کوئی ترکیب کر لیں گے۔" خالوت نے منہ بڑھا کر کہا اور میں اسے کافی دیر تک خاموشی سے گھورتا رہا۔ تب طاووت مسکرا پڑا۔

"میں یاد۔ خاموشی سے یہ کام کرنے کوئی چاہتا لیکن تو بڑا تھوڑا دانش ور رہا ہے۔"

"خاموشی نہیں دور رہا میں نے ایک بات کہی تھی۔"

"ایک۔" آدھ غلطی محض بھی کرنا کہ اب تو بوجی گیا ہے۔ منہ بدل۔" خالوت نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

چند منٹ خاموشی وہی پھر طاووت کی ہونٹا "سیری خاموشی سے میں شرمندہ ہو رہا ہوں۔"

"نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔"

"خوش رہو میری جان۔" ہاں ہاں اسٹاف چک کر لیں گے میں نے ابھی تک اسٹاف کے خلاف نہیں معاملہ کیا۔"

"ضرور۔" میں نے کہا "تین ایک شریا پر۔"

"ہاں ہاں بول جاؤ۔" خالوت نے کہا "دو ایک۔"

"افغان بھی جائے گی۔"

"اور ٹیکہ؟" خالوت نے انہیں دکھائے۔

"وہ بھی۔" میں مسکرا پڑا۔

"نہیں۔" ہے لیکن ایک بات کا خیال رکھنا مارف! "

"کیا؟"

"ہانگ کی حیثیت سے تم مراٹے کو گے۔"

"اکیں مطلب؟"

"اے! مطلب۔" انہوں نے تھوڑے کے منت میں۔"

"اور تمہاری کیا حیثیت ہوگی؟"

"جو ہے۔"

"میں؟"

"ہانگ کا بھائی! "

"وہ تو شک سے لگتا ہے۔"

"مجھے کی کو شش کیا کر رہا۔ میں ان مجرموں میں نہیں پڑنا چاہتا اور پھر میں تمہاری دنیا کے کاروبار سے واقفیت حاصل کر کے کون کون بھی کیا۔ مجھے میری قسم ہے میری جان دو میں کہہ رہا ہوں یہی کرے۔"

"تم نے یہ سب کچھ میرے لیے کیا ہے؟"

"جیت ڈاؤن بننے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"لیکن طاووت۔"

"میرے اور تیرے دو مہیاں۔ لیکن یہی منہ کش نہیں

احساس ہوا اور اس نے چہرے سے ہاتھ ہٹا لیے۔ تب میں بھی سنبھلا اور پھر میں نے ایک طویل سانس لیا۔

"بہتر ہے۔" حضور کے حکم کی خلاف ورزی کی بجائے کے ہے۔" اور پھر افغان اپنے کمرے کی طرف چلی گئی اور میں اپنے کمرے میں۔

شب دو روز بنگالوں سے تو پر صاحب کی کوٹھی میں بڑا ابھی تھی۔ زبردست وسائل کے آوی تھے۔ سو پیاس مہمان ان پر کیا بھاری پڑتے۔ ہمارا محلہ عجیب بھی تھا اور تو پر صاحب آخر کار ٹیکہ دو نہیں بھی مرست چاہتے گئے تھے۔

دوسری طرف طاووت کا رپٹ سینئر کی طرف پوری طرح متوجہ ہو گیا تھا۔ اکثر وہ خاموشی سے بٹھتا تھا اب اس سر پرے جن کی کسی بات پر کوئی حیرت نہیں ہوتی تھی۔

بالآخر ماری تیاریاں مکمل ہو گئیں اور ایک رات میں اور طاووت اپنے کمرے میں کارپٹ سینئر کے افتتاح کا پروگرام بناتے گئے۔

"یہ بات تو طے کہ یہ افتتاح خواب جہاں اندین کریں گے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" تمہارے خیال میں ان سے اچھی خصوصیت اور مس کی ہے؟" خالوت بولا۔

"نہیں۔ ٹھیک ہے۔"

"اس کے خاویہ نام سے گھر کا افتتاح بھی ہو گا۔" طاووت نے کہا۔

"گھر؟ کون سا؟"

"اوسے بھئی وہی جہاں تم رہو گے۔" خالوت نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے تھوڑا سا انتظار کیا۔

"وہ۔" یاد رکھنا کرنا۔ دراصل صدق کوئی اچھا مکان تلاش کرنے میں ناکام رہا تھا۔ ہرمال میں مکان کی ضرورت تھی اس لیے میں نے راستہ سے کہہ دیا۔

"خالوت! میں اچھل کر بیٹھ گیا۔"

"اے کیا غلطی ہو گئی؟" خالوت نے مسخرے لہجے میں پوچھا۔

"یہ بات نہیں ہے لیکن میں نے افغان سے ابھی مکان کے بارے میں بات نہیں کی۔"

"کیا مطلب؟"

"دو باتیں ہیں یا تو وہ یہ سمجھے گی کہ میں نے اس سے بات چھپائی یا پھر مجھے یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ میں نے حقیقت انہوں سے دور اور معاملات میرے علم میں ایک حد تک ہی

مکتبہ نیا پیدائش

ہے عارف! "خلوت نے مجھ سے لیے میں کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ درحقیقت جو شخص کسی سرگ پرے انسان کی ذرا سی بات سے متاثر ہو کر اس کی حیثیت بدل دے اس سے یہ بات کہہ کر خود شرمندہ ہوتا تھا۔ مجھ سے تو بہر حال اس کا ایک واسطہ تھا۔

کتنی منٹ تک خاموشی رہی پھر میں نے کہا "تو میں افشاں کو تیار کر لوں؟"

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے" میں نے طویل سانس لی۔

"ارے ہاں۔ یہ آج کل اپنا جشید بھائی گھر سے غائب رہنے لگا ہے۔"

"ہاں۔ عام طور سے نظر میں آتا۔"

"دیکھو اس نے معاہدے کی پابندی کی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا خیال ہے اب اس نے گھر کی ساری لڑکیوں کو ماں بس سمجھنا شروع کر دیا ہے۔"

"اوہ ہاں۔ آج کل وہ کسی کے پاس نہیں منزلہ رہا۔"

"یا پھر کچھ کرنے کی ہمت اس میں ہے نہیں۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"دیکھو عارف! اس نے اپنے بارے میں تفصیل بھی تو بتا دی ہے۔ یعنی وہ خود عشق وغیرہ کا قائل نہیں ہے۔ بقول اس کے مشرشد بول اس کی جان کو آئے ہوئے ہیں۔"

"کیا وہ بول رہا ہے؟"

"میرا خیال ہے اس میں جھوٹ بولنے کی صلاحیت نہیں ہے۔"

"ممکن ہے۔"

"بہر حال انوکھی شے ہے۔ دیے اپنے جیسے دوسرے تدارک گردوں کی مانند وہ نئے کاغذی نہیں معلوم ہوتا۔"

"میر۔ ہاں۔ یہ بات بھی نہیں سوچی جاسکتی کہ نئے نے اس کا ذہن ماؤف کر دیا ہے۔"

"بہر حال وہ بے چارہ قابل رحم ہے۔ سوچیں گے کچھ اس کے بارے میں بھی۔"

"خلوت نے لا پرواہی سے کہا اور بھر سونے کے لیے گروت بدل لی۔

دوسری صبح بے حد خوشگوار تھی۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ گوارش کا موسم نہیں تھا لیکن لگایا ہی رہا تھا جیسے بارش ہوگی۔ ناشتے کے بعد ہی سب کے ذہن موسم میں کھو گئے۔ جشید بھائی بھی ناشتے پر موجود تھے۔ دیے بے چارہ اپنی شخصیت کی وجہ سے کوئی نمایاں حیثیت نہیں اختیار کر سکا۔

تھاس لیے کوئی اس کی طرف توجہ نہیں دیتا تھا۔

ناشتے کے کمرے سے سب ساتھ ہی نکلے تھے تب ہمیں نے سب کو روک لیا۔

"کیا بات ہے؟ آج کل موسم کافی سرد ہے۔" وہ بولی۔

"اے لہو ابھی تو سردی کا نام بھی نہیں ہے۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" ہوا نے جلدی سے ہمیں کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"خدا کے واسطے مجھے بخار نہ بتا دیں۔" ہمیں جلدی سے بولو۔

"اے بچی! تمہارا گرم ہے۔" وہ خوشی سے بولیں۔

"اللہ کے واسطے بول۔ آپ فاسر ہو رہیں۔ اگر ابو کے سامنے کہہ دیا تو خواہ مخواہ دوادوں کے چھین چھین جاؤں گی۔"

"دواؤں کی تو ہمیشہ سے چور ہو جاتی تھیں۔"

"ٹھیک ہے بول۔ آپ اپنا فرض ضرور پورا کریں۔" کمال ہے۔ ذرا بھی سردی نہیں ہے اور انہیں سردی لگ رہی ہے۔ "خلوت نے قسم دیا۔"

"اللہ عادل بھائی! اب اتنی ہی دیوانی ہیں۔ پلیر آہستہ۔"

"تک حلال ہیں۔ محبت کرنی ہیں تم سے۔ ایسی کیا بات ہے۔"

"خلوت بولا اور سب ہنس پڑے۔ "جائیے بوا! آپ نواب صاحب سے بات کریں۔"

"کمال! ہمیں چہرچہ کر لیں۔"

"جی ہمیں بانی! کمال آگے بڑھ آیا۔"

"تم ان بوا کو زبردستی لے جاؤ اور کوئی کے دیران مجھے کے کسی کرنے میں بند کر دو۔ یہ اتنے اچھے موسم کا بھرا غرق کر نہیں گی۔"

"ہمیں فرمائی۔"

"بہت بڑا! کمال آگے بڑھ آیا۔"

"جشید بھائی! آپ بھی کمال کی مدد کریں۔" ہمیں جلدی سے بولی۔

"اوہ۔ خار۔ خار۔"

"ارے۔ ارے۔ لو اور منو۔ نیکی براہ گناہ لازم! اے لی لی تمہاری مرضی ہے۔ علاج کو نہ کو بہتر بر جاؤ گی تو ٹھیک ہے۔" ہوا بول کھائے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹ گئیں۔

سب قہقہے لگا رہے تھے۔ کمال تو رک گیا لیکن جشید صاحب کے لیے یہی کافی تھا کہ کسی نے کوئی کام ان کے سر پر کر دیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے آگے بڑھ کر بوا کو پکڑنے کی کوشش کی۔

"پیچھے ہٹ۔ ہٹ۔ پیچھے۔ خبردار جو میرے پنڈے کو

چھو! "ہوا غرائیں اور جشید احمقانہ انداز میں ہمیں کی شکل دیکھنے لگا۔

"ہمیں نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔"

"جشید بہت طاقت ور ہے۔" خلوت جلدی سے بولا۔

"اگر وہ چاہے تو بوا کو اٹھا کر بھی لے جاسکتا ہے۔"

"اٹھا کر تو دیکھو۔ بڑاں تو زردوں گی۔" ہوا نے آنکھیں نکالیں۔

"اب یہ جشید جانے۔" خلوت بولا اور جشید کے لیے یہی کافی تھا۔ دوسرے نے دھکے جھکا اور بوا کو اٹھا کر لے دوڑا۔

ہوا بھونچکی رہ گئی تھیں۔

اور لوگوں کے چپٹوں میں بیٹے بیٹے درد ہو گیا تھا۔

"ارے! ارے! یہ بوا کو کہاں لے جا رہا ہے؟" خلوت جشید کی سے بولا۔

"اللہ عادل بھائی! اللہ بس۔" ہمیں نے پیٹ پکڑ کر بیٹے ہوئے کہا۔ افشاں اور ٹکلی کی آنکھوں میں بیٹے کی وجہ سے آنسو نکل آئے تھے۔

"بائے اب تو بوا قیامت کر دیں گی۔ ان کے ساتھ اتنی بری تو بھی نہیں ہوتی تھی۔"

"آئیے! دیکھیں تو کسی۔ دیکھنے کے قابل منظر ہو گا۔"

افشاں نے کہا۔

تو یہ قریب کسی ہو گئی ہیں یہ لڑکیاں۔ ہمیں شرم نہیں کی کہ ان دونوں کی خلوت میں جاتے ہوئے "خلوت نے سرائے سے کہا اور ہمیں نے شرم سے دوپٹہ منہ میں دھالیا۔

تو یہ بھاگتا ہوا آیا بات کا بکڑا ہوا ہے۔" احسان نے بیٹے کو دیکھا۔

"تو یہ بھاگتا ہوا آیا بات کا بکڑا ہوا ہے۔"

"ہمیں فرمائی کیا تھی؟"

"ہمیں فرمائی کیا تھی۔" میں نے دوسری سردی کی بات کوئی۔ میرا خیال ہے کہ موسم سے تو نہیں تھا۔ میں تو کہہ رہی تھی کہ بہت دن سے کوئی آفریقہ نہیں ہوئی۔ سب لوگ سرد سرد ہیں۔ کتنی معاملات میں کوئی پر جوش نہیں ہے۔"

"ہمیں بولی۔"

"اد! یہ بات تھی۔"

"شامت کی ماری بوا کی محبت جوش مارنے لگی۔ وہ سبھی کہ میں سردی کا شکار ہو گئی ہوں۔"

"ہاں۔ یہ بات سوچنے کی ہے۔" خلوت نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا؟"

"میں کہ بچپن کچھ عرصے سے موسم کافی سرد چل رہا

"اور پھر آج تو بادلوں نے اور کچل چادی ہے۔"

"کیا کہا جاسکتا ہے؟" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ہم گھر سے نکلیں اور دھوپ اٹکل آئے۔"

"آثار تو نہیں ہیں۔ بادل کمرے دھسے جا رہے ہیں۔"

"ہمیں نے کہا۔"

"ہمیں مشکل پیش آئے گی۔" خلوت بولا۔

"کیسی مشکل؟"

"آپ سمجھتی نہیں ہیں؟ ہمیں انسان کو اتنا بے حس نہیں ہونا چاہیے۔" خلوت نے ہاتھ بکڑا کر بولا۔

"ارے! ارے! کیا شکایت پیدا ہو گئی میرے بھیا کو؟"

"ہمیں نے ہمارے کہا۔"

"احسان! اگر سیر کرنے نکلیں گے تو تم ان کے ساتھ ہوگی باقی لوگ؟"

"خدا کی قسم حسرت میں نہ جھٹکایا کریں عادل بھائی۔"

"ہمیں جلدی سے بولی۔"

"کیا مطلب؟"

"کتنی خواہش ہے اپنے بھیا کا سہرا دیکھنے کی۔"

"ارے باپ رہے! خلوت اچھل پڑا۔ "جہان تو ہمیں شادی کرنے میں جو چیز میرے لیے سب سے زیادہ مانع ہے وہ سہرا ہے۔ اگر سہرا نہ ہوتا ہوتا تو میں دس شادیاں کرنے کو تیار ہوں۔ دیکھیں یہ سن کر خوش ہوگی کہ میرے برادر ختم کو سہرا باندھنے میں بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

خلوت کا اشارہ میری طرف تھا۔

"ایک کر دوں گی۔ ذمہ نہیں چھوڑوں گی۔ ہائے! اب یہ بھی لکھا تھا۔" میں نے ہوا کی آواز سنا لی۔ وہ بڑی تیزی سے آ رہی تھیں۔ ہم سب الٹ جھوٹے۔

"اور تم سب دیکھتے رہو۔ اے ہمیں بیٹی۔ ہائے! اب کس پر باز کوئی کی۔ مجھے بھی خیال نہ آیا۔"

"ارے! اس جشید کی ایسی جھمی۔ کیا کہاں دو۔ راسم! جشید کی اینٹ سے اینٹ جھاؤ۔ آؤ میرے ساتھ۔ غضب خدا کا۔ اس نے مذاق میں یہ بات کہی تھی لیکن اس نے جج جج یہ حرکت کر ڈالی آؤ۔" خلوت نے میرا بازو پکڑا اور تیزی سے چل پڑا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ خلوت اس وقت وہاں سے پھوٹ جانا چاہتا ہے۔

ہم دونوں میدھے اپنے کمرے میں آ گئے اور خلوت

سکرا لے دیا۔

"یہ معاشی کی انتہا کر ڈالی ہے تم نے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور طاقت جھٹ کی طرف دیکھتے ہوئے "اس وقت وہاں سے بھاگے کیوں؟"

"بات ملادو رخ اختیار کرتی تھی۔"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"دماغ میں خرابی ہوئی ہے کچھ۔" طاقت نے آنکھیں نکالیں "آسمان پر بالوں چھائے ہوئے ہیں تو اس میں ہمارا کیا قدم رہے۔ ہمیں صاحب کے ذہن میں لیڈر کے نگلیا رہتے ہیں حالانکہ ہمارا پروگرام کچھ اور ہے۔"

"اور وہ؟" تو نے تھمرا۔ طالب نے۔۔۔

"یہی ہیں۔ اگر کسی کام کو سب پر سوار ہو جائے تو؟"

"نہیں اب کیا کرے؟"

"اپنی اپنی۔"

"یہی مطلب؟"

"یونہی رہا۔ تم افغان کو لے کر پنجپور میں نکلیں گے۔"

"یہ؟" میں نے تھری سانس لی "یار اس معاملے میں بھی قربت سے زیادہ خوش نصیب ہو۔"

"بھیس معاملے میں؟"

"نگلیا کو ساتھ لے جانے میں ہمیں قیامت نہیں ہے۔ اس کے برعکس میں سوچ رہا ہوں کہ افغان نہ جانے کیا کرے۔ ممکن ہے دقت پیش آئے۔"

"اب یہ تیزی اور افغان کی صلاحیت کی بات ہے۔ بہر حال زیادہ دیر نہیں ہونی چاہیے۔ یہاں کی پینٹ کو باہلوں کا ذخیرہ چھتا جا رہا ہے۔ اگر زوردار ہو گیا تو سارا پروگرام خاک میں مل جائے گا۔"

"میں نے فکر مندی کی مہری سانس لی۔ افغان کو لے جانا خاصا مشکل کام تھا۔ بہر حال کوشش کرنے میں تنق نہی تھا۔ طاقت میری شکل دیکھ رہا تھا۔

"سب چاہا؟"

"ٹھیک ہے یار۔ میں کوشش کروں گا۔"

"تب پھر جلدی سے ایک کام کرو۔" طاقت بولا۔

"ہوں، موم۔" میں نے کہا۔

"خاموشی سے ٹھیک کے پاس جاؤ اور اسے میرے پاس بھیج دو۔" طاقت نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ میں باہر نکل آیا۔ زیادہ دیر نہیں گیا تھا کہ پھر ہوا گروہ مل گیا۔ مجھے دیکھ کر آیا اور سب میرے پاس پہنچ گئے۔

کتابیات پبلیکیشنز

"یہ آپ لوگ کیوں فرار ہو گئے؟" یہی نے کہا۔

"اور اسے میں ہم نے پروگرام کیسٹل کر دیا۔"

"اور کیوں؟"

"دراصل ہمیں آج ایک مصروف دن گزارنا ہے۔"

مجھ سے کوئی ہمانہ نہیں بن رہا تھا۔

"کوئی آج کے موسم سے کوئی ناکو نہیں اٹھایا

جاسکتا۔" یہی نے باہر سے کہا۔

"ہاں کچھ ایسی چیزیں ہیں۔"

"اور یہ جوشید صاحب کیسٹل کر دیا۔"

"کیوں؟"

"سب جگہ انہیں سناش کیا گیا۔ ان کا پتہ ہی نہیں

پتا رہا۔"

"ممکن ہے غریب باہر ہی چلا گیا ہو۔ اچھے بائیں نکلیں!

آراء بات سنو۔" میں نے کہا اور دوڑے۔ لوگوں سے مطہر ت

کر کے ذرا دور چلا گیا۔ ٹھیک میرے پاس آگئی تھی۔

یاد فرما رہے ہیں۔"

"خاموشی صاحب؟"

"جی۔"

"اپنے کمرے میں ہیں؟"

"جی۔" میں نے جواب دیا اور ٹھیک میری شکل دیکھ کر

بھیست گئی۔

"نہیں یہ لوگ؟"

"کالوں کا خبر نہ ہوا ان لوگوں کو۔"

"آج آسمان تو نہیں ہے۔ پلیز سامنے بھاگے۔ آپ ان

لوگوں کو کسی طرف۔" ٹھیک نے درخواست کی۔

"شیطانی نرل ہے۔ بہر حال میں کوشش کرتا ہوں۔ تم

پہلے اپنے کمرے کی طرف جاؤ، پھر پچھلے راستے سے۔"

"یاد رہے؟"

"ہاں۔" میں نے کہا اور ٹھیک دوسرے لوگوں کی طرف

دیکھتے بغیر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی اور میں واپس ان

لوگوں کے پاس پہنچ گیا۔

"کیوں یہ کسی ٹھیک کہاں ملی گئی؟"

"آئی ہیں ابھی تو راکٹ سے گئی ہیں۔" میں نے کہا۔

"ویسے آج کا موسم جس طرح چٹ ہوا ہے، اس کا

انفوس رہے گا۔"

"یو اگاہا نہیں؟" میں نے پوچھا۔

"وہ بھی غائب ہو گئی نہ جانے کہاں چلی گئی۔"

"چلو تمہیں اچھا رہا ہے طوری کوئی پروگرام نہیں۔"

مطلوبت [3]

یہ قوم آج نہ جانے کس موڑ میں ہے۔" احسان نے کہا۔

"پروگرام کیا کیا خاک بنا گئی؟" تیس برس سے بول رہے۔

"نہو۔ یہاں میرے کچھ دوست ہیں ان سے نہیں

گئے۔" احسان نے کہا۔

"آپ کیا کریں گی مس افغان؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی تک سوچا نہیں۔" افغان نے کہا۔

"اچھا ابھی۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا اور سب

منتظر ہو گئے۔ میں نے افغان کو اشارہ کر دیا تھا اور چند منٹ

کے بعد میں اس کے کمرے پر پہنچ گیا۔ افغان میرا انتظار

کر رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر مسکرا دی۔

"میں نہیں سمجھ سکتی یہ کیا ہو رہا ہے۔" اس نے

مسکراتے ہوئے کہا اور پھر چونک کر بولی "ارے اندر آئیے"

دروازے پر کیوں کھڑے ہیں۔"

اور میں بھجنا ہوا اندر داخل ہو گیا۔

"تشریف رکھیے۔" افغان بولی۔

"میرا خیال ہے میں یہاں نہیں بیٹھنا چاہیے۔"

"کیوں؟" افغان نے آنکھیں نکالیں۔

"اور وہ کوئی خاص بات نہیں کچھ پروگرام ہے۔"

"کیا؟"

"آپ کو بتانا ضروری ہے؟" میں نے اسے دیکھا۔

"کیا میں بھی اس پروگرام میں شریک ہوں؟" افغان

نے پوچھا۔

"شریک کیا؟ پروگرام ہی آپ کے لیے ہے۔"

"تب پھر میرے لیے کوئی حکم تو ہوگا۔" افغان پیار

کے ساتھ بولی۔

"کیا آپ تیار ہو جائیں۔" میں نے کہا اور افغان

کو لے کر اپنے کمرے کا حکم ہے؟" اس نے پوچھا۔

"یہاں؟"

"بہتر ہے کہ افغان نے گردن ہلائی اور الماری کی طرف

بڑھ گئی پھر اس نے ایک خوب صورت لباس نکالا اور لمحوہ

باتھ روم کی طرف چل پڑی۔ اس کے انداز اپنی ہیبت پر میری

روح خوشی سے بھرم گئی تھی۔ درحقیقت افغان جیسی لڑکیاں

زندگی میں دو دنیاں تعمیر دیتی ہیں۔ میں مستقبل کی روشنیوں

میں بیٹھنے لگا اور پھر روشنی کمرے میں در آئی۔

"ٹھیک ہے۔" روشنی کی آواز ابھری اور میں بڑھ نک

کیا۔ افغان نے حد حسین نظر آ رہی تھی۔ میں نے لہریلی

نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اور میں اس کے حسن کو خراج تھا۔

مطلوبت [3]

الفاظ میں دو اثر گماں جس کا اظہار چہرے سے ہو۔

"پہلیں؟"

"پہلے۔" افغان نے سکون سے کہا اور میں بھی اٹھ کھڑا

ہوا۔ ہم دونوں باہر نکل آئے طاقت یا تو ابھی نکلا نہیں تھا

یا پھر اٹھا تھا تو اس نے کار ہارے لیے چھوڑ دی تھی۔ ایک

لٹنے کے لیے میں نے سوچا۔ کیس ایسا نہ ہو کہ طاقت خود کار

لے جاتا چاہتا ہو۔ میں کار لے جاؤں تو یہ خود غرضی نہ ہو لیکن

پروکیدار نے میری یہ مشکل حل کر دی۔ وہ قربت سے ہی گزارا

تھا۔

"سنو!" میں نے کہا اور وہ جلدی سے میرے پاس

آئی "عادل صاحب باہر گئے ہیں یا اندر ہی ہیں؟"

"ابھی تو باہر کے ہیں صاحب۔ ان کے ساتھ بی بی بھی

تھیں۔"

"اور۔" میں نے گردن ہلائی اور پھر میں اطمینان سے

کار میں آ بیٹھا۔ افغان میرے برابر آکر بیٹھ گئی اور میں نے

کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھادی۔ ہم خاموشی سے باہر نکل

آئے۔ افغان نہ جانے کس خیال سے مسکرا رہی تھی۔ میں

نے ذرا نیونک کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور اسے

مسکراتے دیکھ کر میرے دونوں پر بھی مسکرا ہٹ آگئی۔

"خیریت۔ کون سا خیال ذہن میں رہتا ہے؟" میں

نے پوچھا۔

"یہ صاحب کون سی بی بی کے ساتھ باہر گئے ہیں؟"

افغان نے پوچھا۔

"ٹھیک بی بی کے علاوہ کون ہو سکتا ہے۔" میں نے ہنستے

ہوئے کہا۔

"لیکن یہ آج پروگرام کیا ہیں؟"

"ہم نے سوچا کارٹ سینٹر کے افتتاح کی

منگوری لے لی جائے۔" میں نے جواب دیا۔

"اور بھس؟"

"اس کی اصل مالک ہے۔"

"یعنی؟" افغان کے چہرے پر سرخی پھیل گئی۔

"افغان طاقتوں سے ہمارا گیا ہے، ہم تو صرف ایک

کارکن کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مالک اپنے کاروبار کا جائزہ لے

لیں۔ اگر وہ انتظامات سے آرا کشی سے مطمئن ہوں تو پھر

اس کے افتتاح کی تاریخ مقرر فرما دیں۔ اس کے علاوہ مکان

کا بھی جائزہ لے لیا جائے۔ ممکن ہے افغان طاقتوں کو پسند نہ

آئے۔"

"اور تو مکان بھی خرید لیا؟" افغان نے پوچھا۔

کتابیات پبلیکیشنز

”نیکو دودھ دیا دوتے کا ہے۔“
 ”جیسا ہے جو سرتابی ہو جائے۔“
 ”لین ماسم صاحب! یہ سب کچھ آپ لوگ کس وقت کرتے ہیں خاصے مشکل کام ہیں لیکن۔“
 ”ہیں دوجانے ہیں اس کے علاوہ تصدیق بڑے کام کا آونی ثابت دوا خوب کام کر رہا ہے۔“
 ”ہاں! انتہائی امور میں وہ اپنا غلط نہیں رکھتا۔“
 افغان نے کہا۔ خوشی سے اس کے چہرے پر ہلکے آنکلی تھیں۔ وہ سب حد مسرور نظر آتیں تھیں پھر کافی دیر تک خاموش رہتے تھے بعد وہ ہوا کی توتاپ نے کاروبار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔
 ”خندور کے لیے جوہمت کچھ کرنا ہے۔“
 ”میں بہت خوش ہوں! میں تو توتے ہوں تو۔“ وہ ہنسی مچا۔
 ”ہوں ہوں مکہ دیں۔“ کھٹک کیوں؟“
 ”ہوں تو۔ جہاں آپ دوتے تھے وہاں جانے پر اعتراض نہ ہوتا لیکن یہ دور ہری خوشی کی بات ہے کہ میں کہیں اور نہیں جاؤں گی۔“
 ”تمہاری یہ خوشی میری روح کو منور کر رہی ہے افغان۔“ میں نے کسی قدر جذباتی لہجے میں کہا۔
 ”میری خوشی انتہی ہے۔“ افغان نے کہا اور اس کے بعد ہم دونوں کافی دیر تک ان جملوں کے مسرور میں کھوئے رہے پھر افغان بولی۔
 ”ناوال بھائی کے لیے شکیل بہت مناسب ہے! میں بہت مسرور ہوں۔“
 ”ہاں! دونوں ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں۔“
 ”وہ حضرات کہاں گئے ہیں؟“
 ”فخریت سینٹر۔“ میں نے جواب دیا۔
 ”ارے تو باقاعدہ پروگرام ہے؟“
 ”ہاں! صرف ہزار۔ دوسرے لوگوں کو اس وقت ساتھ لانا کچھ مشکل نہ تھا۔ یہ ہمارے ذاتی معاملات ہیں۔ سب کو اس وقت بلائیں گے۔ جب افتتاح کریں گے۔“
 ”بالکل ٹھیک ہے۔“
 ”ایک بات پوچھوں افغان؟“
 ”ہاں! ضرور۔“ افغان نے کہا۔
 ”میری یہ بے تکلفی ذہن پر بار تو نہیں پڑتی؟“
 ”جیسا بامیں کرتے ہو صاحب! افغان نے احتجاج کیا۔
 ”گوئی دو سرتاوس بارے میں نہیں سوچتے؟“

تے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔
 ”بہت خوب۔“ وہ سوال کی چوڑی سڑمیاں ملے کرتے ہوئے بولی۔ وسیع ہال میں چاروں طرف قالیوں کے شیشے بچے ہوئے تھے جن میں روشیاں بچھا رہی تھیں۔ حسین ترین ڈرائنگ روم ترتیب دیے گئے تھے جن میں قالیں بچھے ہوئے تھے دراصل یہ جدید ترین شوروم تھا جس کا جواب پورے ملک میں نالکھن تھا۔
 افغان نے رک کر انہیں قریب سے دیکھا اور پھر تعریفی انداز میں گردن ہلائی۔
 ”گوئی ارشاد؟“ میں نے مسکرا کر کہا۔
 ”صرف اتنا کہ۔ میں نے بہت سے ممالک دیکھے ہیں بڑے بڑے ٹھکانوں کے تجارتی مراکز دیکھے ہیں۔ اب تک تو کچھ دیکھا ہے وہ انتہائی معیاری ہے اور ہم اس شوروم کو بڑے بڑے سے بڑے غیر ملکی شوروم کے مقابلے میں پیش کر سکتے ہیں۔“
 ”شکر ہے نہیں ادا کروں؟“ گوئی نے یہ کاوش سروری ہے۔
 ”یہ! اوپر پلیس۔“ افغان نے مسرت بھرے انداز میں کہا۔ اوپر کی منزل اسٹاک ہال تھی۔ چاروں طرف قالیوں کے انبار تھے دوتے تھے افغان نے کافی دیر تک وہاں رک کر قالیوں کی کوئی دیکھی اور پھر ہم اوپر کی منزل کی طرف چل پڑے۔ یہ اسٹاک ہال تھا۔
 اسٹاک نے باقاعدہ کام شروع کر دیا تھا۔ ابھی الکی کام ہوئے تھے۔ کئی ممالک سے قالیں دو آدھ کیے گئے تھے۔ مٹی اور چھوٹی کالی اسٹاک خرید لیا تھا۔ یہ سارے کام بہت تھے۔ ہال میں خلاوت اور شکیل ملے۔ ہمیں دیکھتے ہی سارا ڈھیر سیان چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ تقریباً سو نوکریاں تھیں اور سارا کچھ قریب نوجوان اور درمیانی عمر کے لوگ۔ تصدیق بھی تھا کہ یہ سب سے زیادہ حیرت بخشید گوئی کر بولی تھی۔
 ”بہت خوب! اسٹاک ہال میں۔“
 ہر حال خلاوت کے لیے اگر یہاں کوئی تیاریاں کرنی تھیں۔ ہم بعدوں گئے لوگوں سے افغان کا تعارف کرایا گیا اور پھر ہم اپنے آفس میں داخل ہوئے۔ جبکہ تصدیق وغیرہ ساتھ تھے۔
 ”خوب! جیسا صاحب! آپ کس وقت کھٹک آئے؟“
 میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
 ”اور مسٹر صاحب! اور عورتا عورت بہت خراب ہو گیا تھا۔“
 وہ ہمیں زندہ نہ چھوڑا۔ مسٹر صاحب نے بہت اچھا انسان ہے۔“

دونوں کو میں جو کچھ بھی سمجھوں، تم ہے۔“

”بس یوں کہنا چاہیے“ بلاض ادا کات محرومی کے
 حسد میں طوفان میں گھرے ہوئے انسان کو ایسا سارا
 جاتا ہے جس کا وہ تصور بھی نہیں کرپاتا اور دونوں اسے
 اس سارے کی مضبوطی کا احساس ہوتا ہے اس کی کیفیت
 انوکھی ہوتی جاتی ہے اسے اپنے خواب میں ٹھوٹے ہوئے کا
 احساس ہوتا ہے اور پھر یہ خوف اس کے ذہن میں جاگزیں
 ہو جاتا ہے کہ کہیں اس کی زندگی نہ کھل جائے۔ ”ٹھانی نے
 کہا۔“

کار کٹائی دور نکلتی آتی تھی۔ اس وقت میں ایک ہم
یار سے تھے اس کے بارے میں صرف خالوتہ کا معلوم
تھا۔ وہی لوگ بے خبر تھے جن میں میں بھی شامل تھا۔ یہ سال
میں ہم ایک نہایت ہی بے نقص خالوتہ میں گئے۔ اس دور
میں ایک انتہائی خوش نال غلظت نظر آیا۔ دور ہی گئے
مبارت کے حسن کا اندازہ دو با تھا۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ
یہ ہماری غریب بائیں کلا ہے۔

طاہرات نے جہاں آباد میں احسان کے لیے ایک عمارت برکرائی تھی، انہیں حسین عمارت تھی لیکن اس عمارت کے سامنے دو کوئی وقت نہیں رہی تھی۔ ہر گز انہی جگہ مکمل تھا کہ جس نے عرف کے لیے انتخاب نام ہو جاتے تھے۔ سب محروم تھے اس عمارت کو دیکھتے پھر رہے تھے۔

كاملوت (3)

”ارے یہ خواتین مرا تجھے میں کیوں ہیں؟“ میں نے کہا اور دونوں لڑکیاں چونک پڑیں۔ انہوں نے دھارمی طرف دیکھا اور پھر شکیلوں بولی۔

”خام بات چنی میں ہے۔“ شکیلہ ہنس پڑی۔
 ”تیسری قسم کون سی ہوتی ہے؟“ طاہرات نے ہنک کر
 رازدارانہ انداز میں مجھ سے پوچھا۔ اور دونوں لڑکیاں ہنس
 پڑیں۔

”شکیلہ باقی کے بارے میں تو میں کہہ نہیں سکتی لیکن میں آپ کی اس فرم کے بارے میں سوچ رہی تھی۔“

”شکریہ ادا کریں صائم صاحب!“ ظالوت نے مسخرے
ہنسات کہا۔

”جو کچھ آپ سنا دیں۔“

”میں اس فرم کے بارے میں نہیں سوچ رہی تھی۔“
”خوب۔ پھر؟“

کتابیات پبلکیشنز

"بچہ نہیں کرا نہیں گئے؟"

”اب کیا آپ اسے مہمانوں کو باہر لے جائیں گے۔
میرا خیال ہے ”اب ہمارا چین اتنا مفلس بھی نہیں ہے۔“

”جیسی کہ خاموشی کا چمچ چمک رہی تھی۔“ میں نے کہا۔
 نفاس! اور شکلیہ صوفوں پر بیٹھ گئی تھیں۔ جمشید دوسرے
 دوسرے پر اور میں ان کے برابر بیٹھ گیا۔
 ”کیا بولا جائے؟“ شکلیہ نے کہا۔

"میں کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

”مکان کی آرائش کے لیے یہ سامان کہاں سے حاصل کیا گیا؟“ انہوں نے پوچھا۔

”یہ شعبہ خادیں کا ہے، ویسے اتنا میں بتا سکتا ہوں کہ جو
بزرگ ابلیسکی ”امپورٹ کر لیا مئی۔“

غیر ملکی سامان ہے؟

پھر وہ زلیخا کو یہ سب بچھوڑ کر کیا ہو گا؟

سکھیں جو شیشیں جازر میں ہیں۔ "افشاں نے کہا اور اس کے

تو اس نے میری جان میں جان الی۔

ان سوالات کے مناسب جوابات میرے لیے خاصے

”ایں تقدیر سے“

”بہر حال میری طرف سے اس خوب صورت نفل کی

کھانے کا انتظام واسم نے کیا تھا، اس لیے حیرت کی منیائش نہیں تھی عظیم الشان، اچھٹک بال کی لمبی میز پر انواع و اقسام کے لوازمات بھرنی پڑی تھیں۔

”توبہ ہے۔ یہاں پوری بارات آ رہی ہے کیا؟ کیا یہ کہا؟
خسائی نہیں: دوکان؟“ سیکل نے کہا۔

خواب ہے تھک کر لیں۔ ہم مردوں کو اس بارے میں کیا معلوم؟ "میں نے شکیلہ سے مسکراتے کانڈ لیا اور شکایت نامہ لکھ کر بھیج دیا۔"

لکھنا خباثت سے زیادہ ہی کھلیا گیا اور پھر تھوڑی دیر
آرام کی ٹھہری۔ جوشید صاحب کتاب میں بڑی ہی تھکے
چینچہ ان کو ملنے کی ترکیب کی جانے لگی۔

”نہایتے جبشید صاحب! اس دوران آپ نے کوئی منفکار نہیں کی۔“

”ہم یہ سب دلچسپ و نادر گلے سنے“ جوشید نے کہا۔

”آپ سب دندہ رفل جے۔“

”تیار! کف بھی دیند رفلش ہے، ہم کیا سوچتے۔“ جمشید

"اس کا بھی شکریہ۔" طاہرات نے کہا اور سب ہنس

”اودو! چھاؤں ہے۔“

"میں نے اس کا ٹائف کے بارے میں نہیں پوچھا۔"

”بس تھوڑے دن ادھر اور تھوڑا ریس مینا اور پھر واپس چلا آؤں گا۔“

"مسٹر شیڈوب سے کیا بولیں گا؟" طاہر نے پوچھا۔

”دیکھئے اُمیدؑ کو جو آپ سے بچو کام تھا۔ میں سادہ“

”لو: کیا کام تھا؟“ بےشید چونک کر ہوا۔
”پتہ نہیں، بس ہم وہاں سے نکلے تھے تو اس نے

کتابخانه ملی افغانستان

درخواست کی تھی کہ جلدی جھجک دیا جائے۔
 "اور تب ہم جائے گا مسٹر صاحب!"
 "کڑی اگر آپ چاہیں تو لیتے جائیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔
 "اوہ، نوہ۔ اوہر گاڑی چلانا آسان کام نہیں ہے۔"
 "چھا۔ کیوں؟"

"میں۔ اوہر ٹریفک کا اصول ہمارا سمجھ میں نہیں آیا۔ جس کا جد حردل چاہتا ہے، چلتا ہے، میں ٹیکسی سے چلا جائیں گا۔" جلدی نے کہا۔ وہ اس قدر آسانی سے نکل جائے گا، ہم یقین نہیں تھا۔ چنانچہ ہم اسے بڑے غلوس سے باہر تک چھوڑنے آئے اور جلدی کو ٹیکسی بھی لے گئی۔

"میں ذرا ٹکلیہ کے ساتھ عقی پارک میں جا رہا ہوں، امید ہے تم محسوس نہ کرو گے صاحب! حلاوت نے کہا۔
 "ٹھیک ہے، تو افشاں! ہم بیرونی پارک کا نظارہ کریں۔" میں نے کہا اور حلاوت مسکراتا ہوا ٹکلیہ کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔

میں افشاں کو لے کر خوب صورت کوٹھی کے ایک حصے کی طرف بڑھ گیا۔ اور پھر اسے بیروم میں لے آیا۔ افشاں کا چہرہ گلابی ہو رہا تھا۔ بیروم کی فضا انتہائی رومانی تھی۔ دیواروں پر حسین تصاویر آویزاں تھیں، کچھ خوب صورت مجسمے رکھے ہوئے تھے۔ سارے کے سارے نوادرات میں شمار ہوتے تھے۔

میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور افشاں کی طرف دیکھا لیکن افشاں پر سکون تھی، اور یہ اس کے اعتماد کی اعلیٰ مثال تھی۔ میں مسکراتے رہا۔
 "نیٹو افشاں۔" میں نے کہا۔
 "کیس عادل، ہمیں تلاش نہ کریں۔" وہ شرمیلی انداز میں بولی۔

"نہیں کریں گے۔" میں نے کہا۔
 "کیوں؟ آپ اتنے یقین سے کیوں کہہ رہے ہیں؟"
 "بھئی، وہ اپنے بیروم میں ہوں گے اور ٹکلیہ ان سے یہ بات کہہ رہی ہوگی۔"
 "اوہ۔" افشاں ہنس پڑی۔ "بڑے شریر ہیں آپ لوگ۔"
 "واقعی؟"

"ہاں۔ اور قابل رشک بھی۔"
 "خوب وہ کس لحاظ سے؟"

"میں نے دو بھائیوں میں ایسی بے تکلفی اور ایسی محبت نہیں دیکھی۔"
 "اوہ عادل، بہت پیارا انسان ہے۔"
 "اور آپ؟" افشاں مسکرا کر بولی۔
 "اپنے بارے میں فیصلہ کرنے والا میں کون ہوں۔"
 "کیوں؟" افشاں شرارت سے بولی۔

"میرے جملہ حقوق آپ کے نام محفوظ ہیں۔ کوئی برا کے گا تو آپ کا مسئلہ ہے اور اچھا کے گا تو آپ کو خوش کر لے گا۔" میں نے جواب دیا۔ افشاں کے چہرے پر عجیب سے تاثرات چمک اٹھے۔ وہ ان الفاظ کے تاثر میں ڈوبی رہی اور اس کے چہرے کا رنگ گلابی بننے لگا۔
 "افشاں! میں نے اسے مخاطب کیا۔

"جی۔" وہ آہستہ سے بولی۔
 "کیا سوچ رہی ہیں؟"
 "آپ نے اس حد تک خود کو مجھ سے بہتر کر دیا ہے صاحب!"
 "ٹھیک ہے؟"

"نہیں۔"
 "میں نے خود کو کچھ نہیں کیا۔ بس اچانک محسوس کیا کہ اب اپنی زندگی کے کسی لمحے پر میرا اختیار نہیں ہے، میری سائنسوں کا مالک کوئی اور بن گیا ہے۔" میں نے کہا۔
 "یہ سب کچھ کیسے ہو جاتا ہے صاحب! افشاں کھوٹے ہوئے لمحے میں بولی۔

"عمل کی دنیا بے شک تلخ ہے افشاں۔ لیکن ہم انسان کمزور سے نازک سے، مانند حباب، خود پر قید و بند کی لاکھوں پوشائیں چڑھا لیتے ہیں۔ جب چہرہ کھول کر دیکھتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ خود کو چھپانے سے دنیا کا رنگ نہیں بدلتا۔ ہمارے سانس اتنے ہی نازک ہوتے ہیں، اتنی ہی آزادی کے طالب ہوتے ہیں جو ان کے لیے ضروری ہو۔ میرا مقصد ہے ہم متاثر ہونے کے لیے ہیں اور متاثر ہوتے ہیں، یہی ہماری زندگی ہے اور یہی ہمارے لیے ضروری بھی ہے ہاں، ہم زبان کو تابع کرنا تو دوسری بات ہے۔"
 "ٹھیک کہا آپ نے۔" افشاں نے آہستہ سے کہا۔
 "تم مجھے چاہتی ہو افشاں؟"
 "ہاں۔" افشاں نے سادگی سے کہا۔
 "کیسا؟"

"ہوں سمجھیں کہ میں نے زندگی کے اس پہلو پر کبھی غور نہیں کیا تھا۔ میں بھوت نہیں ہوں گی۔ آپ کو میری بات پر

اعتبار کرنا ہوگا۔ میں خود کو زندگی کی ضرورتوں سے الگ کا انسان ثابت نہیں کروں گی۔ مجھے مجھے جانوروں کو یا کسی محبت کرنے والے جوڑے کو دیکھ کر کبھی کبھی میرے ذہن میں بھی محبت کا تصور ابھرا میری خواہش بھی، بوٹی کے میں اس ریز کو جانوں۔ میں تعلیم یافتہ ہوں، میں نے زندگی کے ان لحاظات کے بارے میں بہت کچھ پڑھا ہے۔ وہ افسانے ہی سہی لیکن میں نے ان کی حقیقت سے انکار نہیں کیا، نہ ہی اچھے ہوئے لوگوں کی مانند خود کو ان سے مبرا سمجھا لیکن میرے جذبات، میرے یہ احساسات کبھی شدید طلب نہ بن سکے۔ یوں سمجھیں کہ میں نے جب بھی ان کے بارے میں سوچا تو اپنی پسند کی تلاش میں پھنسنے کا تصور میرے ذہن میں نہیں آیا۔ بس ایک آرزو دل کے منان خانے میں پوشیدہ رہی کہ کوئی ہو، جو ہو اور صائم صاحب! آپ مجھ کو سا کریں، جب آپ پہلی بار نظر آئے تو میرے ذہن میں تھکی یہ تصور نہیں ابھرا کہ آپ وہ ہیں، جو میری چاہت بن سکتے ہیں، بہت سی بار آپ کو دیکھا، بھوت نہیں ہوں گی، بہت سی بار آپ کے بارے میں سوچا، کبھی بد روی محسوس ہوئی اور کبھی بلا سائنڈ آپ کے احساس کے ساتھ وابستہ ہو گیا اور۔ اور نہیں کہہ سکتی کہ کب۔ ذہن کے گوشوں میں آپ جا چھپے ہاں جب آپ کی طرف سے توجہ پائی تو اندر سے آواز ابھری کہ میں بھی تو آپ کو چاہتی ہوں اور پھر میں نے سوچا کہ اب اس چاہت کے درمیان ہوا کی دیوار بھی نہ رہے، تھوڑے سے اخلاق کا تصور ذہن میں تھا اس لیے اپنے جذبات کو عریان نہ کر سکی اور میرے خیال میں یہ موزوں بھی نہ تھا۔"

افشاں کی اس گفتگو پر میں دنگ رہ گیا۔ وہ اتنے صاف ذہن کی مالک ہوگی یا اس انداز میں اپنے جذبات کا اظہار کرے گی، مجھے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔
 "کافی دیر تک الفاظ کے سرور میں ڈوبا رہا۔ افشاں بھی گردن جھکا کر ہنسی تھی۔ کچھ لحاظات کے بعد اس نے گردن اٹھائی۔

"کیا سوچتے ہیں؟"
 "خوش ہو رہی ہیں ہوں۔" میں نے کہا۔
 "اچھا بنا میں گے۔" وہ شرمیلی انداز میں بولی۔
 "نہیں افشاں۔ حقیقت کہہ رہا ہوں۔"
 "اب کیا پروگرام ہے؟"
 "ایک بات بتاؤ۔"
 "جی۔"
 "تمہارے ذہن میں کوئی تر نہیں ہے؟"

"کس سلسلے میں؟"
 "میرا مطلب ہے گھر سے اس طرح آنے پر۔"
 "اور جب میں منتقل میاں آ جاؤں گی تب؟"
 "اوہ ہاں۔ لیکن اس وقت تو سب کے علم میں ہوگا۔"

"ابھی سے ابتدا ہو جانی چاہیے۔" افشاں نے لاپرواہی سے کہا۔
 "سچ افشاں۔ کبھی کبھی تو ایک خوف کا سا احساس ذہن میں ابھر آتا ہے۔"
 "کیا؟"

"یہ کہ اگر کبھی کوئی بات، ہم دونوں کی راہ میں رکاوٹ بن گئی؟"
 "سنو، تمہیں اپنی ذات کی مضبوطی پر اعتماد نہیں؟"
 "بہت لیکن میں ان لوگوں کو کیسے دکھانے کا جن کا سلوک میرے ساتھ اس قدر اچھا رہا ہو۔"
 "صائم! اس کی نوبت نہیں آئے گی۔ نہ ہم کچھ ذہنوں کے لوگ ہیں۔ اول تو کوئی ایسا موقع ہی نہیں آئے گا، اتنا بھی تو میرا خیال ہے، ہم اسے با آسانی پنڈل کر سکتے ہیں۔ ان خیالات کو تم ذہن میں جگہ نہ دیا کرو۔"
 "بہت بہتر۔" میں نے پیار سے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "ایک بات بتائیے؟"

"جی۔"
 "عادل بھائی کو ہمارے معاملات کا علم ہے؟"
 "اگر ہو تو؟" میں نے پوچھا۔
 "کچھ بھی نہیں، بس شرم آتی ہے۔" افشاں نے کہا۔
 "اور عادل بھائی کے معاملات کا جو آپ کو علم ہے تو؟"
 "میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
 "افشاں آہستہ سے ہنس پڑی، پھر بولی، "عادل بھائی ٹکلیہ ہی سے شادی کریں گے؟"
 "ظاہر ہے۔"

"آپ لوگوں کو اپنے والدین سے اجازت نہیں لینا ہوگی؟"
 "میں تمہیں کسی حد تک حالات سے آگاہ کر چکا ہوں افشاں، والد صاحب، والدہ صاحبہ کے چکر میں ایسے اچھے ہیں کہ ہم سب کو بھول چکے ہیں۔ راست کے معاملات، عادل بھائی سنبھالیں گے، میرے لیے مکمل آزادی ہے، اسی لیے میں مطمئن ہوں۔ یہ سارے معاملات، میرا مقصد کا دربار وغیرہ ہے، میرے لیے کیے گئے ہیں۔"

آپ دونوں بھائی، واقعی قابل رشک ہیں۔" افشاں خاموش ہو گئی۔

آج کی یہ تخاصم درحقیقت یادگار تھی۔ جس سکون سے ہم دونوں نے بات چیت کی تھی اس سے پہلے میر نہیں تھا۔ افشاں بھی خوش تھی اور میں بھی سرور تھا۔ یوں شام ہو گئی۔ اس دوران ایک بار بھی افشاں نے چلنے کے لیے نہیں کہا تھا۔ تب میں نے ہی گھڑی دیکھی اور چونک پڑا۔

"ارے پانچ گھنٹے؟"

"ہاں۔ کیوں؟" افشاں مسکرائی۔

"جیسے گئے"

"جیسے عادل بھائی کو آواز دیں گے"

"نئی فون کیے دیتے ہیں۔" میں نے ریسیور اٹھایا اور دوسرے کمرے میں ناول کو رکھ لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس چل پڑے۔ طاہرہ بھی بہت خوش تھا۔ شاید یہ محال اس کے لیے بھی بڑے پر سکون تھے۔ خوب صاحب گھر موجود نہیں تھے۔ نواب جلال الدین اپنے کمرے میں تھے۔ سیمیں اور احسان اگر کہیں گئے تھے تو واپس آچکے تھے اور گھر میں داخل ہوتے ہی ہم پکڑے گئے۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، اب یہ فونٹ اچھی ہے۔"

سیمیں نے منہ پھراتے ہوئے کہا "دیکھا احسان، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ کہیں زیادہ قیام نہ کر۔" ارے اگر ہمیں بھی ساتھ لے لیا جاتا تو کیا ہم تخاصم میں مل جاتے؟

"چلو سیمیں۔ اب معاف بھی کر دو۔" نے سننے جوڑے ہیں، ہمارا کیا ہے ہم لوگ تو رہاں ہو گئے۔" سیمیں اور احسان ہماری خوب تضحیک کرتے لیکن اسی وقت بڑی ماں نکل آئیں۔ ہمیں دیکھ کر وہ ہماری طرف ہی بڑھ آئی تھیں۔ ان کے ہونٹوں پر پرچی ہوئی پر غلوص مسکراہٹ باعث سکون تھی۔

"کھانا انتہا ہے۔" وہ مسکراتی ہوئی بولیں اور پھر چونک کر گھٹنے لگیں "ارے ہاں، آج تم دوپہر کے کھانے پر غائب تھے، جلال بھائی بڑی دیر تک انتظار کرتے رہے۔ بڑی بد مزگی رہی۔ سیمیں اور احسان بھی موجود نہیں تھے۔"

"اور؟" ای۔ بس اچانک پروگرام بن گیا۔ ابو کہاں ہیں؟" افشاں نے پوچھا۔

"نئی فونٹ آیا تھا کہ پانچ بجے تک واپس پہنچ جائیں گے۔" بڑی ماں نے کہا اور پھر بولیں "ارے یہ جشید تمہارے ساتھ نہیں ہے؟"

"وہ بھی آتے ہوں گے امی۔" افشاں نے کڑوا کر بڑی

ماں نے گردن ہلائی۔

"شام کی جائے کا وقت ہونے والا ہے، تیار ہو کر پہنچ جاؤ۔" بڑی ماں آگے بڑھ گئیں۔

"جی، اب بتائیے؟" سیمیں نے کہا۔

"اونٹوں، سیمیں۔ کپڑے تو تبدیل کر لو، جلدی کو شام کی جائے کا وقت ہو رہا ہے۔" طاہرہ نے کہا اور میرا ہاتھ پکڑ کر کمرے کی طرف مڑ گیا۔

"میں کہہ چکی ہوں، تھوڑوں گی نہیں۔" سیمیں نے ہانک لگی لیکن ہم سنی اس کی کر کے اپنے کمرے میں آ گئے۔

"لطف آگیا، خدا کی قسم! میں تو جی بھر کے ہاتھیں ہو گئیں۔" طاہرہ سرور لیجے میں بولتا تھا۔ میری طرف دیکھ کر شرارت سے کہنے لگا "تمہارے چہرے بھی بے شمار چراغ چل رہے ہیں۔"

"جی ہاں، فائوس بنا ہوا ہوں۔"

"لی افشاں کو سرسال پسند آئی؟"

"یار طاہرہ! تم نے بہت کچھ کڑالا ہے، میں تم سے کچھ

کوں۔"

"بس فضول باتوں سے پرہیز کرو۔ آج رات بیٹہ کر کے ملے کرنا ہے کہ اب کارپٹ سینٹر کا افتتاح کب کرنا ہے اور ہاں، اس سلسلے میں خوب صورت سے کارڈ بھی بچوانا ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گھڑی ماسٹی لی۔

اس شام کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ سب لوگ نارمل تھے سوائے سیمیں کے، جو بار بار ہم لوگوں کو گھورنے لگی تھی لیکن اس کے انداز میں پیار بھری منتقلی کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

رات کو طاہرہ سے افتتاح کے سلسلے میں ضروری منتقلی ہوئی اور پھر ہم سب سو گئے۔ دو سرائوں پر چھٹی کا دن تھا۔ حالانکہ اس کو کسی میں ملازم پیشہ کوئی بھی نہ تھا لیکن چشمی کا دن باقاعدہ منایا جاتا تھا۔ خوب صاحب، نواب جلال الدین اور دوسرے تمام لوگ ناشتے کے بعد اٹھ کر ایک کمرے میں آ بیٹھے اور دلچسپ گفتگو ہونے لگی لیکن آج کے لیے کوئی دلچسپ پروگرام نہیں بن سکا۔ ہاں، اب ہم لوگ بزرگوں کو چھوڑ کر باہر آئے تو ایک عجیب و غریب منظر دیکھ کر ششدر رہ گئے۔

ہوا اور جشید کھڑے گفتگو کر رہے تھے تقریباً سب کی پہنچیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"انٹونی، خدا کی قسم! انٹونی۔" احسان منہ پھاڑ کر بولا۔

"ارے مگر دیکھیں تو کسی، یہ لوگ اور پانی یک جا کیسے ہو گئے۔" طاہرہ نے کہا اور ہم سب بڑی بی اور جشید کے گرد جمع ہو گئے۔

سب کے منہ کھلے ہوئے تھے۔ ہوا ہمیں دیکھ کر جھپٹنے ہوئے انداز میں مسکراتے لگیں۔

"ہائے کیا ہوا تم سب کو۔" آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کیوں دیکھ رہے ہو؟" ہوا جھپٹتے ہوئے انداز میں بولیں۔

"ہوا! انہیں پہچانتی ہیں؟ یہ جشید ہیں۔"

"ہاں ہاں، سب پہچان رہے ہیں، تم سب ہی ایک جیسے ہو، مجھ بڑھیا کو تمساہی داتے ہو، مجھے بھگا کر اسے پڑاؤ۔ میری شکل تو اس کی ہوا دی سے ملے ہے۔" ہوا کہنے لگیں۔

"ارے واجب ہو گیا آپ جشید کی راوی بن گئیں؟"

"اے ہاں، ہاں، تو کیا حرج ہے، پچھلے بلک کر دربار تھا، اب میں ایسی پتھر لی تھوڑی ہوں۔" ہوا ہم روئی سے بولیں اور ہم لوگوں نے گردن ہلائی۔ تو یہ بات سچی لیکن یہ جشید اس نے پھر ایک ایسی حرکت کر ڈالی تھی جو اس کی اسلیٹ مشکوک کر دیتی تھی۔ وہ بڑی بی کو رام کرنے کا کوئی اور طریقہ ہی نہیں تھا۔ بہرحال اس وقت اس پر تبصرہ نہیں ہوا۔ بس پوچھی تقریباً بائیس ہوئیں اور اس کے بعد اپنے اپنے کمروں کا رخ کیا۔

رات کے پروگرام کے مطابق دو سری منج ماشینی میز پر جشید نے خوب صاحب اور نواب جلال الدین سے اپنا ماضی بیان کیا۔ ظاہر ہے، طاہرہ تو اس معاملے میں قی (NLI) تھیں۔

"جشید بھتیجا، ہوں نواب صاحب، اگر اب اپنی فرم کا افتتاح کر دوں، جاری تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔"

"دلہائی، نواب صاحب کے بھائے، خوب صاحب اچھل پڑے، انہوں نے اس انداز میں میری شکل دیکھی تھی جیسے یہ جی مذاق ہی ہو۔"

"ہاں، خوب صاحب، یہ لوگوں کی دعاؤں سے اور آپ لوگوں کی اجازت سے، میں نے یہ کاروبار پھیلایا ہے جیسا کہ ہمارا پروگرام تھا۔ میں نے اس شہر میں قیام کا ارادہ رکھا۔ ہوں۔ اس لیے چھوٹا ٹوکا کاروبار بھی کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ عادل کے تعاون سے میں نے یہ ادارہ قائم کر لیا ہے اور اب مجھے آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔" میں نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

"ارے میاں دعا نہیں ہی دیتا، خدا کی قسم! یہ پور مبارک باد قبول کرو۔ میں تو خوشی سے پھولا نہیں سارا۔"

"خوش قسمت ہو تو یہ کہ جہیں ان لوگوں کا قرب حاصل رہے گا اور خوش نصیب ہے تمہارا شہر جس نے ان کا دل موہ لیا۔ ورنہ اگر شہزادہ صائم قبول کرتے یا شہزادہ عادل قبول کریں تو میں آج بھی پورا جلال آباد ان کے حوالے کرنے کو تیار ہوں اور تم جانتے ہو تو یہ میں جھوٹ نہیں بولتا۔"

"ہاں بھائی صاحب! بہر صورت واقعی سرت کی بات ہے۔"

"ہم نے یہاں ایک مکان بھی تیار کرایا ہے۔" میں نے کہا۔

"تیار ہو گیا؟" خوب صاحب سرت سے بولے۔

"جی، بالکل مکمل۔"

"بھئی، میرا خیال ہے، اس سلسلے میں زیادتی ہوئی ہے۔"

"جی۔ کیوں؟"

"بھئی، مجھے غیرت وغیرہ کا برا تجربہ ہے لیکن خراب تو وہی گیا۔ تم اس کا معائنہ کب کر رہے ہو؟"

"آج۔" میں نے جواب دیا۔

"ارے واقعی؟"

"جی۔ آج آپ سے بہت سے مشورے درکار ہیں۔"

افتتاح کے لیے کارڈ پھیرا لے گئے ہیں اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ انہیں اپنے دوستوں میں تقسیم کرائیں گے، کیونکہ ہمارا یہاں آپ کے سوا کون ہے۔"

"یقیناً یقیناً۔ یہ کوئی کہنے کی بات ہے۔ میں مہمانوں کا انتخاب کروں گا۔ جلال بھائی کے بھی کچھ دوست یہاں موجود ہیں۔ ارے واہ، عرصہ دراز کے بعد ایک لمحہ تقریب ہو رہی ہے، لطف آئے گا۔ مگر صاحب زادے! اب تک کارپروگرام ہے؟"

"ہمارے سارے کام مکمل ہو چکے ہیں، بس کارڈز پر آئینہ درج کرنا ہے اور اس کا مشورہ آپ دیں گے۔"

"زیادہ سے زیادہ عین دن کا وقت رکھ لو۔" خوب صاحب نے کہا۔

"مناسب۔" میں نے نواب زادہ اور پھر ضروری امور طے ہو گئے۔

شام کو خوب صاحب سر ہو گئے کہ کم از کم مکان دکھا دیا جائے اور بالآخر میں مجبور ہونا پڑا کہ گھر کے سارے لوگ گاڑی میں بھر کر چل پڑے۔ یہاں تک کہ پورا بھی ساتھ تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم کو ٹی پر پہنچ گئے۔ خود کار

دروازے سے اندر داخل ہوئے اور سب لوگوں کے چہروں سے وہی آثار ہویہ اُس وقت جن کی توقع تھی۔
 "خدا کی پناہ! خدا کی پناہ! خیر صاحب کے منہ سے نکلا۔ یہ کونسی ہے؟" اور پھر تو سب کی حالت دیکھنے کے قابل تھی۔ بڑی ماں بھی دنگ رہ گئی۔ ایک ایک گوشے کو دیکھتے پھر رست تھے۔ ساری کوٹھی دیکھنے کے بعد سب ہال میں تنہا ہو گئے۔ سب سے زیادہ سرت نواب جلال الدین کے چہرے سے مایاں تھی۔

"کیا خیال ہے تویر؟"
 "بھئی کچھ بات تو یہ ہے کہ میں جنس کیا۔" تویر صاحب بولے۔
 "ہاں۔ ہاں۔ برا خود کو ماہر تعمیرات سمجھتے تھے۔" نواب صاحب نے فحشہ لگایا۔

"ہاں! اب ان جملوں پر شرمندہ ہوں۔"
 "اور! نہیں تویر صاحب! خدا کی قسم! میں اب بھی آپ کے مشوروں کا خالاب ہوں۔"
 "میاں! اتم نے ہمارے لیے رکھا ہی کیا ہے! اب اپنی فرم بھی دکھا دو۔ نہ جانے تم نے وہاں کیا کھل کھلائے ہوں گے۔"

"میرا خیال ہے! آج کا دن اسی کو رخصتی کو روکنی پڑی۔ وہاں تو چلنا ہی ہے۔"
 "لیکن یہاں ملازمین وغیرہ کا تو بندوبست ہے ہی نہیں۔"

"ابھی اس کو استعمال کرنے کا پروگرام نہیں ہے اس لیے ابھی ملازمین کا بندوبست نہیں کیا۔"
 "اور تو یہ لڑکیاں کس کام آئیں گی! چلو لڑکیوں! بچن سنہالو۔" بڑی ماں نے کہا اور افشاں خٹیلہ اور سیمیں تیار ہو گئیں۔ میں انہیں اپنے ساتھ بچن میں لایا تھا۔ موقع پانے ہی میں نے افشاں سے کہا۔

"مبارک! آپ تو وقت سے پہلے ہی۔" اور افشاں نے اصرار و حرور کی طرح کر کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا جسے میں نے آہستہ سے چوم لیا اور باور پتی خانے سے اکل آیا۔

○●○

شام تک گونا گوں دلچسپیوں میں وقت گزرا۔ سب بے حد خوش تھے۔ ہر ایک کو کچھ میاں آزادانہ محوم رہا تھا اور اس کی ایک ایک چیز کی تعریف کر رہا تھا اور ہر کدو ایسی کی نصرتی۔
 "کچھ بات تو یہ ہے کہ میں اب ان دونوں سے صحیح معنوں میں مرعوب ہوا ہوں۔" تویر صاحب نے کوٹھی کے

اندرونی دروازے سے نکلے ہوئے کہا۔
 "چچا! نواب جلال الدین مترواں انداز میں بولے۔
 "یعنی اس سے قبل بتا دی بائیں کپاس خیر؟"
 "یہ بات نہیں جلال بھائی۔ ان کی شخصیت تو واقعی مرعوب کر چکی تھی، جس کا میں نے بیش اعتدال کیا ہے لیکن ان نوبدانوں کے سبق نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ کوٹھی بے پناہ فضا ہے! اندازہ خوب صورت ہے لیکن ات جس انداز سے تراستہ کیا گیا ہے! وہ کینوں کے اعلیٰ صلاحیت اور اجنبی ذوق کی نشان دہی کرتا ہے۔ دولت تو بہت سے لوگوں کے پاس ہوتی ہے لیکن اس طرح کی دولت مندی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ کو قطعاً مجھے تعمیرات سے کس قدر دلچسپی ہے لیکن ان لوگوں کے ذہن کے سامنے میں خاموش ہو گیا ہوں۔ بلا شک اس معاملے میں یہ مجھ سے زیادہ باصلاحیت ہیں۔"
 "شکریہ! نواب جلال الدین خوش ہو کر بولے۔

ہم بے ساری متشکرس رہتے تھے۔ ان لوگوں کی احساس نہیں تھا لیکن ان کی باتیں ہمارے کانوں تک پہنچ رہی تھیں۔ تویر صاحب نے ابتدا میں ہمارے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ زیادہ اچھا نہیں تھا لیکن اس معاملے میں انہیں دروازوں سے ہی بے گناہ سمجھتے تھے۔ ظاہر ہے ان حالات میں جو کچھ ہو سکتا تھا وہی ہوا تھا لیکن بات نواب جلال الدین کی تھی۔ اس شخص کے ساتھ ملاوٹ نے بے شک بہت کچھ کیا تھا لیکن جس انداز میں وہ احسان مند ہوئے تھے۔ بے طرف کی بات تھی! ورنہ! ہم کبھی جانے کے بعد بہت کم لوگ یاد رکھتے ہیں۔ تویر صاحب کی بات پر انہوں نے جس انداز میں ان کا شکریہ ادا کیا تھا اس میں بناوٹ نہیں تھی اور یہ نواب جلال الدین کی بے پناہ انصافیت کا ثبوت تھا۔ ملاوٹ نے بھی اس آثار کو دل سے قبول کیا تھا۔

"عارف! وہ آہستہ سے بولا۔
 "ہوں!"
 "ساتھ نہ؟"
 "نواب جلال الدین کی بات کر رہے ہو؟"
 "ہاں!"

"نہ جہد نہیں انسان ہے ملاوٹ۔ خدا کا شکر ہے ہم نے ایسے اعلیٰ ظرف انسان کو بد وقت ڈوبنے سے بچالیا۔"
 "ہاں۔ میں بھی بہت خوش ہوں۔ درحقیقت ایسے لوگوں کے لیے کچھ کر کے خوشی ہوتی ہے۔" ملاوٹ نے کہا۔

باہر آکر ہم کادوں میں بیٹھ گئے اور کاروں پل بڑبڑاتے میں کوئی خاص مکتو نہیں دلی اور ہم کو کچھ بھی پہنچ گئے۔
 سب لوگ بے حد خوش تھے خاص طور سے بیانات یعنی ٹھیکہ بیگم اور افشاں خانہ۔ ان کے چہرے کھلے ہمارے تھے افشاں نے ہارادوں کو کچھ بھی میں عجیب رنگ دکھایا تھا۔ وہ اس طرح ہر کام میں تھی رسی تھی جیسے ٹھیکہ مائیکہ دو اور دوسرے سارے لوگ اس کے ہاں سمان آئے ہوں۔ سب نے یہ بات محسوس کی تھی لیکن افشاں دو سہروں کی نگاہوں سے جان بوجھ کر انجان بنی رہی تھی۔

آج رات کے لیے کوئی پروگرام نہیں بنا اور سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں کھس گئے۔ ملاوٹ نے اور میں نے بھی اپنے کمرے کا رخ کیا تھا۔ ہم دونوں ہی خاموش تھے اور دونوں کو ایک ساتھ ہی اس خاموشی کا احساس ہوا۔ ہم دونوں نے ایک ساتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر مسکرا دیے۔

"کیا سوچ رہے ہو بیگم؟" ملاوٹ نے پوچھا۔
 "میں سوال میں تم سے کرتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں تو آج کے دن کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ درحقیقت بہت اچھا دن گزرا۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"
 "اور تمہاری افشاں بیگم نے تو اس ٹھیکہ کو ابھی سے اپنا لیا ہے۔" ملاوٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں! یاد وہ لڑکی ضرورت سے زیادہ سی دلیر ہے۔ بعض اوقات تو میں اس کی دلیری سے تعجب رہتا ہوں۔"

"کے تصور؟"
 "اس قدر کچھ مجھے لے کر تو بھی بڑی نہیں رہے گی۔"

"ہاں! ملاوٹ نے تو میں تمہاری محبت کو ذہن کے گوشے گوشے میں محفوظ رکھا ہوں۔ میری اس زندگی میں تمہاری موجودگی سے جو بچسکے ہیں ان کی محبت نے میری زندگی بڑھا دی ہے۔ احسان اور شکر کے الفاظ درحقیقت مجھے خود شرمندہ کر دیتے ہیں لیکن افشاں کے بارے میں تم نے جو کچھ کیا ہے اس کے لیے تو میں تمہارا حد سے زیادہ ہی ممنون ہوں۔"

"میاں ہمارے ساتھ دو گے تو یہی مڑے رہیں گے۔ نہ وہ بھی ہمارے مشورے پر عمل کرتے رہیں گے۔"
 "میں ملاوٹ! افشاں میری زندگی کی انتہا ہے۔"

"بہت خوب۔ ماشاء اللہ! ملاوٹ نے مسخرے پن سے کہا۔

"ذائقہ مت اڑاؤ یاد۔" میں نے ہنسنے ہوئے کہا۔
 "تم خوف زدہ کون سی دلیری سے ہو؟"

"بس یہی! وہ جس انداز میں دوسروں سے بے پروا ہو جاتی ہے، بعض اوقات وہ بے حد خوفناک ہو جاتی ہے۔ تم نے محسوس نہیں کیا تھا کہ بہت سی لٹا ہیں اس کی گھرائی کر رہی تھیں۔"

"واقعی؟" ملاوٹ کسی خیال سے چونک پڑا۔
 "ہاں۔ کیوں؟"

"تو اس میں برا کیا ہے؟" ملاوٹ نے پر خیال انداز میں کہا۔

"میں خوف محسوس ہوتا ہے۔ حد سے آگے بڑھ جانا کسی طور مناسب نہیں ہوتا ہے۔ خدا کا خواستہ اگر ان لوگوں کو یہ بات ناگوار گزری تو بڑی مشکل پیش آسکتی ہے۔"
 "میرا خیال ہے یہ ناگوار نہ ہوگا۔" ملاوٹ بولا۔
 "کیوں؟ ناگوار کیوں؟"

"بھئی تویر صاحب! تم سے بہت مرعوب ہیں اور پھر یہ حقیقت بھی ہے! انہیں تم سے بہتر امداد اور کون مل سکے گا؟"
 "میں ملاوٹ۔ بعض اوقات انسان معمولی بات کو بڑا مسئلہ بناتا ہے۔"

"ارے تو ملاوٹ مروت نہیں گیا۔ ہا کر دیکھیں مسئلہ ابھی انہوں نے صرف ہمارا پیار رکھا ہے اور پھر یہ تمہاری افشاں بیگم اتنی بد جو بھی نہیں ہیں۔"
 "وہ بے حد خود سر ہے لیکن بہر حال ان کی اولاد ہے۔ وہ اتے بچہ رہی کر سکتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"انتہائی احقانہ مکتو فرما رہے ہیں آپ۔ اب یہ بتائیے کہ فی الحال میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں یا پھر سنو۔" چاک ملاوٹ چونک پڑا۔

"ہوں؟" میں نے سوالیہ لٹا ہوں سے اسے دیکھا۔
 "افشاں سے ملاقات کرنا چاہتے ہو؟"

"اس وقت کیوں؟"
 "یا پھر وہ دوسرے لوگوں کے خیالات بھی معلوم کر سکتے ہو۔"

"کس طرح ملاوٹ؟"
 "ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو کر۔"

"اور! پھر؟"
 "تمہارے لیے اس وقت یہی ہے۔" ملاوٹ نے

کما اور پھر اس نے راسم کو آواز دی اور راسم اس کے سامنے حاضر ہو گیا۔ "راسم! ذرا اپنی انگوٹھی دے دو۔ تمہیں واپس کر دی جائے گی۔" حالات نے کما اور راسم نے تعجب کی۔ حالات نے انگوٹھی میری طرف بیٹھادی "لے بھائی! جا میں کر۔"

"اور تو کیا؟"

"ہاں۔ اسے پہننے کے بعد تمہارا کوئی وجود نہیں رہے گا۔ خود کو صرف ایک ہوا سمجھنا جس سورج سے چاہو گے اندر داخل ہو سکو گے۔ باہر نکلنے میں بھی کوئی وقت نہ دوگی لیکن اسے صرف ایک رات کا احوال سمجھو۔"

"بہت بہت شکر یہ حالات! میں نے کما اور انگوٹھی پہن لی اور اس کے بعد میں نے حالات کی بات کا عملی تجربہ بھی کر لیا۔ میں دروازے سے باہر نہیں نکلا تھا بلکہ میں نے سوچا کہ کیوں نہ میں روشن دان سے باہر نکل کر دیکھوں اور اچانک مجھے اپنا وجود لگا ہوا محسوس ہوا۔ میں باریک ذرات کی مانند ہوا میں منتشر ہو گیا اور دوسرے لمحوں میں نے خود کو روشن دان سے باہر پایا۔ دوسرے لمحوں میں اسی طرح زمین پر اتر گیا تھا۔ میری خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ سب سے پہلے میں نے خیر صاحب کے کمرے کا رخ کیا تھا۔

خیر صاحب خواب گاہ میں پہنچ گئے تھے اور دروازہ اندر سے بند تھا۔ یوں ان کی خواب گاہ میں داخل ہونا بد اخلاقی تھی لیکن اس وقت۔ اس وقت میں بربد اخلاقی کا مرتکب ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ایک روشن دان کے ذریعے ہی میں اندر داخل ہوا۔ بڑی ماں اور خیر صاحب جاگ رہے تھے۔ دونوں خاموش تھے۔ پھیل لیپ چل رہا تھا۔

"ایک بات کون تو خیر؟" بڑی ماں اچانک بولیں۔

"ہوں!"

"کسی سوچ میں ڈوبے ہوئے ہو؟"

"کوئی خاص نہیں۔"

"پھر بھی؟"

"کما کوئی خاص نہیں۔"

"مجھ سے چھاؤ گے؟" بڑی ماں بار بار میرے انداز میں بولیں۔

"کوئی چھانے کی بات تو نہیں ہے۔"

"پھر کد کیوں نہیں دیتے؟"

"بس میں ان لوگوں کے مکان کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

"اور! میں بھی اسی بارے میں سوچ رہی تھی۔" بڑی

ماں جلدی سے بولیں۔

"لیکن تمہاری اور میری سوچ میں فرق ہے۔" خیر صاحب عجیب سے انداز میں بولے اور میرا دل دھڑک اٹھا۔ میں اس اتفاق پر تعجب رہ گیا کہ میرے سامنے ہی یہ گفتگو شروع ہوئی۔

"کیا فرق ہے؟ تم کیا سوچ رہے ہو؟"

"تم کیا سوچ رہی تھیں؟" خیر صاحب نے پوچھا۔

"تمہاری خوب بھرت خویلی ہے۔ اس سے ان لوگوں کی مالی حالت کا اندازہ ہو رہا ہے۔ ماشاء اللہ! میرا خیال ہے پورے شہر میں اپنی مثال آپ کوئی نہ ہوگا۔"

"خیر مالی حالت کے بارے میں تو مجھ نہ کہو۔ جلال بھائی ان لوگوں سے اتنے متاثر ہیں کہ وہ ان کے حالات حوالے کرنے کو تیار ہیں اور ان کے حالات سے آپ خود سمجھتی ہیں۔ خدا انخواست میں جلال بھائی کو لاپٹی یا خوشامد پسند انسان نہیں سمجھتا۔ اس کے علاوہ وہ بات منہ سے نکالتے ہیں اسے پورا بھی ضرور کرتے ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ کل اگر صائم یا عادل ان سے جلال آباد طلبہ کیس تو وہ بلا چوں و چرا اسے ان کے حوالے کر دیں گے۔ وہ آدھے آدھے کے آدمی ہیں لیکن نیکی یہ جذبہ بلا وجہ تو نہیں پیدا ہوتا۔"

"ہاں! یقیناً!"

"انہوں نے جلال بھائی کے لیے کوئی ایسا ہی کام کیا ہے کہ جلال بھائی اس حد تک آمادہ ہیں کہ وہ نہ کوئی کسی غریب آدمی کو تو کچھ دے دے۔ یقیناً ایسی چیکش اپنے سے بڑے انسان کو کی جاسکتی ہے جس کی نگاہ میں ایسے چھوٹے موٹے جلال آبادوں کی کوئی وقعت نہ ہو اور پھر بر حال انہیں کسی ریاست کا شہزادہ کہا جاتا ہے۔ ماں لینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ شہزادے وغیرہ ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

"تم کما کیا چاہتے ہو تو خیر؟" بڑی ماں نے اچھ کر پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ یہ تو تمہاری بات کا جواب تھا۔ بے شک وہ بے پناہ دولت کے مالک ہیں اور نہ جانے کیا کچھ حیثیت رکھتے ہیں۔ ریاستیں یونسی نہیں ہوتیں۔"

"انہو بات پھر وہیں آگئی۔ میں کہہ رہی ہوں تم کیا سوچ رہے تھے؟"

"بڑی نازک بات ہے نیکیم۔ کہیں تم عورت بن کا ثبوت نہ دے جاؤ؟"

"اے۔ یہ تم میری طرف سے اتنے بدظن کیسے ہو گئے؟" بڑی ماں نے چونک کر پوچھا۔

"تم جانتی ہو۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے بیش

تمہارے اوپر عمل اٹھا دیا ہے لیکن تم بھی تو جہاں دیدہ ہو۔ تم نے خود کو اس طرح بے نیاز کیوں کر لیا ہے۔ کیا تم نے کچھ نہیں محسوس کیا؟"

"آخری کیا؟"

"مجھے بولنا ہی پڑے گا۔ میں ان لوگوں کی شرافت اور نجابت پر یقین رکھتا ہوں لیکن چند باتوں کا اعتراف بھی کرنا ہوں۔ وہ بے حد حسین اور پرکشش ہیں، ہر لحاظ سے۔ انتہائی شریف، انہیں کچھ دولت مند۔ کیا ان میں سے کوئی بھائی کسی لڑکی کی آنکھوں کا خواب نہیں بن سکتا؟"

"خدا کے واسطے جو کچھ کہنا ہے صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیتے؟"

"تم ایک ایسی بات میرے منہ سے نکلاؤ چاہتی ہو جو ایک باپ کی زبان سے زیب نہیں دیتی لیکن کیا تم نے افشاں کا جنکاؤ صائم کی طرف نہیں دیکھا۔" خیر صاحب نے کما اور پھر نیکی صاحبہ اچھ کر بیٹھ گئیں۔

"کیا مطلب؟ کیا کما کہتا ہے؟"

"صائم بھی اس کی طرف مائل ہے۔" خیر صاحب نے کما اور میرا دل چسپے بند ہوئے لگا۔ نیکی صاحبہ تعجب نہ کیا ہوں سے خیر صاحب کو دیکھ رہی تھیں۔ ان کے چہرے کا رنگ بدل رہا تھا۔ کافی دیر تک وہ بالکل خاموش رہیں اور پھر بولیں۔

"تم نے کیسے اندازہ لگا کر خیر؟"

"اس سے قبل کی بار محسوس کیا تھا لیکن آج میں نے افشاں کے چہرے پر بہت سے رنگ دیکھے ہیں۔"

"مثلاً؟"

"اس مکان میں وہ اس قدر خوش رہی کہ سب کی نگاہیں اس کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ باقی لوگ بھی تھے لیکن افشاں جس طرح چھالے میں چڑ چڑ تھی اسی سے تم نے محسوس نہیں کیا؟"

"خوش تو ہو رہی تھی کیا تم نہیں تھے؟"

"ہاں! لیکن۔"

"دونوں نے اس قدر مخلص اور ہنس کھیں کہ سبھی ان سے محبت کرنے لگے ہیں۔ افشاں اندر باہر سے یکساں ہے ایسا تو نہیں ہے یہ صرف اس کا خلوص ہوا اور کوئی بات نہ ہو؟"

"ہم اپنی مراد اپنے تجربے کو نظر انداز نہیں کر سکتے نیکیم۔" خیر صاحب بولے اور نیکی پھر سوچ میں ڈوب گئیں پھر کافی دیر کے بعد جیسے کسی گہری فکر سے آزاد ہو گئیں۔

"سنو خیر۔ اے سنو۔ ہم نے اس سے پہلے تو اس انداز میں سوچا ہی نہیں۔"

"نکس انداز میں؟" خیر صاحب بولے۔

"افشاں کو پوری زندگی تو بھانپیں رکھو گے۔ ٹھیک ہے وہ ہماری اکلوتی بیٹی ہے لیکن ہر حال اس کے لیے کوئی نہ کوئی انتخاب تو کرنا ہی ہوگا۔"

"پھر؟" خیر صاحب کے لیے میں کمزور اپن گیا۔

"صائم برا لڑکا ہے کیا؟"

"سوئے لیکن با عورتوں کے سے انداز میں! خیر صاحب ناگ سکھ کر بولے۔

"کیوں غلط سوچ رہے کیا؟"

"ہاں! غلط ہے۔" خیر صاحب کا لہجہ پہلے سے زیادہ خشک ہو گیا۔

"کیوں؟ آخر کیوں؟"

"کیا وہ کیا ہے نیکیم۔ یہ کسی طور مناسب نہیں ہوگا۔"

"میں پوچھتی ہوں آخر کیوں؟ کیا خرابی ہے صائم میں؟"

"کون غلطی کرتا ہے کہ وہ خراب ہے لیکن وہ لوگ کتنے عرصے سے ہمارے ساتھ رہ رہے ہیں؟"

"تو پھر اس سے کیا؟"

"کیا ہم نے ان دولت مند فوجانوں کو اسی لیے گھر میں رکھا تھا کہ بالآخر ان میں سے کسی کو داماد بنائیں اور اس طرح مزید دولت مند بن جائیں۔ کیا افشاں ایک ایسے باپ کی اولاد ہے جو مجبور لڑکا چاروں درے سے کسی نہ کسی دولت مند شوہر کا بندہ دست دے سکتا ہے کہ وہ اپنے لیے کسی دولت مند شوہر کا بندہ دست کرے۔ کیا خیر اتنا ہی بے غیرت ہے۔ سنو نیکیم! اگر صائم ایک غریب اور مفلوک الحال فوجان ہوتا اور اتنا ہی شریف اور سعادت مند ہوتا جتنا وہ تو میں اسے بخوشی اپنا داماد بنا کر اپنا سب کچھ اس کے حوالے کر دیتا۔ اس وقت مجھے زیادہ خوشی ہوتی لیکن شہزادہ صائم مجھے اس لیے قبول نہیں ہے کہ وہ مجھ سے زیادہ صاحب حیثیت ہے۔ میں دنیا کے سامنے سر اٹھا کر رہنا چاہتا ہوں۔"

"سوچو خیر۔ افشاں خود میرے۔" نیکی صاحبہ تشویش سے بولیں۔

"کتنی ہی خود سر کیوں نہ ہو۔ تم جانتی ہو کہ میں بس تم معاملات میں بولتا ہوں لیکن اپنی آواز کی اہمیت سمجھتا ہوں۔"

"دو تو ٹھیک ہے لیکن۔"

"لیکن کچھ نہیں۔ کل سے آپ افشاں پر کچھ پابندیاں قائم کریں گی۔ میں نہیں چاہتا کہ ان دونوں کو احساس ہو سکے لیکن اپنے طور پر آپ افشاں کو اس طرف بڑھتے دیکھیں۔"

"میں کوشش کروں گی۔" بیگم صاحبہ نے الجھے ہوئے لیے میں کہا اور دونوں خاموش ہو گئے۔

میرا دل خون ہو گیا تھا۔ وہ خدشہ تھا وہ سامنے ہلکا تھا۔ میرے ہاتھ پاؤں بے جان ہو گئے تھے۔ سر جھکا رہا تھا۔ آنکھوں کے نیچے تاریکی پھیلنے لگی تھی۔ ہشکل تمام میں نے خود کو سنبھالا اور وہاں سے نکل آیا۔ قدم لاکھڑا رہے تھے۔ زبان خشک ہو گئی تھی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ مجھے احساس ہو رہا تھا جیسے افشاں مجھ سے چھن گئی۔ ایک بار پھر میں دیرانے میں جا کھڑا ہوا تھا۔

اسی حالت میں میں اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ طاہرات آرام سے لیٹا تھا۔ میں نے انگوٹھی اتاری اور مسری پر گر پڑا۔ طاہرات جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ تیزی سے میری طرف آیا تھا اور پھر میری شکل دیکھ کر وہ اچھل پڑا۔

"ارے۔ ارے کیا ہوا عارف۔ کیا ہو گیا؟" اس نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"ٹھیک نہیں ہوا طاہرات۔ بہت برا ہو گیا طاہرات!" میں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اے کیا ہوا! اتنی بھائی، سند سے تو چھوٹ۔"

"وہی جس کا خدشہ تھا۔" میں کھلی کھنی آواز میں بولا۔

"عارف!" طاہرات غرایا "کیا میں اس پورے مکان کو آگ لگا دوں۔ اگر تم نے مجھے ایک منٹ میں سب کچھ نہ بتایا تو ابھی یہ پورا گھر شعلوں کی لپیٹ میں ہو گا۔ ایک ایک چیز خاکستر کر دوں گا۔ تو بہ صاحبہ فقیروں کی صف میں گھڑے ہوں گے۔"

"طاہرات کالج بے حد خوفناک تھا لیکن نہ جانے کیوں مجھے اس لیے سے بڑی تعزیت ملی۔ ہاں۔ میرا ایک بہت بڑا ہمدرد موجود تھا جو حالات بدلنے کی قوت رکھتا تھا۔

بہر حال میں نے زندگی آواز میں اسے پوری تفصیل بتا دی۔

"حسرت ہے تم پر۔" طاہرات غرایا۔

"کیوں؟" میں نے انہوں کی طرح منہ کھول دیا۔

"یہ اس قدر گھبرانے کی بات ہے؟"

"مگر تو بہ صاحبہ کالج بے حد مضبوط تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ کل سے وہ لوگوں کی طرح کیسے پھر رہے اور درختوں پر رہنے کی کوشش کریں گے۔" طاہرات نے سفاک لیے میں کہا اور مجھے تصدیق کی دم یاد آگئی۔ میں نے

گھبرا کر اسے دیکھا "وہی ہو گا جو میں کہہ رہا ہوں۔"

"نہیں خالوت! ہم کسی کو مجبور تو نہیں کر سکتے۔"

"اول نمبر کے گدھے ہیں آپ۔" خالوت برا سامنہ بنا کر بولا۔

"تم سنجیدگی سے سوچو طاہرات!"

"نفسور! جو اس مت کو عارف! دل چاہ رہا ہے یہ

مگھ ان اٹھا کر تمہارے سر پر ماروں۔ ارے تم نے مجھے اتنا بے حیثیت اور مجبور سمجھا ہے کہ ایک بے وقوف انسان کو سیدھا نہ کر سکو۔"

"مگر ہمارا نمبر اس کی اجازت دے گا؟"

"میں بے بسی نہیں ہوں۔" میں نے ٹھیک لگتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو تمہاری حالت پر غم آ رہا ہے۔"

"اور!" میں نے خالوت کی طرف دیکھ کر طاہرات کی باتوں نے مجھے کافی زحار دی تھی۔ بہر حال اس وقت میں ایک ذہنی فائنٹ کی مانند تھا۔ مجھے باز کا خدشہ نہ۔

"ہاں۔ کہہ چکا ہوں وہی ہو گا جو ہم چاہیں گے۔"

"طریقے ہیں۔"

"تمہیں اب کیا کہوں؟" میں نے پوچھا۔

"تمہ۔" خالوت پر خیال انداز میں بولا۔ پند ساعت خاموش رہا پھر کچھ لگا "ابھی اور اسی وقت افشاں کے پاس جاؤ۔"

"اور! اس وقت؟" میں نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں۔ اسی وقت۔ ڈرتے کیوں ہو! وہ اپنے کمرے میں تھا ہو گی۔"

"لیکن۔"

"ابھی اور اسی وقت جاؤ گے تم اور افشاں سے یہ پوری گفتگو دہراؤ گے۔" طاہرات نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"مگر اس سے فائدہ؟"

"اس سے پوچھو کہ اب اس کا کیا ارادہ ہے اور وہ اس طے میں کیا کر سکتی ہے؟"

"وہ بھی پریشان ہو جائے گی؟"

"تو ج نہیں تو کل ہو گی۔ اسے بے خبر کیوں رکھتے ہو اور پھر یہ ہر لحاظ سے ضروری ہے۔ اسے اپنے والدین کے خیالات سے بے خبر نہیں رہنا چاہیے۔" طاہرات کی دلیل وزن دار تھی۔ میں افشاں کی خواب گاہ میں پوشیدہ رہ کر بھی جا سکتا تھا لیکن اس وقت نہ جانے افشاں بھی کیا سوچے۔ بہر حال خالوت کا مشورہ بھی بے وزن نہیں تھا۔ چنانچہ میں

چار ہو گیا اور پھر میں دوبارہ انگوٹھی پہن کر ہار نکل آیا۔ ٹھوڑی دیر کے بعد میں افشاں کے کمرے کے دروازے پر تھا۔ میرا دل دھڑا دھڑا کر رہا تھا۔ چاروں طرف سے اطمینان کرنے کے بعد میں نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔ دوسری اور پھر تیسری دستک دینے پر اندر روشنی ہو گئی۔ قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر افشاں کی آواز آئی۔

"کیوں؟"

"دروازہ کھولو افشاں! میں ہوں۔" میں نے سرگوشی کی اور افشاں نے میری سرگوشی پہچان لی۔ دوسرے کمرے دروازے کی چابی کھولنے کی آواز سنائی دی اور میں نے جلدی سے انگوٹھی اتار لی۔ دروازہ کھل گیا۔ میری آواز بجتی تھی۔ افشاں شب خوالی کے لہوے میں تھی۔

"دوستی بھگوا افشاں! اللہ دوستی بھگوا۔" میں نے لرزتی آواز میں کہا۔

"اندرا آجائے۔ کیا بات ہے؟" افشاں نے حیرت سے کہا اور میں اندر داخل ہو گیا۔ افشاں نے تیز روشنی کل کر دی تھی۔ البتہ اس نے دروازہ کھلا ہی چھوڑ دیا تھا۔

"افشاں! اس وقت اس طرح آنے پر میں سخت شرمندہ ہوں۔ درحقیقت یہ بڑی غیر شریفانہ حرکت ہے۔ براہ کرم تمہیں میری نیت پر کوئی شک نہ کرنا۔" میں نے لرزتی آواز پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"ارے! ارے! آپ مجھے ذلیل کر رہے ہیں۔" افشاں نے شرمندہ لیے میں کہا اور پھر دوبارہ روشنی کر دی "آپ آرام سے بیٹھئے۔ ہم چوروں کی طرح باتیں نہیں کریں گے۔"

"خدا کے لیے افشاں! خدا کے لیے۔" میں کھکیا۔

"خود کو اس انداز میں پیش کر کے براہ کرم مجھے شرمندہ نہ کرنا۔ آپ بیٹھے تو سی۔ میرا آپ کا رشتہ دینی نہیں ہے اور میں بھی کسی سے خوف زدہ ہوں۔"

"قیامت کی آواز کی افشاں! بہت بڑا ہو جائے گا۔"

"نہیں آئے گی! آپ مطمئن رہیں۔ میں آپ کے لیے کافی بناتی ہوں۔" افشاں دوبارہ کی طرف بڑھی۔ شاید وہ کھنٹی بھا کر ملازمہ کو بلانا چاہتی تھی لیکن میں نے لپک کر اسے پکڑ لیا۔

"افشاں! پلے۔ اس وقت کافی نہیں ہیں گا۔" میں درحقیقت خود کو اتنا حق محسوس کر رہا تھا۔ میں مراد ہو کر اتنا خوف زدہ تھا لیکن افشاں کو کوئی پروا نہیں تھی۔

"آپ کی مرضی مگر بانی ضرور ہیں اور مجھے بتائیں اس قدر گھبرائے ہوئے کیوں ہیں؟" افشاں نے مجھے گولتے پانی بھر دیا اور میں نے ایک سی سانس میں گلاس خالی کر دیا "کمال ہے۔ میں نے آپ کو اس قدر پریشان بھی نہیں دیکھا۔" افشاں نے اپنے ذہن سے میری پیشانی کا پسینہ خشک کرتے ہوئے کہا۔ وہ میرے بالکل نزدیک کھڑی تھی اور پھر اس نے میرے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "براہ کرم اپنے ذہن سے سارے خدشے نکال دیں۔"

"افشاں! میں نے گہری سانس لی۔"

"آپ اپنا انداز بدل دیں ورنہ میں رو پڑوں گی۔ کسی کی مجال ہے جو آپ کی یہ حالت بنا سکے۔ میں اسے شوٹ کر دوں گی اور خود کشی کر لوں گی۔" افشاں جذباتی لہجے میں بولی اور میں دونوں کی طرح اسے دیکھنے لگا۔

"دراصل افشاں! مجھ سے کئی غیر اخلاقی حرکتیں سرزد ہو گئی ہیں۔"

"میں ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں اور اگر کچھ ہوا بھی ہے تو غلطی ہر انسان سے ہو سکتی ہے۔ مجھے آپ ہر طرح احتیاط ہے۔"

"خدا کی قسم افشاں! اتم بے حد عظیم ہوں۔"

"اب وہ بات چاہیے جناب جس کی وجہ سے آپ اس قدر پریشان ہیں۔" افشاں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آج کو بھی میں تمہاری بے تکلفی سے مجھے خدشہ تھا۔ میں نے بہت سے لوگوں کے چہرے پر عجیب سے تاثرات دیکھے تھے۔ کسی اور کی تو مجھے پروا نہیں تھی لیکن تو بہ صاحبہ اور بڑی ماں کی طرف سے میں فکر مند تھا اور میں نے چھپ کر ان کی گفتگو سننے کی کوشش کی۔"

"اور! اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ پھر کیا ہوا؟"

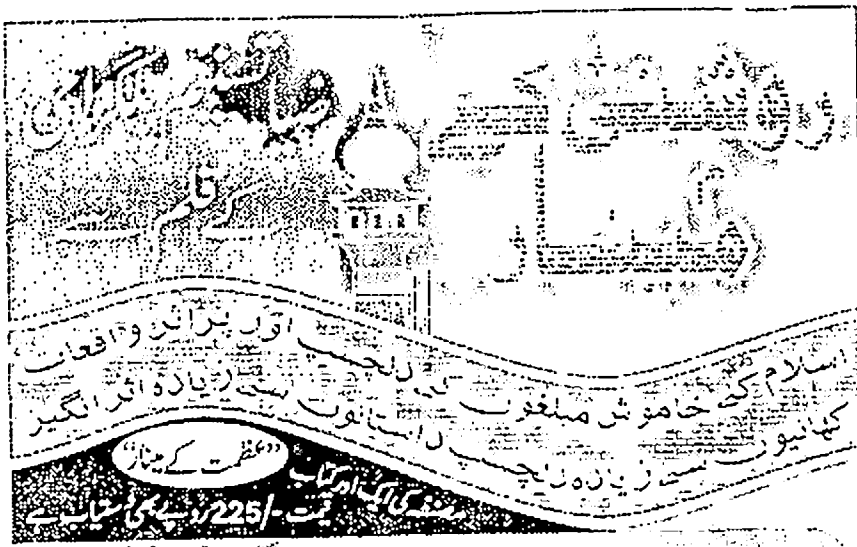
"وہ لوگ ہمارے بارے میں ہی گفتگو کر رہے تھے۔"

"شریف لوگ ہیں! کیا کہہ رہے تھے؟" افشاں کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں تھا اور وہ میں نے اسے پوری گفتگو سنا دی۔ افشاں نہایت سکون سے سن رہی تھی۔ میں خاموش ہو گیا تو اس نے میری طرف دیکھا "جی۔ پھر کیا ہوا؟"

"بس! اس کے بعد میں وہاں سے چلا آیا۔" میں نے کہا۔

"آجما۔ پھر کیا ہوا؟" افشاں شرارت آمیز لہجے میں بولی اور میں جھل گیا ہوں سے اسے دیکھنے لگا اور افشاں بس پڑی اور پہلی بار مجھے اپنا غمہ لگایا۔

"گویا آپ کی نگاہ میں ابھی تک کچھ نہیں ہوا؟" میں نے



اور پرانی ہونٹ بھیج کر کہا۔
 میرے خیال میں تو نہیں۔
 افشاں! براہ کرم سنجیدہ ہو جاؤ۔ تم میری حالت دیکھو۔
 میں تو بس تم سے۔ میں ہلکا پورہ نہ کر رہا۔
 آپ کمرہ سے ہیں تو سنجیدہ ہوئی جاتی ہوں ورنہ اس میں سنجیدہ ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ افشاں نے در حقیقت سنجیدگی کی تھی۔
 مہربان۔ گویا تمہاری نگاہوں میں تو میری صاحب اور بڑی ماں کی اس خوشگوار کوئی وقت نہیں ہے؟
 ان دونوں کی تو بے انتہا وقعت ہے۔ آخر وہ میرے والدین ہیں لیکن براہ راست غلط سوچ سکتا ہے اگر اس بارے میں وہ غلط انداز میں سوچنے لگے۔ تو انہیں معاف بھی کیا جاسکتا ہے سمجھایا بھی جاسکتا ہے۔ یہ تو کوئی بات نہیں ہے۔
 افشاں! افشاں! تم بے حد مشروط اعصاب کی مالک ہو۔ میں نے سر پکڑتے ہوئے کہا۔
 پلیز صاحب! آپ پریشان نہ ہوں۔ یہ بات کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اور میں نے سر اٹھا کر افشاں کو دیکھا میرے اوپر مجبوراً کچھ بول رہا تھا۔ اس نے گردن جھکا کر۔
 تمہیں افشاں! یہ بات نہیں تبت۔
 پھر کیا بات ہے؟
 اب تو کوئی بات نہیں ہے۔ بس میں تو میری صاحب اور بڑی ماں کی بے پناہ عزت کرتا ہوں۔ اگر ان کی نگاہوں سے گزر کر کیا تو۔ تو بے حد دکھ رہے گا۔ میں نے چپکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔
 اگر وہ خود ہی ناراضی کریں تو کسی کا کیا قصور؟ افشاں سنجیدگی سے بولی۔
 شکریہ افشاں! اب مجھے اجازت دو۔
 سکون سے سو جائیں۔ خوب گھبرائی اور آرام کی فینڈ دیکھیں تو آنکھیں کیسی سرخ ہو رہی ہیں۔ افشاں نے جرات کر کے میری آنکھوں کے پونوں پر انگلیاں پھیریں۔ اس کی ہتھیلی میرے پونوں سے ٹھرائی۔ شاید اسی لمبائی تلاش میں وہ ہماری ہتھیلی کے پونوں کے پچھلے پچھلے لیکن اس وقت میری پوزیشن ٹھیک نہیں تھی۔ میں ٹھنکی ہوئی اس میں بھی نہیں تھا اس لیے میرے سر ہونٹ اس پچھلی دوسرے نہ دے سکے۔
 خدا حافظ! میں نے آہستہ سے کہا۔
 خدا حافظ! وعدہ کریں سکون سے سوئیں گے۔ افشاں

میرے وعدہ لیکن۔
 سچ کو چند ایک کا اراہہ دو گا۔ ٹھٹھ سے میں نظروں آؤں تو زیادہ محسوس نہ کریں۔ میرا خیال ہے اسی اور ابو کے لیے ایک ساؤڈ ضروری ہے۔
 اوہ! میں نے گردن جھانکی اور پھر دوبارہ خدا حافظ کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ تیز رفتاری افشاں کے دروازے سے اٹھ رہی تھی اور دیکھ لے جانے کا غرض زیادہ بڑھ گیا تھا۔ بہر حال فوری طور پر ایک سترن کی آڑ میں چھپ کر اس نے آنکھیں دوبارہ پس پائی اور پھر خدا حافظ کہہ کر اپنے کمرے میں واپس چلی گئی۔
 طاقت ایک کمرے پر پڑا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں دلچسپی کے آثار تھے میری طرف دیکھ رہی تھی اور پھر ایک کمرے میں سانس لے کر بولا خدا کا شکر ہے میری قسمت نہیں بریں رہی۔ ملاقات ہوئی۔
 ہاں! میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔
 کیا حالت ہے موصوفہ کی؟
 یاد لگتا ہے میں ہی کچھ سبک کیا ہوں! باقی بچہ ٹھیک ہیں۔ میں نے اچھے دوئے ادا کر دیں۔
 ایسے دیتے سبک گئے۔ اتنی دوسرے۔ طاقت نے ہاتھ پکڑ کر بولا۔
 مگر مجھے حیرت ہے طاقت!
 کس بات پر؟
 بہر حال تو میری صاحب اور بڑی ماں اتنے بے وقوف بھی نہیں ہیں لیکن کوئی انہیں گروا دیتی نہیں۔ افشاں نے کہا۔
 اس نے بات کا تم سے بھی زیادہ مذاق اڑایا۔
 خوب اڑہ فکر مند نہیں ہوئی۔
 ہاں! نہیں۔ افشاں میرا مذاق اڑاتی رہی۔
 تم دو ہی اس قابل۔
 افضل! کچھ اس مت کہو۔ نہ جانے۔ نہ جانے کیوں! افشاں انہیں گروا دیتی ہی نہیں۔
 ہاں! اب یہ بات تمہارے لیے باعث پریشانی ہوئی۔
 کون سی بات؟ میں نے کچھ بولا۔
 یہی کہ افشاں اپنے والدین کو زیادہ اہمیت کیوں نہیں دیتی۔ کیوں؟
 کس کو یاد رہا۔ خدا کے لیے۔ میں نے بے بسی سے کہا۔
 اے بھوتے! آؤ اور سو جاؤ۔ آؤ نہیں کہے۔ طاقت نے کہا اور خود بہترین چھانک لگا دی۔ مجھے بھی بچس آنے لگی۔
 طاقت! 30

کتابیات پبلی کیشنز
 پوسٹ اس 23 کراچی 74200
 فون 5802551-5895313
 kitabat1970@yahoo.com
 رابطے کے لئے C-63 III افشاں کی کتابیں 75500

تمی لیکن بستر میں مچنے کے بعد بھی کافی دیر تک نیند نہیں آئی۔ حالات کا تجزیہ درست نہیں تھا۔ تو خیر صاحب اور بڑی ماں کی بات بہر حال دزن رکھتی تھی سوائے اس کے کہ افشاں بے حد خود سر بھی اور طاقت چکر چلا کر حالات سنبھال سکتا تھا۔

اور جب ذہن تھک گیا تو نیند آگئی۔ دوسری صبح طاقت نے ہی بگایا تھا۔

"پیشہ ور عاشقوں کے سے انداز اختیار مت کرو۔" اس نے کہا۔

"کیا ہو گیا؟"

"رات کو جانا،" تارے گزنا اور دن بھر سونا۔ کافی وقت ہو گیا ہے۔ غسل وغیرہ کر لو۔ ناشتے کے لیے طلب ہی کیا جانے والا ہے۔" طاقت سپاٹ لیے میں بولا۔ میں نے دیوار کیر گھڑی کی طرف دیکھا اور بھر جلدی سے بستر سے اُٹھ آیا۔ "جگہ کیوں تو دیا رہا۔" میں نے ہاتھ روم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"ابے میں کیا ٹھیکیدار ہوں تمہارے عشق کا۔ راتوں کو ستارہ گردی کرو اور دن میں سنت سناہت کر کے بگایا جائے۔" طاقت برا سامنا بنا کر بولا اور میں ہاتھ روم میں داخل ہوتے ہوئے دگ گیا اور اسے دیکھنے ایک طاقت کو بھی اس کا احساس ہو گیا اور اس نے غصیلے انداز میں میری طرف دیکھا۔

"ہمارا ضمیر تو طاقت ہے؟" میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"جی نہیں۔ آپ کی بزدلی سے بے حد خوش ہوں۔" تالیاں بجانے کوئی چاہ رہا ہے۔ ابے نماؤ جلدی سے پھر کیا ہر آنکھ کو اس کرو۔" اس نے ڈانٹتے ہوئے کہا اور میں خاموشی سے ہاتھ روم میں داخل ہو گیا۔ ذہن میں اس ڈرامے کا تصور تھا جو ناشتے پر ہو گا اور جس کے بارے میں افشاں نے بتایا تھا لیکن رات کی سی کیفیت نہیں تھی۔ افشاں اور طاقت نے میرا کافی مذاق اڑایا تھا۔ حالانکہ جو بات تھی اس پر فوراً کرنے کے باوجود مجھے اپنی حماقت نظر نہ آئی۔ بات اپنی جگہ دزن دار تھی۔

بہر حال نہاد ہو کر نکل آیا۔ لباس بھی تبدیل کر لیا تھا اور پھر بیٹھنے ہی تھے کہ ملازمہ آگئی۔ ناشتا تیار ہے۔" اس نے آکر اطلاع دی اور ہم اٹھ گئے۔

ناشتے کے کمرے میں زیادہ تر لوگ بیچ گئے تھے۔ تو خیر صاحب، بڑی ماں، نواب صاحب، سیمیں اور احسان، ٹھیکہ ابھی نہیں آئی تھی، نہ ہی افشاں۔ ان کے انداز میں کوئی

تبدیلی نہیں تھی۔ انتخابی غور سے دیکھتے ہر احساس ہوا تھا کہ غور صاحب اور بڑی ماں کے چہروں پر چھوٹی جھلکیں نمودار ہوئی ہیں لیکن ممکن ہے یہ بھی صرف میرا احساس ہو۔

مارے بیٹے کے بعد ٹھیکہ بھی آگئی اور افشاں کے بارے میں نواب صاحب نے آکر کہا "کیا بات ہے افشاں بیٹی نہیں پہنچی؟"

"جاؤ دیکھو۔" بڑی ماں نے کہا۔ "آپ شروع کریں بھائی صاحب۔"

"واہ! یہ کیسے ممکن ہے۔ آجائے لوگ۔" نواب صاحب بولے لیکن ملازمہ چند ساعا کے بعد واپس آئی۔

"بیٹی نے کہا ہے کہ آپ لوگ ناشتا کریں۔ میں ابھی کافی دیر لگ جائے گی۔"

"رہے کیوں۔ ٹھیک تو ہے وہ؟"

"جی۔ کوئی کتاب پڑھ رہی ہیں۔"

"ممکن ہے حاضر خراب ہو گیا ہو۔ چلیں ناشتا کریں۔"

تو خیر صاحب نے کہا اور سب نے ناشتا شروع کر دیا۔ میں بھی خاموشی سے ناشتا کر رہا تھا لیکن دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ حضرات! حاضر تو اب آپ سب کا خراب ہونے والا ہے۔ عام طور سے ناشتے پر خاموشی رہتی تھی۔ بشرطیکہ کوئی خاص گفتگو نہ چل رہا ہو لیکن آج کی خاموشی کچھ زیادہ ہی محسوس ہوئی۔ صرف میری یہ کیفیت تھی کہ ایک ایک بات فوٹ کر رہا تھا اور نہ باقی سب لوگ تو مارل تھے۔

ناشتے سے فارغ ہو کر نواب صاحب بولے "ہاں بھئی۔ آج کیا پروگرام ہے؟"

"کوئی خاص نہیں۔" تو خیر صاحب نے جواب دیا۔

"تو برسوں تمہاری فرم کا افتتاح ہے مسامحیاں؟"

"جی! میں نے جواب دیا۔"

"تو خیر! ایک دن میں کاؤز تقسیم ہو جائیں گے؟"

"جی بھائی صاحب! کچھ خاص لوگوں کو میں کاؤز پہنچاؤں گا، باقی کام تصدیق اور کمال وغیرہ کر لیں گے۔"

"مناسب، مگر عادل میاں! ذرا ہمیں کارپٹ سینئر کی زیارت تو کرنا دو۔"

"ضرور، لیکن مناسب یہی ہے کہ افتتاح کے وقت ہی اس کی نقاب کشائی کی جائے۔"

"ہاں۔ اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ بس کوئی دیکھنے کے بعد یہ اندازہ ہوا ہے کہ وہ بھی دیکھنے کی چیز ہوگی۔ سچ تمہاری کوئی بے حد خوب صورت ہے۔ یوں سمجھو، اسے دیکھنے کے بعد، ایک بار دیکھا ہے، دوبارہ دیکھنے کی ہوس

ہے۔"

"آپ کی ہے نواب صاحب۔ ہمارے ہاں ہانے کے بعد آپ چند روز ہمارے ہاں قیام کریں گے۔" طاقت نے کہا۔

"ضرور ضرور۔ اب تو انتظار رہے گا کہ تم کب ہاں جاتے ہو۔"

"تو خیر صاحب اور بڑی ماں سے اجازت واپس۔ جب یہ دونوں بزرگ اجازت دے دیں گے، ہم چلے جائیں گے۔" طاقت نے کہا اور تو خیر صاحب دیکھی طور پر ہنسنے لگے۔

یہ نمایاں تبدیلی تھی روزانہ ایسے موقعوں پر تو خیر صاحب ہونا یا نا ہونا ہو جاتے تھے۔ بڑی ماں نے بھی خاموشی اختیار کر لی تھی پھر اچانک کسی خیال کے تحت میں نے اجازت طلب کر لیا۔ طاقت بھی میرے پیچھے بن باہر نکل آیا تھا۔

"خیریت؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ محسوس کیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں!۔" طاقت نے جواب دیا۔

"واقعی؟" میرا خیال تھا کہ تم نے غور نہیں کیا ہو؟"

"کیا تھا لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ لوگ بہر حال اتنا جانتے ہیں کہ ہم کسی طور سے نہیں ہٹیں۔"

"یار۔" راسم کی انگوٹھی تھوڑی دیر اور استہلال کر لوں؟" میں نے پوچھا۔

"نہت ہاں۔ کوئی حرج نہیں ہے۔ کیا کرو گے؟"

"میرا خیال ہے افشاں کی خبر لے لی ضرور کی جائے گی۔"

"اور اور اور تم اس وقت وہاں ہو گے؟"

"اچھا! رستوں تو وہ دیکھو! ہمارا ضرور ہی ہے۔"

"کب ہے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔" طاقت نے جواب دیا۔

"افشاں! میں نے سیمیں اور احسان بھی آنے والے ہوں گے۔"

"ہاں! میں نے سیمیں اور احسان بھی آنے والے ہوں گے۔"

"ہاں! میں نے سیمیں اور احسان بھی آنے والے ہوں گے۔"

"ہاں! میں نے سیمیں اور احسان بھی آنے والے ہوں گے۔"

"ہاں! میں نے سیمیں اور احسان بھی آنے والے ہوں گے۔"

"ہاں! میں نے سیمیں اور احسان بھی آنے والے ہوں گے۔"

"ہاں! میں نے سیمیں اور احسان بھی آنے والے ہوں گے۔"

"ہاں! میں نے سیمیں اور احسان بھی آنے والے ہوں گے۔"

"ہاں! میں نے سیمیں اور احسان بھی آنے والے ہوں گے۔"

"ہاں! میں نے سیمیں اور احسان بھی آنے والے ہوں گے۔"

"ہاں! میں نے سیمیں اور احسان بھی آنے والے ہوں گے۔"

"ہاں! میں نے سیمیں اور احسان بھی آنے والے ہوں گے۔"

گت کا ہے۔ دروازے کی طرف اٹھ جاتی تھیں۔

اور اسے بھی زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ بڑی ماں ناشتے کے کمرے سے اٹھ کر شاید سیدھی اسی طرف آئی تھیں۔

کمرے کے کھلے دروازے سے انہوں نے اندر بھاگا پھر آواز دی "افشاں!"

"جی! ماں جی۔ آئیے۔" افشاں نے کتاب رکھتے ہوئے کہا اور بڑی ماں اندر آ گئیں۔ انہوں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔

"کیا بات ہے افشاں! طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"جی! ماں جی۔ ٹھیک ہوں۔"

"ناشتہ پر کیوں نہیں آئیں؟" بڑی ماں اس کے سامنے ایک کرسی پر فطیمہ بیٹھ گئیں۔

"میرا ذہن ٹھیک نہیں ہے۔ میں آپ سے بیس پندرہ منٹ گھر کرنا چاہتی تھی۔"

"کیا بات ہے؟" بڑی ماں کی آنکھوں میں سیکڑوں دوسرے باگ لگے۔

"افشاں! رات کو میں نے آپ کی اور ابو جان کی مصروفیت سن لی تھی۔" افشاں نے کہا اور بڑی ماں کا دل جھٹ سے کھل گیا۔ وہ ہاتھ میں آگئی تھیں۔ کئی منٹ تک وہ پتہ نہیں چل سکیں پھر کافی دیر کے بعد بے شکل ہو گئیں۔

"کیسے؟"

"معتدود خود ہوں۔ میں بتا سکوں گی۔"

"تو جی! کیا انداز خیال غلط ہے؟" بڑی ماں نے پوچھا۔

"نہت سا خیال؟"

"نہت! اور صاحب کی کوئی بھی تم جس دلچسپی سے پیش پیش تھیں اور صرف ایک افشاں ہی بند ہے یا اس کے پیچھے پتہ اور ذاتی جذبات وابستہ ہیں؟" بڑی ماں نے پوچھا۔

"اب جہاں دیدہ ہیں ماں جی۔ آپ خود غور فرمائیں۔"

افشاں نے کہا۔

"کیا تمہارے ابو کا خیال غلط ہے؟"

"نہت! اگر صاف متفقہ کریں۔ آپ جس بات کو کہتے ہو اسے ٹھیک رہی ہیں، وہ انسان کی زندگی میں سب سے بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ میں اس بارے میں آپ سے صاف گفتگو کر رہی ہوں۔"

"تم ان دونوں میں سے کسی سے۔ کسی سے پوشیدہ دلچسپی رکھتی ہو؟"

"آپ نے غلط لفظ استعمال کیا ہے۔ میں اسے پوشیدہ تو نہیں کہوں گی۔ اگر یہ دلچسپی پوشیدہ ہوتی تو آپ لوگوں کو

کتابیات پبلشرز

کتابیات پبلشرز

کتابیات پبلشرز

کتابیات پبلشرز

کتابیات پبلشرز

کتابیات پبلشرز

کتابیات پبلشرز

کتابیات پبلشرز

کتابیات پبلشرز

کتابیات پبلشرز

کتابیات پبلشرز

ساری زندگی احساس نہیں ہوتا۔ میں نے جان بوجھ کر آپ کو یہ احساس دلایا ہے۔" افشاں نے کہا اور بڑی ماں کی مدد تک نہیں ہر گز نہیں۔ ان کا خیال تھا کہ چوری چڑے جانے پر افشاں شرمندہ ہوگی، آنکھیں چرائے گی لیکن یہاں تو معاملہ اتنا دور تھا کہ کئی مہینے تک وہ سن نہیں رہی تھی پھر اپنے رتبے کا احساس نہ کیا اور ان کی توجہ بھی کھینچ کر رہی۔

"گویا تم ہمارے بیٹے کی تصدیق کر رہی ہو؟"

"آپ صرف شے میں کیوں جھکا ہیں ابھی تک یقین کی منزل تک کیوں نہیں پہنچ رہیں؟" افشاں نیچے انداز میں بولتا۔

"کیا تم ساری منتقلی مناسب ہے؟"

"ہاں۔ میں خود کو اس انداز میں پیش کرنے میں حق بجانب ہوں کیونکہ عرض کر چکی ہوں یہ میری زندگی کا سب سے اہم مسئلہ ہے۔ میں اس میں شکست نہیں کھوں گی۔"

"گویا تم ان میں سے کسی کو کسی کو پسند کرتی ہو؟"

"ہاں! افشاں نے جواب دیا۔

"کسے؟ بڑی ماں کی آواز میں غصہ اٹھ رہا تھا۔

"ان دونوں میں سے کون آپ کے لیے مناسب ہے؟"

رکھتا ہے؟"

"افشاں! میری پوری منتقلی پر مشتمل ہے۔"

"ساری زندگی سب سے پاک و رازگار معانی مانتی رہوں گی اماں کی لیکن اس وقت تو منتقلی کر رہی ہوں وہ مجھے زندہ رکھنے کے لیے ضروری ہے۔" افشاں لاجواب جاری تھی اور میں دل ہی دل میں اس پر غور و بہار تھا۔ درحقیقت میرے ذہن سے ساری غلط فہمی نکل چکی تھی۔ یہ لڑکی جس قدر مجھے چاہتی ہے اس کے عوض تو زمانے بھر کی محنت مول لی جا سکتی ہے۔ میں بلاوجہ خوف زدہ ہوں۔

"اگر تم نے ہماری منتقلی میں ہی ہے تو پھر اسے ابو کے خیمے سے بھی واقف ہو چکی ہوگی؟" بڑی ماں نے کہا۔

"ہاں۔ اچھی طرح!"

"پھر کیا خیال ہے؟"

"ابو غلطی پر ہیں، جھوٹی انا برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔"

"میں اپنی سوچ بدل دینی چاہتی ہے۔"

"تم ان کے لیے اپنے خیالات نہیں بدل سکتی؟"

"یہ تصور بھی ذہن سے نکال دیں۔" افشاں نے سخت بے میں کہا۔

"تم مردانوں کی مخالفت مول لوگی؟"

"ایک انکشاف کرنا چاہتی ہوں۔" افشاں زہریلے لہجے

میں بولی اور بڑی ماں چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔ ان کا چہرہ وحشت سے بچا پڑ گیا تھا۔

"کیا؟" وہ سرسراہٹ آواز میں بولیں۔

"میں خیر ممانک کی سیر کو جانا چاہتی تھی آپ لوگ نہ مانے لیکن۔"

"اور! افشاں! تمہاری وہ ضد پوری کر دی جائے گی۔ میں دہرے۔"

"پوری بات سن لیں اماں! میں اپنی ضد میں خود پوری کر رہی ہوں۔ انوار کے بارے میں مجھے جو کچھ کہا تھا لفظ لفظ تھا۔ میں باہر ہوتا ہوا کمرست سے اس کی سیر کو تہی۔ لیکن نہ آئے تو سیکڑوں ڈوٹ پیش کر رہی تھی۔ یہ تصدیق بھی اس بات کا گواہ ہے۔"

"کیا؟ کیا؟" بیگم صاحبہ حیران رہ گئیں۔

"جہاں صرف یہ تھا کہ آپ لوگ خود ہی اپنے فیصلوں میں تبدیلیاں کر لیں ورنہ مجھے میدان عمل میں آنا ہوتا۔ آج کے احترام اپنی جگہ لیکن جو کچھ عرض کر رہی ہوں۔ اس کے بارے میں کہہ چکی ہوں کہ اس کا میری زندگی سے گہرا تعلق ہے۔"

بڑی ماں چپٹی چپٹی ہنسی نکال رہی تھی اسے گھورتی رہیں اور پھر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ "کیا میں تمہارے ابو کو تمہاری منتقلی کے بارے میں بتا دوں؟"

"اگر آپ نے اس میں ایک لفظ کی بھی خوف کی تو ساری ذہن داری آپ کی ہوگی۔ میں اس میں سے کوئی ذہن داری قبول نہیں کر سکتی گی۔" افشاں نے جواب دیا۔

بڑی ماں خاموشی سے اٹھ کر باہر نکل گئیں۔ افشاں نے دوبارہ کتاب اٹھائی تھی۔ میرا بھی اس وقت وہاں رکنا مناسب نہیں تھا اس لیے میں خاموشی سے باہر نکل آیا اور اب میں بڑی ماں کے پیچھے جا رہا تھا۔ میرا خیال تھا بڑی ماں سیدھی طور پر صاحب کے پاس جا سکیں گی لیکن وہ اپنے کمرے کی طرف گئیں اور انہوں نے دو دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ وہ کمری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ میں نے اندازہ لگایا کہ اس وقت وہ خیر صاحب سے کوئی گفتگو نہیں کریں گی۔ بہر حال میں وہاں سے چلا آیا۔

طبیعت پر ایک بوجھ سا خارا تھا۔ خیر صاحب کو دیکھا وہ تیار ہو کر نہیں جا رہے تھے۔ میں نے کوئی مداخلت نہیں کی اور واپس خلاوت کے پاس پہنچ گیا۔

خلاوت ایک آرام کرسی میں دروازہ مسکرا رہا تھا۔ میں نے انکو بھی انداز دی اور وہ شرارت آمیز انداز میں مجھے دیکھنے

لگا۔

"مذاق ادا رہے ہو یا رہے؟" میں نے پچھلے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور ایک آرام کرسی میں گر پڑا۔

"مذاق ادا ملتا ہوں۔" خلاوت بولا۔

"بڑی کرما کریم منتقلی ہے۔"

"سن چکا ہو؟" خلاوت اچھا اٹھا کر بولا۔

"کیا مطلب؟" میں اچھل پڑا۔

"جان یا رہے؟ اس میں کوئی حق نہیں تھا۔ دراصل میں بھی طعنت سے واقف ہونا چاہتا تھا۔"

"تو تم وہاں موجود تھے؟"

"ہاں۔"

"ابو! میں نے سبھی سنا سن لیا۔" پھر اب کیا خیال ہے؟"

"لڑکی میں تم اس کے غصے سے بھی نہیں ڈرتے۔"

"مجھے اعتراض ہے۔" میں نے کہا۔

"اور مجھے یقین ہے کہ وہ طعنت سنبھال لے گی۔"

"بڑی مضبوط لڑکی ہے۔"

"ہاں۔ خدا کی قسم اس سے فحشیت تو ہوتی۔" خلاوت نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"مگر حضرت! اب پروگرام کیا ہے؟"

"خیر صاحب کی بے دینی کا یہ بکاسا انداز قبول نہیں کرتا۔"

"خیر صاحب؟"

"اب بھی یہاں رہو گے؟"

"خیر صاحب! کیا خیال ہے؟" خلاوت جلدی سے بولا۔

"خدا کی قسم! برداشت کی بھی حد ہوتی ہے۔ بس اب میں واپسی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔" میں نے کہا۔

"کہاں؟" خلاوت نے آنکھیں نکالیں۔

"جائے آباد!"

"نہیں۔ ابھی تو آپ خیر صاحب کی سہماں ہیں۔ وہ کوئی نوجوان خریدی ہے اس کا کیا ہوگا؟" خلاوت نے کہا۔

"یہی طور رہے تو میں ضرور جاؤں گی آپ کی کو بھی میں۔"

"منذور۔ سرکار ہمارا قصور؟" خلاوت نے گڑگڑا کر کہا۔

"اس دن بھی آپ میں چھوڑ کر ملے تھے۔"

"ہاں۔ اس دن تو غلطی ہو گئی تھی لیکن اس کے علاوہ؟"

"اور آج کل آپ لوگ اپنے کمرے میں مجھے بیٹھے رہتے ہیں۔"

"دراصل یہیں، صرف چند روز کے لیے معاف کرو۔"

پرسوں کا ریت سینکڑا افتتاح ہو جائے اس کے بعد فرصت ہی فرصت ہے۔

"اس بات کا امکان تو ہے لیکن وہ سمجھ دار لڑکی ہے۔"

اس موقع پر منع نہیں کرے گی اور ہاں نواب جہاں الدین کو ضرور ساتھ لے چلوں گا کام آئیں گے۔" خلاوت نے کہا اور میں اس کی بات پر غور کرنے لگا۔

کافی دیر تک ہم دونوں کمرے میں بیٹھے گفتگو کرتے رہے اور پھر یہیں اور احسان کی مداخلت پر ہی چوگے۔ دونوں اندر دھمکے آئے تھے ان کے پیچھے افشاں اور شکریہ تھیں۔

"یہ ہو کیا رہا ہے آخر؟ آج جواب مل جانا چاہیے۔"

بیس نے منتقلی پر غور کرتے ہوئے کہا۔ وہ مصروفی غصے کا اظہار کر رہی تھی۔

"ارے ارے۔ خیریت؟ ناشتے میں گرم اشہاد کا دستہ ہال کچر زیادہ کر لیا تھا کیا؟" خلاوت نے مسکرا کر تنبیہ کرتے ہوئے کہا۔ میں نے احسان کی شکل دیکھی اس کا چہرہ بالکل ہار مل تھا۔ کوئی ترو یا کوئی شکن نہیں تھی اس پر۔

"ہرگز نہیں۔ میں پوچھ کر رہوں گی۔" بیس نے جھجھکے ہوئے انداز میں کہا۔

"لیکن آخر کیا سببیں ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہم لوگوں کو نظر انداز کریں کیا جا رہا ہے؟ یہ اچانک بد رفتاری ہی کیوں پھیل گئی ہے؟"

"ارے تو یہ۔ یہ نظر انداز کرنے کی بات کیا کہی بیس بیگم۔ کسی کی خیال ہے؟" خلاوت جلدی سے بولا۔

"خدا کی قسم! برداشت کی بھی حد ہوتی ہے۔ بس اب میں واپسی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔" میں نے کہا۔

"کہاں؟" خلاوت نے آنکھیں نکالیں۔

"جائے آباد!"

"نہیں۔ ابھی تو آپ خیر صاحب کی سہماں ہیں۔ وہ کوئی نوجوان خریدی ہے اس کا کیا ہوگا؟" خلاوت نے کہا۔

"یہی طور رہے تو میں ضرور جاؤں گی آپ کی کو بھی میں۔"

"منذور۔ سرکار ہمارا قصور؟" خلاوت نے گڑگڑا کر کہا۔

"اس دن بھی آپ میں چھوڑ کر ملے تھے۔"

"ہاں۔ اس دن تو غلطی ہو گئی تھی لیکن اس کے علاوہ؟"

"اور آج کل آپ لوگ اپنے کمرے میں مجھے بیٹھے رہتے ہیں۔"

"دراصل یہیں، صرف چند روز کے لیے معاف کرو۔"

پرسوں کا ریت سینکڑا افتتاح ہو جائے اس کے بعد فرصت ہی فرصت ہے۔

"تو یہ اسی وقت کمرے میں تھیں کہ افتتاح ہو رہا تھا؟"

"ہاں۔ لیکن کروہم پانچ گھنٹے۔"

"آپ لوگوں پر یہ بات عجیب محسوس ہوتی ہے۔ ہر حال اگر یہ بات ہے تو حائف بھی کیا جاسکتا ہے کیوں افتتاح کیوں غلط ہے؟" تھیں نے کہا اور دونوں ہنسنے ہوئے گردن ہٹائے تھیں۔

"آپ کو کوئی شکایت نہیں ہے احسان صاحب؟"

"نہی میں کیا میری شکایت کیا۔" احسان نے ہنسنے ہوئے کہا۔

"اوہ حیثیت کیوں نہیں ہے۔" تھیں تڑپ کر بولیں۔

"اور اصل احسان بہت چالاک ہے۔ جانتے ہیں کہ اس کے بدلے آپ ہی نوٹ لیں گی اس لیے خود بڑا کیوں ہنسنے۔"

"طاہر طاہر۔"

"لوگ میں بری بن گئی ہوں۔" تھیں نے آنکھیں ڈھکیں۔

"اے میں سارے میں تماش کر کر کے مرنے۔ یہاں مجھے ہنسنے ہیں میرے لیے۔" ہوا کی آواز دروازے سے سنائی دی اور ہم سب ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

"نہیے ہوا آئی ہے۔ آپ ہی کا ذکر کرتے تھے ہم لوگ۔" طاہر نے کہا اور ہوا سسکائی وہی اندر آئیں۔

"کیا مسکوت ہو رہی ہے سب کے سب حق میں ماشاء اللہ؟" ہوا نے اپنی جگہ بیٹھنے سے ہنسنے کہا اور اچانک طاہر کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھرا آئے۔

"مسما؟" اس نے میری طرف جھک کر کہا۔

"ہوں!"

"یار! اچانک میرے ذہن میں بڑا خوب صورت پروگرام آیا ہے۔"

"کیا؟"

"نہیں نہ کارٹ سینئر کا افتتاح ہوا سے کرایا جائے؟"

"ہاں۔ بس خاموش ہو جائے۔ ابھی ہم دوسروں کو ہوا نہیں ہنسنے دیں گے۔" میں نے کہا اور طاہر گردن ہٹا کر خاموش ہو گیا۔

"میرا کیا ذکر ہو رہا تھا؟ اور ہاں یہ جیشہ کہاں گیا؟ محمود مارا نظری نہیں آتا آج کل؟"

"کیا بات ہے ہوا؟ آج کل جیشہ کے ستارے بہت اچھے جا رہے ہیں؟" تھیں نے سنرائی ہوئے کہا۔

"اے تھیں جیشہ بڑا اچھا لوند ہے۔ دل کا یہ نہیں ہے۔ تم لوگوں نے کیا درگت بنوائی ہے بے چارے کی میرے

ہاتھوں، مجھے بڑا ہی افسوس ہے۔"

"واقعی؟" طاہر نے دیکھی سے بولا۔

"تو اور کیا؟ میری شکل اس کی ہوا کی اماں سے ملتی ہے۔" ہاتھ کاڑھا ہوا ہے بے چارہ۔" ہوا کے لیے سے شدت تک رہا تھا۔ درحقیقت بڑی سادہ لوح خاتون تھی۔ کھڑی میں تولہ کھڑی میں ماش۔

"اور تصدیق کے بارے میں کیا خیال ہے ہوا؟"

"اس کی بات چھوڑو اور یہ سناؤ۔" چنا۔ اس میں اور جیشہ میں بڑا فرق ہے مگر آج کل جیشہ بھی نظر نہیں آ رہا۔"

"آپ بھی خوب ہیں ہوا! انارکالی کی رشتہ میں اور یاد نہی کرتی ہیں۔" تھیں بولیں۔

"اے اب دل سے کسی سے دور نہیں رہیں۔" تھیں بولیں۔

"میرے بڑے چاہے میں کایک دیکھو۔" تھیں بولیں۔

"چلو ہے۔ اب بتاؤ کام میری اولادوں کے پرچار پر میری نگاہ رکھو تو شک ہے؟"

"اور ہوا کی اس "میری بھو" پر ہم سب ہنس پڑے۔

"اور ہوا کسی کی نگاہ ہی خراب ہو تو؟" طاہر نے ہنسنے بولا۔

"اے رے رے دو عالمی میاں تم تو بڑے ہی شریر ہو۔"

"جی ہوا! تصدیق کی آنکھیں خراب ہیں۔ وہ آپ کو یہی نگاہت نہیں دیکھتا بلکہ آنکھوں کی خرابی کی وجہ سے آپ کو ایسا محسوس ہوا ہوگا۔"

"پتا ہو نہیں رہے دو اور ہاں جیشہ کے لیے نہیں بتایا؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"صرف ہے بے چارہ! طاہر نے کہا اور پھر کھڑی دیکھ کر بولا۔

"اے سائیم میاں! چلیں گے نہیں؟"

"وقت تو گر گیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں! سائیم دس بج رہے ہیں۔"

"تب پھر خواتین و حضرات اجازت دیجئے اور یہ بد اندازتی صرف کل تک کے لیے اور اس کے بعد انشاء اللہ تقریبی پروگرام رہیں گے۔"

"کوئی خاص کام ہے سائیم بھائی؟"

"ہاں۔ بس افتتاح کے پروگرام کو ناسخ کر رہے ہیں۔" ہوا نے انشاء اللہ تعالیٰ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اور سب کمرے سے نکل آئے۔ انشاء اللہ کے ہونٹوں کی پر سکون مسکراہٹ نے مجھے بھی سکون بخش تھا۔ جب وہ مطمئن تھیں تو میں تردد کیوں کروں۔ تو ہم لوگوں سے اجازت لے کر ہم باہر نکل آئے اور پھر کمرے کے دروازے پر۔

کارٹ سینئر میں باقاعدہ کام ہو رہا تھا۔ تصدیق اور جیشہ کسی منگھو میں اچھے ہوئے تھے۔ ہمیں دیکھ کر دونوں خاموش ہو گئے اور اپنی کرسیوں سے اٹھ گئے کیونکہ ہم اچانک ہی پہنچے تھے۔

"اوہو! آئیے۔" تصدیق نے عجوب انداز میں کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ تم کام کرو تصدیق!"

"جی کوئی خاص کام نہیں تھا، ہم لوگ ایک ناکل دیکھ رہے تھے۔"

"کیسی ناک؟"

"ایک لڑکی ملازمت کے لیے آئی ہے۔ حالانکہ جگہیں تقریباً سب پر ہوئی ہیں لیکن جیشہ صاحب کی خواہش ہے کہ اس ملازم رکھ لیا جائے۔"

"جیشہ صاحب کی خواہش ہے؟" طاہر نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"میں سن رہا ہوں! لڑکی بہت سدا ہے اس کا آنکھ سے آنسو نکلتا۔ میں اس کو بولا، میں سفارش کریں گا۔" جیشہ نے کہا۔

"جیشہ صاحب جس کی سفارش کریں اسے تو ضرور رکھنا چاہیے سنر تصدیق!"

"ضرور بننا۔" میں نے جیشہ صاحب سے اختلاف نہیں کیا۔ صرف جگہوں کی ناکل ان کے سامنے رکھ دی ہے۔ اس میں سے جو چاہیں انتخاب کر لیں۔" تصدیق نے کہا۔

"جیشہ صاحب! کچھ میں کچھ نہیں آتا۔"

"کیسی ناک ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اب ہر جگہ روم میں بیٹھا ہے۔"

"بلڈاؤ! تصدیق سے کہا اور جیشہ جلدی سے اٹھ گیا۔

"اے ارے! تصدیق! منمو۔" تصدیق بیل بھا کر چہرہ ہی کو بالے کا اور وہ بیل بھڑکی کو۔" طاہر نے کہا اور جیشہ کمری سانس لے کر بیٹھا۔

"تصدیق نے بیل بھائی اور جیشہ اندر گیا۔" وننگ بال میں مسخراہٹ تھی۔ "انہیں اندر بلاؤ۔" تصدیق نے کہا اور چہرہ ہی ادب سے گردن جھکا کر چلا گیا۔

"اور پھر چند ساعت کے بعد اس نے ونٹی دروازہ دوبارہ کھولا اور دیکھا سہی ہوئی لڑکی اندر آئی۔ رنگ پیٹا بڑا ہوا تھا۔ آنکھیں خوف سے پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کے ہاتھ میں کچھ کاغذات دبے ہوئے تھے۔ اندر داخل ہوئی تو کاغذات قایل پر گر پڑے اور اس کا بدن ہولے ہولے کانپنے لگا۔ اس

نے ہراساں لگا ہوں سے ہمیں دیکھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے پھر وہ زمین پر بیٹھ گئی اور پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔ یہی طرح بد خواص ہو گئی تھی۔

اس کی یہ حالت دل لرزا دینے والی تھی۔ میں اور طاہر لرز اٹھے۔ بھلا ایسی بے بسی کا انداز ہم دیکھ سکتے تھے اور پھر ہم دونوں ہی تیزی سے اس کی طرف چلے۔

"آئیے عذرا بی بی۔ آپ فکر نہ کریں۔ یہ کاغذات چہرہ ہی اٹھا لیں۔" طاہر نے محبت بھرے انداز میں اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ عذرا کا بدن اب بھی کانپ رہا تھا۔

"آؤ عذرا! سن۔ تم کھٹ کر رہی ہو۔" میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ اس نے اپنی نگاہوں سے ہمیں دیکھا جیسے اندازہ لگا رہی ہو کہ ہم کتنی جیشہ کی سے اس کا ذاتی انداز ہے ہیں لیکن ہمارے چہروں پر ایسا کوئی تاثر نہیں تھا۔ جیشہ نے اس کے لیے کرسی کا انتخاب کیا اور میں نے عذرا کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھ کر اسے بٹھار دیا۔ وہ ہنسنے کے بعد کمری کمری سانس لینے لگی۔

"اے تصدیق! بڑے بد اخلاق ہو گئے۔ وہ کچھ کھلاؤ پتاؤ کے نہیں؟" طاہر نے بولا۔

"ہاں جنتاب! ابھی پیش کرتا ہوں۔" تصدیق جلدی سے اٹھ گیا۔

"عذرا بی بی! آپ چائے پینے کی یا کافی؟" میں نے پوچھا۔

"جی۔" میں نے بی بی اے کیا ہے۔ میں۔ میں دراصل ملازمت کے لیے آئی تھی۔" اس نے سسے ہوئے لیے میں کہا۔

"اوہو! بھی ملازمت کی تو طے ہو گئی۔ یہ جو اپنے جیشہ صاحب ہیں نا! بس یہ جسے چاہیں جو جگہ دے سکتے ہیں۔ ہم ان کے معاملے میں مداخلت کرنے والے کون۔ آپ کی ملازمت کا تو فیصلہ کر لیا گیا۔ اب ذرا کچھ کھانے پینے کی باتیں بھی تو ہو جائیں۔ ہاں تو آپ چائے پینے کی یا کافی؟"

"لڑکی نے کچھ کھانے کے لیے ہونٹ کھولے لیکن آواز نہ نکلی سکی۔

"چلو بھی تصدیق سب کے لیے چائے ہی منگو دو۔"

اتنی دیر میں تصدیق چہرہ ہی کو بلا چکا تھا اور پھر اسے ہدایات کر کے واپسی پر وہ لڑکی کے کاغذات بھی اٹھا لیا۔

لڑکی نے جلدی سے کاغذات لپک لیے تھے "یہ میرے سرٹیفیکیٹس۔ وغیرہ ہیں۔"

"بھئی عذرا! اب ہاں باتوں کو چھوڑو کچھ اور باتیں کرو۔"

سرٹیکٹ وغیرہ بھی کوئی دیکھنے کی چیزیں ہیں۔ اب تو تم ہماری اس پتھری سی فرم کی اہم کارکن ہو۔ یہ ناکل بند کرو۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے بی بی۔

"تو تو آپ نے مجھے ملازمت دے دی۔" اس کے چہرے پر پہلی بار خوشی کے ہلکے سا اثرات نظر آئے۔
"بھئی اس میں کیا شک ہے۔ ہماری مجال ہے کہ نہ دیں۔"

"مجھے کام کیا کرنا ہوگا؟"
"ابھی کام شروع ہی کیا ہے بی بی آپ تو باوجود ابھی سے فکر مند ہو گئیں۔ وہی کام ہوگا جو آپ آرام سے کر سکیں گی البتہ یقین کریں آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔" خالوت نے کہا۔

"میں وعدہ کرتی ہوں جناب کہ جو کوئی خدمت میرے سپرد کی جائے گی میں پوری جان فشانی سے اسے انجام دوں گی۔" خالوت نے کہا۔

"چلو بات بھی ملے ہوئی اب تو اس موضوع کو چھوڑ دو۔" خالوت نے ہلکا سا دوش ہونے لگی۔

لیکن اس کی نگاہوں میں شدید حیرت تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلا چلا کر ہم لوگوں کو دیکھنے لگی تھی اور اس کی یہ حیرت درحقیقت بجا تھی۔ اب فرض تھی تو زمین پر آتے نہیں ہیں وہ ہمارے بارے میں دیکھ رہی تھی سچی نمک تھا۔

"اور خالوت بی بی آپ اپنا مکمل تعارف نہیں کرا سکیں گی؟"

"جی۔ ہاں میں نے ہی اسے کیا ہے۔ ایک چھوٹی سی ہسپتال کے چھوٹے سے مکان میں رہتی ہوں۔"

"والہین ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"اور دوسرے ہیں بھائی؟"

"دو بھائی اور تین۔"

"بھائی؟"

"جی بھائی نہیں ہے۔"

"ہوں! میں نے ناخوشگوار لمحے میں کہا۔" اچھا خالوت بیکس ٹھیک ہے اگر آپ مجھے بھائی بنانے کو تیار نہیں ہیں تو میں بھی آپ سے خدمت نہیں کروں گا، حالانکہ ابھی ابھی میں نے آپ کو خدرا بھین کہا تھا۔"

خالوت نے آہستہ آہستہ دیکھا دیکھتی رہی اور پھر اس کی جلیں جھجک گئیں۔ اس نے آنکھیں ہٹا لی تھیں۔
"اب بتائیے بھائی کتنے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"دو! خالوت غرایا۔" اگر تم نے صرف اسے بھائی کہا تو اچھا نہیں ہوگا۔ میں اس سے بڑا ہوں۔ دیکھ لو ہم دونوں کی صورت ایک جیسی ہے۔" اور خالوت نے نکاحی اٹھا کر ہم دونوں کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی حیرت نمودار ہوئی۔
"ٹھیک ہے نا۔ دو بھائی ہیں؟" خالوت نے پھر پوچھا اور خالوت رو پڑی۔ اس نے کہنے سے روک کر ان بات میں ہنسا دی۔

"واہ! ابے یار بھئی تم تمہارا چہرہ اسی کہاں کر گیا۔" ہائے ہائے ڈو ڈو کیونکہ ہماری بھین بھین ہے۔" اور خالوت نے ہلکا سا ہار بار بار تپ تپا لگا۔

جیشہ صاحب بدستور خالوت کی آنکھوں کی مانند جلیں جھجکا رہے تھے جیسے اب سب کچھ آج ہی اس سے نکل گیا ہو۔

چہرہ اسی چائے لے آیا اور ہم نے خدرا کو چھوٹے اور چائے پینے کے لیے تجبور کر دیا۔ عجیب دکان داروں کی طرح تھی۔ خدرا کے ذہن میں یہ ساری باتیں ہی سی ٹھیک نہیں تھیں۔ وہ چہرہ ہوا تھا بے حد انوکھا تھا۔ ہر حال اس کے ہمارے ساتھ چائے پانی اور خاص مدد تک پر سکون نظر آتے تھے۔

"بھئی خالوت اتم خدرا کا کیا شخصیت لیٹر ہوا وہ اور حسب روایت ایک ماوی خالوت ہی انیس۔" وہی کہنے لگا۔
دراصل خدرا ہماری فرم نے ابھی کام شروع نہیں کیا ہے۔ نیا نیا سلسلہ ہے اس لیے فرم کے افتتاح کی خوشی میں نے کیا کیا ہے کہ سارے ملازمین کو ایک ایک ماوی خالوت دینی دے دی جائے۔ ایک طرف سے یہ فرم کی طرف سے انعام سمجھا جائے۔"

خدرا خوشی سے ہماری سانسیں لیج رہی تھیں۔ خالوت باہر چلا گیا تھا۔ خالوت دیر کے بعد وہ واپس آیا اور اس نے ایک کانڈ میری طرف بڑھا۔ یہ اپنا شخصیت لیٹر تھا۔ اس میں خالوت کا خانہ چھوڑ دیا گیا تھا۔ خالوت نے کانڈ میرے ہاتھ سے لے لیا اور پھر اسے اپنے پاس رکھ لیا۔

خدرا خاموشی سے چائے پیتی رہی اور پھر اس نے بھائی رکھی اور سوالیہ انداز میں ہماری طرف دیکھنے لگی۔

"میں خدرا! آپ نے اپنا لیٹر دیکھ لیا۔ اس میں آپ صاحب بھائی کی سیکرٹری ہیں۔" اپنا شخصیت لیٹر میں آپ کی خالوت دو ہزار روپے ماہوار مقرر کی گئی ہے۔ فی الحال آپ اسے قبول کر لیں۔ بعد میں ہم اور بڑھادیں گے۔" خالوت نے کہا۔
"جی؟" خدرا چہرہ تک پڑی۔ اس نے سیمینار نگاہوں سے ہماری شکلیں دیکھیں۔ اس کا سانس بھولنے لگا تھا۔

اسے ہماری شکلیں دیکھیں۔ اس کا سانس بھولنے لگا تھا۔
"آپ فکر نہ کریں مس خدرا! اس فرم کو آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔ آپ ابتدا میں یہ بخود قبول کریں۔ ہم ایک ماوی آپ کا کام دیکھ کر مزید بڑھادیں گے۔ فی الحال آپ اس کے کم ہونے کا خیال نہ کریں۔"

خدرا کے حواس ایک بار پھر دوبارہ اپنے گتے تھے۔ اس نے بھئی بھئی آنکھوں سے پرواز تقرری کو دیکھا۔ یہ مذاق نہیں ہو سکتا تھا۔ خوب صورت لیٹر میں پر باقاعدہ جانب شدہ تحریر تھی جس پر میرے خط بھی تھے لیکن اپنی خالوت اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ اس نے چاروی کو کیا معلوم تھا کہ وہ کس سرپرستوں میں آچکی ہے۔

"اب میں جاؤں؟" اس نے پھنسی پھنسی آواز میں پوچھا۔

"ضرور۔ خدا حافظ۔" ہاں خالوت پر اہم کریم فرم خدرا کو سیکرٹری کے پاس لے جاؤ اور انہیں پھنسی کے اصول کے مطابق ایک ماوی خالوت دیا جائے۔

"میں بھی ان کا ساتھ چاہتا ہوں؟" جیشہ نے پوچھا۔
"ضرور چاہا جائے۔" خالوت بھی اسی کی مانند منہ میڑھا کر کے ہوا۔ اور جیشہ بھی اچھا گیا۔ خدرا نے ہمیں سامنے کیا اور پھر وہ جیشہ اور خالوت کے ساتھ باہر آ گئی۔

میں نے ایک کمری سانس لی تھی۔
"یہ جیشہ بھائی کو کیا ہوا؟" خالوت نے تھیرا۔ انداز میں

"انہ۔ یہ لڑکی تو ان کے پروگرام میں کسی طور شامل نہیں ہو سکتی۔" میں نے کہا۔

"میں نے اسے دیکھ کر صرف ہمدردی جاگ اٹھی ہو۔"

"ہاں۔"

"وہی لڑکی جو امت قنبر رحم ہے۔"

"لیکن قنبر کی سہیل ہے۔"

"کیوں؟"

"ظاہر ہے یہاں آئی اور ایسے وقت جب جنرل پتو موجود تھے۔"

"اور، عارف ایسی بات مت کہو۔ میں کیا حیثیت رکھتا ہوں! صرف افتد کا کرم ہے۔ اس کے بندوں کی خدمت تو سب پر فرض ہے جس حد تک یہ فرض پورا کر دے۔"

میں نے خالوت کی بات کو کوئی جواب نہیں دیا۔ خالوت دیر کے بعد خالوت داپس آ گیا اور ہم نے سوالیہ انداز میں

اسے دیکھا۔ "جی، او ایچ کی کوئی جی ہے۔" "جی، جی؟" میں نے پوچھا۔
"جی ہاں! خالوت نے جواب دیا۔
"جیشہ بھائی کہاں ہیں؟"

"اسے بس میں بٹھانے لگے ہیں۔" خالوت نے جواب دیا اور ہم دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر ہمارے دونوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر ہم سنجیدہ ہو گئے۔

"دکوت تھے تقسیم کر دینے کے بعد؟"

"جی ہاں۔" دو فرمت آپ نے عیثیت کی تھی اس کے مطابق۔"

"دو فرمیں گند اشیر کو کارڈ بھجوا دیا؟"

"جی ہاں۔"

"کون نے لیا تھا؟"

"میں نے اپنے اسٹینڈنٹ شوکت کو بھجوا دیا۔"

"اس نے کچھ بتایا۔"

"جی ہاں۔" شیشے کی کافی کریڈ کی لیکن میں نے اسے ہدایت کی کہ وہ بھی۔ اس نے سارے جواب کو مل

دینے۔ "خالوت نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہم نے مطمئن انداز میں گون بٹا دی۔

صرف شیشہ کی وجہ سے کارڈ ایسے چھپا دے گئے تھے کہ ان سے ہم لوگوں کی حقیقت نہ کھل سکے اور جب شیشہ

تجائے جب اسے پتہ چل سکے۔ ہر حال خوب مواد تفریح شیشہ ہونے والی تھی۔ بہت سی ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد ہم واپس چلے گئے۔ افتتاح کی تیاریاں مکمل تھیں اور اب کوئی سر نہیں رہی تھی۔

راتے میں میں نے خالوت سے اپنے مطلب کی باتیں شروع کر دیں۔ ہر حال افغان کے معاملے میں کچھ ہوا ہے۔

میں اس سے خوش نہیں ہوں خالوت۔"

"خوش تو میں بھی نہیں ہوں لیکن ہمیں تو یہ صاحب کو ایک چانس دینا چاہیے۔ ممکن ہے وہ اپنی اصلاح کر لیں ورنہ اس کے بعد ان کی ساری سابقہ حرکتوں کا بدلہ لے لیا جائے گا۔"

"وہی وہ ہمارے چلے آنے کو محسوس ہو کر ہے؟"

"ممکن ہے۔" ویسے اس وقت ان کی خاموشی بھراں تھی۔

"ابھی تو رات باقی ہے۔" میں نے کہا۔

"وہاں مطلب؟"

"بیکم صاحب افغان کی گفتگو کے بارے میں انہیں ضرور

بتائیں گی۔

"ہاں۔ چھپانا تو خدایا تک: دو گاہ۔"

"دیکھ لیں گے یا ر۔" طاہرات اپرواہی سے بولا اور بھر

پتھک کر بولا "ارے سنو!"

"ہوں؟" میں نے پوچھا۔

"دوپہر کا کھانا کھا کر چلیں گے شام کی چائے اور رات

کا کھانا بھی گول کریں گے۔"

"اوہ! دوپہر کا کھانا گول کریں گے غالوت! انہیں۔"

"ہاں۔ لیکن کیا؟" طاہرات نے پوچھا۔

"کلی تو ہم دو بات سے بچنے کی باتیں گے۔ کوئی دایہ الکمار

کرنے سے کیا فائدہ جس سے تعلقات میں براہ راست سختی

پیدا ہو۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔" طاہرات نے سنجیدگی سے کہا "تب

پھر چھوڑ دیا کوئی خاص اہتمام نہ کرے۔ بس کل ہم کسی قیمت

پر نہیں دیکیں گے۔" اور ہم دونوں متفق ہو گئے۔

کو کھلی پیٹے اور دوسرے کھانے میں بھی شریک ہوئے۔

تو یہ صاحب تو اس وقت بھی دودھ نہیں تھے نہ ہی ان سے

شام کی چائے پر ملاقات ہوئی۔ موسم بے حد خوشوار تھا۔

چائے کے بعد ہم بارش میں کھینچے گئے۔ سب لوگ ساتھ تھے

اور خوش گلیاں دوری تھیں کہ دور سے جھینڈ آنا نظر آیا اور

سب خوش ہو گئے۔

"یہ جھینڈ بھائی آج کل مستقل ٹائپ رہنے لگے ہیں۔"

سب سے کہا۔

"کوئی پوچھتا بھی تو نہیں ہے بے چارے کو۔" انشاء

نے کہا۔

"نہیں۔ یہ بات نہیں۔ بڑی ماں نے دوپہر کے کھانے پر

بھی تشریف ظاہر کی تھی اور شام کی چائے پر بھی اسے خاص

طور سے پوچھا تھا۔"

"بس وہی پوچھ رہی ہیں۔"

"اتنا برا آدمی بھی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"ٹیپے سے آدمی گنتے ہی کہاں ہیں۔" انشاء ناگ سکوا

کر بولی اور جھینڈ قریب آ گیا۔ وہ حسب عادت امتحان انداز

میں ایک ایک کی شکل دیکھ رہا تھا اور سب خاموشی سے اسے

دیکھ رہے تھے اور پھر جھینڈ امتحان انداز میں ہٹنے لگا۔ اس کی

اس شخصیتی پھینسی جس پر سب کو ہنسی آئی اور جھینڈ ایک

دم اس انداز میں جھینڈ ہو گیا جیسے اسے کسی غلطی کا احساس

ہو گیا ہو۔

"کیا حال ہیں جھینڈ بھائی؟" انشاء نے پوچھا۔

"ہائل ٹھیک ہائے۔ بٹ تم لوگ۔ تم لوگ اتنا سید

کیوں ہائے؟" جھینڈ نے پوچھا۔

"ہیں ہائے۔" سب سے کہا۔

"کیوں ہائے؟"

"ہائے۔" سب سے اسی معجزے پر ہی بولی اور بھر بھری

چھوٹ گئی۔

"آپ غائب کہاں رہے گئے ہیں جھینڈ بھائی؟" شکیلہ

نے پوچھا۔

"ہائے بے چارے جھینڈ کو پوچھنا ہی ہے۔" سب سے

کہا۔

"ارے کیا ہو گیا ہے؟" انشاء تشریف لے رہی تھیں۔

"سرکھوئے ہیں۔" نکمال نے لقمہ دیا۔

"کہاں کھوئے؟" احسان بھی خاموش نہ رہ سکا۔

"ثر پڑے ہوں گے کہیں۔ یہ لاپرواہ جو ہیں۔"

نے کہا۔

"منہال کر رکھنے چاہیے تھے۔ سروں کے علاوہ اور کچھ

نہ ان کے پاس۔" انشاء نے کہا۔

"دیکھئے نا! آج کل یہ آدمی وہ گئے ہیں، کبھی کبھی

نظر نہیں آتے۔ جھینڈ بھائی! آپ نے کتنا کہاں بچ کہا؟"

نکمال بولا اور جھینڈ کے چہرے پر ہنسی سی مسکراہٹ پھیل

گئی۔ وہ بے چارہ خاموشی سے برف بنا ہوا تھا۔ پھر اس نے

اسی ہنسی سی مسکراہٹ سے کہا۔

"آپ سب لوگ اپنا اپنا بولی بولا کر انشاء نے جو بات

کیا وہ سب سے ٹاپ تھا۔" وہ بولا "منہال کر رکھنا چاہیے

تھا۔ سروں کے علاوہ اور کیا تھا ہمارے پاس۔ کل رات نہ"

اور پھر وہ سرکواہیں چلا گیا۔

"ارے! ارے! جھینڈ بھائی۔ جھینڈ بھائی! سب سے

اور انشاء چلیں لیکن جھینڈ کے بغیر اندر چلا گیا۔ ہم لوگ

بھی ششدر رہ گئے تھے جھینڈ کی تھوڑی بہت کہانی معلوم ہی

تھی۔ بڑی عمدہ بات ہو گئی تھی لیکن اس احمق کے دل پر چوٹ

لگی۔ کچھ بھی ہو، مہر حال انسان تھا۔

"حضرات! میں اٹھان کرتا ہوں جھینڈ بھائی کو کچھ

دیکھا۔" نکمال نے کہا۔

"واقعی۔ حیرت ناک بات ہے۔ ان کی سمجھ میں بھی کچھ

آسکتا ہے۔" انشاء بولیں۔

"لیکن انہیں ہو کیا سکتا ہے عشق؟" سب سے پوچھا۔

"ممکن ہے۔"

"لیکن اب ان کے عشق کا ٹوکس طرف درزا ہے۔"

کسی کی شامت آئی ہے؟"

"آئی ہوگی کسی نصیبیوں ماری کی۔" شکیلہ نے کہا اور ہم

اس نصیبیوں والی کے بارے میں سوچنے لگے جس کی سفارش

جھینڈ نے کی تھی۔ پارٹی سی، معمول سی لڑکی!

کافی دیر تک باغ میں چل لڑی ہوئی رہی، پھر موقع پاتے

ی انشاء نے کہا "صائم صاحب!"

"ہوں!"

"رات کے کھانے کے بعد آئیں گے؟"

"تمہارا دست پاس؟"

"ہاں۔"

"آج آؤں گا یا پھر کیوں نہ یہاں باغ میں آجائیں؟"

"باغ میں آجائے۔ اس قرار سے کہ اس۔"

"اوکے!" میں نے کہا اور انشاء مطمئن ہو گئی۔ رات

کے کھانے کے بعد میں نے کچھ وقت سب کے ساتھ گزارا

اور پھر جب سب اپنے اپنے کمروں کی طرف گئے تو میں

غالوت کو پوزیشن بنا کر باغ کی طرف چل پڑا۔

میرے بچنے کے چند ہی منٹ کے بعد انشاء پہنچ گئی۔

اس کے دونوں پر دل تو بڑا مسکراہٹ تھی۔

"آپ کو انتظار تو نہیں کرنا پڑا؟"

"نہیں۔ صرف چند منٹ گزرے ہیں۔"

"ایک بات کہوں۔ کیا اچانک ہمارے دونوں میں ایک

دوسرے کی تڑپ بڑھ نہیں گئی ہے۔ آپ کے بارے میں

سوچتے ہوئے تو میں بھی محسوس کرتی ہوں۔ یوں کہنے "مالا ہا

اور ان میں بھی سی غفلت نے ہماری محبت اور بیحدادی

کے درمیان دو سرے کے بارے میں زیادہ محبت سے سوچنے

لگے ہیں۔" انشاء شرمیں انداز میں بولی۔

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔

"فائدہ کما ہے نا؟" وہ مجھے خاموشی باکر بولی۔

"نہیں انشاء! مجھے بھی محبت کی کوئی اہم طلب

ہے۔" میں بہت سے بولیں۔

"آپ آپ کا کیا حال ہے؟" انشاء نے مسکراتے

ہوئے پوچھا۔

"انتہائی پر سکون اور مطمئن ہوں۔" میں نے پیار بھری

نکادوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"فدا آپ کو بیش مطمئن اور مسرور رکھے۔" انشاء

نے جواب دیا۔

"ہاں۔ مجھے خدا پر۔ اور انشاء پر پورا پورا بھروسہ

ہے۔"

"میں بھی آپ کے اعتماد کو نہیں نہیں پڑاؤں گی۔"

"مجھے یقین ہے انشاء!"

"مجھ کو ان سے بات ہوئی تھی۔"

"اوہ!" میں نے اس بات سے اجنبیت ہی مناسب

سمجھی۔

"ہاں! میں نے ان سے کافی مکمل کربات کی ہے۔ میرا

خیال ہے انہیں صورت حال کا اندازہ ہو چکا ہے۔ اب یہ

بات ان پر منحصر ہے کہ وہ کتنی سجدہ داری سے کام لیتے ہیں۔"

"خدا کرے وہ ہمارے درمیان کوئی دیوار نہ گھڑی

کرے۔"

"اور۔ ساری دیواریں گر جاتی ہیں صائم صاحب!

آپ پروا نہ کریں۔"

"فدا کی قسم! اب کوئی پروا نہیں ہے لیکن انشاء اگر

آپ اجازت دیں تو ایک درخواست کروں؟"

"ضرور!"

"آپ محسوس تو نہیں کریں گی؟"

"نہیں۔ آپ کہیں۔" انشاء نے براہ عملیہ میں کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ فرم کے افتتاح کے بعد ہم اپنے

مکان میں منتقل ہو جائیں۔"

"اوہ! بارہ خیال کیوں آیا؟ اس کا پرواز کیا ہے؟"

"مجھ کو آپ ہاتھ پر موجود نہیں تھیں۔ نواب باہل

الدین کے سامنے ہونسی تذکرہ ہوا۔ تحریر صاحب بھی موجود

تھے۔ انہوں نے اس بارے میں کوئی مہمہ نہیں کیا۔ گویا

ایک طرح سے وہ راضی تھے جبکہ اس سے قبل وہ اس بات کی

شدید مخالفت کرتے تھے۔ خدا انخواست اس بات سے تحریر

صاحب کی کوئی شکایت مقصود نہیں ہے بلکہ میں سوچ رہا ہوں

کہ یوں بھی اچھا ہمارے یہاں رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے

اور پھر ان دونوں حضرات کے رویے میں کوئی تبدیلی ہوئی تو

خدا خواہم جو گا۔"

انشاء سر جھکا کر کچھ سوچنے لگی، پھر اس نے گردن اٹھا

کر کہا "ٹھیک ہے صائم صاحب! لیکن اپنے اس رویے پر

انہیں خودی خرمندگی ہوگی۔" اس کے لیے میں تڑپ آئی۔

"نہیں انشاء! اس موضوع پر آپ کوئی سختی نہیں کریں

گی۔ یہ ضروری بھی ہے۔ بعد کے معاملات کے لیے ہمارا کچھ

فاصلہ ضروری ہے اور پھر میرا خیال ہے یہ مخالفت کسی

عداوت کی مظہر نہیں ہے۔ تحریر صاحب بھی اسی رہی دنیا کے

انسان ہیں جو ہنسنے والی خاطر ظلم نصیبوں کو ضروری سمجھتی

ہے۔"

"میں آپ سے اتفاق کرتی ہوں اور آپ دیکھیں گے کہ ان لوگوں کو اس بات کی کیا قیمت دلا کر کرنی پڑتی ہے۔"

"تو تمہاری طرف سے اجازت ہے؟"

"ہاں۔ اجازت کیا" بلکہ اب تو میں بھی یہی چاہتی ہوں۔" افغان کی آنکھوں میں کوئی سیلاب جھٹک رہا تھا۔ نہ جانتے وہ اس بارے میں کیا سوچ رہی تھی۔ بہر حال کئی دیر تک ہم مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ افغان کے اندر انہیں ذرا بھی تشویش نہیں تھی۔ وہ پورے یقین سے کہہ رہی تھی کہ وہی ہوگا جو ہم دونوں چاہتے ہیں۔ پھر ہم واپس چلے گئے۔

گھر میں ملاوت میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اسے انتظار سے مشفقہ کی تشبیہیں بچائی اور اس نے بھی مطمئن انداز میں گردن ہٹائی۔ "ٹھیک ہے عارف! یہی مناسب ہے۔" دیکھ لیا تھا۔ یہ ملاوت میں کچھ تبدیلیاں تھیں۔ "آئیں۔" اور میں ہنسنے لگا پھر ہم گئے اور دو سراہن حسب معمول حلقہ میں گئے۔ یہاں تک ہم کو کوئی چیز میں رہے اور پھر اجازت لے کر مکمل سبک کاویٹ سینٹر پہنچے تو شید صاحب موجود تھے۔

"میری باتیں شید صاحب! تو آپ امریکا کی سکنز ترک کر کے واپس اپنے وطن آجائیں۔ یہاں ہم کاروبار میں آپ کی مدد کریں گے اور وقتی طور پر قویہ فرم حاضری ہے۔"

"میرا دل خواہش کیا ہے۔ بس ان لوگوں کو پھونکا دیا نہیں نہیں۔"

"اور سنا میں کیا کہتا ہے؟"

"ٹھیک ہے۔"

"کلی آپ نے افغان کی بات کا برا مانا تھا؟"

"اور نہیں۔ افغان ٹھیک بولا تھا۔ ہم ایک دم قاضی انسان ہائے کیا ہے۔ ہمارے پاس۔ امریکن لوگ نہیں بلکہ انڈین بولتا ہے اور ہمارے ملک کا لوگ نہیں امریکن الہ۔ نہ ہمارا وطن وہ ہے نہ یہ۔ ایسا فوش لوگ کون بولتا ہو اپنے وطن میں گھر اور عزت حاصل کرنے کی بجائے اپنا وطن ہی گھر بیٹھے۔ بس ایک گھارے ہائے جس کے سرے سرے دوڑے ہیں۔ ہم نے اسے اسات کو تو دیا۔"

"ارے! ہم دونوں چرک پڑے۔"

"ہاں۔ اب ہم کاروبار نہیں بنائے گا۔" شید نے کہا۔

اس کی تواضع میں بھی یقین چہرے کے آثار تھے۔

"میں اس کی کیفیت سے بہت دکھ رہا تھا۔"

"ان لوگوں نے واقعی بد فہمی کی تھی۔ شید بھائی۔ ہم انہیں ڈالیں گے۔"

"ارے نہیں نہیں۔ ٹھیک بات پر کسی کو ڈالنا مناسب نہیں ہے۔" پھر آپ ان لوگوں کو پھونکا نہیں گا۔"

بشید نے کہا۔

"تصدیق! میں نے تصدیق کو آواز دی۔"

"جواب!"

"دو خدا آئی ہے؟"

"جی۔ دو وقت پر آئیں۔"

"کہاں ہیں؟"

"کونٹر اس میں بیٹھی ہیں جناب! میں نے سیکریٹری کی حیثیت سے ان کی سیٹ لکوا دی ہے اور ان کے طلب کرنے پر کچھ کام ان کے سپرد کر دیا ہے۔"

"دیکھو! اسے احساس نہیں ہو رہا ہے۔" ہم نے اسے لقمہ صحرانہ دی ہیں۔ ویسے بشید صاحب کی طرف اس۔" تا کہ اس سے کچھ ہو۔"

"نہیں اسناپ ہے۔ اسے بس پر چھوڑنے۔"

"بس سے آپ کی جان بچان کیا ہوئی؟"

"ویننگ ہال میں۔ وہ خود ہم سے ہلاک اسے نوکر کی ضرورت ہے۔ ہمیں اس پر ترس ہے۔"

"ترس کیا پھر؟"

"اوت سوری۔ کیا ہم ناہ بول۔" اسے ترس نہیں ہوتا؟"

بشید نے کہا۔

"ہوتا تو ہے لیکن بہر حال آپ اسے اپنے انسان ہیں کہ آپ پر شک کرنے کو دل نہیں جاتا۔" میں نے کہا اور بشید غامض ہو گیا پھر میں نے تصدیق سے کہا۔ "تصدیق! ہم بشید صاحب سے ضروری امور میں مشورے لیتے رہا کرو۔ بہر حال ان کا تعلق امریکا سے ہے۔ ایک جدید ترین ملک سے۔ بعض امور میں یہ مفید مشورے دیتے رہیں گے اور بشید بھائی! اگر آپ جب تک یہاں ہیں ہماری مدد کریں۔ آپ کا قاعدہ دفتر آیا کریں۔ ہم آپ کو حقیر سا ساغر انداز بھی پیش کر دیا کریں گے۔"

بشید نے اسان مندی سے گردن ہٹا دی تھی۔

"بعض اوقات تم ایسی باری باتیں کرتے ہو کہ روح خوش ہو جاتی ہے۔" وہ پھر کو اپنی ہی کوٹھی جاتے ہوئے ملاوت نے کہا۔

"ملاوت؟"

"اب بشید کے بارے میں میرے ذہن میں یہ بات نہیں آئی تھی۔ اس نے چارے کو کوئی گھاس نہیں ڈالا۔" زبان تک کہ پڑی ہاں بھی اس کی طرف توجہ نہیں دیتیں۔ نہ

جانے اس کے پاس کچھ رقم بھی ہے یا نہیں۔ بظاہر تو اس کا کوئی خرچ نہیں ہے لیکن پھر بھی۔"

"ہاں ہاں۔ بہر حال وہ بھی ان لوگوں کی فرست میں شامل ہو گیا ہے جو ہمارے پسندیدہ ہیں اور جنہیں ہماری مدد کی ضرورت ہے۔"

"بے شک! ملاوت نے جواب دیا۔ ان معاملات میں وہ بے حد سنجیدہ ہو جاتا تھا۔

کوٹھی کے کھیت پر پتے چوکہ مارنے میں سلام کیا۔ گو دروازہ خود کار تھا لیکن بہر حال چوکیدار کی ضرورت تو تھی۔ اس کے علاوہ تصدیق کو دفتر ملازمت روانہ کر دیا گیا تھا جہاں سے اسے کوٹھی کے لیے ملازمتوں کا بندوبست کرنا تھا۔ ہم اندر داخل ہوئے اور ملازمت کا آخری جائزہ لینے لگے۔ ہر طرح سے عملی عمارت تھی اس ملازمتوں کی کی تھی۔

لیکن یہ کی ٹھیک تین بجے پوری ہوئی۔ تصدیق ملازمتوں کی پوری فون لے آیا تھا۔ ان میں خائشاں بھی تھے میرے بھی۔ گھر کی صفائی کرنے والی خادماں تھیں اور مانی بھی۔ تقریباً آئیس افراد تھے ملاوت کے سامنے ضرورت مند آجائیں اور وہ کسی کو پاؤں کر دے ناممکن بات تھی۔ چنانچہ سارے ملازم رکھ لیے تھے اس کے علاوہ دو خوب صورت کاربن بھی آج ہی خریدی تھیں جن کے لیے ذرا نیو روں کا بندوبست بھی دفتر روزگار سے ہی کیا گیا۔ یوں آج سارے کام مکمل ہو گئے ملازمتوں کے لباس کے لیے ملاوت نے تصدیق کے ملازمت جاری کر دی تھیں۔

ملاوت نے اسے اس کیل کو دیکھ دیا تھا۔ جو کام منہ سے نکلتا تھا وہ پورا ہو جاتا۔ کہاں ایسی زندگی گزارنی تھی کہاں ایسا حال تھا۔ میں دیکھ رہا تھا اور خود کو اس مکمل میں شامل ہونے کی کیفیت محسوس کر رہا تھا۔ یہاں کے سارے کاموں میں ملاوت کی طاقت باک رہا ہم واپس چلے پڑے اور توہر صاحب کے مکان پر چلے گئے۔

کوٹھی میں چل چل کر ملاوت کی رینگ رینگ افغان تھی۔ اس نے کل کی تیاریاں غصے سے دیکھی تھیں۔ لباسوں کا انتخاب ہو رہا تھا اور نہ جانے کیا کیا۔ ہمیں روحانی سرمت ہو رہی تھی۔ ملاوت بھی خوش تھا۔ رات کے کھانے پر توہر صاحب نے بھی خوشی کا اظہار کیا۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے اپنے کچھ دوستوں کو بھی مدعو کیا ہے۔

"اگر آپ نہ کرتے تو مجھے دکھ دے گا۔" ملاوت نے کہا۔

"کارڈ کم تو نہیں پڑے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں! جی۔ وہ ضرورت سے بھی زیادہ چھپ گئے۔"

تھے۔" توہر صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب کل کا کیا پروگرام ہے؟ یقین کرو بی بی ہے جیسی سے وقت گزر رہا ہے۔ بڑے بڑے خیالات بنائے ہیں تمہاری اس فرم کے۔" نواب جلال الدین نے کہا۔

"ماری تیریاں مکمل ہیں نواب صاحب۔ کوئی کام باقی نہیں رہ گیا ہے۔ درحقیقت توہر صاحب نے ہمیں تصدیق کی شکل میں ایک زبردست تحفہ دے دیا ہے۔ چارے کے جن کی طرح ہر کام چلتی جلتی ہے۔"

"آری کچھ خبروں کا ضرور تھا لیکن میں نے اس کی اس صلاحیت کے بارے میں کبھی غور نہیں کیا تھا۔ بہر حال مجھے خوشی ہے کہ وہ تمہارے کام آسکا۔"

"کل کے پورے کاموں کے بارے میں چند اہم باتوں کی اجازت چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ہاں ہاں۔ اجازت اجازت۔" نواب جلال الدین جلدی سے بولے۔

"بہن! کہ عرض کر چکا ہوں کہ کل ہی ہم اپنے مکان میں منتقل ہو جائیں گے۔ فرم کے افتتاح سے فراغت کے بعد ہم سب سیدھے وہیں ٹھہریں گے اور میری موہبانہ درخواست ہے کہ نواب جلال الدین اور توہر صاحب چند روز ہم قریب الوطنوں کے ساتھ گزاریں۔ آپ کو علم ہے کہ ہمارا یہاں آپ لوگوں کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس مکان میں جا کر ہم خود کو خفا محسوس کریں گے لیکن ہمارے بزرگ ہمیں وہاں کی عادت ڈال دیں گے تو ہم ممنون کر رہے ہوں گے۔"

توہر صاحب کے چہرے پر الجھن نظر آئی۔ وہ کسی ہنگام کا شکار ہو گئے تھے۔ جانے ان کی جذباتی کیفیت کیا تھی لیکن نواب صاحب مادہ وقتی سے بول پڑے۔

"اے! یہ بھی کوئی کئے کی بات ہے۔ مدد ہوگی۔ چند روز نہیں صاحب زانوئے چند ہفتے ہوں گے۔" مجھے تو اب بانی وقت تمہارے گھر پر ہی گزاروں گا اور یہ توہر۔ اس کی خیال ہے کہ۔"

"لیکن سوال یہ ہے کہ چال بھائی! کہ انہیں وہاں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟" توہر صاحب اچھے ہوئے انداز میں بولے۔

"یہاں مطلب۔ یعنی اپنے گھر نہ جائیں۔ ساری زندگی تمہارے در پر رہے رہیں۔"

"یہ کوئی غیر جگہ تو ہے نہیں۔" توہر صاحب نے کہا۔

"ہاں! ٹھیک ہے لیکن بھی یہاں نے گھر بنا ہے اسے آج کرنا ہی ضروری ہے۔ آج تمہاں کل تھا۔ وہاں گے۔"

ات آباد کرنے کے لیے ہمیں پوری پوری مدد کرنا ہوگی۔
 "زندگی میں ایک دلچسپ پیدا ہوئی تھی۔ گھر آتے ہوئے
 ان لوگوں کا تصور آتا تھا تو ایک دلچسپی ایک خوشی کا احساس
 ہوتا تھا لیکن نہ جانے کیوں نہ جانے کیوں۔ "خیر صاحب
 کچھ کہتے کہتے رک گئے پھر گردن ہاتھ ہوئے بولے "حالا کد
 یہ سب کچھ کہنے کا حق نہیں رکھتا میں ان کے ساتھ برا
 سلوک بھی ہوا ہے لیکن غلط فہمیاں بعض اوقات نہ جانے کیا
 کیا کل کھاتی ہیں۔"

"اور وہ داری زندگی کا ایڈیٹر تھا خیر صاحب۔ براہ
 کرم اسے بالکل بھول جائیں۔" طاہرات جلدی سے بولا۔
 "لیکن۔ لیکن ہمیں ابھی مکان کی کیا ضرورت تھی۔
 تصور تمہارا تو نہیں ہے۔" خیر صاحب نے اٹھتے ہوئے کہے
 میں کہا۔

"تصور۔ کیا تصور؟" نواب جلال الدین بولے اور
 خیر صاحب چونک کر بڑے۔
 "ہاں میں کی کہ رہا تھا۔" وہ گہرا گئے "بہر حال خدا
 ہمیں مبارک کرے مجھے جو حکم دے اس سے انکار نہیں
 ہوگا۔" خیر صاحب بولے ان کے چہرے پر اداسی پھیل گئی
 تھی۔

اور رات کو طاہرات نے اس بارے میں خاص طور سے
 تذکرہ کیا "تم نے خیر صاحب کی کیفیت دیکھی؟"
 "ہاں دل کا برا انسان نہیں ہے۔"
 "خیر کیا اس کے منہ سے کیا کھل گیا تھا؟"
 "تصور والی بات کر رہے ہو؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں!"
 "وہی یہ بات ٹھیک ہی ہے۔ آخر اس میں میرا کیا
 تصور ہے؟"
 "جی ہاں۔ کسی کے گھر میں زندگی آجیے اس کی بیٹی کو
 شیشے میں آکر لیا اور اب کہ رہے ہو تصور تمہارا نہیں
 ہے۔"

"اس میں بھی تمہاری حرکتیں مددگار تھیں۔ میرا کوئی
 تصور نہیں ہے۔"

"آجہا۔ بس اب سو جاؤ۔ کل کا دن مصروف ترین دن
 ہے۔" طاہرات نے کوٹ بدل کر کہا اور میں نے فوراً اس
 کے حکم کی تعمیل کی۔ میری آنکھوں میں مستقبل کے خواب
 جاگ اٹھے۔ وہ حسین مستقبل جس میں افشاں جیسی شریک
 حیات قدم قدم کی اس سفر ہوگی۔ کوہِ منظر دور تھی اور اس
 کی راہ میں کچھ دیواریں تھیں لیکن افشاں کی ثابت قدمی نے

اور طاہرات کی دوستی نے یہ یقین دلایا تھا کہ دیواریں کتنی جلد
 ہوں گیں جی ہوں مگر ضرور جاں میں۔

دوسرے دن خاصی چل چل تھی۔ میرے ذہن میں
 ایک کھلی تھی۔ بڑی ماں سے خیر صاحب کو افشاں سے
 ہونے والی گفتگو بتائی یا نہیں اور اگر بتادی ہے تو خیر صاحب
 کا رد عمل کیا ہے لیکن ہاتھ پر خیر صاحب اور دوسرے بھی
 لوگ ناراض تھے مجھے اپنی غلطی کا احساس تھا۔ راسم کی
 انگوٹھی ابھی تک میری ماں تھی۔ مجھے ایک رات اور بڑی
 ماں اور خیر صاحب کے کمرے میں کھانا تھی۔ یوزیشن تو
 معلوم ہو جاتی۔ بہر حال اب تو وقت نکلا تھا۔ ممکن ہے
 افشاں کوئی ایشیائی کرسے۔

ہاتھ کے وقت خیر صاحب پتہ لگا رہے تھے اس
 بات کو سب نے ہی محسوس کر لیا "کیا بات ہے خیر صاحب؟"
 طاہرات نے پوچھا۔
 "ہاں بھائی صاحب۔ کیوں؟"
 "میں تو یہی کہہ چکے تھے کہ محسوس ہو رہے ہیں۔"
 "ان لوگوں کے جانے کے تصور سے اداس ہو رہی ہیں۔"
 "ہاں۔ درحقیقت ان سے بڑی چل چل تھی۔"
 "اور خیر! اس کی بات مت کرو۔ جس وقت یہ جلال

آباد میں تھے اس وقت ہماری حالت اس سے زیادہ خراب
 تھی۔ شکر کرو! یہ اس شر سے نہیں جا رہے ہیں۔ تم تو دانی
 خوش نصیب ہو۔ چند میل کے فاصلے پر رہو گے۔ میں تو جلال
 آباد جا کر میراں کی تقریبات کو زندگی بھر نہیں بھول سکوں گا۔
 میں نہیں ہے مجھے بھی میراں ہی بندوبست کرنا پڑے۔"

"جی ابا جان۔ میراں ایک مکان خرید لیں۔ جلال آباد
 کارندوں کے حوالے کر دیں۔ بس کبھی کبھی جا کر دیکھ بھال
 کرنا چاہئے گی۔ کبھی آپ بھی آسان۔ ہم سب بیٹیں وہیں
 گے۔ میراں زندگی ہے۔" سیمیں نے کہا اور نواب صاحب پڑ
 خیال انداز میں گردن ہلانے لگے۔

"پھر مجھ پر اپنا کچھ چلے آئے تو بتیوں پیٹ بھر کر کھانا
 نہیں کھایا کسی نے ایمان سے پورے جلال آباد پر سوگ
 لاری رہا تھا۔" سیمیں نے کہا۔

"چاک چلے آئے تھے یہ لوگ؟"
 "ارے بس نہ پوچھو۔ تڑپا چھوڑ آئے تھے سب کو۔
 میں نے ٹیکوں میل کنگن ڈالے۔" نواب صاحب نے کہا
 اور پھر دوسرے لوگوں کو ہمارے کمروں پر فرار ہو جا۔
 قہر سنا لے۔

"ابھرا انہوں نے ایسا کیا کیا؟" بڑی ماں بولیں۔

"کوئی بڑی نیت نہیں تھی۔ بس نہیں چاہتے تھے کہ ہم
 لوگوں کا رونا دھونا دیکھیں۔" نواب صاحب نے کہا اور پھر
 بولے "ہاں تو حضرات! ہمارے لائق کوئی خدمت ہے؟"
 "ہم دعاؤں کی ضرورت ہے۔ کارکن سارے کام
 کھل کر لیں گے۔ ہم یہاں سے چار بجے چلیں گے۔"
 "اور گویا مدعی ست اور گواہ جست والی بات ہے۔
 تمہاری مرضی یہی۔"

"یہ بات نہیں ہے جناب۔ سارے معاملات اطمینان
 بخش ہیں۔ دراصل میں وقت پر چل کر ہم آپ سے اپنے
 انتظام کی داد وصول کرنا چاہتے ہیں۔" طاہرات نے کہا۔
 "بھئی تم لوگ کیا کر سکتے ہو؟ اس کا فیصلہ تو کوئی دیکھ کر
 ہی ہو گیا۔" خیر صاحب مسکراتے ہوئے بولے اور نواب
 صاحب کا سینہ آخر سے پھول گیا۔ "دوسرے کا کھانا،" الوداعی کھانا
 تھا اس لیے خصوصی اہتمام کیا گیا تھا۔ اس کے بعد رات کو تو
 داری کو کھجی میں دعوت تھی۔ یہاں بھی ایک اور اس کیفیت
 تھی۔ ہاں دوسرے کھانے کے بعد افشاں ہمارے کمرے میں
 آئی۔

وہ مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی اور ہم دونوں نے اس
 کا خیر مقدم کیا "ارے عادل بھائی! وہ بے چاری خلیلہ آپ کو
 تلاش کرتی پھر رہی ہے۔" افشاں نے کہا۔
 "اے کل کی لڑکی! سیدھی بات کہہ دو خواست کرو تو
 ملے۔" طاہرات نے لڑکھلا کر کہا اور افشاں ہنس پڑی۔
 "خیر۔ سرکار مائی! پاپہ بندی التجا کرتی ہے۔" وہ
 ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی۔

"ہاں! یہ بھلا کیا یاد کرو گی۔" طاہرات نے کہا اور
 کمرے سے باہر چل گیا۔ میں اور افشاں ہنس پڑے تھے اور
 پھر افشاں ہمارے کمرے میں آئی۔ "مجھے دیکھ کر بولی۔"
 "خیر! اجنبی کے لیے تو کوئی کام تو کرنا پڑا؟"
 "ہاں ہے۔" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔
 "خیر۔"

"میرے لیے لباس کا انتخاب کریں۔" میں نے کہا اور
 افشاں کھوئی گئی۔ وہ ایک لمبے کے لیے مجھے دیکھتی رہ گئی
 "کیوں زیادہ مشکل کام ہے؟"

"اسی بات نہ کہیں۔ آپ تو بڑی دیر کے لیے باہر
 جائیں گے تو میں آپ کا لباس نکال دوں گی۔"
 "بہتر ہے۔" میں نے انھیں بند کر کے گردن بھکاری۔
 "اور کوئی کام بتائیں؟"

"بتاؤ؟" میں نے اسے شرارت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی۔ ضرور۔"

"دوسرا کام افتتاح کے بعد۔ جس وقت بھی موقع ملے
 آپ انجام دیں گی۔"

"ہاں ہاں! ہم دیکھیں۔" افشاں نے کہا۔
 "آپ میری دونوں آنکھوں کو بوسہ دیں گی۔ میری
 ساری کاروشوں کا ماحصل ہوگا۔" میں نے دوسری طرف رخ
 کر کے کہا۔ افشاں کا چہرہ میری نگاہوں سے پوشیدہ تھا اس
 لیے اس کے آثار نہ پڑھ سکا لیکن اس کی خاموشی بہت سی
 کہانیاں سنارلی تھی۔

"اور بتائیے۔" بالا خراس کی آواز ابھری لیکن اس میں
 ایک شریک پکپکا ہٹ تھی۔

"اور بانی یہ کہ آپ آج کے انتظامات کے بارے میں
 صحیح رائے سے نوازیں گی۔"

"مجھے یقین ہے آپ نے سب کچھ ٹھیک ہی کیا ہوگا۔"
 افشاں ہار بھرے انداز میں بولی۔

"تواؤش۔ مہربانی۔ ارے ہاں۔ اس بارے میں اور
 کوئی خاص بات؟"

"نکس بارے میں؟"

"آپ نے بڑی ماں سے جو کچھ کہا تھا انہوں نے خیر
 صاحب سے اس کا تذکرہ کیا ہو گیا نہیں؟"

"آپ ابھی تک اسی معاملے میں اٹھتے ہوئے ہیں؟"
 "ہاں افشاں! پلیز مجھے بتاؤ۔"

"میرا خیال ہے کہ ان کی کول کر گئیں۔ ان کی بہت
 نہیں پڑی ہوگی۔" افشاں نے کہا۔

"ہاں۔ خیر صاحب کے دوسرے میں کوئی نمایاں تبدیلی
 پیدا نہیں ہوئی۔"

"ہو گی بھی نہیں۔ دینے میں عرض کوں مگر میں سب
 آپ سے محبت کرتے ہیں۔ یہ خواہش ہوئی ہے صرف ایک
 ایسے تصور سے ہوئی ہے جو خیر والدین کے ذہن میں ہوتا
 ہے۔ صرف دنیا کا خوف لیکن کوئی بات نہیں۔ بچے ہیں
 آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائیں گے۔" افشاں نے آخر میں
 مسخرے انداز میں کہا۔

"جی ہاں! جی ہاں!" میں نے پر زور تاکید کی اور افشاں
 ہنس پڑی اور پھر سنجیدہ ہو کر بولی۔

"ارے ہاں! افتتاح کون کرے گا؟"

"آپ تار تار میں ہیں؟"

"نہیں پلیز۔ تمہارا نہ تو انیس۔" افشاں نے عاجزی سے

"ٹھیک ہے۔ پھر آپ فیصلہ فرمادیں۔" میں نے کہا۔
 "نہیں۔ اس بارے میں آپ کے ذہن میں کوئی تصور تو
 تو کا؟"

"ہاں سے تو سمجھ لیکن اگر آپ متفق نہ ہوئیں؟"
 "تو آپ کو منع کر دوں گی۔" افشاں نے کہا۔
 "واقعی؟"

"کیوں؟ کیا میں منع نہیں کر سکتی؟"
 "یہ بات آپ تجویز جانتی ہیں۔" میں نے اسے دیکھتے
 دئے کہا۔

"تجبی تو کمرہ رہی ہوں۔" افشاں نے جواب دیا۔
 "تب سینے ابھی یہ بات میرے بالوں اور تصدیق کے
 درمیان ہے۔ ہر ہوا سے افشاں آ کر آئیں گے۔"

"ہوا سے؟" افشاں ہنس پڑی۔
 "ہاں اور اس کے بعد انہیں خوف پیش کیے جائیں
 گے۔"

"ایمان سے بہت شرمیر ہیں آپ دونوں۔" افشاں ہنسی
 ہوئی بولی۔
 "آپ کی منظوری چاہیے؟"

"خوشی سے منظور۔ دل سے منظور۔ بلکہ بہت عموماً۔"
 افشاں نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
 "اب چلتی ہوں۔ لیکن سے عاقل بھائی موجود ہوں اور
 دروازے کے پاس سے تھاری باتیں سن رہے ہوں۔" افشاں
 ہنسی ہوئی بولی اور میں نے اسے خدا حافظہ کر کے رخصت
 کر دیا۔

شام کو ٹھیک ہونے چار بجے تھاری تمام کاریں خور
 صاحب کی کوٹھی پر پہنچ گئیں۔ ان میں دو بیٹی کارپس ہمارے
 استقبال کی تھیں۔ بالی اسٹاف وین اسٹاف کارپس تھیں جن
 پر کارپٹ سینٹر کے مونیٹر کراہ تھے۔ اور دو ذرا نیورچر لوگوں کو
 قنار میں کھڑا کر کے ان کے نزدیک موبد کھڑے ہوئے۔

مازہوں نے اندر آکر اطلاع دی تھی۔ سب تیار تھے اور ہال
 میں بیٹھے خوش گویاں کر رہے تھے۔

"ملے حضرات!" میں نے کھڑے ہو کر درخواست کی
 اور سب کھڑے ہو گئے لیکن کوٹھی کے چوڑی دروازے کے
 باہر کا نظردیکھ کر ایک لمبے کے لیے سب ٹھک گئے۔

"ماشاء اللہ۔ ماشاء اللہ!" نواب جلال الدین کے منہ
 سے نکلا۔ ذرا نیوروں نے جبکہ کراڑیوں کے دروازے
 کھول دیے۔ میں نے پیار بھری نگاہوں سے افشاں کی طرف

دیکھا۔
 "حضور کے لیے سفید رنگ کی کار ہے۔" میں نے
 آہستہ سے کہا۔

"توازش! افشاں کا چہرہ فرط مسرت سے سرخ ہو رہا تھا
 پھر گزروں کی ترتیب یوں رہی۔ سفید رنگ کی عظیم الشان کار
 میں نواب جلال الدین، میں، افشاں، سیکس اور کمال تھے۔

سرکاری رنگ کی کار خلاوت کی تھی۔ اس میں خور صاحب
 بڑی ماں، لکھلی، خلاوت اور لکھان تھے۔ دوسرے لوگ بھی
 تھے جیسے ہوا اور کچھ دو کچھ اور۔ ہر حال گاڑیاں کالی
 تھیں۔ میں چور نگاہوں سے افشاں کو دیکھ لیتا تھا۔ اس کا چہرہ

گنہار ہو رہا تھا۔ آنکھیں مسرت سے کھلی ہوئی تھیں۔
 راستے میں محل خاصوٹھی رہی۔ افشاں و شرکت کی
 نواب جلال الدین کو بھی امید نہیں تھی۔ حالانکہ ہمارے

بارے میں وہ بہت پوچھ جانتے تھے لیکن پھر کسی کی طرف ضرور
 ہوتی ہے۔ کوئی کھیل کس جاکر ختم ہوتا ہے۔ نواب جلال
 آباد خرید کر نواب جلال الدین کو دے دیا تھا۔ میں نے اسے

نہیں سمجھی اور اب یہ سب کچھ۔ کوٹھی دیکھ کر بھی ہال میں
 آنکھیں کھنکھنی تھیں اور ابھی تو ایک مہولی سی جھلک
 انہوں نے ابھی تو بہت کچھ بھائی تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم کارپٹ سینٹر کی شاندار عمارت
 میں داخل ہوئے۔ بیڈ روم رہے تھے۔ تصدیق نے خوب
 ہنگامے کیے تھے۔ بے شمار مہمان آچکے تھے۔ دلچسپ بات دو
 ہم نے دیکھی وہ یہ بھی کہ کشمیر تصدیق کے پاس کھڑا تھا۔

غقب میں جھینڈ بھائی موجود تھے۔
 تصدیق نے آگے بڑھ کر ہمارا استقبال کیا۔ یہ انوکھی
 بات تھی حالانکہ ہمیں مہمانوں کا استقبال کرنا چاہیے تھا

لیکن مہمان ہمارا استقبال کر رہے تھے۔ ویسے روح رواں
 تصدیق تھا اور اس وقت وہ ایک قیمتی سوٹ میں خوب بیچ رہا
 تھا۔ بے شمار لوگوں نے ہم سب کو پیچلوں میں لاد دیا۔ عظیم

الشان ہال میں ایک اسٹیج بنایا گیا تھا جس پر بائیک وغیرہ لگے
 ہوئے تھے۔

نواب جلال الدین بھی اس وقت کھڑے ہوئے تھے۔
 ایک ایک چیز دیکھ رہے تھے۔ ہال کی ڈیکوریشن اور دوسرے
 کام پھر مہمانوں سے تعارف ہوا۔ بڑے بڑے لوگ تھے۔ شر

کے سر پر آدھے، جن کا تعلق ہر جگہ سے تھا۔ یہ خور صاحب
 کی کارروائی تھی۔ انہوں نے جان بوجھ کر ایسے لوگوں کو مدعو
 کیا تھا جن سے مستقبل میں ہمارا واسطہ ہو سکتا تھا۔
 ہر حال اس کے بعد کارروائی شروع ہو گئی۔ عمارت

اتنی بڑی تھی کہ یہ بے شمار مہمان ایک ہال میں ہی سما
 جتے۔ مہمانوں کی خاطر دروازے کا ٹھیک ایک اعلیٰ درجے کے
 ہوٹل کو دے دیا گیا تھا۔ سرخ سفید وردی میں بیوس ہیرے
 ٹرائیاں لیے پھر رہے تھے۔ جن میں شراب کے علاوہ ہر چیز
 موجود تھی۔

اس کے بعد افتتاح کا وقت آیا۔ شور و کم کے دروازے
 پر فیرے لگا ہوا تھا۔ جس کو کانٹے والے کے نام کا ابھی اعلان
 نہیں ہوا تھا۔ بالا خراس کا اعلان بھی تصدیق نے کیا۔ ہوا اس
 وقت اس کے قریب ہی کھڑی ہوئی تھیں۔ تصدیق نے کہا۔

"مہز مہمانوں سے درخواست ہے کہ متوجہ ہوں۔ آج
 کا مہمان خصوصی جس ہستی کو منتخب کیا گیا ہے اس سے
 ہمارے کچھ جذبات وابستہ ہیں۔ بزرگ ہی ہمارے رہنما اور

راہبر ہوتے ہیں۔ پہلے وہ ہماری پرورش کرتے ہیں اس کے
 بعد ہمیں زندگی کے راستوں پر گامزن کرتے ہیں۔ ابتدا میں
 ان کا عمل ہمارے جسم اور ذہن کی نشوونما کرتا ہے اور بعد

میں ان کی دماغی راہبر ہوتی ہیں۔ چنانچہ کارپٹ سینٹر کے
 افتتاح کے لیے جناب عادل و جناب صائم نے ہوا نہیں کو
 منتخب کیا ہے۔"

تصدیق نے ہوا کا ہاتھ اوپر اٹھا کر دیا۔
 "اے بہت۔ یہاں بھی باز نہیں آتا کہ بہت۔" ہوائے
 ہنگامے سے اٹھا ہاتھ چھڑایا اور دانت چس کر بولیں۔ کچھ

مہمانوں نے ہنگامے دگائے تھے اور تصدیق ہنگامے بولے انداز
 میں پیچھے ہٹ گیا۔ ہوا تو ہال بھی دو چار جگہ تھیں۔ نواب
 صاحب اور خور صاحب نے پرچوں تالیاں بھائی تھیں۔

میں نے آگے بڑھا۔
 "خوب لے چلیں ہوا!"

"ہاں ہاں بھیا۔" ہائے اسنے سارے مردوں میں میری
 جان ڈوبنے سی لگائی ہوئی جاری ہے۔
 "ہمارے ہونے سے کاروبار کا افتتاح آپ کریں
 گی۔"

"مجھ سے کیا؟" ہوائے ہے بھیا۔ کسی اور سے
 کراؤ۔" کجالات سے بولیں۔

"اوہ ہوا! ہم آپ کو بتا دیں گے۔ کوئی مشکل کام نہیں
 ہے۔ ہم آپ کے ہاتھوں کی برکت چاہتے ہیں۔"
 "اے میرے ہوا۔" میں کیا کروں! "ہوا بری طرح کھبرا
 رہی تھیں۔

"مری کیوں جاری ہیں ہوا۔ سب کے سامنے مذاق ہوا
 رہی ہیں۔ کوئی ملی تو نہیں چلا ناچے گا آپ کو۔" سیکس نے
 طاقتور [3]

کہا۔ افشاں اور لکھلی ہنس رہی تھیں۔
 "چلو۔ اللہ تمہیں سلامت رکھے۔" ہوا نے بے میں۔
 مہمان چپے چپے چل رہے تھے "اے یہ مونے کیوں پیچھے لگ
 گئے ہیں۔ دیکھو تو سب کے سب چلے آ رہے ہیں۔"

"ارے ارے ہوا یہ ہمارے مہمان ہیں۔" افشاں آواز
 دبا کر بولی۔
 "تو یہ بھی آئیں گے؟" ہوا بولیں۔

"ہاں۔ ظاہر ہے۔ آپ نے انہیں بلایا ہے۔"
 "ارے لو۔ کم لے لو! ایک سے بھی کہا ہو۔ میں کیوں
 بلاتی ان مٹ کیوں کو۔" ہوا اپنی پوزیشن صاف کرنے لگیں۔

"اچھا اچھا تمہیک سے چلتی رہیں۔"
 "اب یہ سب میرا تھا دیکھیں گے۔" ہوا ہلکان ہوئی
 جاری تھیں۔ انہیں گمان بھی نہیں تھا کہ ان کے اوپر ایسی

بیٹہ کی۔ کچھ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔
 "اے ہشیدہ! ہوائے رازدارانہ انداز میں جھید سے
 کہا۔

"نہیں۔ کیا ہوا تو ہوا تو ہوا؟" جھید جھک گیا۔
 "کیا ہو گا بنا اور کیا کریں گے اب یہ سب؟"

"لو! اب یہ فتنی لائیں گا اور سب کا سامنے تمہارا
 چوٹی کا نہیں گا۔" ہشیدہ نے آہستہ سے کہا لیکن میں نے سن لیا
 تھا۔ بلاشبہ اس نے بد معاشی کی تھی۔ ہوا سم کر دک نہیں۔

دوسرے لوگوں نے جھید کی بات نہیں سنی تھی۔ سب ہوا کو
 پیچھے سے دھکیل رہے تھے اور ہوا کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ ان
 کی کوئی سن تو ہا نہیں تھا۔ بس انہیں سولی پر لٹکانے لے جایا

جا رہا تھا۔ اتنے لوگوں کے سامنے زیادہ بول بھی تو نہیں سکتی
 تھیں۔ اچھی تقریب میں آئی تھیں۔ بالا خراس نہیں لینے کے
 قریب لاکر کھڑا کر دیا پھر ایک ملازم انہوں میں چوڑی کھنسی لے

کر قریب پہنچا کیا جس میں چینی رکھی ہوئی تھی۔
 ہوائے فتنی دیکھی تو ان کے رہے سے اوسان خطا
 ہو گئے۔ جگر اٹیا، کمرے لگیں اور سینٹیلے کے لیے خور

صاحب کا سامرا اٹھا پھر لرزتی ہوئی آواز میں بولیں "اے
 سنے۔ اس آخری عمر میں مجھے بے عزت ہونے سے بچاؤ۔
 ہائے چوٹی کٹ گئی تو لوگ کیا کہیں گے۔ کہاں نہ کالا کیا
 تھا۔"

"ارے تو اور کیا کر رہے تم سب ملی کر۔" کہا مجھے صرف
 ذلیل کرنے کے لیے یہ دھوم دھام نہیں کی تھی؟
 "براہ کرم ہوا۔ کوئی ایسی دیکھی بات نہ کریں۔ اس وقت
 تمام لوگوں کی نگاہیں آپ پر ہیں۔ آپ کو صرف اتنا کام کرنا
 مکتوبات پبلیکیشنز

ہے کہ اس قہقی سے فستہ کاٹ دیں۔
"کیا کاٹ دیں؟" تو اچرک کر لیں۔

"یہ رتھیں فستہ۔" تویر صاحب نے نیچے کی طرف اشارہ کیا۔

"سے کاٹنے سے کیا ہو جائے گا؟"

"بس صرف یہی کام ہے آپ کا۔"

"اے لوہے کہاں کیا یہ جیشہ۔ کہ رہا تھا میری چوٹی کے گی۔" ہوا کے چہرے کی رونق واپس آئی "اے بھیا، تم جھوٹ تو نہیں بول رہے ہو گے اے کہاں کیا یہ جیشہ؟" لیکن جیشہ اب لوگوں کے جوم میں کھسک گیا تھا۔

ضروری کارروائیاں ہو چکی تھیں اور اب فستہ کٹنے کا وقت قریب کیا تھا۔ چنانچہ ہوا سے در خواست کی گئی۔ طاہرات نے جبکہ کر ان سے یہ فستہ کاٹنے کے لیے کہا۔

"اے کیوں کٹوا رہے ہو۔ اتنا خوب صورت تو ہے۔ میں کاغذ کھول دوں گی۔ اسے کٹواؤ۔" ہوائے کہا۔

"اوہ۔ ہوا۔ یہ ضروری ہے۔" طاہرات ہوا۔

"تمہاری مرضی۔ تمہاری چیز ہے مجھے کیا۔" ہوائے

قہقی اٹھائی اور پھر فستہ کاٹ دیا۔ چاروں طرف سے آباہیں گونج اٹھی تھیں اور پھر مبارک بادیں برستے لگیں۔ پھر تمام معزز سہانوں کو فرم کے مختلف شعبے دکھائے جانے لگے۔

شور دم دکھایا گیا۔ پوری عمارت کی سیر کرانی گئی۔ لوگوں کی آنکھوں میں تحسین کے آثار تھے اور پھر سب واپس ہال میں آگئے جہاں چند دعائیہ تقریریں ہوئیں جن میں نواب جلال الدین اور تویر صاحب کی تقریر بھی شامل تھی۔ انہوں نے اپنے ہر غلوں جذبات کا اظہار کیا تھا پھر اخباری نمائندوں نے ہمارے کاروبار کے بارے میں کچھ سوالات کیے اور میں نے انہیں بتایا کہ فی الحال ہم دنیا کے مختلف ممالک کو تالین ایکسپورٹ کریں گے اور پھر اپنی فیکٹری میں بھی لگانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

بہر حال انتہائی شان دار رہی تھی یہ تقریب پھر اس کا انعام ہو گیا۔ سمان رخصت ہونے لگے۔ سب بے شمار لوگ چلے گئے اور جو باقی بچے تھے جابہ تھے۔ شمشیر اور اس کی بیوی رتھ میں دوسرے سہانوں کے ساتھ شریک رہے تھے بالکل الگ تھلک، انہیں انہیں سے اور پھر اس وقت دو بھی دو سہوں کے ساتھ جانے لگا تو میں نے طاہرات کو اشارہ کیا۔

طاہرات نے شمشیر کو لپک لیا۔ نواب صاحب، تویر صاحب اور دوسرے افراد بھی یہاں موجود تھے۔

"ارے ارے شمشیر صاحب! اپنی آپ مسلسل زیادتی

پر تیار ہیں۔" طاہرات نے اسے روکتے ہوئے کہا اور وہ چونک کر رک گیا۔ اس نے جب ہی نگاہوں سے ہم سب کو دیکھا۔ اس کی بیوی کے چہرے کے تاثرات اب بھی غلامان تھے اور وہ مسکرا رہی تھی۔

"خیریت؟ کیا زیادتی ہو گئی میری جانب سے؟" اس نے طنز آمیزہ اذ میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"یعنی یوں لگتا ہے جیسے آپ سے کوئی قربت داری ہی نہیں ہے عام سہانوں کی طرح آئے ہیں اور عام سہانوں کے سے انداز میں واپس جا رہے ہیں۔" طاہرات نے کہا۔

"اور اچھے کوئی ذہن کا حامل ہے۔"

"یقیناً۔" نواب صاحب نے ہنس کر جواب دیا۔

"تو میری قربت تو ہم سے بھی ہے۔"

"تھی نہیں ہوئی ہے۔ ویسے میں آپ کی کاروش کی راہ ضرور دوں گا جو آپ نے خود کو چھپانے کے لیے ہے۔"

"اوہ شکر یہ! لیکن میں سمجھا نہیں؟" طاہرات نے کہا۔

"مجھے آخر وقت تک ہوا نہیں ملنے دی کہ میں اس کی فارت کسی کی ہے اور اس میں کیا ہو رہا ہے؟"

"اور! ہم نے کئی بار سوچا کہ آپ سے اس بارے میں مشورہ کریں لیکن فرصت ہی نہیں مل سکی۔"

"خیر! کچھ نہ کچھ تو آپ کو کھٹائی ہے۔" شمشیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہر حال اب تو ہم لوگ ہم چپے بھی ہو گئے اور پھر دیرینہ تعلقات مجھے سرت ہو گئے اگر آپ دونوں اپنی باتوں اور آپ رات کا کھانا بھی ہمارے ساتھ ہی کھائیں۔"

"معاف کیجئے گا جناب! ویسے میں یہ نہیں بچان سکا کہ آپ مائل ہیں یا سائر؟"

"مائل! طاہرات نے جواب دیا۔

"جی عادل صاحب! تو میں عرض کر رہا تھا کہ یہ ممکن نہیں ہے اور نہ ہی مناسب۔ ہم ایک دوسرے کے کاروباری حریف ہوں گے اور مستقبل میں بڑے بڑے مہرے بھی ہوں گے اس لیے ہمیں ابھی سے تیاری کر لینا چاہیے۔ یہ دوستانہ فضا ہم میں سے کسی کو اس نہیں آئے گی۔" شمشیر نے بیٹھ ہی جی بیٹھے ہوئے کہا اور پھر ہم دوسروں کی طرف دیکھتے ہوئے بولے "امازت حضرات!"

"آپ کی مرضی شمشیر صاحب! ویسے آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے کھوڑے ہمارے معمولی سے ٹوٹے مقابلے میں بھی پٹ جاتے ہیں۔" طاہرات بھی کم نہیں تھا۔

"ٹھیک ہے۔ اس رہیں کو رس میں بھی قسمت آزمائی

کریں گے ممکن ہے اس بار آپ کا ٹوٹو دوڑ سکے۔" شمشیر نے کہا اور اپنی بیوی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر آگے بڑھ گیا۔ طاہرات نے قہقہہ لگایا تھا "شمشیر تو ٹوٹو نہیں کر رہا ہے نواب صاحب!"

"کیسے باپ کا کینہ چٹا۔ اس کی فطرت ہی خراب ہے۔" نواب صاحب ہونٹ چاکر بولے۔

"لیکن یہ شمشیر کو عادل اور صائم سے کیا پر غاش ہے؟

میں نے رہیں کو رس میں بھی محسوس کیا تھا۔"

"ہمیں یہ خدا واسطے کے بیروں میں سے ہے۔ جنم میں بائے۔" نواب صاحب بولے۔ سمان رخصت ہوتے رہے اور پھر ہمارے سمان طے گئے۔ تصدیق جیشہ اور کمال ایک جگہ کھڑے تھے سارا اسٹاف دست بستہ تھا۔ تب طاہرات نے سب کو اشارہ کیا اور واپس ہال میں آئیں پھر اس نے تصدیق سے کہا کہ پورے اسٹاف کا تعارف کرایا جائے اور سب کی حیثیت بتادی جائے۔ چنانچہ فرم کے یکہ و تھاناک کی حیثیت سے میرا نام بتایا گیا۔ تصدیق کو تیر کی حیثیت سے پیش کیا گیا۔ خود طاہرات نے کوئی حیثیت قبول نہیں کی تھی۔ تمام لوگوں نے مجھے غلامان مبارک باری اور پھر ایک مختصر تقریر میں نواب جلال الدین نے، تویر صاحب نے اپنے غلوں کا اظہار کیا اور ملازموں سے کہا کہ وہ دیانت داری سے اپنے فرائض انجام دیں۔

اس کے بعد میں نے بھی پتہ چلنے کے اور طاہرات کی

حیثیت کے مطابق اعلان کیا کہ افتتاح کی خوشی میں مزید ایک ایک باپ کی تنخواہ ملازموں کو بطور انعام ادا کی جائے گی۔ اس کے بعد میں نے اپنے کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ پھر پھر تعاون کریں اور یہ تصور کر لیں کہ یہاں پر ہم اپنی زندگی کی ایک اہم ذمہ داری پوری کرنے آئے ہیں۔ ان کا کام ہو گا اور میرا کام یہ ہو گا کہ اس کاروبار میں جان لے کے علاوہ اپنے ایک ایک کارکن کا خیال رکھوں۔ آپ سب کے کوئی شخص خواہ وہ کسی عہدے پر فائز ہو، ہر وقت میرے پاس ہونا چاہیے اور ذاتی گفتگو کر سکتے ہیں۔ ان کی کسی شکایت یا کسی مسئلے کو فوراً میرے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔

کارکنوں نے اس تقریر کا پر دوش خیر مقدم کیا۔ اس کے بعد ہوا کو تھانف پیش کیے گئے اور پھر کارکنوں کو رخصت کی اجازت دے دی گئی۔ پھر ہم کو بھی چل پڑے۔

کس بھی کسی بھی انتظام میں جھول نہیں تھا۔ صرف ان شان دار اختتام پر ہی تصدیق کی تنخواہ بھی کوئی تھی۔

کو بھی جھوٹوئی ہوئی تھی۔ اسے دہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ میرا دل سرت میں ادا ہوا تھا۔ اس وقت ذہن و دل پر کوئی بار نہیں تھا۔ بہر حال دوسرے محکقات شروع ہو گئے۔ رات کی پہلی دعوت کھائی گئی جس کے بارے میں کوئی تذکرہ فصول جب بس دوسرے کچھ تھا جو ہو سکتا تھا۔ نواب جلال الدین اور تویر صاحب کی آنکھیں کھل گئی تھیں۔

پھر ان کی نشست میں انہوں نے یہ سوال کر دیا "میرا تو خیال ہے صائم میاں! تم نے یہاں بھی اپنی ایک ریاست کی چھوٹی سی پراچھی بنا ڈالی۔"

"اور جناب! یہ ممکن نہیں تھا۔ میری ریاست تو خواہوں کی ایک دنیا ہے۔ وہاں جو کچھ ہے اس کا تصور بھی یہاں نہیں کیا جاسکتا۔"

"بھئی ہم تو احساس کمتری کا شکار ہو گئے۔" تویر صاحب بولے۔

"آپ ہمیں شرمندہ کر رہے ہیں۔ آپ بزرگوں کی محبت ان ساری چیزوں سے زیادہ قیمتی ہے۔" میں نے کہا۔

"خدا انہیں خوش رکھے۔" نواب جلال الدین بولے۔

"ہاں بھئی! یہ اتم انسان کیا ہو گا اس کر رہا تھا؟" تویر صاحب بولے۔

"نہیں؟" نواب صاحب نے چونک کر کہا۔

"اور! کچھ نہیں۔ شہت بذات خود بھی اچھا انسان نہیں تھا۔ اس کی ابا! بھی اس جیسی ہے۔"

"لیکن یہ کہہ کر کیا رہا تھا؟"

"گلاہرے ان دونوں کا ایک ہی کاروبار ہے۔"

"میرا تو خیال ہے عادل اور صائم میاں نے یہ کاروبار اسی کے لیے کیا تھا؟" تویر صاحب بولے۔

"ہاں۔ بات کچھ ایسی ہی ہے۔ کیوں صائم میاں! چھپاؤ گے؟"

"نہیں جناب! آپ سے چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔ شمشیر کی فرم کے سامنے یہ جگہ صرف اسی خیال سے خریدی گئی تھی۔ ہم اس شخص کو انسان بنانا چاہتے ہیں اور بن جانے لگا۔ مشکل نہیں ہوئی۔" طاہرات نے جواب دیا۔

"اور اس چھوٹی سی بات کے لیے تم نے یہ سب کچھ کر ڈالا؟"

"نہیں۔ یہ بات نہیں نواب صاحب! دراصل صائم میاں کو یہ علاقہ یہ لوگ پسند آئے انہوں نے یہاں قیام کا فیصلہ کر ڈالا۔ اب یہاں ان کے لیے کوئی مشغلہ بھی ضروری

نہیں تھا۔ یہاں ان کے لیے کوئی مشغلہ بھی ضروری

نہیں تھا۔ یہاں ان کے لیے کوئی مشغلہ بھی ضروری

نہیں تھا۔ یہاں ان کے لیے کوئی مشغلہ بھی ضروری

نہیں تھا۔ یہاں ان کے لیے کوئی مشغلہ بھی ضروری

نہیں تھا۔ یہاں ان کے لیے کوئی مشغلہ بھی ضروری

نہیں تھا۔ یہاں ان کے لیے کوئی مشغلہ بھی ضروری

نہیں تھا۔ یہاں ان کے لیے کوئی مشغلہ بھی ضروری

نہیں تھا۔ یہاں ان کے لیے کوئی مشغلہ بھی ضروری

نہیں تھا۔ یہاں ان کے لیے کوئی مشغلہ بھی ضروری

نہیں تھا۔ یہاں ان کے لیے کوئی مشغلہ بھی ضروری

نہیں تھا۔ یہاں ان کے لیے کوئی مشغلہ بھی ضروری

نہیں تھا۔ یہاں ان کے لیے کوئی مشغلہ بھی ضروری

نہیں تھا۔ یہاں ان کے لیے کوئی مشغلہ بھی ضروری

نہیں تھا۔ یہاں ان کے لیے کوئی مشغلہ بھی ضروری

نہیں تھا۔ یہاں ان کے لیے کوئی مشغلہ بھی ضروری

نہیں تھا۔ یہاں ان کے لیے کوئی مشغلہ بھی ضروری

نہیں تھا۔ یہاں ان کے لیے کوئی مشغلہ بھی ضروری

نہیں تھا۔ یہاں ان کے لیے کوئی مشغلہ بھی ضروری

تھا۔ چنانچہ کچھ کرنا ہی تھا سو یہ کر ڈالا تاکہ تھوڑی سی تفریح
بھی رہے۔
"خوب تفریح ہے بھائی لیکن اس اجتناب نے تمہیں چیلنج
کیا ہے؟"
"پلے بھی کیا تھا ایک بار۔" نواب صاحب نے حقارت
سے کہا۔
"ہم اسے جواب دیں گے۔"
"زندگی خراب کر بیٹا ہے امتحان کیس کا کیا مقابلہ
کرے گا۔" نواب صاحب منہ بٹا کر بولے۔
"لطف رہے گا نواب صاحب! میں تو ایک اور
درخواست کروں گا۔" میں نے کہا۔
"کیا؟" نواب جلال الدین بولے۔
"آپ واقعی جلال آباد سے یہاں آجائیں۔ اس
عمارت میں تھا زندگی تو مشکل سے گزر سکے گی۔ جلال آباد
آپ کا رندوں کے حوالے کر دیں اور یہاں کوئی کاروبار کر
ڈالیں۔"
"بھئی میں تو سادہ دل انسان ہوں۔ درحقیقت یہی کر
نیوں گا۔" نواب جلال الدین بولے۔
"اور آپ جانتے ہیں نواب صاحب ہم بھی مصلحت
آئیرنگز کے کانٹنٹس نہیں ہیں۔" طاہر نے کہا۔
"ہاں جانتے ہوں۔"
"میں تو یہ مبارک فیصلہ آج ہی ہو جائے۔" میں نے
کہا۔
"مشورے کے لیے وقت نہیں ملے گا؟"
"ابھی دو ٹنگ ہو جاتی ہے۔" طاہر نے بولا۔
"میں اس قرارداد کو پر زور حمایت کرتا ہوں۔"
"ہم بھی۔ ہم بھی۔ ہم بھی۔" چاروں طرف سے
آوازیں ابھریں اور سب نے ہاتھ اٹھا دیے۔ ان میں سے
اور احسان بھی تھے۔
"میں بھی اپنے بچوں ہی میں خوش رہ سکوں گا۔ میری
زندگی ہی تھی ہے لیکن سالم میاں میری کچھ شرائط دوں
گی۔"
"سب منظور۔" میں نے کہا۔
"میں تو اپنی کوشش کے قریب ہی میرے لیے بھی ایک
عمارت تعمیر کرواؤ اور کاروبار کا انتخاب کرو۔"
"تمہیک ہے۔ اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔"
طاہر نے کہا۔
"میں پھر میرے یہاں آنے میں بھی کوئی حرج نہیں

ہے۔" نواب صاحب نے کہا اور پر جوش نایاب بجا بنا کر ان
کے اس فیصلے کا خیر مقدم کیا گیا۔ سب نے مدد خوش و خرم نظر
آ رہے تھے۔ پھر فرم کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اس
کے بارے میں ان لوگوں کا خیال تھا کہ پورے ملک میں اس
کی فکر کی کوئی فرم نہیں ہوگی۔ غرض خاصی رات گئے تک
ہنگامے جاری رہے اور پھر سوئے کی نصیحت ملازموں نے
سارے کمرے تیار کر دیے تھے۔ مسلمانوں کو ان کے کمروں
میں پہنچا دیا گیا۔ میں اور طاہر بھی اپنے اپنے کمروں کی
طرف چل پڑے۔
"آج رات ہم تمہیں دیکھو۔" طاہر نے کہا۔
"خدا نہ کرے کیوں؟"
"میرا مطلب ہے رات کو۔" طاہر نے اپنے اپنے کمروں
میں سوئیں گئے۔
"جی ہاں۔ آپ تو خدا سے یہی چاہتے ہیں۔" میں
نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کیوں؟"
"میں دیکھ چکا ہوں۔ آپ کی راج ہنس کا کرا آپ سے
کمرے سے کتنی دور ہے۔"
"تیرا بھی فیصلہ جلد ہو جائے گا۔" طاہر نے ہنسنے
ہوئے پھر چونک کر کہنے لگا "ایک بات تو بتا عارف!"
"ہوں!"
"ہم دونوں کے تعلقات کے بارے میں تیرا کیا خیال
ہے؟"
"ہم دونوں سے مراد؟"
"شکیلا اور میں!"
"کسی خیال کی گنجائش ہے؟" میں نے سوالیہ انداز میں
کہا۔
"ہاں۔ صرف ایک خیال کی۔"
"وہ کیا؟"
"ہم دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔ اکثر رات کو
بھی یک جا ہوتے ہیں لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا۔ ہم
دونوں پاکیزگی کی حدود میں ہیں اور اس وقت تک پاکیزگی کی
حدود میں رہیں گے جب تک اخلاقی اور مذہبی طور پر ایک
دوسرے کے نہ ہو جائیں۔ اس بات کو ذہن میں رکھنا اور بھی
خلا نہ سوچنا۔"
"الحق تو پورے میرے ذہن کے کسی گوشے میں کوئی
فلاں تصور نہیں ہے۔" میں نے کہا۔
"شکریہ! طاہر نے کہا اور مسکراتا ہوا اپنے کمرے

میں چلا گیا۔ میں بھی اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ سرت و
شاہدانی بدن کے دو میں دو میں سرایت کر گئی تھی۔ دست
ہی خوش تھا لیکن کمرے کی تھائی پسند نہیں آئی۔ دل میں
آرزو ابھری۔ کاش! افغان یہاں ہوتی کاش! اس کمرے
میں تھائی نہ ہوتی۔
لیکن انتظار کرنا تھا۔ انتظار ابھی کچھ وقت لگے گا۔
میں نے مسی پر لیٹ کر سوچا اور سوئے کی کوشش
کرنے لگا ورنہ خیالات کے جوم میں سوئے کی گنجائش ہی
کماں تھی۔ کھوت بدل لینے سے تھوڑی آجاتی ہے۔ یہ
جب سب کچھ ہوا تھا یہ جو کچھ تھا سوئے کماں رہتا تھا۔
خیالات چپکے سے ذہن کے گوشوں میں دو آتے اور نہ جانے
کماں کماں پر مٹا کٹے۔
رات گزرتی رہی اور پھر آہستہ سے کمرے کے
دروازے پر دھکا لگا۔ میں نے دروازہ بند نہیں کیا تھا کھل گیا
اور افغان مسکراتی ہوئی اندر آئی۔
میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ افغان مسکراتی رہی۔
"گنیا اجازت لینا چاہیے ہے؟" اس نے پوچھا۔
"شرمندہ کر رہی ہیں افغان!"
"ہرگز نہیں اور بند آپ یہ بالکل نہ کہیں کہ مجھے اس
طرح نہیں آتا چاہئے تھا۔"
"میں کون کونسی نہیں۔"
"شکریہ اور اصل ذاتی مبارک باد دیتا ہوں۔"
"ہاں۔ میں اسے وصول کرنے کے لیے بے چین تھا۔"
"پہنچ گئی تھی آپ جاگ رہے ہوں گے۔"
"راستہ میں نے مسرور تھا ہوں سے اسے دیکھا۔"
"نیکوئی میں بھی پوچھنے کی بات ہے؟" افغان نے مسکرا
کر کہا اور میں نے اختیار ہو گیا۔ میں نے دونوں ہاتھ پھیلا
دیے اور افغان اپنے گیسٹ روم سے قریب پہنچ گئی۔ اس نے
میرے سینے پر سر رکھ دیا۔ میرا سینہ فطرت سے بھینٹ لگا۔
ہم دونوں پہلی بار بے قابو ہوئے تھے۔ میرے ہاتھ افغان
سے پلٹ گئے تھے۔ افغان نے کھانسی کی گزشتہ بھی نمایاں
تھی۔ اس نے میرے کندھوں پر دونوں ہاتھ رکھ دیے تھے۔
کئی منٹ تک ہم اسی طرح رہے۔ ہم ساری دنیا کو بھول گئے
تھے۔
پھر میں نے آہستہ سے افغان کو بلند کر دیا۔ افغان کی
پلیٹیں ہل گئیں۔ اس کے چہرے پر ایک شرمیلیں
مسکراہٹ تھی۔
"میری طرف سے دلی مبارک باد قبول کریں۔" بنا فر

اس نے لرزتی آواز میں کہا۔
"آپ بھی افغان بیگم! ظاہر ہے میں تو آپ کے غلام کی
حیثیت رکھتا ہوں۔" میں نے کہا اور افغان نے میرے منہ پر
ہاتھ رکھ دیا۔
"ایسا نہ کہیں۔ کتنے تو میں ہوں بیٹھ کے لیجئے۔" اس
نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔
"آئے دلا وقت بتائے گا افغان کہ آپ کی کیا حیثیت
ہوتی ہے۔" میں نے کہا اور افغان بیٹھ گئی پھر کئی منٹ تک
خاموشی زبان فی رہی اور پھر اس نے کہا۔
"واضحی آپ نے برا ظلمی باخول بد کر دیا ہے۔ یہ سب
جادو کھری کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اتنی خوب صورت کونسی
اور ایسا عظیم الشان شہر دم بنایا ہے آپ نے کہ میں۔"
"مہربانی تو ادا! میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"یہ تشہیر کیا لاف و گراف کر رہا تھا؟"
"الحق ہے بے چارہ۔ بہر حال دلچسپی رہے گی۔"
"اس کی بڑی اس سے مختلف ہے۔ آج بھی اس نے
ہم سے کھانے کے لیے کوشش کی لیکن میرا خیال ہے شمشیر نے
اس کو آواز کر دی ہے کہ ایسا نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس نے
فورا ہی ہٹا دیا اور اسے ساتھ لے گیا۔"
"تمہیک ہے۔ اس کا خیال رکھنا پڑے گا۔"
افغان کا دل در تک مجھ سے بات چیت کرتی رہی اور پھر
اجازت لے کر اٹھ گئی۔ اس کے جانے کے بعد بڑی پرسکون
نیند آئی اور صبح کو ہی اٹھ کھلی۔ میں سب سے بعد میں جاگا
تھا۔ تمام لوگ نشست کے بال میں موجود تھے۔ ایک ملازم
نے اطلاع دی کہ چنانچہ سارے کام نہایت پھرتی سے کیے اور
تیار ہو کر وہاں پہنچ گیا۔
سب اخبارات دیکھ رہے تھے۔ سب سے اخبارات نے
ہماری فرم کے بارے میں تفصیلات چھاپی تھیں۔ بے شمار
تقدیر و جود تھیں لیکن شمشیر نے اشتعالی جلد بازی میں ایک
دلچسپ حرکت کی تھی۔ تقریباً سارے ہی اخبارات میں اس
کی فرم کے بڑے بڑے اشتہارات تھے۔ اسے شاید کمان بھی
تھوگا کہ اخبارات ہمارے بارے میں اس قدر دلچسپی لیں
گے۔ اس نے تو بڑی رقم خرچ کی تھی لیکن اس کے
اشتہارات ہماری فرم کی خبروں میں دب گئے تھے۔
اسی بات پر دلچسپ مہمے ہو رہے تھے۔ میں بھی ان
میں شامل ہو گیا۔
"بھئی کاروباری مقابلہ تو بڑی چیز نہیں ہے۔ ہاں اس
میں ذہن کا انداز اہمیت ضرور ہو جاتا ہے۔" نواب صاحب

نے کہا۔
"شمیر کے ارادے ان اشتہارات سے پتہ چلتے ہیں۔
اس نے معمولی تک و دو نہ کی ہوگی۔" خواب جلال الدین
بولے۔

"ہاں یہ حقیقت ہے۔"

"بہر حال اب کیا پروگرام ہے؟"

"میں نے سوچا۔
"میں فرم آج سے کام شروع کر دے گا۔ دیکھ سارے
شبہ تصدیق کے پاس ہیں اور اسے اجازت مل گئی ہے کہ جو
مسابیح سمجھے کرے اور تصدیق کی انتہائی ملازمتیں آپ دیکھ
ہی چکے ہیں۔"

"ہاں!" خواب صاحب گردن ہلانے لگے۔ اس کے
بعد ناشتہ کا وقت ہو گیا اور ہم سب زائینگ ہال میں پہنچ
گئے۔ ناشتا ہوا اور پھر ہم نے دفتر جانے کی تیاری شروع
کر دی۔ ہم نے سب لوگوں سے اجازت لی اور اپنی اپنی
کادوں میں بیٹھ کر چل پڑے۔ جمید ہمارے ساتھ تھا۔ یہ
فصل بھی خوب تھا۔ ہماری سمجھ میں تھیں۔ آیا۔

دفتر کا سلاؤن کافی دلچسپ تھا۔ طاہرہ تو جیسے بہت مہربان
تھا۔ اس نے کسی معاملے میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔
میرے کمرے میں صرف میری سیکرٹری بٹرا تھی اور میں۔
بٹرا ایک مستعد لڑکی تھی۔ دوپہر کا کھانا ہم نے اس میں ہی
کھایا اور اس کے بعد تصدیق فرم کے پولیٹیکل فیکٹر کے ساتھ
حاضر ہو گیا۔ اور پولیٹیکل کی اجازت سے وہی پھر مارکیٹنگ فیکٹر
سے میٹنگ ہوئی اور بہت سے امور طے کیے گئے۔ مثلاً چند
ایجنٹ اس سلسلے میں منتخب کیے گئے کہ وہ بڑی بڑی کمپنیاں
بیچوں اور دوسری فرموں سے رابطہ قائم کریں اور ان سے
مستقل ٹیکے لیں ایسے ہی بہت سے امور۔

خواب کے دن خواب کی راتیں گزرنے لگیں۔ تویر
صاحب نے بھرپور تعاون کیا۔ پورے ایک ہفتے وہ ہمارے
ساتھ رہے اور پھر اجازت لے کر چلے گئے البتہ خواب جلال
الدین ایک طویل عرصے کے لیے آئے تھے۔ پتا چڑھ کر کے
امور خواب صاحب نے سنبھال لیے۔ سیمیں احسان اور
فکلیہ گھر میں رہتے تھے۔

شمیر سے مکرر آرائی شروع ہو چکی تھی جس کی ابتدا
پولیس سے ہوئی۔ اخبارات بھی پوری طرح متور ہو گئے تھے۔
شمیر براہ مقابلہ کر رہا تھا۔ اس کا اشتہار ہمارے اشتہارات
پیوٹا نہیں ہوتا تھا لیکن احمقیشہ کا تھا۔ ف اخباری
اشتہارات پر اکتفا کر رہا تھا جبکہ ہمارے ایجنٹوں نے چھ

کتابیات پابلیکیشنز

سناوت خانوں، تین بیچوں اور میں بڑی بڑی فرموں اور
کمپنیوں سے ٹھیکے لے لے تھے اور چند روز کے اندر اندر
سلائی شروع ہونے والی تھی۔ تصدیق اس کی تیاریوں میں
مصروف تھا۔ جمید کا بھی کوئی جواب نہیں تھا۔ میں کو
بڑی باقاعدگی سے آؤں آتے۔ توڑی ویر میرے کمرے میں
بیٹھے اور پھر نہ جانے کہاں مارے مارے پھرتے۔ کبھی ہمارے
ساتھ ہمارے باں رہتے اور کبھی تویر صاحب کے پاس چلے
جاتے۔ تصدیق نے انہیں اچھی خاصی رقم دی تھی جسے
توڑی ہی روک دے کے بعد انہوں نے قبول کر لیا تھا اور پھر
ایک دن انہوں نے ایک ایجنٹ کو بھیج دیا کہ ہم دیکھ رہے
ہیں۔

شمیر کے مسئلے سے وہ بھی دلچسپی لیتے تھے اور اپنی
احقانہ باتوں سے نوازتے رہتے تھے۔ اس وقت طاہرہ بھی
میرے پاس ہی بیٹھا تھا۔ توڑے فائسل پر پندرہ بیچوں کا
کاغذات درست کر رہی تھی۔

"میرے ذہن میں ایک خیال آیا ہے ماسٹر صاحب! یہ
جمید کی بات پر ہم چونک پڑے۔
"ارشاد۔ ارشاد! طاہرہ بولا۔

"ہماری سلائی شروع ہونے والی ہے کیوں نہ ہم نقلی
گاہک کے ذریعے شمیر کا سارا اسٹاک بھی خرید لیں۔ ذرا
اشتہار ہی بنائیں اور پھر اس کی ورائٹی ہم سلائی کریں۔
شمیر کی فوڈ کی بانی خانی ہو جائے گی۔ وہ فوری طور پر لیس سے
ہاں بھی نہ حاصل کر سکے گا۔ پھر خانی اشتہارات دینے سے
ناگوارہ!" اور اس تجویز پر ہم دنگ رہ گئے۔ نہایت ہی عمدہ تجویز
تھی۔

○●○

جمید نے جو تجویز پیش کی وہ اتنی شان دار تھی کہ ہم
تجیرہ دہ گئے تھے۔ تم از کم سارا اور جمید سے اس عمدہ تجویز کی
توثیق نہیں تھی۔ کئی منٹ تک خاموشی چھائی رہی اور جمید
ہمارے اچانک اس طرح خاموش رہ جانے سے کچھ ہلکا ہوا۔
تھا۔ وہ احقانہ انداز میں ایک ایک کی شکل دیکھ رہا تھا۔
جب کوئی کچھ نہ بولا تو خود اس نے ہنسی بھنی آواز میں
کہا۔ "میرے سے کوئی کھلی ہو گیا کیا؟"

"اوہ! نہیں جمید صاحب فیصلہ کر رہے ہیں کہ اس
تجویز پر آپ کے لیے کون سا برا اثر متحرک کر جائے۔ آپ نے
اتنی لا جواب بات کہی ہے کہ ہم حیران رہ گئے ہیں۔"
"میرا خیال ہے کہ جمید صاحب کی تجویز پر عمل
کار والی فوراً شروع ہو جائی ہے۔" طاہرہ نے کہا۔

طاہرہ

(230)

"یقیناً!"

"اور اس نہایت خفیہ رکھا جائے ماسٹر تصدیق کو
طلب کریں۔" طاہرہ بولا اور چند منٹ کے بعد تصدیق موجود
تھا۔ طاہرہ نے جمید کی تجویز تصدیق کے سامنے پیش کر دی
اور تصدیق بھی خوش ہو گیا تھا۔

"نہایت عمدہ خیال ہے جناب۔ ہم بروکرز کے ذریعے
بات چیت کر سکتے ہیں۔" تصدیق نے کہا۔
"اوہ! تمہیں مسٹر ٹامسڈک! بروکر لوگ کسی کا نہیں
ہوتا۔ بات ان سے آؤٹ بھی ہو سکتا ہے۔" جمید نے پھر
دفعہ دیا۔

"پھر آپ کے ذہن میں کوئی اور تجویز ہے؟"
"ہاں۔" ٹامس سے کام ہو سکتا ہے۔ ہم کسی بھی آدمی
کو اس پر تیار کر سکتا ہوں۔ وہ ڈیل ایٹ کے کسی شیخ کا
نمائندہ بن کر جائے اور ایک بڑا ڈیمانڈ کرے۔ ہمیں کیش پر
خریدنے کا پیشکش کرے۔ مال دیگر شمیر کے اسٹاک سے بھی
زیادہ مانگا جائے اور قیمت اچھا لگایا جائے تو شمیر اپنا سارا
کوشش کرے گا اور جہاں جہاں سے مال لے سکتا ہے لے
لے گا اور پھر اس کے بعد اس کے پاس کیا رہ جائے گا۔"

"یاد جمید! اخذ کی تمام رقم سرے کی ہو لی ہونا شروع
کریں گے۔ بھائی مچ ہی جی کوئی غلط چیز کھائی تھی۔ میرا
مطلب ہے حق۔" نور۔ کیا غصب کی چل رہی ہے تمہاری
توڑی۔" میں جی جی تحیر ہو گیا تھا۔
"ماسٹر بھائی! طاہرہ بولا۔

"ہاں!" میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"جمید صاحب! یہ تجویز دو ہزار روپے کا اضافہ۔"
"میں نے مسٹر ٹامس سے پوچھا ہے کہ تصدیق کو
پوری تجویز پیش کی کہ کسی مقامی آدمی کو کچھ لے دے کہ
عرب بیٹا سے کہیں نہیں تھا۔ اس تجویز کے تیسرے دن
ہی ہمارا نمائندہ شمیر کے پاس پہنچ گیا اور شام کو اس نے
اختلاف دی کہ شمیر نے اس سے تیار ہو گیا ہے۔ اس نے
ایک ہفتے کے اندر اندر تمام رقم کیش کر کے ہاتھ کر لیا
ہے۔ اسے ایک بڑا ایڈوانس دے دیا گیا اور جس شخص کو
معاوضے پر ہم نے اپنا نمائندہ بنایا تھا اس کے تین ہونے۔
شمیر نے اسے اپنی گونجی میں قیام کی پیشکش کی تھی لیکن
ہماری ہدایت پر اس سے معذرت کر لی تھی پھر بھی شمیر اس
کی خدمت پر لگا رہا۔ اس کے سارے نمائندے کام کر رہے
تھے اور وہ چاروں طرف سے مال اکٹھا کر رہے تھے۔
پھر ایک دن جمید نے تصدیق سے گفتگو کر کے ایک بڑا

اسٹاک طلب کیا اور تصدیق نے اس کی ڈیمانڈ میرے سامنے
پیش کر دی۔

"اوہ! جمید ٹھیک ہے لیکن یہ آؤر تم کہاں سلائی
کر گئے؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ! میں اپنے طور پر ہی کام کرنا مسٹر ماسٹر! اگر آپ
اجازت دیں تو۔" دیکھ میں نے رست بہت اچھا دیا ہے۔ آپ
دیکھیں۔"

"ہاں رست بہت عمدہ ہے۔ ٹھیک ہے تصدیق۔ جمید کو
مال سلائی کر دو۔"

"بہت بہتر جناب! تصدیق نے جواب دیا اور جمید نے
فوراً ایڈوانس پیش کر دیا۔ مال کی ڈیلوری طے ہی اس نے
پورنی قیمت بھی ادا کر دی۔ وہ حقیقت یہ جمید بہت عمدہ بار بار
تھا۔ طاہرہ بھی اس سے بہت خوش تھا۔

"میرا خیال ہے ماسٹر! ہمیں جمید کے سپاکیہ ہوئے
آؤر سے تقریباً دو لاکھ کا فائدہ ہوا ہے۔"

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔

"اس کا کمیشن ہونا چاہیے۔"

"ضرور۔ ظاہر ہے دوسرے لوگ بھی کام کرتے
ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ منافع سے پہلے ہی صدا سے دے دو۔"

"شمیر کا مسئلہ منٹ جائے اس کے بعد اسے اور اپنی
کر دیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" طاہرہ نے

میری بات سے اتفاق کیا۔

بہر حال ٹھیک ایک ہفتے کے بعد شمیر نے آؤر کی تحویل
کر دی اور اس کے سارے گورام خانی ہو گئے۔ عظیم الشان
اسٹاک ہمارے گوراموں میں آ گیا لیکن اس اسٹاک میں وہ
مال دیکھ کر ہم حیران رہ گئے جو جمید نے سلائی کیا تھا۔ فوری
طور پر جمید سے رابطہ قائم کیا گیا اور وہ مسکراتا ہوا ہمارے
پاس پہنچ گیا۔

"تم نے وہ مال کس نے خریدا تھا جمید! جو تم نے سلائی
کیا تھا؟"

"شمیر نے۔" جمید شرعاً ہوا ہوا۔

"کیا مطلب؟"

"ہم نے بروکر کے ذریعے اپنے آدمی کو وہ مال بھی دیکھا
اور اس نے ہمارے بروکر گام کا ٹاکل اسے بہت پسند کیا اور
کہا کہ جتنا مال ہو شامل کر دیا جائے۔ شمیر دوسرے مال کی
ساکھ کے لیے اسے خریدنے پر مجبور ہو گیا۔ پڑے آؤر کو

(231)

لوٹ

کتابیات پابلیکیشنز

مسئلہ فیضانِ اسلامی اور اسلامی کتابیں

1. قرآن مجید	2. حدیث نبوی	3. تفسیر قرآن	4. فقہ اسلامی
5. تاریخ اسلام	6. سیرت نبوی	7. احادیث مختصر	8. فتاویٰ اسلامی
9. احکام اسلامی	10. مسائل فقہیہ	11. مسائل شرعیہ	12. مسائل فرائض
13. مسائل زکوٰۃ	14. مسائل حج و عمرہ	15. مسائل نکاح و طلاق	16. مسائل یتیم و یتیم
17. مسائل یتیم و یتیم	18. مسائل یتیم و یتیم	19. مسائل یتیم و یتیم	20. مسائل یتیم و یتیم
21. مسائل یتیم و یتیم	22. مسائل یتیم و یتیم	23. مسائل یتیم و یتیم	24. مسائل یتیم و یتیم
25. مسائل یتیم و یتیم	26. مسائل یتیم و یتیم	27. مسائل یتیم و یتیم	28. مسائل یتیم و یتیم
29. مسائل یتیم و یتیم	30. مسائل یتیم و یتیم	31. مسائل یتیم و یتیم	32. مسائل یتیم و یتیم
33. مسائل یتیم و یتیم	34. مسائل یتیم و یتیم	35. مسائل یتیم و یتیم	36. مسائل یتیم و یتیم
37. مسائل یتیم و یتیم	38. مسائل یتیم و یتیم	39. مسائل یتیم و یتیم	40. مسائل یتیم و یتیم
41. مسائل یتیم و یتیم	42. مسائل یتیم و یتیم	43. مسائل یتیم و یتیم	44. مسائل یتیم و یتیم
45. مسائل یتیم و یتیم	46. مسائل یتیم و یتیم	47. مسائل یتیم و یتیم	48. مسائل یتیم و یتیم
49. مسائل یتیم و یتیم	50. مسائل یتیم و یتیم	51. مسائل یتیم و یتیم	52. مسائل یتیم و یتیم
53. مسائل یتیم و یتیم	54. مسائل یتیم و یتیم	55. مسائل یتیم و یتیم	56. مسائل یتیم و یتیم
57. مسائل یتیم و یتیم	58. مسائل یتیم و یتیم	59. مسائل یتیم و یتیم	60. مسائل یتیم و یتیم
61. مسائل یتیم و یتیم	62. مسائل یتیم و یتیم	63. مسائل یتیم و یتیم	64. مسائل یتیم و یتیم
65. مسائل یتیم و یتیم	66. مسائل یتیم و یتیم	67. مسائل یتیم و یتیم	68. مسائل یتیم و یتیم
69. مسائل یتیم و یتیم	70. مسائل یتیم و یتیم	71. مسائل یتیم و یتیم	72. مسائل یتیم و یتیم
73. مسائل یتیم و یتیم	74. مسائل یتیم و یتیم	75. مسائل یتیم و یتیم	76. مسائل یتیم و یتیم
77. مسائل یتیم و یتیم	78. مسائل یتیم و یتیم	79. مسائل یتیم و یتیم	80. مسائل یتیم و یتیم
81. مسائل یتیم و یتیم	82. مسائل یتیم و یتیم	83. مسائل یتیم و یتیم	84. مسائل یتیم و یتیم
85. مسائل یتیم و یتیم	86. مسائل یتیم و یتیم	87. مسائل یتیم و یتیم	88. مسائل یتیم و یتیم
89. مسائل یتیم و یتیم	90. مسائل یتیم و یتیم	91. مسائل یتیم و یتیم	92. مسائل یتیم و یتیم
93. مسائل یتیم و یتیم	94. مسائل یتیم و یتیم	95. مسائل یتیم و یتیم	96. مسائل یتیم و یتیم
97. مسائل یتیم و یتیم	98. مسائل یتیم و یتیم	99. مسائل یتیم و یتیم	100. مسائل یتیم و یتیم

کتابیات پبلی کیشنز

23 بیسٹ بکس
کراچی 74200

فون: 5802551-5895313-5802552 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com

راہنہ کے لئے: C-263 111 ایکسپریس سٹیشن، ڈی ایچ اے این کورنگی روڈ (دختر باغیچہ) اسٹاپ کے سامنے) کراچی 75500

کرنے کے لیے اسے یہ نقصان اٹھانا پڑا اور اس نے بدکردار سے اسٹاک مانگ لیا۔ اس طرح ہمیں تھوڑا فائدہ اور ہو گیا۔ "جیشید نے شرارت سے ہنسا دیا اور ہمارے منہ حیرت سے کھل گئے۔

یہ ایسی بددست کاروباری چال تھی جسے ایک خطرناک کاروباری ذہن ہی سوچ سکتا تھا لیکن یہ کام اس احمق جیشید نے کیا تھا۔ ہم سائے میں رہ گئے تھے اور ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ جیشید کیا چیز ہے۔

"کیا یہ بات تصدیق کے علم میں تھی؟"

"نہیں سرسراہٹ پر کام نہم پرستی کی گئی۔ اس سے نقصان تین تھوڑا کی ہو گیا اور جیشید کا منہ تقسیم ہو کر کم ہو گیا۔"

جیشید نے جواب دیا۔

"اب تم ہمیں پھل کرو گے جیشید۔"

"وہ کیا بھلی ہو گیا؟" جیشید پوچھا۔

"یار جیشید! خدا کی قسم کھل جاؤ ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔"

طاہر نے کہا۔

"کیسے کھل جائے؟" جیشید نے حیرانہ انداز میں پوچھا۔

"صاف! صاف! اس شخص سے کو اپنی اصلیت اٹکل دے ورنہ خدا کی قسم! مجھے قسم ہے کہ آج کل طاہر نے پیشانی ملے ہوئے ہوں۔ میں نے جیشید کی طرف دیکھا۔ وہ ہونٹوں کی طرح منہ باز سے بیٹھا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیسے کھولوں۔ وہ تو کھلا بیٹھا تھا۔"

"اس کے علاوہ ہم ایک کام اور کیا۔" جیشید نے کہا۔

"وہ کیا؟ وہ بھی فرما دیجئے۔" طاہر نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ہم نے جیشید کے ان ٹوکناؤں کا پتہ لگایا جدھر سے وہ مال لیتا ہے ان دنوں وہ مال حاصل کرنے کے لیے دوڑ رہا تھا اور ہم اس کے پیچھے تھے۔" جیشید نے کہا۔

"سچان اللہ! اؤیکہ آپ نے؟" طاہر نے میری طرف اشارہ کیا۔

"میرا خیال ہے عادل جیشید کو ان چیز کر لے چلیں گے بند کر لیں گے اور اس وقت تک ان کو چھپا نہیں پھونڈیں گے جب تک یہ حضرت اپنی اصلیت نہیں اٹکل دیں گے۔"

"کیا خیال ہے جیشید؟" میں نے پوچھا اور جیشید چونک پڑا۔

"کیا ہوا صاف بھائی؟"

"کہاں ہو گئے تھے؟"

"ہنگ کیسے مکمل ہاؤں؟"

"صائم! حالات نے میری طرف دیکھا۔" جیشہ ہمارے دوستوں میں شامل ہونا نہیں چاہتا۔ میں چاہوں تو اس کی زبان اس کے بارے میں سب کچھ بتا دے لیکن اس کے بارے میں معلوم کرنے کا حق اس کی دوستی کی بنا پر ہے۔ اگر دوسرے ذرائع اختیار کیے گئے تو دوستی تباہ ہو گئی۔ اور اچانک جیشہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ کسی قدر بدلتے ہوئے انداز میں بولا "میں نہیں عادل بھائی! کوئی ایسا کام نہ کریں۔ مجھے یاد ہے جب میں انڈیا گیا تھا اور اپنی مرضی سے سیدھا نہیں ہو سکا تھا۔" اس بدلی ہوئی آواز اور بدلے ہوئے لہجے پر ہم چونک پڑے۔

"تب پھر تم؟" حالات نے کہا۔

"خدا کی قسم۔ اس ملک کے بارے میں اتنی تاثرات لے کر نہیں آیا تھا۔ صرف اس لیے کہ میرے والدین نے مجھے یہاں کمانے کے لیے بھیجا تھا۔ آپ لوگوں کو دیکھ کر راستے بدل گئی۔"

"ارے۔ تمہاری اردو تو بالکل صاف ہو گئی۔" میں نے چونک کر کہا۔

"آپ تو سب کچھ صاف ہو گیا صائم بھائی۔ کل یہ جہاز تیار ہوئی مگر صاف کرادوں گا۔ اب اس کا کام ہے۔" جیشہ نے مگر کی سانس لے کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"بس اب جیشہ نہیں۔ آپ کا دوست آپ کی خدمت میں ہو گا۔"

"مگر یہ روپ کیوں دھار گیا تھا؟"

"مختصر بتا چکا ہوں۔" تمسک یوں عرض ہے کہ والدین بے حد لالچی ہیں۔ پہلے انہوں نے ایک جرمن بیوہ سے شادی کا مشورہ دیا جو کافی دولت مند تھی۔ نہ جانے کس طرح اس سے جان بچائی۔ دو کاروبار وہاں کر رہے ہیں اس سے مجھے قلعی اتفاق نہیں ہے۔ وہ مجھے دولت بنانے کی نشیں بنا کر چاہتے ہیں۔ میں نے اسے قبول نہیں کیا لیکن انہیں خدا نے بہت بڑا وارنڈا دیا ہے۔ ان کے ذہن میں ایک اور ترکیب آئی۔ تو پھر پھوپھو کی امارت ان کے غم میں تھی۔ ان کی بچی افغان بھی انہیں یاد تھی۔ اگلی لڑکی کی بے پناہ دولت ان کے لیے بہت پرکشش تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے کو اس طرف بڑھا دیا۔ ان کا خیال تھا کہ ان کا بیٹا ان کا بیٹا بنا جاتے ہی اس لڑکی کو اپنے عشق کے جال میں پھانسی لے گا۔

اور پھر یہ بے پناہ دولت ان کی ہو جائے گی۔ بہر حال میں افکار کی جرات نہیں کر سکتا۔ ہاں میں نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ اباجن کی ایسی کوئی چال قیامت تک کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ چنانچہ ان سے جدا ہو کر میں نے یہ طلعہ بنالیا۔ صرف اس لیے کہ خدا خواست کسی طور افغان بھگے سے متاثر نہ ہو جائے۔ میں اپنی شخصیت کو اس قدر مضبوط بنانا چاہتا تھا کہ کوئی لڑکی میرے قریب نہ آئے اور ابھی پسند نہ کرے اور مجھے خوشی ہے کہ میں اس میں کامیاب ہوا۔

ہم دونوں آنکھیں پھاڑتے ہوئے کھینچے ہوئے رہے۔

"تمہیں خطرہ تھا کہ کیسے افغان متاثر نہ ہو جائے؟"

"چھوٹی جان اپنے بھائی پر بہت جان دیتی ہے۔ میں نے اس سے بھی خطرہ تھا لیکن اب سب ٹھیک ہے۔ مجھے خطرہ تھا کہ مجھے کچھ کران کی محبت جو شہ ناز سے اوست۔"

"اور وہ تمہارے اور افغان کے گھمبیرے بارے میں سوچنے لگیں۔"

"خدا کی قسم۔" حالات مسکرا کر بولا۔

"ہاں۔ میرے خیال میں جیشہ ٹھک کہتے ہیں۔" میں نے تاکید کی اور حالات گردن ہلانے لگا۔

"تو یہ سب کچھ صرف اس لیے تھا؟"

"ہاں بننا۔" میں اپنے باپ کی دوسری پوری کرنے میں ان کا کام نہیں بن سکتا۔

"مگر انسان ہو جیشہ! بے حد ذہین اور بہت ہی بد معاشر۔" حالات مسکراتے ہوئے بولا اور پھر بے ہوشا پن سے لگا۔

"اس نے کس طرح سب کو ماتحت بنایا ہے۔"

"آپ کو نہیں پتا؟"

"ارے بس بڑا۔" کرسچوڑی گئی۔

"کما۔"

"مذرت خواہ ہوں۔ اس وقت تک آپ کی اس حسین شخصیت سے متعارف نہ تھا۔"

"مذرت خواہ ہے۔" حالات نے کہا۔

"خدا کی قسم نہیں۔ خود ہی دل چاہا تھا کہ آپ پر مکمل جاؤں۔ آپ کے سامنے بیٹے ہوئے شرم آئی تھی۔ آپ لوگ جس قدر نیک دل انسان ہیں، میں آپ سے بے حد متاثر ہوں۔"

"طالوت"

"خیر جیشہ! چاہا تو تم نے حال دل نہیں بتا دیا۔ ہم بھی شروع سے ہی تمہیں پسند نہیں کرتے۔ اب بتاؤ تمہارا پردہ کس کیلئے ہے؟"

"کچھ عرصہ یہاں گزاروں گا۔ اس کے بعد واپس چلا جاؤں گا۔"

"نا کام و نامراد؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ ان کے لیے مایوسی کا بیج نہیں لگے۔"

"اور غدا کا کیا ہو گا؟" حالات نے مسکراتے ہوئے پوچھا لیکن جیشہ کے چہرے پر شہید کی چھائی۔ چند منٹ وہ سوچتا رہا۔

"وہ معصوم لڑکی خود اپنے مصائب کا شکار ہے۔ آپ نے اس کی زندگی بدل دی ہے۔ وہ خود کو خواب کی سی کیفیت میں محسوس کر رہی ہے۔ اسے لگ رہا ہے جیسے اسے جو کچھ مل گیا ہے، آگے بڑھنے پر نہیں جائے گا۔ پہلے کچھ نہیں تھا تو اسے اپنے گھر کا احساس تھا۔ اپنی بہنوں کے مستقبل کا خیال تھا۔ پہلے وہ اس لیے پیٹ بھر کر رہی تھی کہانی تھی کہ وہی نہیں تھی۔ اب وہ پیٹ بھر کر رہی اس لیے نہیں کہانی کہ جب آگے بڑھتی تو اس سے مایوسیاں برداشت نہ ہوں گی۔ مایوسی کا وقت آنے سے پہلے وہ اپنی بہنوں کے مستقبل کو محفوظ کر لینا چاہتی ہے۔"

"ارے۔" حالات چونک پڑا۔ "اس نے یہ کیوں سمجھ لیا یہ سب کچھ اس سے چھپ جائے گا۔"

"میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی ہے لیکن آپ اس کی نفی کی۔" جیشہ نے تاکید سے کہا۔

"میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی ہے لیکن آپ اس کی نفی کی۔" جیشہ نے تاکید سے کہا۔

"میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی ہے لیکن آپ اس کی نفی کی۔" جیشہ نے تاکید سے کہا۔

"میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی ہے لیکن آپ اس کی نفی کی۔" جیشہ نے تاکید سے کہا۔

"میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی ہے لیکن آپ اس کی نفی کی۔" جیشہ نے تاکید سے کہا۔

"میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی ہے لیکن آپ اس کی نفی کی۔" جیشہ نے تاکید سے کہا۔

"میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی ہے لیکن آپ اس کی نفی کی۔" جیشہ نے تاکید سے کہا۔

"میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی ہے لیکن آپ اس کی نفی کی۔" جیشہ نے تاکید سے کہا۔

"طالوت"

"کیا وہ بھی تم سے متاثر ہے؟"

"ہاں۔ اعتراف کر چکی ہے۔"

"ابے جیشہ بھائی! تم تو بہت بڑے استاد بن گئے مگر گھر مند کیوں ہوئے جو میری بیان، تم نے تو پورے ملک کے باشندوں کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ عذریہ ہم افغان کرنے والے ہیں کہ پورے ملک کے باشندوں ہم سے رجوع کریں۔ ہم ان کے مسائل حل کرنے میں ان کی بھرپور مدد کریں گے۔" حالات نے کہا۔

"جیشہ اسی طرح گردن جھکا کر رہا تھا۔

"تم نے تو لڑی دیر کے لیے شہید کو بھی بھلا دیا۔ جیشہ۔

"بہر حال اس وقت تک شہید کا مسئلہ ملوثی۔ جب تک تمہارے مسئلہ کا حل نہ ملے۔"

"میں نے آپ لوگوں کے ذہن پر بوجھ ڈال دیا عادل بھائی!"

"میں ایسے بوجھ سے سرور آتا ہے اس کی پردہ است کر۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ تمہارے مسئلے کو کس طرح حل کیا جائے؟"

"مجھ میرے مال پر چھوڑ دوں عادل بھائی!"

"نہیں بھائی۔ ہم مستقبل میں لے جا کر چھوڑتے ہیں۔

"اب تم ان باتوں کو چھوڑو۔ اپنے اور غدا کے مستقبل کے بارے میں ہمیں مشورے دو۔"

"آپ لوگ۔ آپ لوگ بے حد نیک طبیعت انسان ہیں۔" جیشہ نے بھائی کی بولی آواز میں کہا۔

"خیر شہید سے کھوا کر لاؤ تو تباہ کیں گے۔" میں نے کہا اور سب افس بڑے۔ کافی حد تک داخل بدل گیا۔ ہم نے دل کھول کر جیشہ کو اس کی تجاویز کی داد دی۔

"یار جیشہ! تمہارا ذہن بڑے بڑے معاملے میں بہت شان دار ہے۔ تم نے وہاں کوئی بڑے کی کوشش نہیں کی؟"

"میں نے کچھ عرض کر چکا ہوں۔"

"کیا؟"

"کوئی بھی عرض کرنا اس پر والد صاحب کا اثر ہوتا اور وہ اسے میرے طور پر نہ کرنے دیتے۔ بس میں کیا عرض کروں عادل بھائی! شکایت داخل ہے۔ چہ میرا وطن سکون کی سر زمین ہے۔ مناسب یہاں بھی ہیں لیکن۔ لیکن نہ جانے کیوں ہے چینی نہیں ہے۔"

"امریکا چھوڑ دو کیوں نہیں دیتے؟"

"بس اس طرح بھگ گیا ہوں کہ اپنی شخصیت بے معنی ہو کر رہ گئی ہے۔"

"مکتبہ بیاد پبلکیشنز"

235

طالوت

"میں نے ایک حیرت دو شمار کیے ہیں۔" جہشید
 "کون؟"
 "مال فروخت کرنے والا نمائندہ میں خود ہی بن گیا
 ہوں۔ شمشیر سے کل رات ملا تھا اس کے فرشتے بھی مجھے
 نہیں پہچان سکے۔"
 "دوب ویری گند۔ یعنی کام شروع ہو چکا ہے؟" میں نے
 چونک کر کہا۔
 "خیر ہونے والا ہے جناب!"
 "کیا مطلب؟"
 "کل ایک نکلوا ہے اور کل ہی اس کی ادائیگی بھی
 دیا جائے گی۔ میں نے کیش کی بات کی ہے۔"
 "کیش کی سہاٹی ہے؟"
 "نہر یا ساتھ لاکھ کی۔"
 "ہوں!" میں نے ایک طویل سانس لے کر طاقت کی
 طرف دیکھا۔
 "رہنمیش لے گی یا چیک؟"
 "چیک تو آج بھی مل سکتا تھا جناب لیکن میں بھی ایک
 تنگی آویں ہوں۔ جوان ہوں تو کیا ہوا۔ میں نے صاف کہہ دیا
 کہ کیش سودا کرتا ہوں۔ ویسے ہمارے نمائندہ نے یعنی
 خیردار نے پورا ایک لاکھ اڈواٹھ سو دیا ہے۔"
 "اوہ۔ جو مال سہاٹی دربار نے میرا خیال ہے اس میں
 ہمیں چکیں نہ کہ کاؤ فنڈ منافع ہے۔"
 "اس سے کچھ زیادہ۔" جہشید نے کہا۔
 "تب ایک دو لاکھ اور بھی خرچ ہو جائیں تو کیا فرق پڑتا
 ہے۔ بہر حال شمشیر کو قبر میں اتارنے کا پورا بندوبست ہو چکا
 ہے۔"
 "مکمل!" جہشید نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "مگر ایک گڑبڑ ہو جائے گی۔" میں نے پُر خیال انداز میں
 کہا۔
 "کی؟"
 "کل تو ہمیں نذرانے کے ساتھ کھانا پکوانا ہے۔"
 "اوہ۔ جی ہاں۔ دوپہر کے بعد یہ کام ہو جائے گا۔"
 جہشید نے مسکراتے ہوئے کہا۔ طاقت بھی مسکرا رہا تھا۔
 "اور ہاں جہشید مسلمانوں میں صرف ہم نہیں ہوں
 گے۔ ہمیں انتظامات کرنے میں خیال رکھنا ہوگا۔"
 "کون کون آئے گا؟"
 "افغان اور شکیلہ بھی ساتھ ہوں گی۔" طاقت نے

کہا۔
 "بہرے۔" جہشید نے کہا اور پھر خاموشی چھا گئی۔ شام
 کو پہلے ہم نے نور صاحب کی کوٹھی کا رخ کیا تھا۔ جہشید
 ہمارے ساتھ تھا۔ کوٹھی میں داخل ہوئے تو چائے کا وقت تھا
 اور ہم نے سیدھے لان کا رخ کیا، جہاں چائے کے لیے
 اجتماع ہو چکا تھا۔ ہماری کاریں دیکھ کر سب خوش ہو گئے۔
 ہمارے نظم میں نہیں تھا لیکن نور صاحب کے ہاں
 نواب جلال الدین اور سیمین وغیرہ بھی آگئے تھے۔ یہ اور
 دلچسپ بات ہوئی تھی۔ نواب جلال الدین نور صاحب اور
 دیگر تمام لوگوں نے ہمارا استقبال کیا تھا۔
 "خدا کی قسم تمہاری عرس بے غم ہو گیا۔ جلال
 بھائی میں میں بھی کہہ رہا تھا کہ اگر تم دونوں کو مل کر دیا
 جائے گا۔ چائے نہیں پیئیں تو چاہتا تھا۔ چائے اسی سے چلا دی
 گئی تھی کہ احسان ہمیں نون کر دیں۔ وہ نون کرنے لگے۔"
 "نور صاحب نے کہا۔
 "ہائے آپ نے پا کر کیا ہم حاضر ہو گئے۔" میں نے کہا۔
 "خوش آمدید۔ آپ کی تعریف؟" نور صاحب نے
 کہا۔
 "ہمارے بزنس فیجر اور آئندہ غیر نمائندہ میں ہمارے
 نمائندے سہ۔" طاقت رک گیا۔ نواب جلال الدین
 بڑے غور سے جہشید کی شکل دیکھ رہے تھے۔
 "کیوں؟ نام نہیں بتایا ان کا؟" نور صاحب نے کہا۔
 "میں نے سوچا نام آپ میں سے کوئی بتا دے گا۔" طاقت
 مسکرا کر بولا۔
 "اوہ۔ میں بتاؤں۔" نواب جلال الدین عجیب سے
 لہجے میں بولے۔
 "جی؟" میں نے سوالیہ انداز میں انہیں دیکھا۔
 "عالمیہ۔" جہشید۔ "نواب صاحب بولے۔
 "جی نہیں۔ صرف جہشید۔" میں نے کہا اور بڑی ماں
 آگے بڑھ آئیں۔
 "اپنا جہشید؟"
 "جی بڑی ماں۔ آپ کا جہشید۔" اور بڑی ماں جہشید کو
 غور سے دیکھنے لگیں پھر ان کی آنکھیں غم ہو گئیں۔ انہوں
 نے جہشید کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔
 "اب بھی تو انسان نگ رہا ہے۔"
 اور پھر غور سے دیکھا۔ ہوا۔ جہشید دیکھنے کی چیز تھا جسے بار
 بار دیکھا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ بڑا نے بھی خوب فخر سے
 کہے۔ "نہیں نکلیں" اے کتنا ہے۔ یہی مولیٰ تپن کی آڑ سے

نہیں آئی ہو۔ کسی چند کی سی شکل ہے۔ مولیٰ جہاڑیوں میں
 چھپی ہوئی تھی۔" خوب قصے لگے۔ خوب تبصرے ہوئے۔
 پر غلوں سمیت نواب صاحب نے کیا۔ انہوں نے نور
 صاحب سے کہا۔
 "نور! شاید تم میری بات پر یقین نہ کرو لیکن جب میں
 نے جہشید کو ان لوگوں کی قوجہ کا مرکز پایا تھا تو سوچ رہا تھا کہ
 اس کی تقدیر بہت اچھی ہے اور بالآخر اسے فیصلے کا خدا
 کی قسم! میرے خیال کی تصدیق ہے۔ تم سب جو صحبت
 صاف بھی تقدیر سے ملتی ہے۔"
 "واقعی اس کی شخصیت تو قطعی بدل گئی۔" نور صاحب
 نے کہا۔
 "ذہن بھی بدل گیا۔ دیکھا اور اگر کوئی کسر ہو گئی ہے تو وہ
 پوری ہو جائے گی۔" بہر حال جہشید پر خوب تبصرے ہوئے پھر
 چائے کے بعد ہم نے واپس کی اجازت چاہی تو بصرار
 روک لیا کیا اور رات کے کھانے کے بعد جانے کے لیے کہا
 گیا۔ کوئی خاص مصروفیت تو تھی نہیں رک تھی اور تقریبات
 میں وقت گزارنے لگے۔
 پانا خرموش پاکر میں نے افغان کو تھائی میں جالیا۔
 "کیسے مزان ہیں؟"
 "نوازش۔ دماغ میں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولے۔
 "ہاں۔ ہماری دعا میں سب تمہیں نکلتی ہیں، ہمیں
 نہیں۔"
 "کیوں؟"
 "اس زبان کھس گئی ہے تمہیں مانتے ہوئے نہ جانے
 کیوں بولتا ہوں نہیں۔" نور نے۔
 "اے کتنا ہے ساتھ دو ابھی ضروری ہوتی ہے۔" افغان نے
 شرارت سے انداز میں کہا اور پھر اس کے بعد وہ کچھ نہ بولی
 سکی۔ میں نے یہی باتیں کیں لیکن اس سے کوئی جواب
 ہی نہیں بنا پاتا۔
 "اچھا افغان! اب ضروری اطلاع ہے۔"
 "جی۔" وہ آہستہ سے بولے۔
 "کل آپ دفتر تشریف لے آئیں۔"
 "حاضر ہو جاؤں گی۔"
 "کس وقت؟"
 "جب آپ حکم دیں۔"
 "تو آپ کو حکم دیا جاتا ہے کہ کل ٹھیک چار بجے دفتر پہنچ
 جائیں اور اگر کمر میں کتا ہو تو رات تک کے لیے کہیں۔
 رات کے نو بجے تک۔ آپ کو بقیہ واپس پہنچا دیا جائے گا۔"

"تھیں ہونگی!" افغان نے کہا۔
 "شکر! لیکن تم نے یہ نہیں پوچھا کہ کیوں کیا کر رہے ہے؟"
 "کہاں جاتا ہے؟"
 "ہرگز نہیں پوچھوں گی۔" افغان نے کہا۔
 "کیوں؟"
 "بس نہیں پوچھوں گی۔ خود شرمندہ نہیں ہو جاؤں گی۔
 حکم آپ دے رہے ہیں اس کے بعد پوچھنے کی کیا گنجائش
 ہے۔ بس ٹھیک ہے۔ جو آپ کا حکم!"
 "میں تمہارے غلوں تمہارے یقین کا تمہیں کوئی صلہ
 نہیں دے سکتا افغان۔" میں نے اچانک سنجیدہ ہو کر کہا۔
 درحقیقت اس کے بے پناہ افسانہ مرزا دل بھر گیا تھا۔
 "وہے سنتے ہیں۔" افغان کے انداز میں شرارت ابھر
 آئی۔
 "کس طرح؟"
 "چنانچہ پورا اعتماد دے کر۔" اس نے جواب دیا۔
 "خدا کی قسم افغان۔ میں۔ میں۔" مجھ سے جملہ پورا نہ
 نہ۔
 "مجھے یقین ہے سائیم صاحب!" افغان نے میرا ہاتھ
 پکڑتے ہوئے کہا "آئیے بیٹھیں۔" اور ہم باغ کے ایک
 گوشے میں بیٹھ گئے "آپ ایسے کیوں ہو گئے؟" افغان نے
 بار بار پوچھا۔
 "بس اب ٹھیک ہوں۔"
 "خدا کا شکر ہے۔" افغان نے کہا۔ میں خود ہی دیر
 تک خود کو سنبھال رہا تھا پھر بولا۔
 "تم نے نذرانہ کو دیکھا ہے افغان؟"
 "نذرانہ کیوں؟"
 "میرا خیال ہے میں نے اس کے بارے میں بتایا تھا
 ملاقات بھی کرانی تھی۔ وہ لڑکی جو میری پرستار اسستنت
 ہے۔"
 "ہاں۔ یاد آگئی۔ پیاری سی لڑکی ہے۔"
 "اس کی سفارش جہشید نے کی تھی۔"
 "اوہ۔ یہ ٹی اطلاع ہے۔"
 "ایک اور بھی اطلاع ہے۔"
 "وہ کیا؟"
 "جہشید نہیں ہے جو خود کو ظاہر کرتا تھا۔"
 "کیا مطلب؟"
 "وہ ایک ذہین ترین نوجوان ہے۔ مجھے معاف کرنا
 دراصل تمہارے ماموں نانا آدمی ہیں۔ وہ اسے ہمیشہ غلط
 کتا بیات پبلیکیشنز

لائوں پر ڈالنے کی کوشش کرتے رہے اور خد میں جھید وہ
 بن گیا اور نظر آتا تھا۔
 "نہ اکی چاہ۔ تو کیا وہ اس قدر احمق نہیں ہیں جتنا خود کو
 ظاہر کرتے تھے؟"
 "بالکل احمق نہیں ہے، بلکہ ایک اعلیٰ ذہانت کا مالک
 نوجوان ہے۔"
 "ان کی بدلتا ہوئی شکل دیکھ کر میں تو حیران رہ گئی
 ہوں۔"
 "اسے یہاں اس لیے بھیجا گیا تھا کہ وہ اپنی افشاں کو شیشے
 میں اتار کر ان سے شادی کرے اور اس طرح خور صاحب
 کی بے پناہ دولت کا مالک بن جائے۔ اسے افشاں سے کوئی
 کد نہیں تھی لیکن وہ اپنے باپ کی ہوس پوری نہیں کرنا
 چاہتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ممکن ہے پہلی جان کی محبت عود
 آئے اس لیے اس نے ایسا حلیہ بنایا اور ایسے حالات پیدا
 کر دیے کہ اسے کسی شریف آدمی کو قبول کرنا ناممکن ہو جائے
 اور وہی ہوا۔"
 "اور! افشاں نے جت تے کہا؟" یہ ساری باتیں آپ
 کو جھید بھائی نے بتائی ہیں۔"
 "خود سے نہیں جانتیں، پوچھی گئی ہیں۔" اس نے
 جواب دیا۔
 "تب تو وہ اچھے انسان ہیں۔ میرے دل میں ان کی
 عزت بڑھ گئی۔" افشاں نے کہا۔
 "ہاں افشاں! واقعی وہ عمرہ انسان ہے۔ خیر تو بات ان
 عذرا کی ہو رہی تھی۔"
 "ہاں!"
 "جھید میں اور ان میں کچھ گڑ بڑ پائی جاتی ہے۔"
 "ایمان سے!" افشاں بڑے پیار سے انداز میں بولی۔
 "ہاں مجھے یقین ہے۔"
 "اور! ہم نے غور سے اس بے چاری لڑکی کو دیکھا ہی
 نہیں تھا۔ اب دیکھوں گی لیکن صائم صاحب! اگر ایسی کوئی
 بات ہے بھی تو میرا خیال ہے یہ نیل مشکل سے منڈھے
 چڑھے گی۔"
 "کیوں؟"
 "ہاں جان کا لالچ۔ وہ بے چاری ملازم پیشہ لڑکی
 ہے۔"
 "تم ہی اب نہیں ہے۔"
 "کیا مطلب؟"
 "اب وہ دو بھائیوں کی بہن ہے۔ ایک کا نام صائم ہے

اور دوسرے کا عادل اور یہ دونوں کافی مال دار ہیں۔" میں
 نے کہا اور افشاں عقیدت سے مجھے دیکھنے لگی پھر مڑا رہے
 میں بولی۔
 "ہاں۔ خدا کا احسان ہے وہ بے حد مال دار ہیں۔
 قدرت نے انہیں وسیع دلوں کی دولت سے نوازا ہے۔ سچ
 مجھے تو بہت خوشی ہو رہی ہے۔ وہ بہری خوشی سمجھ لیں۔ اول تو
 یہ کہ جھید بھائی بہر حال میرے ماموں زاد بھائی ہیں۔ تھوڑی
 سی محبت تو مجھے ان سے اس حیثیت سے تھی۔ ان کی شخصیت
 میں کوئی دکھائی نہیں تھی اس لیے زیادہ سے زیادہ ان کی شخصیت
 ان کی شخصیت بھی بدل گئی ہے اور ان کی زندگی کیفیت بھی
 سامنے آگئی ہے۔"
 "بہر حال آخری بات یہ کہ کل میں نے خور صاحب کے
 لیے بلایا ہے۔ وہ سن لو۔ عذرا کے یہاں ہماری ضرورت ہے۔
 پانچویں میں 'عادل' ٹھیکید اور تمام طے ہیں۔"
 "اور! ضرور اور جھید بھائی؟"
 "سمجھا کر۔ وہ تو یہاں نہیں میں شاد رہتے ہیں۔"
 "ارے۔ اور۔" افشاں ہنس پڑی "تو نیت یہاں تک
 پہنچ گئی ہے۔"
 "ابھی تو بہت آگے تک پہنچے گی۔" میں نے مسکراتے
 ہوئے کہا۔
 "بہر حال دوسرے دن وقت مقررہ پر ہم چل پڑے۔
 جھید نے عذرا کے گھر کا پتہ بتوئی سمجھا دیا تھا۔ عطا غریب
 لوگوں کا تھا۔ ہماری کاریں عذرا کے مکان کے سامنے پہنچ
 گئیں۔ جھید دروازے پر استقبال کے لیے موجود تھا اور
 اندر عذرا اس کی بیٹیں اور اس کی باپن موجود تھیں۔ ان
 سب کے چہروں سے مسرت پھوٹی ہوئی تھی۔
 چھوٹا سا صاف ستھرا گھر تھا۔ جہاں ہمارا شاندار استقبال
 کیا گیا۔ کھانے نہایت لذت دہنے اور اس سے انہی عذرا کی
 امی کی باتیں تھیں۔ محبت کے شعلہ میں ڈوبی ہوئی، سوندھی
 سوندھی۔ بہر حال نہ صرف ہمیں بلکہ افشاں اور ٹھیکہ کو بھی
 بہت لطف آیا۔ عذرا نے ان کی اچھی خاصی دوستی ہوئی اور
 انہوں نے اسے دعوت دے دی کہ وہ اکثر ان سے ملتی رہا
 کرے۔ عذرا کے اہم سائل کی استیاض نہیں تھی۔ اسے اتنے
 اچھے سامنے مل گئے تھے، ایسے کرم فرما رہے تھے، جن کی
 محکوم ہونے کے باوجود وہ ان کی محکوم نہیں، بلکہ دوست تھی۔
 خاصی دیر سے واپسی ہوئی۔ ٹھیکہ کو اس کے گھر چھوڑ کر ہم
 واپس آگئے۔ گھر آکر ہم کافی دیر تک عذرا کے بارے میں
 گفتگو کرتے رہے۔ ہمیں وہ بہت پسند آئی تھی۔ طاہر نے

کہا۔
 "ہمیں کو جھیز میں گھر تو رہا ہی پڑے گا اس لیے عقد
 سے لکھا جائے کہ وہ ایک عہدہ سے مکان کا بندہ بہت کرے۔"
 "یقیناً!" میں نے کہا۔
 "لیکن ہم پہلے سے اسے مکان چھوڑ نہیں سکتے۔"
 "ہاں۔ بہر حال سوچیں گے اس بارے میں۔"
 "ایک اور خیال میرے ذہن میں کٹ رہا ہے۔"
 "کیا؟"
 "چاندی کی آخری رات قریب آتی جا رہی ہے۔"
 "اور! میں بھی سنجیدہ ہو گیا۔"
 "باقی پروگرام واپسی پر رہیں گے۔"
 "ہاں۔ ہاں تو ٹھیک ہے۔ جلدی کیا ہے۔" میں نے کہا۔
 دوسرے دن جھید نے شمشیر والے کام کے مکمل ہوجانے کی
 اطلاع دی۔ خریدار نمائندے کا کام ختم ہو گیا تھا۔ شمشیر کو
 اسٹاک اٹھوا کر رقم وصول کر لی گئی۔ حساب سے چھ لاکھ
 روپے جھید کے ہاتھ مخصوص کر دیے گئے جس کی اسے کوئی
 اطلاع نہیں دی گئی تھی۔
 معاملات چلتے رہے اور پھر نواب صاحب جلال الدین
 نے واپسی کے بارے میں تذکرہ کیا۔ ابھی اب جب مجھے یہاں
 آنا ہی ہے تو کچھ انتظامات کرنے کے لیے جلد جانا چاہیے۔"
 "آپ کی یہاں رہائش مجاہد کے لیے انتظامات ہو رہے
 ہیں نواب صاحب!"
 "ہاں۔ ابھی یہ تمہاری ذمہ داری ہے۔" نواب صاحب
 کی صحبت سے بولے۔
 "ایک اور بات کرنی تھی نواب صاحب! طاہر نے
 کہا۔
 "ہاں۔ ضرور۔ کیا بات ہے؟"
 "طاہر نے کہا کہ باہر جاؤ۔" طاہر نے کہا اور میرے کان
 کھڑے ہوئے۔ "طاہر نے طاہر نے ڈانٹنے والے انداز میں کہا
 اور میں ہنس پڑی۔ میں نے باہر نکل آیا لیکن بھلا میں نکلے والا
 تھا۔ راسم کی انگوٹھی میں نے قبضہ ہوا رکھا تھا چنانچہ
 دوسرے سے میں نے انگوٹھی پسٹی اور اگلے قدموں میں اندر
 چلا گیا۔ طاہر نے دو دروازہ بند کر لیا تھا۔
 "خیریت؟ بڑی رازداری برتی جا رہی ہے؟" نواب
 صاحب مسکرا کر بولے۔
 "بات ہی ایسی ہے۔"
 "کہو!"
 "نواب صاحب! میں چاہتا ہوں افشاں کی شادی صائم

سے ہو جائے۔"
 "اور! نواب صاحب سنجیدگی سے بولے۔
 "کیا آپ نے بھی اس مسئلے میں سوچا ہے؟" طاہر نے
 پوچھا۔
 "جو کچھ کہوں گا اس پر سنجیدگی سے یقین کر لو گے؟"
 نواب صاحب بولے۔
 "یقیناً!"
 "خود میرے ذہن میں بھی یہ خیال آیا تھا لیکن بہت
 نہیں پڑ سکی۔ بہر حال تمہاری حیثیت خور سے بہت بڑی
 ہے۔"
 "ایسی کوئی بات نہیں ہے نواب صاحب! طاہر نے
 کہا "بہر حال جب آپ اس بارے میں کو شش کریں۔ میں
 صرف ایک بات کہہ سکتا ہوں۔ یہ کام ضرور ہونا چاہیے۔"
 "اور۔" میرا خیال سے مشکل تو نہیں ہو گا۔ خور کے لیے
 اس سے زیادہ خوشی کی بات کون سی ہو سکتی ہے؟"
 "تو پھر کب ابتدا کر رہے ہیں؟"
 "میرا خیال ہے اس میں دیر مناسب نہیں ہے۔"
 "یقیناً!"
 "پھر کل شام کو میں تمہارے ساتھ ہی چلوں گا۔ یوں تو
 خور کو بھی طلب کیا گیا ہو گا لیکن میرا خیال ہے یہ بات اس
 کے گھر ہی مناسب رہے گی۔"
 "بالکل ٹھیک۔" طاہر نے جواب دیا اور وہ دوسری
 مہنگو کرنے لگا۔ میں نے خاموشی سے کھٹک آنے میں
 غایت سنجیدگی۔ طاہر کو شمشیر بھی ہوسکتا تھا۔ تھوڑی دیر کے
 بعد طاہر میرے کمرے میں آگیا۔ میں ایک آرام کر رہی تھی
 دراز تھا۔
 "بات ہو گئی شریف آدمی!"
 "کیا ہوئی؟" میں نے وہ دے اشتیاق کا اظہار کیا۔
 "میں کل خور صاحب سے گفتگو ہوئی۔"
 "اور! خود نواب صاحب کا خیال کیا ہے؟"
 "میں وہی۔ چاہتے تو وہ بھی یہی تھے لیکن بہت نہیں
 پڑ سکی۔"
 "ہوں۔ عذرا کی طاہر۔ میرے خیال میں یہ مناسب
 قدم ہے۔"
 "خوش ہو؟"
 "ہاں۔ لیکن ایک درخواست ہے۔"
 "عرض کرو!" طاہر شاعرانہ انداز سے بولا۔
 "کل میں بھی ساتھ چلوں گا۔ میرا مطلب ہے راسم کی

کتابیات بلیک کیتھر
 241
 طاہر نے
 240
 کتابیات بلیک کیتھر

انگوٹھی پہن کر۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "کھانا حرج ہے؟" طاہرات شرفانہ انداز میں بولا اور میں نے اسے سمجھ لیا۔
 دو سراؤں نے دھچپ دیں کا حال تھا۔ ہم دفتر پہنچے تو تصدق نے بتایا کہ دوبارہ شمشیر کا فون آچکا ہے۔ اس نے دونوں بار آپ کے بارے میں پوچھا تھا۔
 "دیر کی گزلی۔ اسے احساس ہو گیا؟"
 "ایسا ہی لگتا ہے۔"
 "اور کچھ کہا تھا؟"
 "میں آخر میں کہا تھا کہ جب ہم آجائیں تو اسے اطلاع کرو دی جائے۔ اس نے اپنا فون نمبر دے دیا ہے۔"
 طاہرات نے میری طرف رخ کر کے آنکھ دبا دی "اب منہ بگو کرو۔ جنگل کے شیر تھے۔"
 "وہ اتنی خوف محسوس ہو رہا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں نے تصدق سے کہا "ٹھیک ہے تصدق شمشیر کو اطلاع دو کہ ہم آگئے ہیں۔"
 "بستر چاہئے!" تصدق نے کہا اور چلا گیا۔ تقریباً تین چار منٹ کے بعد اس نے ہم سے رابطہ قائم کیا۔ آخر کار ہم اس نے کہا "میں نے شمشیر کو رنگ کر کے اطلاع دے دی۔" "جانتا ہے۔"
 "ہوں۔ کیا کیا؟"
 "کچھ نہیں۔ فون رکھ دیا۔"
 "اور ٹھیک ہے تصدق! وہ آئے تو اسے احترام سے ہمارے پاس لے آیا جائے۔" میں نے کہا اور آخر کار کام کی تیل آف کر دی۔ طاہرات دلچسپی سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔
 "کیا اس کے آنے کے امکانات ہیں؟"
 "بہت جلد۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور میرا خیال بہر حال غلط نہیں تھا۔ تقریباً دس منٹ کے بعد شمشیر کی آمد کی اطلاع ملی اور ہم نے اسے اندر بلا لیا۔ شمشیر ایک قیمتی سوٹ میں لپوس تھا۔ اس کے چہرے پر وحشت چھائی ہوئی تھی، ہونٹ جھنجھکے ہوئے تھے۔
 "ہیلو شمشیر! آؤ بھئی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 لیکن اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہ آئی بلکہ آنکھوں میں ایک خون خوار چمک پیدا ہو گئی۔
 "میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔
 "ضرور۔" شمشیر ویسے تم نے صانع کی کوشش نہیں کی اور یہ بات اس کا انکار ہے کہ تم دوستانہ ماحول میں گفتگو کرنے نہیں آتے ہو۔"

"دوستانہ!" وہ ہر چند سے بولا "حالات دوستانہ ہی تو ہیں۔"
 "خیر پھر بھی بیوقوف۔ ہمارے دروازے پر آئے ہو۔" میں نے بھی حقاقت سے کہا۔
 "شکریہ!" شمشیر بڑبڑایا۔
 "ہاں۔ شروع ہو جاؤ۔ کیا بات ہے؟" میں نے بھنویں اٹھا کر پوچھا اور شمشیر ٹھٹھا کر دیا۔ طاہرات کے چہرے پر البتہ بڑی پرسکون کیفیت خاری ہو گئی تھی جسے اندازت وہ مطمئن ہو۔
 "یہ اب کیا ہو رہا ہے؟" شمشیر غرایا۔
 "کہاں؟"
 "کارپٹ سینئر کیا ہے؟"
 "تمہاری قتل میں کچھ نہیں آتا؟"
 "کیا مطلب؟"
 "یہ قاتلوں کا بستر برا مرکز ہے اور بین الاقوامی بیانات پر قاتلوں کی قیادت کرتا ہے۔ آگے بڑھو۔"
 "لیکن میں سمجھتا ہوں یہ سب۔ یہ سب میرے مقابلے پر کیا کیا ہے۔" شمشیر نے کہا۔
 "تمہارے مقابلے پر؟" میں نے پرا "درب! بہر حال خوش فہمیاں زندہ رکھتی ہیں۔ روز تمہاری ہتھیاری دکان کا کارپٹ سینئر کیا مقابلہ پھر بھی اگر تم یہ سمجھتے ہو تو مقابلہ کرو۔ مردوں کو بہت نہیں چھوڑنی چاہیے۔"
 "جو بیوقوف ہو رہا ہے وہ ناقابلِ برداشت ہے۔ اوسے اب جو ہو گا اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہوگی۔" شمشیر نے اسی انداز میں کہا۔
 "اس کی وضاحت بھی کرو۔ دراصل تمہاری گفتگو اور تحریک میں ہوتی ہے۔" میں نے کہا۔
 "میں میں بھی اطلاع دینے آیا تھا۔" شمشیر نے کرسی سرکائی۔
 "اور" شمشیر میری جانب۔ میرا خیال ہے تم سادہ پانی پینا پسند کرو گے۔ ویسے اخراج کا شکر ہے اور اس کے عوض ایک ہندوستان مشورہ نوٹ کرتے جاؤ۔"
 "وہ کیا ہے؟" شمشیر نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔
 "یہودی بچوں اور دنیا سے اٹکا گئے دو تو دو سری بات ہے۔ روز ایک غلامانہ مشورہ ہے کہ اپنی معمولی سی ریاست فروخت کر کے کوئی چھوٹی موٹی پرچون کی دکان کھول لو۔ ہیٹ بھرتا رہے گا۔ کارپٹ سینئر سے مقابلہ کا اور ہمارے خلاف کچھ کرنے کا فور تو ان سے اکل دو" اور کوئی ایسی کوشش کی تو

جوانی کا ردوائی جیسی ہوگی اسے دیکھ لیا۔
 "تم بھی لکھو! تمہیں کتوں کی طرح سڑکوں پر بھونکنے پر مجبور نہ کر دیا تو شمشیر نام نہیں۔" شمشیر نے خوفناک انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔
 "نام تو اب بھی تمہارا غلام ہے میری جان۔ ایک مشورہ میرا بھی ہے۔ تم اپنا نام شمشیر سے بدل کر کل اندام رکھ لو اور کہیں گئے جہانے کا کاروبار کرو۔ شمشیر جیسا نام تمہارے ساتھ ایسا ہی لگتا ہے جیسے کسی مداری نے ہندو کے ہاتھ میں ہندو دے کر اسے سیدھا کھڑا ہونے پر مجبور کر دیا۔ لیکن لیکن دم ٹھنکی رہتی ہے۔ اسے ہاں۔ دم تو ٹھنکی ہی رہتی ہے۔" طاہرات نے قہقہے لگانے لگا اور شمشیر جھٹاٹ میں ہیر پھٹتا ہوا باہر نکل گیا۔ ہم کافی دیر تک قہقہے لگتے رہے۔
 پھر ہیشہ کی آمد پر یہ سلسلہ ختم ہوا۔ جیشید مسکراتا ہوا اندر آیا۔
 "آؤ بھئی جی دارنگ! کیا حال ہے تمہارے کشتہ ستم کا؟"
 "جی؟" جیشید ہلکا کر بولا۔
 "میری مراد شمشیر سے ہے۔"
 "اور" آج ابھی تک اس کے بارے میں رپورٹ نہیں موصول ہوئی۔"
 "کیا مطلب؟"
 "مجھے اس کی روزانہ رپورٹ ملتی ہے۔ میرا ایک آدمی اس کے بالکل قریب ہے۔"
 "اوسے؟" ہم دونوں چونک پڑے۔
 "ہاں! یہ ضروری تھا۔"
 "یہ تو قیامت کا انسان ہے جیشید! کون ہے وہ؟"
 "بہارنش۔ اس کی پرسنل سیکرٹری۔ موسیقی کی ریپڈ ریسپانڈر۔ اس کا ہم کو مکیا۔ وہ میری ڈائری سے باہر کرتی تھی۔ آج کل صرف فون سے کام چلا رہا ہوں۔"
 "خدا کی قسم! تمہارے ہمارے اس امریکن بد معاش کو؟ کیا کیا جکر چلائے ہو؟" میں نے اس نے ہمارے شمشیر کے خلاف اب تو اس بے چارے پر ترس آنے لگا ہے۔"
 جیشید ہنستا رہا پھر اس نے کہا "بہر حال اسے یہ اطلاع تو ملی چکی ہے کہ اس کا سودا کیمنٹل ہو گیا ہے۔"
 "جیسی آیا تھا۔"
 "آیا تھا؟" جیشید چونک کر بولا۔
 "ہاں! ابھی اٹھ کر گیا ہے۔"
 "وہی گڈ! کیا کر رہا تھا؟" جیشید نے دلچسپی سے پوچھا۔

اور ہم نے اسے تفصیل بتادی۔ جیشید بھی اس کی محنتوں کا کافی محظوظ ہوا۔ کافی دیر تک ہم اس پر تبصرہ کرتے رہے اور پھر جیشید اجازت لے کر چلا گیا۔ ہم لوگ دوسرے موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ مجھے شام ہونے کا بے چینی سے انتظار تھا۔
 بالآخر خد خدا کا رکے وقت گزرا۔ واپسی میں ہم ایک سی کار میں آئے تھے "میرا خیال ہے نواب جلال الدین کو بھی اندازہ نہیں ہوتا چاہیے کہ تم ساتھ ہو۔"
 "ارے انہیں کیسے ہوگا؟ ظاہر ہے۔"
 "گھر چل کر پہلے خور صاحب کو فون کریں گے۔"
 "میں بھی کی گئے والا تھا۔" میں نے کہا اور خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر ہم کو بھی پہنچ گئے۔ نواب جلال الدین شہید انسان تھے۔ حالات مارل تھے لیکن وہ ملنے کے لیے تیار تھے اور پھر انہوں نے خور صاحب کو فون کر کے ان کی موجودگی کے بارے میں معلوم کیا اور ان سے کہہ دیا کہ انتظار کریں وہ آ رہے ہیں۔
 اور پھر وہ اور طاہرات چل پڑے۔ ذرا نیچے خود طاہرات کر رہا تھا اور نواب صاحب اس کے برابر بیٹھے تھے۔ چنانچہ پہیلی سیٹ میرے لیے خالی تھی اور میں اس پر اپنا سامان رکھ کے بیٹھا تھا۔ ٹھوڑی دیر کے بعد "خور صاحب کی کوٹھی میں پہنچ گئے خور صاحب ہی ہمارے منتظر تھے۔ انہوں نے پورج میں ہی ہمارا استقبال کیا۔
 "اوسے خیریت؟ باہر کیسے مٹل رہے ہو؟" نواب صاحب نے پوچھا۔
 "نہ جانے کیوں آپ کے فون کے بعد میں غلطان میں جتا ہو گیا؟"
 "کیوں! ایسی کیا غامض بات تھی میرے فون میں؟"
 "میں کچھ اجنبیت محسوس کی پھر انوکھا بن گیا۔"
 "بہت خوب!" نواب صاحب مسکراتے ہوئے بولے۔
 "بہر حال انوکھا بن ضرور ہے مگر غارتو شہزادہ نہیں۔ آؤ۔ بیٹھیں گے لیکن ایسی جگہ جہاں دوسرے اثاثے نہ کریں۔"
 "اور" نواب صاحب نے بتا "انہیں سب بچکے! انہیں مسکرائے۔"
 "ہاں غامض بات تو ضرور ہے۔" نواب صاحب نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اور ہم ایک طرف چل پڑے۔ میں خود کو اس لیے شامل کر رہا ہوں کہ میں ان لوگوں سے دور نہیں تھا اور بے آواز ان کے پیچھے چل رہا تھا۔ بالآخر خور صاحب ایک کمرے میں پہنچ گئے۔ یہ ان کی مخصوص نشست تھا۔

اکر اچھا۔ خوب صورت کرسیوں پر سب بیٹھ گئے۔ میں ان کے نزدیک بیٹھنے کی ہمت نہیں کر سکا تھا۔

"کیا بیٹے کے جال بھائی؟"

"ابھی کچھ نہیں۔ کیوں عادل؟" نواب صاحب نے پوچھا۔

"اے ابھی تو ضرورت نہیں محسوس ہو رہی۔" طاہوت نے جواب دیا۔

"اللہ! اب جلدی بول پڑیں جال بھائی۔ ایسی کیا بات ہے میرے لیے ناقابل برداشت ہو رہی ہے۔" تنویر صاحب بولے۔

"اوہ تنویر! میں کہہ چکا ہوں کوئی بے نشان کن بات نہیں بلکہ سرست خیز ہے۔ دیکھی ساسال ہے لیکن بھائی جال بھائی ضروری ہے۔ ان بچوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"کسی بچوں کے بارے میں؟"

"میری مراد صائم اور عادل سے ہے۔"

"میرے خیال سے کیا مراد ہے؟"

"کہے ہیں۔ دونوں؟"

"مثلاً۔ قاشی لہرا؟" تنویر صاحب نے جواب دیا۔

"سنو خوب۔ اگر ان میں سے کسی کو خواہش ہوئی۔ اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو میں اپنی سبکس کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں خوش دے دیتا۔ خدا کا احسان ہے کہ وہ احسان کے ساتھ خوش ہے۔ میں ایک بیٹی کا باپ ہو کر اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا میری مراد ہے کہ میں انہیں اتنے عزیز رکھتا ہوں۔ اب۔ عادل کی رائے سے بلکہ عادل کی خواہش ہے کہ صائم کو تم اپنی فرزندگی میں قبول کرو اور افغان کا وعدہ صائم سے کرو۔ اگر تمہارے ذہن میں وہ سراسر کوئی احساس ہو تو یوں سمجھو میں صائم کے باپ کی حیثیت سے تم سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔"

تنویر صاحب کا چہرہ خشک ہو گیا۔ وہ بہت زیادہ پریشان نظر آنے لگے۔ کئی منٹ تک وہ خاموش اور پریشان بیٹھ رہے پھر بولے۔

"جال بھائی۔ نہ اکی قسم جو کچھ کہہ رہا ہوں دل کی گھرائیوں اور غلطی سے کہہ رہا ہوں۔ آپ کو خدا کی قسم اس میں کوئی غریب تاثر نہ کریں۔ نہ کوئی جھال نارمانہ۔ میرے لیے بھی یہ دونوں ہی حیثیت رکھتے ہیں جو آپ کے لیے۔ بس ایک سچ ہے۔"

"وہ کیا؟"

"کاش یہ ان حالات میں یہ بات کہہ دیتے جب یہ مکمل کر سامنے نہیں آئے تھے۔ اب دینا سہی کی کہ تنویر ان کی حیثیت پر بیٹھ گیا۔"

"تھکانہ خیال ہے۔ ہم اپنی افغان کو کسی فقیریت کیسے بیاہ سکتے ہیں۔" ہمیں ہم چلے دامادی ضرورت تو ہوتی ہی سر نہیں مل گیا۔"

"لیکن ان لوگوں کی حیثیت گھر کے افراد کی ہی رہی ہے اور۔"

"یہ اور اچھی بات ہے۔ گھر کا لڑکا بھی تو باہر جمانے کی کیا ضرورت ہے؟" نواب جلال اللہ کی تنویر صاحب کی ایک نہ ملنے دی۔

"وہ تو فحش ہے۔ فیر خیال ہے آپ میری ذہنی غلطی کو سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے۔" تنویر صاحب نے بے بسی سے بولے۔

"دیکھو تنویر۔ کوئی اور معاملہ ہوتا۔ تو شاید میں تم پر اتفاق حق رکھتا ہوں کہ تم سے پہلے بیٹھنے بھی کوئی بات کر سکتا ہوں لیکن اس بارے میں تمہیں پورا پورا حق ہے جو فیصلہ بھی کر لیکن اس بات کو سارا مت لو جس کی کوئی حیثیت کوئی حقیقت ہے۔ ہاں تم صائم کو افغان کے لیے چودھوں ہزار دے سکتے ہو۔ اس کی ذات اس کی شخصیت پر تنقید کر کے اس رشتے کو بے انکسور کر سکتے ہو۔ یہ تمہارا حق ہے۔" نواب صاحب تنبیہ کی سے بولے اور میں دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا۔ بلاشبہ نواب جلال الدین اس کام کے لیے موڈوں ترین انسان تھے۔

"اند کی قسم یہ دونوں نوجوان میری نفاذ میں عظیم ہیں۔ بیک حیثیت عالی نسب لیکن آپ مجھے شہرہ دیں جال بھائی میں ان سے کم تر ہوں۔ اس احساس کو کہاں لے جاؤں۔"

"مجھے کچھ بولنے کی اجازت ملے گی نواب صاحب؟"

طاہوت نے مداحت کی۔

"ہاں ضرور۔"

"مجھے تنویر صاحب کے ان الفاظ سے اختلاف ہے ایک شخص کی اولاد اگر ترقی کر کے کچھ سے کچھ بن جائے تو کیا باپ اس کے سامنے احساس کسری کا شکار ہو جاتا ہے؟ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ کسی ایسی کو اپنی اولاد جتنے میں خاصی شکایت پیش آتی ہیں۔"

"اوہ۔ اوہ۔ یہ بات نہیں ہے عادل میاں۔" تنویر صاحب تڑپ کر بولے۔

"تنویر صاحب کو میرے بھائی کے رشتے پر اعتراض ہے۔ وہ اسے قبول نہیں کر سکتے۔" نوب صاحب! ہم انہیں احساس کسری کا شکار نہ ہونے دیں گے۔ آپ لوگوں کی محبت کے سارے ہم لوگوں نے یہاں ایک گھر بنایا تھا۔ ہم نے آپ ہی کے پیار کے سارے یہاں اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ جب ہمیں پیار کی اس روشنی میں چھو تاویک دے بغیر آ رہے ہیں تو پھر یہ غمیری ہمارے لیے انتہی ہو گیا۔ ہم ایک ہفتے کے اندر اندر یہ شرم بھوڑ دیں گے نواب صاحب۔" طاہوت اٹھ کھڑا ہوا۔

نواب صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ تنویر صاحب تڑپ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

"عادل! عادل! بیٹے شاید مجھ سے محبت ہو چکی۔ مجھے معاف کر دو۔ بخدا! اب تمہارے بغیر اس شرم میں دل بھی نہیں لگے گا۔ خود کو ہم سے اس قدر دور کیوں سمجھ رہے ہو؟"

"اس دور کی کا احساس دلایا جا رہا ہے۔" طاہوت نے کہا۔

"اور عادل کی بات بھری لکیر ہوتی ہے۔"

"میں افغان کو ان کی کینہ نہانے کو تیار ہوں۔ اس کے بعد انہیں اختیار ہو گا۔"

"وہ میری بہن ہے اور ہمیں بھائیوں کی کینہیں نہیں ہوتیں۔ میں اس سے ایک اور رشتہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔

ہم سے تو اس میں میری مدد کریں۔"

"پھر بیٹے تمہیں اختیار ہے۔" تنویر صاحب نے ہتھیار ڈال دیے اور نواب صاحب خوشی سے کھڑے ہو گئے۔

"میں یہ رشتہ منظور ہے؟"

"اس الجھن کو ذہن سے نکال دو۔" نواب صاحب خوشی سے قاف ہو گئے ہمارے تھے۔

"ناب! آپ کی تنویر صاحب جیسے انداز میں بولے۔"

"چلو بیٹے! عامانہ جارک۔" نواب صاحب نے کہا اور میں خوشی سے بے قابو ہو کر پھر میں وہاں روکنے والا کہاں تھا۔ افغان کو حقائق کی ضرورت نہیں پیش آتی۔ اپنے کمرے میں موجود تھیں۔ میں نے اتنی بھی آثار گریب میں ڈال دی۔ اور اس کے کمرے کے دوواز پر دستک دی۔

"آجاکو۔ درد اڑھ کھائی ہے۔" افغان کی تواضعی دی اور میں اندر داخل ہو گیا۔ مجھے دیکھ کر افغان اچھل پڑی۔ اس کے چہرے پر خوشی کے تاثرات پھیل گئے۔ ارے آپ۔ اچانک؟"

"جی ہاں۔"

"آئیے! افغان کھڑی ہو گئی۔ اس نے میرے لیے کرسی کھسکا لی اور میں بیٹھ گیا۔"

"تساہی؟" افغان نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔" میں نے جواب دیا "تم میرے ساتھ ہو۔"

"یقیناً انکر عادل بھائی نہیں آئے؟"

"نواب صاحب بھی آئے ہیں۔"

"کہاں ہیں؟"

"تنویر صاحب کے کمرے میں۔"

"اوہ! اچانک آئے آپ لوگ۔ فون ہی کر لیا۔ تو آ۔"

"کیا کرتے ہیں آپ؟"

"انتظار! افغان دل آویز انداز میں مسکرائی۔

"دونوں حضرات ہمارے درمیان سے یہی الجھن دور کرنے آئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" افغان کے چہرے پر سسنی پھیل گئی۔

"اور میرا خیال ہے اس میں کامیاب بھی ہو گئے ہیں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"صائم۔ پلیز میرے ہاتھ پاؤں پھول رہے ہیں پلیز۔"

افغان بذراصل ہی ہو گئی۔ اس کی کیفیت عجیب ہو گئی تھی۔ میں نے اسے تنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور ان لوگوں کی آمد کا وعدہ اور تنویر صاحب سے گفتگو کی تفصیل بتادی۔ افغان کا چہرہ بھائی ہو گیا تھا۔ اس کی گردن جھک گئی تھی اور وہ کمری گھڑی سانس لینے لگی تھی۔

"کیا بات ہے افغان؟" میں اس کے قریب پہن گیا۔

"کچھ نہیں کچھ نہیں صائم!"

"خوش ہو؟"

"یہ کیوں پوچھ رہے ہیں؟" مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں؟" افغان ہستہ سے بولی۔

"پھر کس سے پوچھوں؟"

"نہوت۔" افغان نے آنکھیں بند کر لیں پھر کانی دیر تک ہم تاثر میں ڈوب رہے پھر افغان چوکی اور حیرانی سے میری طرف دیکھنے لگی۔

"کیوں؟" میں نے اس کے بدلے ہوئے انداز پر چونک کر پوچھا۔

"آپ اس گفتگو میں کہاں سے شریک ہو گئے؟"

"چمپ کرسی تھی۔ کسی کو میرے آنے کی اطلاع نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ تو مجھ کو مجرا اب آپ جائیں۔ دیکھیے برائے
 نہیں۔ پہلے دو سری بات تھی۔ پہلے میں دوسروں پر ظاہر کرنا
 چاہتی تھی کہ وہ آپ کے بارے میں سوچ لیں، میرے لیے
 آپ کی حیثیت سمجھ لیں۔ اب انہوں نے سمجھ لیا ہے۔
 اب۔ اب۔ اب۔ اب مجھے شرم آئے گی۔"
 "یہ گڑبگڑ ٹھیک نہیں ہے افشاں۔ میں تم سے ملوں گا
 ضرور۔" میں نے کہا۔

"ہاں! ہاں! اس کے لیے کون سا رخ کر رہا ہے لیکن۔
 اب جب چوب چوب کر۔" افشاں نے شرمیلیں انداز میں کہا۔
 "پھر کب؟ کس وقت؟"
 "دفتر آؤں گی۔" افشاں نے جواب دیا۔
 "کس وقت؟"

"دو بجے برائے کر کے۔" چلیز۔ اب جائے۔" افشاں
 نے میرا ہاتھ چمکڑا کر کہا اور پھر اس نے میری انگلیاں چوم لیں
 اور میں خوش و خرم باہر نکل آیا، لیکن اب راتے ہی میں نے
 انگوٹھی پہن لی تھی۔

جسید نے اپنی کارروائیاں تیز کر دی تھیں۔ تصدیق اور
 وہ مل کر قیامت ڈھا رہے تھے۔ دنیا کے بہت سے ممالک سے
 قاتلین ورتہ کیے جا رہے تھے اور دنیا کے بہت سے ممالک کو
 برآمد کیے جا رہے تھے۔ اس کے علاوہ ملک بھر میں خریداروں
 کا ہال بچھا دیا گیا تھا جو ہر اس جگہ سے رابطہ قائم کیے ہوئے
 تھے جہاں قاتلین تیار ہو رہے تھے اور عمدہ قیمت پر فوراً مال
 خرید لیتے۔ شمشیر کی طرف سے ابھی تک کوئی کارروائی نہیں
 ہوئی تھی لیکن جسید کا باسوس کام کر رہا تھا اور صرف یہ
 اطلاع تھی کہ شمشیر ذہنی طور پر دہرا لیا ہوا تھا۔

خلاوت وقت، قمر پر چڑھا گیا تھا لیکن واپس آیا تو کسی
 قدر پریشان تھا۔ میں نے اس کی شکل دیکھ کر اس سے خیریت
 پوچھی۔

"خیریت نہیں ہے یار۔" اس نے کہا۔
 "کیا بات ہے خلاوت، مجھے نہیں بتاؤ گے؟"
 "نہ بتانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میرا خیال ہے مجھے پھر
 اوپر سے رابطہ تو رہا ہے۔" گ۔

"کیوں؟"
 "آج کل والد صاحب پر میری شادی کی فکر سوار ہے۔
 اس بار ان سے خاصی گرا کر رہی ہوئی ہے۔ کسی ذہنی لڑکی کے
 بارے میں وہ غور کرنے کو تیار نہیں ہیں۔"
 "اوہ!" میں نے بھی فکر مندی سے کہا "پھر کیا کرو
 گے؟"

"اسی سوچ میں ہوں۔"
 "اگر تم اگر تم ان کی مرضی کے بغیر میاں شادی کرلو
 خلاوت تو اس کے بعد کیا رد عمل ہوگا؟" میں نے پوچھا۔
 "اس!؟" خلاوت چونک پڑا۔ وہ پر خیال انداز میں مجھے
 دیکھ رہا تھا پھر اس کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔
 آنکھوں میں کسی قدر مسکراہٹ نظر آئی اور پھر وہ بولا "یار۔
 میرا خیال ہے پوری زندگی میں تم نے ایک نہایت قیمتی بات
 کسی سے وہ بھی لے لی۔"

"یہی؟"
 "دراصل میں اس بات سے غلامی تھا۔ اب ان کی
 نڈاؤں سے چھپنا مشکل تھا۔ پہلے تو ہم چھپ رہے تھے
 تھے اب یہاں سے کہیں جانا مشکل ہے۔"

"یقیناً پھر؟"
 "تمہارے اس خیال نے میرے ذہن میں ایک اور
 خیال پیدا کر دیا ہے اور یہ خیال نہایت شاندار ہے۔
 شکلیہ کو اپنا لیں اور آئندہ ماہ جوں تو شکلیہ کو یوپی کی
 سے اپنے ساتھ لے جاؤں۔ اگر اس حیثیت سے وہ لوگ
 اسے قبول کر لیں تو ٹھیک ہے ورنہ پھر ان سے علیحدگی اختیار
 کر لیں جائے۔"

"اوہ! یہ خیال آیا ہے تمہارے ذہن میں؟"
 "ہاں!"
 "سوچ لو خلاوت! اگر ان کا رد عمل ختم ہوا تو؟"
 "ہو چکا ہے۔" وہ یار! رات نہیں کو چھوڑنا خود کشی کے
 مترادف ہو گا۔"

"ٹھیک ہے میری جان۔ پھر رسم اللہ کرو۔"
 "کیوں نہ تباری اور تمہاری شادیاں ساتھ ہی ہوں۔"
 خلاوت نے کہا۔
 "اب تم نہیں شراب رہے دو تو میں کیا شرابوں۔ ٹھیک
 ہے۔"

"تب پھر یار! اس مسئلے میں بھی نواب صاحب سے ہی
 بات کرو۔" خلاوت نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی لیکن میں
 نے نواب صاحب سے متشکو کرتے ہوئے کچھ اور بھی
 کارنامے انجام دیے۔ ایک رات میں نے انہیں ان کے
 کمرے میں جا لیا۔

"مجن پھر آپ کو زحمت دینے حاضر ہوا ہوں۔"
 "ہاں ہاں بیٹے کیا بات ہے کہو۔ ویسے میں بھی تم لوگوں
 سے متشکو کرنے والا تھا۔"
 "جی پہلے آپ فرمادیں۔"

"میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ میں جانا چاہتا تھا۔ میں
 چاہتا ہوں کہ تمہاری شادی سے پہلے خاص دل لگاؤں تاکہ
 میاں اپنا کرنا کر لیں جن سے تمہاری خوشی میں حصہ لے
 سکیں۔"

"نہ تو کسی حد تک نہیں نواب صاحب۔"
 "اوہ۔ کیوں؟"
 "ہمارے سرپرست تو آپ ہی ہیں اور سرپرست کا میاں
 ہونا ضروری ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں کہیں بھی رہوں، ہر
 جگہ تمہارا سرپرست ہوں۔"
 "میرا کیا خواہش تھی۔" میں نے کہا۔
 "سر! آنکھوں پر۔ میں کب انکار کر سکتا ہوں۔" نواب
 صاحب شفقت سے بولے۔

"میں آپ کی شفقت پر باز کرتا ہوں نواب صاحب۔
 ایک اور مسئلہ درپیش ہے۔"
 "ہاں! ہاں! گو۔ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟"
 "شکلیہ عادل کی پسند ہے، وہ اس سے شادی کرنا چاہتا
 ہے۔"

"اوہ! خدا کی قسم! سختی خوشیاں میمنوں۔ ہے مد
 دلچسپ نہایت حیرت انگیز۔ وہ بیٹیاں ہم نکل، وہ شوہر ہم
 نکل! ایک دوپہ نہیں ہے لوگوں کے لیے۔" نواب صاحب
 بہت سے بولے۔

"یہ بھی آپ ہی کو کرنا ہے۔"
 "میاں! کوئی کہنے کی بات ہے۔ بلکہ میرا خیال ہے
 وہ تو شادیوں تک وقت نہیں اور شوہر کے ہاں سے ہوں۔"
 "کیوں؟" میں۔ "میں نے اشارہ کیا۔"
 "اور اشارہ کیا؟" میرا جواب تھا۔
 "نواب صاحب! حذر!"

"ارے! نواب صاحب! اچھل پڑے۔"
 "جی۔"

"مگر یہ عذر! انہوں نے؟ انہوں نے حتمی رائے انداز میں
 پوچھا اور میں نے پوری سہیل سے عذر کے بارے میں
 نواب صاحب کو بتایا۔ نواب صاحب حیرت اور دلچسپی سے
 سن رہے تھے پھر وہ ایک طویل سانس لے کر بولے۔
 "لیکن جسید کا مسئلہ الجھا ہوا ہے، اس کا باپ اسے
 کسی طرح قبول کرے گا۔ شوہر بھی رشتے داری کی وجہ سے یہ
 ذمہ داری شایہ قبول نہ کرے۔"

"وہ دیگر بات ہے، لیکن آپ ان سے متشکو تو ضرور

کر لیں۔ باقی ذمہ داری ہم خود قبول کر لیں گے۔"
 "ٹھیک ہے، میں بات کر دوں گا۔"
 "تو آج آپ کے لیے میں دودھ سرلایا تھا۔"
 "اسے دودھ کرکتے ہوئے! میری زندگی تو تم لوگوں میں
 شامل ہو کر اور خوشوار ہو گئی ہے۔ تم شہنشاہ نیک دل انسان ہو،
 اس کی مثال جسید اور عذرا کے مسئلے میں بھی ملتی ہے۔
 تمہاری سی نیکی مجھے بھی کرتے ہو۔ وہ یہ کہ عذرا کو میں اپنی بیٹی
 کی حیثیت سے بیاہوں گا۔"

"ہم آپ کو نہیں روکیں گے نواب صاحب۔ دیے ہم
 بھی اس کے لیے کچھ ملے کر چکے ہیں۔ شادی کے بعد جسید
 امریکا ضرور جائے گا لیکن واپس نہیں آجائے گا۔"
 "بہت خوب۔ یقیناً تم نے کوئی کمری بات سوچی ہو گی۔
 اب ایک بات اور بتا دو، اس مسئلے میں کب تک خیال
 ہے؟"

"براہ کرم اسے صرف ضرورت خیال فرمائیں۔ میں
 اس لیے شرم رہا ہوں کہ اس میں میرا معاملہ بھی شامل ہے۔
 یہ کام دس پندرہ دن میں ہو جانا چاہیے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے میاں! عذرا کے معاملے میں تمہاری
 سی! ابھی سنئے۔ بہر حال اس کے گھر نکل کر اس کے والدین کو
 راضی کر لیں گے۔ بلکہ ایک تبدیلی کیوں نہ کی جائے۔"
 "ہی؟"

"تمہارے مشورے سے۔ اس طرح تمہاری سی تفریح
 بھی بڑھ جائے گی۔ دو شادیاں ہوں، دوں کہ لوگوں کی بارات
 شوہر کے مکان پر جائے اور دوسرے دن جسید کی بارات شوہر
 کے مکان سے میاں آجائے اور ہم میاں سے عذرا کو
 رخصت کر لیں۔ جسید بہر حال شوہر کا عزیز ہے، اس کا حق بھی
 ہے۔"

"کوئی حق نہیں ہے، یہ بات آپ شوہر صاحب سے
 کر لیں۔"

"تم لوگ بھی ساتھ دو گے۔" نواب جلال الدین بولے
 اور میں نے گردن ہلا دی۔

دوسرے دن میں اور خلاوت نواب جلال الدین کے
 ساتھ شوہر صاحب کے ہاں پہنچ گئے۔ شوہر صاحب نے بڑا
 پرہوش استقبال کیا۔ ان کے چہرے کی ساری شکنیں مٹ گئی
 تھیں اور وہ بہت نشاط نظر آ رہے تھے۔

"بھئی! مجھے یہ بات بہت پسند آئی۔ کوئی بھی رواجی انداز
 نہ اختیار کیا جائے۔ جب تک شادی نہ ہو جائے معاملہ میاں
 اس لیے نکلیں گے سے آتے جاتے رہیں۔"

"تمہارا خیال تھا کوئی تکلف کیا جائے گا؟" نواب صاحب ہلے۔

"ہرگز نہیں۔ کیا جاتا تو مجھے افسوس ہوتا۔" تو میر صاحب ہلے۔

"کچھ ضروری اور سچے۔" نواب صاحب ہلے۔

"ارشاد؟"

"شاہی کی بات سننے کرنی ہے۔"

"آپ پر کھڑے۔" تو میر صاحب ہلے۔

"بات تین تین شاہیوں کی ہے سوچ لو۔ اگر میں پندرہ دن کا وقت رکھ دوں تو؟"

"پندرہ دن میں تو پندرہ شاہیاں ہو سکتی ہیں جاال بھائی۔"

"مگر یہ تین شاہیاں؟"

"ہاں بھئی۔ تو کیا تمہاری دوسری بیٹی نکاح یونی نہیں رہتی؟"

"ہرگز نہیں۔" تو میر صاحب غلوں سے ہلے۔

"میں بھی اپنے دونوں بیٹوں صاحب اور جاال کے فرض سے بہت دلچسپی ہوتا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ میری ایک بیٹی بھی ہے اس کی شاہی بھی تم سے ملے کرنا ہے۔"

"بچی؟" تو میر صاحب حیرانی سے ہلے۔

"ہاں۔ تم اس کے لیے جیش کا رشتہ لے کر آ جاؤ۔ اب باپ ایسی باتیں نہیں کرتے لیکن نہ۔ تم بھی کیا کر لو گے۔"

"جاال بھائی! ارشد۔ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"جیش تمہاری بیوی کا جیشا ہے اس کے بارے میں کون سوچے گا؟"

"لیکن لڑکی؟"

"میری بیٹی ہے رشتہ لے کر آؤ۔ تو دیکھ بھی لیتا۔" نواب صاحب نے کہا۔

"میری تو حق پکار کر رہ گئی ہے۔"

"تب پھر اپنی بیوی سے رجوع کرو۔ بلکہ تم سے بات کرنا ہی فضول ہے۔" نواب صاحب نے کہا اور

"تو میر صاحب جلدی سے اٹھ گئے۔"

"تھوڑی دیر کے بعد بڑی ماں کمرے میں پہنچ گئیں اور نواب صاحب نے بغیر کسی تہمت کے سلسلہ شروع کر دیا۔"

"بات یہ ہے بھائی جان! اگر جیش کی بیٹی دہلی شخصیت کے تحت اس کی حیثیت ہی بدل گئی ہے اس لیے تمہارے

"کا انکشاف کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔" کو اس کے لیے میں نے

"اجازت نہیں لی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بغیر

"آگے بڑھنا ناممکن ہوگا۔ آپ کے بھائی صاحب نے جیش کو

"نواب صاحب نے کہا۔"

"جیش کی زبانی۔"

"نواب۔" بڑی ماں افسردگی سے بولیں "بھائی جان نے

"مجھے میرا اچھا نہ سچا۔ کاش میرا کوئی بھائی کسی بڑا

"حسرت تو نہ ہوتی۔ میں اس جیش کے لیے ہی کچھ کیوں کروں

"میرا اس سے کیا رشتہ؟"

"نہیں بھائی جان! اس انداز میں نہ سوچئے۔ بہر حال وہ

"آپ کا جیشا ہے۔"

"ارے تو بھائی جان کیوں خوش ہوں گے اس بات

"سے۔"

"ہم یہ ان کے لیے نہیں کر رہے ہیں یہ صرف جیش

"کے لیے کیا جا رہا ہے اور وہ اسی قاش ہے۔ وہ خود بھی اپنے

"ہاں۔"

"مگر کون سی؟"

"یہ تو آپ رشتہ لے کر آئیں گی جب پتہ چلے گا۔"

"کہاں آؤں گی؟" بڑی ماں جیش سے بولیں۔

"بھئی میرے بچوں کے گھر میرے گھر۔"

"اور آپ کھلیکیا بات کر رہے ہیں کیا؟"

"ارے تو یہ تو یہ۔ وہ میری کہاں وہ تو آپ کی بیٹی

"ہے اور اس کی شاہی تو جاال میاں کے ساتھ ہوگی۔ آپ نے

"دراصل میری دوسری بیٹی کو دیکھا ہی نہیں ہے۔"

"ایمان نہ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔"

"آپ کو تو اللہ سمجھائے گا یا پھر تو یہ بہر حال آپ کل

"رشتہ لے کر آ رہی ہیں؟"

"جو حکم بھائی صاحب۔" بڑی ماں نے کہا۔ وہ نواب

"جلال الدین کا بھہ اجازت کرتی تھیں۔"

"چلو بھئی! یہ مسئلہ بھی ملے ہوگا تو کل شام پار بیٹے

"آپ تمہارے ہاں آ رہی ہیں یہ نہ مٹائی کے؟"

"جی ہاں! حاضر و جاہل کی۔" بڑی ماں نے کہا۔

"تھیں بھئی! یہ مسئلہ بھی ملے ہوگا۔" نواب جاال

"الدین نے کہا اور پھر انہوں نے تو میر صاحب سے اجازت

"طلب کر لی۔"

"لیکن کیا جلدی ہے بھائی صاحب۔" بیٹھیں ابھی۔"

"جلدی تو ہے بھئی۔ تم نہیں سمجھو گے اجازت دو۔"

"نواب صاحب نے کہا اور پھر وہ تو میر صاحب سے اجازت

"لے کر پھر وہاں سے چل پڑے۔"

"جاال بازی تو نہیں ہو گئی؟" انہوں نے کہا۔

"نواب صاحب نے "طاوت بولا۔"

"نہیں بھئی! میں ایسا ہے۔" بچہ لڑکی کو ابھی تک میں

"نے دیکھا ہی نہیں ہے۔" میرا مطلب ہے عذرا کی والدہ وغیرہ

"تیار ہو جائیں گی؟"

"میں نے پوچھا تھا تو جواب دیا ہے جانا۔" طاوت نے

"کہا "آپ کی دنیا کے غریبوں کو ہموار دے دیتے ہیں۔ وہ

"اپنے ماکول میں ہی زندگی سے جنگ کرتے ہیں۔ جبکہ بعض

"دولت مند مزید دولت مند بننے کے لیے اپنا سب کچھ دیتے

"ہیں۔ میرا خیال ہے یہ لوگ بھی مشکل ہی سے راضی ہوں

"گئے۔"

"تمہارا خیال درست ہے بھئی! نواب جلال الدین

"نے کہا۔ لیکن یہ آپ کی دنیا کیا معنی رکھتی ہے؟"

"دراصل ہماری ریاست میں دوسرے اصول ہیں۔"

"ہمارے ہاں غریب اور امیر نہیں ہوتے۔"

"تمہاری ریاست۔ نہ جانے ات دیکھنے کی خواہش بھی

"مجھ پوری ہوگی یا نہیں۔"

"میرا خیال ہے تمہیں نواب صاحب۔"

"ہاں شاید۔"

"اور اس کی وجہ آپ سمجھتے ہیں۔ وہاں کے بعض

"اصول یہ حد احمقانہ ہیں۔ میں اس کے بارے میں آپ کو

"تفصیلات بتا چکا ہوں۔" طاوت نے بات بنائی۔

"خیر اب یہ بتا دیا گیا ہے؟"

"میرا خیال ہے عذرا کے گھر چلیں۔"

"کیوں نہ سمجھیں اور کھلیکیا سمجھنے سے لیا جائے۔"

"مناسب خیال ہے۔" طاوت جھٹ سے بول پڑا اور

"نواب صاحب مسکرائے گئے۔ بہر حال ہم گھر واپس نہیں

"سمجھیں احسان اور کھلیکیا کو تیار کر لیا گیا اور پھر ہم عذرا کے گھر

"پہنچ گئے۔"

"دن میں عذرا سے ملاقات ہوئی تھی۔ ہم نے اس کے

"گھر سے لاکوئی تک نہ گھومیں کیا تھا۔ اس لیے ہمیں اچانک

"دیر ہو گئی اور پھر خوشی سے اس کا چہرہ ہلکا

"ہو گیا۔ کمرے کے بچے نے سر تھمبے انداز میں استقبال

"وکیسے آپ بار بار مجھے بھائی صاحب کہہ کر میرے
خود کو کے زخم کو تازہ کر رہی ہیں۔ یہ لوگ میرے اوپر
منکر امیں گے۔" نواب صاحب بولے۔
"میں نہیں سمجھی۔ بھائی صاحب۔"
"بھئی میں ان کا چٹچہ قبول کر کے ہی میاں آیا ہوں۔ اگر
یہ لوگ خدائی کو بہن بنا سکتے ہیں تو کیا شاہد میری بہن نہیں
ہو سکتی۔"
اور اندر خاموشی چھا گئی۔ شاہد نواب صاحب کے
سامنے نہیں آئی تھیں اور بوسے کے پیچھے سے منتظر کر رہی
تھیں۔ سنی منت خاموشی بھائی رہی پھر شاہد کی سسکیاں سنائی
دیں۔
"آپ غالباً رو رہی ہیں بہن۔ اور میں آپ کے سر پر
ہاتھ بھی نہیں بھیر سکتا۔ آپ کو اپنے بوزمے سینے سے بھی
نہیں لگا سکتا۔"
"بھائی جان! شاہد بروے کے پیچھے سے نکلیں آئیں اور
نواب صاحب ایک قدم آگے بڑھے پھر تھک کر رک گئے۔
"میں ابھی آپ کے سر پر ہاتھ نہیں رکھوں گا بہن۔ اگر
آپ غلوں میں سے مجھے بھائی تسلیم کر کے خدا کو ماضو ناصر
جان کر اس کا اعلان کریں جب ہی میرے دل کی پاس بیٹھے
گی۔"
"اللہ آپ کو اس کا اجر دے۔ آپ نے ہم غریبوں کے
سر پر ہاتھ رکھا۔ رب العزت آپ کے سر پر رحمت کا سایہ
رکھے۔"
"آپ نے مجھے بھائی جان کی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا
ہے۔"
"میں بھائی جان۔ خدا کی قسم! اول کی ہاتھ بڑھ گیا
میں خدا کے حضور پیش ہو کر آپ کو غلوں میں دل سے
بھائی تسلیم کرتی ہوں۔" شاہد بولیں۔
"اے تو بھائی کے سینے سے کیوں نہیں لگ جاتیں، بچی
کس کی۔" نواب صاحب دونوں ہاتھ پھیلا کر بولے اور
خدائی کا شاہد نواب صاحب کے سینے سے لگ گئیں۔
"مجھے لڑکھو۔ اب میں بھی بہن والا ہوں۔" نواب
صاحب کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے تھے۔ ان کی آواز
بھرا گئی تھی۔ برادرت انکیز مقرر تھا۔ تھیں چھوٹی جان کہہ کر
ان سے لپٹ گئی۔
"یہ تساری بہتی ہے شاہد۔ اور یہ اس کا دلہنا یہ
تکلیف ہے اور یہ۔"
"ان بچوں سے تو میں مل چکی ہوں۔" شاہد نے کہا۔

"اے خدا! اپنے چلو بھی چائے بناؤ۔ ہم اندر بیٹھے
ہیں۔ تو شاہد! اور نواب صاحب نہایت اپنا بیت اندر
داخل ہو گئے۔ انہوں نے خدا کی ساری باتوں کو سینے سے
لگایا تھا۔ "چھوٹی بچیاں ہیں میری۔ شاہد بہن۔ اب کسی
سلسلے میں بھائی کا دل تو نہ توڑو گی؟"
"میں آپ کی خادوم ہوں بھائی جان!"
"جو کہوں گا مان لو گی؟"
"تھم دیں بھائی بہن۔"
"میں نے تمہیں دل و جان بہن کہا ہے شاہد۔ میرے
پیار میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ ایک بھائی ہونے کے رشتے
سے میں یہ سبے برواشت کروں کہ تم میاں رہو اور میں کہیں
اور۔"
"میں نہیں سمجھی بھائی جان۔" شاہد حیرت سے بولیں۔
"میں جس سے آئے۔ اور ابھی یہاں سے لے جاؤں گا۔"
"کہاں؟"
"جہاں میں جاؤں۔ حق رکھتا ہوں۔"
"مرا تمہیں بھائی جان۔ لیکن۔ لیکن۔"
"لیکن کی مٹی کیس ہے؟"
"میرے گھر نہیں۔ بس دنیا واسطے۔ آپ کی عیادت۔ کیا
کہوں میں کیا کروں؟" شاہد بھی بیٹھائی سے بولیں۔
"زندگی میں پہلی بار کسی کو دل سے بہن بنانا ہے۔ دل نہ
توڑو شاہد! خدا کی قسم! دل نہ توڑو۔" اور پھر اس کے بعد
خوب ڈراما ہوا۔ نواب صاحب بھی بے حد کاکیاں تھے۔
ہمارے ساتھ مل کر نواب صاحب ہو گئے تھے۔ شاہد بھی ہاتھ
بازداشت تیار ہو گئیں اور پھر انتقامات دینے میں دیر نہ
تھیں۔ راسم بیاہتم جو ہو رہا تھا۔
چنانچہ رات تک خدا اور اس کی فیلی ہزاری کو بھی میں
مغفل ہو گئی۔ سب کی سب حیران اور پریشان تھیں۔ خدا نے
ایک دم وقت بدل دیا تھا۔ خدا کے تو آسمانیں تھیں تھے۔
چھوٹی بچیاں سراسر تھیں۔ ایک ایک چیز سے سہمی گئی۔
خوف زدہ۔ کبھی خراب نہ ہو جائے۔ خدائی کی عیادت کر
جنت میں آئی تھیں لیکن سب ان کی دل دہائی میں مصروف
تھے۔ نواب صاحب نے بنے بنے گئے تھے۔ خوش چاروں
طرف پھیر رہے تھے۔ بڑی گھما گھمی ہوئی تھی۔ اور تو اور
احسان لوگوں سے بہت خوش تھا۔ کہہ رہا تھا میں نے اتنی
ساری مالیوں کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ کوئی کی روتی ہو رہا
ہو گئی تھی۔ رات کے کھانے کے بعد بڑے ہال میں مغفل
جی۔ اس میں صرف بڑے بڑے شریک تھے۔ خدا کی عیادت
مطلوٹ (3)

تکلیف وغیرہ نہیں تھیں۔ ہاں احسان شامل تھا۔ جب نواب
صاحب نے شادیوں کے ذکر پھر دہرائے۔ کہنے لگے "میں بڑا
پریشان تھا۔ اتنی اہم ذمے داریوں میں کوئی بزرگ خاتون
نہیں تھیں۔ خدا نے ہمارے کیا کیا میری بہن میاں آئی۔"
"کسی ذمے داریاں بھائی جان؟" شاہد بولیں۔
"آپ دیکھ رہی ہیں بہن! اور دیکھتے ہیں ان کی شادیوں
کرتی ہیں۔ رشتے طے ہو چکے ہیں اب بھلا میں خدا کیا کر سکتا
تھا؟"
"اے خدا! مبارک کرے۔" شاہد بیگم نے کہا۔
"صرف مبارک باد سے کام نہیں چلے گا۔ آپ سے تو
بہت ضروری گفتگو کرنی ہے۔ کیا آپ کو احساس ہے کہ شاہد
اللہ خدا بھی شادی کے قابل ہے۔"
"ہاں بھائی صاحب! احساس تو سارے زندہ ہیں لیکن
جو حالات تھے آپ کے علم میں ہیں۔"
"جی ہاں! اتنی باتیں چھوڑو۔ آن کی بات کرو۔"
"ہاں! اللہ نے آپ کا سارا داوا ہے۔"
"چنانچہ اب خدا کی شادی پندرہ دن کے اندر اندر
ہو جانی چاہیے۔"
"جی؟" شاہد بیگم حیرت سے بولیں۔
"پندرہ دن کے اندر اندر۔ سمجھیں آپ؟"
"بھائی جان! آپ کا حکم سراسر آسمانوں پر۔ لیکن کیا یہ ممکن ہے
آپ ہی بتائیں۔"
"اے بہن! ممکن ہے۔ تو بتاتے ہیں کیا۔ بس اتنی دقت
میں کا ان دنوں اپنی تمام اور مالی کی شادیوں میں۔ یوں
سمجھ لیں آپ پہلے دو براتیں پائیں گی اور دو دینیں میاں
آئیں گی پھر ایک برات آنے کی اور دینی رخصت ہو جائے
گی۔"
"میری خور بھی یہی آؤ تو بھائی صاحب۔ بن باپ کی
بچیوں کو اللہ تعالیٰ عزت سے اپنے گھر پہنچا دے تو اس کا بڑا
احسان ہو گا لیکن اتنی جلدی۔ لڑکے۔ رے میں بھی تو
نہیں سوچا۔"
"دیکھو بھئی شاہد بیگم! ہم تو ہتھیلی پر سرسوں جھاتے
ہیں۔ تو صرف ایک بات کہو۔ ہمارے اوپر اعتبار ہے؟"
"بھئی! باتیں کر رہے ہیں بھائی صاحب! اب تو خدا کے
بعد آپ پر ہی سب سے زیادہ اعتبار ہے۔"
"میں تو بات ختم ہوئی۔ ہم جانیں اور ہمارا کاہ۔ آپ
صرف دیکھیں رہیں۔"
"جو آپ کا حکم بھائی صاحب۔" شاہد بیگم نے کہا اور

ہم نے سکون کی سانس لی۔ نواب صاحب نے واقعی ہتھیلی پر
سرسوں تھالی تھی۔
○●○
دوسرے دن ناشتی کی میز پر بھی ناشتی کے بعد مغفل تھی
رہی۔ نواب صاحب نے شاہد بیگم کو بتایا کہ کونف بھی بنا
دے۔ انہوں نے اس مسئلے پر پوری تفصیل شاہد بیگم کو بتا
دی تھی کہ کیا کرنا ہے اور کس طرح کرنا ہے۔ انہوں نے
جسید کے بارے میں بھی تفصیل بتائی اور کہا۔
"دو ہرے کھانے پر میں اسے بلا رہا ہوں۔ آپ اپنی
راے سے نواز دیں اس کے بعد ہی فیصلہ ہو گا۔ اگر نڈکا آپ
کو پسند آجائے تو مجھ سے کہہ دیں۔ شام کو اس کے ماموں
مہمانی آجائیں گے۔"
"بس مجھے نواب صرف حکم دیا کہ بھائی صاحب۔ ہائی
آپ جو کچھ کریں وہ ٹھیک ہے۔" شاہد بیگم آبدیدہ ہو کر بولیں
"میری کیفیت تو کسی دورانے میں تھا کہ اس درخت کی
ماند ہے جو صدیوں سے تیر آندھیوں کی زد میں آگیا کرتا
تھا۔ دوا کے ہجرت است جھجھوڑتے تو وہ امداد طلب بچیوں
ت پر دونوں طرف دیکھتا۔ لیکن اور وہ تک کسی کو نہ پا کر سر
جھکا لیتا اور ہواؤں کے زخم۔ تاتا رہتا۔ اس کی آنکھیں بے
خوابی کا شکار تھیں۔ روتے رہتے اس نے وہ ایک بوسہ زندگی کا
ایک دم سمجھ لیا تھا پھر اسے تیر جیوں میں بھی زندہ آنے
لگی۔ اہان تیر جیوں کا مادی ہو گیا تھا ایک رات وہ سو گیا
اور نواب کمری نیند سو گیا۔ جب آنکھ کھلی تو اس پتہ پا کہ
آندھیاں آئی تھیں لیکن اب اس کے گرد مضبوط اور خادور
درختوں کا ایک جنگل موزوں ہے۔ ان سب نے ہواؤں کو اس
تک چھپنے سے روک دیا ہے۔ درخت کو اب تو کمری نیند
سوئے کی نیند ہے بھائی صاحب۔ تاکہ زندگی بھر کی ممکن
دور ہو جائے۔" شاہد بیگم چھوٹ چھوٹ کر روئیں تھیں۔
نواب صاحب بھی آبدیدہ ہو گئے تھے۔ "تھکن سونے سے
دور نہیں ہوگی شاہد بہن! اب تو یوں سمجھو۔ اس درخت کے
ادور گروہ سچے کل رہے ہیں ہمارے آدھے ہے۔ خدائی دور دوری
ہے۔ چاکو۔ چاکو رہو۔ زندگی کی مسرتوں سے لطف اندوز
ہونے کی کوشش کرو۔ نیند بھاگ جائے گی جانے کی آرزو پیدا
ہوگی۔" کئی دیر تک یہ باتوں اور اس رہا۔
خدائی کو بھی آج دیکھنا ہے۔ روک دیا گیا تھا۔ میں
اور طلوت البتہ خودی دور کے لیے گئے۔ جیسے بھی ہو جو
تھا۔ دو اور تصدیق کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ میں نے
دونوں کو طلب کر لیا۔

"خیریت بھی!"

"مگر اگر خبریں ہیں۔" بشید مسکراتا ہوا بولا۔

"خیریت۔"

"میرے جاسوس نے بتایا کہ آج رات چند افراد کارپٹ سینٹر کے گوداؤں کو آگ لگانے کی کوشش کریں گے، ان کا باقاعدہ نعرہ کیا گیا ہے۔"

"اوہ۔" میں نے دلچسپی سے کہا "تو شمشیر اب یہ کر رہا ہے۔"

"اس کی ایسی تمہیں۔" طاہر بولا۔

"ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ میرا خیال ہے پولیس کو خاموشی سے گوداؤں پر قبضہ کر دیا جائے اور رنگے ہاتھوں ان کو پکڑ لیا جائے۔ شمشیر خود بخود روکشی میں آجائے گا۔" انہی نہیں۔ ہم مشورہ کر لیں۔" میں نے کہا اور پھر میں اور طاہر اس بارے میں گفتگو کرنے لگے۔

"میرا خیال ہے شمشیر کو بالکل تیار کرنا مناسب نہیں ہے۔" البتہ اس کی ساری کوششوں کو ناکام بنا دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ وہ لوگ جو آگ لگانے آئیں گے نکل سے گانے بجائے گا۔ کاروبار کریں گے اور شمشیر کے دفتر کے سامنے ڈرو ڈال دیں گے۔ وہ گام کراتے اس کے کرتوت بتائیں گے اور کسی طور وہاں سے نہیں ہٹیں گے۔ کیوں راسم الیہ بائیس ہے؟"

"ہرگز نہیں۔" صف عمران۔ "راسم نے نمودار ہو کر کہا۔"

"میں تم پوری خوشامداری سے شمشیر کے معاملات کی نگرانی کروں۔ ہم اسے کوئی جسمانی نقصان نہیں پہنچا سکتے لیکن اس کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہونی چاہیے۔" "جو حکم آتا؟" راسم نے کہا اور غائب ہو گیا۔

"یہ ٹھیک ہے، مجھے تم سے اتفاق ہے۔" طاہر نے کہا۔

دوسرے کے کھانے پر ہم نے جیش کو تیار کر کے اپنے ساتھ لے لیا۔ بلاشبہ اعلیٰ ترقی کے سوٹ میں ملبوس بشید بے حد حسین نظر آ رہا تھا۔ شاید بیکم اسے دیکھ کر حیران رہ گئی تھیں اور پھر وہ پیار سے بولیں "ارے اپنا بی۔ بی۔ تو۔"

اور پھر خاموش دو گئیں۔ جیش کے باہر پہنچے جانے کے بعد انہوں نے ساڑھے بیس میں کہا۔

"آپ نے تو زانے بھر کی خوشیاں میری جھولی میں ڈال دیں بھائی صاحب! یقین کریں۔ میں نے کئی بار اس بچے کے بارے میں سوچا تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ اپنی غذا کے لیے بہت پسند

کتابیات پبلیکیشنز

تھا۔"

"بس اب آپ ان لوگوں کے استقبال کی تیاریاں کریں۔" ثواب صاحب نے کہا۔

وقت مقررہ پر خیر صاحب بڑی ماں کمال اور افغان کے ساتھ آگئے۔ شاید بیکم ہرجاں کسی حد تک تعلیم یافتہ خاتون تھیں۔ انہوں نے نہایت پرچاک خیر مقدم کیا تھا اور پھر نہایت سلیقے کی گفتگو دینی اور معافیات ملے ہوئے۔

گھما گھمی کے اس وقت میں شمشیر بہت سے نکل گیا تھا لیکن دوسرے دن اس کی فرم کے سامنے بجنگ لگا ہوا تھا۔ چار ڈھنگ کے قسم کے بیچرے اس کے آنسو کی عمارت کے سامنے تھرک رہتے تھے۔ وہ بے گئے انداز میں اٹے سیرھے گانے گا رہے تھے۔ شمشیر کے آدھوں نے انہیں بھگنے کی کافی کوشش کی مگر وہ بے گئے انداز میں گاتے رہے۔ وہ اپنا تیرہ جوارف بانگ رہتے تھے جو آگ لگانے کے سلسلے میں ان سے ملے کیا گیا تھا۔

"اوہ۔" طاہر نے گردن ہلائی اور ہم لوگ دیکھتے ہوئے اندر چلے گئے۔

اور پھر بڑے زبردست دن گذرے۔ تین شاہوہوں کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ ٹھیک بھی اب خیر صاحب کی کوٹھی میں چلی گئی تھی اور طاہر اس کے تیار ہونے میں اکثر اس کا ذاتی اثر آ رہا تھا اور وہ بیکم انداز میں مسکراتا تھا۔

وہ ہم نے سارے پروگرام ملے کر لیے تھے۔ افغان سے بھی گم ملاقات ہوئی تھی۔ ہماری کوٹھی میں اب سیمیں ہوا، شاید بیکم، غذا اور اس کی بھینس قیام پزیر تھیں۔ اور دن رات انتخابات میں مصروف رہتی تھیں۔ بالی سب لوگ آتے جاتے رہتے تھے۔

اور یہ شادی سے صرف چھ دن قبل کی بات ہے۔ میں اور طاہر بھی کچھ کام سے باہر گئے تھے اور ابھی واپس آئے تھے کہ تصدق اندر آگیا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

"بلا تصدق!"

"مبارک ہو جانا! تصدق نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خیریت؟"

"شمشیر کے دفتر میں تیار ہو گیا۔ اس نے کاروبار بند کر دیا۔"

"تصدق نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن نہ جانے کیوں ہمارے دلوں پر گھونٹے سے چڑے۔ ہمارے چہرے اتر گئے۔ ہم نے عجیب سی نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا

طاہر

اور پھر میں نے تصدق سے کہا۔

"ٹھیک ہے تصدق۔ جاؤ۔ ہمیں ذرا بات کرنی ہے۔" اور تصدق چلا گیا۔ اب ہم دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ طاہر کے چہرے پر بھی ناگفت تھا۔ "یہ کیا ہو گیا؟" وہ ہمیں پھنسی نواز میں بولا۔

"ہاں یاد۔ اس وقت عجیب سا لگ رہا ہے حالانکہ یہی ہوتا تھا۔"

"یہ صورت حال تو چند نہیں آئی۔" طاہر نے پشیمان لہجے میں بولا۔

"پھر اب کیا کیا جائے؟"

"سوچو۔" طاہر نے کہا۔ اسی وقت اتر کام پر تصدق کی کواڑ سنائی دی۔

"ایک خاتون ملاقات کرنا چاہتی ہیں جناب۔ برقع پوش ہیں۔" انہوں نے اور کچھ نہیں بتایا۔ بس کٹے کے لیے اصرار کر رہی تھیں۔

"کون ہو سکتا ہے؟" طاہر نے خیال انداز میں بولا۔

"وہ تصدق۔" اس نے کہا اور ہم انتظار کرنے لگے۔ برقع پوش خاتون اندر آئیں اور پھر اس نے ثواب صاحب کی کوٹھی میں چلے گئے۔ اسے پہچاننے میں وقت نہیں چلے گا۔ شمشیر کی بیوی کو افتتاح کے موقع پر بھی دیکھا تھا لیکن اس وقت سے سوچی ہوئی آنکھیں اتر آ رہی تھیں۔ کھڑے بال۔ ہمارے دل لرز گئے۔

"صرف ایک بات پوچھنے آئی ہوں بھیا!" اس نے آہستہ سے کہا۔ "بھائی! اگر بہنوں سے اس طرح ناراض ہو جایا کریں تو ہمیں کہاں فریاد کریں؟ بھائی ناراض ضرور ہوتے مگر بہنوں کے گھر تو نہیں اجازت۔"

"نیچو بہن! طاہر نے کہا۔

"میں اس کاٹھ نہیں ہوں بھیا کہ اب اس قہقہہ کر رہی ہوں۔"

"نیچو۔" طاہر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔

"میرا شوہر رخت پیار ہے۔ ہم مصائب میں گھر بیٹے ہیں۔ ہرجاں بہن کی طرف سے کامیابی کی مبارک باد قبول کریں۔ ہم اب اس گھر میں بھی نہیں رہ سکیں گے، ہمارا بالی بال قرض میں بندھ گیا ہے۔" وہ واپس گزرتی۔ ہم اسے روک بھی نہیں سکے تھے۔ پھر وہی اس نے دروازے کے باہر قدم رکھا۔ طاہر نے پوچھا۔

"میں نے عارفہ کچھ گویا۔ چوت ہو گئی۔"

"کیا کروں؟"

طاہر

"بلاؤ اس قلاباز کو۔ موجود ہے یا شادی کے سروا میں فرق پڑا ہے۔"

"ہاں۔" طاہر نے بولا اور میں نے اتر کام پر تصدق سے جیش کے بارے میں پوچھا۔

"ابھی ابھی آئے ہیں جناب۔"

"جیش۔ جلدی۔" میں نے کہا اور چند لمحات کے بعد جیش ہمارے سامنے نمودار ہوا۔ اسے ساری صورت حال بتائی گئی اور جیش بھی سوچ میں ڈوب گیا۔

"اب سوچو پھر پھر سوچو۔ کیا ہونا چاہیے۔"

"وہ اسٹاک اس نے نہ جانے کیا کیا کیا؟" وہ ہم نے اسے فروخت کیا تھا۔"

"لیکن اس کا کیا کو ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ۔ وہ تو بڑی ٹایب چیز ہے، ہم اسے منہ ماچی قیمت پر خرید سکتے ہیں اور نئے سال کے لیے اس سے تازہ رنگ کر کے اسے ایک سال کی پوری رقم ادا کر سکتے ہیں۔"

"جیش نے کہا اور میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"تھوڑی سی شہ۔ یہ کاروباری شیلان ہے۔ باجھائی! اسیں ابا بابر ہیں۔ جے۔ یہ کام تیرے کرنا ہے۔ جلدی کر۔"

"کتنے برسوں تک نہ جانے گا جناب۔" جیش نے ہنسی بھرتے ہوئے کہا اور پھر چلا گیا۔

"دلیں تمہارا رکھ دیتا ہے اس شخص نے۔ دو کم بخت معیار بن جاتا تھا۔" طاہر نے بولا اور میں ہنسنے لگا اور درحقیقت جیش کا اس مسئلے میں کوئی جواب نہیں تھا۔

دوسرے ہی دن ہم نے شمشیر کی فرم کھلے دیکھی۔ پیرا دروہے تھے۔ تیسرے دن شمشیر بھی نظر آیا۔ کافی لاغر ہو گیا تھا۔ ہرجاں کسی حد تک سکون کی سانس لیتی تھی اور پھر شادی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ اب صرف تین دن باقی رہ گئے تھے اور تخت بھاگ دوڑ کر پوری تھی۔

پھر وہ بھی آگیا۔ جب ہم دونوں اترتے۔ پھولوں سے لے کر خیر صاحب کی کوٹھی میں پہنچ گئے۔ قاضی صاحب نے مقدس آیات پڑھ کر ہماری زندگی کو دائمی سکون بخش دیا۔ افغان اور ٹھیکہ ہماری کوٹھی میں آگئے اور پھر وہاں سے چھانے کی راتیں ہیں۔ ہم آپ کو جلد عروسی میں کیوں لے جائیں۔ ساری باتیں بتانے کی تو نہیں۔ دو تیں۔ بس دو گام پتہ۔ خوب لطف اٹھائیں گے ہیں ہماری حرکتوں سے آپ۔

ہاں دوسرے دن جیش بھائی کی شادی تھی۔ قہقہہ ہنس

کتابیات پبلیکیشنز

کتابیات پبلیکیشنز

رہے تھے خوشیاں بکھری پڑی تھیں۔ اپنی شادی میں ششیر کو بھی مدعو کیا گیا تھا لیکن وہ نہیں آیا تھا۔ لیکن دوسرے دن ششیر کی بات آنے کے بعد وہ آیا۔ اس کی بیوی بھی ساتھ گئی۔

اور جب اس نے نواب صاحب اور تحویر صاحبہ سے سلام کر کے ہاتھ ایا تو ہم حیران رہ گئے۔ ایک بلا ہوا انسان نظر آ رہا تھا پھر وہ ہماری طرف بھی آیا۔

ایک بارے ہوئے انسان کا سلام قبول کریں شہزادگان! اس نے کہا۔

ہم نے بڑے تپاک سے اس سے مدد فرمائی کہ "شرمندہ ہو! اکل حاضر نہ ہو گا تھا۔ میری طرف سے دلی مبارکباد قبول کریں۔"

"بہت بہت شکریہ۔ لیکن ہمیں تمہارے پہلے الفاظ پر اعتراض ہے۔"

"جس بات پر بھی اعتراض ہے اس کے لیے مددنی چاہتا ہوں۔ اسما ہوا ہوں۔" ششیر نے کہا۔

"اسے معاف نہیں کیا جائے گا۔" طاہرات نے کہا۔

"پھر شکم دیر۔"

"نہیں۔" اچھا۔ ایک بازو میں مجھے لیں، دوسرے میں غارف کو۔ اور بڑے بھائی کی حیثیت سے تیشانی چوم کر مبارکباد دیں۔ تب قبول کی جاسکتی ہے۔" طاہرات نے کہا اور ششیر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

نہیں دی گئی تھی۔ اس سے نواب صاحب نے درخواست کی تھی کہ میں دن تک یہیں رہتا ہوں یہ مرحلہ بھی ملے ہو گیا۔

اور پھر دن عید تھے اور راتیں بیٹھے یاخوں والی شب برات۔ ایسے حسین دن اور راتوں کا تصور بھی نہیں کیا گیا تھا۔ یہ سب کچھ ہو گیا تھا لیکن بڑی ہل کی قدر پریشان تھیں۔ انہیں اپنے بھائی کا خیال تھا۔ ظاہر ہے وہ بے حد ناراض ہوں گے۔

پھر کرام ملے۔ دوڑنے لگے اور پھر ایک بات پر اتفاق ہو گیا۔ ملے کیا گیا کہ ششیر ہماری فرم کے نمائندے کی حیثیت سے امر کیا جائے۔ اس کے ساتھ اس کی "غریب بیوی" خذرا بھی۔ وہ بالکل قاضی انسان کی حیثیت سے جانے اور اس کے بعد اپنے والدین کا رد عمل دیکھ۔

یہ بات ملے ہوئی اور شادی کے ٹھیک دس دن کے بعد ششیر اور خذرا امر کا رد ملے۔ نواب صاحب بھی جانے کے لیے پر تزلزل رہے تھے۔ چنانچہ انہیں بھی اجازت مل گئی۔

ششیر نے دوبارہ اپنا کاروبار شروع کر دیا لیکن اب اسے ہماری فرم کا پورا تعاون حاصل تھا۔ ہم نے کئی بڑے بڑے ٹھیکے اس کے سپرد کر دیے اور اسے بالکل بھائی بنایا گیا لیکن یہ سب کچھ اس انداز میں کیا گیا کہ اسے ہمارے کسی احساس کا احساس نہ ہو۔

طاہرات بھی بہت خوش تھا۔ بس کبھی کبھی وہ آنے والے چاند کی باتیں کرتا تھا۔ اس بار وہ ٹھیکہ کو ساتھ لے جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ نواب صاحب بھی پہلے ملے البتہ ہمیں یہیں رہ گئی تھی۔ نواب صاحب کے ساتھ صرف احسان کیا تھا لیکن کوٹھی کی دو نقیصہ عورتیں تھیں۔ انھیں اور ٹھیکہ "ان دونوں نے اسے نہ جانے کیا بڑا دیا تھا۔"

اور پھر چاند دھوئے کی رات آگئی۔ سرسری طور پر ذکر کرنا تھا کہ خذرا بھائی اپنی دلہن کو لے کر اپنے گھر چائیں گے لیکن اسے رخصت کرنے کے لیے کسی اہتمام کو منع کر دیا گیا تھا۔

"اچھا دوست! میری کامیابی کی دعا کرنا۔" طاہرات نے مجھ سے کہا اور میں نے بڑے غلوص سے اسے رخصت کیا۔ اب کوٹھی میں انھیں بھی اور ہمیں بھی یہیں بھی یہاں بہت خوش تھی۔ خذرا کی بیوی بھی کوٹھی کی روٹی تھیں۔ شاید یکدم ایک بڑا رنگ کی حیثیت سے کوٹھی کا پورا انتظام سنبھالے ہوئے تھیں اور دن رات ہمیں دیکھ دیتی رہتی تھیں۔

یوں شہت برادر کا ایک ٹھکرک نہ جانے کہاں سے

کہاں پہنچ گیا تھا۔ زندگی بے وفائی نے اس کی تقدیر بدل دی تھی۔ آج بھی جب میں اپنے بارے میں سوچتا ہوں تو خود کو ایک افسانہ نظر آتا ہوں۔ طاہرات کی واپسی کا وقت آ رہا تھا اور میرے دل کی حرکتیں تیز ہوئی جارہی تھیں۔ نہ جانے اس بے چارے کے ساتھ کیا ہوئی۔ اور پھر چاند نکلا آیا لیکن طاہرات واپس نہ آیا۔

اپنی بے چینی کو انھیں پر بھی ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ انھیں کو میں نے دلی کارہ راز سوچ دیا تھا لیکن طاہرات کے بارے میں کچھ بتانا ناممکن تھا۔ اس کے لیے میں نے خود کو معاف کر دیا تھا اور اس بات کو پیشہ ذہن میں رکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ طاہرات کو گنگے دوڑنے یاخوں دن تھا اور اب کہیں میزائل نہیں گنتا تھا۔ یہاں تک کہ انھیں کی گورن میں بھی اکثر طاہرات کے بارے میں سوچنے لگتا تھا لیکن کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ بہت سی پریشانیوں نے گول کر کھڑی ہو گئی تھیں۔

چھٹا ساتواں اور آٹھواں دن بھی گزر گیا۔ انھیں بھی اب میری پریشانیوں بھانپ رہی تھی۔ ہر حال وہ خود بھی طاہرات کے لیے فکر مند تھی۔

اور نویں دن میں آؤں میں تھا کہ اچانک طاہرات دروازے سے اندر داخل ہوا۔ میں دوڑ کر اس سے پلٹ گیا تھا۔ طاہرات میری پشت چھنے لگا لیکن اس کے چہرے پر چڑکا پن نظر آ رہا تھا۔

"خوب تھی سون مٹا یا ہے ایمان۔ یہاں میں پائلی ہو گیا تھا۔"

"نہیں یاد۔ گڑبڑ ہو گئی ہے۔" طاہرات تنہید لہجے میں بولا۔

"کیا بوا طاہرات کو ٹھیکہ کہاں ہے؟"

"اسے وہیں چھوڑ آیا ہوں۔"

موت ہے لیکن ہر حال وہ میرے باپ تھے اور ان کی موجودگی میں میں نے کوئی ذمہ داری کبھی نہیں محسوس کی۔

"یقیناً طاہرات! میں مانا ہوں۔"

"اب میرے قبیل کے لوگ مجھے بادشاہ بنا چاہتے ہیں۔ ان کی بات نہیں مانوں گا تو بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔"

"اور! میں نے پریشانی سے کہا۔"

"تنہا ہی سے تمہارے مشورے کی ضرورت ہے ناراض۔ یہ حالات کبھی پیش نہیں آتے تھے جو اس وقت ہیں اور تمہارا مشورہ میرے لیے راستہ کا تعین کرے گا۔"

"ایک بات بتاؤ طاہرات۔ اگر تم وہاں جا کر ڈسے داراؤں سنبھال لو گے تو کیا تمہارا رابطہ ہم سے بالکل ختم ہو جائے گا؟"

"نہیں میرے دوست۔ ہرگز نہیں۔ میں نے بھی اس موضوع پر بہت کچھ سوچا ہے۔ میں وہاں ایک ایسا علاقہ تعمیر کروں گا جو ہماری زبان کو مددگار بنی رہا ہے۔ کام نہ ہو گا اور وہاں رہیں۔ تم لوگوں کو بھی دعوت دیا کروں گا۔"

"تو میرے لیے وہاں تمہارا دل ٹک جائے گا؟"

”میں تمہاری محبت سے سرشار ہوں طاہر!“

”تو پھر یہ بات طے ہو گئی؟“

”ہاں!“

”اب مسئلہ دوسرے لوگوں کا ہے۔“

”وہ بھی مشکل نہیں ہو گا۔“

”یعنی؟“

”ہم انہیں حقیقت بتا دیں گے۔“

”اوہ! لیکن۔۔۔“

”سیدھی بات ہے طاہر۔ اب تم اپنی ریاست کا نظام

سنبھالو گے، میں یہیں رہوں گا۔“

”ہاں۔ بلی تفصیل میں جانے کی کیا ضرورت ہے۔“

”جانبھی نہیں سیکتے۔“

”پھر یار، بلاوجہ فکر مند متیے ہم لوگ، سوائے اس کے کہ

تھوڑی سی جدائی برداشت کرنا پڑے گی اور کیا تبدیلی ہو گی۔“

”کچھ نہیں۔“

”بس اب میں مطمئن ہو گیا۔“ طاہر نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

سب سے پہلی اطلاع تنویر صاحب کو دی گئی تھی اور

تھوڑی دیر میں سب کو بھی پہنچ گئے۔ ہم بھی کوٹھی ہی چلے گئے

تھے۔ تنویر صاحب نے تعزیت کی اور اس بات پر مجبوری ظاہر

کی کہ وہ نہ پہنچ سکیں گے۔

”ایک اور بری اطلاع بھی ہے تنویر صاحب!“ میں نے

کہا۔

”اوہ! خدا کے لیے ساری بری اطلاعات ایک ساتھ نہ

دو۔“

”سنا ضروری ہے۔ عادل اب ہمارے ساتھ نہیں رہیں

۔۔۔“

”یہ سنا؟“

”ریاست کے امور اب انہیں سنبھالنا ہوں گے۔“

”ارے۔“ تنویر صاحب افسوس ناک انداز میں

بولے۔

”مجبوری ہے لیکن بہر حال مقررہ دن عادل ہمارے

ساتھ گزارا کریں گے۔“ میں نے کہا اور تنویر صاحب ایک

ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئے۔

”انتظامات سنبھالنے کے بعد میں بہت جلد آپ لوگوں

کو ریاست کی سیر کی دعوت دوں گا۔ بہر حال ان کی دلچسپیوں

کو، آپ کی عنایات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔“ طاہر

نے کہا۔

شام تک وہ ہمارے ساتھ رہا اور پھر اس نے واپسی کی

بازت مانگی۔ میرے دل میں خلا سا محسوس ہو رہا تھا لیکن

بہر حال طاہر کی علیحدگی کسی شدید انداز میں نہیں ہوئی

تھی۔ میں اس سے دور رہ کر بھی دور نہیں تھا۔ طاہر چلا گیا

اور پھر وہ ہر جمعرات کی رات کو آنے لگا۔ کبھی کبھی وہ دن میں

بھی آجاتا اور شکیلہ اس کے ساتھ ہوتی۔ وہ ہمارے لیے بے

شمار انوکھے انوکھے تحائف لاتا جن کا دنیا میں کوئی وجود نہیں

تھا۔

تین ماہ کے اندر کچھ تبدیلیاں ہوئیں۔ مثلاً: شید بھیا

واپس آگئے تھے۔ ان کے والد نے انہیں اپنی منقولہ وغیرہ

منقولہ جائیداد سے عاق کر دیا تھا۔ اپنی تلاش بیوی کو لے کر وہ

سیدھے گھر واپس آگئے تھے لیکن امریکا سے ایک بہت بڑا

بزنس لائے تھے۔

اس کے علاوہ نواب ہلال الدین کی کوٹھی اب ہماری

کوٹھی کے بالکل برابر ہے اور رات کا کھانا انہی کے ساتھ

ہوتا ہے۔ ہم سب شدت سے جمعرات کا انتظار کرتے رہتے

ہیں جب طاہر آتا ہے اور ہمارے اس محل کدے میں

قہقہے کھرتے ہیں۔

(تم شد)

○☆○